بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

مصنف

بحرالعلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

١٢٧٤ھ / ١٨٥٨ء — ١٣٣٧ھ / ١٩١٩ء

پارہ ۰ ١٣

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

٣٢-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

Marfat.com

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ
اور مین نے اپنے نفس کی برأت نہین کی بیشک نفس تو بہت ہی برائی کی راہ بتاتا ہے سوائے اسکے جسپر رحم فرما دے
رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
میرا پروردگار بیشک میرا رب بڑا غفور الرحیم ہے

جب یوسف علیہ السلام نے خیانت کی مذمت بیان کی وا فادہ فرمایا کہ خائنون کا بھلا نہین ہوتا تو اس سے عوام کا خیال جاتا ہو کہ یہ خود ستائی اور اپنی تعریف ہو لہذا فرمایا۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اور مین اپنے نفس کی برارت نہین کرتا ف اور اس بیان سے میری یہ غرض نہین ہو کہ اپنے نفس کی پاکیزگی ظاہر کرون۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ بے شبہہ نفس تو سب سے بڑھ کر بدی کی راہ سجھانے و لگانے والا ہو پس ہر شخص اگر اپنے نفس پر اعتماد کرے اور اسکے کہنے پر چلے تو وہ اسکو کثرت سے بہت بدی کی راہ لگا دیگا ہر شخص کا نفس بدکام کا حکم کرتا ہو۔ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ سوائے ایسے شخص کے جسپر حق تعالے پروردگار عز و جل رحم فرما دے پس جسپر اللہ تعالے رحم کرے اُسکو یا تو نفس مطمئن ملتا ہو کہ بدی کی راہ نہ بتلا دے جیسے انبیاے معصومین علیہم السلام اور یا نفس کی فرمایش سے جو گناہ و بُرائی ہو اللہ تعالے ہدایت خاص کے ساتھ معصوم و محفوظ کر دیتا ہو اسطرح کہ وہ نفس کو مقہور کرتا اور موافق حکم شرع کے کام کرتا ہو۔ پھر چونکہ زلیخا سے مراودت واقع ہوئی تھی لہذا آخر مین استغفار کیا اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک میرا رب بڑا غفور رحیم ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس قول کو ماوردی رح نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہو اور شیخ ابن تیمیہ نے اسی کو اختیار کیا اور اسکی تائید و تصحیح مین ایک مستقل کتاب علحدہ لکھی ہو مترجم کہتا ہو کہ سراج وغیرہ نے لیعلم کی ضمیر درصورتیکہ یہ زلیخا کا کلام ہووے حضرت یوسف ع کیطرف راجع کی یعنی مین نے اسکی پاکیزگی و برارت کا اقرار اسکی غیبت مین کر دیا اس غرض سے کہ وہ جان لیوے کہ مین نے پیٹھ پیچھے جبکہ وہ قیدخانہ مین ہو اُسکی خیانت نہین کی اور قول اَنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ سے تاکید ہو کہ پہلے مین نے خیانت کی تو راہ نہ پائی اور آخر فضیحت ہوئی اور اُس نے سچائی کا برتاؤ کیا تو قید مین اسکی برارت اور رہائی ہوئی۔ مترجم کہتا ہو کہ اگر یہ عورت کا کلام ہو تو شبہہ ضرور ہوگا کہ قولہ ان اللہ لا یہدی کید الخائنین۔ اور قولہ ما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء اور قولہ ان ربی غفور رحیم۔ یہ سب ایمان صحیح و توحید آلہی کے نتائج سے ہین کیونکہ کید و خیانت اہل کفر کے ساتھ ضم ہو جبکہ انھون نے عہد ازل و میثاق آلہی مین خیانت کی اور یہ سب سے بڑی خیانت ہو اور نفس کا تزکیہ نہ کرنا محض ایمان ہو بخلاف کفر کے کہ وہان اتباع ہوی کے سوائے کوئی بات نہین ہو اور غفران آلہی کی التجا کافر کی شان نہین ہو حالانکہ عورت اسوقت تک کفر پر ثابت تھی تو یہ ملاحظہ بلیغہ اس کی طرف سے مستبعد ہین پس مترجم کو تقویت قول مذکور کی جسکی تائید مستقل تصنیف سے شیخ ابن تیمیہ رح نے کی ہو کوئی قوی دلیل نہین ظاہر ہوئی پس اقوی میرے نزدیک قول اول ہو اور خلاصہ اسکا سراج و معالم و بیضاوی و تفسیر کبیر سے اسطرح ہو کہ جب ایلچی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور خبر دی کہ بادشاہ کے حضور مین سب عورتون نے مع زلیخا کے تمھارے پاک و بے لوث ہونے کی گواہی دی ہو تب یوسف ع نے کہا۔ ذلک۔ یہ میرا قید مین ثابت قدم رہنا اور بادشاہ کے بلانے پر نہ جانا لیعلم انی لم اخنہ بالغیب اس مقصد سے تھا کہ وہ جان لیوے میرے پیٹھ پیچھے یعنی بادشاہ یا عزیز مصر کہ ہر گز مین نے اسکی کوئی خیانت نہین کی کیونکہ مین قید مین پڑا ہون اور عورتین مع زلیخا کے بے کھٹکے ہین تو انکی گواہی و زلیخا کا اقرار خوب ظاہر کرتا ہو کہ مین پاک ہون اسکے گھر یا غیرون مین سے کسی سے مین نے بدی نہین کی ہو۔ اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہو کہ یہ یوسف علیہ السلام کا مقولہ ہو۔ امام بغوی نے کہا کہ ایک آدمی کی گفتگو دوسرے سے ملانے مین کوئی

حرج نہین جب کوئی قرینہ ہر ایک کی شناخت پر موجود ہوا اور اسکی دوسری مثال یہ آیات ہین قال اللہ تعہ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوہا وجعلوا اعزۃ اہلہا اذلۃ یہانتک بلقیس کا کلام ہی پھر اللہ تعہ نے نے فرمایا۔ وکذلک یفعلون۔ اسی طرح قولہ تعالے ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ۔ یہ دعا کرنے والے کا کلام ہی اور آگے اللہ تعالے نے کہا ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ بس ایسے ہی یہان ہی اور مترجم کہتا ہی کہ قرینہ قوی وہ ہی جسکا ادر مین نے اشارہ کیا ہی۔ پھر قولہ ان اللہ لا یہدی کید الخائنین مین یہدی بمعنی یسدد وینجح ہی یعنی خائن کے مکر کو اللہ تعہ راست ومفید نہین کرتا بلکہ آخر خائن فضیحت و رسوا ہوتا ہی پس مقصود یہ بھی ہی کہ مین خائن نہ تھا ورنہ اس ورطہ سے مجھے نجات نہوتی اور عورتین مکار تھین کہ خود رسوا ہوئین۔ اور حشویہ کہتے ہین کہ جب یوسفؑ نے یہ بات کہی تو جبرئیل نے کہا کہ نہ اسوقت جب قصد کر کے عورت کا ازار بند کھولا تھا تو اس وقت یوسف ؑ نے کہا وما ابرئ نفسی الخ امام رازی رحمہ نے کہا کہ ان لوگون نے بہت سی خبیث روایات بنائی ہین یہ بھی انھین روایتون مین سے ہی اور یہ روایت کسی معتبر کتاب مین مذکور نہین ہی بلکہ بعض نے اسکو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جانب نسبت کیا ولیکن ان لوگون نے یہ قصد کیا کہ کوشش کر کے ظاہر قرآن مین تحریف معنوی پیدا کرین مگر اللہ تعہ نے اسلام مین ایسے اہل تحقیق علما و صادقین پیدا کیے جنھون نے خبیث لوگون کے اقوال رد کر دیے اور قرآن مجید کو پاک و طاہر رکھا آیا یہ نہین دیکھتے کہ ایسی خیانت نعوذ باللہ اگر ہوتی تو قولہ لم اخنہ بالغیب محض دروغ ہوتا حالانکہ کسی دیندار عاقل کی جانب ایسا خیال نہین ہو سکتا تو کیسے ایک نبی مرسل کی طرف روا ہوگا جو پاکیزہ خاندان نبوت مین سے ہی بلکہ یہ آیت تو نہایت پاکیزگی یوسفؑ پر قطعی دلیل ہی اور فرقہ حشویہ بدبخت اپنی طرف سے اتہام کر کے کفر اختیار کرتے ہین اور جن عورتون کے ساتھ خود معاملہ تھا وہ کہتی ہین کہ حاشا للہ ما علمنا علیہ من سوء۔ اور مترجم کہتا ہی کہ روایت ابن عباس کو شیخ ابن کثیر نے ابن جریر سے اسطرح نقل کیا قال ابن جریر حدثنا ابو کریب حدثنا وکیع عن اسرائیل عن سماک عن عکرمۃ عن ابن عباس قال لما جمع الملک النسوۃ فسألہن ہل راودتن یوسف عن نفسہ قلن حاش للہ ما علمنا علیہ من سوء قالت امرأۃ العزیز الآن حصحص الحق الآیۃ قال یوسف ذلک لیعلم انی لم اخنہ بالغیب فقال جبرئیل ولا یوم ہممت بہا فقال وما ابرئ نفسی الآیۃ مترجم کہتا ہی کہ اسناد اس روایت کے جید ہین اور لکھا ہی کہ ایسا ہی قول مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و ابن ابی الہذیل و ضحاک و حسن و قتادہ و سدی سے مروی ہی مترجم کہتا ہی کہ ان تابعین کے قول سے یہ مراد ہی کہ انھون نے بھی قولہ ذلک لیعلم۔ کو کلام یوسف علیہ السلام قرار دیا ہی نہ کلام زلیخا بدین دلیل کہ مراد بیان اقوال ہی نہ تحقیق معانی اور سابق مین مترجم نے لکھا کہ اعتماد انھین کتابون پر ہی جو معتمد اول ہین اور تعویل انھین روایات پر ہی جنھین کوئی علت نہو اور مدار اعتقاد کا خصوص ایسے مقامات مین انھین نصوص پر ہی جو وحی جلی یا خفی ہون اور بیان قرآن مجید وحی جلی سے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہر طرح پاکیزگی ظاہر ہی اور ایک بڑا گروہ مفسرین کا اسی قول کے موافق تفسیر کرتا ہی اور وحی خفی یعنی حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوتا ہی کہ اپنی پاکیزگی ظاہر ہونے کے لیے قید مین ثابت قدم رہے۔ اور یہ روایت جب قرآن یا حدیث سے نہین ہی تو ضرور بنو اسرائیل سے لی گئی ہی جسپر کچھ اعتماد نہین ہو سکتا ہی۔ اور توضیح اسکی یہ ہی کہ کوئی نقص کسی پیغمبر کیجانب منسوب کرنا کفر ہی تو جب کوئی دلیل منصوص نہین ہی تو اہل کتاب یہود وغیرہ کے قول سے روا نہین ہی کہ منسوب کیا جاوے لہذا صحیح وہی تفسیر ہی جو اول مذکور ہوئی فافہم واللہ تعہ اعلم بالصواب پھر جاننا چاہیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جناب باری تعہ مین حسن ادب کو ہر حال مین مرعی رکھا اور اپنی برأت کے بعد کہا کہ ما ابرئ نفسی یعنی یہ جو کچھ مین نے کہا کہ مین خائن نہین ہون اور مین نے کسی قسم کی بدی کا قصد نہین کیا اور مین پاک ہون تو اس سے میری مراد یہ ہی کہ اللہ تعالے نے مجھپر اپنا پورا فضل فرمایا اور مجھے پاک کر دیا اور یہ غرض نہین ہی کہ میرے نفس مین یہ خوبی ہی اسیواسطے اللہ تعہ نے منع فرمایا ہی کہ لا تزکوا انفسکم۔ اپنے نفوس کی پاکیزگی مت بیان کرو کیونکہ۔ ان النفس لامارۃ بالسوء نفس ہمیشہ بدی کا حکم کرتا ہی ولیکن انسان کو اللہ تعہ اپنے فضل سے محفوظ فرماتا ہی۔ الا ما رحم ربی۔ وہی محفوظ رہتا ہی جسپر اللہ تعالے رحم فرماوے۔ ان ربی غفور رحیم میرا رب غفور رحیم ہی انسان اپنی ذات سے بدی کا خواستگار ہوتا ہی مگر اللہ تعالے نہایت بخشنے والا ہے کہ اس کی ذاتی شرارت کو

خارج کر دنام کرتے ہین جیسے پیمبر (اتہ ہو۱۲م

مواخذہ نہین فرماتا بلکہ بخشدیتا ہے اور نہایت رحم والا ہو کہ علاوہ اسکے اسپر رحمت فرماتا ہو یہان ایک نکتہ یہ بھی سمجھ مین آگیا ہوگا کہ آدمی اپنی ذاتی جبلت سے مغفرت خالق عز وجل کا محتاج ہو کیونکہ آدمی یہی نفس منفوس ہو جسکا ذاتی اقتضا بدی ہو لیکن عصمت وحفظ الٰہی تو یہ رحمت از جانب حق تعالیٰ ہو جو انبیاء علیہم السلام کے لیے بالکلیہ ہو اور عوام امت کے لیے درجہ بدرجہ خاص خاص طور پر ہو لہذا جہان کسی پیغمبر نے مغفرت چاہی ہے وہ اس بات پر ہرگز دلیل نہین ہوسکتا کہ اُس سے کوئی فعل گناہ سرزد ہوا ہو بلکہ بنظر نفس وخلقت ہو جسکو اللہ تعالیٰ نے پاک کردیا اور احادیث صحیحہ مین وارد ہو کہ سب سے افضل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دن مین بہت مرتبہ استغفار کرتے تھے اور حاشا کہ کوئی جاہل گمان کرے کہ استغفار بمقابلہ معصیت تھا کیونکہ یہ گمان باطنی کفر ہو ف فی العرائس جب یوسف ؑ نے کہا کہ انی لم اخنہ بالغیب۔ تو باطن مین زبان اسرار سے یہ آواز سُنی کہ اسوقت بھی نہین جب بحکم قولہ لقد ہمت بہ وہم بہا۔ قصد کیا تھا۔ اہل تفسیر نے لکھا کہ جبرئیل ؑ نے انسے ایسا کہا غرضکہ یہ آواز سنکر دعوے نفس سے عذر کیا بقولہ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ پس پہلا مقولہ تو ابتداے حال کے خبر تھی اور وہان انکی جبلت وہی جبلت نبوت مقدسہ تھی جسپر کوئی تہمت نہ تھی پھر درمیان مین لطیفہ آلٰہیہ سے امتحان وابتلا مین پھنسے اور رحم امر پر قدر سابق نے غلبہ کیا پس جو عذر ذکر کیا وہ اسی لطیفہ کی خبر تھی۔ واضح ہو کہ قولہ ان النفس لامارۃ بالسوء مین تحقیقات شریف ہین اسطرح کہ یہ نفس کیا چیز ہو جو بدی پر بشدت آمادہ کرتی ہو پس یہ معلوم ہو کہ وہ شیطان نہین ہو اور ظاہر ہو کہ قلب نہین ہو اور نہ فرشتہ ہو اور نہ عقل ہو اور نہ ایسی کوئی چیز ہو جو عین خارجی ہو پس بعض لوگ تو اسی نفس کو مہملے کہتے ہین یعنی خواہش وشہوات اور بعضے لوگ اسکو طبیعت کہتے ہین اور بعضے بشریت کہتے ہین مگر بشریت کے جو خواہش ومیلان بجانب شہوات ہو اسکو نفس نام رکھتے ہین اور یہ اقوال میرے نزدیک سب علم کے رسوم مین سے ہو فقط صورت کی بحث ہو اور میرا ارادہ یہان تحقیق کا ہو تو حقیقت اشیاء کا عالم فی الواقع اللہ تعالیٰ خالق عز وجل ہو مگر جہانتک ادراک پر انعام ہوا ہو وہ کچھ ظاہر کرتا ہو تو نفس درحقیقت وجود قہر قدم ہو کہ فعل مین اسکا ظہور ہوتا ہو اقول یعنی عالم صفات سے عالم فعل مین ظہور قہر قدم کا وہی نفس کی حقیقت ہو اور کہا کہ ہر مخلوق انسانیہ کی طبیعت کو قہرات کے قبول پر حرکت دیتا اور مستعد کرتا ہے قہرات سے مراد وہ امور آلٰہیہ ہین جنکا انجام آخر مین غضب وعذاب آلٰہی کی طرف ہے جس سے حجاب طاری ہوتا ہے اقول خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ممنوعات سے آدمی وجن کو آگاہ فرمادیا اور دنیاوی زینت واس کارگاہ کا ایک فریب گاہ ناپائدار ہونا ظاہر کردیا اور یہ بھی منصوص فرمایا کہ جملہ اشیاء دنیا محض مزین بتزئین امتحانی ہین اور انجام معصیت وفریب کا اور عہد آلٰہی مین خیانت کا یہ ہو کہ عذاب دائمی مین گرفتار ہوا اور موت کا زمانہ وقت معین اور بہت قریب ہو پھر باوجود اس علم کے لوگ انھین چیزون کو قبول کرتے ہین اور ایسے حرکات کرتے ہین جنکا انجام غضب آلٰہی وعذاب ہو تو یہ امر تحقیق طلب ہو کہ کون چیز انسان مین ہو جو جان بوجھ کر اُسکو اس عذاب مین گرفتار ہونے پر آمادہ کرتی ہو وہ عقل نہین ہوسکتی کیونکہ عقل ہی تو جوہر نفیس ہو جو رضاے حق عز وجل پر آمادہ کرتی ہو علے ہذا فرشتہ نہین اور وہ شیطان نہین جو انسان سے علٰحدہ ہے اور نہ اور کوئی عین خارج ہو بلکہ وہ قہر قدم کا وجود ہو جو عالم فعل مین ظاہر ہوا۔ قدم نے فرمایا کہ جو صدور قہر سے ہوا وہ نفس ہو یعنی قہر سے عالم فعل مین صادر ہوکر نفس نام رکھا گیا اور ہم اصل کی طرف رجوع کرتے ہین تو قہر ایک ازلی دائمی صفت ہو جو طبیعت بشری کو شہوات کی تلاش پر جنبش دیتی ہو پس کسی کو یہ مجال نہوگی کہ اسکے قبضہ سے نکل جاوے مگر وہی جسپر لطف آلٰہی تعالیٰ نے قبضہ کرلیا علی معنی قولہ الا ما رحم ربی کیونکہ یہ صفت تمام ذوات پر غالب ہو اور وہ صفت آلٰہی سبحانہ تعالیٰ ہو اور وہ نفس النفس ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات موصوف بصفۃ القہر ہو اور اُسکے قہر نے تمام حوادث وممکنات ومخلوقات کو اپنی تحت مین مغلوب کرلیا ہو پھر وہ کون ہو جو دعوے کرے کہ مین اپنے آپ کو سلطان قہر کے قبضہ سے نکال لونگا پس قولہ وما ابرئ نفسی یعنی مین اپنے نفس کو بری نہین کرتا ہون کہ اسپر قہر آلٰہی تعالیٰ کا قبضہ نہین ہو بلکہ ضرور وہ قہر کے قبضہ مین مقہور ہو۔ اور نیز اشارہ ہو کہ مین بری نہین کرتا النفس النفس کو قہر وقبضہ سے کیونکہ النفس النفس

Marfat.com

بمقتضاے قہر حکم کرتا ہو اور مقتضاے قہر وہی مقتضاے امتحان ہو اور مقتضاے امتحان وہی مقتضاے ملامت ہو یہ سب علم کا طریقہ ہو اول مقتضاے ملامت سے یہان اصطلاح فتنہ مراد ہو یعنی جسپر استحقاق عذاب ہو پس اشارت ہو کہ امتحان مین پورا ہونا ممکن نہین ہو تو ناخشنہ ہلاکت ہے اور عفو و مغفرت نجات ہے۔ پھر لکھا کہ قولہ الا ما رحم ربی یعنی سوائے اس شخص کے جسکو حق تعالے نے اپنے لطف کے ساتھ اپنے قہر سے محفوظ کر دیا۔ اور اس سے اشارہ اپنی ذات کی طرف لیا کہ حق عز و جل نے اپنی رحمت سے مجھکو بھی اپنے قہر یعنی امتحان سے بچا لیا۔ اور قولہ ما ابرئ نفسی مین اس امتحان کی طرف اشارہ کیا جو زلیخا کے معاملات مین واقع ہوا اور یہ مرتبہ ایسے شخص کا ہے جو سر القہر سے عارف ہوا اور سر الخطاب و سر امتحان و سر النفس و غلبہ ربوبیت سے دانا و بہدایت حق عز و جل سرفراز ہو وقد قیل من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اور مترجم کہتا ہو کہ اس قول مین نفس کے معنی اس تحقیقات کے موافق لینے مین جو ابھی شیخ نے ذکر فرمائی ہے اشکال ہو کیونکہ نفس اس تحقیق پر ظہور قہر قدم ہو اور غایت اس سے اصل صفت کی معرفت ہو تو رب کی معرفت مین تامل ہو اور ظاہر ایہان حقیقت ذات انسانی مراد ہو اور شاید کہ صفات مین ذات کے کلیہ پر معرفت تامہ حاصل ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور شیخ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ عارف حقیقت نفس تھے تو آپکے کلام حکمت مین اشارت موجود ہو کہ آپ نے اصل سے پناہ مانگی حیث قال اعوذ برضاک من سخطک و بمعافاتک من عقوبتک یعنی مین پناہ مانگتا ہون تیری رضا کے ساتھ تیری خشم سے اور تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب سے۔ اور آپ نے ہمکو آگاہ فرما دیا کہ حق تعالے عز و جل نفس النفس ہو چنانچہ اسی حدیث مین فرمایا واعوذ بک منک۔ ہم تجھی سے تیرے ساتھ پناہ مانگتے ہین یعنی قہر و لطف و سخط و غضب سب تیری صفات ہین تو ہم لوگ تیری پناہ مین تجھی سے سلامتی چاہتے ہین۔ پھر شیخ رح نے کہا کہ جس نے چاہا کہ اپنے نفس کی پاکیزگی حاصل کرے اس نے ربوبیت کے ساتھ جھگڑا اٹھایا کیونکہ نفس اصل قدر سابق ہو بنا بر جریان امتحان کے۔ تو نہین دیکھتا کہ واسطی رح فرماتے ہین کہ جس نے اپنے نفس کو ملامت کی اُس نے شرک کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ مسئلہ جو شیخ رح نے ذکر کیا بہت مشکل ہو اور اصل اشکال عوام کی عقل کے موافق ہو ورنہ اہل الحق کے نزدیک بہت صاف و واضح ہو پس اول تو مین کلام شیخ کی توضیح کرتا ہون پھر اُن احادیث و نصوص کی طرف اشارہ کرتا ہون جہان سے استدلال ہو پس شیخ کی مراد یہ ہو کہ کوئی شخص اپنے نفس کو پاک نہین کر سکتا مگر اسی قدر کہ اُسکے حق مین پاک ہونا خود مقدر ہو کیونکہ جب نفس ظہور قہر ازل ہو تو ازل مین ہر شخص کے حق مین دنیاوی امتحان و ابتلاء کی حالت گذر چکی پس اس سے وہی نتیجہ حاصل ہوگا جو مقدر ہو چکا ہو تو اسکا ارادہ کرنا لغو اور جہل ہوگا یہی معنی ہین کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کرنا چاہا اُس نے ربوبیت سے منازعت کی یعنی نفس کو سعادت یا شقاوت کی حالت پر لانا کسی دوسرے کے اختیار مین نہین ہو سوائے خالق عز و جل کے اسی واسطے فرمایا فلا تزکوا انفسکم یعنی اے لوگو تم اپنے نفس کی پاکیزگی مت بیان کرو۔ وجہ یہی ہو کہ نفس تو با اختیار الٰہی ایک حالت پر مقدر ہو چکا پس دوران قضا مین جسطرح اللہ تعالیٰ نے چاہا اسی حد تک سعادت اسکو حاصل ہوگی پس تمھارا خود کچھ بھی اختیار نہوا تو تم کس بات پر خود ستائی کرتے ہو اور یہین سے واضح ہوگیا وہ جو شیخ واسطی رح نے فرمایا کہ اپنے نفس کا ملامت کرنے والا مشرک ہو کیونکہ نفس کی خوبی اُسکے اختیار مین نہ تھی اور ملامت اختیار کے ساتھ دائر ہو کیونکہ جب نفس اسی قدر پاک ہوگا جسقدر اسکے حق مین مقدر ہو تو وہ اُس سے زیادہ بے اختیار ہو پس جب ملامت کی تو اُسکے لیے اختیار ثابت کیا حالانکہ وہ ارادہ الٰہی ہو پس گویا اُسکے لیے صفت الٰہیہ ثابت کی اور یہ شرک ہو اور مترجم کہتا ہو کہ مراد اس سے نتیجہ ہے یعنی جس نتیجہ پر نفس کا انجام ہوا اسپر قابل ملامت نہین ہو کیونکہ یہ تقدیر الٰہیہ ہو اور اگر ملامت سے مراد یہ ہو کہ فہم و عقل کی راہ مین اسنے کیون خطا کی جس سے مستحق عذاب ہوا تو یہ دوسرے معنی ہین اور اسی پر عذاب و ثواب کا مناط بیان کیا گیا ہو علی معنی قولہ فلا تلوموني ولوموا انفسکم۔ اور عدم اختیار پر مدح و ذم بسبب نتیجہ غیر معقول ہو وقد قال تعالیٰ یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا۔ پھر نصوص و آیات و احادیث اُسکے واسطے صریح ہین اور یہ مسئلہ جبر نہین ہو جیسا کہ ظاہرین وہم کرتا ہو بلکہ اسمین و اُسمین بڑا فرق ہو جیسے تقدیر و تدبیر مین کوئی منافات نہین ہو گر عوام اسمین فرق نہین کرتے مین کیونکہ جو شخص ہاتھ سے لقمہ نہ اٹھاوے حتی کہ مرجاوے

Marfat.com

اسپر ملامت کیجاویگی یا کوٹھے پر سے کود پڑے یا سیڑھی کی راہ چھوڑ دے اس زعم پر کہ موت یا چوٹ مقدر ہوگی تو مریگا ورنہ کچھ نہوگا تو حرام موت مرا اگرچہ اسکی موت اسوقت مقدر تھی ایسے ہی یہاں بھی نفس تقدیر و علم الٰہی کی راہ سے ملامت کرنا شرک ہے اور اس راہ سے کہ علم الٰہی کا حال اسکو کیونکر معلوم ہوا جس سے اُسنے آڑ پکڑی کیونکہ تقدیر علم الٰہی ہے اور اسکا مدعی خود مشرک و کافر ہے پس جبکہ یہ زعم دیکھا جاوے اُسکے آثار سے استدلال ہوسکتا ہے کہ یہ دوزخی ہے وقال علیہ السلام جف القلم بما ھو کائن جو ہونے والا ہے قلم اسکو لکھ چکا۔ اور عجیب تعجب حضرات صحابہ رض تھا کہ انمیں سے پوچھنے والا پوچھتا کہ یا رسول اللہ یہ امر جو حالت دوران میں ہے مبنی بر آیندہ ہے یا ہو چکا۔ اور آپ نے جواب میں ارشاد کیا کہ ہو چکا۔ حالانکہ اس زمانہ کے بڑے بڑے علامہ عالم محض غافل ہیں جنکی نظر ایسے غوامض مدارک کے قریب بھی نہیں پہونچتی ہے اور صحیح میں ہے کہ ہر ایک پر وہ آسان و میسر کردیا گیا جسکے لیے وہ مخلوق ہوا ہے اور قال تع لقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ۔ وقال تع فمنہم شقی وسعید۔ اور عجب ہے کہ جو لوگ اختیار پر مدار رکھتے ہیں عقول کو کسی کے قبضہ قدرت میں مجبور دیکھنے سے اندھے ہیں اور ہمت تدبیر ہوکر مراد سے محروم رہتے ہیں پھر بھی ہوشیار نہیں ہوتے ہیں صرف اس زعم پر کہ مدار ثواب و عذاب کا جبر کی حالت میں کیونکر ہوگا حالانکہ جبر کے جو معنی سمجھتے ہیں اس سے یہاں زمین و آسمان کا تفاوت ہے اور امر الٰہی عز وجل کو اپنی کوتاہ عقل میں محصور خیال کرتے ہیں بدین معنی کہ ہر حکمت آلہیہ و جملہ احکام الٰہی کو اسی طور پر ماننے کے قابل سمجھتے ہیں جسطور پر انکی عقل شاہد ہو حالانکہ نہیں دیکھتے کہ عقل منجملہ مخلوقات حقیر کے جلال الٰہی کے سامنے متحیر و مسخر ہے اسکو یہ تاب کہاں سے آگئی کہ تمام حکمت الٰہی کو محیط ہوجاوے پھر یہ سوال کیوں پیدا ہوا کہ پھر وہ عذاب کیوں فرماویگا اور ثواب کیونکر دیگا۔ یہ تو بعینہ ایسا ہی سوال ہے کہ پھر اس نے مخلوق کو اس فضاے محصور میں کیوں پیدا کیا اور اندھیرا کیوں کردیا کہ چراغ کی ضرورت ہوا اور اناج کی پیدائش و غذا پر کیوں مدار زندگی رکھی اور زمین اس شکل کی کیوں بنائی اور ایک ہی کیوں پیدا کی اور چاند گھر گھر کیوں نہ دیا اور مانند اسکے مزخرفات خیالات کچھ کار آمد نہیں ہیں بلکہ مشرک ہوکر دار البوار جہنم اختیار کرتے ہیں پس صریح ایمان یہ ہے کہ ہر ایک نفس کو اسکے اسباب عقل و حواس دیے جنکو عبادت حق عز وجل میں لگانے سے شکر ادا ہوکر راہ معرفت کشادہ ہوتی ہے اور نیز ہر ایک کو اسکے مقدر کا ملتا ہے وقال تع وکان امر اللہ قدرا مقدورا کسی نفس کو کچھ دستی نہیں ہے اور شیخ نے دوسرا قول شیخ واسطی رحمہ اللہ کا ذکر کیا کہ آپنے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے اپنے نفس کی جانب سے کسی نیکی میں قصور دیکھا اسنے شرک کیا کیونکہ جس نے اپنے نفس کی طرف سے کوتاہی کرنا چاہا اُسنے حق عز وجل کی تقدیر قضا سے انکار کیا اور جس نے اپنے نفس کو اُسکے امور میں سے کسی بات میں ملامت کی تو اس نے شرک کیا کیونکہ اُس نے اپنے نفس کی جانب ایسا حصہ بھی منسوب کیا جو کہ اُسکے واسطے ہرگز مقدر نہ تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ نفیس تحقیق قابل صد آفرین ہے جزاہ اللہ تع خیر الجزاء فانہ اقام نعت الادب علی ساحۃ الکبریاء جلت عظمتہ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ قولہ ابری نفسی یعنی میں بذات خود اپنے نفس کی پاکیزگی نہیں بیان کرتا بلکہ بذات حق اسکی پاکیزگی بیان کرتا ہوں مترجم کہتا ہے کہ یہ صحیح ہے یعنی نفس جب پاکیزہ حالت پر اسکا انجام ہوا یہ سب تقدیر الٰہی عز وجل واقع ہوا تو درحقیقت اللہ تع نے اس نفس کو پاک کیا پس نفس کی پاکیزگی و اسکا بدی سے بری و دور ہونا بذات خالق عز وجل صحیح ہے جسکے واسطے اللہ تع کی حمد و ثنا ہے اور خود اپنے اختیار سے نہیں ہے تو اپنے نفس کا تزکیہ اور عیب سے بری ہونا اپنی ذات سے نہیں بیان ہوسکتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ ان النفس لامارۃ بالسوء۔ یہ جملہ بہت تاکیدات سے مملو ہے جس سے معلوم ہوا کہ اکثر اوقات نفس کی جانب سے جو احکام ہوتے ہیں سب شر ہیں الا جنکا اشارہ رحمت الٰہی ہوگا اور اکثر مثل کل کے ہے اور خود کل ہونا بھی محتمل غالب ہے اسی واسطے شیخ نے ذکر کیا کہ شیخ ابو حفص رح نے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو دوام اوقات میں متہم نہ رکھا اور جملہ احوال میں اسکی مخالفت نہ کی اور جو بات اُسکو ناگوار ہے اُسکی طرف نہ کھینچا اور ہمیشہ اس سے مخالفانہ کام نہ لیا تو وہ اپنے نفس کی طرف سے دھوکے میں پڑا۔ مترجم کہتا ہے کہ جب نفس بدی کا حکم کرتا ہے تو جب کبھی جس حال میں ہو کسی بات کی خواہش کرے اگرچہ بظاہر وہ عبادت معلوم ہوتی ضرور ہے کہ آدمی نفس پر اعتماد نہ کرے بلکہ تہمت رکھے کہ ضرور اس نے اسمیں کسی بدی کی خواہش کی ہے کیونکہ وہ تو بدی پر حکم کرتا رہتا ہے پس اس کام کو کتاب الٰہی و سنت حضرت رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وسلم سے تلاش کرے اور جو

علوم فقہ و مسائل مین وہان سے ڈھونڈھے اگر طاعت ہونا لجاوے تو پھر اپنی نیت و حالت پر نظر کرے کہ خلوص ہی یا ریا و غیرہ جو قبائح کہ فعل و نیت سے
متعلق ہین سب پر نظر ڈالے پھر اگر نیت بھی صادق ہو تو انجام کے خدشات و آل کار پر نظر کرے کیونکہ بہت سے کام ایسے ہین کہ بعض شخص کی نسبت ان کا
انجام خراب ہوتا ہی پس جب انجام بھی نیک نظر آوے تو قبول کرے ورنہ ترک کرے اور جان لیوے کہ یہ نفس کا فریب ہی پس اس سے مخالفت کرے پھر
مخالفت کے بعد جو فعل برخلاف ہی اور نفس کو ناگوار ہی اسپر آمادہ ہووے اور وہ کام اُس سے لیوے تاکہ پورا ثواب حاصل ہو جاوے پھر شیخ ابو حفصؒ نے
اپنا قول یون فرمایا کہ اور جس کسی نے نفس کے کامون مین سے کسی کام مین یا اُسکے احکام مین سے کسی حکم کو اچھی نگاہ سے دیکھا تو اس نے اپنی جان کو
ہلاک و تباہ کر دیا بھلا کسی عاقل کو روا ہی کہ اپنے نفس کی خواہش پر راضی ہو حالانکہ کریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق
بن ابراہیم تو فرماتے ہین کہ ما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء اور یہ عاقل کون ہی کہ اسکا نفس ایسا ہو گیا کہ اسکو بھلائی کی راہ بتلاتا ہی۔ خوب یاد رکھو کہ
اسکا فریب بہت باریک ہی وہ تجکو طاعت پر آمادہ کریگا اور اسمین تیرے لیے بدی چھپی ہوئی رکھیگا۔ قال المترجم یہ مسئلہ علماء باطن کے نزدیک نہایت
دشوار ہی یعنی بکثرت ایسا ہوتا ہی کہ بظاہر نفس طاعت و عبادت و نیک کام پر آمادہ کرتا ہی حالانکہ اسمین برائی پوشیدہ ہوتی ہی کیونکہ مدار کام کا نیت پر ہی
اور نیت وہ صحیح ہی جو کہ خالص ہو اور خلوص کا پہچاننا پھر نفس کی طرف سے ہوگا اور عقل ہنوز مغشوش ہی تو فریب سے نفس اسکو خلوص کا دھوکا دیگا حالانکہ
عقل صرف مین ایک بڑا میل خود پسندی وغیرہ کا شامل نظر آتا ہی اسیواسطے اہل قلوب کی خدمت و صحبت مثل اکسیر کے عزیز سمجھی گئی ہے فافہم واللہ
تعالے اعلم بالصواب شیخ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے نفس کو پیدا کیا اور طبیعت اسکی جہل رکھی ہی اور ہوی کو اُسکے واسطے سب چیزون
سے زیادہ قریب کر دیا ہی اور ہوی یعنی خواہش کو ایک ایسا دروازہ کر دیا ہی کہ جو مخلوق اُس مین داخل ہو کر ہلاک و تباہ ہو جاتا ہی۔ اور سہل رح نے کہا کہ
نفس امارہ وہی شہوت ہی اور نفس مطمئنہ وہ نفس معرفت ہی مترجم کہتا ہی کہ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ نفس کی دو قسم مین ایک امارہ اور دوم مطمئنہ ولیکن یہ
ایک تحقیق پر مبنی ہی اور کلام الٰہی مین بھی ان دونون کا ذکر ہی اور فرق شاید مثل انسان شقی و سعید کے ہی واللہ تعالی اعلم اور زیادہ تفصیل احیاء الغزالی رح سے
تلاش کرنا چاہیے۔ شیخ ابو حفص رح نے فرمایا کہ نفس تو بالکل تاریکی ہی اور اسکا چراغ سر باطن ہی اور اس چراغ کا نور توفیق الٰہی ہی پس جس شخص کے ساتھ
توفیق یار نہو تو وہ بالکل تاریکی مین رہیگا بلکہ بالکل تاریک ہوگا۔ قال المترجم کفار کی مثال قرآن مجید مین اندھیرے سے صریح ہی سہل رح نے فرمایا کہ
قوله لامارة بالسوء یہ موضع طبع ہی اور قوله الا ما رحم ربی یہ مقام عصمت ہی مترجم کہتا ہی شاید مراد یہ ہی کہ نفس جب کہ بمقتضاے طبیعت ہو تو بدی کا کثرت سے
حکم کرتی ہی اور جب وہ معصوم بعصمت الٰہیہ ہو خواہ اسکو ہدایت ربانیہ سے تعبیر کیا جاوے تو وہ مطمئنہ ہی واللہ تعالی اعلم۔ شیخ واسطی رح نے کہا کہ نفس سراپا ظلمت
ہی اور چراغ اُسکا سر باطن ہی تو جسکے پاس سر پاکیزہ نہو وہ ہمیشہ تاریکی مین ہی قال المترجم لفظ سر ایک اصطلاح خاص ہی جیسے عشق اور معنے اسکے سوا عارف
کے کوئی نہین سمجھ سکتا ہی اور لباب و دقائق قلب القلب وغیرہ الفاظ بولتے ہین اور یہ سب الفاظ اسرار ہین ۔ بس قصہ سیمرغ و قصہ ہدہد: کسے رسد کہ شناسا
منطق الطیر است: ورنہ ہم لوگون کو اہل الحق کے کلام سے سوائے قصص و امثال کے کوئی حصہ خاص نہین ہی اور طریقہ اسکا سوائے اسکے نہین کہ توفیق الٰہی
تاریکی نفس سے بچراغ ہدایت اس مناہی سے شاہراہ اتباع و ادب کی طرف واصل فرماوے تو ہر مقام پر اسکا مقصود مشاہدہ ہو جاوے واللہ تعالے
ہو الہادی الی السبیل الرشاد۔ شیخ استاد نے فرمایا کہ قوله ما ابرئ نفسی اس اعتذار کا بیان ہی جو امر الٰہی مین قصور واقع ہوا اور پوری طاعت و خدمت
نہین ہو سکی پس اس عذر سے غفران الٰہی کے مستحق ہوئے اسی واسطے قوله ان ربی غفور رحیم پر تمام کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ شان عظمت و کبریائی کے لائق
عبادت اہل تحقیق کے نزدیک ناممکن ہی اور نفس اسپر قوله صلے اللہ علیہ وسلم ما عبدناک حق عبادتک الحدیث ہی اور وجہ اسکی یہ بیان کرتے ہین کہ عبادت
لائق معبود کے اسوقت ہو سکتی ہی کہ معبود کی عظمت سے کامل آگاہی ہو اور اُسکے لائق سامان بہم پہونچے تو ظاہر ہی کہ حقیقت صفات الٰہیہ تعالی اللہ علوا کبیرا

Marfat.com

کسی بشر یا کسی مخلوق سے ممکن نہین تو ذات کا کیا ذکر ہو پھر اگر قدیم ہونا معلوم کیا تو حادث سے لائق قدیم کے کیا چیز میسر ہوسکتی ہو اسی واسطے حمد آلٰہی وہی ہے جو خود اپنی حمد فرمائی ہو وقال صلے اللہ علیہ وسلم انت کما اثنیت علی نفسک الحدیث پس جہان سید الرسل و خیر الخلائق یہ فرماوے وہان کسی مخلوق کی کیا مجال ہو کہ زبان ہلاوے تو تفصیر عبادت ہر فرد بشر سے ضروری متحقق ہو واضح ہو کہ آیات کے مقاطع بمناسبات حکمت ہین اور کوئی انکا اسرار سے واقف نہین ہوسکتا اگرچہ جسکو حکمت ربانی سے فیض ملا ہو۔ القصہ جب بادشاہ کو طہارت و کمالات یوسفی ظاہر ہوئے تو اس نے طمع کی کہ ایسے ستودہ صفات آدمی سے بالمشافہہ مکالمہ سے فیضیاب ہو لہذا اُس نے حکم بھیجا کما قال تعالے عز و جل۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ

اور کہنے لگا بادشاہ کہ اسکو میرے پاس لے آؤ مین اسکو خاص اپنے واسطے کرلونگا پھر جب اس سے باتین کین تو بادشاہ بولا کہ آج تے سے تو ہمارے نزدیک معتبر باقدم و

أَمِينٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي

امانت دار ہے یوسف نے کہا کہ مجھے مقرر کردے زمین کے خزانون پر مین بیشک حفاظت کرنے والا ہشیار ہون اور یون ہی ہم نے یوسف کو معتبر و قدم کر دیا

الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَأَجْرُ

زمین مین کہ اسمین جگہ لیتا جہان کہیں چاہتا ہم اپنی رحمت پہونچا دیتے ہین جسکو چاہتے ہین اور جو نیک کام کرتے ہین انکا ثواب ضائع نہین کرتے ہین اور بیشک

الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

آخرت کا ثواب بہت اچھا ہو اُن آدمیون کے واسطے جو ایمان لائے اور پرہیزگاری پر قائم رہے ہین

وَقَالَ الْمَلِكُ اور بادشاہ نے کہا۔ بعضے کہتے ہین کہ مراد وزیر الطفیر یعنی عزیز ہے جسکو چھوٹا بادشاہ کہتے تھے اور امام رازی وغیرہ نے کہا کہ نہین کیونکہ یوسف تو اسکے واسطے پہلے سے خالص تھے اور وہ انکو خراج مصر پر مقرر نہین کرسکتا تھا اور نہ اُسنے خواب دیکھا تھا اور پھر اعادہ لفظ ملک کا فقط اس وجہ سے ہوا کہ درمیانی زلیخا وغیرہ کے کلمات آگئے ہین پس صحیح یہ ہو کہ فرعون مصر جو سب پر بادشاہ تھا جسکا نام ریان بن الولید بیان ہوا ہو اُس نے کہا ائْتُونِي بِهِ اسکو قیدخانہ سے میرے پاس لاؤ۔ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي مین اسکو اپنے واسطے خالص کرونگا یعنی ایسے عمدہ شخص کو وزیر عزیز وغیرہ کسی کی شرکت مین نہ رکھونگا بلکہ خالص اپنے واسطے کرلونگا پھر اُسپر کسی کو دست درازی کا اختیار نہوگا۔ مسئلہ بادشاہ اسلام کو اختیار نہین ہو کہ رعایا مین سے کسی کے غلام مملوک کو اپنے واسطے مخصوص کرے اور یہ اس بادشاہ کا واقعہ بیان فرمادیا اور درحقیقت حضرت یوسف علیہ السلام عزیز کے مملوک نہ تھے یا ہون تو اختصاص کے طور پر لینا بھی انکا دستور ہوگا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قصہ مین ہو کہ فارس سے نکلکر شام مین نصرانی ہوئے پھر ایک راہب نے انکو مدینہ طیبہ کی راہ بتلائی کہ وہان پیغمبر آخرالزمان صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا پس مدینہ کو آئے اور بعد ظہور آفتاب نبوت کے راہب نے جو نشانات بتلائے تھے انکی آزمائش کرکے مسلمان ہوئے اور جلیل القدر صحابہ مین شمار ہین رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین اور اس درمیان مین دس جگہ سے زیادہ فروخت ہوئے اور حضرت استاد شیخ محقق نے مجھے جواب دیا کہ وہ زمانہ فترت تھا اور یہود پر جہاد بھی نہین ہوا تھا پس زمانہ فترت کا برتاؤ اسطرح جائز ہوتا ہو جیسے جورو اور مرد کا زمانہ کفر کا نکاح بعد اسلام کے برقرار رکھا جاتا ہو پس قبضہ انکا نہ جائز رکھا گیا حتی کہ مالک کو عوض دیکر حضرت سلمان رضہ کو خرید کر آزاد کردیا پس نظیر ممکن ہو کہ عزیز مصر کا خرید و قبضہ روا ہو اور انکے دستور کے موافق بادشاہ نے کہا کہ اسکو لاؤ مین اسکو اپنے واسطے خالص کرلونگا اور احتمال ہو کہ اسکو اپنے خاص مقرب لوگون مین سے بناؤنگا سراج وغیرہ مین لایا کہ ابن عباس رضہ سے روایت ہو کہ ایلچی قیدخانہ مین حضرت یوسف ع کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپکو بادشاہ نے طلب کیا ہو آپ قیدخانہ کا لباس اُتارین اور یہ لباس پہنین آپ نے قبول کیا اور غسل کرکے لباس فاخرہ پہنکر

ع ۸
۱

Marfat.com

خوشبو سے آراستہ ہو کر چلنے کا قصد کیا اور قید خانہ والون کو وداع فرمایا۔ قید خانہ والے سب کریمانہ اخلاق کے مطیع تھے دعائین دینے لگے اور آپ نے
بھی اُنکے لیے دعا فرمائی کہ اے پروردگار انپر نیکون کے دل مہربان کر اور قید خانہ سے نکلکر دروازہ پر لکھا کہ یہ مکان امتحان خانہ ہو زندون کا مقبرہ
ہو غم والم کی کوٹھری ہو دوستون کیے تجربہ کا اور دشمنون کے مضحکہ کا مقام ہو۔ روایت ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تعلیم کیا تھا کہ دعا کرو اسطرح
کہ اللهم اجعل لی من عندک فرجا ومخرجا وارزقنی من حیث لا احتسب۔ اے پروردگار اپنے پاس سے میرے لیے کشایش ورہائی دیدے اور ایسی
جگہ سے مجھے رزق دے جہان میرا خیال بھی نہین ہو۔ تو اللہ تعالے نے قبول فرماکر اسطرح بخوبی رہائی ومنزلت عطا فرمائی۔ وہان سے روانہ ہو کر بادشاہ
کے دربار مین آکے۔ روایت ہو کہ یہ دعا پڑھی۔ اللهم انی اسالک بخیرک من خیرہ واعوذ بعزتک وقدرتک من شرہ۔ اے رب میرے مین تیری بھلائی کو
چاہتا ہون اُس شخص کے پاس سے اور تیری عزت وقدرت کے ساتھ پناہ ڈھونڈھتا ہون اُس کے شر سے۔ پھر عربی وعبرانی زبانون مین اسکو
سلام کیا حالانکہ بادشاہ سواے ان دونون زبانون کے ستر زبان بولتا تھا اور یوسف علیہ السلام نے اسکو ہر زبان مین جواب دیا۔ روایت ہو کہ اپنے
سامنے بہت مہربانی سے بٹھلایا اور دیکھا کہ ایک تیس برس کا نوجوان ہو تو تعجب سے کہا کہ بڑے بڑے ساحر وکاہن میرے خواب کی تعبیر مین عاجز
ہین اور یہ لڑکا جانتا ہو حضرت یوسفؑ کو خاندان عزت وشرف وفضل وسعادت سے دیکھکر تعظیم وتکریم کی اور چاہا کہ اپنے خواب کی تعبیر بالمشافہ سُنے
چنانچہ یوسف علیہ السلام نے بہت اچھے طریقہ سے واضح کمل تعبیر بیان کی فَلَمَّا كَلَّمَهٗ پس جب اُس سے کلام کیا یعنی یوسف علیہ السلام نے بادشاہ
سے یا بادشاہ نے حضرت یوسفؑ سے گفتگو کی اور صدق وراست گفتاری وعقل ودانائی ظاہر ہوئی قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ
بادشاہ بولا کہ آج کے روز سے تو ہمارے نزدیک مکین وامین ہے یعنی قرب منزلت والا اور امانت دار ہے۔ یہ جملہ حالت وقرائن سے اسکو ظاہر
ہوا جب کہ زلیخا وزنان مصر کے معاملہ مین اسکو نہایت استعجاب سے راستی ظاہر ہو چکی تھی اور خود اس نے اچھی فراست سے دریافت کر لیا پس
تاج مکلل بجواہر پہنایا اور گھوڑا اپنے خاصہ گھوڑون مین سے پورے ساز سے آراستہ دیا اور ایک تخت دراز جڑاؤ بیٹھنے کے لیے مہیا کر دیا۔ روایت ہو
کہ تعبیر خواب سُنکر تدبیر پوچھی کہ پھر کیا انتظام کرنا چاہیے تو آپ نے رائے دی کہ ان سات برس مین نہایت کثرت سے زراعت کر کے بہت بڑے بڑے
مکانات وکھتے تیار کر اکے بھر دینا چاہیے تاکہ ایام قحط مین بہت کار آمد ہون خصوص اسطرح کہ پردیس سے لوگ خریدنے آدین تو ہم اُن کے ہاتھ
فروخت کرین پس خزانہ معمور ہو جائیگا تو بادشاہ نے کہا کہ رائے بہت اچھی ہے لیکن اس کام کا متکفل کون شخص ہوگا تو قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ
الْاَرْضِ یوسفؑ نے کہا کہ مجھے مقرر کر دے زمین کے خزانون پر یعنی ملک مصر کی ساری پیداوار پر جو بادشاہ کی طرف سے ہوگی مجھے اسکی پرداخت
وحساب کتاب پر مقرر کر دے۔ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ مین بہت حفاظت کرنے والا اور بہت جاننے والا ہون یعنی ہر ایک خزانہ کی حفاظت اور حساب
کتاب اور جسطرح پر خرچ ہونا چاہیے اس مین مجھے اچھی مہارت ہے۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ شیبہ بن نعامہ نے کہا کہ جو کچھ تو مجھے ودیعت کرے گا
مین اس کی خوب حفاظت کرونگا اور ایام قحط کا علم مجھے خوب ہو کذا رواہ ابن ابی حاتم عنہ۔ اور کہا کہ خزائن سے مراد وہی اناج کے انبار ہین جو ایام
قحط کے لیے جمع کیے تھے جو اہرام مصر کے نام سے مشہور تھے پس حفاظت وعلم سے انکو خرچ کرنے کا اقرار کیا۔ وفی المعالم وغیرہ خزائن سے خراج مصر مراد
ہو۔ بہرحال ارض سے فقط ملک مصر مقصود ہے اور ابن عباس رض نے روایت کی کہ اگر حضرت یوسفؑ خود امارت کا سوال نہ کرتے تو اسی وقت
بادشاہ انکو مقرر کر دیتا ولیکن درخواست پر ایک سال تاخیر کے بعد مقرر کیا۔ امام رازی رح نے کہا کہ یہ عجائب قدرت آلٰہیہ مین سے ہو دیکھو کہ قید خانہ سے
نکلنے مین ڈھیل ڈالی تو نہایت عمدہ طریقہ سے اصرار کے ساتھ نکالا اور جب اس درخواست مین جلدی کی تو اللہ تعالے نے خواہش پوری ہونے مین ایک سال
تاخیر کی اور کہا کہ اسمین ارشاد ہو کہ انسان کو بالکلیہ امور اللہ تعالے پر تفویض کرنا نہایت بہتر ہو۔ اور امام رازی رح نے تحت قولہ فلبث فی السجن بضع سنین ذکر کیا

Marfat.com

کہ مجھے ابتداے عمر سے آخر تک جو تجربہ ہوا یہ ہے کہ جب آدمی نے کسی کام مین اللہ تعالے کے سوائے دوسرے پر اعتماد کیا تو وہی اسکی محنت وبلا کا سبب ہو جاتا
ہے اور کچھ نہ کچھ نقصان پہونچتا ہے اور جب اُس نے اللہ تعالے پر بھروسا کیا اور کسی مخلوق سے رجوع نہ کیا تو نہایت عمدہ طریقہ سے اسکی مراد حاصل
ہو جاتی ہے اور یہ تجربہ مجھکو ابتداے عمر سے اسوقت تک کہ قریب ستاؤن برس کے میری عمر ہے برابر ہوتا رہا یہان تک کہ اب میرا دل مضبوط جم گیا کہ
آدمی کو سوائے اللہ تعالے کے فضل واحسان کے کسی چیز پر بھروسا نہین کرنا چاہیے۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ریان بن الولید بادشاہ
مصر نے یوسف علیہ السلام کو سلطنت مصر کی وزارت پر مقرر کیا بجاے عزیز مصر کے جس نے انکو خرید ا تھا یعنے عزیز کو معزول کیا اور بادشاہ حضرت
یوسف ؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا یہی مجاہد کا قول ہے۔ اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب حضرت یوسف ؑ نے درخواست کی کہ اجعلنی علی خزائن الارض
تو بادشاہ نے قبول کیا اور کہا کہ مین نے ایسا ہی کر دیا پس روایت کرتے ہین کہ اطفیر[لہ] کے بجاے مقرر کیا اور اطفیر کو معزول کیا۔ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا
اور یون ہی ہم نے منزلت دی یا مضبوط قائم کیا۔ لِيُوسُفَ یوسف کو فِي الْأَرْضِ زمین مصر مین يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ جگہ لیتے تھے جہان جہان
چاہتے تھے یعنی بعد ضیق قیدخانہ ومحنت وتکلیف کے اسقدر فراخی ووسعت دیدی۔ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ سدی وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے
کہا کہ تصرف کرتے تھے اس مین جسطرح چاہتے تھے۔ سراج رح مین لایا کہ ابن عباس وغیرہ نے فرمایا کہ جب روز درخواست سے ایک سال ختم ہوا
تو بادشاہ نے بلا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو تاج پہنایا اور اپنی مُہر انکی انگلی مین پہنائی اور تلوار بندھوائی اور تخت پر بٹھلا کر تمام کام تفویض کر دیے
لیکن حضرت یوسف ؑ نے فرمایا کہ تخت سے مین آپ کی سلطنت کو استحکام دونگا اور مُہر سے تدبیر وانتظام سلطنت رکھونگا اور رہا تاج تو یہ میرے
باپ دادا کا لباس نہین ہے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام سلطنت مین ڈھنڈورا کر دیا گیا کہ حضرت یوسف نائب السلطنۃ ہین اور انکو دربار عام مین نکلنے کا حکم
دیا پس چودھوین رات کے چاند کی طرح نکلے اور بادشاہون[لہ] نے انکی تعظیم کے لیے گردنین جھکائین اور بادشاہ اپنی محلسرا مین داخل ہوگیا تمام کام حضرت یوسف ؑ کے
حوالہ کر دیا۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ ہمسے بیان کیا گیا ہے کہ اطفیر انھین راتون مین (بعض نے تین روز بیان کیے ہین) مرگیا ابن کثیر رح نے
لکھا کہ فضیل بن عیاض نے لکھا کہ عزیز کی جورو یعنی زلیخا ایک روز حضرت یوسف ؑ کے راستہ پر کھڑی ہوئی جب آپ کی سواری گذری تو اُسنے آواز دی کہ سب
تعریف ایک اللہ تعالے وحدہ لا شریک کو ہے جسنے غلامون کو بسبب طاعت کے بادشاہ کر دیا اور بادشاہون کو بوجہ معصیت کے غلام بنا دیا۔ اور معالم وسراج مین
لایا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ ابن زید رح نے بیان فرمایا کہ یوسف ؑ کی ذات سے مصر مین عدل قائم ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بادشاہ وبہت سے لوگ مسلمان ہوگئے اور آپ نے
قحط کے سات برسون مین سے پہلے برس تو اناج بعوض روپیہ واشرفی کے اہل مصر کے ہاتھ بیچا پھر دوسرے سال بعوض موتی وجواہرات کے پھر تیسرے سال بعوض
جانور چوپاؤن کے پھر چوتھے سال بعوض لونڈی غلامون کے پھر پانچوین سال بعوض زمین وگھر بار کے پھر چھٹے سال بعوض انکی اولاد کے پھر ساتوین
سال انکی جانون کے عوض بیچا یہانتک کہ ملک مصر مین کوئی مرد وعورت آزاد نہ رہے سب کے سب غلام ہوگئے تو لوگون نے کہا کہ ہمنے ایسا زمانہ نہین دیکھا
جیسا کہ اس بادشاہ کے زمانہ مین ہے کہ تمام خلق اسکے لونڈی غلام ہین یہ نہایت دبدبہ وانتظام کی سلطنت ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خبر پہونچی تو حکم دیا
کہ منادی کر دی جاوے کہ تم سب کے سب اللہ تعالے کے واسطے آزاد ہو اور ہر ایک کے مال واسباب انکو پھیر دیے۔ اور کسی کے ہاتھ ایک اونٹ بھر سے زیادہ طعام نہ بیچتے
تھے تاکہ باقیون پر تنگی نہو جاوے یہ خلاصہ روایات معالم وکشاف ہے مترجم کہتا ہے کہ ہماری شریعت مین کوئی شخص اپنی اولاد یا اپنی ذات کو فروخت نہین
کر سکتا اور مرد آزاد یا عورت آزادہ کی بیع بالکل باطل ہے اور مجھے کوئی دلیل ایسی نہ ملی جس سے معلوم ہو کہ اگلی امتون مین یہ جائز تھا ان اس قصہ
مین البتہ بیع مذکور ہے اور شاید کہ اس سے غرض صرف یہ ہو کہ تمام رعایا اپنے بادشاہ کے حکم کی مثل لونڈی غلام کے فرمانبردار ہوجاوین اور تمام خزانہ
بادشاہی اسطرح معمور ہوجاوے کہ نہایت حسن تدبیر سے انھین بندگان خدا کے آرام وآسائش مین صرف کیا جاوے اور جو لوگ کہ جہالت سے

لہ اطفیر یہی محمد بن اسحاق نے روایت کیا ہے اور دوسرون نے قطفیر بیان کیا ہے ۔ بادشاہون سے مراد یہان روسا اور اعاظم سلطنت ہین ۱۲

شان یوسف علیہ السلام مین ملوکیت کا عیب لگاتے تھے اُن کی زبانین بند ہو جاوین کہ آنحضرت علیہ السلام زبردستی بیچے گئے اور یہ لوگ اپنی ذاتی رضامندی سے فروخت ہوئے پھر انپر ایک احسان یہ رہا کہ خود انکو آزاد کردیا اور دوسرا احسان یہ ہوا کہ انکی اولاد مال و متاع واپس کردیے اور یہ بھی غرض تھی کہ لوگ اسراف و فضول خرچی نہ کرنے پاوین بلکہ نہایت کفایت سے خرچ اٹھاوین خصوص جبکہ اولاد سی چیز انکو فروخت کرنی پڑیگی اور یہ نہایت عمدہ مصلحت کی تدبیر تھی پس درحقیقت اس سے بیع ہونا یا اسکا جواز نہین نکلتا ہو حالانکہ احکام کے استدلال کے لیے نص قطعی ہونی چاہیے اور ایسی روایات اہل قصص کی ہین جنکا یہ مرتبہ نہین ہے کہ انسے احکام مین استدلال کیا جاوے جیسے تاریخی حالات و روایات ہوا کرتی ہین اسی قدر انکا مرتبہ ہے اسی واسطے امام رازی رحہ نے اس قصہ مین جابجا تنبیہ کردی کہ سوائے نصوص قرآنی یا احادیث صحیحہ کے باقی روایات اس قصہ کی ہمکو قطعی نہین معلوم ہین اور نہ ہمارا مطلب انپر موقوف ہی بلکہ ہم ان روایتون کے بعد یہی کہتے ہین کہ ایسا قصہ بیان کیا گیا ہے اور حقیقت حال کو اللہ تعالےٰ جانتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ سے تا زمانہ اسلام بلکہ تا ایندم ایک بہت زمانہ دراز ہزارون برس گذرے تو تحقیقی روایات کا جو طریقہ مقرر ہے کہ بیان کرنے والا انسان بتاوے کہ اُس نے کس شخص کی زبان سے سنا ہو اور پھر اُس نے کس سے سُنا تھا یہان تک یہ سلسلہ ایک ایسے شخص پر ختم ہو جس نے یہ بیان کیا کہ مین نے بچشم خود دیکھا اور پھر جتنے لوگ اس سلسلہ مین راوی ہون سب کے حال سے ہم واقف ہون کہ ان یہ لوگ اپنے اپنے زمانہ مین بڑے متقی تھے جیسے مثلاً امام ابوحنیفہؒ نے زہری سے اُنے عروہ سے اُنے عائشہؓ سے روایت کی تو یہ سب لوگ معروف ثقہ ہین یا ایسی کوئی کتاب ہو جس کی نسبت ہر صدی والے لاکھون آدمی یہ بیان کرین کہ ہمارے وقت مین اسی طرح تھی جیسی اب ہے وہ ہاتھون ہاتھ برابر چلی آئی ہو پس یہان تو ان مین سے کوئی بات نہین ہے پھر سوائے ایک زبانی قصہ کے جیسے رستم و اسفندیار کی لڑائی کے اور کچھ تحقیق نہین ہو سکتا ہے۔ اور یہی حال اس زمانہ مین تاریخون کا ہے پس جب کوئی فرقہ تاریخون پر اعتماد کرکے خلاف شریعت احکام نکالتا ہو تو اپنی جہالت سے وہ تحقیقی روایات اور واہی قصہ مین فرق نہین کرتا پس گمراہ ہو کر دوسرون کو بہکاتا ہے نعوذ باللہ من الجہل والضلال یہان انسان کے بیع کا مسئلہ صاف صاف بیان کردیا جاوے تاکہ کوئی دھوکا نکھاوے واضح ہو کہ اصلی پیدائش مین آدمی سب آزاد تھے اور سب اللہ تعالےٰ کو اپنا خالق جانتے تھے اور یہ سب اسکے بندے تھے اور بندہ و غلام ایک معنی ہین اسی واسطے حدیث مین منع آیا ہو کہ کوئی اپنی مملوک کو غلام یا لونڈی نہ کہے تم سب کے سب اللہ تعالےٰ کے لونڈی غلام ہو بلکہ چھوکرا چھوکری کہو پھر حضرت آدم علیہ السلام سے ایک زمانہ کے بعد لوگون نے بت پرستی اختیار کی اور یہان تک اس کا زور ہوا کہ آج کے زمانہ مین لوگ خود مشاہدہ کرتے ہین تو جب بتون کی پرستش کرنے لگے تو ان کو معبود بنایا اور خود عبد یعنے بندے بنگئے اور یہ نہایت ناپاک و کمینہ پن اختیار کیا کہ آدمی جو سب سے معزز و کرم تھا اس نے اپنے آپ کو خوار یہان تک بنایا کہ پتھر وغیرہ کی ایک مورت کا غلام و لونڈی بنگیا اور پتھر وغیرہ جو چیزین انسان کے آرام دینے کے کام کی تھین انکو اپنا معبود بنایا۔ جب انھون نے خود اپنا یہ حال کیا اور خالق جل شانہ سے منھ موڑا اور شرک و کفر مین غوطے کھائے اور روئے زمین پر شرک و کفر و فساد پھیلایا تو حق تعالےٰ نے انبیاء و رسول بھیجے اور ان کو ہر طرح معجزات و آیات دین دے سب طرح فہمائش کی یہان تک کہ حکم دیا کہ جو کوئی ان مین سے پھر نیک راہ پر آجاوے اس کو اُسی اعزاز و اکرام سے اپنا بھائی بناؤ اور وہ مثل تمھارے معزز و کرم ہے۔ باوجود اس انعام و فضل کے تھوڑے نیکبخت نیک راہ پر آئے اور ہزارون لاکھون وہی پتھرون و درختون و سانپون و چاند سورج و آگ و جن و بھوت و دیو کے بندے بنے رہے۔ آخر انبیاء کو ان پر جہاد کا حکم دیا اور پھر بھی یہی کہ فتح کے بعد جو کوئی راہ راست پر آجاوے اُسکو اپنا بھائی بنا کر رکھو۔ اور جو کوئی تمھارے قبضہ مین آکر پھر بھی اللہ تعالےٰ کو معبود نہ مانے اور وہی اپنے سے حقیر چیز کا بندہ بنا رہنے پر اصرار کرے اسکو قتل کردو کیونکہ فساد پھیلانا اچھا نہین ہے اس کے دیکھا دیکھی لاکھون

Marfat.com

رحمت خاص یہ فرمائی کہ جو نہ مانے بعد فتح کے اُسکو قتل مت کرو یعنی کو باخلاص رحمت سے وعدہ فرمایا کہ ہم یا تو اسکو کسی وقت ہدایت
یا اسکی شرارت کو قوت نہ دینگے اور شیطان اُسکی معاونت سے کچھ قابو نہ پاویگا۔ ولیکن یہ حکم برابر رہا کہ اگر صلح و فہمائش سے راہ راست پر نہ آوے
سے اسکو تابع کر لو اور اپنا مملوک بناؤ کیونکہ جب وہ بذات خود اپنی خوشی سے پتھر و لنگر و آگ و سورج کا بندہ بنگیا تھا تو اب تمہارا زبردست
ہنا اس سے بہت بہتر ہے کیونکہ اول تو تم معزز و مکرم آدمی ہو اور اُسکا معبود دبا نا ہوا پتھر وغیرہ ہے دوم اس حقیر چیز کا تو یہ شخص بندہ بنگیا تھا
اس سے فقط یہ چاہتے ہو کہ تمہاری فرمانبرداری کرے اور تم خود نہایت بیزار ہو جاؤ اگر تم کو وہ خدا ابتلا دے کیونکہ تم خوب یقین جانتے ہو کہ
وجل وحدہ لا شریک سب کا معبود و پیدا کرنے والا خدا ہے اور سوم یہ شخص اس حقیر چیز معبود کے واسطے اپنا مال و متاع لا کر چڑھاتا اور
کو کھلاتا اور بیرحمی سے بکرون و بھیڑون جانورون کی گردنین مارتا اور ناچ کود و شور فساد پھیلاتا اور ناحق مال ضائع کرتا لوگون کے
عادات بگاڑتا تھا اور اب تمہارے لیے محنت کرکے جو مال و متاع لاویگا اس سے تم کھاؤ گے اور بیفکری سے اللہ تعالے کی طاعت و عبادت
لون مین علم و تعلیم پھیلاؤ گے اور بیکسون محتاجون مفلسون کی خبرگیری کروگے لوگون مین عدل و انصاف کی راہ جاری کروگے تو ضرور ہوا کہ
زبردست کر دیا جاوے جسمین تمہارے حق مین اسقدر فائدے ہین اور خود اسکے حق مین بھی نہایت ہی مفید ہے کیونکہ اول تو تمہارے اخلاق
دیکھکر وہ علم و حکمت سے شائستہ ہوگا۔ حدیث صحیح مین ہے کہ جو شخص اپنی باندی کو دین کا علم و ادب سکھلا کر بعد ایمان کے آزاد کرکے پھر اسکی
ساتھ اُس سے نکاح کرلے تو اسکو دونا ثواب اللہ تعالے عطا فرماویگا۔ اور دوم یہ کہ جو کما لاویگا یا تمہارے پاس ہوگا تپر اُسکا کھلانا فرض ہے۔
یح مین ہے کہ جن لوگون کو اللہ تعالے نے تمہارے زبردست کر دیا ہے وہ تمہارے بھائی ہین تو جو تم کھاؤ اس مین سے اسکو بھی کھلاؤ چنانچہ بہت
اپنے برابر ساتھ کھلاتے و پہناتے اور سوار کراتے تھے۔ اور سوم یہ کہ جو لاویگا اس مین سے تمہارے برابر یا اچھا کپڑا پہننے مین یہ مال خرچ کیا جاویگا
ث صحیح مین مذکور اور متقدمین کا اسپر عمل رہا ہے تو یہ نہوگا کہ ناحق اپنے بت یا دیوتا یا پیر یا کالی کے خوف کے مارے اس مال کو ضائع کرکے چلا آوے
لیف مین پڑا رہے اور علاوہ یہ کہ اسکے اموال کے منافع سے غریبون کی دستگیری و نیکون کی تعلیم مین خرچ سے ثواب مین اسکا حصہ ہوگا۔ چہارم
ن سے بچیگا جو اسکی خود مختاری سے لوگون مین فساد پھیلانے سے پیدا ہوتے تھے۔ ان سب سے بڑھکر پانچوان نفع یہ ہے کہ اسکا دل جو نہایت
پتھرون سے بدتر خواری مین پڑا تھا اب رفتہ رفتہ خالق جل شانہ کی پاک عظمت سے بھریگا اور اس کبریائی کے آثار سے وہ اپنے نفس کو ایسا
خوار نہین کریگا جب یہ بات معلوم ہو چکی تو اب ہم کہتے ہین کہ جب وہ ایمان لایا اور راہ راست پر ہو گیا تو لائق یہی ہے کہ اسکا آقا اسکو آزاد کر دے اور
متاع اسکو دیدے کہ وہ تجارت کرکے اوقات بسر کرے جیسا کہ قرآن پاک مین حکم ہے مگر اس شرط سے کہ تم انکو نیکی کے ڈھنگ پر دیکھ لو ولیکن کثرت
جاتا ہے کہ وہ پھر انھین خیالات باطلہ کی طرف پھر جاتا ہے یا آقا کو اپنی ضرورت کی لحاظ سے تکلیف ہوتی ہے حالانکہ جس طور پر ہے وہ ایک گھر کے کنبہ
ن سے شمار کیا جاتا ہے کوئی اسکو تکلیف نہین دیجاتی ہے چنانچہ صحیح حدیث مین حکم ہے کہ مملوک کو ایسا کام کرنے کا حکم مت دو جسمین وہ تھکین ہو ورنہ تم خود
شرکت کرکے بوجھ بٹاؤ پس اسوجہ سے کبھی آزاد نہین ہوتا اور کبھی اسوجہ سے کہ اسکا چال چلن ٹھیک نہین ہے تو آزاد نہین کیا جاتا ہے۔ تو یہ ان کا
و مسلمان ہوگئے اور جو کافر رہے انکے ساتھ بھی سب برتاؤ نیکی کا رہیگا سوائے اس بات کے کہ کافر چھوکری سے جبکہ وہ یہودیہ یا نصرانیہ نہووے
ن ہوسکتا ہے پس کافر مملوک سے جو اولاد ہوئی وہ بھی مملوک رہی لیکن حرام ہے کہ انکا صغیر بچہ کبھی فروخت کرکے جدا کیا جاوے اب یہان مسئلہ کی

وہ جو یہودی یا نصرانی ہون یعنی کسی آسمانی کتاب کا اقرار کرین تو ایسی چھوکری اپنے آقا کی مملوک ہے اور بدون نکاح کے آقا اسکو اپنی بیوی بنا سکتا ہے اور جو اولاد اُس سے پیدا ہو وہ مملوک نہو گی بلکہ باپ کی طرح آزاد ہوگی ولیکن باپ کے مرتے ہی اسکی ماں آزاد ہو جائیگی وہ کبھی اپنی ماں کا مالک نہین ہو سکتا ہے ۔ اسیطرح جو چھوکری مسلمان ہوگئی ہو اس کا حکم بھی اسی طرح پر ہے۔ قسم دوم مشرک مملوک جو کتابی نہو بلکہ بت پرست یا آتش پرست وغیرہ ہو تو آقا کو حلال نہین کہ اُسکو جورو بنا وے بلکہ کسی مشرک چھوکرے سے اُس کا نکاح کر دے لیکن اگر اُس سے خدمت لے تو خود دیکھنا اکثر امور یات دیوے اور اگر رخصت کر دے تو چھوکرے کا آقا دیگا اور اگر کسی آزاد سے نکاح کر دیا ہے تو آزاد دیوےگا۔ پھر جو اولاد پیدا ہو وہ چھوکری کے آقا کی مملوک ہوگی یہی کھانا کپڑا اٹھاوے پھر اگرچہ مؤنث اولاد بھی مسلمان ہو جاوے تو آقا کو روا ہوگا کہ اسکو بی بی بنا وے۔ اب رہے وہ لوگ جن کا ملک بعد لڑائی کے فتح کیا مگر انکو رعیت کی طور پر بسایا تو وے آزاد رہے اُنکی جان و مال آزاد ہین یہ نہین ہو سکتا کہ انکو کسی زمانہ کے بعد مملوک بنا دے اور انکی اولاد آزاد ہے انکا بیچنا و مول لینا جائز نہین ہے اسی واسطے ہندوستان مین جو لوگ ایسی چھوکریان خریدتے تھے جن کی نسبت یہ معلوم ہے کہ فلان شخص کی اولاد مین تو یہ بیع باطل ہے اور بعضے علماء کو شبہہ ہوا کہ جائز ہے اس وجہ سے کہ ہندوستان بزور شمشیر فتح ہوا تھا اور صلح سے نہین فتح ہوا ہے اور اسی فتوی پر ایک مدت تک عمل رہا پھر آخر مین شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی نے ناجائز ہونا شرع سے ثابت کیا۔ اس صورت مین جن لوگون کی اولاد پہلے فتوے پر ہوئی وہ آزاد ہے اور دوسرے فتوے کے موافق بیع ہی جائز نہین ہے صرف بطور پرورش انکا پالنا متحقق ہوا ورنہ وے آزاد ہین۔ اب رہا کلام یہان ایک صورت مین اور وہ اکثر عرب و عجم کے بلاد اسلام مین واقع ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر مسلمان عورتین چھوکریان یا غلام حبشی ہون یا دوسرے ہون لوگ فروخت کرتے ہین اور خریدنے والے انکو خرید لیتے ہین تو جب تک کہ یہ ثابت نہو کہ ظلم کی راہ سے کہین سے گرفتار کرکے لائے ہین ظاہری حکم مین جواز کا فتوے دیا گیا ہے اور بعضے محققین نے براہ دیانت و تقوے اس شبہہ کی وجہ سے منع کیا ہے کہ بردہ فروش انکو ظلم سے بھگا لاتے ہین پس احتیاط اچھی ہے اور ظاہری صورت مین جواز اس وجہ سے ہوا کہ ایک شخص کے قبضہ مین فروخت ہونے کے لیے موجود ہین اور یہ ممکن ہے کہ یہ لوگ خود مسلمان ہوگئے ہون مگر آزاد نہ کیے گئے مملوک رہے یا مسلمان چھوکرا چھوکری کی اولاد ہون جو خود مملوک رہے تو کوئی وجہ اس امر کی پائی نہین جاتی کہ بلا دلیل کے انکو آزاد قرار دیا جاوے پھر واضح ہو کہ جو اصل اوپر مذکور ہوئی اُسکے موافق جہان کہین مملوک مسلمان ہوگیا اور معلوم ہوا کہ اس نے اپنے معبود حقیقی کو پہچانا اور اسی کی عبادت پر قائم ہے اور اپنے ذاتی اعزاز و اکرام کو جو اللہ تعالے نے آدمی کو دیا ہے اس نے محفوظ کر لیا اور دیگر مخلوقات جو آدمی سے حقیر و اسی کے منافع و راحت کے لیے ہین ان کا بندہ نہین بننا چاہتا ہے تو اب ہر مسلمان دیندار پر واجب ہے کہ انکو اپنے مثل آزادی دیدے اور نہایت دلی محبت کے ساتھ اُن کی مددگاری و معاونت کرے کیونکہ اب انپر کوئی الزام نہین رہا اور نہ انکی ذات سے ظلم و ناانصافی و فساد پھیلنے کا اندیشہ ہے اور نہ اس کا ڈر ہے کہ دوسرے آدمیون کو بھی وہی پتھرون و آگ وغیرہ کا بندہ بنانے پر مجبور کرینگے یا خالق عز و جل کی عبادت کرنے والون کو ستاوینگے یا بندگان حق تعالے کو ذلیل و خوار کرینگے یا انکی روزی و معاش مین کمی کرکے اُن کو پریشان کرینگے کوئی الزام نہین ہے سواے ایک الزام کے کہ اُنھون نے راہ راست پر آنے مین بہت سے اللہ تعالے کے بندون کا وقت ضائع کیا حتی کہ وہ عبادت و طاعت و تعلیم و تحصیل علم سے اٹھکر ان لوگون کی طرف متوجہ ہوکر گئے اور دیر تک سمجھایا مگر نہ مانے آخر تلوار سے لڑائی کی تب یہ زیر ہوکر مانے اور بڑی خونریزی کے بعد راہ راست پر آئے ولیکن حسن خلق و کمال آدمیت کی راہ سے اُنسے درگذر کرکے احسان کرنا چاہیے واللہ تعالے اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالے نے بعد سختیون و مصیبت کے دنیا مین اس طرح معزز و مکرم کر دیا کہ گویا بادشاہ مصر وہی تھے۔ اب یہان دو باتین ہین ایک تو کنوئین مین ڈالے جانے و مار کھانے و فروخت ہونے و قید ہونے وغیرہ کی مصیبتین اُٹھانا اور

Marfat.com

آخرت کا ثواب نہایت عمدہ ہے ان بندون کے لیے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے پس حضرت یوسف علیہ السلام ایمان لائے ایسے کہ نبی مرسل ہوئے اور حق تعالے نے اُن کے تقوے پر شہادت دیدی اور آیت کو عام طریقہ پر بیان فرمایا جس سے ہر ایک بندہ اپنے پاک معبود کی درگاہ عالی متعالی سے امیدوار ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام خاص طور پر اس مین داخل ہین پس گویا یون سمجھو کہ اللہ تعالے نے نہایت قلیل حصہ انکو دنیا مین یہ سلطنت و ثروت دیدی جسکو خاص سلطنت کی راہ سے تعریف نہین فرمایا بلکہ بوجہ اس کے کہ آرام و آسایش سے ذخیرہ آخرت حاصل کرلے کا پورا موقع اسکے ذریعہ سے حاصل ہوگیا پھر عظیم لائق تعریف ثواب جمیل وہ ہے جو مومن متقی سردار حضرت یوسف علیہ السلام کے واسطے آخرت مین رکھا ہے حتی کہ اس کے شوق مین آنحضرت علیہ السلام نے دنیا سے وفات و آخرت سے لحوق کی دعا مانگی چنانچہ آخر قصہ مین انشاء اللہ تعالے آویگا واضح ہو کہ زمانہ قحط مین آنحضرت علیہ السلام خود بھوکے رہتے اور بیان فرمایا کہ اس لیے تاکہ بھوکون کی تکلیف کو بھول نہ جاؤن اور بادشاہ کے باورچی کو حکم دیدیا کہ دوپہر تک تاخیر کرکے بادشاہ کا کھانا تیار کیا کرے تاکہ اسکو بھوکون کی تکلیف کا مزہ یاد رہے امام بغوی رح نے کہا کہ یہین سے یہ رسم شروع ہوئی کہ بادشاہون کا کھانا دوپہر کے وقت دسترخوان پر آتا ہے اب یہان دو مقام باقی رہے اول تو بادشاہ سے کہا کہ مجھے خزانہاے زمین کا متولی کردے یہ درخواست امارت ہے جو منع ہے۔ دوم کہا کہ مین حفیظ علیم ہون حالانکہ انشاء اللہ تعالے کہنا چاہیے تھا۔ علاوہ اسکے خود اپنی تعریف فرمائی اور اللہ تعالے نے تزکیہ نفس سے منع فرمایا ہے۔ مقام اول کی توضیح یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیح مین عبدالرحمن بن سمرہ کو امیر ہونے کی درخواست سے منع فرمایا ہے اور یہ توجیہ بھی حدیث مین ہے کہ خود درخواست کرنے سے شفقت و ذمہ داری کا بار اپنے اوپر آتا ہے اور فرشتہ مددگار نہین ہوتا تو ٹھیک کام نہین بنتا ہے اور جب بغیر درخواست کے امارت دیجاتی ہے تو فرشتہ سے مدد کیجاتی ہے جو اسکو ٹھیک راہ پر رکھتا ہے پس امام رازی وغیرہ نے جواب دیا کہ آپ پر خلق کے امور مین تصرف کرنا واجب تھا کیونکہ رسول برحق تھے علاوہ ازین انکو قحط واقع ہونے کا علم تھا جسکا انتظام بھی بتدبیر تائید ملکی ہوتا۔ علاوہ برین مستحق کو نفع پہونچانا امر لائق اہتمام ہے پس جس طریقہ سے ممکن ہو اسکو پورا کرنا چاہیے اور مترجم کہتا ہے کہ مصر مین عدل جاری نہ تھا اور بادشاہت کا منتقل کرنا حکمت الٰہیہ مین جاری نہ تھا اور انتظام مذکور مین استمالت بجانب توحید اور موقع دعوت خلق نہایت عمدہ طریقہ سے حاصل تھی تو دفع جور و اقامت عدل واجب ہے مع امور مذکورہ بالاکے اور امارت کی درخواست سے ممانعت اسوقت ہے کہ اس کام کے لائق اور لوگ موجود ہون بخلاف اس موقع کے کہ سوائے آپ کے کوئی بھی نہ تھا جو شرع الٰہی قائم کرے۔ اور واضح ہو کہ مصر مین عدل قائم نہونے سے یہ مراد نہین ہے کہ لوگون پر ظلم و تکالیف ہوتی تھین بلکہ یہ غرض ہے کہ جو قانون حق عزوجل نے انبیاء پر نازل فرمایا ہے اسکے موافق تصرف باہمی تو عدل ہے اور سوائے اس طریقہ کے کسی قانون پر ہو خلاف عدل ہے اور ہر ظلم تو اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ لوگون کی جان و مال محفوظ نہون اور یہ ظلم ایسا ہے جس سے سلطنت تباہ ہوجاتی ہے اور دوسرا یہ کہ جان و مال محفوظ ہین لیکن سیاست و خراج و دنیا و لینا صرف اپنی خواہش و مصلحت کے مطابق ہے جسمین بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ مستحق زائد کو کم ملا اور کم کو زائد ملا اور کوئی محروم رہا اور کوئی مالا مال ہوا۔ مثلاً بادشاہ نے جنگل کی گھاس و دریا کا پانی فروخت کیا تو ممکن ہے کہ لوگون پر ایسی تکلیف نہ پہونچے جس سے وہ بھوکون مرجاوین ولیکن ظلم ہے اور جیسے نمک محفوظ کرلیا اور اسکو فروخت کیا حالانکہ یہ چیزین قانون شرع مین عموماً مباح ہین اور جنگل کی لکڑی عموماً مباح ہے اگر بادشاہ کبھی اپنی ذاتی خواہش و نفع کے قانون پر انکو روکتا ہے تو یہ دوسرے معنی مین ظلم ہے۔ پھر سوال ہوا کہ کیون صبر نہ کیا اور بادشاہ کافر سے منصب کی درخواست کی۔ جواب یہ کہ جو کام انپر واجب تھا اسمین صبر کا موقع نہ تھا اور جس منصب کی درخواست کی وہ واجب کے لیے گویا ضروری تھا۔ لہذا اگر کوئی مرد متقی انگریزون سے درخواست کرے کہ مسلمانون کے قضایا بطور شرع اسلام فیصل ہون اور وہی قاضی بنایا جاوے تو جائز ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اول ہی اول

Marfat.com

خزائن کیون حفاظت مین چاہی حالانکہ اس سے تہمت کا اندیشہ ہو اور مواقع تہمت سے پرہیز کرنا واجب ہو۔ جواب یہ ہو کہ بادشاہ نے اول اقرار کیا کہ
آپ امین ہین اور زیادہ ظلم انھین اموال مین تھا اور پورا عدل قائم کرنا اور دین حق کی تعلیم کا وسیلہ اسی سے ممکن تھا جیسا کہ مصرح بیان گزرا اور
یہ سب انپر واجب بالذات تھا اور مظنہ تہمت مرتفع تھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ خزائن سے غرض وہ اہرام تھے جن مین غلات جمع کیے جاتے
تھے کہ ایام قحط مین کام آوین پس ان مین ایسی وجہ سے تصرف ہوا کہ عدل کے حساب اور حسن تدبیر کے ساتھ ہر ایک کو بقدر استحقاق پہونچے اور
تنگی کسی غریب پر نہو بخلاف متولی وقت کے جسکو امراء کی رعایت تھی اور غربا پر ظلم و سختی تھی۔ اقول اگر جملہ خزائن مراد ہون جب بھی یہی جواب صحیح
ہو کیونکہ بیت المال و خراجات تمام رعایا و عامہ آدمیان کا حق ہے اور بادشاہ و امراء کا مال ذاتی نہین ہو یہان سے صاف ظاہر ہے کہ جو بادشا
وسلاطین خراج لیکر خزائن کو مالا مال کرتے مین اور رعایا و برایا تکلیف و سختی سے بسر کرتے مین وہ سب ظالم و غاصب ہین۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ
انی حفیظ علیم سے اپنی تعریف کی حالانکہ اپنی تعریف منع ہے۔ تو جواب شیخ ابن کثیر رح کا اور دوسرون کا یہ ہو کہ جب کسی شخص کا حال مخفی ہو تو بوجہ
ضرورت کے اُس کو اصلی کیفیت سے آگاہ کرنے کے لیے جائز ہے اور یہان صریح ظاہر ہو کہ خزائن کا ظلم شدید دور کرنے کے لیے اپنا حال بیان کر دیا
اور بادشاہ اگرچہ دین کے علوم مین انکو کامل جانتا تھا لیکن اس کام مین انکو حفیظ و علیم ہونا معلوم نہ تھا۔ رازی رح نے کہا کہ قولہ تعہ فلا تزکوا انفسکم مین
مراد یہ ہو کہ جو شخص نفس کے حال سے آگاہ نہو وہ تزکیہ بیان نہ کرے بخلاف اس معاملہ کے کہ رسالت و نبوت کا محل تزکیہ نفس ہو تو جان بوجھ کر سچ بات بیان
کرنا منع نہین ہو بدلیل قولہ تعالی ہو اعلم بمن اتقی یعنی اللہ تعالیٰ اہل تقوی کو جانتا ہو پس نبوت و رسالت دلیل تھی کہ جو تقوے بیان کیا وہ صحیح و موافق
علم الٰہی ہو ما قول سوائے پیغمبر کے اور کوئی نہین ایسا کہہ سکتا ہو۔ اگر کہا جاوے کہ حفیظ و علیم انشاء اللہ تعالیٰ نہین کہا۔ تو امام رازی وغیرہ نے کہا کہ اگر یون
کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو مین ایسا ہون تو شاید بادشاہ کو جو اسوقت تک ایمانی کیفیت سے سرفراز نہ تھا یہ شبہہ ہوتا کہ انہین شک ہو لہذا کلام کو مرسل
کر دیا اور مرادی رکھی اور مترجم کہتا ہو کہ غالبا یہ سوال وارد نہین ہو کیونکہ مقصود بیان حال ہو نہ بیان فعل اور بغیر انشاء اللہ تعالیٰ فعل کا دعوے
ممنوع ہو پس اگر کہتے کہ مین حفظ رکھونگا اور علم سے خرچ کرونگا اور حساب و کتاب رکھونگا تو انشاء اللہ تعالیٰ کہنا ضرور تھا۔ علاوہ ازین یہان
ظاہر نہین ہوتا کہ انھون نے در واقع انشاء اللہ تعالیٰ نہین کہا بلکہ بادشاہ سے نہین کہا تھا۔ اور مترجم کہتا ہو کہ جسقدر سوالات یہان پیش آتے ہین
سب میرے نزدیک اسوجہ سے مرتفع ہین کہ پیغمبر علیہ السلام کا فعل مبنی بروحی و اجازت الٰہی ہو تو بعد اسکے مدار اسکا حکمت الٰہیہ پر رہا اور کوئی سوال وارد
نہوگا۔ پھر اس قصہ مین بیان ہے کہ جب بادشاہ نے قطفیر یا اطفیر یعنی عزیز مصر کو معزول کرکے حضرت یوسف علیہ السلام کو اُس کی جگہ وزیر کیا
اور بادشاہ و بہت سے لوگ اسلام لائے اور اسی درمیان مین عزیز مر گیا تو بادشاہ نے عزیز کی جورو سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا
مین کہتا ہون کہ یہ دلیل اس امر کی ہے کہ زلیخا بھی مسلمان ہو گئی تھی۔ پھر جب وہ آپ کے گھر مین رخصت ہو کر آئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ اُس سے بہتر
نہین ہے جو تو چاہتی تھی اُس نے عرض کیا کہ تم معاف کروگے کہ اصلی حال یہ تھا کہ مین دولت و نعمت مین آسودہ و عیش و عشرت مین ڈوبی ہوئی
نوجوان عورت تھی اور میرا ساتھی عورتون کے پاس نہ جاتا تھا یعنی عنین تھا اور تم کو اللہ تعالیٰ نے یہ کچھ جمال و خوبی عطا فرمائی تھی کہ ہر عورت
۲۶ تسپر بے صبری کرتی ہے تو مجھے ہر وقت کے ساتھ مین کیونکر بے صبری نہ ہوتی۔ ابن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ آپ نے اس کو کنواری پایا اور اُس سے
آپ کے دو فرزند نرینہ یعنے افرائیم و میشا پیدا ہوئے پھر افرائیم کے نون بیٹا اور رحمہ بیٹی ہوئی اور یہی رحمہ حضرت ایوب کی بیوی تھی رحمہم اللہ تعہ
اور نون سے یوشع پیدا ہوئے جو پیغمبر ہوئے ہین۔ یہان ایک لطیفہ ہے کہ زلیخا رحمہا اللہ تعالیٰ جو عنتی بیوی تھی ایک مرد عنین کے حوالہ ہوئی
اور دولت و نعمت یہ کچھ تھی تو حکمت الٰہیہ سے اسپر عشق یوسفی نے یہ غلبہ کیا کہ کسی مرد کی جانب اسکی توجہ نہ رہی اور آخر کار پاکیزہ اپنے خاوند ایک

Marfat.com

جلیل القدر پیغمبر کے سپرد ہوئی یون ہی پاک مردون کے لیے پاک بیبیان ہوتی ہین ف فی العرائس قوله وقال الملك ائتونی به استخلصه لنفسی۔
حقیقت مین اپنی ذات کے واسطے خالص کرنا اس موعظت حقہ سے ثابت ہوا جس سے اُس نے معرفت حق وطریق نجات کی ہدایت پائی کہ عذاب
آلٰہی سے خلاص ہوا اور خالص محبت سے خلوص محبت آلٰہی پر فائز ہوا اور جو اوہام وظنون اُس کے قلب پر محیط تھے جنھون نے اسکے نفس کو
ظلمت کدہ بنا دیا تھا اور مغلوب شیطان کر دیا تھا وہ اس دوست خالص کی مدد سے دور ہوئے اور قلب اس کا بادشاہ حقیقی کا تختگاہ ہوگیا
ابن عطار رح نے کہا کہ بادشاہ کیونکر حضرت یوسف ع کو اپنے واسطے خالص کرتا کیونکہ اُنکو تو اللہ تعالےٰ نے اپنے مخلصین مین کر لیا تھا۔ اقول
ولیکن اس محبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ بھی اُنکے پیچھے پیچھے درگاہ کبریائی تک اس اخلاص سے پہونچا اور نفس کے واسطے استخلاص کا نتیجہ یہ ہوا
جو اُسکے وہم وگمان مین بھی نہ تھا۔ یہان سے استفادہ کرنا چاہیے کہ اہل الحق کی محبت اپنے نفس کے لیے موجب نجات نفس ہے ولیکن جب ہی کہ
اہل الحق کے فرمان واجب الاذعان پر عمل کرے جہان تک ممکن ہو اور خبردار کہ جہال نے جو رہبانیت کا طریقہ اکابر علماء سے روایت کیا ہے
جیسے ایک ٹانگ پر رات بھر کھڑے ہوکر عبادت کرنا اور نفس سے سردی محسوس کی تو بھیگی چادر رات بھر اوڑھے دیوار پر بیٹھنا اور مانند اسکے تو یہ سب
اوہام ہین صرف صحیح اقتدا وہ ہے جو سنت کے طریقہ پر ہووے اور شیخ رحمہ اللہ نے بہت مقامات پر اسکی سخت تاکید فرمائی ہے بخلاف اکثر علماء ظاہر یہ
کے جو احادیث وآیات مین تاویلات کرتے ہین اور انکی سمجھ مین نہین آتا کہ حرام کھانے والا کیونکر اپنے پیٹ مین انگار سے بھرتا ہے پس اہل الحق کہتے ہین کہ
خالص یقین کے ساتھ قائم رہو تو یہی لوگ بزرگی حاصل ہونے کے واسطے اس کے لیے نمونہ ہین۔ قوله فلما کلمه۔ کلام زبان بزبان ہے اور کلام
اسرار باسرار ہے۔ وہ خوش گفتار ہے کہ ضمائر کے اسرار غیب سے اور اسرار غیب الغیب سے اور جو متعلق بصفائی عقول ہے اور جس سے حیات
قلوب ہے اور جو بیان وصف صفات ربانیہ ہو اور جو بیان شاہراہ مستقیم ہے بزبان فصیح وو جہ صبیح ادا کرے جس سے ارض باطن پر عرش الرحمن کے نور سے
ہزار آفتاب مثل ذرہ کے ناپید ہو جاوین ؎ گر اہل معنے بطلے درانند؞ ہنوز از سر پردہ بانگ زنند؞ کہ گر آفتاب است یک ذرہ نیست؞ وگر ہفت دریاست
یک قطرہ نیست؞ آخر جذب خواطر سے بادشاہ کے دل پر نقش محبت نے اثر کیا۔ قوله انک الیوم لدینا مکین امین۔ ذی مکانت وامانت تو درحقیقت
سلطان حقیقی کے نزدیک تھے تو کسی اور کے نزدیک مکانت وامانت کی قدر اُنکی خاطر عالی مناظر پر کیا اثر کرتی اور تمکین واستوار پائے ثبات
ان کا شاہراہ رسالت پر بقوت حق عزوجل تھا اور امانت عظمی ان کے سپرد تھی پس کوئی شخص نہین کہ اس امانت سے خالی نہ ہو ولیکن
سوائے قلیل اہل اتقاء کے سبھون نے خیانت کی اور آنحضرت علیہ السلام نے بحکم اشارت قوله انی لم اخنه بالغیب۔ اس امانت عامہ کے ساتھ
عظیم امانت نبوت مین کچھ خیانت نہین فرمائی اسیواسطے صحیح حدیث مین ہرقل بادشاہ روم کا استدلال تیرے واسطے عبرت ہے کہ اس نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی شان پاک مین استدلال کیا کہ نہین ہو سکتا کہ ایک شخص امور آلٰہیہ مین امین ہو اور محقرات دنیاویہ مین خیانت کرے
پس بحکم یومنون بالغیب۔ جب حالت امتحان وحجاب مین استقامت وتمکین سے کوئی خیانت نہ کی تو لاجرم حق عزوجل نے ظاہر وباطن
ان مین یہ صفت عیان فرمائی چنانچہ بادشاہ نے صورت سے تصدیق کی اور یہ فراست اسی سلامت قلب کا اثر ہے جس سے آخر وہ جنتی بنکر مقام
امن وسلامت مین پہونچا اللھم اید نا بالاید المتین انت ارحم الراحمین بعض نے کہا کہ اسکو نظر آیا کہ شاہد صدق مخبر از صدق بصدق ہے تو وہ مکین امین
کہنے پر بے اختیار ہوا۔ قال الشبلی رح کلام ابو یعقوب رح سے اسرار کے انوار سے قلب مخاطب پر تمکن نفس واطلاع اسرار امانت کا ظہور ہوا اس نے آیات آلٰہی کو
بلاد آلٰہی مین دیکھکر تعظیم وتکریم کی شیخ رح نے کہا کہ صفت تامہ سے جز قلیل اسکو منکشف ہوا لہذا یوسف علیہ السلام نے اسکو آگاہ کیا کہ قوله اجعلنی
علی خزائن الارض انی حفیظ علیم کیسے معلوم ہو کہ قلوب کی مثال زمین سے ہے کہ قوله والبلد الطیب یخرج نباته الآیة وقوله والذی خبث لا یخرج الا نکدا۔ فی

Marfat.com

الحدیث فانبتت الکلا والعشب الکثیر ومنہا قیعان لا یمسک الماء ولا ینبت الکلا۔ پس وہ قلوب نہایت پاکیزہ ہو جاوینگے جنکا محافظ باغبان قدرت کا
وکیل ہو کہ وہ حفیظ وعلیم ہوگا۔ کہ سالک بیخبر ہو دز راہ و رسم منزلہا۔ اور یہ دنیا سوائے مزرعہ آخرت کے کچھ نہیں ہے ربنا لا تجعلنا من المغضوب
علیہم ولا من الضالین واللّٰہم اجعلنا من الذین انعمت علیہم من اتباع النبیین والشہداء والصالحین وانت ذو الفضل العظیم وانت ارحم الراحمین
شیخ رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگاہ فرمایا ہے کہ یوسف علیہ السلام راسخ نبوت کے مقام تمکین پر تھا اور اُسکو ملک دنیا میں تصرف کی قدرت
اسطرح دی گئی تھی کہ اس تصرف کی حالت میں مشاہدہ الٰہی وملک آخرت سے کسی وقت وحالت میں غافل نہووے اور ہر شخص کو یہ قدرت
نہیں ہوتی کہ ملک دنیا میں بغیر اپنے خسارہ کے تصرف کر سکے سوائے اس شخص کے جو مانند حضرت یوسف علیہ السلام کے مؤید بتائید ربانی جو
اور یہ تائید ایک ہدایت خاصہ تھی کہ اپنے انفاس کو یاد الٰہی کے ساتھ حفاظت رکھتے تھے اور قلب کو فکر کے ساتھ اور نفس کو وسواس سے بچانے
اور سب مقامات ذکر کو غیر حق سے محفوظ رکھتے ولہذا جب تک چوک جانے کا احتمال تھا چند سال اور قید خانہ میں رہے جب مکمل کامل
ہوئے تو مسند ارشاد پر تخت نشین ہوئے۔ اقول ذکر الٰہی ہر سانس میں عوام کو زبانی میسر ہے اور خواص کو جسطرح حاصل ہے اسکو زبان ادا نہیں
کر سکتی ہے اور یہیں سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ قولہ فانساہ الشیطان ذکر ربہ الآیہ میں کیا اسرار ہیں۔ اور ہر شخص جو دنیا میں کسی ایک شخص کے اوپر
حاکم ہو بقدر اپنے ثواب کے لیاقت حفظ وعلم پیدا کرے وحدیث صحیح میں کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ الحدیث بیان ہے کہ شوہر وجورو تک
راعی وحاکم ورعیت ہیں اور ہر ایک کے لیے اپنی حکومت کے ذخیرہ میں ثواب جمیل ہے ولیکن حفاظت وعلم لازم ہے اسی واسطے دنیا کے تعلقات
زائد بڑھانے میں خطرہ بھی ہے فافہم شیخ رح نے کہا کہ وہ حفظ باتباع طریقہ سنت ہے کہ آداب ذات الٰہی صفات الٰہی کی یاد میں ملحوظ ہوں اور عبادات
بروجہ سنت ہوں نہ وہ طریقہ جو رہبانیت کہلاتا ہے کہ بحکم حدیث ان لنفسک علیک حقا ولزوجک علیک حقا ولضیفک علیک حقا الحدیث یعنی
تجھ پر تیرے نفس کا حق ہے اور شوہر پر جورو کا یا جورو پر شوہر کا ہے اور مہمان کا بتواضع ومہمانداری معمولی غرضکہ تجاوز با فراط وتفریط منع ہے اور بندوں
کے حقوق بحفوظ الطریق شرع ہیں فافہم شیخ رح نے کہا کہ حفیظ مشیر ہے کہ بنور تفرس نبوت ان امور کا حفیظ ہے جو مقدورات بعلم الٰہی لوگوں پر
واقع ہوں اور جو عیوب کہ قلوب پر جاری ہوں وخزائن الارض سے اشارت علماء ربانیہ یعنی اولیاء وصدیقین کے قلوب ہیں واسطی رحمہ اللہ
نے کہا کہ مدح النفس قبیح ہے الا اسوقت کہ اسکی اجازت ہو۔ اقول ہمیں اشارہ ہے کہ جملہ امور جو یہاں واقع ہوئے ہیں سب باجازت الٰہی تھے تو کوئی
سوال واقع نہیں ہوسکتا جیسا کہ مترجم نے اپنی عندیہ سے سابق میں لکھا تھا اور یہاں تائید ایک بزرگ کے قول سے حاصل ہوگئی حالانکہ میرے
نزدیک یہ امر بلا تائید کے قابل قبول ہے کیونکہ قیاس عوام بانبیاء باطل ہے بعض نے کہا کہ خزائن الارض مردان خدا ہیں تو حد مکالمہ نبوت ملحوظ رہنا
چاہیے یعنی ایسے غیبات ان لوگوں پر جاری نہیں ہوسکتے کہ غیر ملحوظ ہوں پس حفظ کی درخواست در اصل حق تعالیٰ سے ہے پس جو کچھ ظاہر و پوشیدہ کریں سب
انبیاء پر مکشوف ہوگا اقول چنانچہ خود کہا کہ لا یاتیکما طعام ترزقانہ الا نبأتکما بتاویلہ قبل ان یاتیکما الآیہ بنحو قولہ ما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم۔ اور
دوسروں کا قیاس نبوت پر نہیں ہوسکتا شیخ ابو سعید الخراز نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے روئے زمین پر ایسے ہیں کہ اُنپر خلل طاری ہوتا ہے اور
اگر یہ نہ ہو تو بیکار ہو جاویں اور بات یہ ہے کہ اُنکا علم اس درجہ تک پہونچ گیا ہے کہ وہ مجہول کا علم حاصل کرتے ہیں حالانکہ کتاب وسنت میں اسکے
کچھ تفصیل نہیں ہے ولیکن جو ہیں سے عاقل ہیں وہ کتاب وسنت سے اسکو نکال لیتے ہیں اقول مراد یہ ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ ہر چند علماء
ظاہرین سے ایک بڑا زبردست علامہ کوشش کرے تو اسکو کہیں کتاب قرآن وحدیث سنت میں نظر نہ آوے اور کبھی اسکا استخراج ممکن نہو ولیکن علمائے
ربانیہ کا علم اس حد تک پہونچا کہ انکو خود اس مسئلہ کا علم العلم الٰہی حاصل ہے ولیکن چونکہ قرآن مجید اسقدر جامع ہے کہ علم اولین وآخرین اسمیں موجود ہے کہ

Marfat.com

فہم حاصل ہونا چاہیے تو عالم ربانی عوام کے اظہار کے لیے اُسکو قرآن سے اپنی نیک سمجھ کے ذریعہ سے استنباط کر لیتے ہین وقد ذکرنا فی قولہ ولکن کونوا ربانیین الآیہ وفی قولہ یعلمہم الکتاب والحکمۃ ۔ وفی قولہ ومن یوت الحکمۃ الآیہ تفصیلا لذلک ۔ اور ابتداے سورہ فاتحہ کی تفسیر مین قرآن پاک کا جامع ہونا اور تفسیر قولہ ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب الآیہ مین تحقیق گذری اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح بخاری مین روایت ہے کہ فہم یعطی الرجل فی القرآن یعنی میرے پاس کوئی وہ علم حدیث کا نہین ہے جو خاص آنحضرت صلعم نے ہمین لوگون اہلبیت کو بتایا ہو جیسا کہ سائل اپنی نادانی سے سمجھتا ہے ہان ایک فہم البتہ ہے جو اللہ تعالےٰ اپنی کتاب مجید مین بندے کو عطا فرماتا ہی تو وہ اس سمجھ کے ذریعہ سے اس کتاب مین سے جو علم الاولین والآخرین کا مجموعہ ہی وہ بات سمجھ لیتا ہی جسکو عوام کہین نہین دیکھتے اور نادانی سے یہ سمجھتے ہین کہ یہ بات حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خاص کر اُس کو بتلادی تھی یا یہ سمجھتے ہین کہ یہ شخص علم غیب جانتا ہی حالانکہ یہ دونون جہالات ہین مترجم کہتا ہی کہ اس وقت مین اسلام کے علماے ربانی کہان ہین افسوس وہ لوگ کیا ہوے کب قرآن مجید کا معجزہ ہونا استدلال سے دیکھا جاتا ہی بڑا معجزہ اسکا عوام لوگ نظم وعبارات سے متعلق کرتے ہین کیونکہ وہ خود ظاہر سے تجاوز نہین کرتے ہین حالانکہ علماے ربانیہ کی آنکھون سے یہ بڑا معجزہ نظر آتا تھا کہ جو وقائع آئندہ قیامت تک ہونگے وہ سب اسمین درج ہین ولیکن آنکھین نہین ہین جو انکی طرح نظر آوے اور اگر بیان کرنے والے بیان کرتے تو بمقتضاے حکمت الٰہیہ ایسے لوگون کے ہاتھ مین مدارس وحکومت تھی جو انکو کافر کہکر خود ہلاک ہوتے اور فائدہ نہ ہوتا کیونکہ تقادیر الٰہیہ ضرور جاری ہونگی ان مین تدبیر نہین ہوسکتی جب یہ معلوم ہوا تو اہل ایمان پر واجب ہے کہ علوم شریعت حاصل کر کے عمل کرین اور انتظار کرین کہ اللہ تعالےٰ انکو یہ علم عطا فرماوے وفیما اخرجہ بعض اصحاب السنن والمسانید جو کوئی سیکھے پر عمل کرتا ہی اسکو اللہ تعالےٰ محض فضل سے ایک علم عطا فرماتا ہی جو وہ نہ سیکھ سکتا اور نہ جان سکتا تھا پھر اسمین دو قسمین ہین ایک انکشاف اور یہ عام ہی اور اسکو بڑی نعمت نہین تصور کیا گیا بلکہ جو کشف متعلق باموری فانیہ ہی جیسے جو امسال وقائع ہونگے یا جو فلان شخص پر گذریگا اسکو ائمہ اکابر نے مذموم وخراب لکھا ہی اور جو اس مین سے متعلق بکشف ملکوت ہی بمانند قولہ فی حدیث الحارثہ رض کہ میزان قائم دیکھتا ہون اور زمین بنور رب تبارک وتعالیٰ روشن ہوگئی اور بمانند قولہ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات الآیہ کے یہ محمود ہی والاحسن منہا تعلق بجلال اللہ وعظمتہ او بجمال اللہ وقدرتہ ذلک خیر واحسن تاویلا والسلام ۔ بعض شیخ نے لکھا کہ قولہ وکذلک مکنا لیوسف فی الارض ۔ اس مین اشارہ ہی کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے حسن وجمال ولطف وکمال سے قلوب بندگان حق مین براہ محبت جگہ پائی اور انکی ہیبت سب قلوب مین بیٹھ گئی اور جہان مشیت متعلق ہوتی بیٹھ جاتی تھی لقولہ تبوأ منہا حیث یشاء ۔ مکانت یوسف کی اضافت اپنی جانب فرمائی کہ ہم نے اسکو ایسا کر دیا اور کسی حادث یا تدبیر کیجانب نہین فرمائی جسمین اشارہ ہی کہ سابقہ تقدیر اُسکی رسالت کے ساتھ یون جاری ہوئی تھی ۔ قال المترجم اور حدیث صحیح مین ہی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو قبول فرماتا ہے یعنی وہ وقت آتا ہی کہ ازلی قبولیت کا اظہار ہو تو منادی ندا فرماتا ہی کہ ہم نے اسکو قبول کیا تم سب اس سے محبت کرو پس تمام قلوب اہل زمین اس سے محبت کرتے ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ توہم نہو کہ مقبول بندے بہت گذرے کہ کسی سے سب نے اتفاق نہین کیا تو جواب یہ ہی کہ حدیث مین قلوب کا ذکر ہی اور وہ فقط اہل ایمان سے مخصوص ہین اور کفار ومنافقین ومشرک اگرچہ ظاہر مین اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیرو یعنی یہودی کہین یا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا پیرو یعنے نصرانی کہین یا حضرت افضل الرسل محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیرو یعنی مسلمان کہین انکے اندر دل یعنی قلب نہین ہوتا بدین معنے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قلوبہم ہواء ۔ یا بدین معنے کہ لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیہ تو انکی محبت کچھ نہوگی اور یہ تحقیق یاد رکھنا چاہیے فافہم ۔ غرضکہ یوسف علیہ السلام پر جو فضل اپنی جانب سے مکانت ووسعت دینے کا فرمایا ہی یہ ازلی اختیار ہی اور اسمین کوئی استحقاق طاعت وغیرہ کا نہین ہوتا ہے

Marfat.com

کیونکہ اسوقت فعلیت کا وجود ہی نہ تھا بلکہ علم الٰہی و حکمت الٰہیہ خود مختار ہی ہے اسی واسطے نبوت و رسالت و ولایت و علم محض فضل حق عز و جل ہے ولقد قال تعالے نصیب برحمتنا من نشاء ۔ خاصۃ رحمت انبیاء و اولیاء کے واسطے کشف مشاہدہ ہے اور انکو انکی ذات کی معرفت دیدیتا جس سے صفات باری تعالے کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور یہ اسطرح کہ انپر راہ معرفت آسان کردی اور یہ اسطرح کہ مشقت و مجاہدہ و ریاضت پر اسکو موقوف نہ کیا اور یہ بہت بڑی رحمت و کامل منت ہے ۔ اور یہ اسطرح کہ قلوب عارفین سے خواہش کسی امر کی ہو باقتضاے خود دور کردی ان کی خواہش وہی رہی جو انکے مولی عز سلطانہ کی خواہش ہے اسواسطے کہ جب تک ذرہ برابر اپنی خواہش رہتی ہو تب تک محل نفس امارہ باقی ہے ۔ قال المترجم یہین سے یہ عقدہ حل ہو گیا کہ جو خواہشین حضرت یوسف علیہ السلام سے بظاہر معلوم ہوتی ہین کہ امارت و حفظ خزائن کی درخواست کی وہ سب بارادات الٰہیہ ہین ان مین سے کچھ بھی اپنی خواہش نہین ہے اسی واسطے جو سوالات ظاہر تفاسیر مین مذکور ہین وہ عوام کے سمجھانے کے لیے تکلفات ہین ورنہ جو شخص حقیقت سے آگاہ ہے اسکے نزدیک کوئی سوال ہی وارد نہین ہوتا بلکہ اسکی فکر ان مقامات مین آثار قدرت و تدبیر الٰہیہ کے لطائف اشارت مین جولان ہو کر عارف بصفات پاک تعالت و تقدست ہو جاتی ہے جبکہ فضل الٰہی شامل حال ہو واللہ سبحانہ تعالے اعلم ۔ شیخ نے لکھا کہ مین کچھ خیال کر سکتا ہون نہین نہین جب عزت سرمدیہ و جلال اقدس و جمال ازل کو آدمی کے لیے کشف فرمایا تو کیا امکان ہے کہ مشاہدات انکی وسعت ہو یہ طاقت انکو کہان سے آئی اور کیونکر حدوثیت کے ساتھ قدم کے ظہور مین بقا ہے اللہ اللہ تعالے اللہ علوا کبیرا ۔ تمام اکوان و حدثان اول بداہتہ ظہور سطوات عزت و مجد جلالت مین متلاشی و فانی ہو جاوینگے پس مشاہدہ و بقا اسکی لقا ہے ولیکن اس ضعف کو انکے عفو فرمایا اور رحمت سے انکی حدوثیت کو لقاے قدم سے مؤید کرکے انکو وہ کچھ دکھلایا کہ فرشتہ بھی اس سے محروم ہین کیونکہ ازل ہی مین انکو بحکم قولہ اصطفی آدم و نوحا الآیہ ۔ قولہ وانہم لمن المصطفین الاخیار ۔ وقولہ انہ من عبادنا المخلصین اس کرامت کے واسطے برگزیدہ و اختیار فرمایا تھا پس کشف جمال و منزلت وصال سے سرفراز کیا ۔ اور انکے قلوب مین اسرار قدم ودیعت رکھے پس معنے قولہ کذلک مکنا لیوسف یعنی ہم نے اپنی عنایت و کرم و رحمت اتم سے یوسف کو اس قبولیت کے مراتب رفیعہ پر سرفراز کیا جہان سبب کا سلسلہ منقطع ہے اور تدبیر محض بیکار ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ اعمال محض بیکار ہین جیسا کہ اکثر مجاہیل مقلدین و اہل ہوس نے ایسا گمان کیا ہے پس کسقدر آیات حسنہ کثیرہ ہین جن مین انسان کو اعمال رفیعہ پر عمل کرنے کی تاکید ہے اور کسقدر احادیث صحیحہ ہین کہ انمین اتباع فرائض و واجبات و فضائل عبادات و عادات و عظائم اخلاق کی سخت تاکید و مبالغہ ہے اور کسقدر اخبار و آثار صحیحہ ہین جن سے حضرت سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کا مع جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان اعمال تقوے کا عامل ہونا مروی ہے اور کسقدر حکایات صالحین ہین جنھون نے ریاضت و مجاہدہ مین قدم استوار کیا ہے اور کسقدر متواتر علم اسوقت تک فائز و سائر ہے کہ اسکا انکار کرنا محض جہالت ہے شیخ نے خود کہا کہ آگے حق جلشانہ بیان فرماتا ہے کہ باوجود جلالت شان و قصور بندگان کے محض لطف سے کسی عامل کا اجر ضائع نہین فرماتا جو صدق نیت سے طاعات کی راہ چلتے ہین تاکہ اعمال سے احوال کے درجہ پر فائز ہون بقولہ عز و جل ولا نضیع اجر المحسنین ۔ اب جاننا چاہیے کہ اہل احسان یعنی سب سے اعلی درجہ والون کا ثواب یہ ہے کہ انکو کشف جمال قدم سے سرفراز کیا اور انکا احسان کی حالت مین عمل یہ ہے کہ تمام صدق نیت سے مشارق ابد سے صبح ازل کا طلوع چاہتے ہین اور اسرار کی آنکھین اسطرف ٹکٹکی باندھے رہتی ہین ۔ تو نہین دیکھتا کہ جس نے احسان کو پوچھا تھا اسکے جواب مین سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالے کی عبادت اسطرح کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہے پس اگر تو نہین دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے ۔ اب جاننا چاہیے کہ احسان یوسف علیہ السلام یہ تھا کہ ہر محنت و سختی مین اللہ تعالے کی رضامندی چاہتے تھے مترجم کہتا ہے

کہ اہل التفسیر نے قولہ فلبث فی السجن بضع سنین کی تفسیر میں روایت لکھی کہ حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے یہ شکایت پہونچائی کہ مین نے کنوین سے نجات دی اور عزیز مصر کی نظر میں کرم رکھا اور حنین وجیان فضل رکھے تم نے ساقی سے کس خیال پر رہائی کی درخواست چاہی لہذا اب چند برس تم اور قید میں رہو تو آپ نے عرض کیا کہ اے جبرئیل میرا پروردگار عز وجل بعد اسکے مجھ سے راضی ہی انھون نے عرض کیا کہ ہان تو کہا کہ پھر مجھے رنج نہین ہی غرضکہ رعایت رضاے آلہی حاصل کرنے مین سرگرم تھے۔ شیخ رہ نے کہا کہ یہ مراقبہ ورضا جوئی بھی اللہ تعالے کی ہدایت واس کی جانب سے عصمت ورحمت تھی کیونکہ گناہ سے معصوم ہونا مقرون با صطفائیۃ ازلیہ ہے ورنہ جسکے حق مین ایسا نہو وہ کیونکر معصوم رہ سکتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ وہم نہ کرنا کہ عصمت فقط زنا سے متعلق ہی حتی کہ بعض کافر کبھی زنا نہین کرتا مگر اس سے بڑھکر حق عز وجل سے منھ موڑ کر دنیا کو معبود بنا لیتا ہے پس عصمت جملہ گناہون سے ہی۔ شیخ رحمہ نے کہا کہ احسان یوسف یہ بھی تھا کہ بدی کرنے والون کے ساتھ نیکی کرتے تھے اور یہ بھی کہ اللہ تعالے کے بندون سے اسکی پاک صفات ووحدانیت ظاہر کرتے تھے تاکہ وے اسکی اطاعت کرین اور شیخ نے لکھا کہ احسان یوسف یہ بھی تھا کہ جمال یوسفی کو قحط ومصیبت زدہ لوگون پر ظاہر کرتے کہ ایسے دیدار پر زندہ رہتے تھے۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ نصیب برحمتنا من نشاء۔ ان آیات کے اول وآخر مین تفصیل ہی پس جس نے اس آیت کے اول وآخر مین تفصیل نہ کی تو اسپر قرآن کی آیات مین التباس واشکال رہیگا پس اول تو علماء کے لیے ہی اور آخر جاہلون کے لیے ہی پس رحمت آلہی سے لیاقت احسان حاصل کی اور رحمت ہی سے ہدایت پائی اور رحمت ہی سے احکام وآیات قرآن قدیم کی حکمت سمجھ مین آئی وقد قال تعالے الرحمٰن علم القرآن۔ شیخ ابن عطار رہ نے کہا کہ قولہ نصیب برحمتنا یعنی اپنے فضل سے ہم جسکو چاہتے ہین اپنی معرفت کی راہ دیدیتے ہین۔ اقول یعنی رحمت سے یوسف علیہ السلام کو برگزیدہ پیغمبر کیا اور وحی والہام سے قلب کا دروازہ جو عام خلق پر مسدود رہتا ہی کھولدیا جس سے معرفت حاصل ہوئی تو ہر لذت وخواہش دور ہوگئی اور ہر تکلیف عین راحت ہوگئی یہانتک کہ درجہ احسان بہت پر متمکن ہوگئے قال تعہ وکذلک مکنا لیوسف الآیہ پس یہ سب کرامت نتیجہ رحمت ہی جس سے معرفت عطا ہوئی تھی کہ جو انکے حق مین عصمت ہوگئی اور ہر محنت مین شہد کی خوشگواری ذیتی رہی پس شیخ ابن عطار نے یہ اشارہ بیان کیا ہی واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ بعض مشائخ نے کہا کہ محسن وہ ہی کہ جسپر جسقدر احسان حق عز وجل کے ہون سب کو حق تعہ عز وجل کی طرف سے محض احسان و فضل خیال کرے۔ قال المترجم یہانتک عرائس کا بیان تمام ہوا اب مین کہتا ہون کہ امام رازی نے آخری دونون آیات سے حشویہ کا رد کیا جو کہتے ہین کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فی الجملہ قصد بجانب زلیخا کیا تھا اور قولہ لقد ہمت بہ وہم بہا کے معنے اپنے مطلب کے موافق بتاتے ہین اور قولہ لم اخنہ بالغیب کے وقت جب جبرئیل نے یہ قصد یاد دلایا تو وما ابرئ نفسی الآیہ سے استدراک کیا۔ خلاصہ کلام رازی یہ ہی کہ اللہ تعہ شہادت فرماتا ہی کہ یوسف بندہ مخلص تھا جس سے ہر طرح کی بدی وفحش دور کردیا گیا تھا بحکم قولہ لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین۔ اور وہ مومنین متقین محسنین مین سے تھا پھر جاہل حشوی کہتا ہی کہ وہ مذہبین کاذبین سے تھے یہ خود حشوی کی جہالت ہی کہ باوجود شہادت آلہی کے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ جن لوگون نے یوسف زلیخا کا قصہ لکھا ہی انھون نے بھی افراط وتفریط دہر طرح کی روایات بھر دی ہین جنکا کچھ اعتبار نہین ہی۔ القصہ جب حضرت یوسف علیہ السلام اسطرح سلطنت پر قائم ہوئے وارکان دولت ووزراء وامراء وماتحت بادشاہون نے انکی اطاعت مین گردن جھکائی جیسا کہ شیخ مفسر سیوطی رہ نے لکھا ہی تو آنحضرت نے سات سال اوائل مین کثرت سے اناج کے پیداوار کا اہتمام کیا اور اسکو نہایت حفاظت سے رکھا اور اہل مصر کو بقدر ضرورت خرچ کرنے کو ملا اس ترکیب سے بہت کثیر غلہ کا انبار ہوگیا جو سالہا سال کے لیے ایک ملک کے آدمیون کو کافی ہو اور یہ برکت حضرت یوسف کی تھی جنکو اللہ تعہ نے قبل وقوع قحط کے آگاہ فرمادیا تھا بخلاف دوسرے ملکون کے کہ وہان پہلے سے علم نہ تھا تو پہلے سے کچھ انتظام بھی

Marfat.com

نہ تھا اسی وجہ سے آپ کی برکت علاوہ مصر کے اور ملکون تک بھی پہونچی چنانچہ جب بلائے قحط و اسکی سختی پے در پے شروع ہوئی تو اُس نے ملکون
کو گھیر لیا یہان تک کہ بلاد شام و سرزمین کنعان تک جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا مع اولاد باقیہ کے مسکن تھا پہونچ گئی اور بادشاہ مصر
کی فیاضی و برکت کا شہرہ سنکر دور دور سے لوگون نے مصر کا قصد کیا اور حضرت یوسف ع ایک اونٹ سے زیادہ کسی کو نہ دیتے تھے اگرچہ
وہ سردار و حاکم ہو پس حضرت یعقوب ع نے بھی اپنی اولاد کو مصر بھیجا و لیکن حضرت یوسف ع کے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا قال تعالے

وَجَاۤءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ

اور آئے یوسف کے بھائی سو یوسف کے سامنے کیے گیے تو یوسف نے انکو پہچان لیا — مگر اُنھون نے اسکو نہ پہچانا — اور جب انکا سامان تیار کر دیا — تو کہا

ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ

کہ میرے پاس لانا اپنے بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہے — بھلا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں تو بھرپور تول دیتا ہون — اور میں بہت اچھا مہمان نواز ہون — پھر اگر

تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۝ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ

تم میرے پاس اسکو نہ لائے تو میرے پاس تمھارے لیے اناج نہیں ہے اور میرے نزدیک نہ آنا — بولے کہ ہم ضرور اسکے باپ کو اسکے لیے پھسلاوینگے اور ہم ضرور ایسا کرینگے — اور یوسف نے اپنے غلامون کو

اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

کہا کہ انکا سرمایہ — انکے کجاوون میں رکھ دو — امید ہو کہ وے اسکو پہچانین — جب لوٹ کر پہونچین — اپنے لوگون میں — امید ہے کہ پھر واپس آوین

وَجَاۤءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ اور آئے بھائی یوسف ع کے۔ مراد انسے دس بھائی وہ ہین جو سوائے حضرت یوسف ع کی والدہ کے دوسری جوروؤن
سے حضرت یعقوب کی اولاد تھے بدلیل آنکہ حضرت یوسف نے انسے اپنے حقیقی بھائی کو طلب کیا ہے۔ بعمرائج مین کہا کہ یہ لوگ عربات مین
قریب سرزمین فلسطین کے رہتے تھے اور بحکم والد خود حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کو اناج خریدنے آئے کیونکہ وہان بھی قحط پڑا ہوا تھا اور
شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام غلات کو جمع کر کے معاوضہ سے فروخت کرنا شروع کیا تھا اور بادشاہ مع
لشکر سب ایک وقت دوپہر کو کھاتے تھے اور اس طریقہ سے ایک تو سالہائے قحط مین یہ اناج اہل مصر کو بلکہ اُنکے علاوہ دیگر ملکون کے
بندگان خدا کو کافی ہوگیا اور خزانہ شاہی بھی جو اہل مصر کے واسطے رفاہ عام تھا معمور ہوگیا اور دوسرے یہ فائدہ ہوا کہ کوئی شخص اسراف
نہین کر سکتا تھا جبکہ سرمایہ کے عوض اناج ملتا تھا اور شیخ رح نے لکھا کہ بعض مفسرین نے جو روایت لکھی ہے کہ سال اول مین بعوض درم و دینار
کے اور سال دوم مین بعوض جواہرات و سال سوم بعوض فلان چیز و سال چہارم بعوض چنین و چنان حتی کہ بعوض اولاد و انکے نفوس کے بیچا
تو یہ یہودیون کی روایات مین سے ہے ہم اسکی حقیقت سے واقف نہین ہین قال المترجم الحمد للہ کہ مین نے سابق مین بسطرح کلام کر کے فراغت پائی ہے
اور وہان کچھ توجیہ تاویل لطیف مع مسائل ذکر کر دیے ہین فتذکر۔ اور لکھا کہ حضرت یوسف ع کے بعد حضرت یعقوب ع کو بنیامین سب سے زیادہ پیارا تھا اسکو
حضرت نے اپنے پاس رکھ لیا اور باقیون کو مصر واسطے اناج کے روانہ کیا پس یہی ہے قول اللہ تعالیٰ یعنی یوسف کے بھائی آئے فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ پس داخل ہوئے
یوسف کے سامنے۔ شاید آنحضرت لوگون کو اپنی حضوری مین باریاب فرماتے تھے اور ممکن ہے کہ بعلم نبوت اُنکے واسطے خاص حکم دیا ہو یا پردیسیون کے
واسطے حکم ہو۔ فَعَرَفَهُمْ پس یوسف علیہ السلام نے انکو پہچان لیا۔ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ حالانکہ وے اُس سے منکر تھے یعنی انجان
تھے۔ قال الامام اول تو انھون نے صغرسنی مین چھوڑا تھا جبکہ سیارہ کے ہاتھ بیچا تو معلوم نہ تھا کہ وہ کہان لیگیا اور دوم یہ کہ اس حالت مین آپ
تخت سلطنت پر دبدبہ و شوکت شاہی کے ساتھ جلوہ افروز تھے اور فروخت کی شان غلامون کی تھی تو کہان غلامی اور کہان بادشاہی انکو اسکا گمان بھی

Marfat.com

نہ تھا بسراج مین ملتقط کیا کہ اسوجہ سے کہ آپ نے حاجبون کو حکم دیا تھا کہ انکو دور کھڑا کرو اور درمیانی مترجم کے ذریعہ سے انسے گفتگو کرتے تھے۔ اور اسوجہ سے کہ انھون نے بچہ چھوڑا تھا اور اب تن و توش و داڑھی مونچھ کی حالت مین دیکھکر نہ پہچانا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اسوقت سے اس دم تک چالیس برس گذرے تھے۔ قال المترجم وفیہ نظر واللہ اعلم۔ عطاء رحمہ نے کہا کہ اسوجہ سے نہ پہچانا کہ آنحضرت بلباس بادشاہ مصر آراستہ تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہو کہ آنحضرت علیہ السلام اپنے چہرہ پر نقاب رکھتے تھے تاکہ مصر کی عورتین فتنہ مین نہ پڑین تو یہی وجہ نہ پہچاننے کے لیے کافی ہی۔ یہان تعلیم ہی کہ پردیسی مسافر کا اکرام چاہیے اور بادشاہ کو بذات خود تفقد احوال لازم ہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عامل کسی ملک پر مقرر فرماتے اُس سے معاہدہ لیتے تھے کہ حاجب و دربان مثل جابر بادشاہون کے نہ رکھے۔ وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ اور جب پورا کر دیا ان کا سامان۔ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ تو انسے کہا کہ لے آؤ تم سب ایک بھائی کو جو تمھارے باپ کی طرف سے بھائی ہو۔ یعنی ماں ایک نہو بلکہ باپ ایک ہو ایسا اپنا ایک بھائی لے آؤ۔ اور آیندہ ان کو وعدہ نیکی سے آمادگی دلائی اور نہ لانے پر دھمکی بھی دی چنانچہ فرمایا۔ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ کیا تم اس بات کو نہین دیکھتے ہو کہ مین ناپ پوری پوری بلا خسارہ دہی کے دیتا ہون۔ ایک بات تو یہ۔ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ اور مین بہت اچھا مہمان نواز ہون یعنے مہمانون کی خاطر مدارات اچھی طرح کرتا ہون۔ اور آنحضرت نے ان لوگون کو بہت آرام و آسایش کے ساتھ اتارا تھا اور اچھی طرح مہمانداری کی تھی۔ یہ دوسری بات تھی جس سے انکو بھائی کے ساتھ لانے پر آمادہ کیا۔ پھر دھمکایا۔ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي پس اگر تم نہ لائے اسکو تو ایک یہ ہوگا کہ نہین اناج میرے پاس تمھارے لیے۔ دوم یہ ہوگا کہ وَلَا تَقْرَبُونِ اور میرے پاس مت آنا۔ امام ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدی رحمہ وغیرہ نے بیان کیا ہی کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی سامنے ہوئے تو اسطرح اُنسے باتین شروع کین جیسے کوئی انجان ہوتا ہی حالانکہ دیکھتے ہی انکو پہچان لیا تھا پس کہا کہ تم میرے ملک مین کیون آئے ہو وہ بولے کہ اے عزیز ہمکو قحط کی مصیبت پہونچی تو ہم اناج کی امید پر آئے ہین۔ فرمایا کہ شاید تم جاسوس ہو ہمارے ملک کا اندرونی بھید لینے آئے ہو۔ بولے معاذ اللہ ہم جاسوس نہین ہین۔ فرمایا کہ پھر کون لوگ ہو۔ بولے کہ ہم کنعان کے رہنے والے ہین ہمارا باپ اللہ تعالے کا پیغمبر یعقوب علیہ السلام ہے فرمایا کہ تمھارے سوائے اسکی اور بھی اولاد ہے۔ بولے کہ ہم بارہ تھے ہم مین سب سے چھوٹا بھائی جنگل کو گیا اور وہان ہلاک ہوا اسکو باپ بہت پیار کرتا تھا اب اس کا سگا بھائی رہ گیا اُس کو باپ نے اُس کی نشانی غم غلط کرنے کو رکھ لیا ہے پس حکم کیا کہ انکو اکرام و آرام سے اتارو اور پھر انکا جہاز پورا کر دیا اور سوتیلا ایک باپ کی طرف سے بھائی لانے کو ترغیب و تہدید کی اور انھون نے وعدہ کیا۔ اور سدی رحمہ نے یہ بھی ذکر کیا کہ آنحضرت علیہ السلام نے ان لوگون سے رہن لے لیا اور بعض نے کہا کہ ایک بھائی شمعون کو لے لیا تھا۔ امام رحمہ نے کہا کہ اس مین تامل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام رازی رحمہ نے بھی اس مین اعتراض کیا کئی وجہ سے۔ اول تو یہ کہ پیغمبر صدیق کی شان نہین ہی کہ باوجود آگاہ ہونے کے انپر جاسوس ہونے کا اتہام رکھتے۔ مترجم اس کا جواب دیتا ہی کہ نہین جاسوس ہونے کا اتہام نہین دیا بلکہ توریہ کے طور پر سچ بات کہی کہ تم جاسوس تو نہین ہو کیونکہ جو امر واقع مین نہین ہی اُس کا نفی کرنا سوائے اس کی اصلی کیفیت کے سب طرح درست ہی حتی کہ تم جن تو نہین ہو اور تم فرشتہ نہین ہو اور غرض عدم معرفت تھی جیسا کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے شب ہجرت انسے پوچھا کہ تمھارے ساتھ کون ہے تو آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو چھپایا اور کہا کہ رجل یہدینی السبیل۔ ایک آدمی مجھے راہ بتلاتا ہی یہ بات سچ تھی مگر کافر جاہل یہ سمجھا کہ کوئی راہ بتلانے والا ساتھ ہے اور مراد آپ کی راہ آخرت کا ہادی تھا اور اگر اصلی عیب ہوتا تو یہ عیب ہوگا کہ باوجود علم کے اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا۔ دوم یہ اعتراض کہ رہن لے لیا تو لانے کے وقت عہد و پیمان و ترغیب و ترہیب کی ضرورت نہ تھی۔ سوم اس صورت مین انکا سرمایہ انکی رحال مین رکھنے کا تاکہ واپس آوین

Marfat.com

کیا فائدہ ہے۔ چہارم انکا وعدہ کہ باپ سے مراودت کرینگے اور کمال کوشش کرین گے نہ آنکہ ہم ضرور لا دینگے پھر انھون نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے فقط یہی کہا تھا کہ کیل روک دیا گیا ہے نہ آنکہ ہم مین سے فلان شخص رہن لیا گیا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ سب سے اقوی وجہ اعتراض میرے نزدیک یہ ہے کہ رہن ایک امر مشروع بمقابلہ حق واجب بطریق وثاقت ہے اور وہ مال متقوم ہووے جس سے فی الجملہ حق اصل کا حصول کسی وجہ سے ممکن ہو اور یہان شمعون مرد آزاد تھے نہ مال مملوک اور رکن رہن یعنی بعوض حق واجب کے بالکل سرے سے منفی ہے کیونکہ بھائی کا لانا انپر واجب نہ تھا تو رہن کے کیا معنے ہین اور کیونکر پیغمبر برحق ایسے ظالمانہ احکام کو جاری کر سکتا تھا یہ تو ظالم بادشاہون کے طریقہ مین سے ہو سکتا ہے پس ظاہر ہوا کہ یہ روایت حضرت سدی رح کو یہودیون وغیرہ سے ملی ہے جو روایت کردی اور سراج مین معالم وغیرہ سے لایا

قولہ لما جہزہم بجہازہم۔ لغت مین جہاز وہ اسباب و متاع جو کہین منتقل کر لیجانے کے لیے دیا کیا جاوے جیسے سامان سفر جو ایک شہر سے دوسرے شہر کو لیجاوین اور وہ بھی جہاز ہے جو دختر کو اُسکا باپ دیتا ہے اقول جہزہم بجہازہم مین دلالت ہے کہ علاوہ گون اناج کے انکو زادراہ سفر بھی دیا تھا۔ پھر ذکر کیا کہ دس بھائی تھے ہر ایک کو ایک اونٹ اناج دیا اور زیادہ دینے سے انکار کیا کیونکہ اسوقت عام انصاف کے خلاف تھا تو انھون نے کہا کہ اے عزیز ہمارا باپ بوڑھا شیخ ہے اور بوجہ ہلاکت ہمارے صغیر بھائی کے محزون رہتا ہے اور روتے روتے نابینا ہو گیا ہے اور صغیر کا ایک ان سے جو بھائی ہے وہی اُسکا مونس اور اسکی خدمت میں ہے تو اُن دونون کے لیے بھی ہمکو دو اونٹ چاہیے ہین جب انھون نے یہ کہا تو حضرت یوسفؑ نے کہا کہ تم لوگ ایک جماعت شکیل ہو اسکے باوجود وہ بھائی تمھارے باپ کو زیادہ پیارا ہے ظاہر ہے وہ بہت شکیل عقیل ہے مین دیکھنا چاہتا ہون مترجم کہتا ہے کہ شاید قصہ یون ہو یعنی جب انھون نے دو اونٹ اناج زیادہ مانگا تو اس بھائی کو تصدیق کے لیے طلب کیا ہو اور کچھ ضرورت نہین کہ وہ زیادہ شکیل و عقیل ہے یا اور الفاظ زائد کیے جاوین بلکہ خلاصہ مدار کار باپ و بھائی کے لیے زائد اناج کی درخواست ہو پس باپ کو بوجہ عذر نابینائی کے معذور رکھا اور بھائی کو طلب کیا۔ اگر کہا جاوے کہ پھر اس صورت مین قولہ باخ لکم من ابیکم کہنے کی مناسبت معقول نہین ہے بلکہ باخیکم من ابیکم درست ہے یعنی اس بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہے لاؤ۔ اور باخ لکم مین یہ معنی ہین کہ اپنا ایک ایسا بھائی لاؤ جو تمھارے باپ کی طرف سے تمھارا بھائی ہو تو کرخی وغیرہ نے اسکا جواب یہ دیا کہ اپنی طرف سے معرفت تامہ کو انپر ظاہر نہ کیا اور ایسے طور پر کہا کہ گویا انکو معلوم نہین ہے اور امام رازی کا اسپر بھی اعتراض اول وارد ہوگا اور وہی جواب ہے جو مذکور ہوا اما در مترجم کے نزدیک حق یہ ہے کہ جملہ امور جو حضرت یوسف علیہ السلام سے اس قصہ مین واقع ہوئے سب ایسے ہین کہ عقلمند آدمی بخوبی جانتا ہے کہ آدمی سے موقع و ملاقات و بات چیت و حالت و کیفیت ایسی واقع ہوتی ہے جس سے یہ صورت پیدا ہو جاوے جو یہان مذکور ہے اور جو کچھ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا وہ بوحی الٰہی عز وجل تھا پس ان تکلفات کی کچھ ضرورت ہی نہین ہے اور علماے تابعین و سلف متقدمین سے اس قصہ مین زائد روایات کا انتظار کرنا محض بیکار ہے کیونکہ انکو یہ روایات کچھ حدیث سے ملی نہین کیونکہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ سورہ نازل ہوئی اور آپ سے زائد قصہ دراز مروی نہین ہے تو پھر صحابی یا تابعی کو تفصیل سواے یہودیون کے بیان کے اور مسلسل سند سے نہین معلوم ہو سکتی ہے اور یہودیون کی روایات پایہ اعتبار سے ساقط ہین پھر بے ضرورت انکا تتبع کرنا اسرار و حقائق علوم سے باز رکھتا ہے

اب مترجم کہتا ہے کہ اس بیان مین جو علوم پاکیزہ ہین وہ یہ ہین۔ قولہ جاء اخوۃ یوسفؑ۔ اول یہ کہ نسب کا تعلق گوشت پوست سے ہے اور ایمان کا تعلق روح باقی سے ہے پس برادران یوسفؑ نے یوسفؑ کو قتل کرنے کا قصد کیا اور آخر کنوین مین ڈالدیا اور آخر فروخت کر دیا پس باوجود استعداد انقطاع کے انکا بھائی ہونا منقطع نہین ہوا چنانچہ حق تعالے نے انکو بھائی قرار دیا مسئلہ اگر قتل کر ڈالے تو قاتل کو مقتول کی میراث نہ ملیگی پس جبکہ جسمانی نسب مین انقطاع نہین ہوتا تو ایمانی محبت و رشتہ نہ چاہیے کہ بھائی سے قطع کیا جاوے۔ حدیث مین ہے کہ مومن سب آپس مین بھائی ہین اور یہ امر قرآن کی

Marfat.com

آیت سے ثابت ہی اور حدیث مین ہی کہ تین روز سے زیادہ باہم رنج رکھنا نہ چاہیے اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ ان دونون سے مغفرت اُٹھا لیتا ہی اور بعض روایات مین برکت۔ اور حدیث مین ہی کہ جو ابتدا کرکے بول اُٹھے اور اصلاح کر لے تمام بزرگی اسی کو ہی جیسے صحیح مین رنج پیدا کرنے والون کے حق مین کہا کہ جو پہل کرے اُسی پر گناہ ہی جب تک کہ دوسرا اس سے بڑھ نہ جاوے۔ اور تمام مسلمانون پر واجب ہے کہ جہان تک جسطرح استطاعت رکھتے ہون دونون مین صلح کرا دین۔ اور صحیح حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ کا سایہ قیامت مین سات آدمیون پر ہوگا ان سات آدمیون مین سے دو شخص وہ بیان کیے جو ایمان کی راہ سے باہم محبت کرتے تھے اسی حال پر زندہ رہے اور اسی پر مر گئے علماء نے کہا ہی کہ بھائی کو بھائی سے ترک تعلق نہ کرنا چاہیے اگرچہ ایک گناہ کرنے لگے جب تک کہ شرک کی حد تک نہ پہونچے مسئلہ ناتا کاٹنا حرام و کبیرہ گناہ ہی۔ واضح ہو کہ جس پیٹ سے ایک ناتے کے لوگ پیدا ہین وہ رحم کہلاتا ہی تو حدیث مین ہی کہ رحم اپنے پروردگار کے عرش سے لٹکا ہوا دعا کرتا ہی کہ اے رب میرے جو مجھکو جوڑے تو اسکو جوڑ دے اور جو مجھکو کاٹے اسکو کاٹ دے مسئلہ غیر باپ کو اپنا باپ بتانا حرام ہی۔ حدیث صحیح مین اُسکی ممانعت آئی ہی لہذا جو لوگ کہ شیخ نہین ہین یعنی صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین سے کسی کی اولاد نہین ہین یا سید نہین ہین اگر اپنے آپ کو شیخ یا سید کہتے ہین تو ہر روز حرام کے مرتکب ہین حالانکہ یہ دنیا مین بھی فضیحت ہی اور آخرت مین گناہ اور سب بے لذت ہی صحیح حدیث مین حقوق برادرانہ مین سے بڑے کی تعظیم اور چھوٹے پر شفقت۔ معاملات مین فریب نہ کرنا خیر خواہی۔ زندگی مین سلام سے ابتدا کرنا آبرو کی نگہداشت کرنا غیبت نہ کرنا برائیون سے چشم پوشی کرنا چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا جبکہ وہ الحمد للہ کہے نصیحت سے معاونت کرنا مرنے پر اُسکے جنازہ کی مشایعت کرنا بالجملہ حقوق جسقدر آدمی پر روزانہ طرح طرح کے برتاؤ سے پیش آتے ہین اسی قدر ملحوظ ہین اور اصل یہ ہی کہ ہر طرح سے نیکخواہی کا ارادہ ہو حتی کہ اگر حاکم و سلطان نے کسی مجرم کو گناہ پر سزا دی تو یہ بھی اسکی ذات کی اور باقیون کی خیر خواہی ہی۔ قولہ فدخلوا علیہ۔ اوپر مذکور ہوا کہ حاکم عادل کو اسی طرح باریاب کرنا چاہیے۔ مہمان کا تین روز حق ہی اور اکثر علماء کے نزدیک واجبی حق ہی اور صحیح حدیث مین ہی کہ تیرے مہمان کا تجھپر حق ہی و فی الحدیث من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ۔ البخاری وغیرہ یعنی جو شخص ایمان لایا ہی اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر اسکو چاہیے کہ مہمان کا اکرام کرے مقصود یہ کہ مہمان کا اکرام کرنا آثار ایمان مین سے ہی ہر ایک اس دنیا مین مہمان ہی بلکہ مسافر راہ گیر ہی اور یہ سفر سانس کے قدمون سے طے ہوتا چلا جاتا ہے پھر اکرام کی تفصیل دراز ہی ازانجملہ جو کچھ میسر ہو خندہ پیشانی و خوشی سے پیش کرے گویا اُسکے آنے سے نہایت خوش ہوا ساتھ کھانے مین شریک ہو۔ ہر ایک چیز مین خوشی ظاہر کرے اُسکے سامنے کسی گھر والے و خادم پر ناراض نہو ولیکن جو تکلف اس زمانہ مین ہوتا ہی کہ قرض و اُدھار سے خاص طور پر انتظام کرتے ہین یہ ہوسات نفس و ہواجس و تسویلات شیطان ہین کہ نیکی برباد اور گناہ لازم کرکے بسا اوقات مہمان کے آنے سے دل مین کبیدہ ہوکر اسکو بارگران خیال کرتے ہین اور اس پر کیا موقوف ہے جملہ معاملات نکاح اور تجہیز و تکفین و دیگر اختراعی رسوم مین محض دنیا کی شرم و ناموری و ہوس نفس کی مداخلت سے گمراہ و دونون جہان خراب ہین اہدنا الصراط المستقیم۔ پس یوسف علیہ السلام نے بھائیون کی طرف تکالیف و مصیبتون کا خیال نہ کیا اور یہ نہ دیکھا کہ انھون نے بھرپور برادرانہ حقوق کو جو انپر دو طرح واجب تھے کسقدر ضائع کیا بلکہ کمال خلق حسن کے ساتھ عفو کیا اور اپنی طرف سے اُن کے حقوق کا پاس کرکے اُن کی تکریم و مہمانداری ادا کی اور حسن اتفاق سے اُنکا ایک حق مہمانی کا اسوقت بڑھ گیا تھا۔ قولہ وانا خیر المنزلین۔ یہ تعریف اپنی بطریق فخر نہین ہے کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم ولا فخر یعنی مین آدم کی اولاد مین سب کا سردار ہون اور کچھ فخر سے نہین کہتا ہون یعنی صرف آگاہ کر دینا منظور ہے ایسے ہی مقصود اُن کو اُبھارنا تھا ایک سچی بات ذکر کر دی اور گویا یہ وعدہ دیا کہ مین تم سب کی مہمانی قبول کرونگا۔ اس مقام پر وحی کی اصلی کیفیت ظاہر نہین ہی اور بہرحال ہم لوگون پر

واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرین ولیکن اس طرح کہ حواس سے جو امور اللہ تعالیٰ نے متعلق فرمائے مین جن کو آدمی تدبیر کرتا ہے اس کو کام مین لاوے۔ پس یہان دو حال سے خالی نہین یا تو ان کو وحی سے معلوم ہوا ہوگا کہ بھائی و باپ سب آجاوینگے یا نہ معلوم ہوا۔ اگر معلوم ہوا تو بھی اسقدر تدبیر اس دار امتحان مین منجملہ طاعات ہے کیونکہ پیغمبر کا کوئی فعل ہو کسی وقت رائگان نہین ہوتا یعنی ضرور اسپر بوجہ خلوص نیت کے ثواب ہوتا ہے اور اگر معلوم نہ تھا جیسا کہ ظاہر ہے تو تدبیر پر عمل خود ثواب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم الغیب خاص صفت حضرت باری تعالیٰ عزوجل ہے اور خصوص جو امور آدمی کے حق مین واقع ہونے والے ہوتے مین ان قدر کے تقدیر کا علم اسوقت اس کی نظر سے پردہ مین ہوتا ہے جیسے حضرت امام حسین علیہ السلام کا واقعہ کربلا مین بعض محققین نے ذکر فرمایا ہے اور صحیح حدیث حذیفہ رہ درباب شہادت عثمان رضی اللہ عنہ و دیگر فتن جو صحیح بخاری مین ہے اہل علم کے لیے محل تفکر ہے اور جو واقعہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کا ہوا کہ صورت تدبیر اس مین ظاہر تھی باوجود حدیث صحیح یابی اللہ والمومنون الا ابابکر کے اور حدیث راہب شامی جس سے بیت المقدس مین حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے سوالات فرمائے اور جب اُسنے خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین الفاظ موہم کہے تو اس کا سر بلا کر فرمایا یا دفراہ یادفراہ یعنی اوگندے اوگندے دیکھ تو کیا زبان سے نکالتا ہے اُس نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین میرا مطلب یہ نہین ہے کہ چہارم خلیفہ بذات خود کسی خون مین متہم ہونگے بلکہ یہ غرض ہے کہ ایسے وقت خلیفہ ہونگے کہ تلوارین خون مین بھری ہون گی اور راوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی پر رحم فرماوے اور تیسرے خلیفہ کے ذکر کے بعد آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا کہ عثمان پر اللہ تعالیٰ رحم فرماوے پس صریح ہے کہ آپ سب واقعہ خوب جانتے تھے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ غیر معلوم ہو باوجود اسکے خلافت کو مشورہ پر چھوڑا اور بعد مشاورت و مخالفت کے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ پر قرار پائی اور بعض نے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسوقت یہ بھی کہا کہ خدعت ورب الکعبہ یعنی قسم رب کعبہ کی مین دھوکے مین پڑ گیا اور جماعت انصار رضی اللہ عنہم نے بظاہر نظر اختلاف کیا ولیکن بباطن نظر واقف تھے اور تو نے دیکھا کہ ایک شخص نے راستہ مین ایک خوبصورت عورت کو دیکھکر بد نظری سے دیکھا جس سے قلب پر ہیجان شہوت کا اثر پہونچا پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت مین حاضر ہوا تو آپ نے حسن اخلاق کی پابندی کرتے ہوئے خطاب کیا کہ یہ کیا حال ہے کہ تم مین سے بعضے لوگ میرے پاس آتے ہین حالانکہ اُن کی آنکھون نے زنا کیا ہے آیندہ وہ اللہ تعالیٰ سے شرم کرین ورنہ مین درّے مارونگا۔ اُس نے بھی توبہ کے بعد اُسی مجلس مین پوچھا کہ یا خلیفۂ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی وحی اُترتی ہے آپ نے فرمایا کہ نہین لیکن فراست ہے اور البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی شہادت کو قطعی جانتے تھے بدلیل اشارت حدیث صحیح کے جسمین بشارت شہادت ہے ولیکن ایام محاصرہ مین اہل بلوہ کو مکرر سہ کرر فہمائش کی اور برابر انکو سمجھاتے تھے کہ تم ایسا نہ کرو حالانکہ قضاے مقدر مین کوئی تدبیر کارگر نہین ہے پس اہل علم و علماے ربانیہ اللہ تعالیٰ کے کارخانہ امتحان دنیا مین ادب کی رعایت رکھتے ہین اور عوام صحابہ رضی اللہ عنہم اس درجہ و منزلت پر تھے کہ تقریب مین ایسے ایک صحابی کی نسبت جو عموماً معروف نہین ہے اسکا نام اس زمانہ والون مین مشہور نہین ہے تاکہ مترجم کے نام لینے سے کوئی ان کو مثل حضرات خلفاے راشدین کے پہچان جاوے پس موت کے بعد دفن ہونے سے پہلے لوگون سے کلام کرنا پھر بدستور مردہ دفن ہونا مذکور رہے۔ خلاصہ یہ کہ اہل حق و بندگان خاص کا قیاس نہین ہو سکتا ہے انکے علم کا اندازہ نہو گا۔ اب یہان یہ حکمت بیان نہوئی کہ بھائی کو طلب کیا اور باپ کو نہین بلایا تو کہنے والا کہیگا کہ باپ کی نسبت انھون نے نابینا ہو جانے کا عذر کیا تھا ولیکن اہل عقل کے نزدیک اس مین کوئی مشکل نہ تھی کہ اسقدر اولاد اپنے باپ کو بحفاظت لے آوین اور جیسے باپ کی مکان پر پرداخت کرتے تھے ایک بھائی کرے۔ اور سب سے زیادہ

Marfat.com

مشکل جو مترجم ان گفتگو کرنے والون پر پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب انکو معلوم تھا کہ باپ کی بیری مفارقت مین یہ نوبت ہوئی اور تیسرا
سگا بھائی بنیامین اُن کے واسطے مونس و یادگار ہے تو عمداً اس اہتمام سے اُس کو بلوا کر کیون جدا کر دیا جس سے غم والم مین زیادتی ہو گئی۔ اب
اسکا جواب دینے مین تکلفات کا برتاؤ ہوگا اور واضح ہونا چاہیے کہ مرد دیندار ایسے سوال و جواب مین اوقات ضائع نہ کرے بلکہ ان مقامات
و اشارات کو سمجھکر خاصان حق عز وجل کی اقتدا کرے جنکے افعال مین نفس امارہ کا لگاؤ نہین تھا اور نہین کرتے کچھ کام اگر وہی جسکی
اجازت حاصل ہو فافہم واللہ تعالے ہو الہادی الی السبیل الرشاد۔ قولہ سنراود عنہ اباہ الآیۃ۔ اہل تقوی کا یہی شیوہ ہے کہ ہر کام مین جناب
حق عز وجل و حکم شرع کا لحاظ رکھین چنانچہ عزیز مصر کی خاطر کو عزیز نہ کیا اور ہرگز باوجود ترغیب و تہدید کے وعدہ نہ دیا کہ ہم ایسا کرینگے بلکہ
مراودت کا وعدہ کیا جو پورا ہونا ظاہر تھا۔ بعض روایات مین ہے کہ مومن کا وعدہ جیسے ہتھیلی کا گرفت کر لینا یعنی یقینی پورا ہونے کے معنی مین ہوتا ہے
وقال تعالے ان العہد کان مسؤلا اور وعدہ پورا کرنا صفات ایمان مین سے ہے لہذا منافق کی علامت فرمائی کہ امانت مین خیانت کرے اور جھگڑے
مین فسق و فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ جھگڑے مین فجور کرے نہایت عمدہ کلام ہے حتی کہ جسقدر حرکات ایسے معاملہ مین سچائی
سے خلاف صادر ہوتے ہین سب اسمین مندرج ہین مثلاً کسی سے زبانی جھگڑا کیا تو اسکو دشنام و سخت سُست الفاظ کہیگا۔ اور اگر نالش واقع ہوئی
خواہ خود مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو یہ خواہش کریگا کہ جو مین چاہتا ہون یہ ثابت ہو جاوے اگرچہ حق و سچ نہو کیونکہ فی الجملہ خسارت ہے پس جھوٹ
بولنے اور قسم کھانے اور جھوٹی گواہی اور مانند اس کے جو امور حرام و فجور ہین سب اس سے سرزد ہونگے بخلاف مومن کے چنانچہ حضرت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین ایک مومن و ایک یہودی کا مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے مومن سے گواہ طلب کیے اُس نے کہا کہ میرے پاس
گواہ نہین ہین تو آپ نے کہا کہ یہودی سے قسم لے سکتا ہے اُس نے عرض کیا کہ یہ تو فاجر ہے قسم کھا جاویگا آپ نے فرمایا کہ پھر اسکے سوائے تیرے لیے
کوئی راہ نہین ہے پس اُس نے سچا حق چھوڑا اور خسارہ آسان ہو گیا کسی فجور پر راضی نہوئے۔ الغرض برادران یوسف علیہ السلام نے وعدہ
لانے کا نہ کیا بلکہ کوشش کرنے کا وعدہ کیا۔ پس متقی آدمی کو چاہیے کہ دنیا مین کسی شخص کی رعایت سے خواہ بادشاہ ہی کیون نہو سچی بات سے تجاوز
نہ کرے ف فی العرائس قولہ تعالے وجاء اخوۃ یوسف فدخلوا علیہ فعرفہم الآیہ بھائیون کا نہ پہچاننا حضرت یوسف کو آثار حقیقت مین اسوجہ
سے واقع ہوا کہ چہرہ یوسفی علیہ السلام مین جو تجلی حق ظاہر تھی اُسکے دیکھنے سے بھائیون کی آنکھین حجاب مین کر دی گئین تھین وہ اس نور تجلی کو
نہین دیکھتے تھے جیسا کہ انھون نے جرم سے پہلے دیکھا تھا پس نہ دیکھا اس جرم کی جزا تھا کہ حق تعالے نے دیدار انوار سے انکی آنکھون پر پردہ
کر دیا پس جب یہ نور نظر نہ آیا تو انجان ہو گیے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ارواح کا اشارہ اسطرح ہے کہ ازل مین جنمین باہم تعارف ہوا
ان مین یہان تعارف ہے اور جن مین وہان تخالف ہوا ان مین یہان بھی ہے۔ پھر جسم ظاہری گویا پردہ روح ہے جس سے اہل بصیرت مثل
آئینہ کے عکس دیکھتے ہین۔ اب مین کہتا ہون کہ جو کچھ شیخ رح نے بیان کیا اسی بناپر اشارہ فرمایا ہے واللہ تعالے اعلم۔ بعض نے کہا کہ سابق جفا
کے عوض بھولے اور اللہ تعالے نے انکو حضرت یوسف کی طرف حاجتمند بنایا۔ استاد رح نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ سابقہ جفا کی وجہ سے
اللہ تعالے نے انپر حجاب کر دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچانا یہی حال گناہون کا ہوتا ہے کہ جب آدمی حق تعالے کی نافرمانی کرتا ہے تو
اسپر حجاب طاری ہوتا ہے جس سے اُسکے کان تو خطاب الٰہی کو نہین سنتے اور آنکھین آثار قدرت کو نہین دیکھتی ہین پھر دل اندر ہی اندر محبوس
اور نفس کی تاریکی مین مضمحل ہوتا ہے پس اُسکی معرفت کے درمیان حجاب طاری ہو جاتا ہے یہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے کبریائی کا
طور ہے۔ قولہ تعالے فان لم تاتونی بہ فلا کیل لکم عندی ولا تقربون۔ یہان ایک نکتہ ہے کہ قلب یعقوب علیہ السلام مین کچھ التفات بجانب ساقط کا

Marfat.com

شائبہ تھا تو چاہا کہ درجہ عالیہ پورا ہو جاوے کہ قلب معرفت بارگاہ قدم کو حدوث سے بالکل علیحدہ جانے اور یہی اثر تمام معارف مین پھیلے حتیٰ کہ سر باطن مشاہدہ جمال رحمٰن مین جملہ حدثان سے مجرد ہو خواہ وہ یوسف ہون یا کوئی اور ہو پس آہستہ آہستہ لطف کے ساتھ علائق سے خارج کیا تاکہ بارگاہ کبریا مین حدوث کا غبار نہ رکھے اسی واسطے اول یوسف کو پھر بنیامین کو اُن سے علیحدہ کیا اور مخلص بندہ یوسف علیہ السلام کو یہ راز منکشف تھا پس غیرت الٰہی سبحانہ تعالےٰ سے خوف کیا کہ بنیامین بھی ہلاک کیا جاوے اور در دربدر در بدر بڑھایا جاوے۔ لہذا یوسف علیہ السلام نے برعایت حق والد بزرگوار بہت کوشش کی کہ قبل ہلاک کیے جانے کے بنیامینؑ علیحدہ کر دیے جاوین یہانتک کہ بھائیون سے کہا کہ فان لم تاتونی بہ فلا کیل لکم عندی ولا تقربون۔ حالانکہ احسان کے مقابلہ مین عوض چاہنا بزرگون کا قاعدہ نہین ہے۔ اور اسمین اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی محبت کے راستہ مین جو کوئی معرفت کا عہد پورا نہ کرے اسپر وصال کی راہین تنگ کر دیجاتی ہین بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ حضرت خالق عز وجل نے جو کچھ بندے سے چاہا ہے یعنی حق تعالےٰ تو ہر امر و عبادت سب سے پاک ہے ولیکن اسکے احکام بندگی کے ہین جو انکو بجا لاوے وہی اسکا بندہ ہے اور جو مخالفت کرے اُسکو مردود کرے شیطان کے ساتھ بلکہ بندۂ شیطان کرے تو جو احکام عبودیت جاری فرمائے ہین جو بندہ انمین اپنی خواہش کو دخل دیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسپر اپنا رزق تنگ کر دیتا ہے اور مقام قرب سے اسکو محروم رکھتا ہے۔ استاد رحمہ نے یہان ایک لطیفہ بیان فرمایا کہ جب یعقوب علیہ السلام نے بنیامینؑ کو بنظر محبت یوسفؑ دیکھا تو غیرت محبت نے اس مشارکت کو منظور نہ کیا اور بنیامینؑ کو سامنے سے دور کر کے پورا غم واندوہ حضرت یوسف پر رکھا اقول اشار الی الفکر فی قولہ ویا اسفیٰ علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فہو کظیم۔ اور روشن ہو کہ عام لوگ لفظ محبت سے بہت سخت غلطی کھاتے ہین کہ محبت وعشق کو اس نفسانی کیفیت پر محمول کرتے ہین جو عمومًا لوگون کے درمیان مشہور ہے اور اگر زیادہ بلند نظر دور دوڑائی تو مجنون وفرہاد کی محبت یاد آئی حالانکہ یہان فرق زمین وآسمان کا ہے اور فرق سے میری مراد یہ نہین ہے کہ جو عشق فرہاد ومجنون مین تھا یا جیسی کیفیت ان شہوت پرست لوگون مین ہوتی ہے اس سے ہزارہا درجہ جوش زیادہ تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ لوگ تو محبت وعشق کے معنے سمجھتے ہین۔ اور یا ہم اس لفظ کو ہر ایک بولتا ہے ولیکن اہل الحق کی بولی مین یہ لفظ دوسری زبان کا لفظ سمجھنا چاہیے کیونکہ عشق کی ماہیت خود وہ لوگ نہین جانتے ہین تو ہم لوگ کیا سمجھینگے یہانتک کہ بعض اکابر نے کہا کہ عشق ذات باری تعالےٰ ہے اور حکایت ہے کہ ایک ذرہ کا ستر ہزاروان حصہ ستر ہزار مین تقسیم ہوا تو ہر ایک ولی کامل ہو گیا۔ مولوی روم علیہ الرحمۃ نے اسقدر کہا کہ ؎ آفتاب آمد دلیل آفتاب ؎ گر دلیلت باید از وے رو متاب ؎ یعنی کوئی حقیقت وتعریف بیان نہ کر سکے۔ ہان عوام کو فہمائش کر دی کہ ؎ عشق آن نبود کہ در مردم بود ؎ این خمار خوردن گندم بود ؎ یعنے آدمیون کا عشق وہ عشق نہین ہے جو اہل اللہ تعالےٰ کو بندۂ خاص بناتا ہے بلکہ یہ تو گیہون کھانے کا جوش ہے مترجم کہتا ہے کہ سچ فرمایا دیکھو انکا طبیب یہ علاج لکھتا ہے کہ خون بدن سے کم کر دیا جاوے اور شہوت کے اسباب توڑ دیے جاوین فافہم۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے انکو ترغیب وترہیب دی کہ برادر پدری کو لاوین۔ پھر شاید یہ خیال کیا کہ غریب آدمی ہین اگر انکے پاس خرچ مین کمی ہوئی یا نہوا تو واپس آنا اسوجہ سے موقوف رکھینگے لہذا۔ قَالَ لِفِتْيَانِهِ کہا اپنے غلامون یا نوکرون وخادمون سے جو اونٹون کا بار لادنے تھے کہ۔ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ رکھدو ان کی بضاعت کو یعنی جو نقد یہ لائے تھے ان کے کجاؤن مین۔ یعنی اونٹ پر اناج کو لاد دو اور بوگون مین نقد جو انھون نے دام ادا کیے ہین وہ بھی اُسی مین رکھدو۔ کہا گیا کہ درم تھے اور کہا گیا کہ جوتیان اور چمڑے تھے۔ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ شاید یہ لوگ اس کو پہچانینگے جب اپنے لوگون مین واپس پہونچینگے یعنی وہان پہونچکر گٹھر ان اور گونین کھولین گے تو پہچانینگے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ امید ہے کہ لوٹ کر ہمارے پاس آوین یعنی بنیامین کو ساتھ لاوینگے واضح ہو کہ شیخ حافظ ودیگر مفسرین نے

Marfat.com

نے مختلف اقوال اس توجیہ کے لکھے ہین کہ انکی بضاعات کیون واپس کردین پس سراج سے مین ان اقوال کو نقل کرتا ہون اول یہ کہ چاہا کہ سختی و قحط کے وقت یہ مال انکے واسطے آسانی کا سبب ظاہر ہو جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت مین لعلہم یعرفونہا اذا انقلبوا الی اہلہم لعلہم یرجعون سبب مذکور ہے اور شاید یہ سبب اپنے غلامون و خادمون پر ظاہر کردیا ہو یا نہ ظاہر کیا ہو بہرحال قائل کا قول بدین معنی شاید صحیح ہو کہ اصلی غرض کے ضمن مین دیگر نیات و اغراض ہوتے ہین۔ اور اگر کہا جاوے کہ اگر یہ غرض ہوتی تو ظاہر مین واپس کرتے تو جواب دیا کہ چورون کے خوف سے گون مین رکھوا دیے دوم یہ کہ چاہا کہ اپنے باپ کو ظاہر کرے کہ مصر کے بادشاہ نے انکا اکرام کیا ہے اور مزید اکرام سے دوبارہ مع بھائی کے طلب کیا ہے تو اسپر بھیجنا گران نہ گذرے۔ سوم یہ کہ معلوم ہو جاوے کہ انکے بھائی کو انکے ساتھ کسی ظلم و ایذا کی غرض سے طلب نہین کرتا ہے اور نہ دام مین بڑھانا مقصود ہے۔ چہارم یہ کہ ایسے طور پر انکے ساتھ احسان کرنا چاہا جس سے انکو کوئی عیب و منت لاحق نہ ہو ورنہ ظاہر واپس کرنے کو شاید منظور نہ کرتے۔ پنجم فرار دیے کہا کہ جب اپنی بضاعت اپنے مال مین دیکھینگے تو دل مین گمان کرینگے کہ ہم نے بھولے سے رکھ لی ہے چونکہ وہ خود انبیا اور اولاد انبیا تھے تو ضرور واپس ہو کر سبب دریافت کرکے ملک اسکے مالک کو واپس کردینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ توجیہ باوجود تطویل کے بیکار ہے اسواسطے کہ دستور کے موافق کیا جاوے لادنا غلمان مملکت کا کام تھا اور سہو کا خیال اسقدر تعدد افراد مین مستبعد ہے علاوہ اسکے جب آگے خود موجود ہے کہ انھون نے مکان پر کھولکر بضاعت پائی تو کہا ما نبغی ہذہ بضاعتنا ردت الینا و نمیر اہلنا و نحفظ اخانا و نزداد کیل بعیر پس جیسا یہان مذکور ہے کہ لعلہم یعرفونہا۔ وہی واقع ہوا۔ ششم یہ کہ انھون نے چاہا کہ اپنے باپ کے واسطے آسانی کرین کیونکہ قحط کا زمانہ تھا۔ ہفتم یہ کہ ایسی شدت کے وقت اپنے باپ و بھائیون سے دام لینا سخت کمینہ پن ہے۔ ہشتم یہ کہ خوف ہوا کہ شاید ان کے باپ کے پاس اور مال نہ ہو جسکو لیکر دوبارہ بھائی کے ساتھ آوین اس لیے واپس کردیا۔ یہی شیخ سیوطی کا مختار ہے اور یہی صواب و آیت مین منصوص ہے نہم آنکہ جب انھون نے اسباب کھولا تو جانا کہ یہ کرم و سخاوت ہے پس دوبارہ معاملہ کرنے مین حرص ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ ان وجوہ مین سے صرف وجہ ہشتم اور بعض حصہ وجہ نہم صحیح ہے اور اسی طرح منصوص کے ساتھ بعض فوائد مخلوط کو بیضاوی نے اختیار کیا ہے۔ اور مجھے معلوم نہوا کہ اس مقام کی تفسیر مین کیون اسقدر پریشان اقوال ہین باوجودیکہ سبب تو آیت مین منصوص ہے۔ ایک نظر یہان یہ البتہ تھی کہ بضاعات واپس کرنے مین علاوہ وجہ منصوص کے دیگر فوائد ضمنی کیا ہین تو بعض اقوال مین اسکا تذکرہ البتہ ہے۔

القصہ ان شرائط سے انکو رخصت کیا۔ قال تعالے

فَلَمَّا رَجَعُوٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

پھر جب لوٹ کر پہونچے اپنے باپ کے پاس تو بولے کہ اے ہمارے باپ منع کردیا گیا ہم سے کیل سو ہمارے ساتھ بھیجدیجیے ہمارا بھائی کہ ہم کیل لاوین اور ضرور ہم اسکے حافظ ہین

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

فرمایا کہ بھلا کیا تمھاری امانت قبول کرون اسپر مگر ویسی ہی جیسی تمھاری امانت قبول کی تھی اسکے بھائی پر اب سے پہلے سو اللہ تعالے اچھا حافظ ہے اور وہ سب سے بڑا رحم کرنیوالا ہے

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ

اور جب ان لوگون نے اپنے اسباب کھولے تو پائی اپنی پونجی جو پھیردی گئی تھی انکو بولے کہ اے ہمارے باپ ہم کیا چاہتے ہین یہ ہماری

بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝

پونجی ہے جو ہم کو پھیردی گئی ہے اور ہم غلہ لاوینگے اپنے عیال کے لیے اور نگہبانی کرینگے اپنے بھائی کی اور بڑھا لاوینگے ایک اونٹ اناج یہ کیل آسان ہو سکتا ہے [1]

[1] قال المترجم یعنی اس بعیر کی بھرتی بادشاہ کو آسان ہے ۱۲

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ

فرمایا کہ ہرگز نہیں بھیجونگا اسکو تمہارے ساتھ یہانتک کہ تم دیدو عہد مضبوط اللہ تعالیٰ کیطرف سے اسبات کا کہ تم ضرور اسکو میرے پاس لاؤ گے مگر یہ کہ تم سب گھیر لیے جاؤ پس جب انھوں نے دیا اسکو اپنا عہد تو

قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس کہنے پر وکیل یعنی شاہد ہے اور فرمایا کہ اے میرے بیٹو تم نہ گھسنا شہر میں ایک دروازے سے اور گھسنا ضرور اندر کئی علیحدہ علیحدہ دروازے سے

وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

اور نہیں بچا سکتا میں تم سے ٹال سکتا ہوں اللہ تعالیٰ کیطرف سے کوئی بھی چیز حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی پر چاہیے کہ بھروسا کریں بھروسا کرنے والے

فَلَمَّا رَجَعُوْۤا۔ پھر جب واپس گئے یوسف کے بھائی اِلٰۤى اَبِيْهِمْ اپنے باپ کی طرف۔ اور وہاں پہونچے تو روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے سب حال بیان کیا کہ بادشاہ بہت نیک سیرت عادل ہے اس نے ہمکو پردیسی جانکر بلایا اور اکرام سے اُتارا اور آپ کی نبوت کی تعظیم کی اور جاری بھانڈاری کی لیکن وہ کسی کو انجبارگی بہت اناج نہیں دیتا ہے صرف ایک ایک اونٹ بھر کے دیتا ہے جب خرچ ہوجاوے تو پھر درخواست کرکے لانا چاہیے۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ ابکی مرتبہ تم اُس سے میرا اسلام کہنا اور بیان کرنا کہ ہمارا باپ جو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے تمہارے اس احسان کے عوض تمہارے لیے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کوئی پراگندگی نہ رکھے ہمیشہ تمکو خیر وخوبی کے ساتھ رکھے۔ تب انھوں نے آیندہ کا حال ذکر کیا اور۔ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ کہنے لگے کہ اے والد بزرگوار ہم سے کیل روک دیا گیا ہے یعنی آیندہ کے لیے بادشاہ نے روکا ہے کہ جب تک اپنے ایک بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہو نہ لاؤ گے تب تک کیل نہ ملیگا کیل اگرچہ بمعنے مصدر یعنے ناپنا اور بمعنے ناپ وپیمانہ ہے مگر مراد بول چال میں کیل یعنے اناج کا پیمانہ جسقدر کہ ناپ دیا گیا تھا۔ پس درخواست کی اور کہا فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا تو آپ ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ہمارے بھائی کو یعنے اپنے اس بیٹے کو اور پیار وشفقت ظاہر کرنے کو کہا کہ ہمارے بھائی کو کیونکہ بھائی کے ساتھ بھائی کہیں دغا کرتے ہیں اور صیغہ امر فارسل کا جواب چاہیے کیونکہ امر کا صیغہ جس غایت سے ہوتا ہے وہی جواب کہلاتا ہے تو یہاں اس کہنے سے کہ ہمارے ساتھ بھیج مقصود یہ ہے کہ نَكْتَلْ ہم کیل لادین یعنے کیل سے ممانعت تو اسی امر پر موقوف ہے تو جب ہم لیجاوینگے تو کیل کا حکم جاری رہیگا اور حمزہ وکسائی کی قراۃ میں کیتل بیاء ہے یعنے وہ کیل لادے اور بعض نحویین نے اسپر وہم کیا کہ خالی اُس کا لانا منع نہ تھا۔ اور یہ اس بنا پر ہے کہ بعض روایت قصہ میں ہے کہ ان لوگون نے بنیامین کا حصہ اونٹ انگا تھا تو بادشاہ نے دینے سے انکار کیا اور جب انھوں نے بوڑھے باپ کی خدمت گزاری میں رہنے سے نہ آنے کا عذر کیا تو دیا اور آیندہ سے منع کردیا ولیکن یہ وہم ہے کیونکہ آیندہ نزداد کیل بعیر سے زیادتی جدیدہ ثابت ہے صحیح وہ ہے جو قرآن مجید میں صریح منصوص ہے کہ سب کا کیل روک دیا تھا بقولہ فان لم تاتونی بہ فلا کیل لکم عندی۔ اور اسمیں تاویل کرنا حرکت واہی ہے اور نحاسؒ نے جواب دیا کہ قراۃ یکتل بیاء بھی سبعیہ متواترہ ہے اور وہم کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ معنے یہ ہیں کہ ہمکو کیل دینے سے ممانعت ہوئی ہے بھائی کے جانے پر موقوف ہے اسکو بھیجو یہ کیل لادے اپنے لیے اور ہمارے لیے سب کے لیے اور یہ غرض نہیں ہے کہ خالی اپنے لیے لادے پھر چونکہ آنحضرتؑ کو شفقت سے زیادہ خیال تھا تو انھوں نے تصریح کردی کہ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ کوئی بُرائی اُسکو نہ پہونچنے دینگے۔ مسئلہ جائز ہے کہ آدمی اہل وعیال وغیرہ کے لیے اپنے کو حافظ ونگہبان کہے ولیکن ساتھ ہی دل میں نیت رہے کہ اصلی حفاظت اللہ تعالےٰ کی ہے ہم اُس کی مشیت پر محافظ ہیں۔ واضح ہو کہ چشم وگوش وقوت وہوش سے نگہبانی یہ عطائے حق عزوجل ہی کی طرف سے حفاظت ہے اس واسطے کہ جو آدمی خود اندھا یا لولا اپاہج بہرا ہو اُس کی حفاظت معتبر نہیں ہوتی ہے سوال یہاں انشاء اللہ تعالےٰ کے ساتھ نہیں کہا حالانکہ قوی قول یہ ہے کہ یہ لوگ اس وقت پیغمبر تھے یا پیغمبری کی استعداد بھی بحکم قولہ تعالےٰ

Marfat.com

وتکونوا من بعدہ قوما صالحین۔ یہ نظیر ہو قول یوسف علیہ السلام کی یعنی انی حفیظ علیم۔ پس ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالے کی مشیت کی نیت ساتھ
ہی رہے جیسا کہ مترجم نے اشارہ کیا ہے اور بعض متاخرین نے بعض مسائل فقیہ کے استدلال سے حنفیہ اصول کے موافق زبان سے ہونا شرط
خیال کیا ہے جیسے ذبح کے وقت تسمیہ نیت مین ہونا معتبر نہین رکھا جبکہ نسیان نہو۔ تو مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین جواب یہ ہو کہ حافظون
صیغہ صفت استمراری ہے بالفعل کسی فعل کا لفظ نہین کہا یعنے ہم حفاظت کرین گے انشاء اللہ تعالے پس استثنا مخصوص بفعل ہے جیسا کہ
قولہ انی حفیظ علیم مین مترجم نے توجیہ کر دی ہے۔ اور تحقیق میرے نزدیک یہ ہے کہ جن لوگون نے زبان سے شرط ہونا حنفیہ کا اصول بیان
کیا ہے انکو التباس واقع ہوا بلکہ حنفیہ وعامہ علما متفق ہین کہ نیت مین ہونا کافی ہے اور جن مسائل سے ان متاخرین کو وہم ہوا اسکا مدار
متعلق بقضا ہے اور صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے اپنی جورو کو طلاق دی پھر اسکو چھوڑا نہین تو اُسنے محکمہ قضا مین دعوے کیا اور زید نے
قاضی سے کہا کہ مجھپر اس کا چھوڑنا واجب نہین کیونکہ مین نے نیت مین استثنا کیا ہے تو قاضی اُسکو تسلیم نہ کریگا کیونکہ نیت کا اعتبار نہوگا۔
مترجم کہتا ہو کہ یہ اسوجہ سے ہو کہ قاضی کو بلکہ خود اسکی جورو کو اسکا علم نہین ہو سکتا اور احتمال باقی ہو کہ اس نے فسق اختیار کیا ہو تو حدود شرع کی
حفاظت مین اسکا اعتبار نہوگا اور ایسی صورتون مین زبان سے بلکہ گواہون سے جبکہ عورت عمداً انکار کرے ثبوت شرط ہوگا بخلاف ایسی صورت کے
جسمین ہم کلام کرتے ہین کیونکہ وہان تو اللہ تعالے علیم وخبیر کی درگاہ مین ادب مقصود ہے کہ اُس نے اپنی قوت کا دعوے نہین کیا بلکہ نظر یہی تھی
کہ اللہ تعالے کی حفاظت وقوت سے مین حفیظ ہون تو نیت سے حق تعالٰی خوب آگاہ ہو پس نیت مین ہونا بالکل کافی ہو مسئلہ کیل یہان اناج ورزق
ہو اور رزق کا متکفل اللہ تعالٰی ہو مگر تدبیر کرنا اس دنیا کے عالم مین ادب کا اختیار بامتحان حق عز وجل ہو دیکھو انھون نے یہ نہ کیا کہ رزق ملنا ہوگا کسی طرح ملجاویگا
یا بادشاہ خواہ دیگا چاہو بھائی کو لیجاؤ یا نہ لیجاؤ نہین بلکہ اسکی تدبیر کی اور اسقدر اہتمام کیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی مساعدت فرمائی اور یہ دیکھا
کہ اور کوئی تدبیر نہین ہے اور کوئی چارہ نظر نہین آتا سوائے اسکے کہ لڑکا بھیجا جاوے مگر جب انھون نے شفقت کی لفظون کا اظہار کیا اور یہ بھی
کہا کہ انا لہ لحافظون تو انکو وہ یاد آیا جو یوسف علیہ السلام کے لیجاتے وقت انا لہ لحافظون۔ کہا تھا پس جواب دیا اور قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ
فرمایا کہ کیا قبول کرون تم سے امانت اس بنیامین پر آیندہ کے لیے۔ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ مگر ویسے ہی جیسے کہ قبول کی تھی مین نے تم سے امین و محافظ
ہونا عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ اسکے بھائی ایک ان والے یوسف پر اس زمانہ سے پہلے وقت مین یعنی جب کہا تھا کہ ارسل معنا غدا یرتع ویلعب
وانا لہ لحافظون۔ خلاصہ یہ ہے کہ انکی محافظت پر اعتماد کرنے کو اس مرتبہ رد کر دیا کہ پہلے تمھاری حفاظت مین دیا اور تم نے کچھ بھی واپس نہ دیا تو کیا
اب ویسی ہی حفاظت مین دون نہین اب تمھاری حفاظت مین نہ دونگا بلکہ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا اللہ تعالٰی بہت اچھا حافظ ہو بعض قرأۃ مین خیر حافظ
اور بعض مین خیر الحافظین آیا ہو ولیکن متواترہ نہین ہو پس پڑھنی نہ چاہیئن ان خیر حفظا بصیغہ مصدر البتہ متواترہ ہو الحاصل اب مین اسی کے حفظ پر
دونگا اور تمھاری شفقت ورحمت بھی کچھ معتبر نہین ہو۔ مین بھی اللہ تعالے پر اعتماد ہو وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اور وہ سب رحم والون سے بڑا رحم کرنے
والا ہو۔ اور مجھے امید ہو کہ وہ مکرر مصائب مجھپر پسند نہ فرماوے سبحان اللہ تعالے کیا شان ہے کہ جب اسپر اعتماد فرمایا تو اُس نے ایک کے ساتھ
دوسرا بھی واپس دیا۔ اور رحمت درحقیقت صفت خالق عز وجل ہے اور حدیث مین ہو کہ حق عز وجل نے شفقت ورحمت کے سو حصہ مین سے
ایک حصہ اسوقت ظاہر فرمایا اسی مین سے تمام مخلوقات ابتدا سے انتہا تک سب مین مقسوم ہے اور نوّے حصہ حق تعالے روز قیامت کو اپنے بندون
کے لیے ظہور فرماویگا۔ اللھم اغفرلی اللھم ارحمنی وانت ارحم الراحمین۔ واضح ہو کہ اپنے بندون کے لیے ظاہر کریگا تو اُسوقت اُسکے بندے بننا چاہیے پس
بعض کی نسبت تخصیص فرمائی جیسے قولہ واذکر عبدنا داؤد ذا الاید وقولہ انہ من عبادنا المخلصین۔ وقولہ نعم العبد انہ اواب۔ اور عموماً مجمل رکھا بقولہ ان

Marfat.com

عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی شیطان کو مردود کر دیا اور فرمایا کہ میرے بندون پر تجھے تسلط نہ ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ عموماً مومنین و اولیاء آلہی سوائے پیغمبرون کے معصوم نہین ہین بلکہ گناہ مین مبتلا ہو جاتے ہین مگر بحکم قولہ لم یصروا علی ما فعلوا وہم یعلمون ۔ اور قولہ تذکروا فاذا ہم مبصرون بہت جلد توبہ و ندامت سے پھر جاتے ہین حالانکہ یہ بوجہ شیطان کے وسواس و غفلت کے ہوتا ہے تو معلوم ہوگیا کہ تسلط سے مراد یہ ہے کہ قلب پر چھا جاوے اور وہ کافرون و مشرکون و منافقون مین ہوتا ہے لہٰذا یہ وقت ہے کہ بندگان آلہی بچانے کی کوشش کیجاوے اور ایمان و اسکی خوبیان اور مکارم اخلاق و محاسن اوصاف و تقدیس باری تعالےٰ دیکھو۔ محض ظنون و اوہام پر اعتراضات چھوڑ دو کیونکہ یہ تم نے کسطرح جانا کہ ہمارا اعتراض سچ ہے جبکہ تم اپنے مخالف سے کہتے ہو کہ تمھارا اعتراض صحیح نہین ہے کیونکہ شیطان تو ہر وقت کوشش کرتا ہے کہ لغزش ہو اور تم تو خود اسکو جگہ دیتے ہو اور سچائی کی نگاہ سے غور کرنے پر نیت ہی نہین ہے تو شیطان کو مسلط کر لیا گیا حالانکہ حق کا تسلط ہوتا تو شیطان کے بالکل ہوائے زیادہ مخفی وسوسہ سے بچنا دشوار تھا وہ تو بھائیون مین عداوت ڈالدے اور بیرحمی کرنے کو بگاڑ دین اچھا دکھلاوے روایت ہے کہ ایک تمیمی سردار اقرع بن حابس نے اپنی اولاد کی کثیر تعداد بیان کر کے کہا کہ یا رسول اللہ مین نے کبھی کسی کو پیار نہین کیا اور فرادیتی کہ آپ حسنین علیہما السلام کو پیار کرتے ہین آپ نے ذکر فرمایا کہ بعض قلب پتھر سے زیادہ سخت ہوتے ہین۔ چونکہ راجپوت قوم کی طرح عرب کا لڑکیون کو قتل کرنا معروف ہے ان مین سے ایک نے خود اپنا واقعہ کہ ایک لڑکی کو بیرحمی سے اس نے قتل کیا تھا بیان کیا تو آنحضرت صلعم آبدیدہ ہوگئے۔ حدیث مین ہے کہ رحم کرو زمین والون پر تم پر آسمان والا رحم فرماویگا۔ فلتہ سو حصہ رحم مین سے ایک حصہ کا ظہور ہے اور باوجود اسکے صحیح ہوا کہ رحمت آلہی اسکے غضب پر سبقت رکھتی ہے تو گنہگار جنمین ایمان صحیح موجود ہو اپنے رب سے امیدوار رہین وہو ارحم الراحمین۔ القصہ اسوقت تک لڑکون نے گونین نہ کھولی تھین چلنے سے یہ گفتگو ہوتی رہی۔ ولما فتحوا متاعہم پھر جب انھون نے اپنی متاع کھولی یعنی گونین جنمین متاع اناج تھی کھولین۔ وجدوا بضاعتہم تو پائی اپنی پونجی۔ اگرچہ اب انکی نہ تھی مگر ردت الیہم انکو واپس کر دی گئی یعنی وہی بضاعت انھین واپس دیکھی جو اناج خریدنے پر دے آئے تھے۔ اور بوجہ اکرام بادشاہ کے اور دیگر قرائن صحیحہ کے انکو یہ یقین ہوگیا کہ بادشاہ نے ہماری بضاعات خاص قصد کر کے ہمکو واپس کر دی ہین کچھ غلطی نہین ہے بعض قراۃ مین ردت بکسر اول ہے جب یہ دیکھا تو۔ قالوا یا ابانا کہنے لگے کہ اے ہمارے شفیق رحیم باپ۔ ما نبغی وہ کیا چیز ہے کہ جو ہم اس سے بڑھ کر چاہین کہ بادشاہ نے ہمارا اکرام کیا اور اچھی مہمانداری سے ٹھکانا دیا اور ہمارے ہاتھ اناج فروخت کیا اور پھر ہمارے دام ہمکو پھیر دیئے ہین علی ہذا ما نبغی مین ما استفہام انکاری ہے اور اگر نافیہ ہو تو معنے یہ ہین کہ ہم اس سے سوائے احسان نہین چاہتے ہین۔ یہ سب اس صورت مین ہے کہ نبغی بمعنی نطلب ہو یعنے خواہش کرنا چاہنا اور احتمال ہے کہ بغی سے ہو یعنے حد سے بڑھ جانا تو غرض یہ کہ ہم آپ سے حد سے بڑھ کر اسکے احسان و خوبی کے بارہ مین گفتگو نہ کرینگے یعنی اب اور زیادہ بکبک نہ کرینگے اور مقصود یہ کہ یہ بضاعت ہی دلیل کافی آپ کے سامنے موجود ہے اب ہماری گفتگو زائد کی کچھ حاجت نہین ہے اور ایک قراۃ مین تبغی بتا خطابیہ ہے یعنی اے پدر آپ کیا چاہتے ہین۔ یہ سب بیضاوی و معالم و سراج وغیرہ سے لکھا گیا اور بعض محشین نے کہا کہ مانافیہ کی صورت مین یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ ہم آپ سے طلب نہین کرتے ہین یعنی ہم کو دوبارہ وہان جانے کے لیے مال کی خواہش نہین ہم آپ سے نہین مانگتے ہین۔ ہٰذہ بضاعتنا۔ یہ ہماری بضاعت ہے۔ یہی کافی ہے ولیکن مترجم کے نزدیک بعض محققین کا قول پسند ہے کہ بوجہ اول اقوی اور دوم قوی ہے اور سوم کے تکلف کی ضرورت نہین ہے۔ حاصل یہ کہ اے پدر بزرگوار ہم اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہین اسنے ایسا کیا اور یہ دیکھئے ہماری بضاعت ہے جو ردت الینا ہمکو پھیر دی گئی ہے۔ پس آپ یقین کرینگے کہ ہمارا قول صادق ہے آپ ہمکو مع بھائی کے واپس جانے کی اجازت دیجئے کچھ فکر کی ضرورت نہین ہے اسی بضاعت سے ہم اپنا سامان

Marfat.com

کرینگے وَنَمِیْرُ اَھْلَنَا اور اپنے اہل وعیال کے لیے میرہ یعنی اناج لاوینگے وَنَحْفَظُ اَخَانَا اور آمد ورفت مین اپنے بھائی کی نگہبانی رکھینگے۔ اسوقت مین نگہبانی کے معنے یہ تھے کہ خصوص کسی مصیبت مین اسکی گرفتاری نہ چاہین بخلاف حفاظت حضرت یوسفؑ کے کہ وہ صغیر وخُرد سال تھے۔ اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے قولہ الا ان یحاط بکم سے اشارہ کردیا ہے کہ عموماً یہ خود اپنی حفاظت کرسکتا ہے جب تک کہ خاص طریقہ سے کسی مصیبت مین گرفتار نہووے اور انکی بھی یہی مراد ہو کہ ہر طرح کی مخاوف چور راہزنون وغیرہ سے ہم ایک جماعت ہوکر تنہائی سے محفوظ رکھینگے۔ وَنَزْدَادُ کَیْلَ بَعِیْرٍ اور بڑھا لینگے ایک اونٹ کیل یعنی بھائی کے حق کا ایک اونٹ اور ملیگا۔ یہ کلام صریح ہے کہ پہلے انکو بنیامین اور والد یعقوب علیہ السلام کا حصہ نہین ملا تھا جیسا کہ بعض لوگون نے زعم کیا ہو بلکہ اب یہ زیادتی ہوگی۔ ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ سے تفسیر بعیر کی گدھا نقل کی اور کہا کہ بعض لغات مین گدھے کو بعیر کہتے ہین ولیکن اس تکلف کی ضرورت کیا ہو اور شاید صحیح ہوا ہو کہ وہ لوگ خچر یا گدھے لے گئے تھے پھر مجھے تامل ہے کہ وہ صحت جس روایت سے ہے اسکا اعتبار قرآن مجید سے کیونکر بڑھ گیا اسلیے کہ کیل حمار یہان نہین بلکہ صاف کیل بعیر منصوص ہے تو بعض لغات کی بنا پر تکلف مزید بلا ضرورت ہو میرے نزدیک تو ایسی روایات کی تنقید وتحقیق چاہیے فافہم واللہ تعالے اعلم۔

پھر چونکہ بالفعل اہل وعیال کے لیے اناج لائے تھے تو اسکی نسبت کہا کہ ذٰلِکَ یہ جو ہم لائے ہین کَیْلٌ یَّسِیْرٌ کیل خفیف ہو۔ اہین کچھ کفایت نظر نہین آتی ہے لہذا کیل کے واسطے کرر جانا چاہیے ہو بعض نے کہا کہ مقصود یہ ہو کہ نزداد کیل بعیر سے ایک اونٹ جو زیادتی ہوگی ایک آسان وخفیف چیز ہو بادشاہ کو دریغ نہوگا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ تو مقرری بات تھی کہ ہر ایک کو ایک ساونٹ دیا جاوے اہین بادشاہ کے دریغ کرنے کا تذکرہ بیموقع ہوگا لہذا اولی وہی معنی اول ہین اور ممکن ہو کہ اس اناج کے حاصل ہونے کی کیفیت کو آسان قرار دیا کیونکہ اناج ملا اور اکرام ومہمانداری ہوئی اور بضاعت واپس دی گئی تو یہ محاورہ مثل اردو کے بول چال کے ہوگا کہ یہ تو بہت سستا اناج ہو۔ غایت یہ کہ سستے کو یسیر فرمایا تو یہ بعید نہین ہو اور نکتہ واللہ اعلم یہ ہو کہ ارزانی در واقع جاری نہ تھی بلکہ آسانی تھی لہذا یسیر کا اطلاق کیا اور یہ توجیہ اگر صحیح ہو تو نہایت عمدہ ہو ولیکن ان مفسرین مین سے کسی نے نہین لکھی ہے واللہ تعالے اعلم۔ اور شیخ حافظؒ نے ظاہرا حضرت مجاہدؒ سے روایت نقل کی جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا کلام ہے اور معنے یہ ہین کہ یہ کیل بعیر ایک خفیف چیز ہو اسکے مقابلہ مین فرزند کو خطرہ مین ڈالنا برداشت نہین ہوسکتا اور بیضاوی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسکو ضعیف کیا اور شدید تکلف سے خالی نہین ہو بلکہ جواب حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے یہ ہے۔ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ فرمایا کہ ہرگز نہین بھیجونگا اسکو تمہارے ساتھ مین یعنی جبکہ مین نے تمہاری حرکت دربارہ یوسف علیہ السلام کے دیکھ لی ہے۔ حَتّٰی تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ یہان تک کہ دو تم ایسی چیز مجھے اللہ تعالے کی طرف سے جسپر مجھے اعتماد اور وثوق ہو یعنی عہد وقسم کے ساتھ کہ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖ ضرور تم اسکو میرے پاس لے آؤگے اِلَّآ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ باستثنا ایسی صورت کے کہ تمپر احاطہ کیا جاوے یعنی مغلوب ہو جاؤ کہ اسکو نہ لا سکو یا یہ مراد ہے کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ اور حاصل یہ کہ اگر مصیبت ہو تو اسوقت عذر لائق ہوگا کہ تم بھی اس مین شامل ہو نہ فقط وہی تنہا مبتلا ہو جاوے۔ بیضاوی رحؒ نے کہا کہ یہ استثنا مفرغ از اعم الاحوال والتقادیر ہے یعنی قسم کھاؤ کہ ضرور تم اسکو ہر حال وہر صورت مین لے آؤگے باستثنا ایک صورت کے کہ تمپر احاطہ ہو جاوے یعنے مجبور ومغلوب ہو جاؤ یا تم سب گھر جاؤ جس مین وہ گھرے۔ بعض علما نے کہا کہ اول تو اللہ تعالے پر بھروسا کیا تھا پھر رخصت کرتے وقت ان عہد وپیمان کی طرف مائل ہوئے اگرچہ حفظ الٰہی کا اعتماد ترک نہ کیا لیکن خیلے توجہ اس جانب بھی ہوئی اسی واسطے تھوڑی تاخیر سے ملے۔

فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ پھر جب انہون نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنا عہد دیا۔ قَالَ تو یعقوبؑ نے فرمایا۔ اللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ اللہ تعالے ہمارے قول پر مطلع ورقیب ہے۔ یہ زیادہ تاکید کردی یعنی ہم اللہ تعالے کو شاہد وحاضر ناظر کرکے کہتے ہین۔ پھر چلتے وقت انکو

تدبیر و احتیاط کی نصیحت کی اور۔ وَقَالَ کہا کہ یٰبَنِیَّ اے میرے بیٹو۔ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ مت داخل ہونا یعنی شہر مصر میں ایک ہی دروازہ سے۔ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ اور داخل ہونا متفرق دروازوں سے مفسرین بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ یہ لوگ صاحب جمال و ذی وجاہت تھے اور مصر میں یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ ان پردیسیوں پر بادشاہ کا لطف زیادہ ہے پس خوف کیا کہ اگر ایک ہی جماعت داخل ہوں تو لوگ نظر بد لگا دیں۔ پہلی مرتبہ انکو یہ نصیحت شاید اسوجہ سے نہ کی کہ اسوقت یہ لوگ انجان تھے کسی کو انکی طرف اسقدر خیال نہ تھا۔ یا شاید بنیامین پر اسقدر شفقت اس کا باعث ہوئی ہو۔ اور بیضاوی رحمہ نے کہا کہ نفس کے آثار میں ایک نظر بد ہے اور حدیث صحیح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگنے کی دعا میں یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں اللھم انی اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر کل شیطان و ہامة و عین لامة یعنی اللہ تعالے سے خود پناہ مانگی یا حسنین علیہما السلام کے واسطے پناہ مانگی ہر شیطان سے اور ہامۃ یعنی سانپ بچھو وغیرہ ہلاک کرنے والے زہروں سے اور عین لامۃ یعنے نظر بد سے۔ قال المترجم علماء اہل السنۃ متفق ہیں کہ نظر بد سچ ہے اور اس کا انکار محض جہالت ہے اور صحیح مسلم میں ایک گورے خوبصورت صحابی کو ایک دوسرے شخص نے دیکھکر کہا کہ کیسی اچھی خوبصورتی ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ کو سنکر برا مانا اور کہا کہ کیا تجھے یہ کہنا نہ آتا تھا کہ ماشاء اللہ یعنے اللہ تعالے کی قدرت عجیب ہے کہ جسطرح اس نے چاہا پیدا کر دیا پھر جب وہ شخص گئے تو فوراً راہ میں انکو سخت بخار آیا جس سے چہرہ زرد پڑ گیا جب آنحضرت علیہ السلام کو خبر ہوئی تو آپ نے نظر لگانے والے کو بلایا اور بیمار کے پیچھے کھڑا کیا اور ایک پانی میں اس کے ناخن سب اور دیگر مقامات سے ڈبو کر اور دھو کر اس کے سر کے پیچھے اُتار کر نظر والے پر ڈالا اور نظر لگانے والے کو منھ پھیرے ہوئے چلے جانے کا حکم کیا پس مرد بیمار اچھا ہو گیا بحکم اللہ تعالے۔ اور تفصیل سے یہ قصہ سفر السعادت میں بھی مذکور ہے اور آثار میں صحیح روایت کی علماء تابعین میں ایک بزرگ ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھے ان میں ایک شخص بدنظر میں معروف تھا اور اکثر اونٹوں کی خوش رفتاری پر نظر لگاتا لوگوں نے اس سے عرض کیا کہ آپ بھی اپنے اونٹ کی حفاظت فرما دیں آپ نے کہا کہ میرے اونٹ کو نظر نہیں لگا سکتا ہے۔ یہ خبر اسکو بھی دی گئی جب منزل پر اُترے اور لوگ کاموں میں مصروف ہوئے اور بزرگ موصوف قضاء حاجات کے لیے گئے تو وہ موذی جس سے مسلمانوں کی جان و مال کو اسقدر خطرہ تھا آیا اور اُس نے آپ کے اونٹ پر بدنظر چلائی حتی کہ اونٹ گر گیا اور لوٹنے لگا وہ وہاں سے چلا گیا۔ جب آپ واپس ہوئے تو دیکھا اور لوگوں نے کہا کہ ہم آپ سے کہتے تھے آپ نے وضو کیا اور اونٹ پر دعا پڑھ کر پھونکی ادھر تو اونٹ اُٹھا اور اُدھر اُس موذی کی آنکھیں نکل پڑیں اور ہمیشہ کے لیے لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ یہ بھی سفر السعادت میں مفصل مع دعا کے نقل کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ صدق ایمان و پاکیزگی اور پرہیزگاری کو جناب باری تعالے میں دعا و التجا کا دخل زیادہ ہے لیکن پھر بھی جو شخص مضطرب حالت میں دعا کرتا ہے اللہ تعالے اُس کی دعا کو قبول فرماتا ہے خصوصاً مظلوم کہ اگرچہ کافر ہو دعا قبول کیجاتی ہے اور سب تدابیر ظاہر احکام کی پابندی ہے اور جو کچھ اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے وہ ضرور واقع ہوتا ہے لہذا حضرت یعقوبؑ نے کہا۔ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اور میں بے پروا نہیں کر سکتا تم سے اللہ تعالے کی جانب سے کوئی چیز یعنے میں ثبوت دہ تدبیر سے یہ اختیار نہیں رکھتا کہ جو امر کہ اللہ تعالے نے تمہارے حق میں چاہا اس میں سے کچھ تدبیر سے ٹال دوں کیونکہ احتیاط کرنے سے مقدر ہٹا نہیں سکتے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم نہیں ہے مگر اللہ تعالے کے واسطے پس اگر اُسنے مقدر کیا کہ تمکو کوئی مکروہ پہنچے تو لامحالہ پہنچیگا اور یہ تدبیر کچھ نفع نہ دیگی۔ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے توکل کیا۔ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور اسی پر چاہیے کہ توکل کرنے والے بھروسا کریں۔ یہ مقام صریح ہے کہ تدبیر کرنا توکل کے منافی نہیں ہوتا ہے بلکہ توکل تو نیک نیت ہے کہ اللہ تعالے ہی پورا کرنے والا ہے اور تدبیر پر نظر نہیں ہے پس جس شخص نے تدبیر سے گریز کیا اُس کو بھی وہی پہنچیگا

جو اللہ تعالے نے مقدر کیا ہی لیکن گناہ کی سزا بھی دیجاویگی کہ اُنے عالم اسباب مین حق تعہ کے طریقۂ امتحان کی پابندی چھوڑ دی اور صریح احادیث صحیحہ اسپر دلالت کرتی ہین کہ جو شخص دنیا مین نیک کام کرتا ہی اور مخلوق کو راحت و آرام پہونچاتا ہی اور حق تعہ کی عبادت کرتا ہی اگر وہ اپنی نیکیون کے عوض مین بڑا حصہ دنیا کی آسائش طلب کرے تو اُسکو بہین ملیگا و لیکن اکثر نیکوکار اپنا ثواب آخرت مین چاہتے ہین ا سپر بھی اللہ تعہ فضل سے انکو دنیا مین بھی وسعت دیتا ہی اور آخرت مین بھی انکا پورا ثواب ہی۔ واضح ہو کہ شیطان اور جو چیزین کروہ کہ اسکے ساتھ لاحق ہین جیسے ہوام سانپ بچھو اور نظر بد وغیرہ انسے مومنین کو زیادہ پریشانی رہتی ہی بہ نسبت کافرون و منافقون کے کیونکہ کافرون و منافقون سے شیطان کو خوشی ہے تو انکے آزار کی راہ ڈھونڈھنے کی اُسکو ضرورت نہین ہی پس اگر شیطان قدرت پاتا تو کوئی کافر بیمار ہونے دیتا تاکہ وقت مصیبت مین وہ اللہ تعالے کیطرف رجوع نہ کرے پس اللہ تعالے وحدہ لاشریک قادر قیوم ہی مومنین کو اُسی پر توکل کرنا چاہیے اور استواری مین انکے لیے ثواب عظیم ہے۔ واضح ہو کہ یہ کلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے دو بڑی احتیاط و فائدے کو متضمن ہے اول جب چشم بد سے پرہیز کا ذکر کیا تو ایک حق بات بیان کی و لیکن عام فہم مین یہ وہم ہوا کہ پرہیز و تدبیر سے مقدر تبدیل ہو جاتا ہی تو اُسکو قطعی دفع کیا بقولہ و ما اغنی عنکم من اللہ من شئ۔ اور یہ جو بیان کیا کہ چشم بد ٹھیک ہی تو یہ بھی مقدر ہے حتی کہ جہان مقدر نہو کچھ اثر نہوگا اور یہ ہماری شرع مین بھی وارد ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا صحیحین مین حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العین حق۔ کہ چشم بد ٹھیک ہی اور امام احمد کی ایک روایت مین یہ زیادہ ہی کہ یحضرہا الشیطان و حسد ابن آدم یعنی بد نظر کے ساتھ شیطان و حسد آدمی کا ملا ہوا ہوتا ہی اور امام مسلم کی صحیح مین ایک روایت اسطرح ہی کہ العین حق و لو کان شئی سابق القدر لسبقۃ العین۔ یعنے چشم بد ٹھیک ہی اور اگر کوئی چیز ایسی ہوتی کہ قدر سے سبقت لیجاتی تو چشم بد ہی سبقت کرتی اور ایک روایت مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ چشم بد داخل کر دیتی ہی اونٹ کو ہانڈی مین اور آدمی کو قبر مین یعنی اس کمبخت کے اثر سے اونٹ مرجاتا ہی جسکو اسکے مالک مرتا دیکھکر حلال کر کے پکاتے ہین اور آدمی مرجاتا ہی تو اسکو دفن کر دیتے ہین۔ یہان سے معلوم ہوا کہ جو حلال جانور چشم بد سے ہلاکت کو پہونچا نظر آوے اسکو ذبح کر کے کھانے مین کوئی ضرر نہین ہی واللہ اعلم۔ ایک روایت مین آنحضرت صلعم حضرات حسنین کو تعوذ فرماتے انی اعیذکما باعوذ کما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان و ہامۃ و عین لامۃ۔ اور فرماتے کہ یونہی حضرت ابراہیم بھی اسمٰعیل و اسحاق کو تعویذ پڑھتے تھے یہ روایت صحاح و سنن مین ہی۔ عبادہ بن الصامت رضہ سے روایت ہی کہ مین چڑھتے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عیادت کو گیا تو مین نے دیکھا کہ آپ پر بیماری کی تکلیف شدید ہی پھر آخر دن مین گیا تو مین نے آپ پر افاقہ دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور رقیہ پڑھا کہ بسم اللہ ارقیک من کل شئی یوذیک من کل عین و حاسد اللہ یشفیک پس مجھے افاقہ ہو گیا اور یہ دعا صحیح وغیرہ مین ہی کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دم پر پڑھی ہی۔ ایک روایت مین ہی کہ حضرت جعفر بن ابیطالب جو جہاد روم مین شہید ہوئے تھے انکی اولاد گورے گورے بچہ تھے تو اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ انکو بہت جلد نظر بد لگتی ہے تو کیا مین اُنکے لیے رقیہ کرون بد نظر دور کرنے کے لیے تو آپ نے کہا کہ ہان۔ ایک روایت مین ہے کہ آنحضرت علیہ السلام حضرت ام المومنین ام سلمہ رضہ کے گھر گئے وہان ایک بچہ بیمار تھا تو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکو نظر لگ گئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم اس کے لیے رقیہ کیون نہین کرتے ہو یعنی جھاڑ پھونک سے نظر اُتارو۔ اور حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نظر لگانے والے کو حکم کرتے کہ وضو کرے پھر اسی پانی سے اس کو نہلاتے جسکو اس کی نظر لگی تھی اور تفصیل سے یہ طریقہ صحیح مسلم مین آیا ہی۔ یہ اسوقت ہی کہ نظر لگانے والا معلوم ہو اور اس زمانہ مین ایسے نیک لوگ نہین ہین جو اقرار کرین کہ ہماری نظر لگی ہی بلکہ سخت فساد کا احتمال ہی اسواسطے سوائے اسکے رقیہ وغیرہ سے علاج کرنا چاہیے اور بعض روایات مذکورہ مین دلالت ہی کہ نظر کبھی ایسے شخص کی لگ جاتی ہے جسکو حسد

وغیرہ نہو کہ شیطان ضرور حاضر ہوتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ اس مقام پر جمہور مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ مراد نظر بد سے پرہیز تھا اور یہی قول ابن عباس و مجاہد و قتادہ سے مروی ہے اور کثرت سے احادیث صحیحہ و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم صریح نصوص ہین ولیکن جماعت معتزلہ مین سے بعضون نے بلا حجت عقلی یا نقلی کے محض وہم پر بعید جانکر انکار کیا حالانکہ کچھ بھی بعد نہین ہے اسواسطے کہ نظر کے آثار آدمیون مین کسقدر مختلف موجود ہین کہ بعض کی نظر سے ہیبت اور بعض سے دلیری و خفت اور بعض سے محبت اور بعض سے عداوت طاری ہوتی ہے پھر جب اسکے ساتھ بعض دلائل طبیعیات ملائے جاوین تو آثار دیگر پر استدلال قائم ہوتا ہے اور اس زمانہ مین تو مسمریزم کا ظہور آنکھون سے معائنہ موجود ہے اور تعجب ہے کہ معتزلہ تو گئے گذرے اسوقت کے بعضے سفیہ عقل جو مہذب ہونے کے مدعی ہین شیطانی حرکات مسمریزم وغیرہ کو بنظر وقعت دیکھینگے اور اسلامی علوم پر تحقیر کی نگاہ ڈالینگے مگر یہ لوگ محض جاہل ہین انکا مبلغ علم یہ ہے کہ ان مین سے مدعی ذکاوت دعوے کرتا ہے کہ خط کی تعریف غلط ہے! دسوین شکل اقلیدس کیونکہ بنظر تعریف کے خط نقاط سے مرکب ہے پھر کیا ضرور ہے کہ خط کے نصف کرنے مین نقطہ پر مساوات واقع ہووے۔ اہل العلم مجھے معاف فرماوینگے کہ اس مدعی کے مہمل اعتراض کا سمجھنا میری عبارت سے مشکل ہوگیا مگر میرا مقصود یہ ہے کہ جو شخص خط کو نقاط سے مرکب خیال کرے اور عدم مقدار کی ترکیب سے خط مقدار بناوے اُس کی بیوقوفی مین کیا شک ہے۔ اسکو اتنا بھی نہین معلوم کہ جسم جوہری کے ساتھ کم عرضی سے ان رسوم مین بحث ہے پھر یہی لوگ ہین جو ان مدارک مین گفتگو کرنے کے لیے مہذب قرار دیے جاتے ہین پس تجھے لازم ہے کہ شرائع اسلام پر مضبوطی اختیار کر اور متقدمین اہل تقوی کی شان مین تعظیم کا گمان قوی کر اور سنت طریقہ پر قائم رہ والسلام بالجملہ ابو علی جبائی و ابو ہاشم وغیرہ بعض معتزلہ نے اپنی توہمات کے موافق نظر بد سے انکار کیا مگر بلا دلیل و حجت کے جیساکہ انکا دستور ہے کہ آیات و نصوص سے اپنی رائے کو مخالف دیکھکر انکار کرتے ہین اور یہیودہ روش تو زمخشری کی ہے کہ کشاف مین جہان دلیل شرعی کے مقابلہ مین کوئی قوت نہین پاتا تو ائمہ اہل تقوی و علماے سنت پر زبان درازیان کرتا ہے اللہ تعالے اُس سے تجاوز کرے اور واضح ہو کہ سراج وغیرہ سے مستفاد ہے کہ جاننا چاہیے کہ آدمی کو حکم کیا گیا ہے کہ اس عالم مین جو اسباب معتبر ہین انکے موافق کاربند ہو اور یہ بھی یقین رکھے کہ نتیجہ وہی نکلیگا جو اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے اور پرہیز و تدبیر سے امر مقدر ٹل نہین سکتا اور اگر پرہیز و تدبیر نہ کریگا تو خلاف حکم عمل کر کے عصیان و نافرمانی مین مبتلا ہوگا مثلاً زہر کھانے و مضر غذائین کھانے سے پرہیز کرے ورنہ حرام موت مریگا اور اگر باوجود پرہیز کے عام وبا مین ہلاک ہوا تو مقدر سے مرا اور ثواب پاویگا پھر یہ پرہیز و حذر بقدر امکان اس طریقہ سے ہو جو شرع نے مقرر کیا ہے اور حواس کا استعمال شاہد ہے حتی کہ کسی بت کے سامنے التجا کرنے سے بچاؤ کا دفعیہ شرک و معصیت ہے پرہیز نہین ہے ان بعض اسباب خفی سے شارع نے آگاہ کر دیا ہے جبکہ عموماً خواص مستقل نہین ہین اگرچہ عام علوم کے نزدیک انکے صحیح ہونے مین کچھ تامل نہین اسی مین سے نظر بد کا اثر ہے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس سے خاصکر آگاہ کر دیا پھر چونکہ نتیجہ کی نظر مقدر پر منحصر ہے تو قولہ ما اغنی عنکم من اللہ من شئ سے یہ اعتقاد راسخ کر دیا فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے فاللہ خیر حافظا وہو ارحم الراحمین یعقوب علیہ السلام نے آئینہ امتحان مین دیکھا کہ بنیامین بغیر اختیار کے اُنسے جدا کیا جاویگا پس اسباب سے نظر ہٹا کر مسبب الاسباب کی طرف نظر رکھی اور اسی سے حفظ و عنایت و رعایت کے خواستگار ہوئے کسی مخلوق سے اعتماد نہ کیا۔ اور اشارہ اس مین یہ ہے کہ بنیامین کے ساتھ یوسف علیہ السلام کو بھی واپس دیوے یعنی وہی دونون کا حافظ ہے اول وجہ اشارہ یہان دقیق ہے اور مبنی اس امر پر ہے کہ ابتدا مین تعبیر خواب سے انکو متوقع ملاکہ بھائیون کے قول کی تکذیب کی اور جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام جدا کیے گئے زندہ ہین اور اب احساس کیا کہ بنیامین کی جدائی سے آسانی ہوگی یعنی دونون بحفظ الٰہی چھوڑ دونگا اور تصدیق اسکی قولہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا سے ظاہر ہے اور ارحم الراحمین سے اشارہ ہے کہ وہ ارحمت

Marfat.com

خوشبوے پیراہن یوسفی پہونچاوے اور نظر گم شدہ پھیر لاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ قمیص سے بینائی واپس آجانے مین زمخشری وغیرہ اہل ہوا وہوس کی رائے گم ہو جاتی ہی کہ اس مین کیا تاثیر دی گئی اور جب یہان حق تعالے کی طرف سے اظہار قدرت ہے تو نظر چشم مین کیون آنکھین چوندھیاتی ہین فافہم۔ بعض نے کہا کہ اول حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکے حفظ کا تجربہ کرکے گم کیا اس مرتبہ حافظ حقیقی کے سپرد کرکے دونون کو پایا قولہ ولما فتحوا متاعہم الآیۃ۔ بعض نے ذکر کیا کہ منجملہ حسن واخلاق کے تھا کہ ظاہر مین انکی متاع انکو واپس نہ دین بلکہ خفیہ واپس دین تاکہ روبرو بار منت سے پست وشرمندہ نہون۔ اور جب یوسف علیہ السلام نے ان کی متاع کے لیے خزائن مین مصرف خراج وغیرہ کا ٹھکانا نہ پایا بلکہ مصرف فقرا ومساکین کے خزانہ مین جگہ دیکھی یعنے بحسب شرع حق تو وہ مال درپردہ انھین کو واپس دیا۔ اقول حدیث مین سات قسم کے لوگ جو سایہ حق عز وجل مین ہونگے ایک وہ بھی ہے جس نے اللہ تعالے کی راہ مین اسطرح دیا کہ بائین ہاتھ کو خبر نہ ہوئی۔ قال الشیخ رح اور اسکے اشارات مین سے دقیق یہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل کی معرفت سے جو کچھ اولین وآخرین نے پایا وہ دیدار اکبر کے وقت ایک ذرہ سے کمتر ہوگا تو اپنی کبریائی سے محتاجین کو ان کی متاع حقیر واپس فرماویگا اور فضل ورحمت سے انکی دستگیری کریگا کیونکہ او تعالے جلشانہ ہر کسی کے ادراک سے پاک ہی کوئی اسکی صفات پاک واسرار سے مطلع نہین ہوسکتا اور ہر معرفت راجع بخلق ہی پس جملہ عبودیت انھین کو واپس ملیگی کیونکہ وہ اُس کی کبریائی کے لائق نہین ہی پھر اپنے فضل وکرم سے انکو تونگر فرماویگا۔ اور دلیل صریح اسپر قولہ علیہ السلام لم ینج احدکم عملہ قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کی تفسیر بکرر مقامات سابقہ مین گذر چکی ہی بعض نے کہا کہ خلق کے جملہ اعمال وافعال سب انھین کو واپس دیے جاتے ہین جو انھون نے اپنی ذات کے لیے کیے ہین پھر جو کرامات انکو پہونچینگی وہ اکرام وفضل ہے نہ مزدوری ہان بحکم قولہ یؤت کل ذی فضل فضلہ ہر ایک شخص حاضر عبودیت قابل عنایت ہی اگرچہ او تعالے ہر ذی فضل کو پہچانتا ہی۔ واللہ اعلم۔ قولہ فلما اتوہ موثقہم قال اللہ علی ما نقول وکیل۔ مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالے کو شاہد کرنا صدق پر صحیح ہی اور عظمت کبریائی کی انتہا اشد سب سے اعلی ولیکن اگر کذب ہو تو کفر ہی اور عارف مطلع اسرار بھی کاذب سے ایسی شہادت لیکر اسکو کافر نہ بناویگا اسیواسطے علما نے کہا ہی کہ اللہ تعالے کو شاہد نہ کرے۔ شیخ رح نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندون کی نیت دربارہ بنیامین کے سچی دیکھی کہ در حقیقت یہی چاہتے ہین کہ حفاظت کرین اور واپس لاوین اور امور نبوت صورت واقعہ آیندہ بھی دیکھی کہ مقدر کے دفعیہ سے یہ لوگ عاجز ہونگے تو اللہ تعالے کو مطلع غیب قرار دیا یعنی وہ ہمارے تمھارے ارادہ پر منحصر نہین ہی بلکہ حق تعالے مختار ہی جو وہ چاہیگا وہی واقع ہوگا پس وہی وکیل ہی کہ ہم لوگون کی نیت کو پورا کرکے وکالت فرماوے اور حفاظت سے واپس عطا کرے۔ بعض نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکی حفظ پر قضیہ سابقہ کی وجہ سے اعتماد نہ کیا کیونکہ معلوم ہوگیا کہ ہنوز انکے عہد و میثاق کا محل یعنی حواس معلول ہی کہ کبھی اپنے نفس کی رائے پر جھک جاتے ہین لہذا اللہ تعالے کی حفظ ووکالت پر سپرد کیا اور انکے قول پر اللہ تعالے کے وکیل کرنے سے اصلی غرض یہ ہی کہ وہ محافظت فرماوے کہ تمکو تمھاری خواہش ورائے پر نہ چھوڑے اور تمھارے دین کو کجی کی طرف مڑجانے سے بچاوے۔ پھر انکو علم وعقل کے اسباب سمجھائے اور انکے استعمال کا طریقہ بتلایا اس امید پر کہ ظاہر تقدیر مین کوئی خفی امر ایسا مقدر ہو کہ اس علم سے محو واثبات مقدور ہو کما فی قولہ تعالے یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت الآیۃ۔ تو کہا کہ قولہ یا بنی لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقۃ۔ مترجم کہتا ہی کہ قولہ یمحوا اللہ ما یشاء کی تفسیر مین مذاہب واقوال سابق مین گذر چکے اور جمہور سلف وخلف سے یہی متواتر ہی کہ جملہ امور سابق ازل مین مقدر ہو چکے ہین اور یہی مذہب اہل السنۃ وجماعت کا ہی اور صریح نصوص سے یہی ثابت ہی اور متاخرین مین شیخ شوکانی وغیرہ نے جو تحقیق لکھی میرے نزدیک اسکا حاصل بھی یہی ہی ولیکن اسکے بعض متبعین نے فہم مین کچھ اضطراب وتزلزل اٹھایا واللہ یغفرلی ولہ۔ ہان اسقدر مجھے قطعی نصیحت کرنا منظور ہی کہ عوام مین یہ مسئلہ پیش نہ کیا جاوے

اور خواص اس مین خوض نہ کرین کیونکہ تقدیر کا بھید خاص حکمت آلہیہ ہے وہ حکمت وعلم صفت آلہی ہے اور جب صفت آلہی سبحانہ تعالیٰ فہم و ادراک سے باہر ہے تو لیونکر اسکے علم کا احاطہ ممکن ہوگا پھر کیونکر تقدیر کا بھید سمجھ مین آویگا لہذا جسطرح کہ ذات وصفات باری تعالیٰ پر ایمان و تصدیق کے سوائے چون وچرا کے واسطے مجال نہین ہے اسی طرح تقدیر کا علم بھی قطعی ایمان بالغیب ہے جو اسپر ایمان نہ لاوے کافر ہو جائیگا۔ نعوذ باللہ من وساوس الشیطان شیخ رحمہ نے کہا کہ چشم بد سے خوف کر کے یہ طریقہ بتلایا ولیکن جسطرح مقربین کا دستور ہے کہ خالص توحید مین ادب کا لحاظ رکھتے ہین حضرت پیغمبر برحق یعقوب علیہ السلام نے بھی ساتھ ہی غیرت قدم کا خوف کیا کہ مقدور کے مقابلہ مین بے ادبی شمار نہو اور انتظار کرنا چاہیے سابق رضا کا غضب پر کما قال سبقت رحمتی علی غضبی۔ لہذا طریقہ علم استعمال کرنے کے بعد ہی فوراً استدراک کر دیا بقولہ وما اغنی عنکم من اللہ من شیٔ یعنی میری تدبیر و عقل وعلم واحتیاط کسی کو کچھ مجال نہین ہے کہ جو امر تمھارے حق مین سابق ہوا ہو اسکو تم سے دور رکھے حتی کہ اگر مقدر ہو چکا کہ تم کو کسی قسم کا مکروہ امر پیش آویگا تو میری اس تدبیر سے کچھ نہوگا وہ ضرور تم کو پیش آویگا پس مین اُسی مقدور پر راضی ہون جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پسند واختیار سے مقدر فرمایا ہے اور اس کی تصدیق ہے قولہ ان الحکم الا للہ جو اُس نے چاہا وہی ہوگا جسطرح چاہا اسیطرح ہوگا آخر اپنے واسطے کسی طرح کے پرہیز کرنے و استعمال عقل وعلم کی قوت ہو سب سے بریت کی بقولہ علیہ توکلت وعلیہ فلیتوکل المتوکلون ۔ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ تقدیر دیکھکر تدبیر دور کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ قلب کی نظر جسوقت تقدیر کی جانب ہے تو یہ خیال نہ کرے کہ اس تدبیر کا یہ نتیجہ ضرور واقع ہوگا بلکہ تدبیر واسکا نتیجہ دونون قلب سے محو ہون۔ اور یہ مراد نہین ہے کہ تدبیر نہ کرے اس لیے کہ یہان خود جسکا قول ہے اُس نے تدبیر کا استعمال کیا ہے اور یہ بھی مراد نہین ہے کہ تقدیر دیکھنے کے وقت پھر تدبیر نہ کرے سوا سطے کہ تقدیر کا علم حق سبحانہ تعالیٰ کو ہے اُس سے وہی واقف ہو سکتا ہے جسکو آگاہ فرمادیا ہو پھر بھی اسپر تدبیر یعنے حواس وعقل کا عالم اسباب مین کام مین لگانا لازم ہے کیا نہین دیکھتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ اسلام تمام جہان مین پھیل جاویگا حتی کہ برابر قریش و یہود و نصاریٰ کو سمجھایا کہ دین توحید عنقریب اپنے آفتاب سے تمام جہان کو روشن کر دیگا تم میری اتباع کرو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو غزوۂ خندق کی سخت مصیبت وتکلیف کے وقت بشارت دی کہ تم روم کے اور فارس کے مالک ہو جاؤ گے اور یہ وہ اقوال ہین کہ مومنین وکفار سب ان معجزات کا اقرار کرتے ہین پھر دیکھو کسطرح برابر تعلیم وتلقین وجہاد میں حسن تدبیر کو کام مین لائے اور نکتہ یہ ہے کہ جن افعال کو تم تدبیر کہتے ہو وہ ایمان والے کی عبادات ہین جیسا کہ مین نے مقدمہ فتاوے ہندیہ مین تحقیق وتفصیل سے لکھدیا اور قولہ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ الآیۃ کی تفسیر مین لکھا ہے حتی کہ جو کوئی اسکی تفسیر سمجھ گیا اُس نے تمام دین سمجھ لیا پس مومن کا ہر فعل ثواب ہے تو تدبیر ثواب ہے پھر تدبیر نہ کرنا ثواب وعبادات سے مہجور رہنا ہوگا اور جو ایمان نہ لایا اسکی تدبیر وجملہ حرکات وافعال سب باطل ہین تو اسکا بیٹھ رہنا اور نہ بیٹھنا دونون خراب ہین صرف بیٹھ رہنے سے وہ دنیا مین بھی خراب ہوگا ورنہ بیٹھ رہنے سے فقط دین مین خراب رہا اور دنیا مین نتیجہ وہی نکلیگا جو مقدر ہے علاوہ اسکے شیخ نے جو کہا کہ تقدیر دیکھکر تدبیر سے باز رہنا اگر اُسکے یہ معنے نہون جو مذکور ہوئے تو تقدیر دیکھنا کیونکر ممکن ہے اسی واسطے کہا گیا کہ تقدیر سے لپٹنا بے ادبی ہے جیسے یہ کہنا کہ ہم جنتی ہین تو جنت پاوینگے نماز و روزہ سے کچھ فائدہ نہین ہے۔ حالانکہ یہ بے ادبی وجہالت ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ قریش کو ایمان لانے کی تکلیف دی گئی حالانکہ ابو لہب وابو جہل وانکے مانند وہ ہین کہ قولہ انذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون۔ وہ کبھی ایمان لانے والے نہ تھے ولیکن مقدر پر مدار نہین رکھا گیا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب شیخ رحمہ نے کہا کہ آیت مین اشارہ باطن ہے۔ اقول یعنی تمام کلام باری تعالیٰ جو بظاہر قصہ موسیٰ وفرعون معلوم ہوتا ہے قلب اور نفس ودنیا ان کا مجادلہ ہے اور جو قصہ یوسف معلوم ہوتا ہے یعنی قلب واسکے دشمنون ومصائب آلام کا ہجوم وآخر وصول بدرجہ تمکین اور تقرب بارگاہ رب العالمین اور بادشاہت دار آخرت ہے ولیکن ایسے طور پر قدرتی کلام قادر مطلق کا ہے کہ سر کی آنکھون والا اپنی استعداد کے موافق سمجھکر صلاحیت واخلاق پاکیزہ

پیدا کرتا ہی اور حواس باطن کی آنکھون والانفس و شیطان کے وساوس جو باطن کو خراب کرتے ہین انکو راہ پر لاکر اخلاق کریمہ سے آراستہ ہوتا ہے اور قلب کی آنکھون والا اسرار معانی صفات و معرفت نفس سے تقرب کے درجہ پر فائز ہوتا ہے واللہ تعالے ولی التوفیق جب یہ بات سمجھ مین آگئی تو تجھے پروا نہین ہے کہ نفس کو مجادلہ پر آمادہ کرے اور نفس تجھ کو غرہ مین ڈالے کہ علم وہی ہے جو ہم عالم علامہ (منطقی ہو کر جانتے ہین - اللہ) اللہ فوق کل ذی علم علیم برکات سے محروم نہ رہنا چاہیے اور غور سے سننا چاہیے کہ اشارہ شیخ رح نے یہ ذکر کیا کہ قول حضرت یعقوب یا بنی لاتدخلوا من باب واحد تا آخر آیات تعلیم سر باطنی ہے کہ جب تم نے اپنی حقیر بضاعت لیکر درگاہ بادشاہ حقیقی کا قصد کیا اور چاہا کہ عبادت کے سرمایہ سے غذائے روح مشاہدۂ پاک حاصل کرین اور تم نے قلوب و ارواح و عقول و اسرار سے راہ حق عز وجل طے کرنا چاہا تو تم کو نہ چاہیے کہ ایک ہی دروازہ سے قصد کرو یعنی صفات نفس مین سے ایک ہی صفت کو جناب باری تعالے کی قبولیت کے واسطے مقصور نہ کرو مثلاً صفت رحم یا علم یا کرم کسی ایک پر اقتصار مت کرو ظاہر ہے کہ نفس ان مین سے ایک ہی صفت سے پاکیزہ نہ ہو جائیگا حتی کہ جو شخص تارک صوم و صلوۃ و بخیل ہو وہ عالم ہونے سے کچھ مستفید نہ ہوگا جب تک کہ جملہ صفات نفس کو درجۂ اعتدال و آراستگی پر نہ لاوے تو تم کو چاہیے کہ صفات باری تعالے عز اسمہ کی راہین اختیار کرو وادخلوا من ابواب متفرقہ تاکہ تم حاسد یعنی دشمن شیطان کی نظرون سے محفوظ رہو اور صفات پاک کی معرفت سے درجہ توحید پر فائز ہو کیونکہ جس نے اسکو ایک صفت سے پہچانا تو اُس نے جملہ صفات کمالیہ و اوصاف قدم و ازل سے نہ پہچانا اقول بلکہ ایک صفت سے ایسا شخص پہچان ہی نہین سکتا ہی کیونکہ معرفت دینا فعل خالق عز وجل ہی نہ اختیار مخلوق لقولہ تعالے وما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ نظیر اسکی یہ ہی کہ ایک کتاب جسکو یاد ہو وہ علم والا نہین ہی اور جو جیسا بچا سکتا ہو وہ یاد بچی نہین ہی اور مانند اسکے بہت نظائر ہین یون ہی عارف جملہ آداب شرع پر عامل ہو کر باطن کا محافظ ہوتا ہی اور تکلیف اٹھاتا ہی کیونکہ ہر طرف سے وہ اپنے آپ کو قید مین رکھتا ہی کہ شیطانی خطرات اور فراخی خواہشات نفس کی جانب سے نہ آئے پاوین یہانتک کہ ایک عرصہ مین اسکو قید سے رہائی ہو جاتی ہی پھر نفس اسکا امارہ نہین لامہ مطمئنہ ہی اور شیطان بوجہ ذکر قلب کے دور بھاگتا ہی اور صحیح ہوا کہ جس قلب مین یاد حق نہو وہان شیطان دخل کرتا ہی پھر جب یاد آئی تو ہٹ جاتا ہی بترجم کہتا ہی کہ دخل شیطان کا خلاصہ یہ ہی کہ جہان یاد حق عز وجل ہو وہان نہین ٹھہر سکتا ہی پھر واضح رہے کہ حق عز وجل جن صفات کمال و اوصاف جلال و کبریائی و عظمت سے وحدہ لاشریک ہی اسطرح اسپر ایمان ہو تو ایسے شخص کا یہ حال ہوگا کہ جب ہی غافل ہوا فوراً شیطان نے دخل کیا پھر یاد آئی اور وہ بھاگا۔ انھین غفلت کی اوقات مین وہ تمام سرمایہ چرالیجاتا ہی ؎ گربہ موش در زد درانبان ماست پنج من عمر چہل سالہ کجاست:: اور رہا وہ شخص جو اللہ تعالے کا اقرار کرتا ہے مگر اسطرح کہ حضرت عیسی اسکا اکلوتا بیٹا ہی یا عزیر اسکا بیٹا ہے اور مانند اسکے نعوذ باللہ تعالے وہ عیوب جن سے پاک پروردگار تعالے پاک ہی تو اُس نے کبھی اللہ تعالے کو یاد نہین کیا بلکہ اپنے زعم مین ایک خدا بنایا جسکا بیٹا ہو اور یہ حضرت خالق رازق جل شانہ پر کبھی نعوذ باللہ تعالے صادق نہین تو کبھی اُس نے اللہ تعالے کو نہ مانا کما یفصح عنہ قولہ تعالے قاتلوا الذین لا یومنون باللہ الآیۃ دیکھو کیسے یہود و نصارے کو صاف کہدیا کہ اللہ تعالے پر ایمان نہین لائے ہین پس انکے دل سے کسی وقت اسکا قابو دور نہین ہوتا ہے۔ پھر مومن کو مدت تک قید مین رہنا اسواسطے ہی کہ اللہ تعالے نے صاف فرمادیا کہ وہ ایسی راہون سے آتا ہی کہ تم نہین دیکھ سکتے ہو تو اُسکے ہر راہ بند کرکے سب طرف سے مقید بیٹھتا ہی اور جملہ راہین اسکی نفس کے وسیع میدان مین ہو کر آتی ہین اور خواہش کے کھلے راستہ مین ولقد قال الدنیا سجن المومن[1] اور فرمایا زین للناس حب الشہوات[2] یعنی سے کہا گیا کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ[3] ولقد قال حفت الجنۃ بالمکارہ[4] اور خلاصہ اس قید کا نہایت آسان مختصر قلعہ شرع ہی کہ ظاہر و باطن اسکی محافظت کرے ولیکن افسوس ہی کہ اس زمانہ مین خواص علماء کی یہ کیفیت ہی کہ ظاہری

[1] اور البتہ کہا کہ دنیا مومن کیلیے جیلخانہ ہے یعنی اُن نعمتون کے مقابلہ مین جو اسکو جنت مین ملینگے اگرچہ دنیا مین اسکو ہر قسم کی نعمتین ملین مگر ان جنتی نعمتون کے مقابلہ مین مثل قیدخانہ کے ہوگی ۱۲ جعفر علی مصحح [2] زینت دی گئی آدمیون کے لیے خواہشات کا چاہنا ۱۲ [3] دنیا کی محبت سب خطاؤن کی سردار ہے ۱۲ [4] گھیری گئی جنت مکروہات سے ۱۲ سید جعفر علی مصحح

صورت بتانا اور ظاہری اعمال کو شرع سمجھتے ہیں تو عوام کا کیا ذکر ہے ولقد قال علیہ السلام لا یومن احدکم حتی یکون ہواہ تبعًا لما جئت به۔ یعنی تم میں سے کوئی مومن نہوگا یہانتک کہ اسکی خواہش تابع اس چیز کے ہو جاوے جو میں لایا ہوں یعنی خواہش کو قرآن و حدیث کے تابع کردے اللھم اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم پھر شیخ رہ نے لکھا کہ امام جعفر رہ نے کہا کہ اول کلام میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسے طور پر کہا گویا کچھ سہو طاری ہے کہ اعتماد انکے حیلے و قوت پر نسیان ہوا اور اس سے کہ قضاء الٰہی تدبیر پر غالب ہوتی ہے چنانچہ کہا کہ لاتدخلوا من باب واحد پھر جلد استدراک کیا بمساعدت توفیق بقولہ ما اغنی عنکم من اللہ الآیہ۔ شیخ ابن عطار رہ نے کہا کہ جو کوئی اپنی ذات سے کچھ دور نہ کر سکے وہ غیر سے کیا ٹال سکتا ہے اور جو اپنی ذات کے واسطے کفایت نہ کر سکے وہ غیر کے واسطے کیا کافی ہوگا اقول یعنی قولہ ما اغنی عنکم کے متعلق ابن عطار رہ نے اشارہ کیا کہ بیٹوں سے قضاء مقدر کب ٹال سکتے تھے خود اپنے اوپر جو کچھ بیتا اسکو کب ٹال سکے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حق عزوجل تمام مخلوقات میں نرالا وحدہ لاشریک لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر۔ تصرف و تدبیر فرماتا ہے کما قال تعالےٰ یدبر الامر من السماء الی الارض۔ پس وہی خاص بندوں کو بزرگی و قرب و منزلت عطا فرماتا ہے اور وہی انکو وحی و مشاہدات سے سرفراز کرتا ہے اور وہی انکے اوپر خاص انعام فرماتا ہے اور جب وے ایک اشارہ سے ایک سلطنت کا تختہ لوٹ دیتے ہیں تو وہی کرتا ہے اور جب ایک لشکر جرار کو ایک مٹھی خاک سے تباہ کرتے ہیں تو وہی کرتا ہے الا تری الیٰ قولہ تعالیٰ ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ اور اسی کو مولوی روم نے نظم کیا بقولہ اولیاء را ہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز گردانند ز راہ یعنی ظہور آثار قدرت کے واسطے انہیں خالص بندوں کی ذات سرفراز ہوئی ہے مگر یہ قطعی یاد رہے کہ انکی خود خواہش کچھ بھی نہیں ہوتی ہے یعنی انہیں کمال تو یہی دیا گیا کہ خواہش جو راستہ شیطان کا تھا بالکل مسدود کر دیا گیا پس وہاں فقط خواہش حق عزوجل ہوتی ہے حتی کہ سرور کائنات مفخر موجودات سید انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم اجمعین نے واقعہ بدر میں مٹھی خاک سے فوج جرار کو تباہ کر دیا اور احد میں اس کی خواہش نہ کی یہانتک کہ دندان مبارک شہید ہوا اور زخم اٹھایا پس خود نہ وہ کسی سے بلا دور کرنے کی خواہش کریں نہ دور ہوتی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فراق یوسف کا یہ صدمہ اٹھایا مگر خواہش کہاں تھی اور یہ مقام عوام کی سمجھ سے دور ہے مگر آنکہ اللہ تعالےٰ جنتی بندے کو ٹھیک سمجھ دیدیتا ہے واللہ تعالےٰ ولی التوفیق شیخ حسین رہ نے کہا کہ سچا توکل یہ ہے کہ اسباب کو اس عالم سبب میں استعمال کرے اسطرح کہ اختیار ترک کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ حواس و عقل جنکو اللہ تعالےٰ نے اسطرح پیدا کیا ہے کہ وہ خود ہی ہر کام کے لیے راہ و طریقہ بتلاتے ہیں ان میں انسان کا کچھ اختیار نہیں ہے اور دوسرے شخص کے حواس دوسرا راستہ اسی مقصد کے لیے بتلاتے ہیں بلکہ خود کبھی آدمی کے حواس دو تین طریقہ بتلاتے ہیں تو آدمی کو چاہیے کہ حواس کے موافق اسطرح کام کرے جیسے سامان اللہ تعالےٰ نے مہیا کر دیے ہیں اور یوں نہ کرے کہ مجھے ایسا ہونا مختار و پسند ہے تاکہ میں اس سے یہ فائدہ حاصل کرونگا کیونکہ یہ اختیار کرنا کبھی وبال ہو جاتا ہے مثال اسکی اسی قصہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قول کہ رب السجن احب الیّ مما یدعوننی الیہ۔ یعنی جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں اس سے مجھے قیدخانہ پسند ہے میں اسکو اختیار کرتا ہوں حالانکہ شاید دوسرے انبیاء یا سرور انبیاء علیہم السلام کے نزدیک یہ ہوتا کہ اے رب میرے میں تجھ سے سلامتی چاہتا ہوں جس میں تیری رضامندی ہو یعنی یہاں نہیں جسطرح ہو مجھے تیری رضامندی منظور ہے۔ اور شاید کہ یہ مراد ہو کہ سبب کو استعمال کرے اسطرح کہ مخلوقات الٰہی حواس و اعضاء وغیرہ بحکم الٰہی اسکے پیدا کیے ہوئے عالم میں اسکی مشیت کے راستہ پر اسی کی قوت سے چلتے ہیں تاکہ نتیجہ وہ پیدا ہو جو اس نے ارادہ کیا ہے پس درحقیقت تو ہر کافر و مسلم و مومن کے ساتھ یہی جاری ہے خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے سوائے اسکے کہ توکل فعل بندہ ہے تو اس میں اسکی نیت پر مدار ہوا واللہ تعالےٰ اعلم۔ واسطی رہ نے کہا کہ توکل صبر کرنا ان تجلیوں پر جو امتحان و مشقت کے بادلوں سے چکاچوند ڈالیں۔ اقول شاید کہ توکل کے ساتھ استقامت و ثبات و قرار و شرع کی پابندی و

رضا لازم وملزوم ہین پس ایک مرد جسپر حقوق عیال واجب ہین جہان سے اللہ تعالے اپنے فضل سے آسان فرماوے رزق تلاش کرے اور
انہین کی کفایت یا آسانی کے قدر کوشش اٹھاوے نہ زائد کہ وہ حرص ہے پس شرع کے حقوق کی نیت سے یہ کام کرے اسی قدر کہ شرع
اجازت دے اور جو حاصل ہو اس کو شکر واحسان کے ساتھ رضامند ہو کر لیوے فافہم۔ استاد رح نے کہا کہ قولہ ادخلوا من ابواب متفرقۃ۔ سے
شاید یہ مراد ہو کہ ان مین سے کسی کی نظر یوسف پر پڑے اگر دوسرے نے نہ دیکھا ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ تو اس فرض پر ہوگا کہ یوسف مصر مین ہین اور مجموعہ
کی صورت مین یہ زیادہ مفید ہو کہ ایک نہ پہچانے دوسرا پہچانے یا مترجم نہین سمجھا کہ تو کہ یحتمل ان یکون اراد متفرقہم فی الدخول لعل واحدا
منہم یقع بصرہ علی یوسف ان لم یرہ الآخر انتہی بلفظہ کے کیا معنے ہین۔ اور شاید کہ اصل مین یہ ماخوذ اس قول سے ہے جو ابن ابی حاتم نے ابراہیم
نخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ حضرت یعقوب ع کو یہ معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام عنقریب ان دروازون مین سے کسی مین بھائیون سے ملاقی ہونگے
کذا ذکرہ الامام ابن کثیر۔ اور بعض نے امام نخعی رح سے یون ذکر کیا کہ انکو معلوم تھا کہ بادشاہ مصر میرا بیٹا یوسف ع ہے تو چاہا کہ متفرق دروازہ
سے جانے مین بنیامین سے تنہائی مین ملاقی ہو۔ اور ظاہرا روایت بالا سے مراد یہی ہے اور کہا کہ حضرت یعقوب ع کو اجازت نہ تھی کہ اس بھید کو
ظاہر کرین مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء کو اکثر باتین ایسی معلوم ہوتی ہین جنکے ظاہر کرنے کی اجازت نہین ہوتی ہے خواہ قطعاً
چھپانے کی تاکید ہوتی ہے یا صریح بیان کی اجازت نہین ہوتی ہے اور باوجود اسکے ظاہری برتاؤ انکا ایسا ہوتا ہے گویا بالکل واقف نہین ہین۔ ایسی
بات ہے کہ مجھے اسکی تصدیق مین شبہہ نہین ہے اور اسی قبیل سے قصہ خلافت تھا جس سے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہی تھی حتی کہ صحیح
کی روایت مین سب خلفاء کا حال بیان کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت یہ بھی کہا کہ لا اراکم فاعلین مین نہین دیکھتا کہ تم ایسا کروگے
یعنی حضرت علی رضؓ کو خلیفہ کرنا مجھے معلوم نہین ہوتا اور یہ اظہار امر واقعی تھا اور مشہور تھا کہ انکی خلافت مین بسبب اسکے کہ فساد وجھگڑا مقدر ہے لہذا
اول دوسرے خلیفہ ہون کہ اسلام پھیل جاوے۔ اور اشارہ سے دوسری حدیث مین کہ امامت سے ابوبکر تاب نہ لا سکے کہ حضرت سرور عالم کی جگہ کھڑے
ہون اور سفارش کی گئی کہ دوسرے کو حکم دیا جاوے تو فرمایا کہ یابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر یعنی اللہ تعالے عزوجل مع مومنون کے انکار فرماتا ہے ہر
کسی کی امامت سے سوائے ابوبکر رض کے اور جیسے ابوہریرہ رضؓ نے کہا کہ لقطع ہذا البلعوم یعنی اگر مین ان علوم کو بیان کرون تو میرا یہ نرخرہ کاٹا جاوے اور جیسے حضرت
حذیفہ رض نے خلافت حضرت عثمان وفتنہ کا حال بطور راز کے کنایہ سے بیان کیا اور جیسے حضرت عمر رض بعد اپنے خلافت کا حال جانتے تھے مگر مشورہ پر چھوڑی
اور جب یہ اصل ممہد ہو گئی تو اس سے بہت سے مدارک جس سے عوام متردد ہوتے ہین منحل ہو گیے اور واضح ہو کہ جو کچھ وقائع اس قصہ مین حضرت
یوسف ع و یعقوب ع سے واقع ہوئے وہ باعلام واجازت الٰہی تھے ولیکن استعمال انہین ظاہری تدابیر وطریقہ نظام عالم کا ہوا ہے۔ جزم بہ فی الکشاف
ایضاً اور قول یعقوب اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ اور قولہ اذہبوا فتحسسوا من یوسف الآیہ۔ وقولہ لاجد ریح یوسف الآیہ سب اسکے واسطے شواہد صحیح واشارات قویہ
ہین فافہم واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ القصہ اسطرح عہد ومیثاق لیکر ناچاری بنیامین ع کو انکے ساتھ مصر کو روانہ کیا۔

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ

اور جب وے داخل ہوئے شہر مین اسطرح سے کہ جیسا انکو انکے باپ نے حکم کیا تھا۔ تو نہ تھا یہ طریق کہ دفع کرتا انسے اللہ تعالیٰ کیطرف سے کسی چیز کو ولیکن ایک حاجت تھی یعقوب کے جی مین جسکو

قَضَاهَا ۚ وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ع ۱۱ ۲

اسنے پورا کیا اور بیشک جاننے والا تھا کیونکہ ہمنے اسکو سکھلایا تھا ولیکن بہتیرے لوگ ہین کہ نہین جانتے ہین۔

آل حضرت یعقوب دس بھائی جو پہلے گئے تھے اور اسکی مرتبہ بنیامین ع گیارھوین سمیت روانہ ہو کر مصر پہونچے اور اس شہر تک جہان حضرت

Marfat.com

یوسف ؑ تھے۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا اور جب سب داخل ہوئے مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ اس حیثیت سے یا اس طریق سے کہ جسکا انکو اپنے باپ
نے حکم دیا تھا یعنی شہر مین متفرق دروازون سے داخل ہون ایک ہی دروازہ سے نہ جاوین اسی طریقہ سے وہ متفرق دروازون سے
داخل ہوئے تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ۔ مَا كَانَ۔ نہ تھا یہ طریقہ تدبیر کا کہ يُغْنِيْ عَنْهُمْ بے پروا کرے اُنسے یعنی دفع کرے انکے اوپر
سے مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اللہ تعالےٰ کی جانب سے کسی چیز کو۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے جو امر ان کے حق مین مقدر کیا تھا اور جو مکروہات انکو پہونچنا
تقدیر مین جاری ہو چکے تھے ان مین سے کچھ بھی اس طریقہ سے انپر سے دور نہو سکتے تھے۔ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ۔ لیکن یہ ایک
حاجت تھی یعنی شفقت و رحمت تھی یعقوب کے جی مین قَضٰهَا کہ جسکو اُس نے پورا کیا یعنی وصیت و تاکید کر دی سو یہ بات پوری کر دی
گئی کہ وہ متفرق دروازون سے داخل ہوئے اس مین کوئی خلل نہین پڑا مگر اس سے کوئی مقدر بات ان سے دور نہ ہوئی حتی کہ چوری کا
الزام ان کی نسبت لگا یا گیا اور بنیامین کی رحل مین صاع پائے جانے سے وہ پکڑ کر لے لیے گیے اور یعقوب ؑ پر دونی مصیبت بڑھ گئی اور
سب بیٹے اس واقعہ سے اندوہناک ہو گئے اور بڑا بیٹا وہین پڑا رہا اور خود حضرت یعقوب ؑ نے کہدیا تھا کہ ما اغنی عنکم من اللہ من شی۔ پس
تدبیر سے تقدیر کچھ بھی دفع نہوئی اور نہ آنحضرت ؑ نے اس کا قصد کیا تھا بلکہ علم قضاء و قدر و علم اسباب دنیا و حکم پابندی طریقہ عالم اسباب سے
انھون نے اُسکو صاف کہدیا تھا۔ لہذا اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ اور بیشک وہ علم والا تھا۔ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ اس چیز کا جو
ہم نے اُس کو سکھلا دی۔ خواہ وحی سے یا استدلال آثار سے اسی وجہ سے اُس نے کہدیا تھا کہ ما اغنی عنکم الخ اور اپنی تدبیر پر کچھ غرہ نہین کیا یا
یہ معنی ہین کہ وہ بیشک علم والا تھا بسبب اسکے کہ ہم نے اُسکو تعلیم کر دیا تھا خواہ بطریق وحی یا بطریق استدلال وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لیکن بہتیرے
آدمی یعنی مشرک و کافر لوگ۔ لَا يَعْلَمُوْنَ نہین جانتے ہین تقدیر کا بھید پس تدبیر پر مغرور ہوتے ہین۔ یا۔ اکثر لوگ نہین جانتے ہین اس بھید کو
کہ یعقوب ؑ جانتا تھا پھر اُس نے عالم اسباب مین حکم و طریقہ الٰہیہ کی پابندی کی۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ اکثر الناس لا یعلمون۔ یعنی جو ہم نے تعلیم کیا
اس سے علم نہین پاتے کیونکہ فطرت سلیمہ پیدائشی کو بت پرستی و یہودیت و نصرانیت سے بگاڑ کر حظوظ نفس و شہوات دنیا کی طرف میل کر کے
خراب کر دیتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھید تو بہت سے مسلمان نہین جانتے ہین کیونکہ اسلام توحید و اعتقاد معرفت صفات باری تعالےٰ سے
اور اس سے غافل ہین بلکہ یہ بھید بہت سے قرآن و حدیث پڑھے ہوئے نہین سمجھتے ہین کیونکہ غرض ان کی ان علوم سے ہوس دنیا اور اپنی
ناموری ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ آنحضرت ؐ نے قرآن کی نسبت تاکید اور علم زائل ہو جانے سے تخویف فرمائی تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ ہم پڑھینگے اور اپنی اولاد کو پڑھا دینگے ضائع نہ ہوگا تو فرمایا کہ ارے مین تو تجھے اہل مدینہ مین سے فقیہ جانتا تھا بھلا یہ یہود و نصاریٰ
تجھے جنکے پاس توریت و انجیل تھی پھر انکو کچھ نفع دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ افسوس کہ اسوقت اسلام مین یہی کیفیت ہے کہ علماء فقط الفاظ کیطرف متوجہ ہو گئے
اور جیسے انھون نے باطن نفس کے عیوب سے غفلت کی تو اللہ تعالےٰ نے انکو قرآن پاک کے علم و حکمت و اصلی فقہ سے محروم کر دیا ایک خفیف
مثال یہ دیکھو کہ اتفاق فرض اور خیر خواہی فرض اور دلون مین نفاق باہم حرام اور ادنیٰ گناہ سے کسی کو اسلام سے خارج کرنا حرام و غیبت حرام ہے پھر
آمین بالجہر و رفع یدین پر یہ صورتین پیدا کر کے اسقدر فساد ہے اسی طرح علماء تقوی و تدین اپنا شعار رکھتے اور توحید کے معنے جانتے تو ہر ایک شرک سے جو اسوقت
بزرگ بندون کی طرف نسبت کر کے شیطان نے انکو دھوکا دیا ہے محفوظ رہتے اور اسلام خالص توحید کا نور بلند ہوتا و لکن امر اللہ قدر مقدور اللھم اغفر لنا
یہی ایک احسن القصص تمام مدارج کے لیے کافی ہے وفی العرائس قولہ وانہ لذو علم لما علمناہ الآیہ۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے ظاہر فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام
نے جو وصیت اپنی اولاد کو فرمائی تھی کہ اس تدبیر سے الابواب متفرقہ سے داخل ہون اور یہ بھی کہدیا تھا کہ مین مقدر الٰہی تیر سے کسی تدبیر سے دور

نہین کرسکتا ہون تو یہ ہمارے نور سے دیکھ کر کہا تھا اور وہ امور قدر سے عالم اور استعمال شریعت وعقل پر مامور تھے کہ حق عز وجل کے حکم کے آگے اپنے
نفس کو محتاج وعاجز رکھتے تھے لہذا اللہ تعالے نے اسکا وصف فرمایا کہ وہ ذی علم تھا اور یہ علم اس کا اپنی طرف سے نہ تھا بلکہ ہماری تعلیم سے تھا
یعنی علم لدنی تھا جیسے خضر علیہ السلام کو فرمایا کہ علمناہ من لدنا علما۔ پھر علم لدنی دو قسم کا ہوتا ہے۔ اول ظاہر الغیب دوم باطن الغیب۔ پس
ظاہر الغیب تو علم ہی وقائق معاملات کا اور وقائق حالات ومقامات وکرامات وفراسات کا۔ اور اس قسم مین عقل وقلب کے دخل کی گنجائش
ہی۔ اور باطن الغیب چار طرح کا ہوتا ہی اول طرح علوم باطن افعال اور یہ حکمت معرفت ہے اور دوسری طرح علم صفات اور یہ معرفت خاصہ ہی
تیسری طرح علم ذات اور یہ توحید وتجرید وتفرید ہے۔ چوتھی طرح علم اسرار قدم اور یہ علم فنا وبقا ہی اور یہین انوار قدر کے سر باطن پر منکشف
ہوتے ہین پس علم بطون افعال وصفات مین روح کو مجال ہی اور علم ذات مین سر باطن کو مجال ہی۔ اب دیا علم دقائق معاملات سے صفائی وقت
پیدا ہوتی ہی اور علم مقامات سے صحت ارادہ ولذت محبت پیدا ہوتی ہی اور علم حالات سے شوق وعشق پیدا ہوتا ہی اور علم کرامات وفراسات سے
طمانینت نفس امارہ کے سبب یاد حق کی اور سکون قلب کا بوجہ نور یقین کے پیدا ہوتا ہی اور علم بطون افعال سے قدرت مین حیرت اور لطائف الفت
پیدا ہوتی ہے اور علم صفات سے انس اور جذبہ جمال وخود رفتگی نشان جلال پیدا ہوتی ہی اور علم ذات سے ازل مین محویت اور ابد مین ہوشیاری
پیدا ہوتی ہی۔ اور علم اسرار قدم سے علم مجہول وحکمت مجہولہ پر وقوف پیدا ہوتا ہے اور اس کی مقتضی دو حالتین ہوتی ہین ایک حالت بیہوشی
اور دوم حالت افاقہ وبیداری پس حالت بیہوشی تو مقتضی ہی کہ اس علم کا عالم اس حالت مین کچھ بھید اسی علم مجہول کی زبان سے ظاہر کرے
اور یہ نطق ازلیہ کا غلبہ ہی اور بیداری کی حالت مقتضی ہی کہ گونگا خاموش ہو اور بھید کھولنے مین پوری احتیاط کرے یعنی غیر سے چھپاوے اور یہ
سب جو ہم نے ذکر کیا دو چیزون جنکا مکاشفہ ومشاہدہ سے متعلق ہی پس جب عالم عارف پر ابتدائے کشف کے آثار ظاہر ہوتے ہین اور مشہود مین شہود
کے انوار چمکتے ہین تو اسکا سر باطن موارد صفات سے واقف ہوتا ہے اور سر السر اسکا موارد ذات سے مطلع ہوتا ہی پس سر باطن کو ہر صفت سے حق کی
جانب سے بجانب حق ایک خاص راستہ معلوم ہوتا ہی اور ہر صفت کے راستہ سے جو ذوق ملتا ہی وہ دوسری صفت کے ذوق سے جدا ہوتا ہی
اور سر السر کو دیدار ذات سے راہ بجانب ذات حاصل ہوتی ہی اور ایک خاص ذوق جو صفات کے ذوقون سے علیحدہ ہے حاصل ہوتا ہے
پس عالم عارف مع معلومات ومعروف کے خلق ربوبیت مین باقی ہوتا ہی وہی عالم ربانی ہی کما فی قولہ تعالے کونوا ربانیین جیسا کہ سابق مین
بیان ہوا ہی۔ بعض مشائخ نے کہا کہ علوم پانچ طرح کے ہوتے ہین ایک وہ علم جو دنیا حاصل کرنے کے لائق ہی اقول تجارت وحرفت وصناعت و
ریل وکلین وغیرہ سب اسی قسم مین داخل ہین۔ دوم وہ علم جو سلاطین کی خدمت کے لائق ہوتا ہی۔ اقول آئین وقوانین وانتظام مدن وسیاسات
اسمین داخل ہین۔ سوم وہ علم جو زینت ہوتا ہی۔ اقول منطق وفلسفہ بلکہ دنیاوی عالم جو دنیا چاہتا ہی اس مین شامل ہی چہارم وہ علم جس سے زہد و
عبادت ومجاہدہ مین وساوس وخطرات شیطان ونفس سے حفظ ہو۔ اقول نیک عالم عامل جو بنظر ثواب آخرت ہو اسی مین داخل ہی پنجم وہ علم جو آزادی و
وانقطاع کے لائق ہو اور یہی سب سے اشرف واعلیٰ ہی اقول یہی عالم ربانی ہوتا ہی اور مراد آزادی سے یہ ہی کہ ہر شخص نفس کی خواہشون واسکی مقتضیات
مین علائق جسمانی سے قید مین اس سے آزاد ہو کر خالص بندہ حق عز وجل ہو جاوے شیخ یوسف بن الحسین رح نے کہا کہ علوم مین سے وہ علم سب سے
اشرف ہی جسکو بندہ اپنے مولی تبارک وتعالے سے بلا واسطہ حاصل کرے جیسے حضرت یعقوب کی نسبت فرمایا ہی لیکن اس مین اغترارات واخطار بہت ہین
اقول یعنی بسا اوقات آدمی کو کوئی علم حاصل ہوا جسکو اس نے اللہ تعالی کی طرف سے سمجھا لیکن وہ محض خطرہ نفس یا القائے شیطان ہی پس غرہ ہو کر فریب
مین تباہ ہو گیا پس یہان خطرہ بہت ہے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے کہا کہ بسا اوقات مجھ کو علوم کشف ہوتے ہین مگر مین کسی کو قبول

نہین کرتا جب تک کہ کتاب وسنت دو گواہ اُسپر گواہی نہ دین۔ یہ قول شیخ کا دلیل ہے کہ کتاب وسنت مین جملہ علوم ہین ولیکن انکا حاصل ہونا بغیر بصیرت و ہدایت وصفاے قلب کے ممکن نہین . . . یہی صحیح ہے آیا یہ نہین دیکھتے کہ ابتدائی عالم ہمی کو اگرچہ ابھی فارغ التحصیل ہوا ہو بہت سے مدارک و اشارات نہین سوجھتے حتی کہ وہ کسی متقدمین عالم کے بیان سے سمجھکر تعجب کرتا ہے کہ بیشک صحیح ہے۔ مجھے نہین سوجھتا تھا اور جو اسکو سوجھتا ہے وہ ایام تحصیل سے طالب علم کو نہین سوجھتا لہذا ہر وقت محتاج ہوکر طالب رہو اور غرہ ہوکر شیطان کے پنجہ مین تباہ مت ہو واللہ تعالے ولی التوفیق القصہ

شہر مین موافق وصیت یعقوبؑ داخل ہوئے

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

اور جب داخل ہوئے سب کے سب یوسف کے پاس تو اس نے جگہ دی اپنے پاس اپنے بھائی کو کہا کہ مین تو تیرا بھائی ہون پس تو نہ دلگیر ہو بوجہ ان حرکتون کے جو

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

لوگ کرتے ہین۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا اور جب داخل ہوئے گیارھون آدمی یعنی دس بھائی اور گیارھوان بھائی بنیامین سب کے سب داخل ہوئے عَلٰى يُوْسُفَ حضرت یوسفؑ کے پاس دخل علیہ لسکے پاس داخل ہوا بطریق محاورہ ہے کہ دخل کے ساتھ علی حرف لاتے ہین سراج ومعالم وغیرہ مین ہے کہ بھائیون نے کہا کہ یہ ہمارا بھائی پدری ہے ہم بموجب ارشاد کے ساتھ لائے ہین حضرت یوسفؑ نے کہا کہ تم نے نیک کام کیا اور مین اسکے عوض تمہارا شکریہ عنقریب ادا کرونگا۔ پھر انکو اعزاز واکرام سے اُتارا اور انکی دعوت اپنے ساتھ کھانے مین کی اور چونکہ تمہا برتن ایک ایک کے لیے اچھا نہین ہے لہذا ہر دو آدمی کو اپنی اپنی پسند پر ساتھ بیٹھنے کو کہا تو یہ سب بھائی دو دو آدمی بیٹھ گئے اور بنیامین اکیلے رہے پس انکو افسوس ہوا کہ اگر میرا سگا بھائی یوسف ہوتا تو مین اُسکے ساتھ بیٹھتا پس بادشاہ نے کہا کہ تم تنہا مت رہو تم میرے ساتھ بیٹھو اور برابر شفقت سے اپنے ساتھ کھلاتے رہے اور رات مین ہر دو آدمیون کے واسطے ایک مکان دیا اور بنیامین کے لیے کھانے کے وقت کا واقعہ ذکر کرکے اپنے ساتھ لیا۔ اللہ تعالے نے کہا اٰوٰى اِلَيْهِ اَخَاهُ جگہ دی اپنی جانب اپنے بھائی کو یعنی اپنے ساتھ کر لیا یا ملا لیا۔ اور منوز ان مین سے کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ یوسف علیہ السلام ہین رات مین پوچھا کہ تمھارا کیا نام ہے کہا کہ بنیامین۔ فرمایا کہ بنیامین کے کچھ معنے ہین کہا کہ ہان جسکی مان مرگئی ہو۔ تو میری ماں نے بچہ چھوڑ کر انتقال کیا تھا اور سب حال اپنے بھائی کا بیان کیا اور یہی وجہ ظاہر کی کہ یہ لوگ مجھ سے بے مہری کرتے ہین اور باہم زیادہ متفق ہین اور اگر میرا بھائی سگا ہوتا تو وہ مجھ سے الفت کرتا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ضبط نہ کیا اور نقاب خفاء سے ظاہر ہوکر گلے لگا لیا اور فرمایا کہ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ مین ہون تیرا بھائی یوسف فَلَا تَبْتَئِسْ پس تو غمگین مت ہو۔ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بسبب ان حرکات کے جو یہ لوگ کرتے ہین۔ ظاہر ان ایام کی سردمہری وایک طرح کی کشش کا اشارہ کیا۔ یا انکے سابقہ اعمال وافعال کا تذکرہ کیا اور کرم ذاتی سے اس سے چشم پوشی کا اشارہ کیا بوجہ اس انعام وفضل کے جو اللہ تعالے نے کیا تھا بعض نے کہا کہ ابھی اُنسے صرف یہی کہا تھا کہ مین بجاے تیرے یوسف کے تیرا بھائی ہون ولیکن مجھے وجہ معلوم نہوئی صحیح وہی ہے جو شیخ ابن کثیر وغیرہ جماعت نے لکھا کہ ظاہر کر دیا تھا کہ مین یوسف ہون اور اپنے پاس رکھ لینے کا طریقہ بھی بتلا دیا اور تاکید بھی کر دی کہ کسی سے اطلاع نہ دیوے۔ مترجم کہتا ہے کہ وحی الٰہی تعالے سے انکو اظہار عام کا اور والد وعیال کے بلانے کا ابھی حکم نہ لا تھا اور اللہ تعالے کی حکمت اس مین وہ ہے جسکو وہ خوب جانتا ہے ف فی العرائس قولہ ولما دخلوا علی یوسف الآیۃ یوسف علیہ السلام کو خوف ہوا کہ اچانک بنیامین کو اطلاع دینے سے شادی مرگ کا خوف ہے لہذا بتدریج اطلاع دینے کے لیے انکو اپنے مین ملا یا اور اسمین بھی

Marfat.com

ہوا کہ ہر ایک نے اپنے پیارے بھائی کو اپنے ساتھ کرلیا اور بنیامین تنہا رہ گئے تو انکو فراق یوسف وغم والم تنہائی کی قدر ظاہر ہوئی پس اپنے ساتھ کرنے سے فی الجملہ ان کی وحشت کم ہوئی مگر خیال ہوا کہ یہی چند روزہ ہے پھر انکشاف حال سے سرور مزید ہوا۔ مسافر آدمی کی تنہائی ایک روز قبر مین ضرور ہے اور اعمال حسنہ بصورت یوسف جب اس کے انیس ہون تو قدر خوشی کا اندازہ کرنا چاہیے فافہم۔ شیخ اُستاد رح نے کہا حدیث محبت کی اقسام مین۔ یعقوب علیہ السلام کو دیدار یوسف ع کا اشتیاق ہوا تو برسون حزن وغم مین پڑے رہے اور یوسف ع کو دیدار بنیامین کا شوق ہوا تو بہت جلد انکو نصیب کیا گیا یہی حال ہے بعض سے رفق ونرمی کا برتاؤ ہے اور بعض مبتلاے بلا رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر چشم یعقوب ع کو فراق بنیامین سے پریشانی ہوئی تو چشم یوسف کو راحت ہوئی پھر شیخ استاذ نے کہا کہ یہی حال آفتاب کا دیکھو کہ ایک قوم سے غروب ہوتا ہے اور دوسری قوم پر طلوع کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ رح کے نزدیک زمین بشکل مدور ہے ورنہ اسکی کیا صورت ہوگی کہ آفتاب ایک قوم سے غروب ہو اور دوسرون پر طلوع کرے فافہم القصہ جب بنیامین کو اس راز سے آگاہ کردیا تو انکو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر سے آگاہ کیا اور ظاہر او حی والہام سے اسکا پورا ہونا معلوم ہوا ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ جن مکانون مین انکو اُتارا تھا ہر ایک کے پاس ضرورت وآسایش کے سامان بہم پہونچا دیے ہونگے اسطرح کہ اگر ان چیزون مین سے کوئی چیز چرانا چاہے تو ممکن ہو اسی واسطے سقایہ بنیامین کی رحل مین چوری کی صورت پر محمول ہوا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے آگے بیان فرمایا بقولہ عز وجل

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝

پھر جب پورا کردیا انکا سامان تو رکھدیا۔ سقایہ اپنے بھائی کے رحل مین پھر آواز دی پکارنے والے نے کہ او قافلہ والو تم چور ہو

قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ۝ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ

کہنے لگے اور انکی طرف متوجہ ہوگئے تھے کہ تم کیا کھو یا ڈھونڈھتے ہو۔ بولے کہ ہم ڈھونڈھتے ہین بادشاہ کا صواع اور جو کوئی اسکو لاوے اسکے لیے ایک اونٹ اناج ہے

وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ۝

اور مین اسکا ذمہ دار ہون بولے کہ قسم اللہ تعالیٰ کی تم جانتے ہو کہ ہم نہین آئے۔ سواسطے کہ زمین مصر مین فساد کرین اور ہم چور نہین تھے۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ علما نے کہا کہ یہان فا تعقیب کا لانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بھائی کے حاصل ہونے کے بعد ان لوگون کا زیادہ ٹھہرانا مقصود نہ تھا بخلاف سابق کے کہ اسوقت تحقیق حال کی غرض تھی لہذا اس مرتبہ جلدی سے سامان کردیا اور بھائی سے یہ تدبیر بتلادی کہ سقایہ تیرے کجاوہ مین رکھدیا جاویگا جس سے تجھپر چوری کا الزام عائد ہو چونکہ کوئی ضرر پہونچانا مقصود نہ تھا لہذا خود یہ پیمانہ بنیامین کے کجاوہ مین سب سے پوشیدہ رکھدیا بقولہ تعجَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ رکھدیا سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین۔ اور قافلہ مع بنیامین کے روانہ ہوگیا کہتے ہین کہ آبادی سے باہر نکلا تھا۔ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ پھر پکارا ایک پکارنے والے نے کہ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ۔ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ یعنے تمنے ہمارا ایک مال چرایا ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اکثرون کے قول مین سقایہ چاندی کا تھا اور بعض نے کہا کہ سونے کا تھا۔ ابن زید نے کہا کہ اسمین پانی پیا جاتا ہے ولیکن اسوقت اناج کی عزت سے اس سے ناپا جاتا تھا یہ قول ابن عباس رض کا اور مجاہد وقتادہ وضحاک وعبد الرحمن بن زید کا ہے۔ سعید بن جبیر سے روایت کی کہ صواع الملک چاندی کا تھا اس سے پانی پیتے تھے اور جتنا تھا جتنا عرب مین مکوک ہوتا ہے اور حضرت عباس رض کے پاس اسلام سے پہلے ایسا ہی پیالہ تھا سرلج مین لایا کہ ابن عباس رض نے کہا کہ زبرجد کا تھا اور ابن اسحق نے تاریخ مین کہا کہ چاندی کا تھا اور عکرمہ نے کہا کہ چاندی کا مرصع بجواہر تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کٹورے کو پیمانہ بنادیا تھا تاکہ پیمانہ مختلف کر کے خیانت نہ کیجاوے

[illegible]

اور خود اس سے پانی پیا کرتے تھے۔ رازی رح نے تفسیر کبیر مین کہا کہ یہ بات بعید ہے کہ بادشاہ کے کٹورے کو کیال بنایا جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک بادشاہ نے منجملہ اسباب ثروت وعزت کے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا ہوگا مگر آپ چاندی کے استعمال سے کراہت کر کے اس کام مین لاتے ہونگے اور اگر بنظر عدل پانی پینے کے برتن کو کیال کیا جاوے تاکہ خیانت کو راہ نہو جائز ہے کچھ بعید نہین ہے اور حضرت یوسف پیغمبر کی بادشاہت کو دنیاوی سلطنت پر قیاس نہ کرنا چاہیے اور شاید کہ بادشاہ نے بعد ایمان کے اسکو ترک کر دیا ہو جو اس کام مین لایا گیا ہو۔ اور بعض نے بوجہ ظاہری استبعاد کے کہا کہ وہ جانورون کے پلانے کا تھا اور رازی نے کہا کہ اتنا گران قیمت جانورون کے لیے بھی بعید ہے مترجم کہتا ہے کہ بیشک۔ اور رازی رح نے کہا کہ میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ صاع ایک چیز تھی جسکی کچھ قیمت تھی مگر نہ اس حد تک جو اہل روایات قصہ نے ذکر کی ہے مترجم کہتا ہے اصلی بات تو اللہ تعالے جانے لیکن کم قیمت چیز کے لیے اتنا اہتمام بھی بعید ہے اور بادشاہ کی طرف نسبت کرنا بھی مضحکہ ہے اور لکھا کہ سقایہ وصاع ایک ہی ہے مین کہتا ہون کہ صاع اگر درحقیقت پیمانہ ہی تھا تو اسکو سقایہ کیون کہا گیا ہے تو بعضون نے اسی خیال سے کہدیا کہ اسمین جانورون کو پانی پلایا جاتا تھا مگر مترجم کے نزدیک یہ البتہ مستبعد ہے کہ اسکو صواع الملک کہکر بادشاہ کیجانب نسبت کیا جاوے واضح ہو کہ زجاج رح نے کہا کہ صواع بعینہ صاع ہے اسکو مذکر و مونث دونون طرح بولتے ہین اور یہی سقایہ ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ جس سے پیا جاوے وہ صواع ہے اور بعض نے کہا کہ جس سے ناپا جاوے وہ صواع ہے اور یہ لفظ مفرد ہے اور جمع اسکی اصوع ہے اور کبھی صواع بھی جمع بولتے ہین اور صیعان بھی جمع لاتے ہین اور یہان آٹھ قرأت ہین از انجملہ صوع وصیاع وصاع ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بعض نے صواع کو یہان جمع سمجھکر توجیہات رکیکہ بیان کین مثلاً کئی صاع کے برابر پیمانہ تھا سو جبسے صواع نام ہوا مین کہتا ہون کہ دوسری قرأت صاع کی موجود ہے تو اسی پر حمل کرنا موافق باصول تفسیر ہے علاوہ برین سقایہ اتنا بڑا نہین ہوسکتا اور شاید کہ دور شراب کے لیے ہو لیکن بادشاہ کی مجلس والون کے لیے ہوگا نہ خاص بادشاہ کے لیے بہرحال اصلی مقصود یہ ہے کہ سقایہ او صواع ایک چیز ہے اور وہ کسی قدر بیش قیمت تھا اب رہا بیان دو باتون کا اول یہ کہ بنیامین کی رحل مین کس نے رکھا۔ اور اس طریقہ سے انکو سارقین کہنا روا تھا یا نہین۔ اور عیر کے کیا معنے ہین جاننا چاہیے کہ عیر کے معنے یہان قافلہ۔ اور ابو الہیثم نے کہا کہ اونٹ و گدھا و خچر جسپر لاد و سواری ہو وہ عیر ہے اور کہا کہ جس نے فقط اونٹ سے خصوصیت سمجھی اسکا قول باطل ہے مین کہتا ہون کہ لاد و سواری مین تو بھی داخل ہونگے اور شاید خاص گھوڑے نہون اور فراء نے کہا کہ اونٹ تھے اور مجاہد رح سے روایت ہے کہ گدھے تھے مترجم کہتا ہے کہ ایسے جانور تھے کہ عیر بولنا صحیح ہے زیادہ بحث بیکار ہے اور مراد یہان اصحاب العیر ہین جیسے آنحضرت صلعم نے کہا کہ یا خیل اللہ ارکبی یعنی اللہ تعالی کے خیل سوار روانہ ہو جاؤ کہ خیل یعنی گھوڑون سے انکے سوار مراد ہین۔ اب مقام اول مین کلام اسطرح ہے کہ ظاہر نص قرآنی تو یہ ہے کہ جعل السقایۃ فی رحل اخیہ خود حضرت یوسف نے سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین رکھا تھا۔ اور یہ امر ایسا ہے کہ اسکے جائز ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہے اور بھائی نے باوجود علم کے اسکو رہنے دیا واپس نہ کیا تو یہ باجازت خاص تھا پس انپر بھی الزام نہین ہے شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ جب جلدی سے ان سب کا جہاز پورا کر دیا اور انکے اونٹ اناج سے لاد دیئے تو اپنے بعض فتیان یعنی غلامون یا اناج بھرنے والون وناپنے والون کو حکم دیا کہ بنیامین کے رحل مین سقایہ رکھدے۔ اور سراج مین لکھا کہ خود رکھدیا یا بعض فتیہ کو حکم دیا کہ رکھدے۔ اور لکھا کہ روانگی کے بعد تھوڑی دیر تامل کیا پھر آدمی بھیجا کہ انکو پکارے اور ٹھہرا دے۔ اب کلام امر دوم مین اسطرح ہے کہ انکو سارق کہنا جائز تھا یا نہین تو بعض نے جواب دیا کہ انھون نے بطور استفہام کے کہا ہے یعنی کیا تم چور ہو۔ اصل سوال یہان یہ ہے جو کبیر وغیرہ مین مذکور ہے کہ یہ آواز دینا بحکم آنحضرت تھا یا نہین۔ اگر تھا تو انکو یہ عیب لگانا آنحضرت کی شان کے لائق نہین اور اگر نہ تھا تو انکی برأت ظاہر کر دینی چاہیے تھی اور جواب اسکا کئی طور پر دیا گیا۔ اول آنکہ جب آنحضرت نے اپنے بھائی سے کہا کہ انکو جدا نہ کرونگا اور ابھی یہ بعید بھی ظاہر نہوگا تو اس کی تدبیر کرنی چاہیے اسطرح کہ انکو ایسی چوری کی جانب

Marfat.com

نسبت کیجاوے جو ظاہر حال مین تیر سا در عائد ہو اور در حقیقت تو اس سے بری ہو۔ بنیامین نے رضامندی ظاہر کی تو اب یہ گناہ نہوا۔ اقول منادی نے
سب کو سارق کہا ہی تو شاید یہ باجازت آنحضرت نہو۔ دوم جواب یہ کہ انکو سارقین کہا اور یہ صاف نہین کہا کہ کس چیز کے سارق ہو اور غرض یہ کہ چوری
سے تم تے باپ سے خفیہ یوسف کو بیچ ڈالا پس بطور تعریض کے یہ لفظ کہا اقول اس صورت مین سارق سے اصطلاحی چور کے معنے نہین لیے بلکہ خفیہ
چوری چوری حرکت کرنے والے مراد لیے کیونکہ حضرت یوسفؑ مال نہ تھے جنکا چرانا متحقق ہو علاوہ اسکے باپ کے پاس سے چرا کر نہ لائے تھے۔ سوم یہ
کہ منادی نے بطریق استفہام انکو چور کہا تو یہ کذب یا بہتان نہین ہی۔ رازیؒ نے کہا کہ اقرب بظاہر حال یہ ہی کہ ان لوگون نے اپنی طرف سے ان
لوگون کو چور کہا ہی مترجم کہتا ہی کہ در حقیقت تو اہل علم کے نزدیک یہان کوئی تردد نہین ہی لیکن عوام کو اصلی حقائق تک نظر نہین اور نہ انکو ایسا بعید
ظاہر کرنا علماء ربانی جائز رکھتے ہین لہذا ان اوہام کو حل کرنا ایسے طریقہ سے کہ عوام کی سمجھ مین آجاوے مناسب ہی تو مترجم ان علماء کے اقوال و
انکے اشارات سے استنباط کر کے ملخص لکھے دیتا ہے جہان تک کہ اسکی نظر کام کرتی ہی اور تحقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی اور اسکی تعلیم سے علمائے ربانی کو ہی۔ واضح
ہو کہ سقایہ آنحضرتؑ نے باجازت و رضامندی و مشورت خاص کے بدون کسی کی اطلاع کے بنیامین کے کجاوہ اور بار مین رکھدیا پھر جب قافلہ روانہ
ہوا کچھ دور گیا ہوگا کہ یہان کارپردازان انبارخانہ کی خود خبرگیری سے یا آنحضرتؑ کے اشارہ سے صواع کی تلاش ہوئی۔ یہ لوگ تلاش کر کے آخر
اسی بات پر جمے کہ قافلہ والون کی حرکت ہی وہ لوگ غریب ہین اور یہ صواع بیش قیمت ہی انھون نے لالچ مین اسکو چرایا ہی خواہ سب نے مشورہ سے یا ان مین
سے بعض نے مگر باہمی رفاقت بلکہ قرابت سے سب ہی کی جانب احتمال ہوا اور ممکن ہی کہ اسی حیلہ کی وجہ سے آنحضرتؑ نے اپنا سقایہ خاصکر ان لوگون کے
احمال بھرنے کے لیے دیدیا ہو پس روانگی کے پیچھے کارپردازون کا افسر مع چند آدمیون کے دوڑا گیا اور شاید کہ آنحضرتؑ نے کہا ہو کہ انھین قافلہ والون مین
سے کسی کے پاس ہوگا اور یہ نہین ہی کہ خود آدمی بھیجکر آواز دلوائی ہو۔ پس منادی نے جاکر آواز دی کہ ٹھہرو اے قافلہ والو تم چور ہو یعنی چور معلوم ہوتے ہو
کیونکہ اسکو کسی طرف احتمال نہ رہا تھا سوائے انکی جانب کے اور قرآن مجید مین کوئی حرف ایسا نہین ہی جس سے یہ ثابت ہو کہ آنحضرتؑ کے حکم سے منادی
نے انکو پکارا اور یہ الفاظ کہے ہین بلکہ صرف یہ ہی کہ آنحضرتؑ نے سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین رکھدیا پھر مذکور نہین کہ قافلہ اس سے کتنی دیر بعد روانہ ہوا اور
کب تلاش کرنے والون کو اطلاع ہوئی بلکہ قولہ ثم اذن موذن۔ مذکور ہی جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ رحل مین رکھدینے کے بعد کسی وقت پکارنے کا واقعہ
ہوا ہی اور روانگی قافلہ یہان قرینہ سے سمجھا جاتا ہی حتی کہ بعض اہل قصہ نے ذکر کیا کہ قافلہ ایک منزل نکل گیا تھا اور نظم جواہر قرآنی سے یہ بھی ثابت نہین
ہوتا کہ روانہ ہوگیا تھا بلکہ احتمال ہی کہ شاید قافلہ کی صورت مجتمع ہوگئی ہو اور مقام فرود سے علیحدہ ہو پس منادی نے جب انھین پر شبہہ قوی کر لیا تو ان کو
اسطرح پکارا کہ بیشک تم چور ہو اور یہ بول چال ہی شاید یہ مراد ہو کہ تمھین اس برتن کے چور معلوم ہوتے ہو کیونکہ ہنوز تحقیقات نہین ہوئی تھی معالم و سراج
وغیرہ مین لایا کہ منادی نے قریب پہونچکر ملامت کرنی شروع کی کہ ہم نے تو بادشاہ کی توجہ سے تمھاری بہت خدمت و مدارات کی اور تمھارے سامان
ولداوے کو درست کردیا اور تمھاری وہ خاطر کی جو اورون کی نہین کرتے تھے۔ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ کہنے لگے یہ قافلہ والے
درحالیکہ متوجہ ہوگئے تھے پکارنے والے و اسکے ساتھیون کیطرف کہ تم نے کیا گم کیا جسکو ڈھونڈھتے ہو۔ کیا چیز گم ہی جسکے چرانے کا ہماری جانب احتمال ہی
اور انکی طرف متوجہ ہونے سے شاید یہ مراد ہو کہ ٹھہر کر انکی طرف منہ کیا اور شاید کہ مڑکر انکی جانب آنے لگے یہی مناسب و ٹھیک معلوم ہوتا ہے پس
جب آدمیون سے انھون نے دریافت کیا تو قَالُوْا موذن و انکے ساتھیون نے کہا کہ۔ نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ صواع بادشاہی ہم سے گم ہوا اسکی
ہم تلاش کرتے ہین۔ بادشاہ کی جانب صواع کی نسبت کرنے سے اپنا اضطراب و تلاش کا اہتمام ظاہر کیا اور ہر طرح سے ملجانے کی کوشش کی چنانچہ
قافلہ والون سے کہا کہ۔ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ اور جو کوئی اس صواع یعنی سقایہ کو لاوے۔ حِمْلُ بَعِيْرٍ اسکے لیے ایک اونٹ بھر اناج ہے

Marfat.com

یعنی جو کوئی اسکو تلاش کرکے یا جسکے پاس ہو اُسکو دیدے تو اُسکو ایک اونٹ بھر اناج دیا جاویگا جیسے ان لوگون کو وعدہ دیا کہ تم مین جنپر چوری کا احتمال ہوتا ہی۔ اور غالبًا یہ وعدہ اسوجہ سے دیا ہو کہ احتمال ہی کہ ان لوگون نے اُسکو کہین رکھدیا یا کسی کے حوالہ کردیا یا ضائع کرنے کی غرض سے کہین پھینک دیا ہو اور شاید کہ وعدہ دینا باجازت بادشاہی ہو یا اس سردار نے بخوف اپنی ذمہ داری کے اپنے پاس سے یہ تاوان اُٹھانا منظور کیا ہو اور اول کا قرینہ یہ ہے کہ اُسنے کہا کہ وَاَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ اور مین اس اونٹ بھر اناج ملنے کا زعیم یعنی کفیل ہون جو لاوے اس کو مین اداکرونگا پس ممکن ہی کہ مثل خیالات عام کے اُسنے خود وعدہ کیا اور خود ہی اسکے پورا ہونے کا ذمہ دار ہوا۔ اور مترجم کہتا ہی کہ شاید اُس نے صواع کی نسبت اپنی ذمہ داری کا ذکر کیا اور ضمیر بہٖ راجع بصواع ہو یعنے حال یہ ہی کہ مین اس صواع کی ضمانت مین ماخوذ ہون اسی واسطے موذن کا لفظ واحد تھا پھر علیہم و قالوا کے ضمائر جمع ہین لشمول ان لوگون کے جو سردار مذکور کے ساتھ تھے پھر ضمانت کرنے مین اسکو تنہا کردیا کیونکہ سردار اس کا ضامن ہی اور شاید کہ یہ ٹھیک شرع پر گفتگو ہو لہذا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ اس قول مین دلیل ہی کہ کام کا جعل دینا اور جعل کی ضمانت کرنا کام پورا ہونے سے پہلے جائز ہی مترجم کہتا ہی کہ مطلب یہ ہی کہ ضمانت تو حق واجبی کے ہوتی ہی اور ہنوز کام پورا نہین تو جعل واجب نہین ہوا تو ضمانت نہونی چاہیے ولیکن یہان نص سے ثابت ہوا کہ جائز ہی۔ سراج مین لایا کہ مجاہد رح نے کہا کہ یہ زعیم وہی ہی جسنے آواز دی تھی اور زعیم کے معنے کفیل ہین اور لکھا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہی کہ کفالت انکی شرع مین جائز تھی اور معالم وغیرہ مین کہا کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ الزعیم غارم یعنی جو کوئی کفالت کر لیے وہ تاوان بھرنے کا ذمہ دار ہی مسئلہ جوبات سابق اُمتون مین مشروع تھی جب ہماری شرع مین اسکا مقرر رکھنا وارد ہو تو کیا وہ ہمارے واسطے شرع ہوگی یا نہوگی تو سراج مین لکھا کہ اس مین اختلاف ہی اور قوی یہ ہی کہ ہماری شرع نہوگی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ سہو ہی اور صحیح مسئلہ یہ ہی کہ جوبات کہ اگلی امت مین شرع تھی اگر ہماری شرع مین اسکو مقرر رکھا گیا تو ہمارے واسطے بسبب تقریر شارع کے خواہ وہی شرع ہی جیسا کہ بعض کا قول ہی یا جدید مستقل طور پر شرع ہی جیسا کہ بعض دیگر کا قول ہی اور مثال اسکی قصاص ہاتھ پاؤن دانت کان آنکھ ناک ہی کیونکہ نص اسپر قولہ تعالی کتبنا علی بنی اسرائیل ان النفس بالنفس الآیۃ ہی اور دلالت آیت اور صحاح احادیث سے ہمپر مقرر رہوئی تو ہماری شرع بھی یہی ہی اور اگر ہماری شرع مین اسکی تقریر نہ کی گئی تو اسمین اختلاف ہی اور راجح یہی ہی کہ وہ ہمارے واسطے شرع نہوگی یہان تفسیر کبیر وغیرہ مین ایک سوال مذکور ہی کہ یہ کفالت کیونکر صحیح ہوگی حالانکہ چور سزا کا مستحق ہی نہ اس عوض کا اور جواب دیا گیا کہ وے لوگ درحقیقت چور نہ تھے بلکہ یہ صورت گویا گمشدہ چیز کے واپس لانے کی ہی تو جعل کے مستحق ہوئے یا جواب یہ ہے کہ ایسی کفالت اُسوقت مین جائز ہو اور مترجم کہتا ہی کہ یہ کچھ نہین ہی اور صحیح جواب یہ ہی کہ اسنے یہ نہین کہا کہ چور اگر واپس دیدے تو اسکو بقدر انعام دیا جائیگا بلکہ اُسنے یہ کہا کہ جو کوئی اسکو لا دیوے تو یہ شخص گمشدہ چیز کا لادینے والا ہوا چنانچہ جب ایسے شخص سے وعدہ کرتے ہین جسپر چوری کا احتمال ہی تو اسکو چوری کی حیثیت سے انعام دینے کا وعدہ نہین ہوتا ہی اسی واسطے جب چور پر چوری ثابت ہوجاوے تو کچھ نہین پاتا ہی اور یہ اور زیادہ بعید ہی کہ اسوقت مین ایسی کفالت چور کے حق مین جائز ہو اور یہ گفتگو جس عرف پر مبنی ہے وہ ابتک شائع ہی فافہم واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ القصہ منادی انکو ساتھ لیے ہوئے شہر مین واپس آیا اور تحقیقات کے لیے بادشاہی حضوری مین پیش کیا اور اہل قافلہ نے جواب مین ان لوگون سے کہا کہ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ قسم اللہ تعالے کی بیشک تم جان چکے ہو بسبب تجربہ ہماری امانت و دیانت کے ولقرائن احوال کہ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ تم نہین آئے ہین اس غرض سے کہ فساد پھیلاوین زمین مین یعنی ملک مصر مین۔ بلکہ فقط تنگی قحط کی وجہ سے صلاحیت کے ساتھ اناج لینے کو آئے ہین۔ اور جو تم نے ہم کو سارقین کہا یعنی یہ عیب ہمارے واسطے ایک وصف مذموم کی طرح ثابت کردیا اور کہا کہ تم سارقین ہو تو۔ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ اور ہم کبھی چور نہ تھے تو یہ وصف تو اسی کے واسطے ہوسکتا ہے جسکی عادت ڈالی ہو حالانکہ ہمنے ایک مرتبہ بھی چوری نہین کی ہے۔ بعض نے روایت کی کہ انھون نے مصر مین داخل

ہوتے وقت اپنے جانورون کے منھ مین توبڑے دیدیئے تھے تاکہ کسی کے کھیتی مین منھ نہ ڈالین بعض نے کہا کہ بضاعت جو انکے رحال مین رکھ دی گئی تھی واپس کردی بعض نے کہا کہ مشہور تھے کہ ناحق یا صدقہ کوئی چیز نہین لیتے ہین رازی وغیرہ نے کہا کہ یہ روایات معلوم نہین کہ کس قسم کی ہین اور صدقہ کی حرمت فقط مخصوص بسرور عالم سید اولاد آدم محمد مصطفےٰ اور آپ کی آل طاہرین کیواسطے ہے چنانچہ توریت وغیرہ مین آپ کی یہ پہچان مذکور ہے پس روایت کا بے اعتبار ہونا اس سے ظاہر ہے اور مقصود ایسے کلام سے تاکید برائت ہوا کرتی ہے ف فی العرائس قولہ فلما جہزہم بجہازہم جعل السقایۃ فی رحل اخیہ شیخ نے اس آیت کے اشارات مین سے بعض لطائف کا ذکر کیا کہ حق تعالے نے اپنے لطف سے برادران یوسفؑ پر بھی اس واقعہ مین بعضی ایسی باتین طاری کردین جس سے کسی قدر وہ ظلم انپر سے کم ہو جسکے وہ تفریق یوسف کیوقت مرتکب ہوئے تھے یعنی وہ بھی اس واقعہ مین چور بنائے گئے اور خفیف ہوئے۔ پھر اس بات مین یوسفؑ بھی بھائیون کے ساتھ شریک کیے گیے کہ باپ سے ایک اولاد جدا کردین کیونکہ بدون کسی اطلاع کے بنیامینؑ کو گرفتار کرکے رکھ لیا اور مترجم کہتا ہے کہ شاید بنیامینؑ بھی باختیار خود شریک ہوئے کیونکہ بظاہر تھا کہ انکی جدائی سے حضرتؑ کو ملال ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ اسوقت مین جبکہ بنیامین پاس آگیا تھا کیا وجہ ہوئی کہ اس راز سے حضرت یعقوبؑ کو آگاہ نہ کیا تاکہ انکو لمحہ بھر بھی ملال نہوتا بلکہ نہایت خوشی ہوتی پھر مترجم کہتا ہے کہ حکمت بالغۂ الٰہیہ کے اسرار ایسے نہین ہین کہ عوام انکو ادراک کرین اور بعضے حالات سے خواص البشر بھی محجوب ہو جاتے ہین جیسے قصہ خضر وموسیٰؑ سے ہین کہ موسیٰ باہمہ نور ونظر پشد ازان محجوب تو بی پر پسر۔ اور کیا کوئی شخص اس مقام پر غلطی سے یہ کہہ سکتا ہے کہ حقوق والدین ایذا ہے وقد قدر رسول اللہ صلعم من الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین فلما سلبوا یوسف عن کنفہ آذوا اباہم ایذاء عمی فیہ ولما سلب یوسف بنیامین عنہ آذاہ مع قدرتہ علی تقریر عینہ بالوصال فاذا العقوق پس کلام کو یہان تنگی ہے اور اخلاص کے لیے مقرب بندے حق عز وجل نے پیدا فرمائے ہین وقد قال تعالے ان کان آباؤکم وابناءکم الآیۃ اور سلیم فطرت وعرفان نظر محض رضائے حق عزوجل ہے اور بندہ رسول محض وحی الٰہی تعالے سے کام کرتا ہے اور بندگان امت باتباع شریعت اپنے نفسون کو رذائل اخلاق سے پاکیزہ کرتے ہین اور ان دونون کے درمیان ہفتاد سالہ راہ ہے اور یہ تو وہ وقت ہے کہ حق عزوجل نے صمم وبکم ملوک الارض کردیے ہین اور دنیا انکے واسطے سہل وآسان کردی گئی ہے اور امین کوئی نہین کہ جسکو نورانی عقل تک رسائی ہو ولیکن اہل توحید بھی گنتی کے ہین والسلام شیخ نے کہا کہ یہان ایک لطیف اشارہ اور ہے کہ اللہ تعالے نے جسکو ازل مین اپنی محبت ومعرفت ومشاہدہ کے لیے پسند کرلیا ہے اور خطاب ارواح مین اسکو قبولیت جواب سے سرفراز کیا ہے اسپر دو جہان کی ملامت آسان کردی ہے اور مراد ملامت سے یہان یہ ہے کہ اتباع حق تعالے مین دنیا سے بیکار ومجنون وحقیر وفقیر وغیرہ بہت سے الفاظ اسکی نسبت مستعمل ہوتے ہین اور مبدا انکی تحریک کا شیطان بزبان انسان ہے پس وہ ایسی ملامت کو بخوشی خاطر نہین بلکہ برضائے حق عزوجل برداشت کرتا ہے کیونکہ ان لوگون مین خاطر کی خوشی خلاف اخلاص ہے پس دیکھو کہ آدم کو برگزیدہ کیا پھر تحمل امانت مین اسکو ظلوم جہول قرار دیا اور کس خوشی کے ساتھ یہ خطاب عالی برداشت ہوا پھر اسکی خواہش کو درخت کا پھل کھانے پر جوش دیا اور اسنے کھایا تب بقولہ عصے آدم ربہ فغوی کا خطاب دیا اور یہ درحقیقت اکرام ہے بخلاف فرعون کے کہ اسکو ناکسان دنیا مین ربکم الاعلیٰ سے مشہور ومعروف کردیا اور یہ قہر وذلت ہے چنانچہ کس خواری سے ہلاک کیا۔ دیکھو یوسفؑ نے بنیامینؑ کو کشف جمال ووصال سے اپنے ساتھ منضم کیا پھر سارق کے خطاب کے بعد اپنے ساتھ باقی رکھا۔ قولہ ایتہا العیر انکم لسارقون تمنے امانت مین سرقہ کیا اور حقوق اخوت کو ضائع اور باپ وبھائی کے ساتھ جو کیا تو اسکے بعد صلاحیت ضائع ہوئی تو جملہ اسکے اضداد سے اتصاف ہوسکتا ہے کیونکہ جسنے حقوق خالق مین خیانت کی اسکا دیانت مخلوق کا دعوی غیر مسلم ہے جعفرؒ نے کہا کہ لسارقون پر عنایت ان وقائع سابقہ کی ہے جو دربارہ یوسفؑ انسے سرزد ہوئے یعنی جو تمنے اپنے باپ سے دربارہ یوسفؑ کیا ہے وہ خیانت لازمہ ہے کہ تم سارق سے متصف ہوئے بعض نے کہا کہ تمنے عقوق الد مین خیانت کی کہ درجہ عقوق تک یہ فعل پہونچگیا۔ علی بن موسیٰ الرضا عن ابیہ عن جعفر الصادقؑ جسنے اپنے قلب کو اپنے رب سے چرایا وہ قیامت مین اسارق

Marfat.com

کہکر پکارا جائیگا اور ہر چور کی سزا ہاتھ کاٹا جانا ہیں انقطاع ہیں اسکے حق مین لازم ہو اور وصل اسکا یسار سے رہیگا اور اصحاب یمین اصحاب جنت ہین اور اصحاب شمال اہل النار ہین اور جو شخص کہ وصال کے لائق نہو وہ جو نیکی کرے گناہ ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ معرفت بہت نفیس ہو کہ جسنے ایمان ترک کیا وہ اسکی ہر نیکی معصیت ہو۔ اور جو قانون بحکم الٰہی نہو وہ ظلم ہو۔ اُستاد رح نے کہا کہ بنیامین نے جو آرزوے وصال پائی اسکے مقابلہ مین ہر ملامت انکو خوشگوار آئی اور ہر ملامت ایک زبد البحر ہو جسکو مثل دنیا کے فنا موجود اور ہر نیکی آب بحر ہو کہ ہر ملامت کا وجود اس مین معدوم اور جواہر وصال موجود والسلام۔ القصہ جب پکارنے والے و اسکے ساتھیون نے انکو ہر طرح کا وعدہ دیا اور کفالت کی مگر انھون نے کوئی اقرار نکیا اور تہدید و ملامت کی اور انکی طرف سے کوئی جواب نملا سواے اسکے کہ تم خود جانتے ہو کہ ہم اہل صلاح و تقوی ہین اور ہم سارق و مفسد نہین ہین تو انھون نے فیصلہ چاہا کما قال تعالیٰ

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ

بولے پھر کیا سزا ہو اسکی اگر تم جھوٹے ہو کہنے لگے اسکی سزا یہ کہ جسکے بوجھ مین پایا جاوے وہی اسکے بدلہ مین

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ

ہم یہی سزا دیتے ہین گنہگارون کو پھر شروع کیا یوسف نے انکی خرجیان دیکھنی پہلے بھائی کی خرجی سے پیچھے وہ باسن نکالا خرجی سے اپنے

اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ

بھائی کی یون داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو ہرگز نہ لے سکتا اپنے بھائی کو انصاف مین اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ہم

دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝

درجے بلند کرتے ہین جسکو چاہین اور ہر خبر والے سے اوپر ہے ایک خبر دار

قَالُوْا منادی و اسکے ساتھی بولے کہ۔ فَمَا جَزَآؤُهٗۤ تو کیا سزا ہوگی اس کی یعنے چور کی یا چوری کی۔ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ اگر تم جھوٹے نکلو یہ تہدید ہو کہ دیدو تو انعام پاؤگے اور اگر نہ دوگے اور جھوٹ ثابت ہوا تو سزا پاؤگے اور انھین سے پوچھا کہ کیا سزا ہوگی قَالُوْا۔ کہنے لگے جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ سزا اسکی وہ شخص ہے جسکے رحل مین پایا جاوے۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۔ یون ہی ہم ظالمون کو سزا دیتے ہین یعنی ہمارا طریقہ سزا کا یہ ہو کہ چور کو اسکے حوالہ کرتے ہین جسکا مال چُرایا وہ اُس سے ایک سال تک غلامی کی خدمت لیتا ہو۔ اس سے اپنی شریعت کی سختی بھی چور کے حق مین بیان کر دی اور دلیری سے اظہار کیا کہ ہم اُس سے بری ہین۔ الغرض جب منادی و اسکے ساتھیون کو وہ صاع نملا اور وے مجبور ہوے تو مقدمہ بادشاہ کی حضور مین پیش کیا حضرت یوسفؑ نے حکم دیا کہ تفتیش کیجاوے فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ پس حکم دیا کہ ان گونون کو کھولو جو سواے بنیامین کے دوسرون کی تھین پس ہر ایک گون کی تفتیش کی اور اسپر جھکنے لگے کہ یہ بری ہی یہانتک کہ گیارہوین گون حضرت بنیامین کی کھولی ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ پھر نکالا سقایہ کو یا صاع کو اپنے بھائی کی گون سے پہلے انکی تسلی دگون ہین کھولنے سے یہ انتظام تھا کہ کوئی شبہ پیدا نہو۔ اور بیضاوی رح نے یہ کام موذن کا قرار دیا یعنے موذن نے وہین تفتیش شروع کر دی پھر صاع کو ڈھونڈھ نکالا حضرت یوسفؑ کے بھائی کی گون مین سے لیکن اول اولی ہو کیونکہ یہ مقدمہ بحکم حاکم ہونا چاہیے۔ القصہ جب بنیامین کے بوروان مین سے صاع برآمد ہوا تو بھائیون نے شرم و حیا سے سر نیچے کر لیے اور بنیامین کو ملامت کرنی شروع کی۔ آخر جو سزا انھون نے اقرار کی تھی وہ انپر لازم کی گئی اور بنیامین انسے لے لیے گئے۔ اور یہ حسن توفیق الٰہی تھی کہ جو مراد یوسفؑ کی تھی وہ اس تدبیر سے خود بخود پوری ہو گئی اور معنے تقدیر کے یہی ہوتے ہین کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا وہی تدبیر کا نتیجہ نکلتا چلا آتا ہو حتی کہ مخالف و برعکس تدبیر سے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہو قال تعالیٰ

Marfat.com

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ یون ہی تدبیر وحیلہ کو ہمنے یوسف کیواسطے پورا کردیا۔ اور کید کا لفظ مخلوق اپنے افعال وحرکات مین مکر وحیلہ کے معنے مین
استعمال کرتے ہین کیونکہ ان مین خود مختاری نہین ہے تو وہ لوگ جس سے کید وحیلہ کرتے ہین اسکو ایسی حرکات مین ڈالتے ہین کہ انجام کو وہ ایسے
امر مکروہ مین پڑجاتا ہے جس سے نکلنا دشوار ہو یا اور حق تعالے عزوجل قادر مختار ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے تو اس کا فعل ہر حال مین یکسان ہے
حتی کہ مثلاً زید کو پیدا کیا اور وہ بڑا ہوا تو مفلسی وتنگی وتکلیف مین بسر رہنے لگا تو وہ کہے حق تعالے نے میرے ساتھ کید وحیلہ کیا ولیکن محض غلط
ہے اسی طرح یہان جو نتیجہ یوسف کی تدبیر کا نکلا وہ اللہ تعالے کے پورا کردینے سے ہوا اور یہ دلیل ہے کہ مخلوق کے جملہ افعال اللہ تعالے کی مخلوق ہین ابن
اعرابی رحمہ نے کہا کہ کید کے معنے تدبیر کرنا خواہ کسی حق بات کی ہو یا باطل مقصد کی ہو اور یہان حضرت یوسفؑ نے جو تدبیر کی وہ مقصود حق کی تھی اور
اصل اس تدبیر مین فقط دو باتین تھین ایک تو صاع کو بھائی کے رحال مین رکھدیا اور دوم چور کی سزا انکے اقرار سے قرار دی اور چونکہ سارق کا
الزام ان لوگون پر نہو کیونکہ انکی رحال پر برأت لکھدی اور بنیامینؑ پر یہ الزام رکھا جسنے خود رضامندی کرلی تھی تو کوئی معصیت نہین ہے۔ اور سراج وغیرہ
مین لایا کہ کید مخلوق کی جانب سے حیلہ ہوتا ہے اور اللہ تعالے کیطرف سے تدبیر حق ہوتی ہے پس کید سے مراد یہان یہ ہے کہ اللہ تعہ نے یوسفؑ کے دل مین
یہ تدبیر ڈالی اور برادران یوسفؑ کے دل مین یہ اقرار کہ جسکی رحل مین یہ صاع پایا جاوے اسکو یہ سزا دیجاوے کہ وہ گرفتار کرکے غلام بنایا جاوے پس جو
مراد حضرت یوسفؑ کی تھی کہ ابھی یہ معاملہ ظاہر نہو کر بنیامین میرے پاس رہے بدون ایسے امر کے کہ خواہ نخواہ بغیر حیلہ ان لانے والون سے لیا جاوے۔ اور
اسمین یہ بھی دلیل ہے کہ بغیر کسی غیر کا حق ضائع کرنے کے آدمی کو روا ہے کہ حیلہ کرے اور جیسے حقوق شرع مین حیلہ جائز ہے ان حقوق مین بھی جائز ہے جو آدمی کے
اورون پر ہون بغیر اسکے کہ اورون کے حقوق ضائع ہون یا انمین ظلم واقع ہو۔ واضح ہو کہ چوری کی سزا شریعت ابراہیم مین یہ تھی جو برادران یوسفؑ نے
بیان کی اور بادشاہ مصر کے قانون مین یہ سزا تھی کہ چور کو بید سے مارا جاوے اور جو چیز چرائی تھی اُسکی دوچند قیمت تاوان بھرے پس اگر برادران یوسفؑ
یہ اقرار اپنے اوپر لازم نکرتے جب منادی وغیرہ نے پوچھا تھا کہ اچھا اگر تم جھوٹے نکلوگے تو تمھاری کیا سزا ہے تو بادشاہ مصر کے قانون پر آنحضرت بنیامینؑ کو نہین
لے سکتے تھے کما قال تعالے۔ مَا كَانَ نہ تھے یوسف کہ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ لے لیتے اپنے بھائی کو فِي دِينِ الْمَلِكِ بادشاہ مصر کے
دین مین یعنی اس کے قانون کے موافق کیونکہ دین برتاؤ کو کہتے ہین مثل مشہور ہے کہ کما تدین تدان جیسے تو کرے ویسا پاوے۔ اگر کہا جاوے کہ
اللہ تعالے عزوجل بالکل تمام مخلوق کا مالک ہے جو چاہے کرے یہان فرمایا کہ یوسفؑ نہین لے سکتا تھا اسکو دین ملک پر۔ تو جواب یہ کہ ہان یوسفؑ کو
اختیار نہ تھا کیونکہ انپر شریعت کی پابندی لازم تھی اور اللہ تعالے مالک خالق ہے وہ جسطرح چاہے کرے اُسپر کوئی شریعت تو ہو نہین سکتی اسواسطے
اُسنے اپنی ذات پاک کا استثنا فرمایا بقولہ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ لیکن اس صورت مین لے سکتا تھا کہ اللہ تعہ چاہے یعنی اللہ تعالے وحی سے اجازت فرماتا تو
ہر طرح لے سکتے تھے۔ بعض نے کہا کہ یہ استثنا منقطع ہے لیکن اللہ تعہ کی مشیت تھی کہ سوا دین بادشاہ مصر کے دوسرے دین یعنی شرع آل یعقوبؑ پر اسکو لیا
اور یہ حیلہ علم الہامی وتعلیمی سے انکو حاصل ہوا تھا قال تعہ۔ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ بلند کردیتے ہین ہم درجات جسکے ہم چاہتے ہین یعنی علم سے بندون
کے درجات بلند ہوتے ہین تو جسکو ہم چاہتے ہین اُسکو علم معرفت دیتے ہین۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔ اور ہر ذی علم کے اوپر ایک علم
والا ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ آدمی کو شرف علم سے ہوتا ہے اور مال ایک فانی چیز ہے اور علم باقی ہے جو زائل نہین ہوتا اور مال سے تن
کی پرورش ہے اور علم سے روح کی۔ پس جو فرق کہ تن اور روح مین ہے وہی مال وعلم مین ہے اور آیت مین دلیل ہے کہ برادران یوسفؑ بھی علم والے
تھے چنانچہ مسئلہ سزائے سارق انھون نے شروع بیان کیا لیکن یوسفؑ انسے بڑھکر عالم تھے اسی واسطے ان سب سے انکی بزرگی زائد تھی اور معلوم ہوا
کہ ایک درجہ نہین بلکہ بدرجات انکی بزرگی بڑھی ہوئی تھی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ہر عالم کے اوپر عالم ہوتا ہے یہانتک کہ انتہا اللہ تعہ پر ہوتی ہے

پس وہی سب مخلوق پر عالم ہو اور اسی کے علم سے مخلوق کا علم مخلوق ہے اور مترجم نے سابق تفصیل سے توضیح کردی ہو کہ علم الٰہی کا قیاس ہمارے
علوم پر نہیں ہو پس جو بات کہ علم الٰہی تعالےٰ سے بندے کو ظاہر ہو جیسے نصوص قرآنی و احادیث رسول اللہ صلعم تو وہ علوم قطعیہ ہین اگر بندے کی
سمجھ مین نہ آوین تو قطعی اسکی سمجھ کا قصور ہو اور ماسوا اسکے ان علوم کے تفاضل جاری ہے۔ ابن الانباری رحہ نے کہا کہ عالم پر واجب ہے کہ اپنے
نفس کو جہالت کی طرف منسوب کرتا رہے اور رب عزوجل کے علم کے سامنے عاجز و ذلیل بنا رہے اور ہمیشہ خوض کرے کہ علوم حاصل ہون اور بڑا
درجہ اپنے حق مین نہ سمجھے کیونکہ عالم کوئی نہین جس سے بڑھ کر عالم نہو کیونکہ مخلوق آلٰہی سبحانہ تعہ حصر سے خارج ہو اور سعید بن جبیر رحہ سے روایت ہو
کہ ہم لوگ ابن عباس رضہ کے پاس حاضر تھے انھون نے عجیب نکتہ بیان کیا تو ایک آدمی نے کہا کہ سبحان اللہ فوق کل ذی علم علیم۔ تو ابن عباس رضہ نے
فرمایا کہ یہ بُس ہے زیادہ علم والا ہوتا ہو اور اس سے وہ زیادہ علم والا ہوتا ہو اور اللہ تعہ سب عالمون سے بالاتر ہو۔ کذا ذکرہ الحافظ ابن کثیر ایسا ہی عکرمہ رح
نے کہا ہو کہ۔ قتادہ نے کہا کہ ہر ذی علم پر علیم ہوتا ہو یہان تک کہ اللہ تعہ پر منتہی ہو اسی سے شروع ہوا اور اسی کی طرف عود کریگا اور اسی سے علما نے سیکھا ہو
حدیث صحیح مین آیا ہو کہ اللہ تعہ علم کو بس اسطرح نہ اٹھاویگا کہ سینون سے سلب کرلے بلکہ علمار کو وفات دیدیگا پس علم اٹھالیگا پس جب کوئی عالم نہ رہیگا
تو لوگ جاہلون کو اپنا سردار بناوینگے جو انکو فتوے دینگے یعنی ایسے حکم بناوینگے کہ خود گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرینگے مترجم کہتا ہو کہ اہل اسلام کی حالت پر
افسوس کا زمانہ ہو کہ امانت عظمیٰ ضائع کی گئی اور لوگون نے ایسے آدمیون کو اپنا عالم بنایا جو شریعت سے ناواقف ہین اسرار شریعت سے واقف ہونے کا
ذکر نہین اور بالکل انکی مشابہت علماے یہود کے مانند ہو یا ایسے درویش اپنے سردار بنائے جو راہب نصاریٰ کے مثل ہین اور توحید و اسکے
انوار سے بالکل محروم ہوگئے اللھم اہدنا الصراط القویم وانت الہادی انت ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ تعہ کذالک کدنا لیوسف. اللہ تعالےٰ سبحانہ
جب کسی کو نبوت کے لیے خاص فرماتا ہے یا کسی متبع نبوت کو ولایت کے لیے مخصوص کرتا ہو تو صفات پاک کے انوار سے اُسکو لباس بتدریج عطا فرماتا ہو
اور حالات و اطوار مین اسکو ایک صفت کے نور سے شرف دیتا ہو اور منجملہ صفات کے کید ازلی و مکر ابدی ہو پس قلب یوسفؑ کو کید سے نور دیا اور یوسفؑ
نے بدیدار کید ازلی ایسا کیا اور یہ اسطرح کہ خاص معاملات مین لطیف صنعت و متین حقائق قدرت و حکمت سے آگاہی دیدی پس معنے قولہ کدنا
لیوسف یہ ہے کہ سمجھوا دیا ہمنے اُسکو امور نبوت و ولایت کی مصلحتین اسطرح کہ صفات حکمت و قدرت و صنعت اسپر کشف فرمائین و لہذا خلاف فہم عوام کے
انھون نے اسوقت راز سے آگاہ نہ کیا جس سے بجائے خوشی کے حضرت یعقوبؑ حزن و ملال مین مبتلا ہوکر خالص اللہ تعہ کیطرف رجوع لائے اور کسی سے
دلبستگی و تعلق نہ رہا۔ ابن عطار رحہ نے کہا کہ کدنا لیوسف ہم نے یوسفؑ کے واسطے یہانتک کید فرمایا یعنے اُسکے وقائع عام لوگون و اُسکے بھائیون کی
نظرون و انکی تدبیرون مین انکے زعم کے موافق یہ نتیجہ دیتے تھے کہ وہ دور ہوا اور کہین غلامی کی محنت مین خوار رہیگا اور زلیخا کے خیال مین وہ قید
محنت سے تنگ ہوکر منتجی و مطیع ہوگا اور میرے بارہ مین لوگون کے خیالات برأت کے ہونگے اور یوسفؑ کے بارہ مین عیب کے ہونگے ولیکن سب
لوگ اصلی حکمت آلٰہیہ سے واقف نہوئے کہ کس طریقہ سے اپنے پیغمبر کو کمالات تعلیم فرمائے اور اسکے باپ کو علو منزلت اس صبر مین دیدی اور کہان سے
کہان اُسکو پہونچایا حتے کہ سب زعم کرنے والون کے خیالات باطل نکلے اور وہ خود اسی حال مین گرفتار ہوئے جو یوسفؑ کے بارہ مین خیال کرچکے تھے
پس یہ کید ازلی ہے یعنے ایسی پیچیدہ حکمت سے نتیجہ دیا کہ ظاہر ہوا جیسے کوئی مخلوق کر و کید کرتا ہے یہانتک کہ یوسفؑ محل عزت سلطنت مین متمکن
ہوئے اور جعفر رحہ نے کہا کدنا لیوسف یعنے اسپر اس کے باپ دادا کے برکات ظاہر کردیے اسطرح کہ ہمنے اُسکو وقت مصیبت مین معصوم رکھا۔ مترجم کہتا
ہے کہ بالاجماع و بالاتفاق علماے توحید اس مقام پر تدبیر مصلحت و دقائق حکمت کے معنے لیتے ہین اور اسی پر جزم و یقین رکھتے ہین اور یہی معنے عامۂ علمار
اسلام جانتے ہین اور یہ تاویل نہین بلکہ تحقیق ہو۔ قولہ نرفع درجات من نشاء الآیۃ۔ حق سبحانہ تعہ نے بیان فرمایا کہ افعال یوسفؑ مشاہدہ انوار صفات

Marfat.com

تھے اور اعلیٰ تر مشاہدہ وکشف الذات ہے پس درجات عارفین وموحدین کے اسطرح کشوف ذات وصفات سے بلند ہوتے ہین حتی کہ اہل التوحید کا درجہ عوام سے بے انتہار بالاتر ہے اور اہل ولایت مین سے ہر ایک کا درجہ دوسرے سے جدا ہے جیسے لوگون کی صورتین جدا جدا ہین حالانکہ وہی اعضا سب لوگون مین موجود ہین پس اہل توحید کو ہر صفت کی دیدار سے ایک علم پر دوسرا علم منکشف ہوتا ہے اور دیدار ذات سے معانات کے علم سے بالاتر علم حاصل ہوتا ہے پس جیسے ذات وصفات کے واسطے نہایات نہین ہین اور یہ مقام عوام کے عقول کے تحیر کا ہے ایسے ہی اولیاء اللہ تعالیٰ کے واسطے نہایت نہین ہے پس ارواح قدسی کو بحر قدم سے جواہر حکمت حاصل ہوتے ہین اور اسی طرف اشارہ ہے بقولہ قد علم کل اناس مشربہم پس علم مرید بالائے جوعدی ہے اور مرید سے بالاعلم محب ہے اور محب سے بالاعلم عارف ہے اور عارف سے بالاتر علم موحد ہے اور ان سے بالاتر اسکا علم ہے جو فانی بذات و باقی بصفات ہے اقول شاید وہ ایک شخص ایک زمانہ مین ہوتا ہے اور وہی خاص سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پابند ہوتا ہے بعض نے کہا کہ نرفع درجات من نشاء یعنی علم واستقامت سے بعض نے کہا کشف ومشاہدہ سے بعض نے کہا کہ سچی فراست سے بعض نے کہا کہ معرفت وتوحید سے اور بعض نے کہا کہ دعاء کی قبولیت سے بعض نے کہا نفس کے کید ومکر پر واقف کر دینے سے بعض نے کہا کہ توفیق وعصمت سے شیخ جنید رح نے کہا کہ اسکی نظر سے دونون جہان ساقط کر کے مرتبہ مقام وحال پر پہونچا کر تاکہ بلا علت کے خالص بندہ ہوجاوے شیخ حسین رح نے کہا کہ ارباب حقائق وہ لوگ ہین کہ دونون جہان انکی نظرون سے ساقط ہون اور کسی حال مین خفی وجلی شرک نہ کرین اور حق تعالیٰ عزوجل سے فرد وحدہ لاشریک کا ادب رکھین ظاہر وباطن اور کلام الٰہی انکے کانون مین حضرت خالق عزوجل سے سماع ہو بعض نے کہا کہ ہر معرفت والے سے بالاتر دوسری معرفت ہے یہان تک کہ خالص حق عزوجل کے سوائے معرفت بھی گم ہو بعض نے کہا کہ مخلوق کا علم بھی خالق عزوجل کا مخلوق ہے اور اس نے ہر خلق کو ظاہر کی طرح باطن مین باطنی صفت علم سے ممتاز فرمایا ہے اور علم حق عزوجل مع خالق ہے وہی ظاہر وباطن اور غیب کا عالم ہے اور اسکے علم کو مخلوق کے علم سے کچھ مشابہت نہین ہے۔ ابن الفرجی رح نے کہا کہ علوم بقدر الطبیعت وتعلیم مین یہانتک کہ جو شخص اپنے رب تبارک تعالیٰ سے علم لدنی حاصل کرتا ہے وہ عالم ربانی ہے

القصہ جب بنیامین لے لیے گیے تو اسکے بعد یہ حال ہوا جو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا

کہنے لگے اگر اس نے چرایا تو چوری کی ہے ایک اسکے بھائی نے بھی پہلے تب چھپا رکھا یوسف نے اپنے جی مین اور انکو نہ جتایا

لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا

کہا کہ تم بدتر ہو اپنے درجے مین اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بتاتے ہو کہنے لگے اے عزیز اسکا ایک باپ ہے بوڑھا

كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا

بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک ہم مین سے اسکی جگہ ہم دیکھتے مین تو ہے احسان کرنے والا بولا اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑین مگر جس پاس پائی

مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ ع ۹ / ۱۱ / ۳

اپنی چیز تب تو ہم بے انصاف ہوے

پہلے تو برادران یوسف کمال وثوق سے کہتے تھے کہ جسکے پاس صاع برآمد ہو اُس کو چوری کی سزا مین گرفتار کرلو اور جب بنیامین کی رحل مین نکلا اور شرمندہ ہوئے تو بنیامین کو ملامت وطعنہ کرنے کے بعد بادشاہ سے اپنی برأت واس پر عیب ثابت کرنے کے طور پر غصہ مین زبان درازی کی۔ قَالُوْا کہنے لگے کہ اِنْ يَّسْرِقْ۔ اگر یہ شخص چوری کرے تو۔ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ۔ بیشک چوری کی تھی اس کے

ایک بھائی نے اس سے پہلے زمانہ مین ۔ یعنے یہ اور اس کا بھائی یکسان ہین اور ہم لوگ الگ ہین ۔ ولیکن قولہ ان یسرق بطور جزم و یقین کے نہین ہے کیونکہ ان کو ابھی تک یقین نہ تھا ۔ بخلاف قولہ فقد سرق اخ لہ اس کو بطریق تحقیق کے بیان کیا اور مراد اس سے یوسف علیہ السلام ہین ۔ سعید بن جبیرؓ سے قتادہ نے روایت کی کہ یوسفؑ نے اپنے نانا کا ایک بت چوری سے لے کر اپنے تابوین لاکر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گھورے پر ڈال دیا تھا ۔ محمد بن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی نجیح سے اس نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ پہلی مصیبت جو یوسف علیہ السلام پر آئی یہ تھی کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ایک بیٹی حضرت یعقوبؑ کی بہن تھی اور وہ یعقوبؑ سے بڑی تھی اور حضرت اسحٰق کی پٹی یعنی کمر کا پٹکا اسی کے پاس تھا اور دستور یہ تھا کہ اولاد مین سے جو بڑا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اُسکے پاس رہے وہ جو چاہے کرے کوئی اُسکے ساتھ منازعت نہین کر سکتا تھا اور یعقوب علیہ السلام سے جب یوسفؑ پیدا ہوا تو اس کو اُسی بہن نے جو یوسفؑ کی پھوپھی تھی اپنی گود مین پرورش کیا اور سب سے زیادہ یوسف کو پیار کرتی تھی جب کھانے پینے لگے تو یعقوبؑ کا دل بےچین ہوا اور اپنی بڑی بہن کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے بہن مجھے یوسفؑ کی جُدائی مین تکلیف ہے آپ مجھے سپرد کرین تاکہ مین ایکدم اپنی نظرون سے جُدا نہ کرون انکو یہ امر کسی طرح منظور نہ تھا مگر کسی بہانہ سے اسوقت ساتھ نہ کیا پھر جب یعقوب چلے آئے تو وہی منطقہ اسحٰق لیکر یوسفؑ کے کپڑون کی تہ مین لپیٹ دیا اور پھر پٹکا تلاش کیا آخر لوگون نے تلاش کے بعد یوسف کے کپڑون مین پایا پس یعقوبؑ کو اس سے اطلاع ہوئی اور بہن نے کہا کہ یہ میرے واسطے سلم ہے تو کہا کہ اچھا اس صورت مین مجھے کچھ اختیار نہین ہے آخر جب تک وہ جیتی رہین اپنے پاس سے جُدا نہ کیا پس بنیامین کے معاملہ مین برادران یوسفؑ نے اسی قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے یون ہی شیخ ابن کثیرؒ نے یہ قصہ مجاہدؒ سے ذکر کیا ہے ۔ اور مجاہدؒ کے کلام مین اشارہ ہے کہ انھون نے اہل کتاب یہود یا انصار سے ہے یہ قصہ اسطرح سُنا ہے ولیکن اس مین مترجم کو کئی وجہ سے تامل ہے اول یہ کہ پھوپھی نے جب پٹکا اسطرح انکی کمر مین باندھا تو اسوقت بالغ نہ تھے کہ چوری کا الزام انپر عائد ہوتا اگرچہ بظاہر ہو تو کیونکر اس حیلہ سے یہ حکم نابالغ پر لگا یا گیا کہ پھوپھی اُس کی حقدار ہو گئی دوم یہ کہ یہ حق صرف ایک سال تک کے لیے ہوتا تھا تو زندگی بھر کا استحقاق کیون ہوا اور شاید بات یہ ہو کہ حضرت یعقوبؑ نے اس طریقہ سے خیال کیا کہ بہن کی الفت شدید ہے اور وہ علاوہ نسبی قرابت کے مجھ سے زائد اپنا استحقاق کسی حکم سے ثابت کرنا چاہتی ہے تو بنظر رعایت اُنکے واسطے یہ امر مسلم رکھا اور بھائیون نے جو یہان تحقیقی الزام کے طور پر ذکر کیا وہ غصہ کی حالت مین ہے ۔ سراج وغیرہ مین لایا کہ ابن عیینہ نے کہا کہ ایک مرغی پکڑ کر ایک فقیر کو دیدی تھی اور مجاہدؒ سے یہ روایت ذکر کی کہ مرغی کا انڈا چرا کر فقیر کو دیدیا تھا ۔ اور وہبؒ نے کہا کہ فقیرون کے واسطے دسترخوان سے کھانا چھپا کر دیتے تھے ۔ شیخ ابن الانباریؒ نے کہا کہ ان سب باتون مین سے کسی مین سرقہ نہین ہے ولیکن غصہ مین اسکو سرقہ قرار دیکر عار دلایا ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ سب افعال محمود ہین انکو برا کہنا کچھ بھی نہین ہے لہذا میرے نزدیک قول ان علماء کا بہتر ہے جو کہتے ہین کہ یہ محض کذب تھا جیسا کہ قرطبی نے زجاج سے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہے ولیکن کسی شخص کا نام نہین لیا تو گویا یہ معنے ہو گئے کہ اگر اُس نے چوری کی تو نئی بات اُسکی طرف سے نہین ہے بلکہ اسکا بھائی اور بھی آدمی گذرا جس نے چوری کی یعنی جو شخص مفسد و بیباک و فاسق ہو اُس نے چوری کرنے مین کچھ خوف و شرم نہ کی اور یہ دوسری بان سے ہے اور ہم لوگ ایسے نہین ہین ۔ امام رازیؒ نے کہا کہ یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ حاسد جب کوئی فعل اپنی حسد پر کرتا ہے تو اس کے قلب پر اللہ تعالے ہمیشہ کے لیے محسود کی طرف سے آگ مشتعل کر دیتا ہے دیکھو ایک مدت گذری اور ابھی تک حسد نہین گیا تھا علو ہمت حضرت یوسف علیہ السلام اور عدل و حکومت دیکھو کہ اپنے منھ پر یہ کلمہ سُن لیا ۔ فَاَسَرَّهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ پس مخفی کر لیا اسکو یعنی کلمہ الزامی و بہتان کو یوسف علیہ السلام سلطان عادل نے اپنے جی مین ۔ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ اور اسکو اُنپر ظاہر نہ کیا ۔ قَالَ اپنے جی مین کہا کہ ۔ اَنْتُمْ شَرٌّ

مَّكَانًا تم شر ہو از راہ مکان کے یعنی اعلیٰ شرارت کی منزلت پر ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس چیز کے ساتھ تم وصف کرتے ہو۔ حالانکہ ایسا نہین ہے جیسا تم کہتے ہو۔ اور ان لوگون کو زیادہ شر پر اس واسطے کہا کہ جو افعال خود کیے تھے وہ زیادہ مذموم تھے بہ نسبت چوری کے جسکی نسبت بنیامین و اُس کے بھائی کی طرف لگاتے تھے اور حاصل یہ کہ اس الزام پر تم اُس کی بدی ظاہری کرتے ہو اور اپنی بد افعالیان نہین دیکھتے ہو اور یہ مراد نہین ہے کہ یہ اور اسکا بھائی درحقیقت چور تھے اور تم ان سے بڑھکر ہو بلکہ انکے بیان پر انپر الزام دیا ہے۔ واضح ہو کہ اس مقام پر بالاتفاق قول نفسی کو قال سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اظہار نہین کیا تھا جب یہ بات معلوم ہوئی تو مین کہتا ہون قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کے مسئلہ مین قرأۃ خفیہ وحی مین مثل قول کے صحیح ہے جیسا کہ مترجم نے قولہ اذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ کی تفسیر مین ذکر کیا ہے اور ایسے ہی قال آمین کا استدلال اسطرح کہ قول با آواز ہو ضعیف ہو فافہم پھر معالم وغیرہ مین بیان اہل قصہ واخبار کی روایت سراج مین اسطرح نقل کی کہ جب یوسف علیہ السلام نے بنیامینؑ کی رحل سے وہ صاع نکالا تو اسکو انگلی کی ضرب سے جھنکارا اور کان سے قریب کرکے کہا کہ یہ میرا صاع مجھے آگاہ کرتا ہے کہ تم بارہ بھائی تھے ایک باپ کے اولاد پھر دس تم مین سے اسکو دھوکے اور فریب سے باپ سے لیکر جنگل مین جاکر ایک قافلہ کے ہاتھ فروخت کرآئے پس بنیامینؑ نے کہا کہ اے بادشاہ تیرا صاع مجھے بتاتا ہو کہ اسکو میری رحل مین کسنے رکھدیا پس جھنکار کر کان سے لگایا اور کہا کہ وہ غصہ مین ہو اور کہتا ہو کہ تم میرے لیجانے والے کو کیا پوچھتے ہو جسکے پاس تھا اسی کے پاس سے نکلا پس یہ سنکر روبیل کو بہت غصہ آیا اور سب بھائی اُسکے ساتھ غصہ ہو گئے اور اولاد یعقوبؑ کا یہ حال تھا کہ غصہ کے وقت انکا مقابلہ نہو سکتا تھا خصوصًا روبیل کی آواز ایسی سخت و کرخت ہو جاتی تھی کہ حاملہ اسکی آواز سنکر خوف سے بیخود ہو جاتی تھی اور اُسکا پیٹ گر جاتا تھا اور باوجود اس کے جو کوئی اولاد یعقوبؑ سے اس کو چھوتا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا اور سب بھائیون مین قوی و شدید تھا۔ اُس نے بھائیون سے کہا کہ مصر مین کسقدر بازار ہین بولے کہ دس ہین تو کہا کہ تم لوگ ایک ایک بازار پر حملہ کرو اور مین بادشاہ کو قتل کر ڈالتا ہون اور یا وہ بنیامین کو رہا کرے پس یوسفؑ کے پاس آکر کہا کہ بنیامین کو مجھے واپس دے ورنہ مین ایک آواز سے محلہ کی حاملہ عورتون کو ضرر پہونچاؤنگا اور غصہ سے اُسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے پس یوسفؑ نے اپنے صغیر بچہ سے کہا کہ اسکو چھولے اُس نے پیچھے سے چھوا تو غصہ جاتا رہا پس اس نے ساتھیون سے کہا کہ تم مین سے کس نے مجھے چھوا ہے اُنھون نے کہا کہ کسی نے نہین تو کہا کہ یہان آل یعقوبؑ کا تخم ہو اور اہل سیر واخبار نے لکھا کہ اُسکو دوبارہ غصہ آیا اور وہی لاف زنی کی تو یوسف علیہ السلام نے کھڑے ہو کر اُسکو اپنی لات ماری اور گردن پکڑکر زمین پر ڈالدیا اور کہا کہ اے گروہ عبرانیین تمکو یہ زعم ہو کہ یہان تم سے مقابلہ نہین ہو سکتا۔ جب یہ نوبت پہونچی تو آپس مین مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے آخر یہ رائے قرار پائی کہ بنیامینؑ کے بجاے ہم مین سے کوئی قید ہو پس اسکی خوشامد کی۔ مترجم کہتا ہے کہ ان قصون کو اقوام یہود نے روایت کیا ہے اور جیسے اُن کے اقوال و تاریخین بے اعتبار ہین ایسیطرح ان قصون کی اصلیت کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اسی واسطے اہل تحقیق نے تفاسیر مین ان قصص کو درج نہین کیا اور جو ظاہر امر تھا وہی لکھا کہ جب بنیامین کی رحل سے صواع برآمد ہوا اور موافق اقرار اہل قافلہ کے بادشاہ نے اُس کو لے لیا تو اُن لوگون نے بنظر عہد و پیمان کے اور بنظر ظاہری حالت والد بزرگوار کے کہ سخت حزن و ملال ہوگا یہ راے قرار دی کہ بادشاہ سے منت و سماجت کرین پس بادشاہ کے پاس گئے۔ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اور کہنے لگے کہ اے عزیز۔ یہ حضرت یوسفؑ کو خطاب کیا جو بجاے وزیر اعظم عزیز کے تھے اور معلوم ہو چکا کہ یہ لقب وزیر اعظم کا ہوتا تھا اور بادشاہ بھی کہتے تھے پس مہربان کرنے کی گفتگو مین کہا کہ اے بادشاہ۔ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا یقین فرمایے کہ اس کا باپ ہے بوڑھا ضعیف یعنے لائق ترحم ہے وہ اس کو اپنے گم شدہ فرزند کی نشانی سمجھکر اس سے مانوس رہتا ہے اور اُسکی جدائی کی مصیبت نہین اُٹھا سکتا ہے

نَحْنُ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ پس اس کو رہا کر دے اور ہم مین سے ایک کو بجاے اس کے لے لے۔ اور یہ تیرا بڑا احسان ہو گا۔ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک ہم تجھے احسان کرنے والون مین سے یقین جانتے ہین۔ قَالَ جواب دیا کہ مَعَاذَ اللّٰهِ مین اللہ تعالے سے پوری پناہ مانگتا ہون اس بات سے کہ اَنْ نَّاْخُذَ مین گرفتار کرون کسی دوسرے کو۔ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ۔ سواے اُس کے جسکے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے۔ یون نہ کہا کہ جس نے چرایا ہے کیونکہ نہ اُس نے اُسوقت چرایا اور نہ کبھی پہلے چوری کی تو چور نہین کہہ سکتے تھے بلکہ یہ کہا کہ جسکے پاس متاع پائی۔ کیونکہ ایک کا گناہ کوئی دوسرا نہین اٹھاتا ہے اور جن لوگون نے زعم کیا کہ امام حسین علیہ السلام ہمارے گناہ کا کفارہ ہو گئے یا نصرانیون نے زعم کیا کہ عیسیٰ ہماری بدافعالیون کا کفارہ ہو گئے ہین یہ محض خام خیالی ہے البتہ شفاعت سے بزرگون کی اللہ تعالے بخشتا ہے اور وہ چاہے تو ایک کے گناہ دوسرے پر ڈالے پھر جو گناہگار ہے وہ جہنم مین عذاب پاوے۔ القصہ دوسرے کو ماخوذ کرنے سے انکار کیا بدین دلیل کہ۔ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ہم ایسی بات کرنے سے ظالم ہون گے یعنے تمھارے اعتقاد کے بموجب ہم ظالم ٹھہرینگے تو تم کیونکر ہم سے ایسی بات چاہتے ہو جو تمھارے نزدیک ظلم و گناہ ہے۔ بیضاوی رح نے مانند زمخشری کے کہا کہ مراد اصلی حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ تھی کہ اللہ تعالے نے مجھے وحی سے یہ حکم دیا کہ جسکے پاس صاع نکلے اُس کو گرفتار کرون جسکی حکمت وہی خوب جانتا ہے پس اگر مین بجاے انکے دوسرے کو گرفتار کرون تو مین ظالم ٹھہرونگا بسبب مخالفت حکم الٰہی تعالے کے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تحقیق صحیح و صواب ہے کہ جو افعال اس قصہ مین حضرت یوسف علیہ السلام سے واقع ہوئے سب باتباع وحی الٰہی سبحانہ تعالے تھے اور اُس پر اشارہ اول قصہ مین خود منصوص ہے بقولہ واوحينا اليه لتنبئنهم بامرهم هذا وهم لا يشعرون پس زمانہ عدم شعور ان لوگون کے اول بار آمد سے شروع ہوا ہے اور پہلے معلوم ہوا کہ درخواست امارت لقولہ اجعلني على خزائن الارض بھی بوحی الٰہی واقع ہوئی ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اہل الحق تو اپنے علم و معرفت سے اس امر کا کسی طرح انکار ہی نہین کر سکتے ہین اور تردد کا باعث تو فقط یہ ہے کہ ظاہر نظر والون کو یہ مقامات کیونکر سمجھائے جاوین کیونکہ انکے فہم القرآن حواس سے تجاوز نہین کرتے ہین اور ابن عادل رح نے لباب مین کہا کہ شاید اللہ تعالے نے یوسف کو اس امر کا حکم دیا تھا تاکہ یعقوب علیہ السلام پر مشقت بڑ[illegible] اور یوسف کو کسی مراعات سے جو دوبارہ رہائی بنیامین ہو منع کر دیا تھا جیسے خضر علیہ السلام کو ایک طفل کے قتل کا حکم کیا جسمین یہ حکمت تھی کہ باقی رہیگا تو کفر و طغیان سے والدین کو حیران کریگا۔ انتہی۔ اور رازی وغیرہ نے اول تو یہ سوال نقل کیا کہ یہ واقعہ صواع جسکا ظاہری رخ چوری کا عیب لگانا تھا اور ابتدا اسکی قولہ جعل السقاية في رحل اخيه ہوئی ہے اور اسی ظاہری بنیاد پر قولہ معاذ الله ان ناخذ الآیہ ہے اگرچہ اس مین ان لوگون کے ساتھ کوئی انکے حق کی اضاعت نہو تاہم عوام کی نظر مین حکمت سے باہر اور شان نبوت کے لائق نہین ہے اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ والد علیہ السلام کو اپنے مقام سے آگاہ نہ فرمایا بلکہ بھائیون کی زبانی بنیامین کو منگوا کر اس حیلہ سے اپنے پاس رکھ لیا باوجودیکہ اپنی جُدائی سے باپ کا غم و الم جانتے تھے پس پیار اور زیادہ بڑھایا۔ مترجم کہتا ہے کہ بتوفیق الٰہی سبحانہ مین نے سابق مین اس قصہ مین ان مدارج کی تنبیہ کر دی ہے جیسا کہ رازی رح نے بیان یہ سوال ذکر کیا مگر چونکہ عبارت وطرز متوحش تھا مین نے اپنی پسند کی عبارت مین خلاصہ سوال ادا کیا پھر رازی نے اور دوسرون نے متفرق جوابات طرح طرح سے نقل کیے۔ اور سب سے زیادہ اچھا جواب یہ قرار دیا کہ یہ فعل بحکم الٰہی ہے کہ یعقوب کا تعلق خاطر کسی غیر سے نہ رہے اور تحمل صبر سے درجہ بڑھکر درجہ باپ دادا تک پہونچے اور اللہ تعالے کے اسرار مین جنکو مخلوق کے افہام نہین سمجھتے ہین وہ جسطرح چاہتا ہے اپنی مخلوق مین تصرف فرماتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ درجہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا کہ باپ و اقارب سب کو چھوڑ دیا بقولہ تعالے فلما اعتزلهم وما يعبدون من دون الله۔ اور حکم الٰہی سے ہاجرہ اور اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل کو جو اسوقت دودھ پیتے تھے شام سے لا کر ریگستان مین خانہ کعبہ کے پاس بے زاد و نفقہ و پانی کے چھوڑ دیا اور کچھ پرواہ نہ کی جیسا

Marfat.com

کہ صحیح حدیث مین منصوص ہو اور آب زمزم اللہ تعالےٰ نے اس ریگ مین پیدا کر دیا اور فرزند کی قربانی اللہ تعالےٰ کے واسطے کرنے پر عزم جزم کر لیا پس یہ عدم تعلق بخلوق ہو اور محض خلوص بخالق ہو اور یہی درجہ خلت ہے اور اپنی جان کو آگ مین ڈالا بدون کسی اضطراب کے اور بدون ملائکہ کے طرف کسی خواہش ظاہر کرنے کے جیسا کہ سابق مین مذکور ہو چکا اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین یعنی تم مین سے کوئی مومن نہو گا یہان تک کہ مین اسکو زیادہ محبوب ہو جاؤن اُسکے باپ و اولاد و تمام آدمیون سے۔ والحدیث مشہور فی الصحاح اور حدیث مین فضائل ابوبکر مین ہو کہ لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللہ۔ اور حق تعالےٰ عز وجل نے فرمایا قل ان کان آباؤکم وابناؤکم الآیہ پس مدار ایمان اتباع نفس باحکام آلٰہی ہے اور خلت انقطاع محض از غیر حق عز وجل ہو اب عوام کو یہان یہ وہم ہو گا کہ پھر حضرت یعقوبؑ کو اسقدر تعلق خاطر حضرت یوسف و بنیامینؑ سے تو عوام مومنین سے بھی زیادہ ہو حالانکہ پیغمبر تھے جنکے ساتھ عوام کی کچھ نسبت نہین ہو اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات و وقائع کا عالم خوب عیان دیکھیگا کہ جان و مال و آل و اولاد سب کو راہ حق مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فدا کرتے تھے ادنےٰ ادنی یہ ہو کہ ابوالدحداح اعرج کی بی بی نے آنحضرت صلعم کی سلامتی پر اپنے خاوند و جوان بیٹون کی شہادت پر کچھ ملال نہ کیا اور انکو اُحد مین دفن کیا۔ یہ ایک صحابیہ عورت تھی پھر تیرا گمان اکابر رجال صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیونکر ہو پس مومنین کا یہ حال تو یعقوبؑ کا وہ حال کیونکر ہو گا اہل الحق جانتے ہین کہ تعلق خاطر انکو بنظر ظہور و شہود تھا و لیکن اسمین شہود ذات و توحید صرف سے نقصان ہو پس حکمت آلٰہیہ کی اتباع مین حضرت یوسفؑ نے بنیامینؑ کو بھی جدا کر لیا اور یہین سے مرد عارف اس بات پر یقین نہین کر سکتا کہ برادران یوسف درجۂ صلاح سے ساقط تھے اور لاحق بدرجۂ عوام اہل فسق و فجور و کاذبین تھے جیسا کہ بعضے تفسیر لکھنے والون نے زعم کیا از انجملہ زمخشری معتزلی ہو اور بعضے اہلسنت بھی جنکی اتباع کرکے ہمارے زمانہ کا مولف فتح البیان غفر لہ ورحمہ اللہ تعالیٰ بھی زبان درازی کرتا ہو اللہ تعالیٰ عفو فرمائے اور بخشدے: اور دیکھے قصہ خضر و موسیٰ علیہما السلام نص قرآنی سے معلوم ہو اور تو نے وہان دیکھا کہ کیسی مخفی حکمتین ان افعال مین مندمج تھین جو خضر علیہ السلام سے بحکم آلٰہی تعالیٰ سرزد ہوئے حتےٰ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی سمجھ مین نہ آئے پھر اگر باخبار آلٰہی و باحادیث رسالت پناہی ہمکو ان افعال کی نیکی و خوبی معلوم نہوئی تو خیال کیا جاتا ہو کہ مولف فتح البیان کی طرح لوگ وہان خضر علیہ السلام کی تکفیر کرتے و لیکن جب معلوم ہو گیا تو اس سے معرفت حاصل کرنا چاہیے اور ایسے افعال سے جہان احتمال حکمت آلٰہیہ کا ہو کوئی استدلال مذمت کا نہ چاہیے یہ نہین دیکھتے کہ کس حکمت آلٰہیہ سے برادران یوسفؑ نے انکو نہ پہچانا اور باوجود اسقدر قرب مسافت کے جو شخص آفتاب کی طرح تخت مصر پر جلوہ افروز اور دور و نزدیک مشہور ہو رہا تھا یعقوب علیہ السلام پر مخفی ہو گیا اور اس سے زیادہ یہ کہ پیراہن یوسف کی خوشبو حضرت یعقوبؑ کے مشام جان مین مصر سے پہونچی اور کنعان کے کنوئین سے کوئی خوشبو نہ آئی اور تو نے کیا سمجھا جیسا کہ یعقوبؑ نے فرمایا ہو کہ اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ اور بنیامینؑ کو بھیجتے وقت کسقدر اشارات فرمائے ہین اور راز آلٰہی سبحانہ تعالےٰ کسقدر ظاہری اقوال و افعال مین مخفی رکھا گیا ہو مترجم خیال کرتا ہو کہ اگر اسکو سمجھ ہے تو اہل اشارہ و اہل الحق کا ایک اشارہ اس کو کافی ہے اور اسقدر تطویل ان لوگون کی بہت زیادہ ہو بہر حال مترجم کو اسقدر یقین تو ضرور کرنا چاہیے کہ یہان اسرار صحیح ہین اور معاملہ صادقہ ہے اور اوہام شیطانی کو کچھ دخل نہین اور نہ دینا چاہیے واللہ سبحانہ تعالےٰ ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ ف فی العرائس قولہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل الآیہ۔ سرقہ کی یہان نسبت یوسف علیہ السلام کی طرف ہوئی۔ و لیکن سرقہ کے اقسام مین فرق ہو مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک اصول سمجھ لینا چاہیے ورنہ اشارات شیخ سمجھ مین نہ آوینگے وہ یہ ہے کہ علماء کے نزدیک جو ذکر کلام باری تعالےٰ مین ہو وہ حقیقت پر محمول ہے اور قصص کا لباس مخلوط نہین ہے پس شیخ نے کہا کہ نسبت سرقہ یوسف علیہ السلام کی جانب بھی ہے مگر معنے دونون جگہ پر مختلف

Marfat.com

ہین اسطرح کہ ایک سرقہ قماش ومتاع ہے اور دوسرا تسخیر القلوب ہے۔ اور دلالت ہے کہ نفوس کی شان امارہ ابھی اُن کے قلوب مین باقی تھی اس کا ظہور زبان سے ہوا اور اس سے صفت تمکین یوسفی وفنائے نفس کا مرتبہ کسقدر ظاہر ہے کہ سلطنت کے باوجود مواخذہ نہ کیا اقول مکائد نفس وشیطان سے اس جگہ یہ ہے کہ حکم الٰہی اخفار حال تھا اور شیطان نے ان لوگون کے نفوس کی راہ سے معرض امتحان مین یہ کلمہ کہا اور اس سے نفس یوسفی کو ہیجان غضب کی حرکت دینی چاہی تاکہ خلاف رضائے حق عزوجل راز برملا ہوجاوے ولیکن عصمت الٰہی عزوجل نے نفس کو احاطہ اسرار سے باہر نہ جانے دیا کہ جسکا بیان ہے قولہ فاسرہا یوسف فی نفسہ ولم یبدہا لہم قال انتم شر مکانا پس صمد نقول اسطرح منافی نہوا کیونکہ اظہار جواب برملا نہین ہے۔ شیخ رح نے کہا کہ یہ امتحان وفتنہ جزا قولہ انکم لسارقون۔ تھا۔ اور لکھا کہ یہی شان ان ہندون کی جو جرائم سے معصوم ہوتے ہین انکو ہر لمحہ ایذا پہونچتی ہے حتے کہ زبان خلق ان کے حق مین دراز ہوتی ہے اور لکھا کہ ایک حکمت خفیہ یہان ندا بقولہ انکم لسارقون مین شرکت اس حرکت مین ہے جو تحقیقاً اُنسے بشان یوسف سرزد ہوچکی تھی۔ اقول مترجم اسکو دوسرے پیرایہ مین عرض کرتا ہے کہ طبیب دانا وہ ہے کہ مریض کے علاج مین خود مریض کے ساتھ شرکت نہ کرے اور دارمی رح نے خواص شامی رحمہ اللہ کا وعظ روایت کیا جسمین تنبیہ ہے کہ نصیحت کرنے والا لوگون کی زبان درازی برداشت کرے جو بعض جہل وبہتان ہوگی اور خود ان کے جواب اور رد مین مستعد نہو کہ تجاوز سے معصیت مین مبتلا ہوجاوے گر یہان یہ بات نہین تھی جیساکہ سابق مین تحقیق ہوچکا ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور اُستاد رح نے کہا کہ انکم لسارقون۔ کا جواب اس فعل سے جو اُن کی زبانین گویا کرنے مین ہوا حضرت یوسف کو سرقہ کے اتہام سے ملگیا تاکہ اہل علم واقف ہون کہ جزا واجب ہے۔ قولہ معاذ اللہ ان ناخذ الا من وجدنا الآیہ۔ لطیف اشارات مین سے یہان یہ ہے کہ ازل مین جو لوگ ودیعت امانت عظمیٰ محبت سے سرفراز ہوتے ہین وہی عالم ظہور مین ماخوذ با بتلاء محبت وعشق وشوق وخلت واصطفائیت ہوتے ہین۔ اور افشاء راز انہین کے ساتھ ہوتا ہے جو ودیعت رکھنے والے اور استعداد رادپوشی باوجود شرکت اغیار رکھتے ہین ؎ دستے بکار باش ودرجان دل بیار باش ۔ از غم لش فریب مخور ہوشیار باش ۔ اور وصال کے واسطے وہی پسند ہوتا ہے جسکے دل مین سلسلہ شوق جنبان اور خویش واقارب سے انقطاع کا سامان ہو۔ شیخ نے کہا کہ بعض اہل خراسان نے کہا کہ جو کوئی ایسی بات کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدعی ہو جو امین نہین ہے اور آگاہ کرنا چاہے اور خبر دیوے تو اس سے زیادہ کوئی ماخوذ نہوگا ماقول حدیث صحیح مین ہے کہ جو کوئی ایسا دعوے کرے جو امین نا نہین ہے تو جیسے فریب کے دو کپڑے پہننے والا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حقائق اکابر بیان کرنے مین اسی وجہ سے مترجم نالمیدہ جاہل کو احتیاط ہے کہ وہ زبانی گفتگو سے زائد مدعی نہ سمجھا جاوے عفا اللہ تعالیٰ عنہ بفضلہ وکرمہ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ بندگان حق تعالیٰ مین سے کوئی ولی نہین ہوتا سوائے اُسکے جسکے پاس امانت ودیعت ہوا ور اسکو محفوظ رکھے اسمین کچھ خیانت نہ کرے۔ قال الشیخ ولطیفہ واقعہ مثل الحبیب الی الحبیب وکر الحبیب للحبیب تاکہ مفارقت حبیب از حبیب نہو ہر حیلہ سے تعلل کرتا ہے تاکہ حبیب کو چھین کر اپنے پاس کرلے اور دور وہ کہ دونون حبیب مین مفارق ہوجاوے دیکھو قولہ معاذ اللہ ان ناخذ لے بجائے حبیب کے عوض نہین اقول الدنیا الموتہ۔ وقولہ تعالیٰ ان الذین اشتروا الحیوۃ الدنیا بالآخرۃ۔ وقد رایتہ سبحانہ تعالیٰ لا ینظر الیہم یوم القیامۃ فاسئل العریف الماہر ماذا من البلاء علی المجرمین واعوذ باللہ من الطرد والبعد وسوء الخاتمۃ وہو الغفور الرحیم۔ القصہ منت وسماجت برادران یوسف علیہ السلام کی قبول نہوئی اور مایوس ہوکر علیحدہ ہوئے اور آخر پریشانی کا نتیجہ نیک ہوا۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا

پھر جب بالکل اس سے مایوس ہوگئے — تو علیحدہ ہوکر مشورہ کرنے لگا — بڑا ان سب مین بولا کہ کیا تم کو معلوم نہین کہ بیشک تمہارے باپ نے — تم سے — مضبوط — عہد لیا تھا

Marfat.com

مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ

اللہ تعالے کی جانب سے اور پہلے اس سے جو تم نے تقصیر کی تھی یوسف کے بارہ مین سو ہرگز مین علٰحدہ نہونگا اس زمین سے یہانتک کہ اجازت دے مجھے میرا باپ یا حکم فرمادے

اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا

اللہ تعالیٰ میرے لیے اور وہ سب حکم کرنے والون سے بہتر ہے تم لوٹ جاؤ اپنے باپ کے پاس اور کہو کہ اے ہمارے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی اور نہین

شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ

شاہد ہوے ہم مگر اسکے جو ہم نے جانا اور ہم نہ تھے غیب کے نگہبان اور دریافت کرلے اس گاؤن سے جسمین ہم سب تھے اور اس قافلہ سے جسمین

اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

ہم جب آئے تھے اور ہم سب لوگ بے شبہہ سچے ہین

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ مین سین و تا استفعال مبالغہ ہے پھر جب مایوس ہوئے برادران یوسف مِنْهُ یوسف سے کہ وہ درخواست رہائی بنیامین قبول نہ کریگا خَلَصُوْا اپنا گروہ علٰحدہ و تنہا ہوگئے۔ نَجِيًّا درحالیکہ باہم مشورہ کرتے تھے نجی واحد آیا جمع نہین ہوا اسلیے کہ دراصل مصدر ہے جسمین مفرد وجمع کا حال یکسان ہے اور جمع اسکی انجیہ آتی ہے حاصل یہ کہ سب لوگ مایوس ہوکر یوسف سے جدا ہوئے اور جس قریہ مین اناج وغیرہ لاد لگیا تھا یا دار السلطنت سے قریب گاؤن مین اکیلے ہوکر مشورہ کرنے لگے۔ قَالَ كَبِيْرُهُمْ کہا اُس نے جو ان سب مین بڑا تھا بیضاوی رح نے کہا کہ سن مین بڑا روبیل تھا اور یہی معالم اور سراج وغیرہ مین مذکور ہے اور کہا کہ یا عقل ورائے مین بڑائی مراد ہے تو وہ شمعون تھا اور بعض نے کہا کہ یہودا تھا ابن کثیر رح نے کہا کہ اسی نے بھائیون کو قتل یوسف سے روکا تھا اور اس کی رائے درباره یوسف علیہ السلام اچھی تھی پس معنے یہ ہونگے انمین سے بڑے عقلمند نے کہا۔ اور یہودیون کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قائل روبیل ہے اور وہ سن مین بڑا تھا تو یہ معنے ہونگے کہ انمین سے عمر کے بڑے بھائی نے کہا کہ۔ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا کیا تمکو معلوم نہین یہ کہ۔ اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ تمھارے باپ نے لے لیا تھا تم سے عہد اللہ تعالے کی جانب سے یعنی ایسا عہد کہ اللہ تعالے کی قسم کے ساتھ تھا جو اللہ تعالے کے حکم سے نہایت مضبوط فرض اور اُس کے نام سے نہایت تاکیدی بندش ہے۔ وَمِنْ قَبْلُ هٰذَا مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ اور یہ کہ اس سے پہلے جو تم نے تقصیر کی تھی درباره یوسف کے۔ یعنے تم خوب جانتے ہو کہ ایک تو تم نے زمانہ ہوا کہ جب یوسف کے بارہ مین ایک سخت جرم کیا جس سے باپ کو ایسا صدمہ پہونچا جسکا گمان نہ تھا اور دوسرے اب عہد و پیمان کے ساتھ تم بنیامین کو لائے کہ واپس لادینگے وہ بھی وفا نہین ہوتا ہے اس سے باپ کو اور زیادہ صدمہ ہوگا۔ اب بھلا کس منھ سے باپ کے سامنے جاؤن اور کیونکر اُس کا صدمہ دیکھون۔ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ پس مین نہین جدا ہونگا اس زمین مصر سے یہانتک کہ اجازت دے مجھے میرا باپ۔ یعنی ہم کو اس تقصیر مین معذور فرماوے اور بلا دے۔ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ یا اللہ تعالے میرے حق مین کچھ حکم فرماوے۔ بیضاوی اور سراج و معالم وغیرہ مین لکھا کہ اللہ تعالے حکم کرے کہ مین یہان سے نکلون یا حکم کرے بھائی بنیامین کی رہائی کا یا حکم کرے اہل مصر سے لڑائی کا۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ سب سے بہتر حکم کرنے والا ہے کیونکہ اس کا جو حکم ہے وہ سب حق ہے کیونکہ اُس کو اختیار ہے کہ جسطرح چاہے اپنی مخلوق مین تصرف کرے اسپر کچھ اعتراض نہین ہے بیضاوی رح نے لکھا کہ روایت کی گئی ہے کہ ان لوگون نے بنیامین کی رہائی مین کلام کیا پس روبیل نے غصہ ہوکر کہا کہ اے عزیز قسم ہے خدا کی کہ یا تو ہمارے بھائی کو چھوڑ دے یا مین ایسی سخت آواز دیتا ہون کہ حاملہ عورتون کے حمل ساقط ہوجاوینگے اور اسکے رونگٹے کھڑے ہوگئے حتی کہ کپڑے سے باہر نکل آئے

Marfat.com

پس یوسفؑ نے اپنے فرزند صغیر سے کہا کہ اسکے پہلو مین جا کر اسکو چھو لے اور اولاد یعقوب جب غضبناک ہوتی اور دوسرا اسکو چھو لیتا تو غصّہ ٹھنڈا ہوجاتا اسی سے روبیل نے کہا کہ یہان تخم (نسل) یعقوب مین سے کوئی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سابق مین یہ قصہ طویل عبارت مین مذکور ہوا اور مترجم نے تنبیہ کردی کہ یہ اسرائیلیون کی روایات ہین جو یہود سے لی گئی ہین ہم ان کی تصدیق نہین کرسکتے ہین واللہ اعلم اور ظاہر یہ ہے کہ قریش مین سے اشرف بنو ہاشم مین یہ ایک خاص خصلت تھی کہ غصہ مین اگر پیٹھ پر ہاتھ پھیر دیا جاوے تو غصہ فرو ہوجاتا تھا جیسے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کا یہ حال معروف اور بکر تجربہ کیا گیا ہے لہذا یہود نے اُن کے مقابلہ مین اسکو بنا لیا ہے جیسا کہ نصارے نے جب حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنایا تو یہود نے بھی عزیر علیہ السلام کی نسبت یہی بہتان باندھا اور حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا ہے کہ یہودی ایک بہتان باندھنے والی قوم ہے۔ رہا اہل تفسیر نے جو تکلف کیا کہ اللہ تعالے میرے نکلنے کا یا بھائی کی رہائی یا جہاد کا حکم کرے تو تقریر ایک مستبعد طریقہ ہے کیونکہ جہاد اسوقت تک نہ تھا وہ بعد ہلاک فرعون کے حضرت موسے علیہ السلام پر ملک شام و بیت المقدس مین آباد ہونے اور توحید پھیلانے کے وقت فرض ہوا ہے علاوہ اسکے فقط بنیامینؑ کی رہائی کے واسطے جہاد بعید ہے کیونکہ جہاد کا شروع ہونا کلمۃ اللہ تعالے کے بلند ہونے کے واسطے مخصوص ہے اور بھائی کی رہائی کی توجیہ بھی سخت تکلیف ہے کیونکہ یحکم اللہ لی۔ کہا یعنی میرے واسطے حکم فرماوے پس یہ تکلف ہوگا کہ میرے واسطے حکم کرے کہ میرا بھائی رہا ہوکر مجھے دیا جاوے۔ کیونکہ خلاف محاورہ ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے واسطے یہان سے نکلنے کا حکم کرے تو یہ توجیہ اگرچہ قریب ہے لیکن اسپر وحی نہین آئی تھی اگرچہ یہ قول اختیار کیا جاوے کہ وے پیغمبر تھے پس صواب مترجم کے نزدیک یہ ہے کہ بڑے بھائی نے سب بھائیون کے مجمع مین اس واقعہ کا اندوہ بیان کیا اور سابق واقعہ یوسف کی تفسیر بیان کی اور غمناک ہوکر کہا کہ اب مین یہان سے نہ جاؤنگا یہانتک کہ یا تو والد بزرگوار معذور فرما کر خود ہی مجھکو حاضر ہونے کی اجازت دے یا اللہ تعالے اُسپر وحی فرماوے جس سے ہماری مقصودی ثابت ہو خلاصہ یہ کہ والد ہی رائے سے رحم مہربان ہو کر اجازت دے یا وحی آلہی حکم فرماوے۔ اس معاملہ مین ایک لطیف حکمت آلہیہ یہ بھی ہے کہ آئندہ انکی خطیئہ دربارہ یوسفؑ کے بخشے جانے کے آثار طاری ہوئے اوران کو سابق ولاحق پر سخت ندامت طاری ہوئی حتے کہ روبیل نے باپ کو منھ دکھلانے سے انکار کیا اور ہمین بے یار و مددگار اس قحط مین بھائی کا چھوڑ کر پڑا رہنا اختیار کیا اور باقی بھائیون سے کہا کہ۔ اِرۡجِعُوۡۤا اِلٰۤی اَبِیۡکُمۡ تم لوگ واپس جاؤ اپنے باپ کے پاس۔ فَقُوۡلُوۡا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابۡنَکَ سَرَقَ پس کہو کہ اے ہمارے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی۔ یعنے ظاہر حال جو ہم نے مشاہدہ کیا اس سے ہم کہتے ہین کہ اس نے چوری کی۔ وَمَا شَہِدۡنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا۔ اور ہم نے نہین شہادت دی اس پر مگر اُس چیز کے ساتھ جو ہم نے جانی یعنی ہم نے دیکھا کہ صواع الملک اس کی وعاء سے نکالا گیا تو ہم یہی جان سکتے ہین کہ اس نے چرایا ہوگا ورنہ باطن مین ممکن ہے کہ کسی طور پر اسکی وعاء مین آگیا ہو۔ وَمَا کُنَّا لِلۡغَیۡبِ حٰفِظِیۡنَ۔ اور ہم کچھ غیب کے حافظ نہین ہین۔ اور شاید کہ قولہ ماشہدنا آلخ کے یہ معنے ہون کہ ہم نہین شاہد ہوئے تھے اسپر مگر بقدر اسکے جو ہم کو علم ہے تو ہمکو حفاظت کا عہد دینے کے وقت یہ نہین معلوم ہوا تھا کہ وہ چوری کریگا یا ایسی عجیب بلا مین گرفتار ہوگا کہ ہمارے اختیار سے باہر ہوجاوے اور ہم اس بلا مین اسکے ساتھ دینے مین معذور ہوجاوین اسی واسطے ہم نے قولہ الا ان یحاط بکم۔ پر اقرار واثق کرلیا تھا کہ اگر کوئی بلا آویگی تو ہم سب بھی شریک ہونگے پھر تصدیق کی راہ ظاہر کی کہ۔ وَسۡـَٔلِ الۡقَرۡیَۃَ الَّتِیۡ کُنَّا فِیۡہَا۔ اور دریافت فرمالے اس قریہ سے جسمین ہم تھے۔ یعنی جس شہر مین یہ واقعہ ہوا خواہ وہ دارالسلطنت کا شہر ہو یا اس سے قریب کوئی گاؤن تھا جہان اناج کا انبار خانہ تھا یا وہ گاؤن جس مین منادی سے اوران سے گفتگو ہوئی جبکہ صواع کو وعاء سے نکالنے والا وہی منادی ہو۔ بہرحال تصدیق کے لیے کہا کہ جس قریہ مین ہم تھے اُس سے دریافت کرلے۔ وَالۡعِیۡرَ الَّتِیۡۤ اَقۡبَلۡنَا فِیۡہَا۔ اور اس قافلہ سے جس مین ہم ساتھ ہو کر مصر مین

Marfat.com

آئے تھے دریافت کرلے یہ دونون ہمارے قول پر اور اس واقعہ پر ہماری معذوری وبےقصوری پر شہادت دین گے۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ
اور ہم لوگ بتاکید عرض کرتے ہین کہ ہم سب سچے ہین۔ مسئلہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ناامیدی کفر ہے اور بندون کے افعال سب اللہ تعالیٰ
کے پیدا کیے ہوتے ہین تو اب مترجم کہتا ہے کہ جب زید سے عمرو نے کوئی اُمید کی اور اُس نے انکار کیا تو ناامید ہونا جائز ہے مگر یہ سمجھ کہ ظاہر مین
زید کی طرف سے یہ بات پوری نہ ہوگی بدلیل قولہ فلما استیئسوا منہ۔ ولیکن اللہ تعالےٰ کی طرف سے مایوس ہونا نہ چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ یہی
اُمید دوسرے طور سے اللہ تعالےٰ پوری کردے جسکا اس کو گمان بھی نہین ہے۔ اور صحیح یہ ہے جو بعض محققین کا قول ہے کہ مایوسی جو کفر ہے وہ
یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ خاص رحمت ومغفرت اس پر دفرمادیگا جیسے شیطان کو کردیا اسطرح اس کو بھی مایوس کردیا ہے تو یہ کفر ہے اور خاص رحمت
سے مراد باقی رحمت آخرت ہے جسکا اثر دنیا مین ایمان اور صلاحیت ہوتی ہے کیونکہ عام رحمت تو دنیاوی رزق وتندرستی ومال واولاد وغیرہ
سب کو شامل ہے اور یہ رحمت کافرون ومومنون سب کو عام ہے بلکہ کافرون کے لیے زیادہ ہے اگرچہ کافر مال ومتاع وغیرہ کو دنیا وہوس شہوات کے لیے
کرکے اور زیادہ عذاب اپنے اوپر کرلیتے ہین پس یہ رحمت انکے لیے عذاب ہوجاتی ہے علی معنی قولہ سنستدرجہم من حیث لایعلمون واملی لہم الآیہ۔ وقولہ اترفناہم فی
الحیوۃ الدنیا۔ وقولہ ولا تمدن عینیک الی ما متعنا الآیہ۔ وقولہ انما یرید اللہ لیعذبہم بہا الآیہ اور دوسری رحمت خاصہ ہے وہ مومنون وصالحین کے واسطے
مخصوص ہے۔ مسئلہ مشورہ سے کام کرنا نہایت عمدہ ہے لقولہ وشاورہم فی الامر۔ دیکھو آنحضرت صلعم کو حکم کیا۔ جس سے مشورہ مانگا جاوے اگرچہ اُسکو کچھ
ملال ہو یا اسمین اسکا نقصان ہوتا ہو اُسپر واجب ہے کہ ٹھیک مشورہ دیوے ورنہ خیانت کا گناہ ہوگا لقولہ علیہ السلام المستشار مؤتمن۔ مشورہ کے لیے
اہل عقل تلاش کرے۔ لقولہ قال کبیرہم بڑے کو مقدم کرنا ادب ہے۔ راز چھپانا واجب خصوص جبکہ ضرر ہو۔ علماء نے کہا کہ راز کہنے والا خود ذمہ دار ہے کہ
عاقل وصالح متدین سے کہے ورنہ خود گنہگار اور بیوقوف دوسرے کو گناہ مین ڈالنے والا ہوگا۔ مسئلہ عہد کی نگہداشت واجب ہے۔ اور بعضے زاہدون کی
جنکی حکایات مشہور ہین کہ ایک نے انسے وعدہ ملاقات کسی خاص مقام پر کیا تو برسون تک اس مقام پر وقت معہود پر حاضر ہونا التزام کرلیا تھا
اسکی صحت مین بعض نے استبعاد کیا ولیکن اصل اسکی یہی غلو کبیرالاخوۃ ہے یعنی قولہ فلن ابرح الارض۔ مسئلہ عہد مطلقاً فرض ہے اور جبکہ اللہ تعالےٰ
کو شاہد کرے تو نہایت مؤکد ہے۔ مسئلہ جو کوئی کسی وعدہ مین کہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ تو تخفیف عذر اور مصلحت سے وعدہ پورا نکرنے مین گنہگار نہوگا
لہذا علماء نے اسی طرح وعدہ کرنے کا طریقہ بتلایا ہے۔ مسئلہ بیعت کرنا ایک معاہدہ ہے تو بیعت لینے والے کو مستحسن ہے کہ تعلیم کردے کہ یون کہو کہ یہ سب ہم
کرینگے جہان تک اللہ تعالےٰ نے ہم کو توفیق دی کما صح فی الحدیث۔ یا بعض عام امور مین استثناء کردے جیسے قولہ الا ان یحاط بکم۔ مسئلہ وعدہ کے
وقت جسکے دل مین ہو کہ یقیناً اسکو پورا نکرونگا تو انشاء اللہ تعالےٰ کہنا مکروہ ہے۔ مسئلہ جو کوئی اللہ تعالےٰ کو ایسی بات پر شاہد کرے جو حقیقت مین نہین ہے
تو کفر ہے۔ مثلاً کسی کے پاس روپیہ موجود ہے اس نے کہا کہ اللہ تعالےٰ شاہد ہے کہ میرے پاس نہین ہے تو وہ کافر ہے۔ واضح ہو کہ عام معاہدات ووعدے
اسی قدر پر واقع ہوتے ہین جو ظاہر حال مین قدرت مین ممکن ہون مثلاً ہم یہ گھر اس نقشہ کا دو برس مین تیار کردینگے تو جائز ہے اگرچہ غیب کا حال
معلوم نہین کہ شاید کوئی غنیم ملک پر حملہ کرے یا مرجاوے پس امور غیب ذمہ داری سے خارج ہین۔ مسئلہ اللہ تعالےٰ کو خیر الحاکمین کہنا جائز ہے اس سے
ظاہر ہوا کہ مخلوق مین بھی حاکم ہوتے ہین۔ پھر قولہ ان الحکم الا للہ سے معلوم ہوا کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کا حکم نہین ہے تو جواب یہ ہے کہ ہر مخلوق سے وہی
فعل واقع ہوتا ہے جو اللہ تعالےٰ نے مقدر کیا ہے پس جو امر حق ہے اسمین ثواب ہے اور جو حکم باطل ہے اسمین عذاب ہے اور حکم ثواب یہان وہی ہوگا
جو حکم حق ہے تو حکم فقط اللہ تعالےٰ کا ہے اور دوسرون سے جو احکام پائے گئے وہ ماخوذ ہین یا ثواب پاوینگے یا عذاب پاوینگے لیکن وہی ہوگا جو اللہ تعالےٰ
نے حکم لگایا اور مقدر فرمایا ہے۔ مسئلہ ظاہر حال پر جو مشہور وشائع ہو حکم لگانا روا ہے لقولہ ان ابنک سرق۔ کیونکہ اُسکے سوائے ظاہر

Marfat.com

نہ تھا۔ لہٰذا کہا گیا کہ اگر کوئی شخص پٹھان مشہور ہو تو اسکو پٹھان کہنا جائز ہے حتیٰ کہ اگر حقیقت مین وہ پٹھان نہین ہے تو کہنے والا گنہگار نہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین لوگون کی زبان کا عام طور پر اعتبار نہ رہا اسوجہ سے کہ جہل بہت کثرت سے پھیل گیا اور زبان کے گناہون سے عام طور پر بیباکی ہے تو اب احتیاط واجب ہے پس اگر کسی شخص کے حق مین بھلائی ہو تو روا ہے اور اگر برائی ہو تو وہ بات کہے جو نیک پرہیزگارون مین معروف ہو۔ مسئلہ جس شخص سے کوئی گناہ مشاہدہ کیا ہو اس کو فاسق و فاجر کہنا روا نہین ہے اور برادری کا انقطاع نہ کرے اور بدعت دو قسم کی ہے ایک بدعت اعتقاد مین جیسے رافضی و خارجی تو ان لوگون سے محبت و اختلاط قطعی ترک کرے۔ دوم بدعت اعمال مین تو اسنے انقطاع روا نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ آثار و احادیث مین انقطاع پایا جاتا ہے تو جواب یہ ہے کہ وہ جھڑکی کا انقطاع ہے جیسے عام فسق و فجور کی نسبت حکم ہے کہ فاسق کو علیحدہ کرو کہ توبہ کرے اور یہ آسان تدبیر تھی کیونکہ ایسا بدعتی فاسق کے حکم مین ہے ولیکن اس زمانہ مین فاسقون کا مجمع بڑا ہے تو علیحدگی سے سوائے ضرر کے کچھ لاحق نہوگا اسواسطے ملانا بہتر ہے بدلیل آنکہ آنحضرت صلعم منافقون تک کو ملاتے تھے اور ایسے لوگون کو دیتے جن کی طرف سے فسق و فجور کا احتمال ہوتا اور متقی و ثابت قدم کو ترک کرتے تھے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ مسئلہ جو شخص توحید کو چھوڑ کر شرک کرے جیسے قبرون کی پرستش اور مشرکانہ اعتقادات تو انکو فہمائش کرنا اور اعتقاد توحید انکے دل مین مضبوط کرنا اور جہالت کو مٹانا واجب ہے ولیکن اس کے واسطے یہ نہ کرے کہ بزرگون کی توہین کرے کیونکہ اس مین فتنہ ہے اور ذاتی قصد اہانت کا گناہ ہے۔ مسئلہ ایمان والا اگر کوئی خبر دیوے تو اسکی نسبت جھوٹ ہونے کی بدگمانی بلا دلیل دل مین لانا نہ چاہیے ولیکن تحقیق کے لیے دریافت کرنا کچھ مضائقہ نہین ہے اور کہا گیا کہ عادل کی تصدیق کر لینا جائز ہے اور ظاہری عدالت کافی ہے لیکن فاسق کی خبر کی تصدیق نہ کرنا چاہیے بلکہ تفتیش کرے لقولہ تعالیٰ اذا جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا۔ اور یہ حکم ایسی باتون مین ہے جنکے ماننے سے عبادات مین کوئی حکم آتا ہے ورنہ معاملات مین تصدیق دلی پر مدار ہے حتیٰ کہ اگر کافر ملازم نے بازار سے جہان ذبح کیا ہوا گوشت بکتا ہے مول لا دیا تو تصدیق کر لینا روا ہے اور ان مسائل کی پوری تحقیق تفصیل کو فقہ کی کتاب القضاء اور کتاب الکراہتہ سے تلاش کرنا چاہیے۔ مسئلہ ضرورت کے وقت سچا حال بیان کرنے کی نیت سے اپنی تعریف کرنا جائز ہے لقولہ انا الصادقون ہم سچے لوگ ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ قولہ واسئال القریۃ مین مفسرین نے کہا کہ شاید یہ مراد ہو کہ تم پیغمبر ہو اس گاؤن سے پوچھو وہ تم کو جواب دیگا ولیکن مترجم کے نزدیک ضعیف قول ہے اسواسطے کہ پیغمبر کو یہ چیزین اسی وقت جواب دیسکتی ہین کہ اللہ تعالیٰ ان مین گویائی پیدا کر دے اور یہ معجزہ ہوتا ہے پس ہر وقت ایسا نہین ہو سکتا بلکہ حق یہ ہے کہ پیغمبر خود ایسی خواہش ہی نہ کریگا مگر اسی وقت کہ اللہ تعالیٰ چاہے جیسے تمام نیک بندون حتیٰ کہ اولیاء کا بھی یہی حال ہے اسی واسطے جو لوگ حماقت سے سمجھتے ہین کہ فلان ولی کی خوشامد کرین وہ ایسی دعا کر دیگا محض جہالت ہے وہ ہرگز کچھ نہ کریگا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ چاہے اس کے دل مین ڈالے اور زبان سے کہلاوے اسی واسطے خواہ یہ کہے یا نہین وقت پر یون ہی ہوگا البتہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندون کی خدمت خالص نیت سے ثواب عظیم ہے۔ پھر مفسرین نے کہا کہ شاید یہ مراد ہو کہ واسئال اہل القریۃ یعنی مضاف محذوف ہے تو گاؤن کے لوگون سے دریافت کر لے اور یہ مجاز زبان عرب مین مشہور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اردو مین کہتے ہین کہ اس گاؤن سے یہ حال معلوم ہو جائیگا ولیکن بعض نے اعتراض کیا کہ سیبویہ امام نحوی نے کہا کہ یون کہنا نہین جائز ہے کہ کلم ہندا ہندہ سے بات کر حالانکہ تیری غرض یہ ہو کہ اسکے گھر والون سے بات کر۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہان سخت التباس ہے کیونکہ ہندہ سے بات کرنا خود ممکن ہے بخلاف قریہ کے اور حافظ ابن القیم نے بدائع مین کہا کہ اکلت الشاۃ مین نے بکری کھائی۔ اور اسکے مانند کلام مین لحم الشاۃ یعنی بکری کا گوشت بتقدیر مضاف متعین ہے بخلاف واسئال القریۃ۔ اس قسم مین سے نہین ہے کیونکہ قریان لوگون کو بھی کہتے ہین جو ایک ٹھکانے مجتمع ہو کر رہتے ہین اور اس مقام کو بھی بولتے ہین جس مین کچھ

Marfat.com

یکجائی کی حیثیت سے رہتے ہون جیسے کاس وہ پیالہ جس مین شراب موجود ہو اور خوان جس دسترخوان پر کھانا موجود ہو اور کہا کہ قریہ کا
استعمال زیادہ ہے تو انھون نے اسکو سیاق کلام کے اعتماد پر کبھی رہنے والون کے معنے مین استعمال کیا اور کبھی مقام سکونت کے ارادہ پر استعمال
کیا اور وہان التباس نہونا شرط استعمال ہے پس یہان مجاز و حذف کچھ نہین ہے اور باوجود ظہور کے یہ بات اہل علم پر مخفی رہی ہذا خلاصہ
تحقیقہ۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ واسئال القریۃ کے بلا مجاز و حذف کے خود معنے یہ ہین کہ لوگون سے جہان ہم تھے پوچھ لیجیے
فافہم۔ ف فی العرائس قولہ ان ابنک سرق۔ دیکھو حضرت ذوالعظمۃ والکبریاء القادر القیوم وحدہ لاشریک جسکے ساتھ کسی چیز کو اسکی ذات
پاک وصفات عالیہ مقدسہ کا ذکر کیا ہے اس کے افعال و مقدرات مین کچھ بھی شرکت ممکن نہین ہے وہی ہے کہ جو چاہے کرے اور جو چاہا وہ کیا
کسی کی مجال نہین کہ کچھ سوال کرے اور سوال کیونکر کرے کہ کسی کی تاب نہین کہ اسکے علم و حکمت کا ایک ذرہ بھی سمجھ سکے تو اُس نے اپنے خاص
بندہ اسرائیل یعنے یعقوب علیہ السلام پر اسطرح رحمت فرمائی کہ اس کی محبت دو پارہ جگر یوسفؑ و بنیامینؑ جدا کر دیے حالانکہ جاری شریعت
مین ہمیں حکم دیا کہ گاے بکری کوئی جانور تاک کا دودھ پیتا بچہ جدا کرکے بیچنا حرام ہے اور یہان یوسفؑ پر بیع کا داغ دیا اور بنیامینؑ پر سرقہ کا
اور ہم مین سے کوئی سمجھے تو پس اسی قدر کہ بلاء و مشقت فراق بڑھادی اور یہ لطیفہ ہے کہ فضل الٰہی سے بارہ اولاد مین سے صرف ایک
کے فراق پر یہ درد و اندوہ تھا پھر دوسرے کے فراق پر یہ زیادتی پھر اسکے اسرار سوائے اُس کے جسکو اپنے فضل سے عرفان دیا ہو اور کوئی
شخص کیا سمجھ سکتا ہے بھلا جسکی عقل کی یہ کیفیت ہے کہ جو دنیا صرف خوار چیز اور چند لحہ کی بے اعتبار ہے ہمہ تن اُسی کی آرائش مین گرفتار ہے اور
جس کی یہ مثال کہ سفر مین ایک سراے مین اُترا اور تمام مال و اسباب اور جو کچھ سرمایہ اسکے پاس تھا سب اس مین ایک جھوپڑی بنانے
مین صرف کیا اور دل مین خیالات کہ لوگ ہم کو عروج پر دیکھینگے اور ہماری قوم کے لوگ اس مین ٹھہرینگے ایک دن اسطرح گزرا دوسرے
دن کوچ کیا اور پھر کبھی سراے کی جھوپڑی خواب مین بھی نظر نہ آئی تو ایسے بیوقوف کو تو خیال کر سکتا ہے کہ وہ اسرار آسمان و روح و ملائکہ و
عجائب و قدرت و حکمت الٰہیہ و اپنے انجام کار و آخرت کو سمجھ سکتا ہے اس کی بعینہ یہ مثل ہے کہ ایک پہاڑی جنگلی آدمی سے فلسفہ یا
اقلیدس یا جبر و مقابلہ یا بلاغت زبان کا ایک نکتہ بیان کیا اور بہت زور دیا اُس نے سب سُنا اور قہقہہ مار کر دیوانہ دیوانہ کہتا ہوا چلدیا۔
شیخ رح نے کہا کہ دو جگر پارہ یعقوبؑ جدا کرکے درد دو بالا بڑھادی اور ایک پر بیع و غلامی کا داغ اور دوسرے پر سرقہ و چوری کا نشان کر دیا
چنانچہ بھائیون نے کہا کہ ان ابنک سرق۔ اور درحقیقت نفیس جواہر کا پیمانہ شرافت یوسفؑ تھا جو بنیامینؑ نے ان سب کے درمیان سے اُچک لیا
کچھ شک نہین کہ بندۂ خاص کے مقابلہ مین تمام جواہرات بلکہ دنیاے فانی محض ہیچ ہے ان لوگون نے اس الزام مین بھی غم اُٹھایا اور جب ادبار
قحط مین گرفتار تھے تو جو حرکت کرتے اُنپر وبال ہوجاتی تھی۔ حضرت جعفر رح نے کہا کہ کوئی سمجھتا ہے کہ پیغمبر کے بیٹے پر جو پیغمبر ہے یہ لفظ کسطرح جائز ہوا۔
علماء کے نزدیک یہ مقام مشکلات قرآن مین سے ہے اور اسی کے مثل قصۂ داؤدؑ مین ہے کہ خصمان بغی بعضنا علی بعض اور وہ دونون خصم نہ تھے اور
نہ انھون نے بغاوت کی۔ شیخ نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے سچ کہا کہ قرآن مجید مین بہت سے متشابہات مین جنکے معنے حضرت حق عز و جل
کے علم پاک مین ہین۔ اور انکی تعلیم سے ان بندون پر منکشف ہوتے ہین جنکا قدم مسند علم پر راسخ ہے کما قال تعالیٰ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔
منجملہ انکے علوم کے اس مقام پر یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین کلام معجز فرمایا ہے اور اسلوب اسکا بحقیقت و امثال و عبرت و مجاز و خبر و قصص ہے
انکو اسی طور پر بیان فرمایا جسطرح واقع ہوئے پس براہ ظاہر انکے قصہ کو بعین الفاظ و اقوال و افعال سے ذکر فرمایا جو انھون نے کہا و کیا ہے اور حقیقت
مین جو فرمایا حق ہے کیونکہ واقعہ کبھی بایک حقیقت کے اشارت سے خالی نہوگا اور وہی باطن علوم ہین پس معرز حقیقت کا علم مشیر مخصوص کتاب باری تعالیٰ

ہو بدین معنی کہ بندگان علما کسی وقت پر اس فیض سے کرامت و منزلت عالیہ پاوینگے اور اسوقت انکے معانی سے سرفراز ہوجاوینگے ہان اسوقت اسقدر وقوف ہوسکتا ہو جسکا تحمل ممکن ہو مثلاً سوال موسی علیہ السلام دیدار باری تعالے کا ایک علم سے تھا نہ جہالت سے جیساکہ گمراہ جہال خیال کرتے ہین مگر مغز و معنی اس سوال کے انکو اسوجہ سے عطا نہوئے کہ اسکا تحمل اسوقت ممکن نتھا ہان ایک وقت پر ممکن ہوگا چنانچہ حدیث صحیح مین ہو کہ انکم سترون ربکم الحدیث ولیکن موسی علیہ السلام کو تجلی عنایت ہوئی جس سے بیہوش ہوکر گر پڑے اور اگر عنایت الٰہی باقی نہ رہتی تو مثل طور کے جلکر فنا ہوجاتے اور یہ احتراق انسے سوزش نہین ہو بلکہ سوزش حسن ازل ہو شیخ رح نے کہا کہ سرقہ یوسف ۴ اپنے حسن سے قلوب خلق تھا اور یہ بنظر استحفاظ نظام تدبیر آلٰہیہ ہو چنانچہ جن قومون کو محض سرائے فانی آراستہ کرنے کو دی گئی ہو انکو اس لطافت سے بالکل بے بہرہ کردیا گیا اور یہ وہم نہ ہو کہ اکثر ان مین سے سوزش محبت سے افیون کھاکر اور زہر پیکر اور بندوق سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتے ہین کیونکہ یہ تو غلبہ نجاست ہی فی الحال آتش جہنم مین جلائے جانے کی استعداد قوی بغلبہ شہوات پیدا کرتے ہین اور انکو حسن ازل نظر نہین آتا بلکہ بحکم قولہ زین للناس حب الشہوات من النساء الآیۃ وہ مزین نظر آتی ہو جسکی رسّی شیطان کے ہاتھ مین دیگئی ہو پس یہ حال اسکا جسکو شیطان نے ایسی قوی پھندے مین پھانسا کہ عقل و حواس سب مسلوب ہوگئے اور عشق باری تعالے مین حواس کی نورانیت و لطافت اسقدر بڑھ جاتی ہو کہ فانیات جسمانی لذات دنیات دنی و اسکے ضروری انتظامات سب سے وہ متنفر ہوکر مفرد و مجرد ہوجاتا ہو حتی کہ اگر ایک گانون پر اسی طرح کا ہوجاوے تو وہان جملہ معاش کے طریقہ معطل ہوجاوین ہان آخرت کی بستی ہوجاوے اور شاید کہ لا محالہ انکی کار پردازی کرین واللہ تعالے سبحانہ اعلم شیخ نے کہا کہ اسیطرح قولہ انکم لسارقون صحیح ہو کیونکہ انھون نے عہد و امانت کو نظام قضا سے اور یوسف کو اپنے والد سے سرقہ کیا یعنی خیانت سے عہد توڑا اور یوسف کو جدا کر کے فروخت کیا اور صدق سے سرقہ کرکے کذب مین قمیص خون آلودہ دی اور بے خبر بھیڑیون پر خیانت سے الزام لگایا کیونکہ جانور ایک امت ہین اور قولہ ان ابنک سرق صحیح ہو کہ خفیہ یوسف کو پایا اور ان مین سے کسی کو نہ بتلایا پس حقوق روحانی انکے بھی مستحق فیض یوسفی تھے مگر اخفاء بنیامین سے یہ محروم رہے۔ اقول یہ نظیر اسکی ہو کہ جنت مین ہر کافر کا مقام موجود ہو مگر نہ لیگا یون ہی ہر عزیر بلکہ بندہ صالح کے ساتھ ہر مخلوق کا حصہ موجود ہو مگر لیاقت نہین ہو شیخ نے کہا کہ علاوہ اسکے صاع مذکور انکی متاع مین انکے علم سے رکھا گیا تھا اور باوجود اسکے مقدمہ مین انھون نے اخفا کیا پس کلام الٰہی ہر موقع پر صدق و راست ہو باوجودیکہ اصل قصہ مین اہل قصہ کی حالت کسی عنوان پر ہو اسکو کلام معجز نظام الٰہی مین جہت صدق موجود ہو پس حقیقت وہ صدق ہو اور مجازاً انکا قصہ ہو اور تصدیق اسکی قولہ تع وما شہدنا الا بما علمنا یعنے بحسب الظاہر و قولہ وما کنا للغیب حافظین یعنی ان اسرار کو ہم نہین جانتے جو دونون بھائیون کے درمیان خفیہ جاری ہوئے ہین۔ القصہ جب بڑے بھائی نے بعد مشورہ کے رائے قائم کی اور بھائیون سے پیغام لیکر روانہ کیا تو یہ لوگ روانہ ہوکر حضرت یعقوبؑ کی خدمت مین آئے اور حال کہا

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ

یعقوب نے کہا بلکہ آراستہ کردیا تمھارے لیے تمھارے نفسون نے کوئی بات پس صبر جمیل خوب ہو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے پاس لاوے ان کو سب کو

إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ

بیشک وہ دانا حکمت والا ہو اور منھ پھیر لیا انسے اور کہا کہ ہاے افسوس یوسف پر اور سپید ہوگئین اسکی دونون آنکھین

مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ

بسبب غم کے سو وہ گھٹتا رہتا تھا کہنے لگے کہ قسم اللہ تعالیٰ کی برابر تو یاد کرتا ہو یوسف کو یہانتک کہ ہوجاویگا گھلکے قریب یا ہوجاویگا

مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

دوون میں سے • فرمایا کہ میں تو اپنی پراگندگی اور اندوہ کا اپنے اللہ ہی سے شکوہ کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کیطرف سے وہ جسکو تم نہیں جانتے •

حضرت یعقوب نے سب سُنا اور قَالَ جواب میں کہا کہ بَلْ سَوَّلَتْ زَيَّنَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔ بلکہ سنوار دکھایا تم کو تمھارے نفوس نے کوئی امر یعنی بظاہر انکی گفتگو سے اعراض کیا اور کہا بلکہ تمھارے نفس ایسے ہیں کہ وہ جو بات تم کو زینت کرکے دکھلاتے ہیں وہ تم پسند کرتے ہو۔ اور کلام میں لطف یہ ہے کہ لفظ بَل محتمل اضراب ہے جیسا کہ ظاہر میں بیان ہوا اور محتمل ترقی ہے یعنی یہ تمھاری گفتگو کا نتیجہ ہے بلکہ تمھارے نفوس کا بھی دخل ہے۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ آدمی کو چاہیے کہ ہر دم اپنے نفس سے ہوشیار رہے اور ہر کام پر جسکا ارادہ ہو غور کرے کہ یہ نفس نے تسویل کی ہے یا صحیح ہے پس قرآن و حدیث و آثار سے موافق پاوے تو عمل کرے ورنہ اس کام کا انجام خراب ہوگا۔ اور بعض مرتبہ قرآن و حدیث سے موافقت پاتا ہے مگر اس آدمی کی حالت سے موافقت نہیں ہوتی تو لاچار اسکے واسطے اپنے نفس کی رائے پر اعتماد کرتا ہے اور انجام ٹھیک نہیں ہوتا اور یہ نہایت باریک فریب نفس کا ہے اس سے وہی علماء بچتے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہدایت فرمائی ہے مثلاً ایک مرد عیالدار عبادت میں بسر کرتا تھا اور اپنی صغیر اولاد کے لیے رزق قلیل تلاش کر لاتا تھا اس نے جہاد کے لیے قصد کیا تو جہاد کرنا عمدہ بات قرآن و حدیث سے ثابت ہے مگر موقع جنگ پر دیر ہوئی حتیٰ کہ اُس نے خواہش کی کہ جلدی ہوتی تو میں واپس جاتا اور اپنے عیال کے لیے رزق لیجاتا پس یہ خیالات اسکے انجام میں مضر ہوگئے اور اس کی مثالیں جو شخص متقی ہونا چاہے اور کچھ عرصہ تک نفس کی تسویلات کا خیال رکھے وہ واقعات تحقیقی میں بہت کثرت سے پاویگا پس اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہم بندوں کو ہمارے نفوس کے تسویلات سے اور شیطان کے اغواء و تسلط سے بچاوے اور ہمکو شاہراہ مستقیم پر ثبات و استقامت کرامت فرماوے وہ سب چیز پر قادر غالب قوی علیم و حکیم ہے بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ مثل واقعہ یوسف ع کے خیال کرکے متہم رکھا کیونکہ بادشاہ مصر پابند شریعت ابراہیم علیہ السلام نہ تھی جو چور کو بعوض چوری کے ماخوذ کرلے علاوہ ازینکہ خود ان لوگوں نے اپنے نفس کی تسویل سے یہ راہ بتلائی ہے پس انکے نفوس کی تسویل یہ ہوئی کہ خلاف قانون بادشاہ مصر کے اسکو شریعت ابراہیم کا فتویٰ لے دیکر گرفتار کرادیا اور شاید یہ بھی گمان ہو کہ چوری کا الزام اسپر قائم ہونے میں تسویل نفس مساعدت کی ہو اور اول اظہر ہے اور وہ سچ واقع ہوا جو پیغمبر علیہ السلام کے دل میں گمان ہوا اسلیے کہ انھیں کے نفس نے جوش میں آکر یہ سزا بتلائی کہ جزاؤہ من وجد فی رحلہ فہو جزاؤہ کذلک نجزی الظلمین۔ تو یہ صحیح ہے کہ یہ سزا تجویز کردینا خالی رحال میں پائے جانے پر بدون اسکے کہ چوری متحقق ہو انکے نفس کی تسویل ہے اگرچہ انکی نیت یہ نہ تھی کہ بنیامین کو یہ سزا دیجاوے اور مقتضائے عقل یہ تھا کہ اگر کوئی چوری کرے اور ثابت ہو جاوے خاص شہادت و دلیل سے جس میں شبہہ نہ ہو تو اسکی سزا ہم لوگ یہ دیتے ہیں تو اس صورت میں بنیامین کے گرفتار ہونے کی کوئی راہ نہ تھی کیونکہ شبہہ موجود ہوتا کہ شاید کسی اور نے اسکے رحل میں رکھدیا ہو یا غلطی سے ناپنے والوں نے رکھا ہو جنکو یاد نہیں رہا اور باوجود اسکے وہ مال محرز نہ تھا جسکو بنیامین نے مقام حرز و محفوظ سے نکال لیا اور اگر نکالا تو گواہ کون ہے بہر حال اصلی فتنہ انکے نفس کی تسویل سے سرزد ہوا اور سچ ہوا خیال یعقوب علیہ السلام کا کہ تمھارے نفس نے ایک امر تسویل سے بنایا۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ فامری کذلک او فصبر جمیل احسن پس میرا فعل صبر جمیل ہے یا صبر کرنا صبر جمیل خوب ہے صبر جمیل کے معنے ابتدائے سورہ میں گذرے اور وہاں میں نے قصہ افک کی حدیث ام المومنین حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا آخر ذکر کیا اس غرض سے نقل کیا کہ حضرت صدیقہ نے آخر میں صبر جمیل بنا فعل ظاہر کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو رد نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ صبر جمیل تھا اور آپ بعد اطلاع کے بہت روئیں اور غمگین ہوئیں ولیکن کسی آدمی سے شکوہ شکایت نہیں کی اور نہ کوئی کلمہ خلاف شریعت زبان سے نکلا اور نہ افک

مین خوض کرنے والون مین سے کسی سے خاموشی کی التجا کی اور نہ انکے حق مین زبان درازی فرمائی اس سے صبر جمیل کے معنی وہی ظاہر ہوئے جو بیان
حضرت یعقوبؑ کے فعل سے ظاہر ہین کہ آپ نے ان بیٹون مین سے کسی کی شکایت نہ کی اور نہ انکی جانب کوئی التجا کی اور نہ لوگون سے کوئی استعانت و فریاد
کی اور نہ خود پریشان ہوکر داد وش کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر چھوڑا اگرچہ بہت روئے اور دونون مرتبہ یہی ہوا پھر اسکے بعد کہا کہ عَسَى اللّٰهُ
اَنۡ یَّاۡتِیَنِیۡ بِهِمۡ جَمِیۡعًا قریب ہے یا امید ہے کہ اللہ تعالےٰ لاوے میرے پاس انکو سب یعنی صیغہ جمع جو کم سے کم تین فرد ہوتے ہین سب کو
مجھ سے لاوے اور وہ یوسف و بنیامین اور تیسرا بڑا بیٹا ہے جو وہین رہ گیا تھا شرم سے نہین آیا۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس کی یہ بھی نیت تھی کہ اگر
کوئی قابو لا تو بنیامین کو خفیہ یہان سے نکال لیجاؤنگا۔ سوال یہ ہے کہ یہ کلام آنحضرت علیہ السلام نے کیونکر کہا تو علامہ بیضاوی و ابن کثیر رحمہما اللہ
تعالےٰ نے اُسکو بالکل ذکر نہین کیا اور باقی تفاسیر مین مجھے یہ گفتگو نظر آتی ہے اور خلاصہ جواب یہ مذکور ہے کہ بطریق حسن الظن کے کہا یا بطریق فراست
کے کہا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہان تو تین باتین پائی گئین۔ اول تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ انکو معلوم ہوا کہ یوسف زندہ اور خود مختار موجود ہین دوم
سب مجموعہ ملینگے کیونکہ موافق اصل کے جمیعًا تاکید ان سب کے آنے کی بصورت اجتماعی ہے جو یاتینی بہم سے مشکوک تھی کہ شاید ایک بعد دوسرے کے
آجاوین تو جمیعًا سے ظاہر کردیا کہ مجموع لیجاوینگے پس اسکو اس معنے پر محمول کرنا کہ کوئی باقی نہ رہیگا خلاف اصل ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بھی جانا کہ سب
مجموع ملینگے۔ سوم یہ کہ عسی اللہ کے قریب زمانہ پر اعلام کیا پس حسن الظن کے طور پر ایسا امور تحقیقی گمان غیر مرضی ہے ہان فراست کے طور پر مسلم ہے و لیکن یہ
گفتگو کہ فراست کیا چیز ہے تو حدیث صحیح مین ہے کہ مومن کی فراست سے پرہیز رکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے پس معنی فراست دیکھنا بنور الٰہی ظاہر
ہوئے اس سے زیادہ بحث کرنا مترجم کی لیاقت نہین ہان مثال البتہ ذکر کرتا ہون کہ ایک شخص نے ایک عورت اجنبیہ پر راستہ مین بد نظر ڈالی اور بکر
نظر سے دل پر اثر ہوا اسی وقت وہ حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کی خدمت مین آیا تو آپ نے عام خطاب سے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے
کہ تم مین سے بعض آدمی میرے پاس آتا ہے جسکی آنکھون نے زنا کیا اور دل شریک ہے آیندہ پرہیز کرے ورنہ مین دُرّے مارونگا وہ شخص دل مین
نہایت نادم اور ہراسان ہوا اور ایک وقت اُسنے پوچھا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وحی آتی ہے آپ نے فرمایا کہ نہین
و لیکن فراست ہے پس دیکھو کہ مومن کی فراست ایک نور ہے اور یہان تو حضرت ذی النورین دو نور سے مشرف تھے گویا اسی وجہ سے فراست پر دُرّے
مارنے کا حکم جاری کرنے کی تہدید کی۔ لطیفہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ خلافت حضرت صدیق اکبر و
فاروق اعظم نہایت مستحکم تھی اور خلافت ذی النورین اور آپ کی متزلزل تو فرمایا کہ ان دونون کی خلافت کے رکن عثمان اور مین تھا اور عثمان
و میری خلافت کے رکن تم ایسے لوگ ہین سچ فرمایا اللہم اغفر انکے یہی حال ہے کہ سابق زمانہ مین اہل توحید ایسے تھے کہ سوائے حق تعالےٰ جلشانہ کے
کسی شخص و کسی چیز کی تاثیر ذرہ برابر شرک دیکھتے تھے اور اب ہم ایسے لوگ ہین کہ ظاہر و باطن ہر لحظہ شرک مین مبتلا ہین اور ظاہر شریعت پر کوئی حاکم
نہین اور نہ وہ بظاہر حکم لگاتا کہ ہم لوگ منافق ہین و لیکن اللہ تعالےٰ عزوجل سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہین ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ زبان سے کلمہ
پڑھتے ہین اور دل مین یقین نہین حتی کہ انکے دل ذرا دیکھین تو خود اقرار کرین کہ حاکم وقت اگر سزا کا کوئی دن مقرر کرے تو یقین سے گھٹ کر جاوین
اور احکام الٰہی عزوجل پر کچھ خوف نہین ہے علماء وہ تھے کہ انکی نورانیت و توحید اور مخلوق پر شفقت کا کیا کہنا ہے اور اب ہم لوگ مخلوق کی خوشنودی
چاہتے ہین اور خالق عزوجل کی ناخوشی سے خوف کے مارے مرنے کے بجائے منافقانہ بے پروائی ہے اسی واسطے دین کھوکر دنیا مین خوار ہین
الٰہی ہدایت فرماوے الٰہی بخشدے اللّٰہم تب علینا انک انت الغفور الرحیم۔ القصہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنور الٰہی تعالےٰ نہایت
ادب سے امیدواری کی لفظ سے یہ التجا کی کہ عنقریب اللہ تعالےٰ ان سب کو مجھ سے لادیگا کیونکہ انکو علم اسرار قدرت مع علم نبوت عطا ہوا تھا

اور انقطاع تعلق شہود ہو چکا لہذا ختم کیا بقولہ۔ اِنَّہٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ بیشک وہی علیم و حکیم ہے۔ ادب کی مراعات کی اور لوگون کا وہم
دور کیا کہ شاید کوئی گمراہ ہو جاوے اور یہ سمجھے کہ انکو علم غیب ہو تو نہایت تاکید سے علیم ہونا اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے منحصر کر دیا اور حکیم مین
اشارہ ہو کہ یہ فراق جو لطائف صنعت سے واقع ہوئے حکمت آلہیہ و رحمت کاملہ ہو جو کچھ اُس نے فرمایا سب علم و حکمت کے ساتھ کیا ہو۔ وَتَوَلّٰی
عَنْھُمْ اور منھ موڑ لیا اُن لوگون سے یعنی زیادہ التفات نہ رکھا بلکہ جو کچھ کہنا تھا مختصر بیان کر کے ان لوگون کی طرف سے منھ پھیر لیا اور جناب
باری تعالےٰ مین رجوع لائے۔ وَقَالَ یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ اور کہا کہ اے اندوہ سخت یوسف پر۔ اسف نہایت سخت اندر ہی اندر
غم و اندوہ کو کہتے ہین جو کسی چیز کے فراق مین ہو پس یوسف کے فراق پر سخت حزن و اندوہ کو پکارا گویا کہا کہ فراق یوسف مین اے اندوہ شدید
تو حاضر ہو کہ تیرا وقت ہے جیسے جاہل کافر لوگ یا ویلاہ کہا کرتے ہین اور ویل کا تعلق جہنم سے ہے گر جہالت سے جہنمی اسی کو پکارتا ہے۔ اگر وہم
ہو کہ یہ تو اظہار جزع ہے کہ اندوہ کو پکارا تو جواب یہ ہے کہ یہ جو مذکور ہوا یہ گویا اصلی لغت کی تحقیق سے متعلق ہے پھر استعمال اسکا دوسرے
معنون مین ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا ویلتیٰ االد و انا عجوز الآیہ۔ حالانکہ ویل سے انکی مراد
وہ معنی نہین ہین جو کافر آدمی مراد لیا کرتا ہے جسکی غرض صدمہ کے وقت پیٹنا اور جزع فزع کرنا ہوتی ہو یا کافرہ عورت کو سننے کے وقت جہالت
کے معنی دل مین لاتی ہے بوجہ اسکے کہ وہ ایمان و اس کی نیت سے غافل ہے اسی طرح حضرت یعقوب پیغمبر علیہ السلام لے لغوی معنی نہین
لیے بلکہ لوگون سے منھ موڑ کر اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع لائے اور عرض کی کہ اے رب میرے مجھپر درد و اندوہ شدید آیا یوسف کے فراق مین
اور دلیل اسپر کہ یہ جناب باری مین رجوع ہے نہ لوگون کو سنانے یا غفلت مین نالہ و فریاد کرنے کا شیوہ ہے وہ حدیث ہے جو طبرانی رحمہ
روایت کی کہ اگلی امتون مین سے کسی امت کو کلمہ استرجاع انا للہ وانا الیہ راجعون نہین دیا گیا کہ وقت مصیبت کے کہتے سوا امت محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کے تو نہین دیکھا کہ یعقوب نے یہ کلمہ نہین کہا بلکہ کہا یا اسفی علی یوسف بمترجم کہتا ہو کہ سراج مین اسی طرح لکھا کہ طبرانی نے یہ
حدیث روایت کی۔ اور ظاہر احادیث کا لفظ طریق عموم اثر کو لکھا ورنہ شیخ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قال عبد الرزاق انبانا الثوری عن سفیان
العصفری عن سعید بن جبیر قال لم یعط احد غیر ہذہ الامۃ الاسترجاع الا تسمعون الی قول یعقوب علیہ السلام یا اسفی علی یوسف یعنے سعید
بن جبیر رضی اللہ عنہ جو تابعین مین سے ہین اور حجاج ظالم کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور قصہ عجیب عبرتناک ہو انھون نے کہا کہ استرجاع
سوائے اس اُمت کے کسی اور کو نہین دیا گیا کیا تم کان نہین دھرتے ہو قول یعقوبؑ کی طرف کہ کہا یا اسفی علی یوسف۔ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰہُ مِنَ
الْحُزْنِ اور سپید ہو گئین اُس کی دونون آنکھین بسبب اندوہ کے فَھُوَ کَظِیْمٌ پس وہ اندر ہی اندر گھٹے ہوئے چپ تھے یعنی کسی مخلوق کی
طرف کچھ شکایت نہ کرتے اور چپ خاموش تھے جیسے کاظم الغیظ اندر ہی اندر غصہ پی جاتا ہے یہ معنی قتادہؒ وغیرہ نے بیان کیے ہین اور ضحاکؒ وغیرہ
نے کہا کہ کظیم بمعنی کئیب و حزین یعنی درماندہ محزون۔ اور بیضاویؒ نے کہا کہ کظیم اندوہ سے بھرا ہوا کچھ باہر نہ نکلا۔ یہ فعیل بمعنی مفعول ہو جیسے قولہ وھو مکظوم
اور محاورہ یہ ماخوذ از کظم السقاء ہو جبکہ مشک بھر کر منھ باندھ دیا جاوے۔ اور کہا کہ یا فعیل بمعنی فاعل جیسے قولہ کاظمین الغیظ۔ تو ماخوذ ہو کظم البعیر جرتہ
جبکہ اونٹ پاگر نگل جاوے۔ پھر یاد رہے کہ نابینا ہونے مین دو قول ہین ایک یہ کہ چھ برس نابینا ہو گئے یہ مقاتل سے مروی ہو اور بعض نے کہا کہ کثرت آنسون
سے سپیدی طاری تھی اور یہ قول صحیح نہین ہو کیونکہ قمیص یوسفؑ سے دوبارہ بینائی آئی ہو پس صواب یہی ہو کہ آنکھین بدستور تھین مگر بینائی کی قوت
زائل ہو کر سپید ہو گئی تھین اور واللہ اعلم یہ شاید طبقہ جنبیہ یا ثقبہ النور مین پانی اُتر آنے و بھر جانے سے ہوتا ہو ولیکن جہان حکمت حق عزوجل کے ظہور
معجزات ظاہر ہوتی ہو ایسی توجیہ کی کچھ ضرورت نہین ہو۔ پھر یہان سوال ہوا کہ حضرت یعقوبؑ نے فقط یوسف پر اسف و تاسف کیا اور باقی دونون

بیٹون پر تاسف نہ کیا تو بیضاوی ؒ و کشاف وانکی اتباع سراج وغیرہ مین لکھا کہ ایک یہ وجہ تھی کہ آنحضرت علیہ السلام ان دونون کے زندہ ہونے پر یقین رکھتے تھے بخلاف یوسف ؑ کے اسوجہ سے فقط یوسف پر تاسف کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ توجیہ ہیچ ہے اسواسطے کہ ابھی خود لکھ چکے ہین کہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا۔ یہ توجیہات یوسف پر علم ہے اور یہ قول کہ فقط حسن الظن تھا مستبعد ہے اور دوسری وجہ یہ بیان کی کہ اصلی ملال فراق یوسف تھا اسی کے پیچھے یہ دونون رنج ہو گئے تو گویا اصلی زخم پر اور زخم لگا پس تازہ ہو کر اندوہ شدید تک پہونچا مین کہتا ہون کہ وجہ تو یہی ہے کہ اصل اس حکمت مین فراق یوسف علیہ السلام تھا ورنہ سوائے اس کے باقی بیٹون سے اندوہ اسقدر مدت تک کم نہوا پس یہ مقام اہل علم وادراک کے لیے محل فکر ہے۔ اب یہان یہ سوال ہے کہ رونا اور تاسف آیا جائز ہے تو بیضاوی نے اور اسکی اتباع مین ایک جماعت نے لکھا کہ اس مین دلیل ہے کہ تفجع اور مصیبت کے وقت رونا اور تاسف کرنا جائز ہے اور کہا کہ شاید ایسے اوقات داخل تکلیف نہین ہین یعنے بندہ کو ایسے وقت بے اختیاری مین کوئی اختیاری فعل پر قائم رہنے کی تکلیف عبودیت نہین دی گئی ہے کیونکہ مختیون کے وقت بہت کم آدمی اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے یعنی بے اختیار ہو جاتا ہے اور یہی بے اختیاری رافع تکلیف ہے اور لکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے وقت آنکھون مین آنسو بھر لائے۔ ابن عوف رض نے کہا کہ آپ یا رسول اللہ فرمایا کہ اے ابن عوف یہ رحمت ہے اور فرمایا کہ دل محزون ہوتا ہوتا ہے اور آنکھین آنسو بھر لاتی ہین اور ہم کوئی بات نہین کہتے مگر وہی جس سے ہمارا رب خوش ہو اور ہم تیری جدائی پر اے ابراہیم بیشک غمگین ہین رواہ البخاری ومسلم مترجم کہتا ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی لڑکی مرنے لگی تو انھون نے اپنے والد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور آپ دوسری مرتبہ کے اصرار پر گیے اُسکا دم ٹوٹتا تھا تو رونے لگے پس بعض صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ روتے ہین فرمایا کہ میرا رونا شفقت کا ہے رواہ البخاری۔ اور فرزند ابراہیم کے لیے بشارت دی کہ جنت مین اُسکے لیے دودھ پلانے والی ہے رواہ البخاری اور واضح ہو کہ یہ مسئلہ لوگون پر مشتبہ ہو گیا ہے۔ اور جو کچھ میرے نزدیک آیات واحادیث واقوال علماء سے ہے وہ یہ ہے کہ جزع وفزع کافر کا اضطراب قلب ہے جس سے اس کو بدحواسی کی نوبت پہونچتی ہے کیونکہ وہ آخرت کا قائل نہین ہے اور اس سے قلب کی صلاحیت مین اور حق تعالے کے ارادہ ومرضی مین انکار ناراضی ہوتی ہے اور یہ ہر حال مین حرام ومنع ہے خواہ روئے یا نہ روئے کیونکہ کفر تو ہر حال مین برا ہے اور اسی کے آثار سے ہے پیٹنا اور بیان کرنا اسیواسطے حدیث ہے کہ النیاحۃ من عمل الجاہلیۃ۔ اور دستور تھا کہ ملکر اور تنہا تنہا ماتم کرتے تھے عورتین گریبان پھاڑتین اور منھ نوچتی اور بال نوچتی اور پچھاڑین کھاتی اور مرثیہ وبین پڑھتی تھین اور ماتم کرتی تھین اور پاس پڑوس کی عورتین اور عزیز اقارب سب رونے مین شرکت کرنے کو باری باری سے جاتی تھین۔ اب اس مسئلہ مین خوض دو طرح پر منحصر ہوا ایک تو اس اصول پر کہ کفر وجہالت کی مشابہت حرام ہے اور دوم جو اثر دل پر واعتقاد پر خلاف رضائے حق عز وجل ہو وہ حرام ہے باقی جائز ہے۔ تو مین کہتا ہون کہ حدیث عائشہ رض مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک یہودیہ عورت پر اسکے لوگون کو روتے دیکھکر فرمایا کہ وہ تو اپنی قبر مین عذاب کیجاتی ہے اور یہان اسپر لوگ روتے ہین۔ اسکو اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے اور ایک حدیث مین آیا کہ کافر پر جب اُسکے لوگ ایسا اور ایسا تعریف کہکر روتے ہین تو وہ اسی پر عذاب کیا جاتا ہے کہ تو ایسا تھا اور تو ایسا تھا حالانکہ وہ کافر تھا۔ پس نوحہ وبیان کرنا اور گریبان پھاڑنا اور رونے مین شرکت کرنا اور مانند اسکے افعال قبیحہ حرام ہین اور بخاری رح نے کہا کہ اگر کسی شخص کا دستور ہو کہ رونے وماتم مین شریک ہوتا ہو یا اپنی جورو وعیال کو اجازت دیتا ہو تو اُسکے مرنے پر جیسے پس فعل پر ماخوذ ہوگا ویسے ہی جب یہ لوگ اسپر روینگے تب پکڑا جاویگا۔ اور جو عورتین کہ بیان کرتی ہین یا ایسی حرکتین کرتی ہین جو رضائے حق پر راضی ہونیکی دلیل نہین ہین تو وہ منع کیجاوین چنانچہ حضرت ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہین کہ جب ابو سلمہ یعنے انکے شوہر مرے تو قصد کیا کہ ایسا رونا روؤن جو لوگون مین یادگار رہے اور ایک عورت انکی شریک

Marfat.com

ہونے کو آئی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آگئے اور فرمایا کہ انت توچاہتی ہے کہ جس گھر سے اللہ تعالے نے شیطان کو نکالا ہے تو اس میں پھر اسکو داخل کرے پس میں باز رہی۔ رواہ مسلم اور انہیں سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلعم سے سُنا تھا کہ جو کوئی وقت مصیبت کے انا للہ وانا الیہ راجعون کہے تو اسکو اول سے بہتر ملتا ہے پس میں نے وفات ابوسلمہ پر یہ کلمہ کہا اور ثواب کی امیدوار رہی کیونکہ مجھے خیال تھا کہ مجھے ابوسلمہ سے بہتر کون ملیگا یہان تک کہ مجھے اللہ تعالے نے اپنا حبیب خاص محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیا۔ والحدیث فی الصحیح۔ الغرض ام سلمہ رض کو ایسے رونے سے منع فرمایا اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی خبر پہونچی اور ساتھ ہی زید بن حارثہ وابن رواحہ شہید ہوئے تھے تو آپ مسجد میں بیٹھے اور آپ پر حزن وملال ظاہر تھا پس آپ سے ایک نے جعفر رض کی عورتوں کا رونا بیان کیا آپنے منع کرایا پھر دوبارہ بیان کیا آپ نے منع کرایا پھر تیسری بار اُسنے کہا کہ وہ نہیں مانتی ہیں تو فرمایا کہ انکی منھوں میں خاک بھر دے رواہ اصحاب الصحاح۔ پس یہ رونا بھی آپ کو علم نبوت سے معلوم ہو گیا کہ خلاف رضاے دلی ہے جیسے علم نبوت سے یہ امر معلوم ہو گیا تھا کہ سرداران لشکر جعفر رض و ابن حارثہ وابن رواحہ شہید ہو گئے اور خالد نے بغیر سرداری کے نشان اُٹھالیا اور اُسکو اللہ تعالے نے فتح دی اور کفار مخذول وخوار ومنہزم ہوئے۔ اور حضرت عمر رض کی شہادت کے وقت صہیب رض روتے آئے اور کہتے کہ اے بھائی اے ہمارے سردار بھائی پس عمر رضی اللہ عنہ نے اسی حالت زخم میں فرمایا کہ اے صہیب مجھپر روتے ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت پر اسکے لوگون کے رونے سے عذاب ہوتا ہے یعنی میرے بعد بھی نہ رونا اور جہالت کا رونا مت رو۔ اور اسی قسم سے ہے حدیث انس رض کہ ایک عورت اپنے بچہ پر روتی تھی یعنی ایسا ہی رونا جسمین مشیت وارادہ الٰہی سے ناراضی اور قلب مین جزع وفزع جس سے تہ وبالا ہو جاوے پس آپ نے فرمایا کہ اے عورت تقویٰ کر اللہ تعالے سے اور صبر کر اس نے کہا کہ اے شخص تجھ کو میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے جب آپ چلے گئے تو کسی نے اُس سے کہا کہ اے عورت یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے یہ سنکر اُس پر خود مثل موت کے غم طاری ہوا اور دوڑی آئی دیکھا کہ دروازہ پر دربان نہیں ہیں وہ اندر آئی اور عذر کیا کہ میں نے نہیں پہچانا اور اب میں صبر کرتی ہون تو آپ نے فرمایا کہ صبر کا ثواب اللہ تعالے اول صدمہ کے وقت عطا فرماتا ہے رواہ اصحاب الصحاح یعنی صبر کا وہ وقت تھا جب صدمہ پہونچا تھا تو اسوقت جب رضاے الٰہی پر رضامندی دل پر طاری ہوئی اور نفس مغلوب کیا گیا تو اللہ تعالے کی رضامندی ومحبت پائی گئی اور اب تو نفس خود تھک کر بیٹھ رہا اور انس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا ثواب بڑی مصیبت پر ہوتا ہے اور جب اللہ تعالے کسی قوم کو محبوب رکھتا ہے تو انکو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے پس جو انمیں سے راضی ہوا اُسکے واسطے رضاے حق عز وجل ہے اور جو ناخوش ہوا اسکے لیے حق تعالے کی ناراضی ہے رواہ الترمذی۔ اور دیگر احادیث صحیحہ میں نوحہ کرنے والیون اور گریبان پھاڑنے منھ نوچنے بال گھسوٹنے والیون پر لعنت مذکور ہے پس یہ رونا اور یہ طریقہ مجموعہ اور ہر ایک علحدہ علحدہ سب حرام ہیں اور ہاں وہ کہ جو حزن قلب پر ہو اور فراق چند روزہ پر ہو باوجود یقین اس بات کے کہ آخرت برحق ہے اور باوجود یقین اس بات کے جو اللہ تعالے نے کیا اُس کی رضامندی ہمارے سر آنکھوں پر ہے اور قلب اپنے حال پر اللہ تعالے کی محبت پر قائم ہے اور جو ہوا اُسکو عقل وقلب سے بنظر رضامندی دیکھتا ہے اور حزن وملال اسکا فعل اس مضغہ لحم وپارہ گوشت کا ہے تو اس میں اگر کوئی ہو کہ اسکو خوشی ہو تو وہ بڑا ثواب پاویگا اور کوئی ہو کہ محزون ہو کر رہ جاوے تو درجہ دوم اور کوئی ہو کہ زبان سے استرجاع کرے اور آنکھون سے آنسو بہاوے تو بھی مضائقہ نہیں اور ثواب صبر عظیم اسکو ملیگا بفضل اللہ سبحانہ تعالے اور اسی قسم سے ہے حدیث ابوہریرہ رض کہ خاندان رسول اللہ صلعم میں سے کسی کا انتقال ہوا پس عورتیں رونے لگیں پس عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر انکو منع وجھڑکنا شروع کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے عمر انکو پڑا رہنے دو چھوڑ دو کیونکہ آنکھ آنسو بھر لاتی ہے اور قلب کو صدمہ پہونچا ہے اور زمانہ قریب ہے۔ رواہ النسائی اور

حدیث عائشہ رضہ کہ آنحضرت صلعم نے عثمان بن مظعون کو بوسہ دیا درحالیکہ وہ مردہ پڑے تھے اور آپ کی آنکھوں کے اندر آنسو بھر آئے ڈبڈباتے تھے
رواہ الترمذی وابوداؤد۔ پس حاصل یہ کہ جسقدر یقین وایمان مضبوط ہوتا ہو اسی قدر تقدیر ومشیت آلہی پر رضامندی پوری واطمینان ہوتا ہے
کہ کچھ دن بعد آخرت مین ہم سے ملاقات ہوگی گران دونون کے فراق کا صدمہ اور دیگر جسمانی خیالات پر شفقت ہوتی ہو اور یہی ہو حدیث آنحضرت
صلعم کہ للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی رواہ فی الصحیح یعنی اللہ تعالے ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور
ہر ایک چیز اس کے نزدیک میعاد مقدر ہو پس اس یقین پر اسکو کوئی اضطراب وجزع نہین ہوتا اور یہ امر تم کو شوش نہ کرے کہ دونون باتین
کیونکر جمع ہوتی ہین تو مثال دیکھو کہ آدمی پھوڑا چیرنے اور تلخ دوا پینے پر حکیم سے راضی ہوتا ہے لیکن اسکو تکلیف ودرد معلوم ہوتا ہے پس مومن کو
صرف چندروزہ فراق کا صدمہ ہوتا ہو جیسے کوئی پردیس جاتا ہے یا لڑکی اپنی مان کے گھر سے رخصت ہوتی ہو تو فراق کا صدمہ ہوتا ہے وقد
قال علیہ السلام انا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون ہم تیری جدائی سے اے ابراہیم غمگین ہین حالانکہ جنت مین یکجائی یقینی تھی اور خود آگاہ فرمایا کہ
جنت مین وہ پرورش پاتا ہے اس کی دائی ہے پس حاصل یہ ہو کہ کبھی بظاہر صورت بندہ صالح سے وہ بات پائی جاتی ہو جسکو عوام اپنے اوپر قیاس
کرتے ہین حالانکہ نیات مین زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہو اور یاس چیز مین معتبر ہو جہان آخری جزو اعتبار کا افعال قلوب مین سے ہو آیا تم نہین دیکھتے
کہ نماز کی شکل ایک منافق کی اور ایک پیغمبر کی یکسان ہو حالانکہ کتنا بڑا فرق بلکہ ذات مین اختلاف ہو اور اسی کے نظائر مین یہان گریہ وبکا ہو اسیطرح شدت
مرض مین دلیر وشجاع کا فر اپنے آپ کو گولی مار لیتا ہو مگر نہ اسوجہ سے کہ اسکو رفیق اعلی کا اشتیاق ہو بلکہ تکلیف سے جیسے قزمان مدنی نے کیا تھا۔ بالجملہ شفقت
وحسن نیت کی قسم سے ہو حدیث انس رضی اللہ عنہ کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احتضار کا وقت آیا تو آپ پر کرب شدید ہوا پس حضرت سیدۃ النسا
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے کہا کہ واکرب اباہ۔ ہاے میرے باپ کو کسقدر کرب شدید ہو تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لخت جگر آج کے سوا تیرے
باپ پر کبھی کرب نہوگا پھر جب آپ نے انتقال فرمایا تو حضرت سیدہ معزوین اور کہا کہ یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ من الجنۃ الفردوس ماواہ یا
ابتاہ الی جبرئیل ننعاہ یعنی اے میرے باپ تم نے اپنے پروردگار کا بلانا پسند کر لیا اے میرے باپ تمہارا ٹھکانا تو جنت الفردوس ہے اے میرے
باپ جبرئیل سے تمہاری تعزیت ہو۔ پھر جب آپ دفن ہوئے تو کہا کہ اے انس کیسے تم لوگون کے جی کو گوارا ہوا کہ تم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر
مٹی ڈالدی۔ مترجم کہتا ہو کہ یا مولاہ تیرے حکم سے میرے قلم کے چاک جگر سے یہ کیا نکل رہا ہے اللہم توفنی مومنا متبعا لنبیک صلے اللہ علیہ وسلم۔ اے
اہل ایمان آگاہ رہو کہ حدیث صحیح مین حضرت سرور عالم نبی کریم شفیع المذنبین صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میرے امت کے لیے
سب سے زیادہ مصیبت میرا رحلت کرنا ہو اس سے زیادہ انپر کوئی مصیبت نہ ہوگی رواہ الائمۃ فی الصحاح آہ آہ جانہاے ما فداے خاک پاے تو باد کوئی
شبہہ نہین کہ ہم لوگون کو ایسی مصیبت نہ پہنچی خصوصاً اس زمانہ بیکسی مین ارحم بنا یا ارحم الراحمین اور انس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری مین جماعت انصار
رضی اللہ عنہم کا رونا درحالیکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری مین شدت ہوگئی تھی اسی معنی مین مروی ہو یہان چند احادیث وفوائد مختصر استطرادًا
لکھدیتا ہون اول آنکہ اکثر لوگ آسانی سے موت کو اچھا سمجھتے ہین اور یہ باطل ہو صحیح یہ ہو کہ اس سے کچھ بھی استدلال نہین ہوتا بلکہ سختی سے موت کفارہ
گناہ وہی موت انبیاء علیہم السلام ہو۔ دوم ناگاہ دم نکل جانا عبید بن خالد السلمی کی حدیث مین ہو کہ کافر کے لیے مصیبت وعذاب ہو اور مومن
کے لیے رحمت ہو۔ رواہ ابوداؤد۔ بغرضکہ جو کوئی ایمان پر مرا ہر حال مین اچھا ہو اور جو کافر ہو یا نام کا مسلمان ہو دل مین کچھ نہو وہ ہر حال مین برا ہو سوم
حدیث ابوہریرہ رضہ برابر مومن کو اسکی جان ومال واولاد پر بلا نازل ہوتی رہتی ہو یہانتک کہ اللہ تعالے سے ایسے پاکیزہ حال پر ملتا ہو کہ اسپر کوئی
گناہ نہین ہوتا۔ رواہ مالک والترمذی۔ حدیث جابر رضہ جب عاقبت مین دنیا کے ایمان والے جو بلاؤن مین مبتلا رہے تھے انکو ثواب عطا ہوگا تو جو

Marfat.com

لوگ سلامتی سے رہے وہ تمنا کرینگے کہ کاش ہماری کھالین قینچیون سے کاٹی جاتی - رواہ الترمذی۔ اور صحیح حدیث مین ہے کہ کافر ومنافق دنیا مین آرام سے رہتا ہی یہان تک کہ صنوبر کے درخت کی طرح یکبارگی برباد ہوتا ہے۔ اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو باطن مین جو اجر جزیل وثواب جمیل ہوا ہی اسکا مترجم ضعیف کیونکر تذکرہ کرسکتا ہے اور ظاہر مین دیکھو کہ آنکھین جاتی رہین پس حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل فرماتا ہے کہ مین نے جسکی دونون پیاریان یعنے آنکھین لے لین اور اس نے صبر وثواب کی نیت کی تو اس کے لیے مین کسی ثواب پر راضی نہین ہون سواے جنت کے۔ یعنی اسکو قطعی ثواب جنت ہے۔ رواہ البخاری والترمذی وصححہ۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوع روایت ہے کہ جب بندہ مومن کا کوئی صفی یعنی پیارا اہل زمین سے اللہ تعالے لے لیتا ہے اور وہ صبر وثواب کی نیت رکھتا ہے تو سواے جنت کے اس کے لیے دیگر ثواب پر راضی نہین ہوتا۔ رواہ النسائی اور صحیحین مین ہی کہ نہین پہونچتا مومن کو کوئی تعب و درد و مرض اور غم حتی کہ فکر وتشویش مگر آنکہ اللہ تعالے اُسکے گناہون کا کفارہ کردیتا ہی۔ اور دیکھو کہ پہلے ایک اولاد کا فراق ہوا پھر دو کا اور ساتھ ہی تین کا فراق ہوا اور تین اولاد کی موت کا ثواب جنت ہے تو گویا اس کرامت سے بھی سرفراز کیا اور فراق ایک مدت غیر معلوم کا بمنزلہ موت ہے کیونکہ موت بھی اہل ایمان کے نزدیک ایک فراق غیر معلوم ہے اور حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ مین آنحضرت صلعم نے عورتون کو جو وعظ سنایا اسمین ہی کہ جس عورت نے تین نابالغ اولاد پہلے بھیجی ہون وے ضرور اسکے واسطے آتش دوزخ سے روک ہوجاوینگے پس ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر دو ہون تو فرمایا کہ اگر دو ہون تو بھی یہی ہی۔ رواہ البخاری ومسلم اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جسکو اصحاب صحاح نے روایت کیا اسمین عورتون ومردون سب کے لیے یہ بشارت ہی اور ایک روایت مین ایک فرزند کے حق مین بھی یہ بشارت ہی اور اسمین مذکور ہی کہ فتمسہ النار الا تحلۃ القسم یعنی آگ اُسکو نہ چھوویگی مگر قسم پوری ہونے کو۔ اور اس لفظ کے معنے مین صاحب تیسیر سے سہو ہوا کہ اُس نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ نہایت خفیف چھوویگی جیسے قسم کھانے والے کی قسم پوری ہوجاتی ہی۔ اور صواب یہ ہی کہ آگ بالکل نہین چھوویگی ولیکن قسم رب تبارک تعالی یعنی قولہ ان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا۔ پوری ہوجائیگی یعنی دوزخ کی راہ سے سب کا گذر ہوگا اور اس سے یہ لازم نہین کہ آگ چھو جاوے کیونکہ دار الآخرہ حیوان ہی حتی کہ حدیث مین ہی کہ جہنم کہیگی اے بندہ مومن جلدی چلے جاؤ کہ تمھارے نور سے میری آگ بجھی جاتی ہی۔ فالحاصل ان المراد بالقسم ما فی الآیۃ وتحلۃ ہذہ الیمین بالایراد فیہا الا بالمس والاستثناء منقطع فافہم اور واضح ہو کہ صغیر اولاد کے جنازہ پر دعا مین فرط مذکور و معروف ہی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مین دو فرط مذکور ہین اور مراد وہی ہی جو مذکور ہوئی ولیکن اسمین یہ بشارت زائد ہی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض نے کہا کہ یا حضرت جسکا ایک فرط ہو تو فرمایا کہ اے موفقہ وہ بھی جسکا ایک فرط ہو پھر اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی اُمت مین سے جسکا فرط ہی نہو یعنی اولاد ہی نہو تو فرمایا کہ مین اپنی اُمت کا فرط ہون انکو مجھ سے بڑھکر کوئی مصیبت نہ پہونچیگی رواہ الترمذی یعنی میری وفات ہر وقت ہر زمانہ مین میری اُمت کے لیے ایسا سخت اندوہ ہی کہ اُنکی آل اولاد کسی کے مرنے کی مصیبت انکو اتنی بڑی نہ پہونچیگی۔ مترجم کہتا ہی کہ بہت صحیح فرمایا اسواسطے کہ ایمان نہین جبتک آپ اُسکی جان و اولاد وغیرہ تمام جہان سے پیارے نہون فافہم واللہ تعالی ہو الکریم المفضال الکبیر المتعال العقل بالاشارہ وہو العلیم الحکیم۔ سراج مین کہا کہ شرف انسان بزبان وچشم ودل ہی اور حضرت یعقوب ع کی نسبت ان تینون کا غم مین مستغرق ہونا بیان کیا تو یہ شدت غم کی پوری تصویر ہی۔ القصہ جب آنحضرت علیہ السلام نے اسطرح یوسف کو یاد کرکے غم شدید اٹھایا تو عیال واولاد جو حاضر تھی غمناک ہوئی اور۔ قَالُوا اُنھون نے آنحضرت سے کہا۔ تَاللّٰہِ قسم اللہ تعالی کی۔ تَفْتَؤُا لا تفتؤا سے لا تزال۔ تو برابر ہمیشہ تَذْكُرُ يُوسُفَ یاد کرتا ہی یوسف کو۔ غم کھاتا ہی اسکو یاد کرکے حَتّٰى الی ان۔ تَكُونَ حَرَضًا۔ یہان تک کہ تو ہوجاوے

مرنے کے قریب۔ اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ یا تو ہو جاوے مر جانے والوں میں سے یعنی مردہ ہو جاوے ولیکن ادب سے دوسری طرح یہ مضمون
ادا کیا۔ سوال ہوا کہ انہوں نے قسم سے یہ بات کیونکر بیان کی۔ جواب دیا گیا کہ انہوں نے ظاہر حالت دیکھکر قسم کھائی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ قسم
قطعی چیز پر کھانا چاہیے یا جسکا یقین سا جاوے اگرچہ واقع میں نہو پس اگر انہوں نے برابر یوسف کو یاد کرنا قسم سے بیان کیا تو یہ لغو قسم میں
سے ہے اور بات صحیح ہے اور اگر انہوں نے نتیجہ پر قسم کھائی کہ قریب المرگ یا ہلاک ہو جاوے تو یہ یقین ان کے دل میں سما گیا تھا۔ مترجم کہتا ہے
کہ ظاہرا قریب ہلاک ہوتا تو واقعی تھا اور مردہ ہو جانا احتمالی اور قسم میں کسی بات پر انحصار نہیں ہے تو کوئی سوال وارد نہیں ہوتا ہے۔ سراج
میں کہا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ موجود بیٹوں نے کہا اور بعض کے نزدیک گھر والے پوتے پروتے وغیرہ نے کہا ہے۔ تو آنحضرت علیہ السلام
نے جواب دیا۔ قَالَ کہا کہ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ میں تو شکوہ کرتا ہوں اپنی پریشانی کا۔ وَحُزْنِيْٓ اور اپنے اندوہ و غم کا۔ اِلَى اللّٰهِ فقط
اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں یعنی میرا شکوہ کسی غیر سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔ دیکھو انہوں نے رونے دھونے اور غم کرنے سے روکا
تھا اور آپ نے یہ اقرار نہ کیا کہ میں نہ کرونگا یا مجھے ایسا صدمہ نہو گا یا مانند اس کے بلکہ یہ جواب دیا کہ میں فقط اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتا ہوں تو
مراد یہ ہے کہ میرا اندوہ جب اللہ تعالیٰ کی جانب ہے تو وہ علیم حکیم ہے وہی فریاد سنیگا جو اس کی رحمت و کبریائی کے لائق ہے اور میرا ثواب
باطل نہو گا پھر اسکا اندیشہ نہ کرنا چاہیے اور اس سے زیادہ انکی تسکین کر دی لقولہ۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور میں جانتا
ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ہو۔ یعنی مجھے ان معاملات الٰہی میں سے جو کچھ معلوم ہے وہ تم کو نہیں معلوم ہے پس تم میرے
فعل کو اپنے فعل پر قیاس مت کرو۔ خوب کہا ہے ؎ کار پاکان را قیاس از خود مگیر ٭ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر۔ یعنی پاک لوگوں کا قیاس
اپنے اوپر مت کر۔ اگرچہ لکھنے میں شیر کی و شیر کی ایک صورت ہے حالانکہ جانور شیر نجس و حرام ہے اور شیر دودھ پاک و نفیس ہے اور معنے
ذاتی میں کتنا بڑا فرق ہے۔ اور بیضاوی رحنے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و صفت جانتا ہوں اور یہ کہ دعا کرنے والے کو نا امید نہیں کرتا
اور ملتجی کو نہیں چھوڑتا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے اگرچہ خود صحیح ہیں لیکن اس مقام پر تامل ہے اسلیے کہ یہ باتیں تو وہ لوگ بھی جانتے ہونگے
علاوہ اس کے دعا کرنا اور التجا کرنا ایسی گریہ و زاری کو مستوجب نہیں کہ جسکی انہوں نے شکایت کی تھی۔ اور سراج وغیرہ میں یہاں عام
خیالات کے اسرائیلی روایات لکھیں از انجملہ یہ کہ ملک الموت کو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ تم نے یوسف کی روح قبض کی تو انہوں نے کہا کہ نہیں
اور مصر کی جانب اشارہ کیا کہ وہاں تلاش کرو اور از انجملہ یہ کہ جب بیٹوں نے بادشاہ کی صفات و حالات ذکر کیے تو سمجھے کہ وہ یوسف ہوگا اور
کافروں میں ایسا آدمی ہونا بعید ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اقرب وہ قول بیضاوی رح ہے کہ مجھے حکمت آلٰہیہ سے وہ علم ہے جو تمکو نہیں ہے پس میرا
فعل اس حکمت پر مبنی ہے اور وہ بھی ادنیٰ ہے جو ابن کثیر رحنے ذکر کیا کہ ابن عباس رضنے فرمایا کہ قولہ اعلم من اللہ ما لا تعلمون یعنی خواب یوسف اور
اللہ تعالیٰ ضرور اسکو سچ ظاہر کریگا۔ اور عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ میں جانتا ہوں کہ خواب یوسف سچ ہے اور میں اسکے لیے سجدہ کرونگا۔
مترجم کہتا ہے کہ اس میں اشارت ہے کہ میری گریہ و زاری اپنے رب کی جانب بعض حکمت پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف فی العرائس قولہ قال بل سولت لکم
انفسکم امرا یہ یعقوب علیہ السلام کا جواب ہے اس میں رمز و اشارہ سے حقیقت کا اشارہ کیا یعنی سرقہ نہیں ہے جو صواع چرانا تم گمان کرتے
ہو اور فعل انبیا نہیں ہے بلکہ سرقہ اسرار یوسف میں جنکا مین غیب کی واردات سے اسکو آگاہ کیے ہیں۔ قولہ فصبر جمیل اشارہ ہے کہ میں یوسف و
بنیامین کو مجلس انس میں دیکھتا ہوں اور صبر کرتا ہوں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ انکو مجھ تک پہونچا دیوے اور صبر جمیل کے معنے یہاں یہ ہیں کہ بھید پوشیدہ
رکھونگا اور زیادہ خوشی و فرحت کو پی جاؤنگا تاکہ تقدیر کا بھید ظاہر نہو اور ربوبیت کا معاملہ پردہ میں رہے اور یہ مرتبہ تمکین انبیاء علیہم السلام کا ہے اور

انکو اس خبر سے زمانہ وصال قریب ہونے کا علم ہوا بدلیل قولہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا یا امید بیدار وصال کہ ثم یقین ہی۔ قولہ انہ ہو العلیم الحکیم۔ اسکے معنے یہ ہین کہ جو مین کرتا ہون وہ جانتا ہی اور اس نے اپنے علم وحکمت سے میرا فراق دور ہونے کا حکم دیدیا ہے۔ اور نیز صبر جمیل یہان بلا پر بلا کا برداشت کرنا اسطرح کہ معارضہ چھوڑ کر بلا ڈالنے والے پر نظر رہے۔ اور نیز صبر جمیل دلیری سے تلخی بلا کو بتدریج برداشت کرلین اور شکوہ نکرین۔ اور نیز صبر جمیل وہ ہی جو بقوت آلہیہ ہو کما قال تعالے واصبر وما صبرک الا باللہ۔ اور جنید رح نے کہا کہ ابتدا وانتہا ایک حال پر ہو کہ اول دعوی اور آخر شکوہ نہو بعض نے کہا کہ صبر جمیل وہ ہی جسمین اظہار شکوہ نہو اور بلا محسوس نہو مترجم کہتا ہی کہ یہ درجہ تمکین وفنا ہی کہ بلا وخوشی کچھ احساس نہو تو صبر کی صورت علین تقدیر ہی وہان جمیل وغیر جمیل سب یکسان ہی واللہ تعالے اعلم۔ اور اشارہ جو قولہ بل سولت لکم انفسکم امرا مین ذکر کیا وہ شیخ کے اشارات مین سے ہی اور مترجم کی سمجھ مین حقیقت اسی قدر آئی جو اس نے سابق مین ذکر کی ہی کہ انکے نفوس نے بیجا تسویل کرکے ایسے کہا یا کہ جسکی رحل مین صواع ملے وہی پکڑا جاوے اور کوئی قید سرقہ وغیرہ کی نہ لگائی پس یہ تجویز بتسویل نفس تھی جس نے بنیامین کو گرفتار کرایا اور یہی قید تقدیر ہی جسکا بیان قولہ کذلک کدنا لیوسف۔ اور اسکے نظائر مانند قولہ مکروا ومکر اللہ الآیہ مین ہی پس مکر آلہی یہ ہی کہ یہ لوگ جو اختیار وقہر آلہی سے غافل ہین اور اپنے آپ کو مختار سمجھ کر اپنی مرضی ومراد کا حاصل کرنا چاہتے ہین وہ اپنی حرکات سے خلاف مراد مین گرفتار ہوتے ہین اور وہی ہوتا ہے جو اللہ تعہ نے چاہا ہی اور یہی کید فرمایا ہی جسکو لوگ سمجھتے نہین ہین فافہم فانہ دقیق شیخ نے کہا کہ جب مخلوق کی بے حقیقت باتون سے دل تنگ ہوئے تو اللہ تعالے کی طرف مناجات مین گئے قال تعہ وتولی عنہم وقال یا اسفی علی یوسف۔ یہ درد واندوہ یوسف پر در حقیقت نہ تھا بلکہ رب یوسف پر تھا جسکی تجلی آئینہ یوسف سے انکو حاصل ہوئی تھی اور جب شہود غائب کردیا گیا تو فراق مین اسقدر روئے لیکن بھید مخفی کرنے کو یوسف کا نام لیا مترجم کہتا ہی کہ مظاہر اگرچہ عارف کے واسطے متعین نہین لیکن تجلی اتم مخلوقات مین سے ایک افضل پر ختم ہوگی اور وہ اسوقت مین یوسف علیہ السلام تھے اور جملہ انبیاء اپنے وقت مین مظہر اتم ہین اور ہر نبی کے لیے دوسرا نبی مظہر اتم ہی اور آنحضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سب کیواسطے مظہر اتم ہین الغرض یہی وجہ تھی کہ اوروں سے تسکین نہ پاتے تھے اور شاید کہ حکمت ربانیہ ان کے حق مین شہود صرف کی مقتضی ہوئی لہذا بنیامین کو جو شقیق یوسف تھے جدا کردیا واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ شیخ نے کہا کہ اوروں سے منہ پھیرنا اسوجہ سے تھا کہ وہ راز جو یوسف مین تھا ان مین نظر نہ آیا۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ نے اس مقام پر بیان کو بہت طول دیا ہی ناچار مین اختصار کرتا ہون۔ قولہ وابیضت عیناہ من الحزن جب حبیب نظر نہ آیا تو بینائی نے اپنی نظر اور دن پر ڈالنے سے چھپائی۔ چونکہ صبر جمیل کا دعوی کیا تو انکو عاجز کرکے اپنی طرف شکوہ پر مجبور کیا اسی واسطے بعض مشائخ نے کہا کہ جسنے صبر کرنے پر ہمت کی اس نے دلیری کی اور جسنے شکر کیا اپنا فائدہ دیکھا اور جسنے ذکر کیا مفتری ہی کہان پاک ذات ارحم الراحمین اور کہان بشر واسکے تمکین۔ شیخ نے کہا کہ دو غائب کیے اور دو چھوڑے پھر شکوہ کیا اور صبر جمیل کا دعوی۔ ابن عطا رح نے کہا کہ یوسف سے مل کر رہنے اور کہا کہ وہ فراق کا اور یہ وصال کا ہی شیخ ابو سعید القرشی نے کہا کہ غیرت حق عز وجل نے غیر کی نظر پر آنکھین قبض کرلین کہ جب تک نہ ملیگا واپس نہ پاویگا شیخ نے کہا کہ رونے سے یعقوب ع کی بینائی جاتی رہی اور آدم وداؤد کی باقی رہی تو فرق یہ کہ اس بینائی کو جمال حق سے التماع ہوا اور مقام عشق درجہ خاص ہے پس بینائی بھی اسی کے ساتھ گئی جسکو دیکھا تھا تاکہ دوسرے کو نہ دیکھے اور واپس آنے کی حکمت اسی سے سمجھ لو اور داؤد وآدم علیہما السلام کا رونا توبہ وندامت کا تھا جو مقام ابتدا ہی دیکھو کہ یونس وشعیب علیہما السلام کی بینائی جاتی رہی وہ بشوق الہی عز وجل روتے تھے اور دیکھا حدیث مین ہی کہ شعیب روتے روتے اندھے ہوگئے تو بینائی واپس کردی پھر اندھے ہوئے پھر واپس کردی پھر وحی فرمائی کہ جنت چاہتا ہی تو یہ لے اور اگر دوزخ سے ڈرتا ہی تو تجھے نجات ہی عرض کیا کہ نہین تجھے چاہتا ہون فرمایا کہ اچھا میرا نبی کلیم دس سال تیری خدمت

رکیگا۔ اسی طرح یونس کے قصہ مین بھی مروی ہی۔ اور جو رونا کہ بغم و حزن ہو آنکھ کو مضر ہوتا ہی اور جو بہ شوق و محبت ہو نور بڑھاتا ہے اور شاید
یعقوب ؑ کی بینائی جانا بغیرت قدم ہو کہ غیر کے واسطے روئے اگرچہ وہ آئینہ وشہود اور ایک واسطہ تھا اور انکو اندھا نہ کہا بلکہ فرمایا کہ آنکھین
سپید ہوگئین اور یہ ایک حجاب تھا کہ عالم پر نظر ہو۔ شیخ ابو علی الدقاق رح نے کہا کہ درحقیقت اندھے نہین ہوئے تھے بلکہ ایک پردہ دیدیا
گیا تھا۔ شیخ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ آدم و داؤد بخوف الٰہی روئے تھے تو انکی بینائی محفوظ رکھی گئی اور یعقوب ؑ بسبب جدائی فرزند کے
روئے تو سزا دی گئی۔ اور بھی شیخ قرشی رح کا قول ہی کہ غم کے رونے سے آدمی اندھا ہوجاتا ہی اور شوق کی گریہ سے بینائی مین رونق آتی ہے
اور کہا کہ کظیم وہ شخص جو غم سے بھرا ہوا ہو۔ واضح ہو کہ لطائف صنعت اجسام پر یہ ہی کہ جذب اثر کا خواص اس سے ظاہر ہوتا ہی پس اگر
بد نظر قوی خیال سے ہو جو اکثر مردِ ضعیف تیز نظر زرد رنگ خاموش شخص مین ہوتی ہی تو زائل کردیتی جس چیز پر پڑتی ہی اللّٰھم اعوذ بک اور اگر نظر
با خذ الطاف دریاے رحمت الٰہیہ ہو تو نور و نظر و فرحت و سرور عطا ہوتا ہی واللہ تعالیٰ علی کل شیٔ قدیر۔ ابن عطا رح نے کہا کہ گریہ سے اندوہ نکالنا چاہا اگر
لذت سے پھر گھونٹ لیا تو آنسو جم گئے اور آنکھین سپید ہوگئین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ ایک کیفیت نفسانی کی طرف اشارہ ہی جو شخص اس کیفیت سے کچھ
واقف ہی سمجھیگا ورنہ مشکل ہی۔ شیخ رح نے لکھا کہ سر الحزن ایک لطیفہ اس مقام پر یہ ہی کہ جو نظر از جانب عشق انسانی ہو تو اسکا درد و عذاب نہایت
سخت ہوتا ہی کیونکہ انسان مین کثافت ہی بخلاف محبت حق عزوجل کے کہ وہان راحت جنت مقابلہ نہین کرسکتی ہی پس چونکہ یعقوب علیہ السلام
ایک سخت درد و محبت مین تھے اسکو پی گئے کیونکہ مقام شکوے و شناعت ہی اور اگر یہ نہوتا تو عالم مین افشا بہت ہوتا اسی واسطے انکو کظم
مین تمکین قرار دیکر بطور مدح ذکر فرمایا۔ اور چونکہ کثرت سے آہ و نالہ کا ضبط کیا تو روح ناطقہ سے جو راستہ نور باصرہ کو تھا وہ جل گیا کیونکہ روح
ناطقہ سے باصرہ کو نور نہایت تنگ شریان دماغ سے آتا ہی جب اسکو احتراق ہوا تو راستہ بند ہوگیا اس سے آنکھین سپید ہوگئین جب
لوگون نے انکا یہ حال دیکھا تو اپنی راے پر انکے فعل سے بطریق شفقت انکار کیا حالانکہ شفقت انکی سمجھ کے اندازہ پر تھی کما قال تعالیٰ قالوا
تاللہ تفتؤا تذکر یوسف حتی تکون حرضا الآیہ۔ ولیکن عشق مین عاشق کو اپنا فنا ہونا بھی آسان ہوتا ہی اور وہ کیونکر محبوب کی یاد سے
غافل ہوسکتا ہی جسنے اسکے قلب کو تمام و کمال احاطہ کرلیا ہی بلکہ اسکے تمام وجود کو اپنے نام سے بھر لیا ہی اور خوف ہلاک کیا ہوگا جبکہ لیس ہلاک
سے عین بقا ہی قال تعالیٰ بل احیاء عند ربہم الآیہ۔ شیخ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ قولہ تفتؤا تذکر یوسف۔ لا تزال تذکر یعنی برابر علی الدوام
ہر دم تو یوسف کو یاد کرتا ہی پس کوئی بتلادے کہ رب یوسف کو کس وقت یاد کرتے تھے۔ مترجم کہتا ہی کہ ضرور ہوا کہ یہی کہا جاوے کہ یوسف کی یاد کرنے
سے وہ مطلب نہین ہی جو عوام خیال کرین بلکہ یوسف کے پیرایہ مین رب یوسف کو یاد کرتے تھے اور یہ خاص لوگون کا طریقہ ہی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور
بھی شیخ قرشی رح نے بیان کیا کہ ہر مشتاق برابر اپنے محبوب کو یاد کرتا ہی اس حد تک کہ لوگ اس طریقہ پر اس کو عار دلاتے ہین پس یا تو مرتا ہی تب مراد
پاتا ہی یا جیتے جی قرب محبوب مین پہونچ جاتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ جس شخص کی جو خواہش ہی وہ اسکا مطلوب ہی پس اگر خواہش شدید ہو تو طالب عاشق
اور مطلوب محبوب کہلاتا ہی پس اگر مطلوب یا محبوب باقی و بہتر ہو تو مستحسن ہی اور اگر فانی و ہالک ہو تو طالب و مطلوب دونون خراب ہین۔ اور مرکر
وہی طالب مراد پاتا ہی جسکا مطلوب باقی ہو فافہم۔ اور مترجم کہتا ہی کہ بعض احادیث سے ثابت ہی کہ اللہ تعالیٰ کو یہانتک یاد کرو کہ لوگ تم کو
مجنون کہین۔ اور صحاح مین ہی کہ بہتیرے پریشان بال گرد آلودہ اگر کسی کے دروازہ جاوے تو اسکو للکار دے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا
معزز و مکرم ہی کہ اگر کسی بات کے ہوجانے پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسکو پورا کردے حضرت انس بن النضر ایک جلیل القدر صحابی ہین جو انس بن
مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے انھون نے کہا تھا کہ لا یا رسول اللہ واللہ لا تکسر ثنیۃ الربیع یعنی انکی دختر نے کسی دوسری دختر کے

Marfat.com

دانت اگلے توڑ دیئے تھے اور دعوے کے وقت ہر چند صحابہ میں سے کہا گیا کہ ارش پر راضی ہو جاؤ مگر انہوں نے نہ مانا پس ربیع کے والد حضرت انس نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ ربیع کے دانت توڑ دینگے نہیں یا رسول اللہ قسم اللہ تعالے کی آپ نہیں توڑینگے دانت ربیع کے۔ آپ نے فرمایا کہ اے انس کتاب الٰہی میں قصاص منصوص ہے پس تمام لوگ ارش پر راضی ہو گئے اور قصاص چھوڑ دیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے بندوں میں ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالے پر قسم کھا لیویں تو اللہ تعالے پوری کر دیتا ہے رواہ البخاری والحدیث من ثلاثیاته شیخ نے کہا کہ بعض کے نزدیک عشق میں ہلاک سلذیذ ہے تو خوف کیا ہو گا۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض نے حدیث روایت کی کہ عاشق عفیف اگر جاوے تو شہید ہو گا۔ قلت قالوا موضوع ولعلہ من کلام بعض الصوفیہ واللہ اعلم والیشهد علیہ من القصة ذکرنا ہا فی تفسیر قولہ والذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان الآیہ۔ قولہ قال انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ یعنی اسرار موارد حق کا معاملہ میرا حق عز وجل کے ساتھ ہے جس نے بلا دے دیا اس نے قوت دی اور آسمان و زمین و عامہ انسان اسکو نہیں اٹھا سکتے پس تم سے بیان نہیں ہو سکتا ولہذا قال واعلم من اللہ ما لا تعلمون ہاور اللہ تعالے کی طرف شکوہ سے غرض یہ ہے کہ اس سے اسی کی طرف شکوہ ہے اور یہ مانند قولہ علیہ السلام اعوذ بمعافاتک من عقوبتک سہل بن عبداللہ نے کہا کہ حزن یعقوب کا یوسف پر نہ تھا بلکہ فراق یوسف پر جو صدمہ ہوا تھا وہ قلب سے کشف ہوتا تھا۔ اور شیخ نے کہا کہ شاید اللہ تعالے کی طرف سے آپ کو بشارت ہوئی ہو کہ عنقریب ان اولاد گمشدہ کو پہونچاوینگا بدلیل کلام مابعد جو واسطے تجسس وتلاش کے ہے اول کلام الٰہی تعالے سے یقینی خوشی ہوگی نہ یا اسفی علی یوسف۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ میں اللہ تعالے سے علم حقیقت جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے ہو تمہارا علم استدلالی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالے اہل اضطرار کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اقول یہ قول ظاہر تفاسیر میں بھی مذکور ہے ولیکن میرے نزدیک وے لوگ بھی اسکو جانتے ہونگے۔ القصہ انکو جواب دیا کہ میرا شکوہ اللہ تعالے سے ہے اور میرے علم کو تم نہیں جانتے ہو پھر فرمایا

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ

اے میرے بیٹو جاؤ اور کھوج لگاؤ یوسف اور اسکے بھائی کا اور ناامید مت ہو اللہ کی رحمت سے بے شبہ نہیں ناامید ہوتے ہیں

رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

اللہ کی رحمت سے مگر ایسی قوم جو اس سے منکر ہوتے ہیں

اس آیت میں صاف اشارہ کیا کہ یوسف زندہ موجود ہے تم اسکا کھوج لگاؤ تو ظاہر اقولہ اعلم من اللہ ما لا تعلمون ۔ سے بھی علم مراد ہوگا چنانچہ اسکے بعد ہی کہا کہ یٰبنی اے میرے بیٹو جن لوگوں نے پہلے ملامت کی تھی کہ یوسف کی یاد میں ہلاک یا مرنے کے قریب ہو جاؤگے اور بعضوں نے وہاں احتمال کیا تھا کہ کہنے والے اور گھر والے ہونگے شاید اسوجہ سے کہ حضرت یعقوب نے کہا کہ ما لا تعلمون پس اگر پیغمبر تھے تو عدم علم کیونکر ہوگا حالانکہ اصلی بہت تو یعقوب کو تھی اور یہ اگر پیغمبر تھے تو اتباع تھے اور بر تقدیر علم اسراری کے ممکن ہے کہ انکو باوجود پیغمبری کے یہ علم نہ دیا گیا ہو پس کچھ تکلیف کی ضرورت نہیں ہے اور انہیں بیٹوں کو یہاں خطاب کیا کہ اے میرے بیٹو اذهبوا جاؤ ظاہر تیسری مرتبہ اناج کے لیجانے کی بھی ضرورت تھی پس اسی میں لئے کہا کہ جاؤ۔ فتحسسوا تفحص وتلاش کرو من یوسف واخیہ یوسف سے واسکے بھائی سے تحسس بحاء حطی وہر دو میں حطی کسی چیز کو حواس سے پانے کی خواہش کرنا اور ابن کثیر نے کہا کہ نیک بات کی تلاش میں تحسس کہتے ہیں۔ اور بری بات میں تجسس بجیم بولتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ اس بنا پر جن لوگوں نے قولہ علیہ السلام لا تجسسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا الحدیث میں تحسس بحاء حطی خیال کیا ہے مناسب نہوگا کیونکہ مقصود امور معاصی سے

Marfat.com

احتراز ہے اللهم الا ان یراد المنع عن التفحص فیلیا تیہ اخوہ المومن من الخیر لما یقتضے ذلک الی الشر بالانتشار بحیث یشار الیہ بالانامل فلیتامل۔ العقد
انکو حکم دیا کہ جاکر یوسف واسکے بھائی کی اسطرح تلاش کرو کہ تمھین کچھ حواس سے احساس ہو مثلاً آنکھون سے دیکھکر پہچانو یا کانون سے پتہ سنو
پھر مترجم کہتا ہے کہ یہان اہل التفسیر نے یہ نہین لکھا کہ فقط یوسف واسکے بھائی بنیامین کی خصوصیت کیون فرمائی حالانکہ بڑا بیٹا بھی ترک وطن
کرچکا تھا اور اگر کہا جاوے کہ اسکی اقامت مصر مین معلوم تھی تو بنیامین کی بھی قید معلوم تھی اور رہا تحسس وتفحص تو ممکن ہے کہ یوسف علیہ السلام
کے واسطے درحقیقت تھا اسی ذیل مین بنیامین کو بھی شامل کردیا ورنہ بنیامین کے واسطے تفحص کی ضرورت نہ تھی پس جواب اسکا کئی طور سے
ممکن ہے اول آنکہ اصل اسف واندوہ انکو یوسفؑ پر تھا لہذا انکا تحسس مقدم کیا اور دوبارہ صدمہ فراق بنیامین کا تھا انکو یوسف کے
ساتھ شامل کردیا اور چونکہ بڑے بیٹے کی بہ نسبت بنیامین کی حالت زیادہ اہتمام وتدبیر کو مقتضی تھی اس لیے بنیامین کی طرف توجہ لائی کہ کسی
حیلہ وتدبیر سے رہا کرنے کی فکر کرو بخلاف بڑے بیٹے کے کہ انکا لانا اول تو مشکل نہ تھا دوم ان بھائیون کو خود ہی انکا خیال زیادہ تھا سوم وہ
خود چلے آسکتے تھے اور مترجم کے نزدیک یہ بیان اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ کا ہے ولیکن راز کو مخفی رکھا اور کہا کہ جاکر اب غور سے تحسس کرو یعنے حواس
سے ادراک کرنے کی کوشش کرو اب تک تمپر پہچان سے پردہ کردیا گیا تھا اب جاکر یوسف کو پہچانو اور اسکے ساتھ ہی بنیامین ہے اور یہ ادراک ادراک
لطیف سے فکر صحیح کے قابل ہین بحکم قولہ تعالے یتفکرون فی خلق السموات والارض الآیہ۔ خلاصہ یہ کہ اول حکمت آلہیہ مقتضی ہوئی کہ یوسف علیہ السلام
حضرت یعقوب سے جدا کیے جاوین اور اسوقت آنحضرت علیہ السلام نے اشارات مین گفتگو کی کہ تمہارا لیجانا مجھے غمگین کرتا ہے اور خوف ہے کہ بھیڑیا کھا
جاوے اور ادھر قہریات نے بھائیون کے حق مین بجائے یکونوا من بعدہ قوما صالحین کے انکو برخلاف کردیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ادھر
یہ امتحانات ووقائع وتعلیم وعروج ہوا اور ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام پر امر کروہ وسخت سے یہ فضل وانعام ہوتا رہا اور فراق کے صدمات پورے
نہوئے تھے کہ بنیامین کو بھی ایک خاص حکم سے حضرت یوسفؑ نے جدا کرلیا اور حکمت بالغۂ آلہیہ سے ان بزرگون کا علم بتعلیم آلہی جہانتک اس نے
چاہا ہوتا رہا اور عوام اپنے اپنے خیالات مین مستغرق رہے ولیکن انھین کے ہاتھون انکی تدبیر مخالف انکی مراد کے حسب مشیت حق جلشانہ ہوتی
رہی اور اسی کو کید فرمایا فی قولہ کذلک کدنا لیوسف پھر جب کرم وفضل آلہی سے دونون پیغمبرون کے مراتب پورے ہوئے اور حضرت خلاق
علیم حکیم نے سب کو اپنے ارادۂ قدیم کے موافق پاک کرکے مجتمع کرنا چاہا تو پیغمبر علیہ السلام نے بھائیون کو جو ندامت مین غرق اور باپ کی تکلیف دہی سے
سخت شرمندہ ہوچکے تھے آگاہ کردیا کہ تم اپنے خیالات کے پابند ہو اور مین علم آلہی عزوجل سے وہ جانتا ہون جو تم نہین جانتے ہو اسی واسطے ابتدائے
وقت مین نہ کنعان کے کنوین مین تلاش کیا اور نہ کسی سے استمداد چاہی جب وقت آیا تو کہا کہ اب جاکر یوسف واسکے بھائی کو حواس سے پہچانو کہ اب
تمھارے حواس کا پردہ دور ہونے کے قریب ہے گو تحسس سے نہ خود احساس سے اور چونکہ انھون نے خطاؤن کی تعین پہلے سے انکو تمہید کے ساتھ تعلیم کردیا۔
وَلَا تَايْئَسُوا مت یاس وناامیدی کرو مِن رَّوْحِ اللهِ۔ اللہ تعالے کی رحمت سے یعنی اللہ تعالے کے فضل سے قالہ قتادہ رہ یا اللہ تعالے
کی کشائش سے قالہ ابن زید۔ اور ایک عقیدہ ایمانی پر تنبیہ کردی کہ اِنَّهٗ بیشک بات یہ ہے کہ لَا يَايْئَسُ مِن رَّوْحِ اللهِ نہین ناامید
ہین اللہ تعالے کی رحمت سے اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ مگر وہی قوم جو کافر ہین۔ ان لوگون کو تنبیہ کردی کہ اللہ تعالے کی رحمت سے کوئی
مایوس نہین مگر جس نے کفر کیا وہ مایوس ہے تو یہ دو طرح سے ہے ایک یہ اسطرح کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ تعالے تمام گناہ بخشدیتا ہے بقولہ
تعالے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا حتی کہ اگر کوئی بندہ ہمہ سر گناہ بجاوے تو بھی وہ مغفرت آلہیہ کا مستحق ہے اور حدیث صحیح
مین ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالے دوسری مخلوق اور پیدا کرتا جو گناہ کرتے اور جب وے توبہ واستغفار کرتے تو انکو بخشدیتا۔ رواہ فی الصحاح

اسکے معنے یہ ہین کہ اگر تمکو بھی اللہ تعالے مثل فرشتون کے مخلوق فرماتا کہ تم گناہ نہ کرتے تو دوسری اور مخلوق پیدا کرتا جنکی لجاجت وگڑگڑاہٹ سے
خوش ہوکر انکو بخشتا کیونکہ مغفرت کرنا اُسکی صفت پاک ہے اسکا ظہور ضرور گنہگارون کو پیدا کریگا اور یہ مقام بھی عوام آدمیون پر جیسے دل مثل
جانورون کے بے سمجھ ہین مثل مسئلہ تقدیر کے مشکل ہوگیا ہے اور تعجب تو یہ ہے کہ یہودی و نصرانی نہین سمجھتے ہین اور اپنے آپ کو خودمختار بتلاتے ہین
اور دیکھو کہ ہم اتنا پوچھتے ہین کہ اللہ تعالے جس نے تمام آسمان و زمین و دریا و پہاڑ و سارا جہان و عجائب غرائب پیدا فرمائے ہین اور ہر طرح
کی سردی گرمی بیماری و تندرستی کہ جس سے آدمی عاجز ہے پیدا فرمائی ہین اور اگر ایک پھول بلکہ پتی ٹوٹ جاوے تو دیسی کسی سے جہان بھر مین
ممکن نہین ہے بھلا بتلاؤ کہ وہ جاہل تو نہین ہے ضرور کہو کہ نعوذ باللہ تعالے وہ علیم حکیم ہے وہ ہرگز جاہل نہین ہے جہل تو بڑا عیب ہے اور اللہ تعالے
پر عیب لگانا کفر ہے ایسا اعتقاد کافر کا ہوگا ہمارے خالق ذوالجلال کی شان مین جہالت کبھی صادق نہین ہوسکتی ہے جو کوئی ایسا خیال کرے وہ
جاہل کافر ہوگا۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ بھلا اس سال کیا کیا روز ہوگا تمام جہان مین ہر ہر شہر مین ہر ہر گانون مین ہر ہر پہاڑ مین ہر دریا و سمندر مین
کون مریگا کون پیدا ہوگا ہر گھر مین کیا کیا ہوگا ہر روز اور ہر گھنٹہ و ہر منٹ مین تو جواب مین کہو کہ اللہ تعالے کے سوائے کوئی نہین جان سکتا ہے کس کی مجال
ہے کہ اسکو جانے وہی عالم الغیب ہے وہی جانتا ہے تم نے سچ کہا اللہ تعالے تمکو ایمان پر ثابت قدم رکھے۔ اب بتلاؤ کہ جو کچھ جس صورت سے اور جس ہیئات سے
واقع ہونا اللہ تعالے کے علم مین ہے اسی طور سے واقع ہوگا۔ بھلا اور طور سے کیسے ہوسکتا ہے اگر اور طور سے ہو تو اللہ تعالے کا علم غلط ہو جاوے تو ضرور اُسی
طور سے ہوگا جیسے علم الٰہی مین ہے بس اب ہم تم ٹھیک راہ پر ہین اب سنو کہ ہم اسی کو تقدیر کہتے ہین کہ اللہ تعالے کے علم مین ہے کہ زید پیدا ہوگا اور اسطرح پرورش
پاویگا اور ایسا عالم ہوگا یا ایسا کریگا اتنا رزق پاویگا اور جو گناہ کریگا وہ بھی اللہ تعالے کے علم مین ہے بس اسکے علم سے خلاف کچھ نہین ہوسکتا ہے
والسلام تو جو کوئی اللہ تعالے کو اپنا رب مانتا ہے وحدہ لاشریک جانتا ہے اُسکے گناہ بخشے جاوینگے اور رحمت پاویگا یعنے جنت مین داخل ہوگا اور
جس نے اللہ تعالے کو اسطرح نہ مانا تو وہ مایوس ہے اور دوسری طرح مایوسی کافر کی یہ ہے کہ وہ توہون و مخلوقات کے ذریعہ سے کشایش چاہتا
ہے اور تم جانتے ہو کہ انکو کچھ بھی قدرت نہین تو وہ اللہ تعالے کی رحمت سے مایوس ہوا جو حقیقت مین قادر ہے اور غیرون کی طرف منتظر ہوا جنکو کچھ
اختیار ہی نہین ہے اس تمام بیان کا مبنی یہ ہے کہ یہ کلام حقیقت واقعیہ کا بیان ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالے کی رحمت سے مایوس نہو کیونکہ تم
جانتے ہو کہ مسبب الاسباب قادر قیوم ہے ایسے طور سے دیتا ہے جہان گمان نہو کیونکہ اسباب بھی اُسی کے پیدا کیے ہوئے ہین اور ناشر اسی کی قدرت مین مسخر ہے
پس تم مومن ہو تو مایوس نہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ مایوس تو اللہ تعالے کی رحمت سے فقط کافر قوم ہین اور اسی طرف ظاہر کلام بیضاوی راجع ہے
کہا کہ اللہ تعالے کی ذات و صفات کا عارف کسی حال مین ناامید نہین ہوسکتا اور بعضے علما رنے اسکو کافرون کا فعل بیان کیا چنانچہ سراج
مین کبیر وغیرہ سے لایا کہ کافرون سے مراد وہ ہین کہ جو کفر مین ڈوبے ہوئے ہین اور لکھا کہ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ مومن اپنے پروردگار کی
طرف سے نیکی پر ہے کہ مصیبت کے وقت اس سے امیدوار ہے اور آسایش کے وقت اُسکی حمد کرتا ہے اور کافر اسکے برخلاف ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین
ہے کہ مومن کا حال کیا اچھا ہے کہ ہر صورت مین اسکو ثواب ہے مصیبت مین صبر کیا تو ثواب پایا اور آسانی مین شکر کیا ثواب پایا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہانتک
تو تفسیر سابق سے کوئی خلاف نہین ہے۔ پھر سراج مین کبیر وغیرہ کا استدلال لایا کہ اللہ تعالے کی رحمت سے یاس ہونے کی فقط یہی صورت ہے کہ
کافر نے اعتقاد کیا کہ سعالم کا پیدا کرنیوالا پوری قدرت نہین رکھتا یا سب باتون کو نہین جانتا ہے یا وہ کچھ بخیل ہے اور ان مین سے ہر ایک بات
کفر ہو تو جب یاس انھین تینون مین سے کسی بات سے ہوتا ہے اور ہر ایک کفر ہے تو معلوم ہوگیا کہ مایوس وہی ہوگا جو کافر ہے۔ مترجم کے نزدیک
اصح وہی تفسیر اول ہے اور دلیل اسپر قولہ تعالے اخذناہم بغتۃ فاذاہم مبلسون۔ اور قولہ فاذاہم یقنطون۔ اور نظیر اسکی دوسری آیت مین یقنطوا من رحمۃ

Marfat.com

ربہ الا الضالون۔ اور اس کی تفسیر گذر چکی اور محتمل ہے کہ کلام سراج بھی اسی طرف راجع کیا جاوے اور حاصل یہ کہ کافر جب اللہ تعالے کے اوپر ایمان ہی نہین رکھتا تو اس کی رحمت کا بھی امیدوار نہین اور جو لوگ نام کو اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہین اور مشرک ہین تو وے اسی گمان کے پابند ہین اور پھر بھی درحقیقت اللہ تعالے وحدہ لاشریک سے امیدوار نہین بلکہ اپنے خیالی شرک سے امیدوار ہین پھر بھی انکو رحمت سے مایوسی ہے اور واضح ہو کہ رحمت کا اطلاق کبھی دنیاے فانیہ کی چیزون پر مثل رزق وغیرہ کے ہوتا ہے تو اس مین کل مخلوق شریک ہے اور کافر بوجہ عدم ایمان کے اللہ تعالے سے اس بات مین مایوس ہے کما ذکرہ فی السراج اور کبھی رحمت کا اطلاق آخرت ونعماے باقیہ پر ہوتا ہے اور اس سے کافر بوجہ کفر کے مایوس ہے کما ذکرا اولاً فافہم۔ واضح ہو کہ رحمت الٰہی اوسع ہے اور سوائے اسکے جو اس رحمت پر ایمان نہ لایا اور کوئی محروم نہین ہے حدیث ابوہریرہ مین ہے کہ اللہ تعالے نے لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی۔ صحیحین۔ دنیا مین سو جزو کا ایک جزو اسوقت ظہور ہوا اور ننانوے بروز قیامت ظاہر ہونگی یہ حدیث سابق مین گذری اور صحیح احادیث دربارۂ رحمت وثواب جمیل بہت ہین اور صحیح ہوا کہ رحمت اسی کے دل سے نکالی جاتی ہے جو شقی یعنی دوزخی ہو اور حدیث مین منع ہے کہ سواری کے جانور پر بے وقت آسانی وسختی کی راہ مین سوار ہو بلکہ ایسی دوری مین سوار ہوئے جہان اسکو جانا مشکل ہو ورنہ پیرون جاوے۔ حدیث مین ہے کہ جو لوگ رحم کرتے ہین اللہ تعالے انپر رحم فرماتا ہے۔ حدیث مین ہے کہ جو کوئی لوگون پر رحم نہین کرتا اسپر اللہ تعالے رحم نہین فرماتا ہے صحیح مین ابوہریرۃ سے ہے کہ رحمت کسی کے دل سے نہین کھینچی جاتی مگر اسی کے دل سے جو دوزخی ہے۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جسکا تر جگر ہو یعنی جاندار جانور ہو اسپر رحم کرنے مین ثواب ہے الغرض حضرت علیہ السلام نے بیٹون سے تاکید کی کہ رحمت سے مایوس مت ہو اور یوسف علیہ السلام واُس کے بھائی کو ڈھونڈھو۔ پس یہ لوگ روانہ ہوئے اور اناج کے لیے بھی کچھ خفیف بضاعت لے گئے آخر اللہ تعالے نے اپنی رحمت سے انکو کامیاب فرمایا جیسا کہ حق تعالے نے بیان فرمایا۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ

پھر جب یہ لوگ داخل ہوئے یوسف پاس بولے اے عزیز پہونچا ہم کو اور ہمارے لوگون کو قحط اور لائے ہین ہم بضاعت ناکارہ سو پورا دیجیے

لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ۝ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ

ہماسے پیمانہ کیل اور تصدق کر دیجیے ہم پر بیشک اللہ نیک بدلا دیتا ہے صدقہ دینے والون کو فرمایا کیا تم نے جانا کہ جو تم نے کیا تھا

بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ۝ قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا

یوسف اور اسکے بھائی کے ساتھ جبوقت کہ تم ناسمجھ تھے بولے کہ ایا کیا تو یوسف ہے فرمایا کہ مین یوسف ہون اور یہ میرا

أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ قَالُوا

بھائی ہے ضرور ہمپر اللہ تعالے نے احسان کیا بیشک جو تقوے کرے اور صبر کرے تو اللہ تعالے رائگان نہین کرتا ثواب نیکوکارون کا بولے

تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ

قسم اللہ کی بیشک چھانٹ لیا تمکو اللہ تعالے نے ہمپر سے اور ہم تھے بیشک خطاکار تھے فرمایا کہ کچھ ملامت نہین تم پر آج کے روز بخشدے اللہ تعالے

لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا

تم کو اور وہ ارحم الراحمین ہے لیجاؤ تم میری یہ قمیص سو ڈالدو اسکو اسکو چہرہ پر میرے باپ کے جلد آوے دیکھتا

Marfat.com

ع۴

وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۵

اور لاؤ تم لوگ میرے پاس اپنے اہل وعیال کو سبکو

ان آیات مین حق تعالے نے برادران کا یوسف کو پہچاننا اور حسد وعداوت سے پاک ہوکر اپنی خطا کا اعتراف کرنا اور مغفرت سے سرفراز ہونا بیان فرمایا اور یہ سامان اسطرح ہوا کہ جب یہ لوگ بتلاش یوسف موافق ارشاد والد بزرگوار کے روانہ ہوئے تو بحکم آنکہ طالب صادق کو مطلوب ملجاتا ہے مراد پائی اور قصہ دلالت کرتا ہے کہ اس مرتبہ وے لوگ والد بزرگوار کی فرمانبرداری پر مستقیم ہوگئے تھے اور سابق حرکت سے جو ابتدا انکے والد بزرگوار کو پہونچی تھی اُسپر متاسف و شرمندہ تھے اور نیت صادقہ سے تلاش یوسف و بنیامین کو روانہ ہوئے ولیکن اناج لینے کے وسیلہ سے بنیامین کا تجسس شروع کیا اور شاید کہ یوسف کی نسبت تو یہان انکو گمان بھی نہ تھا۔ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ پھر جب داخل ہوئے عزیز مصر کے پاس۔ یہی یوسف علیہ السلام تھے مگر وے تو عزیز مصر جانتے تھے۔ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ بولے کہ اے عزیز۔ یہ کلمہ بطریق فریاد اور رحم دلانے کے زبان سے نکالا اور شکستہ حالی و پریشانی اپنی بامید ترحم بیان کی مَسَّنَا چھو گیا ہم کو یعنی پہونچگیا اور اسکا ضرر ہم کو لاحق ہوگیا وَاَهْلَنَا اور چھو گیا ہمارے اہل وعیال کو۔ الضُّرُّ قحط۔ شاید کہ یہ تکلف اسوجہ سے ہو کہ اول مرتبہ بنیامین کی نسبت سرقہ سے ان کو اکرام بادشاہی سے ناامیدی ہو بلکہ طعام نہ ملنے کا خیال ہو پس ترحم دلایا کہ ہم قحط زدہ اور مصیبت مین ہین۔ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ اور ہم لائے ہین پونجی ناقص یا تو درحقیقت نقصان تھا جیسا کہ بعض سلف سے مروی ہے کہ کھوٹے درم یا چمڑا وغیرہ تھا یا بطریق انکسار کے اسکو حقیر بضاعت قرار دیا و ثعلب نے کہا کہ بضاعت مزجاۃ یعنی قلیل اور یہی حسنؒ سے مروی ہے فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ پس پوری دیجیے ہمکو ناپ یعنی جیسے پہلے اکرام فرمایا ہے اس مرتبہ بھی ہمکو باوجود بضاعت مزجاۃ کے پیمانہ ایفا کردے اور چونکہ اسمین استحقاق سے زیادت ہوئی لہذا کہا وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اور تصدق کردے ہمپر یعنی صدقہ دیدے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ اللہ تعالے صدقہ دینے والون کو اچھا بدلا دیتا ہے اہل تفسیر نے کہا کہ یون نہین کہا کہ تجھکو ثواب دیگا کیونکہ اُسکو مومن نہین جانتے تھے اقول یہ تکلف ہے بلکہ تجھکو کہنے سے ایک ادعا کے طریق پر خصوصیت معلوم ہوتی ہے جسمین احتمال ہے کہ اسکے حق مین ہو یا نہو بخلاف اس عام حکم بیان کرنے کے کہ یہ بلیغ ہے اور اسمین تحریض زیادہ ہے جیسا کہ قرآن مین المحسنین اور لا یضیع اجر المحسنین واجر المصلحین وغیرہ مین ہے اور یہان ایمان کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ انھون نے جزا بیان کی اور جزا نیک بدلا ہوتا ہے اور کافر کو بسبب اسکے دنیا اختیار کرنے کے دنیا ہی مین نیک بدلا ملجاتا ہے اور مومن کو آخرت کا عظیم ثواب ملتا ہے اور فضل کے طور پر دنیا مین بقدر احتیاج ملجاتا ہے اور صحیح ہے کہ نیکی کبھی ضائع نہین ہوتی ہے۔ سوال صدقہ مانگا تو دلیل ہے کہ انکے باپ پیغمبر پر صدقہ حلال تھا اور بیضاوی رح نے کہا کہ اسمین اختلاف ہے کہ صدقہ کی حرمت فقط ہمارے پیغمبر محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر ہے یا سب انبیاء پر تھی اور مین کہتا ہون کہ یہ آیت دلیل ہے کہ دیگر انبیاء پر صدقہ حرام نہ تھا اور سفیان بن عیینہؒ نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے کما ذکر فی المعالم وغیرہا علاوہ اسکے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پہچان کتب سابقہ مین یہ مذکور تھی کہ آپپر صدقہ حرام ہوگا تو ضرور ہے کہ آپ کے ساتھ مخصوص ہو اور میرے نزدیک یہ امر مقطوع ہے اسمین کچھ اختلاف کی وسعت نہین ہے بعض نے کہا کہ تصدق علینا سے مراد صدقہ مالی نہین ہے بلکہ بنیامین کو طلب کیا اور یہ تفسیر محض رائے بے نقل یا لغت ہے کچھ اسپر شاہد نہین اور تاویل بغیر ضرورت تحریف ہوتی ہے واضح ہو کہ صدقہ ایسے دینے کو کہتے ہین جسمین ثواب کی نیت رکھی جاوے لہذا جو کوئی تمام مال بانٹ دے اور ثواب کی نیت نہو تو صدقہ نہوگا۔ مسئلہ صدقہ دیکر واپس لینا حرام ہے حتی کہ بعینہ اسکو فقیر سے مول لینا بھی مکروہ کہا گیا ہے بدلیل آنکہ حضرت عمرؓ نے گھوڑا اللہ تعالے کی راہ مین صدقہ دیا پھر اس کو مول لے لینا چاہا تو

Marfat.com

آنحضرت صلعم نے منع کیا کہ اپنے صدقہ دیے ہوئے مین عود نہ کرے کما فی البخاری ۔ مسئلہ صدقہ کا ثواب جس دوسرے زندہ و مردہ کو چاہے ہبہ کرے اللہ تعالے کی عنایت سے اسکو پہونچ جاتا ہے اور اس مین اہل السنۃ سب کا اتفاق ہے اور یہ اجماع فقط مالی صدقہ مین ہے اور حدیث مین شکر کے صدقہ بھی آئے ہین جیسے راہ سے کنکر ہٹا دینا کہ کسی کو چوٹ نہ لگے اور بھائی مسلمان سے بخندہ پیشانی ملنا اور مانند اسکے اور حدیث مین ہے کہ کسی حقیر چیز کے صدقہ کو حقیر مت سمجھو اور اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اگرچہ ایک ٹکڑے چھوارے کے عوض ہو ۔ لب یہان ان امور کا لحاظ ضرور ہے کہ نیت خالص کے ساتھ جہان تک ممکن ہے اپنی حیات مین خواہ مال سے ہو یا عمل سے ہو صدقات کا ذخیرہ جمع کرے اور اگر کسی مردہ کو ثواب پہونچانا ہو تو جہان تک ممکن ہو کوئی مال صدقہ کرکے ثواب پہونچاوے اسطرح کہ کوئی واقف نہو لیکن اس زمانہ مین اپنی نیت کو سنبھالکر علانیہ صدقہ دینا اس نیت سے کہ اور لوگ بھی ایسا کرین دونا ثواب ہے پس مالی صدقہ کا ثواب تو بالاجماع مردہ کو پہونچتا ہے پھر اگر ممکن نہو تو دعاے مغفرت اسکے لیے سب لوگ کرین اور اسکے بعد کچھ قرآن مجید کی تلاوت و ختم و تسبیح و درود کا ثواب پہونچاوے یہ فقط ایک بڑے گروہ حنفیہ کے نزدیک پہونچتا ہے اور چھوٹا گروہ حنفیہ مین سے قائل نہین جیسے شافعیہ مین سے بعض قائل ہین اور بہت نہین قائل ہین اسی واسطے جو لوگ سوم و چہلم مین برادری کا کھانا کھلا کر مال برباد کرتے ہین اور اسمین بھی یہ نیت کہ اگر نہ کیا تو بڑی ناموسی ہوگی بالکل شیطان کا فریب ہے جو مردون بیچارون کو ان زندون کے ہاتھ سے ثواب نہین پہونچنے دیتا ہے اور سیکڑون روپیہ تو فضول مین گیا اور مردے کے واسطے فقط قرآن مجید پڑھوا دیا جو سب سے کم مرتبہ ہے اے بندگان خدا وہ بات کرو جسپر تمام علماے حنفیہ و دیگر مذاہب کے علما سب متفق ہین اور اسکا ثواب یقینی ہو واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔ اور معلوم ہو چکا کہ صدقہ کا بدلا کبھی ضائع نہین ہوتا خواہ کافر صدقہ دے یا مومن ۔ فرق یہ ہے کہ کافر کے صدقہ کا بدلا اسکو دنیا مین ملجاتا ہے اور مومن کو ثواب عظیم آخرت مین اور نیک بدلا دنیا مین ملتا ہے بیضاوی و سراج وغیرہ مین لایا کہ اگر کوئی پوچھے کہ حضرت یعقوب نے انکو حکم دیا تھا کہ یوسف کا تحسس کرین پھر وے لوگ شکوہ کیون کرنے بیٹھے تو جواب دیا گیا کہ تحسس ہو تو پتہ لگانے والا ہر طریقہ سے اپنی مراد ڈھونڈتا ہے اور یہان انھون نے اپنی عاجزی و تنگدستی و سخت محتاجی سے عزیز مصر کا دل نرم کیا اور تدبیر نکالی کہ اگر وہ مہربان ہوا تو ہم اس سے مطلب بیان کرینگے اور اگر نہین تو خاموش رہینگے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی حاجت کے لیے جائز طور پر حیلہ کرنا مباح ہے ابن اسحٰق نے ذکر کیا کہ مجھ سے روایت بیان کی گئی کہ جب برادران یوسف نے اسقدر اپنی عاجزی و پریشانی بیان کی تو حضرت یوسف ع کے آنسو بھر آئے اور ضبط نہو سکا اور اپنے آپ کو ظاہر کر دیا ۔ اقول یعنی حضرت حق عز و جل کی طرف سے اجازت ملی کہ اب ظاہر کیا جاوے چنانچہ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ فرمایا کہ بھلا تم نے جان لی زشتی و برائی اس فعل کی جو کیا تم نے یوسف ع کے ساتھ اور اُس کے بھائی کے ساتھ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ اُس زمانہ مین کہ تم جاہل تھے یعنی انسے اقرار کرایا کہ تم نے اپنی جہالت کے وقت مین جو فعل یوسف و اُس کے بھائی سے کیے اب تم نے اُس کی زشتی معلوم کر لی ۔ اور زمانہ جہالت کا ذکر انکا ایک عذر بیان کیا اپنی طرف سے یعنی تم سے نادانی مین دونون کی نسبت برائی سرزد ہوئی تاکہ سخت شرمندہ نہون اور ایک عذر بھی پاجاوین جسکا خود اقرار فرمایا اور بعض اہل قصہ نے ذکر کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کی رہائی کے بارہ مین ایک خط عزیز مصر کے نام تحریر کیا تھا اور ان بھائیون نے زبانی انکے درد و اندوہ اور دائمی حزن و گریہ سے نابینا ہونا سب بیان کیا تھا اسپر حضرت یوسف ع سے ضبط نہو سکا اور ظاہر فرما دیا اور امام رازی رح نے کہا کہ واللہ تعالی اعلم کہ اسمین سے کسقدر صحیح ہے اور نظر بالعبد قصہ کے محتمل ہے کہ بعض اسمین سے صحیح ہو مین کہتا ہون کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے باپ کا اندوہ شدید مین نابینا ہو جانا معلوم ہوا تھا اور اصح یہ ہے کہ اخفا کرنا بھی بامر الٰہی تھا اور جب برادران یوسف اپنے فعل پر شرمندہ ہوئے اور باپ کے

Marfat.com

حکم کی تعمیل مین مستعد ہوئے تو اب امید ہے کہ اللہ تعالے نے اظہار کا حکم دیا اسی واسطے انسے اقرار لیا کہ جو فعل تم نے کیا اس کی قباحت سے واقف ہو گئے بعض علمار نے کہا کہ جاہلون کہنا اسوجہ سے تھا کہ جب انھون نے حضرت یوسف کے ساتھ کیا جو کیا اُسوقت لڑکپن کی عمر پر تھے ولیکن دوسرون نے اس مین کلام کیا دو وجہ سے اول یہ کہ اسوقت انکا لڑکپن نہ تھا اور دوم برادران یوسف کے ساتھ قطعاً تو عمری نہ تھی اور کہا کہ بنیامین کے ساتھ برائی سے شاید یہ مراد ہے کہ جب صواع اسکی رحل سے نکلا تو کہنے لگے کہ راحیلؑ کی اولاد کی طرف سے برابر ہمپر مصیبت ہی آتی رہی یا شاید یہ کہ دعوت مین اسکو تنہا چھوڑا اور دل شکستہ کرنے کی باتین سرزد ہوئین چنانچہ یوسف نے انکو اپنے ساتھ لا کر اپنے آپ کو ظاہر کر دیا اور کہا تھا کہ ان لوگون کے فعل پر غمگین مت ہو اور مترجم کہتا ہے کہ شاید جاہل کہنا بطریق تحقیق ہے یعنی حقوق نفس سے جاہل ہو کر تم نے یہ افعال کیے اس لیے کہ جس سے کوئی امر قبیح سرزد ہو وہ بمقتضاے جہالت ہے چنانچہ قولہ عز وجل من عمل منکم سوء بجہالۃ مین مصرح ہے واضح ہو کہ علمار کے اقوال سابق مین مختلف مذکور ہوئے ہین کہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچاننے کی کیا وجہ تھی. ایک جماعت نے چالیس برس کا زمانہ گزرنے و ہیأت و وضع مین اختلاف ہونے کی وجہ بیان کی اور بعض نے کہا کہ خود زبانی اُنسے قریب سے گفتگو نہین فرمائی اور بعض مشائخ نے کہا کہ معرفت نبوت ایک نعمت ہے جس سے انپر حجاب دیدیا گیا تھا ولیکن اسپر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کفار قریش تو محمد مصطفےٰ صلعم سردار انبیار کو جانتے تھے اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ کفار کچھ مومن نہ تھے بخلاف برادران یوسف کے اور مترجم نے زعم کیا کہ شاید چہرہ پر بخوف فتنہ زنان مصر کے نقاب رکھتے ہون. اور ایسی ہی کچھ وجہ بنیامین کے ساتھ بھی اس مرتبہ رکھی گئی تھی کہ اسکو بھی شاید نہین پہچانا بقائیؒ نے کہا کہ اس مرتبہ آنحضرت نے انکے جواب مین بغیر پہچان کے خود کلام فرمایا پس انھون نے جواب دیا اور قَالُوٓا کہنے لگے کہ ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ آیا آپ تو یوسف ہین. قَالَ اَنَا يُوْسُفُ فرمایا کہ مین یوسف ہون اور بڑھایا کہ. وَهٰذَآ اَخِيْ اور یہ بنیامین میرا بھائی ہے یعنی ایک مان سے بھی جیسے تم لوگ فقط باپ کی طرف سے بھائی ہو. شاید انھون نے بنیامین کو بھی نہین پہچانا تھا. تو تصدیق و تحقیق کے لیے انپر ظاہر کر دیا اور ابن عباس رضہ نے تمہید مناسب کر دی کہ. قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا بیشک اللہ تعالے نے ہم دونون پر احسان کیا. ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی نیکیان ہمارے واسطے جمع فرمائین اور بعض نے کہا کہ یعنی ہم دونون کو بعد جدائی کے یکجا کر دیا اور قول اول اچھا ہے کہ ہر طرح کے انعام الٰہی کا احسان ہوا اور یہی عام نصیحت ملی ہوئی تنبیہ کر دی کہ. اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ بیشک جو شخص کہ تقویٰ کرتا ہے یعنی بچتا و پرہیز کرتا ہے. ابن عباسؓ نے کہا کہ زنا سے مجاہد نے کہا کہ ہر طرح کی معصیت سے جس مین زنا شامل ہے. وَيَصْبِرْ اور صبر کرتا ہے. ابن عباسؓ نے کہا کہ بغیر زور دیا کسی عورت کے ضبط پر صبر کرتا ہے اور مجاہد رہ نے کہا کہ قیدخانہ پر صبر کرتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ احکام الٰہی تعالے کی پابندی مین جو مشقت نفس پر ہوتی ہے اسپر صبر کرتا ہے تو. فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اے لا یضیع اجرہ. اللہ تعالے رائگان نہین کرتا نیک بدلا نیکی کرنے والون کا. معلوم ہوا کہ نیک کام کے عوض بدلا و ثواب کچھ استحقاق نہین بلکہ اللہ تعالے کا احسان ہے کیونکہ جو فعل اس سے سرزد ہوا وہ اللہ تعالےٰ کے مخلوق ہاتھ پاؤن وغیرہ اور اس کی ہدایت سے ہوا اگر نہ ہوتا تو ان چیزون کی ناشکری بھی ہوتی تو یہ شکرانہ ہو گیا اب زیادہ ثواب احسان و منت ہے پھر عام طور پر بیان فرمایا کہ لوگ نیکی پر مستعد ہون اور ظاہر کر دیا کہ تقوے و صبر کرنے سے آدمی محسنین مین سے ہو جاتا ہے پس خلاصہ یہ ہے کہ ایمان تو تصدیق و یقین ہے اس کے بعد جو احکام بجالانے کے ہین انکی مشقت نفس کو بہت معلوم ہوتی ہے تو اسپر صبر کے ساتھ ثابت قدم رہے اور جو احکام ممانعت کے ہین انسے بچا رہے تو درجہ محسنین کا پاوے اور آیت مین اشارہ ہے کہ نیک کامون کے کرنے سے بد کامون کا چھوڑنا و تقوے رکھنا مقدم ہے ولیکن جاننا چاہیے کہ یہ فقط نوافل طاعات مین ہے کیونکہ فرض و واجب کا ترک کرنا بھی معصیت ہے پس حاصل یہ ہوا کہ

دو شخص ایسے ہین کہ ایک تو فرض و واجب ادا کرتا ہے نوافل نہین پڑھتا مگر معاصی سے بچا رہتا ہے اور دوسرا ہے کہ فرائض و واجبات ادا کرکے تہجد و نوافل بہت پڑھتا ہے لیکن بعض معاصی بھی کرتا ہے تو انمین اول اچھا ہے اور متقی وہ ہے جو اُن احکام کا پابند ہو جو قولہ والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا والصابرین فی الباساء والضراء الآیہ مین مذکور ہین واضح ہو کہ عبادت الٰہی عزوجل جیسے نماز و روزہ مثلاً ادا کرنے اور شراب و زنا و قمار و رشوت وغیرہ سے بچنے مین ہے ایسے ہی ظاہر و باطن کے کل کامون مین عبادت و ثواب ہے حتی کہ اپنی جورو سے قربت کرنے مین بھی ثواب ہے جبکہ نیت نیک ہو تو اب جاننا چاہیے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہے پس اگر تو نہین دیکھتا ہے تو وہ تجھے دیکھتا ہے کما فی الصحاح تو اس سے بیان ہے کہ ہر حال مین ظاہر و باطن یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھتا ہے۔ مدارک مین بعض آیات کی تحت مین اور مترجم نے تحت قولہ فلنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین۔ بیان کیا ہے کہ اصل ایمان والے کے لیے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم و حضور و شہود کے ساتھ کام کرے پس یہ شخص صالح ہو گا۔ اور اسی سے تجھکو احسان کے معنے جو حدیث مین ہین ظاہر ہو گئے۔ اور یہین سے تجھکو یہ بھی معلوم ہوا کہ قولہ ہین لیستغشون ثیابہم لیعلم ما تکن صدورہم وما یعلنون مین حالت جماع و قضاے حاجت کے وقت شرم سے پردہ کرنا مذموم و منکر قرار دیا کیونکہ ایسے اخفا سے مخفی ہو جانے کا خیال خلاف ایمان و معرفت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو ظاہر و باطن کا علیم و خبیر و بصیر یقین رکھنا چاہیے فافہم فانہ دقیق۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے متنبہ کیا کہ متقی و صابر کو ثواب جمیل ملتا ہے تو برادران آنحضرت نے علم و معرفت و ہدایت الٰہی سے اسکو تسلیم کیا اور قسم سے تصدیق کی اور۔ قَالُوْا کہنے لگے۔ تَاللّٰهِ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا بیشک تجھکو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا ہمپر یعنی علم و تقویٰ و نبوت و حسن ظاہری و باطنی و بادشاہت دنیا و آخرت کے لیے بعض نے اس آیت سے دلیل نکالی کہ نبوت سب سے بڑا منصب ہے اسکے سامنے باقی صفتین سب کالعدم ہوتی ہین پس اگر یہ لوگ بھی نبی ہوتے تو ایسا نہ کہتے۔ ولیکن اس استدلال مین خدشہ ہے اس وجہ سے کہ اصلی نبوت حضرت یعقوب علیہ السلام کو تھی پھر اصلی نبوت حضرت یوسف ؑ کو ہوئی اور باقی جو انبیاء ایک وقت مین چالیس پچاس تک ہوتے تھے وہ اتباع ہوتے تھے اسی واسطے مروی ہے کہ میری امت کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہین یعنی میرے بعد پیغمبر کوئی نہو گا بلکہ علماء کثرت سے ہر وقت ہادی و ناصح موجود ہونگے واللہ اعلم ولیکن اس سے یہ لازم نہین کہ انکے نبی ہونے کا اعتقاد قطعی کیا جاوے اس لیے کہ یہان قطعی دلیل چاہیے ہے اور امام غزالیؒ نے احیاء مین اور بعض دیگر نے اپنی تالیفات مین انکی نبوت کا قول لکھا ہے اور امام رازی و اسکی تبعیت مین صاحب سراج وغیرہ نے اس سے انکار کا رجحان کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔ اور اہل الحق بدلیل قولہ منہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ الآیہ اسکو بعید نہین کہا جاتا کہ وے انبیاء کے درجہ پر خواہ ابتداءً یا آخر مین فائز ہوئے ہون کیونکہ اسکی تفسیر مروی ہے کہ یہ سب صالحین کے درجہ مین اور عالم ربانی جانتا ہے کہ جو سانس اسکی بغیر یاد حق گذری اسکا خسارہ نفس پر بہت کچھ عائد ہوا جسکی قدر آخرت مین ظاہر ہو گی پس یہ نفس پر ظلم ہے اگرچہ عوام کی راہ سے ترک فرائض و واجبات یا ارتکاب محرمات و مکروہات سے یہ ظلم دور ہے فلیتامل فانہ دقیق۔ القصہ انھون نے بقسم تصدیق کی کہ بیشک تجھ کو اللہ تعالیٰ نے ہم سب مین سے برگزیدہ کیا۔ وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ اور بیشک شان یہ ہے کہ ہم ضرور خطاکار تھے یعنی جو تدبیر ہم نے سوچی کہ تجھکو دور کرکے ہمین باپ کی منظور نظر ہو کر صالحین ہو جاوین کا ذکر فی قولہ یخل لکم وجہ ابیکم وتکونوا من بعدہ قوما صالحین۔ تو اسمین ہم خطاکار ٹھہرے اور جو ہم نے تیرے ساتھ کیا وہ ہماری خطا تھی۔ تامل سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید ان لوگون کی نیت یہ ہو کہ میراث نبوت جو توجہ والد بزرگوار پیغمبر کے یوسف کو ملتی نظر آتی ہے اگر اسکو ہم دور کردین تو ہمارے واسطے ہو جاوے اور اصلی خطا اسمین یہی تھی کہ نبوت تو اصطفاء حق عزوجل ہے کسی کے اختیار سے نہین ملتی ہے۔

Marfat.com

آیت مین صاف دلیل ہو کہ ولی ہونا بھی اصطفائیت ازلی ہو جیسے عالم ہونا کسی شخص کے اختیار مین نہین ہو لہذا کسی درویش کے اختیار مین
نہین کہ اپنے فرزند کو یا جسکو چاہے بجاے اپنے خلیفہ یعنی ولی کردے اور اس مین میراث نہین ہو سکتی ہو اور یہ جو عوام جہال مین مشہور ہے کہ
فلان ولی نے اپنی وفات کے وقت فلان کو سب دیدیا جاہلانہ وہم ہو۔ دیکھو حضرت ابراہیم کی میراث باپ نے کچھ نہ پائی حتی کہ دوزخی
دائمی رہا اور لوط علیہ السلام نے پائی اور آنحضرت صلعم کی خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہوئی اور انھون نے اپنے بیٹون کو
نہین بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا پھر حضرت فاروق کے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی صالح تھے مگر انکو
نہ ملی۔ علی ہذا اہل ایمان اس مقام کی فقہ سے بہدایت الٰہی تعالے اچھی طرح سمجھ رکھتے ہین۔ القصہ برادران یوسفؑ نے انکی فضیلت و اپنی خطا کا
اعتراف کیا اور مکارم اخلاق نبوت مین سے ہو کہ باوجود ہر طرح قدرت کے نہ بھائیون سے کچھ بدلا لیا اور نہ انکو ملامت کی اور پہلے جو مذکور ہوا
کہ ہل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیہ الآیہ وہ ملامت کے قصد سے نہین ہو بلکہ انکو خوب متنبہ کر دیا تاکہ بارگاہ کبریائی مین اپنی جہالت سے توبہ کرین
کیونکہ قولہ من عمل منکم سوء بجہالۃ۔ کے بعد ہی علم ہوتے ہی توبہ کرے تو قبول ہوتی ہو پس وہ جہالت دراز ہوئی یہانتک کہ اب انکو علم پر تنبیہ کی کہ
آگاہ ہوتے ہی توبہ کرین اسی واسطے انھون نے اپنی خطا کاری کا اقرار کر لیا اور دلیل اسبات پر کہ وہ قول فقط تنبیہ تھا اور ملامت کا قصد نہ تھا
اگلی آیت ہو یعنی قولہ۔ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فرمایا کہ نہین ملامت وجھڑکی ہو تمپر آج کے روز جب آج ہی نہین تو آیندہ کیا
ہوگی یہ اپنی طرف سے معافی ہو لیکن ادب الٰہی نگاہ رکھا اور اپنی طرف سے مغفرت کو نہ کہا اور چونکہ اسمین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی تھی تو اللہ تعالیٰ
مغفرت کی دعا مانگی اور کہا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ بخشدیوے اللہ تعالیٰ تمکو یعنی جس خطا کا تم اسوقت اقرار کرتے ہو اور موت سے پہلے تم نے اپنے نفس کو مذموم
ومضمحل کر کے اقرار کیا ہو اسکو اللہ تعالے بخشدے اور لکم صلہ مغفرت آتا ہو یقال غفر لہ وغفر لی ربی اور وعدہ ہو کہ مغفرت کی منفعت بندہ ہی کیواسطے
ہو پس اللہ تعالے بندہ کی طاعت سے جیسا مستغنی ہو ویسا ہی اسکی معصیت سے بے پرواہ ہو بلکہ ہر ایک کا نفع یا ضرر بندہ ہی کی طرف راجع ہے
سوال ہو کہ دعا بفعل ماضی آتی ہو پس غفر اللہ لکم۔ کی جگہ یغفر اللہ بصیغہ مستقبل کیون فرمایا۔ تو بعض نے کہا کہ اسمین انکو راہ بتلائی کہ خلاص
کے ساتھ توبہ کرین اور امید دلائی بقولہ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اور اللہ تعالے جسکے سوائے کوئی معبود نہین ہو وہ رحم کرنے والون سے
بڑھکر رحم والا ہو ستر جم کہتا ہو کہ ان لوگون کی خطا مین تین تعلق ہین ایک تو خود حضرت یوسفؑ کا جنپر ظلم ہوا۔ دوم والد بزرگوار جنکو سخت
تکلیف پہونچی سوم نافرمانی حق عزوجل کی پس اپنا حق معاف کیا اور جناب باری تعالے مین مغفرت کی دعا مانگی ولیکن بصیغہ مضارع تاکہ
والد بزرگوار کا ادب باقی رہے کہ وہ اپنی نبوت کے سایہ مین قطعی مغفرت کی دعا کرین اسی واسطے ان بیٹون نے انسے استغفار کی درخواست کی
ہو چنانچہ آیندہ آویگا انشاء اللہ تعالے۔ یہان تینؔ مقام ہین اول آنکہ توبہ برادران یوسف کی مذکور نہین۔ تو واضح ہو کہ حقیقت توبہ کی
درگاہ باری تعالے مین رجوع ہو ندامت کے ساتھ اس عزم پر کہ یہ قبیح جسے ہرگز صادر ہونے کے لائق نہ تھا پس انھون نے ٹیڑھی راہ سے مڑکر
سیدھی راہ کا قسم وتاکیدات سے اقرار کیا اور صدق سے ندامت ظاہر ہو اور اہل الحق نے کہا کہ ظہور صفت قہر سے بندہ عصیان مین سرگردان
ہو جاتا ہو پھر صفت رحمت کے ظہور سے جہالت زائل و نورانیت سے راہ راست نظر آنے لگتی ہو تو اپنی کجروی پر نادم و پشیمان ہو جاتا ہو اسیواسطے توبہ
درحقیقت ظہور رحمت الٰہی ہو اور جب یہ بات ہو تو اللہ تعالے نے فرمایا لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الآیہ حتی کہ قرآن پاک
مین توبہ کرنا ہر جگہ اللہ کی طرف سے مخصوص ہو پس صریح ہو کہ فتاب علیہ انہ ہو التواب۔ کے یہی معنی ہین کہ اللہ تعالے نے اسپر ہدایت
کے ساتھ رحمت فرمائی اور معلوم ہو چکا کہ ہادی وہی رب تبارک تعالیٰ ہو پس جب اس نے برحمت ہدایت فرمائی تو بندہ رجوع لایا یہان سے

عالم ربانی سمجھتا ہو کہ باوجود توبہ کے اپنے گناہون کے مغفرت مانگا کرے اور نادم رہے یہانتک کہ حق عزوجل اپنے کرم سے انکو اُسکے نامہ اعمال
سے محو فرماوے۔ حدیث مین ہو کہ گرمیون کی دوپہر دن مین مسافر غافل سوگیا اونٹ گم ہوا اُس نے ڈھونڈھا نہ پایا پھر مایوس اسی پیڑ کے نیچے
واپس آیا تو دیکھا کہ اونٹ وہان آگیا وہ کسقدر خوش ہوگا تو بندہ کی توبہ کرنے سے اللہ جلشانہ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہو۔ حدیث مین ہو کہ گناہ سے
توبہ کرنے والا ایسے شخص کے مانند ہوجاتا ہو جسپر کوئی گناہ نہین ہو۔ واضح ہو کہ جو کوئی اپنے گناہ کو جان بوجھکر توبہ نہ کرے اسکو سمجھ لینا چاہیے کہ
وہ قہر مین گرفتار ہو اور جسکو ہوش آیا اور گناہ کو دیکھا اپنی موت یاد آئی اور نادم ہو کر اُس نے توبہ کر لی تو وہ ایمان رکھتا ہو اگرچہ جہالت سے
اور شیطان کے بار بار اسکے دل پر اندھیاری ڈالکر گناہ کے غار مین ڈھکیلنے سے ستر بار دن مین گناہ کرے۔ اور خوب جان لو کہ جس گناہ مین دوسرے کا
حق جان یا مال کا نہ لگا ہو جیسے شراب پینا وہ آسان ہو بہ نسبت رشوت و جوا و چوری وغیرہ کے جنمین دوسرے مظلوم بندے کا بھی حق تباہ کیا گیا ہو
ولیکن جو شخص ایسے حقوق سے زیر بار ہوگیا ہو وہ توبہ سے مایوس نہ ہو کیونکہ اللہ تعالے ارحم الراحمین ہو چنانچہ حدیث سے ثابت ہو کہ حق تعالے مظلوم
کی نظر سے پردہ اٹھا کر نہایت نفیس نعمتین دکھلائیگا کہ یہ تیرے لیے ہین مگر جبکہ تو اپنے اس بھائی کو اپنا حق معاف کردے وہ فوراً معاف کردے گا
بلکہ احسان مانیگا پس اگر بندہ ظالم کو سچی ندامت ہوئی تو مایوس نہ ہو توبہ کرے اور مغفرت کے لائق بجا دے اللہ تعالے کریم و رحیم ہو حدیث
صحیح مین اگلی امت کا قصہ ہے جسکا مختصر یہ ہو کہ ایک شخص نے ننانوے خون کیے اور نادم ہو کر ایک عالم سے توبہ پوچھی اُس نے مایوس کردیا کہ تیرا
تیری کیا تو اس نے مایوس ہو کر اُس کو بھی قتل کر ڈالا پھر دوسرے نے اُس کو ایک دوسرے شہر کے بڑے عالم کے پاس پتہ دیا وہ چلا
راہ مین مر گیا اور بیچ راہ مین مرا تھا مگر ایک بالشت دوسرے شہر کے طرف قریب تھا تو رحمت الٰہی سے حکم ہوا کہ اسکو رحمت کے فرشتے لے لیوین
اور عذاب کے فرشتے لینے نہ پاوین (تنبیہ) واضح ہو کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ ابھی نہین پھر توبہ کرلینگے وہ سمجھ لے کہ اسکے دل پر شیطان حد سے
زیادہ قابو کیے ہوئے ہے اور ڈرے کہ وہ قہر کے اندھیرے مین دھنستا چلا جاتا ہو اور کہتا ہو کہ اسقدر بہزاروں کوس نیچے غار مین سے اُچھلونگا
اس کو کیا معلوم کہ ہمیشہ سے چٹ پٹ دم نہ نکل جائیگا اور کیا یہ جان بوجھکر قہر کے ساتھ جراءت کرتا ہے۔ فوراً توبہ کرے بہت ڈرے کہ آخر
یہ سب لذت فنا و شیطان دشمن کا ساتھی بنا ہو۔ توبہ کی فضیلت و توبہ کرنے والے آدمی کی نیکی و اچھا چال چلن جنتی ہونے کی علامات بہت
کثرت سے حدیثون مین آئی ہین اور یہ دعوے محض خراب ہے کہ ہم کبھی گناہ نہ کرینگے نہین گناہ کروگے لیکن اللہ تعالے کے بندے بنکر رہو۔
یہ وہم نہ کرو کہ ابھی نہین پھر توبہ کرینگے جسکے بعد کبھی گناہ نہ کرینگے کیونکہ گناہ کرنا تو ضرور ہو اور حدیث صحیح مین ہو کہ شیطان جب مردود کیا گیا
تو اس نے پروردگار جلشانہ کی عزت و قہر کی قسم کھائی کہ مین آدمیون کو گناہ و طرح و طرح کی نافرمانیون مین پھنساونگا کہ وہ بھی میری طرح
مردود ہو جاویں اور تیرے بندے نہ رہینگے تو ارحم الراحمین تبارک و تعالے نے اپنی عزت و رحمت کی قسم فرمائی کہ مین برابر انکو بخشونگا جب تک
مجھ سے توبہ مانگینگے۔ اب جو کوئی توبہ نہین کرتا اور اُسکو کسی زمانہ پر اٹھا رکھتا ہو وہ البتہ شیطان کا بندہ بنا جاتا ہو کہ توبہ ہی نہین کرتا اللھم رب اجعلنا
من التوابین واجعلنا من المتطہرین۔ دوسرا مقام یہ ہو کہ حضرت یوسفؑ نے بھائیون کو ملامت تک نہ کی۔ تو واضح ہو کہ انبیا علیہم السلام کے
اخلاق مین سے ہو کہ جو کوئی اُنکے ساتھ برائی کرچکا اُسکو قابو کے وقت معاف کرتے ہین اور ترس کھاتے ہین کہ یہ شخص اسوقت قہر مین گرفتار تھا
اور ہم اسوقت نہایت عظیم رحمت مین اُسکے ہاتھون سے سرفراز تھے تو اس نیکی کا شکر ادا ہوا اب بدلا لینے مین عیب ہو اور جان بوجھکر وہ عظیم رحمت
اپنے ہاتھون سے پھیر دینا ٹھہرا۔ حدیث مین ہو کہ خلق عظیم یہ ہو کہ جس شخص نے تجھ سے لاپ چھوڑا تو اس سے مل جس نے تجھپر ظلم یا یعنی تیری آبرو کی کسیطرح کا
حق نگاہ نہ رکھا یا ضائع کیا تو اسکو عفو کردے اور جس نے تیرے ساتھ بدی کی ہو اسکے ساتھ تو احسان کر۔ دیکھو اول مرتبہ حضرت یوسفؑ نے ظاہری

Marfat.com

خوبصورتی سے بڑھکر انکی روح باطن کا حسن بڑھا ہوا تھا جب بھائیون کو پہچان گئے تو کیسی مہربانی سے اناج بھر دیا اور آخر مین کیسے بھائیون
نے اقرار کیا کہ آپ کو اللہ تعالے نے ہم سب مین سے بزرگ کر لیا۔ اور ہم بیشک بلاشبہ خاطی و جاہل تھے پھر دیکھو کیسی انکے لیے مغفرت کی دعا فرمائی
بس عارف کے نزدیک تو ایسے برتاؤ مین روحانی خوشی و لذت ہی لیکن عوام جنکا نفس انپر غالب ہوتا ہی گویا گھاس پر گدھا سوار ہے تو اسکو علما
رحمہم اللہ تعالے نے آہستگی سے نمائش کی ہے اور انکی باطنی بدصورتی کی تصویر انکو نہ دکھلائی بلکہ یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ سوار ہون اور جانور
نفس انکے قابو مین رہے تاکہ سیدھے جنت کی راہ چلے جاوین ورنہ جب تک نفس سوار اور یہ خود جانور بنے رہینگے تو وہ کبھی اپنے گھر کی راہ نہ پاویگا
بلکہ جہنم مین لیجا دیگا کیونکہ شیطان اسکو رنگ رنگ کی نمایش دکھلا کر جہنم کو بلانے لیے جاتا ہی اللھم لا تکلنا الی انفسنا فنھلک واھدنا فتقبل
ذلک انت ارحم الراحمین تیسرا مقام یہ ہی کہ ارحم الراحمین جو اللہ تعالے عزوجل کی تعریف فرمائی تو جاننا چاہیے کہ بندہ عارف جانتا ہی کہ
رحمت حقیقت مین صفت الٰہی جل شانہ ہی اور حدیث صحیح سابق گذری کہ سو حصہ رحمت مین سے ایک حصہ کا دنیا مین ظہور ہی جس سے ان اپنی اولاد پر
اور جانور اپنے بچون پر رحمت و شفقت کرتے ہین اور یہ ان فانی چیزون پر سایہ ہی اس سایہ کا یہ حال ہی کہ مادر مہربان اپنی اولاد کو آگ مین ڈالنے پر
کبھی راضی نہوگی تو اب قیاس کرو کہ اللہ تعالے حقیقی ذات و صفات کا رب تبارک و تعالے کسقدر رحمت و کرم رکھتا ہی اب سمجھ دیکھو کسی مخلوق کو خالق سے کچھ
مناسبت نہوئی مگر جب تک دین کی سمجھ نہو تب تک اسطرح سمجھا یا کہ دنیا مین جتنی مخلوق نظر آتی ہی سب کی رحمت و شفقت و پیار و ترس ملا کر سب سے بڑھکر
اللہ تعالے کو سمجھو سبحان اللہ یہ کلام معجز ہی کہ یہی بات فرمائی جسکو بیوقوف سے بیوقوف بھی سمجھ گیا اور جو بندے کراولیا ہین یعنی نہایت عقل ہین وے خوب سمجھے
اور جان رکھو کہ اصلی اعتقاد یہی ہی کہ اللہ تعالے کی ذات کا کوئی مشابہ نہین اور اس کی صفات کی کہین مثل نہین ہی وہ وحدہ لا شریک بیمثل و بے مانند ہی حدیث
مین دعا کا طریقہ اسطرح ہی کہ پہلے توبہ و استغفار کرے اور دعا ایسی صفات کے ساتھ مانگے جو رحمت و کرم کے ہین یعنی مثلاً یون نہ کہے کہ اے قہار اے جبار
ہم کو بخشدے بلکہ یون کہے کہ اے ارحم الراحمین اے کریم اے غفور رحیم ہم کو بخشدے۔ اور یاد رہے کہ پھر پہلے یون نہین کہتے ہین کہ ارحم الراحمین تجھے بخشدے
وہ غفور کریم ہی کیونکہ مغفرت کو ذات پاک اللہ عز اسمہ کی طرف نسبت کرنا ظاہر ادب ہی تاکہ معلوم ہو کہ بخشنے والا ایک وحدہ لا شریک ہمارا خالق مالک
ہی اور حدیث صحیح مین ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی مین بیان فرمایا کہ بندہ نے گناہ کیا پس استغفار کیا کہ
اللھم اغفر لی ذنبی۔ اے اللہ میرے مجھے میرے گناہ کو بخشدے پس اللہ تعالے فرماتا ہی کہ میرے بندہ نے گناہ کیا اور جانا کہ اسکا پروردگار ہی جو گناہ بخشدیتا
ہی اور گناہ پر گرفتار کرتا ہی پھر اس نے دوبارہ گناہ کیا اور التجا لایا کہ اے رب میرے میرا گناہ مجھے بخشدے پس اللہ تعالے فرماتا ہی کہ میرے بندہ نے
گناہ کیا اور جانا کہ اس کا پروردگار ہے جو گناہ بخشدیتا اور گناہ پر مواخذہ فرماتا ہی الحدیث اس مین چار مرتبہ کے بعد فرمایا کہ جو چاہے مین نے
تجھے بخشدیا۔ اسکو امام بخاری نے اپنی صحیح مین اور امام مسلم نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالے
بندے کی چار مرتبہ عاجزی و الحاح کے بعد کمال رحمت سے جو کوئی گناہ کرے پھر مغفرت چاہے تو رب کریم بخشدیتا ہی لیکن اے لوگو شرک سے بچو
اور جان رکھو کہ حضرت پاک باری تعالے جل جلالہ کی عظمت و کبریائی مین دوسرا شریک نہ بناؤ ورنہ وہ دوسرا کون ہی جو تمکو بخشیگا وہ تو خود
اپنی مغفرت اپنے پروردگار سے جو اسکا اور ہمارا سب کا پروردگار ہی مانگ رہا ہی۔ دیکھو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت مین ہی کہ حضرت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل فرماتا ہی کہ اے فرزند آدم جب تک تو مجھ سے دعا کرے اور امیدوار رہیگا مین تجھے بخشتا
رہونگا چاہے جو گناہ تجھ پر ہو اور مین کچھ پروا نہین کرتا۔ اے فرزند آدم اگر تیرے گناہ آسمان تک پہونچ گئے ہون پھر تو مجھ سے مغفرت مانگے مین
تجھے بخشدونگا اور مجھے کچھ پروا نہین۔ اے فرزند آدم اگر تو میرے پاس تمام زمین بھر کے گناہ ساتھ لادے آیا پس تو مجھ سے ملا اس حال سے

کہ تو نے میرے ساتھ کبھی کسی چیز کو شریک نہ کیا تھا تو مین تجھے تمام زمین بھر مغفرت دونگا۔ رواہ الترمذی۔ پس شرک مت کرو اور گناہ تو ضرور کروگے چنانچہ صحیح مسلم مین ابوہریرہ کی روایت سے ہے کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالےٰ تمکو لیجاتا اور دوسری قوم دنیا مین لاتا جو گناہ کرکے مغفرت مانگتے پس انکی بخشش فرماتا۔ اہل حق جانتے ہین کہ صفت پاک غفور رحیم کا ظہور ضرور ہے۔ مگر یہ سمجھو کہ جو شرک کرے وہ اللہ تعالےٰ عزوجل کا بندہ نہ رہا تو اس کا استغفار بھی کچھ شمار مین نہ رہا مگر آنکہ شرک سے توبہ کرلے اب اسوقت جو بڑا فتنہ شیطان کا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندون کی طرف سے لوگون کے دل مین طرح طرح کے اعتقادات ڈالے ہین کہ وے چاہین اولاد دیدین وے چاہین مار ڈالین وے چاہین جلادین۔ ارے لوگو وے تو اللہ تعالےٰ کے نیک بندے ہین مگر تم تو اللہ تعہ کی جناب مین شرک کیے جاتے ہو۔ رازق و زندگی موت دینے والا اولاد دینے والا تمھارے ہر فعل کا پیدا کرنے والا وہی پاک معبود ہے دوسرا نہین ہوسکتا حتیٰ کہ دیکھو کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ارے ظالم گنہگار تجھے اللہ تعالےٰ نہ بخشیگا تو یہ شخص مشرک ہوگیا اس نے خیال نہ کیا کہ اسکا رب جاننے مین بھی اُسکے مثل بندہ رب ہون مجھے کیا معلوم بخشیگا یا نہین۔ اب ذرا دین کی سمجھ سے سمجھو اور ایسی ہی صفات باری تعالےٰ مین احتیاط رکھو۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنواسرائیل مین دو آدمی تھے جنمین بھائی بندی تھی پس انمین ایک گنہگار تھا اور دوسرا عبادت مین سرگرم تھا جب وہ گناہ کرنے والے سے ملتا تو کہتا بس کر پھر ایک روز اسکو بڑے گناہ مین دیکھا تو کہا کہ بس کر اُس نے کہا کہ مجھے میرے پروردگار پر چھوڑ دے کیا تو مجھپر نگہبان بناکر بھیجا گیا ہے اُس نے کہا کہ واللہ تجھکو اللہ تعہ نہین بخشیگا یون فرمایا تھا کہ اس نے کہا کہ واللہ تجھ کو اللہ تعالےٰ جنت مین داخل نکریگا پھر اللہ تعالےٰ نے دونون کی روحین قبض فرمائین جب دونون آخرت مین جمع ہوئے تو رب العالمین نے اس عابد سے فرمایا کہ کیا تو اس چیز پر قادر تھا جو میرے قبضہ مین ہے (یعنی مغفرت یا جنت یعنی تو نے کیونکر مجھ پر یہ حکم لگایا) اور گنہگار سے فرمایا کہ اُٹھ اور میری رحمت سے جنت مین داخل ہو اور عابد کے واسطے حکم دیا کہ اسکو دوزخ کو لیجاؤ حضرت ابوہریرہ رضہ نے کہا کہ واللہ اس نے ایسی بات زبان سے نکالی کہ اس ذراسی بات نے اسکی دنیا و آخرت برباد کردی۔ رواہ ابوداؤد مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین سچ فرمایا کہ جو خاموش رہا چھوٹ گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلمہ صفت غفار کی جناب مین شرک تھا ایسے ہی ہم لوگ ہر ایسی بات سے بچنے کی توفیق مانگین جس سے اسکی جناب مین شرک ہوتا ہو اے رب ہمارے ہمکو شرک و کفر و نفاق سے نجات فرما دے اے رب ہمارے ہم کو اپنا بندہ رکھیو اللہم اغفر انک انت ارحم الراحمین۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے انکے لیے دعاے مغفرت فرمائی اور کوئی ملامت نہ کی اور امام فراءؒ نے و بیضاوی وغیرہ نے نقل کیا کہ آنحضرت علیہ السلام انکو صبح و شام اپنے ساتھ دعوت مین بلاتے تھے تو انھون نے عرض کیا کہ ہم نہایت شرمندہ و خفیف ہوتے ہین بسبب اس حرکت کے جو ہم سے آپ کی شان مین سرزد ہوئی ہے تو کرم ذاتی سے انکو کہلا بھیجا کہ نہین بلکہ مین تمھاری وجہ سے معظم ہوتا ہون اس لیے کہ اہل مصر مجھ کو پہلی نگاہ سے دیکھتے ہین اور کہتے ہین کہ سبحان اللہ اس کی کیا شان ہے کہ ایک غلام جو کچھ مال کو فروخت ہوا تھا آج بادشاہ ہے پس مین تمھاری وجہ سے مشرف ہوا اور اب انکی آنکھین کھلین کہ اللہ اللہ یہ شخص اسطرح مظلوم تھا اور یہ اولاد ابراہیم خلیل اللہ و اسحاق کا پوتا اور یعقوب کا بیٹا ہے۔ واضح ہو کہ جب بھائیون نے آپ کو کنوین مین ڈالا اور بشریت کا غم و ہراس آپ پر طاری ہوا تو اسوقت حضرت خالق عزوجل نے انپر وحی فرمائی تھی کہ لتنبئنہم بامرہم ہذا وہم لایشعرون۔ تو وہ حکم مقدر الٰہی اُسوقت پورا ہوا اور یہ تاویل اس کلام وحی کی تھی جسکا وہم و گمان بھی اسوقت نہ تھا اور اس سے سمجھدار کو معلوم ہوسکتا ہے کہ جو انعام و اکرام آخرت کا حق سبحانہ تعہ نے قرآن پاک مین بیان فرمایا ہے اسکی واقعی تاویل آدمی کے وہم مین نہین آسکتی ہے القصہ کمال خلق و کرم ذاتی و حسن صفاتی سے بعد عفو و مغفرت و اکرام کے

Marfat.com

انکے لیے مزید احسان عمیم کا بندوبست کیا اور ظاہر اوحی الٰہی عز وجل سے حکم دیا کہ۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا لیجاؤ میری یہ قمیص فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ پس ڈالدو اس کو میرے باپ کے چہرہ پر۔ يَاْتِ بَصِيْرًا ہو جائیگا وہ بینائی والا۔ روایت ہے کہ اسی بھائی نے کہا کہ میں یہ قمیص شفا بھی لیجاؤنگا جو خون آلودہ قمیص لیجانے گیا تھا اور کہتے ہیں کہ وہ یہودا تھا واللہ اعلم۔ اور اہل قصہ نے روایت کی کہ یہ قمیص پیراہن جنت تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو حضرت جبرئیل ؑ آئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی قمیص لاکر پہنائی اور یہ حریر جنت کی تھی پھر بعد انکے حضرت اسحاق ؑ کے پاس رہی پھر حضرت یعقوب ؑ کو ملی اور مترجم کہتا ہے کہ شاید بڑی بہن کے انتقال کے بعد ملی ہوگی۔ الغرض یعقوب علیہ السلام اسکو بطور تعویذ کے حضرت یوسف ؑ کے گلے میں ڈالے رکھتے کہ نظر بد سے حفاظت رہے پس جب بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا تو سہو سے اس کو نہیں اُتارا تھا اور مترجم کہتا ہے کہ قصہ میں وہاں مذکور ہے کہ بھائیوں نے قمیص اُتار لی تھی تو جبرئیل علیہ السلام نے انکو حضرت ابراہیم ؑ کی قمیص جنت پہنائی تھی شاید یہی قمیص گلے سے کھولکر پہنادی ہوگی پس جب یہ وقت آیا تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ اے نبی اللہ یہ قمیص اپنے باپ کے پاس بھیجو کہ اسکی خوشبو سے ہر مریض کو شفا ہو جاتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیح میرے نزدیک یہ ہے کہ اپنے بدن کی قمیص جس میں پسینے کی خوشبو تھی اُتار دی اور یہ اللہ تعالیٰ نے معجزہ کرامت فرمایا اور یہ شان الٰہی عز وجل ہے جیسے سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ وعلیٰ جمیع اخوتہ من الانبیاء اجمعین نے اُحد میں ایک صحابی کی آنکھ اپنے لب مبارک کو لگاکر اندر بٹھادی حالانکہ تیر کے زخم سے آنکھ نکل پڑی تھی اُسی وقت اچھی ہوگئی اور پھر اسکی تیز بینائی کبھی تا موت زائل نہوئی یا ایک کا ہاتھ کاندھے سے کٹ گیا تھا اپنا لب لگاکر جوڑ دیا کہ کبھی اسکی قوت زائل نہوئی اسی طرح یہ مقام ہے اور جو روایات مذکور ہوئیں وہ یہود کی روایات ہیں۔ پھر حکم دیا۔ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور میرے پاس لے آؤ اپنے اہل وعیال کو سب کو یعنی وہاں کوئی باقی نہ رہے اور یہ سب بحکم الٰہی تھا اور والد بزرگوار اسمیں شامل ہیں یہ پہلا موقع ہے کہ سرزمین مقدس یعنی شام و بیت المقدس کو چھوڑ کے مصر کو رحلت کی اور زمانہ دراز کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اولاد اسرائیل کے ساتھ جہاد کر کے شام سے کافروں کو نکالدے اور وہاں آباد ہوں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے جہاد کیا اور آخر بنواسرائیل کی سرکشی سے اللہ تعالیٰ نے چالیس برس تک تیہ کے میدان میں بنی اسرائیل کو محبوس کر دیا اور وہیں حضرت موسیٰ و ہارون کا انتقال ہوا پھر یوشع بن نون علیہ السلام نے اور بعد انکے متواتر انبیاء بنی اسرائیل نے خوب خوب جہاد کیے اور حکم تھا کہ کافر سے جزیہ قبول نہ کریں بلکہ یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توریت کی شریعت رہی مگر چند احکام منسوخ ہوئے انمیں سے جہاد بھی تھا پھر برابر جہاد منسوخ رہا یہانتک کہ آنحضرت محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض ہوا اور تا قیامت رہیگا منسوخ نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور امام مہدی علیہ السلام مع لشکر کے عام جہاد ہوگا۔ روایت ہے کہ یہودا اس قمیص کو لیکر مصر سے کنعان کو روانہ ہوئے بعض نے کہا کہ آٹھ فرسخ کی مسافت تھی اور صحیح یہ ہے کہ اسی فرسخ دوری تھی جیسا کہ سراج وغیرہ میں مذکور ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہودا تیزی سے آگے بڑھے اور باقی لوگ آہستہ سے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے ف فی العرائس قولہ فتحسسوا من یوسف واخیہ یعقوب علیہ السلام چشم باطن سے مقدور غیب دیکھتے تھے کہ عنقریب زمانہ وصال آتا ہے پس انکو تحسس کا حکم دیا کہ زبانی خواطر سے اور وجود و قلوب سے نہ اپنے نفوس امارہ سے ڈھونڈھو اور اخلاص کے ساتھ تلاش کرو کیونکہ وہی پاتا ہے جو اخلاص سے طالب ہو۔ قولہ لاتایئسوا من روح اللہ رحمت الٰہی سے مایوس مت ہو اور قدرت الٰہی کا یقین رکھو کہ اگر وہ مر گیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایکدم میں زندہ کر سکتا تھا کیونکہ اسکا یقین نہونا کفر ہے لہٰذا کہا کہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون پس اگر ایمان کے درجہ میں کسی کو یاس ہو تو اسکے نفس امارہ کا غلبہ ہے اور معرفت کے درجہ میں یاس ہونا قلب پر میل ہے۔ قال المترجم

Marfat.com

یہان لطیفہ ہو کہ اُنسے یاس دور کرنا گویا انکو غلبہ نفس امارہ سے خارج کرتا ہو اور غلبہ نفس ہی سے انسے سرزد ہوا جو ہوا تو اب زمانہ مغفرت کے وقت اُن مین نفس کے مغلوب و مضمحل کرنے کی استعداد ہو گئی فافہم۔ شیخؒ نے کہا کہ مقام معرفت مین جب عارف پر یاس چھا جاتا ہے تو یہ توحید کا غلبہ ہوتا ہو کہ وہ قدیم پاک کو حدوث سے بالکل منزہ و مبرّا رکھتا ہو پس اپنی ہستی کو نابود سمجھ کر وصال و مشاہدہ سے مایوس ہوجاتا ہے اور یہ درحقیقت میل ہو مگر اس مقام مین فنا کے بعد بقا، اور فنا در فنا اور پھر بقا دربقا ہو پس حسن امید بوصال اس مین مندرج ہو۔ شیخ جنیدؒ نے کہا کہ جب متواتر محنت ہوتی ہو تو امید وارون کی امید پوری مضبوط ہوتی ہو جیسا کہ آیت سے ثابت ہے اور حدیث مین ہو کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کشائش کی امید رکھنا یا افضل عبادت ہے۔ قولہ فلما دخلوا علیہ قالوا یا ایہا العزیز مسنا واہلنا الضر الآیہ۔ اشارات مین سے ہو کہ بوجہ غلبہ نفوس کے حجاب قہر سے فضل آلٰہی یعنی وجود یوسف لقولہ ذلک من فضل اللّٰہ علینا وعلی الناس۔ سے محروم وارتکاب خطایا سے مضرت ہم کو اور ہمارے اہل یعنی وجود کے لوازم کو پہونچی اور بضاعت مزجاۃ یعنی توقع عفو و مغفرت لائے ہین گر اختلاط نفس سے کمال اخلاص نہونے سے بضاعت ناقص ہو پس اس نقصان کو لحاظ نہ فرما کر عفو کو پورا دیجیو اور صدقہ فضل ہو۔ مسئلہ ارباب صلاح و ولایت کے سامنے اپنا افتقار و عجز ظاہر کرنا دلیل سعادت ہو کیونکہ ظاہر ملک دنیا حقیر ہو تو بادشاہ ملک آخرت کے سامنے زیادہ لائق ہو۔ مسئلہ طالب علم کو عالم کے سامنے خلوص سے اپنا عجز والحاح چاہیے تاکہ قبولیت حاصل ہو اور عالم کو چاہیے کہ حسن ارادت پر موقوف نہ رکھے کیونکہ مقام ابتدا مین یہ بضاعت کامل نہین ہوتی ہو اور کلمات تعلیم صدقات ہین جیسا کہ حدیث صحیح مین مروی ہو۔ شیخ نے کہا ارباب وصال قدم ہمیشہ اپنے اعمال و افعال کو مغشوش و معلول رکھکر عجز و افتقار سے تصدق کے خواستگار ہون اور جسنے کرم والغام اپنے اوپر بطریق صدقہ و فضل نہ دیکھا وہ مطرود ہو اور کیا تو نہین دیکھتا کہ صحاح احادیث مین حیثیت فقط فضل حق عز و جل ہو نہ استحقاق طاعت۔ اور شیخ ابوسعید القرشی رح سے طویل کلام ذکر کیا جسکا خلاصہ وہی ہو جو اوپر مذکور ہوا۔ قولہ ہل علمتم ما فعلتم الخ اس سے غرض انکو ملامت کرنا و عار دلانا نہین ہو۔ قولہ اذ انتم جاہلون۔ یہ عذر بتلا دیا۔ قولہ انا یوسف وہذا اخی۔ اس مین ایک اشارہ ہو کہ برادر باہم عداوت و حسد سے خالی ہوتے ہین اور مثل ایک جان دو قالب کے رہتے ہین اور جن قومون کو دیکھا جاوے کہ انمین صدق و اخلاص براہ باطن نہین وہ ایمان سے خارج اور جنمین اتفاق براہ دنیا ہو وہ بھی ایمان سے خارج ہین اور حدیث مین نہین دیکھا کہ مومن ایک دوسرے کی خیانت نہین کرتا اور جو اپنے لیے چاہتا ہو وہی اسکے لیے چاہتا ہو اور جسقدر حقوق برادرانہ ہین سب اس مین مندرج ہین ولیکن مختصر تفصیل اوپر گذر چکی ہو۔ قولہ قد من اللّٰہ علینا فضل و احسان آلٰہی مین بہت کچھ اسرار شامل کر دیے ازانجملہ یہ کہ تم نے چاہا کہ مین مطرود ہون وہ نہوا بلکہ اللہ تعالےٰ نے احسان کرکے مجھے ہدایت و نبوت عطا فرمائی اور تمھارے مثل افعال قہر مین گرفتار نہ کیا بلکہ باوجود قدرت کے مین نے بدلا نہ لیا اور ملک دنیا و آخرت جمع کر دیا علم تاویل و معرفت و حکمت دیا اور نفوس امارہ کو مغلوب کرکے اسکی غلامی سے آزاد اور بادشاہ کر دیا اور اکرام آلٰہی ہو کہ تقوی و صبر عطا فرمایا۔ انہ من یتق ویصبر الآیہ۔ ابن عطا نے کہا کہ ادائے فرائض پر صبر کرنا اور ارتکاب محارم سے بچنا تقوی ہے۔ قولہ تاللّٰہ لقد آثرک اللّٰہ علینا۔ ظاہر تدبیر کچھ کام نہ آئی اور قدرت آلٰہیہ غالب ہوئی اور تجھکو صورت و سیرت مین کامل اور دنیاوی و اُخروی منزلت مین فاضل کیا۔ قولہ وان کنا لخاطئین۔ اشارہ ہو کہ خطا مقتضی جہل ہوتی ہو تو ہم اسوقت غلبہ تقدیر اور تیری ازلی منزلت سے غافل تھے بعض نے کہا کہ حسن توفیق مین تجھے ہم پر مقدم و مشرف کیا اور کمال عصمت و حسن صورت و سیرت مین اکرام فرما کر درجہ نبوت دیا۔ حضرت یوسفؑ نے انکا اعتذار سنکر مقادیر ازل کے اعتماد سے عفو کرم پر عمل کیا اور کہا۔ لاتثریب علیکم الیوم۔ یعنے یہ وقت ظہور علم و صفات حلم ہو نہ وقت عقاب و قہر و عتاب۔ پھر شیخ رح نے لکھا کہ یہان ایک اشارہ ہو کہ آخرت مین حق عز و جل

تمام اولین وآخرین کو جمع کرکے مقادیر ازل سے آگاہ فرماویگا اور ہر ایک کے عذر کے بعد انکو عفو فرماویگا کہ تم نے انھین مقادیر کے موافق
اعمال کیئے جو تمھارے حق مین جاری ہو چکی تھین اور تم اس کو کیونکر دفع کر سکتے تھے۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر مین یہان یہ اعتراض ہو کہ اسمین
اہل شرک وکفر ونفاق سب شریک ہین کیونکہ انھون نے بھی جو کچھ کیا ہی سب تقدیر ازل ہو پس انکی بھی مغفرت لازم آتی ہو حالانکہ یہ صریح
نصوص کے خلاف ہو اور جواب اسکا یہ ہو کہ نہین یہ نہین لازم آتا ہو اور تحقیق مقام یہ ہو کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے جس شخص وجس چیز کو جیوا سطے
پیدا کیا وہی اسکی جبلت وطینت ہو اور ہر ایک اپنی اپنی طبیعت پر خوش ہو ولیکن ایک کو دوسرے کی مرغوب سے نفرت ہو اور سابق
مین شیخ محی الدین عربی رحمہ اللہ کی تحقیق گذر چکی کہ اہل جہنم کے طبائع کی موافقت اسی سے ہو جیسے نجاست کا کیڑا اگر موری سے
نکالکر گلاب مین ڈالا جاوے تو مر جاوے کیونکہ طبیعت جبلی موافق نہین بلکہ مضاد ہو پس اگر نفیس مزاج سے وہ عذر کرے کہ مجھے
معاف کرو تمھارا یہ کرم میرے خلاف مزاج ہو تو عاقل کو سماعت کرنا چاہیے اسی طرح ہر ایک کافر مشرک کا آخری عذر مسموع ہوگا اور اس سے
درگذر کیجاویگی ولیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ جنت مین داخل ہوگا کیونکہ قبولیت عذر بربناے مقادیر ازل ہو اور تقدیر ازلی مین اسکے
لیے جہنم کی طینت قرار پائی ہو پس یہ عذر قبول ہوگا کہ تجھکو طینت جنت بدل لینے کا اختیار نہ تھا پس ہر ایک اپنے اپنے محل ومقام پر جاویگا اور اس سے
یہ بھی لازم نہین آتا کہ عذاب مرتفع ہوجاویگا کیونکہ نجاست کا کیڑا اپنی غذا ومقام وغیرہ سے عذاب مین گرفتار ہو اسیطرح اسکو جہالت ہوگی کہ جس
حال پر اہل جنت مین اسکے موافق نہین ہو اور شاید اسی وجہ سے وہ لوگ اہل جنت سے انکار رزق مانگینگے کیونکہ دنیاوی پردہ مین اشتراک ایک عجیب
قدرت سے رہا ہو حالانکہ وہان فیصلہ اور ہر ایک کا اصلی مرجع ہوگا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ قولہ یغفر اللہ لکم الآیہ۔ تمھارے جرم کے بعد عفو وکرم
مقدم فرمایا۔ شیخ جعفر نے کہا کہ تمپر کچھ عیب نہین جو تم نے کیا وہ سابقہ تقدیر سے تمپر لکھا تھا تو تم ضرور اسکو کرتے مین کہتا ہون کہ شاید مراد اس سے یہ ہو کہ دونون
جہت سے وقت عفو وکرم کا ہو اور یہ مراد نہین ہو کہ ہم تم سب محض مجبور ہین تو اس صورت مین یوسف علیہ السلام کی طرف سے کرم بھی نہین کیونکہ وے
ایسا کہنے پر مجبور ہین اور صواب وہی ہو جو اہل السنہ کا قول ہو کہ یہان نہ جبر ہو نہ اختیار ہو یعنی کوئی شخص مثل پتھر کے مجبور نہین اور کوئی شخص مثل
حق تعالےٰ کے قادر نہین ہو پس فرقہ جبریہ ومعتزلہ وغیرہ سب خارج از حد اعتدال ہین۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ اپنی طرف سے وہ لغزش
یاد کی جو قیدخانہ پسند کرنے اور اذکرنی عند ربک وغیرہ سے ہوئی یعنی کیونکر تمکو ملامت کیجاوے تمھارے افعال پر اور جو خود کیا اس سے فراموشی
کیجاوے۔ شیخ شاہ کرمانی رح نے کہا کہ جو شخص مخلوق کی طرف نظر حق عز وجل سے دیکھتا ہو تو وہ انسے مخاصمت وجھگڑا نہین کرتا ہے اور
جو انکو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے تو ناحق انسے مخاصمات وجھگڑا کرکے اپنی اوقات ضائع کرتا ہو۔ شیخ ابوبکر رح نے کہا کہ کرم کی شرط یہ ہے کہ جب
قابو پاوے تو عفو کردے۔ لانہ لیوسے اور جو کوئی عذر کرے اسکا عذر قبول کرلے۔ اقول بعض ائمہ سلف مثل شافعی رحمہ اللہ وغیرہ سے اقوال
ہین کہ جو کوئی عذر قبول نہ کرے وہ گدھے کے مثل ہو۔ استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ یوسف علیہ السلام نے اول ہی مرتبہ انسے تجاوز کرکے مغفرت مانگی
اور یہ اسوجہ سے کہ انکو عتاب کے لائق نہین دیکھا اور یعقوب علیہ السلام نے تاخیر کی اسوجہ سے کہ بسبب زیادت محبت کے ان کو عتاب کیا
تاکہ اثر اس کا باقی رہے۔ اور کہا کہ جب مخاطبات سے فارغ ہوئے تو وصال والد بزرگوار مین اہتمام کیا اور یہ کرم ہو کہ پہلے بھائیون سے
کلام کیا تاکہ یکایک باپ سے شادی مرگ کا معاملہ نہو اور وہ تو بنظر باطن دیکھتے بھی رہے قولہ اذہبوا بقمیصی ہذا قمیص بھیجنے کی حکمتون
مین سے ایک یہ ہو کہ یکایک وصال سے مدہوش نہون پس تدریج رہی اور قمیص سے نور عود کرنے کا خیال تھا بخلاف دیدار کے کہ اس سے
فرط شوق وہیجان سے نور فنا ہوجانے کا احتمال تھا۔ اور کہا قمیص لباس جنت تھا پس قرب بعبادت سے تعلق مرغوب رہا۔ اور نیز قمیص ہی

علامت ہلاکت بیان ہوئی تھی تو صحیح سالم نہیں سے اطمینان کیا کہ وہ صحیح سالم ہیں۔ قولہ واتونی باہلکم اجمعین خود باپ کے پاس حاضر نہوتے کیونکہ عدل والضاف مخلوق مرعی تھا اور بارگاہ حق عزوجل میں طالب کی سعی انصاف ہے اور اسی سے شوق میں تزاید ہے قال المترجم پہلے معلوم ہو چکا کہ یہ جملہ معاملات بوحی الٰہی ہونا ٹھیک معلوم ہوتا ہے پس حضرت یوسفؑ نے باپ کی بینائی کے لیے قمیص بھی اور بھائیوں کو مع اہل و عیال کے بلایا کہ فارغ البال باپ کی خدمت کریں ثم قال تعالیٰ۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ اَبُوهُمْ اِنِّي لَاَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُونِ ۝ قَالُوا تَاللّٰهِ

اور جب جدا ہوا قافلہ تو بیان الخ — باپ نے کہا — کہ میں پاتا ہوں — خوشبو — یوسف کی — اگر تم مجھ بڑھاپے کے خلل حواس نہ کہو — لوگ بولے کہ واللہ

اِنَّكَ لَفِي ضَلٰلِكَ الْقَدِيمِ ۝ فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۚ قَالَ

آپ تو اپنے پرانے عشق میں — بہکے ہوئے ہیں — پھر جب — پہونچ گیا — خوشخبری لانے والا تو اسنے قمیص ڈالدی یعقوب کے چہرہ پر پس اوردوبارہ — بینا ہو گیا — فرمایا کہ

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ قَالُوا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَآ اِنَّا كُنَّا

بھلا میں تم سے نہ کہتا تھا — کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو — بیٹے بولے اے ہمارے باپ ہمارے بے مغفرت کی دعا کرے — کہ ہم بے شک

خٰطِئِيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

خطاوار تھے — فرمایا کہ میں عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت چاہونگا وہ بیشک بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم والا ہے

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ اور جب جدا ہوا قافلہ یعنی آبادی شہر سے باہر ہوا۔ یہ سب بھائی تھے جو قمیص لیے کنعان جاتے تھے تاکہ باپ کی آنکھیں روشن ہوں اور والدین یوسف اور اپنے اہل و عیال سمیت مصر کو آویں۔ قَالَ اَبُوْهُمْ تو ہنوز قافلہ اسی فرسخ پر تھا کہ یہاں انکے باپ حضرت یعقوبؑ نے کہا۔ ان لوگوں سے جو یہاں پوتے نانی وغیرہ اور عیال موجود تھے کہ۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ میں تو ضرور یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔ خواہ قمیص سے پہنچی یا خود حضرت یوسفؑ کے تن مبارک سے پہونچی ہو۔ علماء نے کہا کہ خوشی کے وقت ہر مشکل بات آسان ہوتی ہے اور مصیبت کے ایام میں ہر آسان بھی مشکل ہوتا ہے دیکھو کہ جب تک حکم حق عزوجل نہ تھا تو باوجود قافلوں کے آمد و رفت کے بلکہ دو مرتبہ اسی قافلہ کے آمد و رفت کے کچھ بھی پتہ نہ پہونچا بلکہ کنعان کے کنوئیں سے ذرا بھی خوشبو نہ آئی اور مصر سے پیراہن کی خوشبو سونگھی۔ اور ریح الصبا آج یہ خوشبو لائی اور ہر روز بار ہوا کے جھونکے آئے مگر کبھی خوشبو نہ ملی۔ روایت ہے کہ ریح الصبا نے جناب باری تعالےٰ میں عرض کیا کہ میں بشیر پہونچنے سے پہلے خوشبو پہونچاؤں پس اجازت دی گئی۔ صبا کے خواص ہیں جن کا اسرار عارف باللہ تعالےٰ جانتے ہیں اور حدیث صحیح میں ہے نصرت دی گئی مجھ کو صبا سے اور ہلاک کی گئی قوم عاد ہوائے دبور سے رواہ فی الصحاح۔ اور حدیث میں ہے کہ ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا النفحات ربکم یعنی تمہارے ایام دہر میں تمہارے رب کی خوشبودار صبا کے جھونکے ہیں تو تم اُن کے سامنے پڑو۔ اس مقام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خوشبو فقط حضرت یعقوبؑ کو محسوس ہوئی اور پاس والوں میں سے کسی کو محسوس نہ ہوئی۔ پس آدمی کو صلاحیت و تقوے سے آپ کو لائق بنانا چاہیے اور یہی مراد حدیث بالا میں تعرض سے ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس قمیص سے جنت کی خوشبو اڑ کر آنحضرتؑ کو پہونچی تو آپ نے جانا کہ وہی قمیص ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تکلف سے کیا مطلب ہے کیونکہ جس ایمان والے کو کچھ سمجھ ہے جب وہ یقین کریگا کہ اتنی دور سے فقط یعقوبؑ کو پہونچی تو یقین کرے گا کہ یہ اسرار الٰہی عزوجل بلاشبہ وہ بیشک صحیح ہیں۔ شیخ ابن کثیرؒ نے عبدالرزاق کی روایت سے ابن عباسؓ سے ذکر کیا کہ جب قافلہ جدا ہوا

Marfat.com

ذَهَبُوا اجل۔ اور اس نے قمیص یوسف کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچائی پس آپ نے آٹھ روز کی راہ سے خوشبو پائی حسن و ابن جریج رح
نے کہا کہ درمیان مین اسی فرسخ کا فاصلہ تھا۔ مترجم کہتا ہو کہ سلیمان علیہ السلام کے قصہ مین منصوص ہے بقولہ تعالی ولسلیمان الریح عاصفۃ
تجری بامرہ الآیہ وقولہ غدوہا شہر ورواحہا شہر الآیہ۔ اور مترجم کو اسوقت کے نیچرل یعنی قدرتی جہال سے سخت تعجب ہو کہ ان مقامات مین
کسقدر انکو شیطان بہکا کر گمراہ کرتا ہو حالانکہ زمین کے بارہ مین خود قائل ہین یعنی زمین بشکل گیند تمام پانی و مٹی کا مجموعہ گرد آفتاب کے گردش
کرتی ہے حالانکہ پانی ایک بہنے والی چیز ہے پھر کیا وجہ ہو کہ پانی بہکر مثل باران کے نہین گرجاتا اور مٹی علٰحدہ پارہ پارہ نہین ہوجاتی ہے
اور جب آفتاب کی کشش وخاصیت کو مانتے ہین تو انکو اللہ تعالی کی قدرت کا اقرار کرتے ہوئے کیون شرم آتی ہے۔ اس سے علاوہ آنکھون
سے مشاہدہ ہو کہ کھاری و میٹھا سمندر جہان جہان ملے ہین دونون علٰحدہ ہین دونون کا اتصال ایک خط پر ہے وہان چارہ نہین کہ یہ جاہل
لوگ ضرور اقرار کرتے ہین کہ اللہ تعالی کی عجیب قدرت ہے کہ یہ دونون پانی نہین ملتے ہین وقد قال تعالی وبینہما برزخ لا یبغیان ایسی ایسی
قدرتین دیکھکر پھر کسطرح اندھے ہو کر کلام الٰہی سے انکار کرتے ہین پس پاک ہو وہ اللہ تعالی جس نے پیدا کیا اور عجیب قدرت دکھلائی اور جسکو
چاہا مومن پیدا کیا اور جسکو چاہا کافر بنایا ہے۔ القصہ عجیب قدرت الٰہیہ تھی کہ یعقوب علیہ السلام کو اس دوری سے خوشبو پہنچی اور انھون نے
اپنے پاس کے پوتے ناتیون وغیرہ سے کہا کہ مین یوسف کی خوشبو پاتا ہون۔ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔ اگر تم مجھے فند کی طرف منسوب
نہ کرو۔ مجاہد رح نے کہا کہ بڑھاپے سے عقل وحواس مین تغیر آجاتا ہے وہ فند ہے اور ابوعبیدہ نے کہا کہ سفاہت۔ اور ابن عباس رض و ثعلب
سے مروی ہے کہ جہل وبیوقوفی۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ ضعف رائے۔ خلاصہ یہ کہ اگر بڑھاپے کی بیوقوفی ورائے کا ضعف تم سمجھو
تو یہ تحقیق ہے کہ مین اس کی خوشبو پاتا ہون کشاف مین کہا کہ عورت کو مفندہ نہین کہتے بلکہ مرد کو مفند کہتے ہین اس واسطے کہ عورت کی
جوانی مین کچھ رائے نہ تھی جو اب بڑھاپے مین مفندہ ہوجاوے۔ مسئلہ علماء نے کہا کہ جب کسی فرزند کو کچھ حکم دے تو چاہیے کہ یون کہے کہ
اچھا ہوتا اگر تم ایسا کرتے تاکہ اگر نہ کرے تو نافرمانی کے قہر مین نہ پھنس جاوے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسی بات جب فرمائی
کہ انکے حواس وعقل سے باہر تھی تو پہلے سے بنظر شفقت فرما دیا اگر تم مجھے فند کی جانب منسوب نہ کرو یعنی اگر یون نہ کہو کہ انکو بڑھاپے سے
اختلال حواس ہوگیا ہے تو مانگے۔ ولیکن ان کے زعم مین تھا کہ یوسف علیہ السلام مدت ہوئی کہ ہلاک ہوگئے تو انھون نے اسی یقین پر قسم سے
اسی پر جزم کیا۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ۔ کہنے لگے کہ قسم ہے اللہ تعالی کی آپ اپنے پرانے ضلال مین ہین
ابن عباس رض نے کہا کہ ضلال سے خطاء مراد ہے یعنی اگلی غلطی مین پڑے ہو۔ قتادہ نے کہا کہ یوسف ع کی محبت مین کہ بھولتے نہین اور
تم کو تسلی نہین ہوتی ہے اور کہا کہ ان لوگون نے بیہودہ کلمہ اپنے بزرگ پیغمبر خدا علیہ السلام کو کہا جو اُن کو نہین کہنا چاہیے تھا۔ ضلال
دراصل عرب مین عشق کو بولتے ہین جیسے فارسی مین دیوانہ وغیرہ الفاظ مستعمل ہین اور مراد ان کی یہ تھی کہ وہی پہلے عشق مین مبتلا ہو
اُسی سے یہ باتین کہتے ہو۔ وفی البیضاوی یعنی جیسے تم قدیم سے ٹھیک راہ سے ہٹ گئے ہو بسبب اسکے کہ یوسف ع سے محبت مین افراط
کرتے اور کثرت سے اس کا ذکر کرتے اور دوبارہ اُس کی ملاقات کے متوقع ہو۔ یہ تقریر بلاشبہہ بے ادبی ہے اور اگر صرف یہ مراد ہو کہ آپ
قدیمی بافراط محبت مین مبتلا ہونے کی وجہ سے ایسا کہتے ہین تو اسقدر افراط بے ادبی مین نہوگا اور یہ بطریق اصول حنفیہ اقرب ہو کیونکہ ضلال کے معنے راہ
صواب سے ہٹ جانا اور افراط محبت سے ضلال دونون حقیقت ومجاز کا اجتماع ہو فافہم۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگون نے اسکو صحیح نہ جانا اور افراط
محبت پر محمول کیا۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ۔ پھر جب بشارت دینے والا آپہونچا۔ مجاہد وسدی رح نے کہا کہ وہ یہودا تھے جو یہ کہہ کر

[illegible]

Marfat.com

قمیص لائے تھے کہ جیسے مین نے خون آلودہ قمیص لیجاکر باپ کو غم مین مبتلا کیا تھا ویسی ہی مین یہ قمیص خوشخبری اور صحت بینائی کی لیجا کر
خوش وخرم کرونگا اور کہتے ہین کہ قافلہ والون نے انکو تیزی کے ساتھ کچھ پہلے روانہ کر دیا تھا پس جب وہ پہلے آپہونچے اَلْقٰهُ عَلٰی
وَجْهِهٖ اس قمیص کو باپ کے چہرہ پر ڈالا جسطرح کہ یوسف علیہ السلام نے حکم دیا تھا۔ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا پس لوٹ کر بینا ہوگئے
تھے یعنی دوبارہ بینائی لوٹ آئی بیضاوی رح نے کہا کہ خوشی کے سبب سے قوت کو جوش ہوا پس بینائی درست ہوگئی اور یہ توجیہ
بسبب اتباع کشاف معتزلی کے ہے جس نے ابیضت عیناہ مین تاویل کی کہ آنسوؤن کی ڈبڈباہٹ سے سپیدی چھا جاتی تھی ورنہ
بینائی نہین گئی تھی اور یہ کلام خود کاذب ہے کیونکہ ارتداد بصارت اس مین کچھ نہوگا بلکہ گویا آنسو بند ہوگئے۔ اور جس شخص نے یقین کیا
کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ریح الصبا نے فقط یعقوبؑ کو یوسف کی خوشبو سونچائی اُس کی قدرت سے بینائی بھی لوٹ آئی۔ بعض
محشین نے کہا کہ قوت بدن کی وجہ سے بینائی کا عود کرنا معقول نہین ہے اور یون کہنا چاہیے کہ یہ ایک معجزہ حضرت یوسفؑ کی طرف
سے تھا یہی صحیح ہے اور اس صورت مین قمیص جنت ہو یا نہ ہو جیسے خوشبوے یوسف بامر الٰہی عزوجل پہونچی ویسے ہی قمیص ڈالنے سے بینائی
لوٹ آئی اور یہ فعل خود بینائی کا نہین ہوسکتا بلکہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے بینا کر دیا جیسے بولتے ہین کہ پودا بڑھ گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو
بڑھا دیا پس جب بینا ہوگئے اور انکو حیات یوسف وثروت وحکمت کی خوشخبری دی گئی تو دل باغ باغ ہوگیا اور اسوقت لوگون سے کہا کہ۔ قَالَ اَلَمْ
اَقُلْ لَّکُمْ بھلا مین نے تم سے نہ کہا تھا کہ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ مین جانتا ہون اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جو تم نہین جانتے ہو۔ یہ بات یا تو
بیٹون سے کہی کہ جب انھون نے کہا تھا کہ یوسف کی یاد مین قریب مرگ یا ہلاک ہوجاؤگے تو کہا تھا کہ مین وہ جانتا ہون جو تم نہین جانتے ہو اور
یا یہ بات ان لوگون سے کہی جنھون نے خوشبوے یوسف پہونچنے پر ضلال قدیم کا وہم کیا تھا۔ واضح ہو کہ یہ علم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا
یا تو وحی سے تھا یا بطریق الہام وخواب تھا یا کشف نبوت تھا پس اگر وحی تھا تو استغفار کا بھی حکم ہوگا اور یہ بطریق اسرار ہوگیا اور اگر الہام یا خواب تھا
تو یہ بھی انبیاء علیہم السلام کے حق مین وحی کے حکم مین ہے اور اگر کشف نبوت تھا تو بہت سے علوم منکشف ہوتے ہین جنکو بندگان خاص اپنے
ہی قلب مین مخفی رکھتے ہین اور انکشاف خود اختیاری چیز نہین ہے بلکہ وہ بھی بفضل باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمہ نے خوب لکھا
کہ کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے مصر سے بوے پیراہن سونگھی تو کنعان کے کنوین مین کیون نہ دیکھ لیا تھا تو جواب دیا کہ
ہم لوگون کا حال بجلی کی چمک ہے جب کبھی چمکی دیکھ لیا اور جب نہین تو کچھ نہین۔ اور ہر حال مین نیک بندے حضور باری تعالیٰ مین حاضر رہتے
ہین اور بیان سے معلوم ہوا کہ یاد یوسف علیہ السلام انکے حق مین کسی وہم کرنے والے کے خیال کے موافق نہ تھی بلکہ وہ یاد حق تعالیٰ تھی ورنہ کیونکر
ایک پیغمبر برحق کی نسبت تیرا یہ گمان ہے کہ وہ تمام عمر ایک مخلوق کی یاد مین رہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کشف کے لیے کوشش کرتا ہے
وہ مثل جوگی کے دُوز پڑتا ہے اور قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ پانی پتی اور مولانا تراب علی کاکوروی اور دیگر اکابر نے تصریح کر دی کہ کشف قلبی
ماسوائے صفات حق تعالیٰ کے دیگر امور عالم مین ایک نقص ہے خصوص دنیاوی معاملات مین اخفض ہے اور جو کوئی شریعت کی راہ پر ظاہر وباطن کے
خطرات وعجب وغرور وریا وغیرہ سے پاک ہوکر قائم ومستقیم ہو وہ اولیٰ ہے اس شخص سے جسکا قدم طریقہ سنت سنیہ حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم سے ہٹا ہوا گرچہ بہت سے کشف وکرامات دکھاتا ہو اور دیکھو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اکمل واعلیٰ تھے اور سب کے سب ولایت کے ایسے
درجہ پر پہونچے کہ قیامت تک کوئی ولی نہین پہونچ سکتا مگر انکو کشف وکرامات کی کچھ بھی تلاش نہ تھی پس استقامت اختیار کر اللہ تعالیٰ ہم سب کو
عطا فرماوے آمین یا ارحم الراحمین پھر جس شخص نے کشف سے انکار کیا وہ جاہل ہے تو نہین دیکھتا کہ حضرت فاروق اکبر عمر رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

جمعہ کے روز مدینہ کی مسجد نبوی میں کیونکر سرزمین نہاوند کے سردار لشکر ساریہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی کہ یا ساریۃ الجبل الجبل یہ کشف نہ تھا تو کیا تھا اور ساریہ رضی اللہ عنہ و تمام لشکر نے وہان آواز سنی پھر یہ کرامت نہیں تو کیا تھا اور ایسی مشہور روایت سے انکار کرنا الحاد نہیں تو اور کیا ہوگا واضح ہو کہ اگر علم یعقوب علیہ السلام زندہ ہونے یوسفؑ کا اور انسے ملاقات ہونے کا کشف نبوت تھا تو اسکو من اللہ کہنا دو باتون سے ہے اول تو بیان ہو چکی کہ کشف از جانب حق عزوجل ہوتا ہے اور دوم یہ کہ کوئی علم ایسا جاننا جو کہ دوسرون آدمیون بلکہ تمام عالم کو معلوم نہو یہ غیب دانی نہین ہے پس تنبیہ رکھی کہ مین اسکو اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے جانتا ہون اور واضح ہو کہ آنحضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات نماز مین ہون یا نہون جنت و دوزخ اور موسےٰ علیہ السلام کو طواف خانہ کعبہ کے لیے وادی مین اترتے اور مانند اسکے دیکھتے تھے چنانچہ صحاح احادیث شاہد ہین پس اہل علم و اہل ایمان کو چاہیے کہ راہ راست پر مستقیم رہین نہ انکار کرین اور نہ کسی بندہ کے حق مین غیب دانی کا اعتقاد کر کے مشرک بنین اور نہ کسی کی نسبت یہ اعتقاد کرین کہ وہ جو چاہے جان سکتا ہے دیکھو کہ یعقوبؑ پیغمبر کو حضرت یوسفؑ کی خبر چاہ کنعان کی نہوئی اور بہت سی روایات اس مضمون کی بہت صریح احادیث صحاح مین موجود ہین پس حاصل اس سب کا یہ ہے کہ نیکون کی طرف نیک گمان رکھو اور شریعت پر قائم رہو اور نیک کی پہچان بھی اسی طریقہ پر کرو والسلام۔ القصہ اسوقت لوگون کو اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹون کو اپنی رائے پر خفت و ندامت ہوئی جو انکو ضلال کی طرف نسبت کرتے تھے اور جان گئے کہ انکے افعال سب راہ صواب و طریقہ نبوت پر تھے۔ سراج مین لایا کہ سہیلی رحمہ نے کہا کہ جو شخص بشارت لایا تھا اسکو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک دعا سکھلائی جسکو بواسطہ اسحاق علیہ السلام کے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے روایت کرتے تھے اور اسکا ترجمہ عربی مین یون مذکور ہے۔ یا لطیف فوق کل لطیف الطف فی اموری کلہا کما احب و ارضنی فی دنیای و آخرتی اسکا ترجمہ اردو مین یہ ہے اے لطف فرمانے والے جو کوئی لطیف خیال کیا جاتا ہے تو سب سے بالا ہے تو مجھ بندے کے سب کامون مین لطف فرما جیسے مجھے پسند ہو اور مجھے اسپر راضی کر دے میری دنیا ہو یا آخرت ہو۔ ولیتہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بشارت لانے والے سے پوچھا کہ تو نے یوسفؑ کو کس حال مین چھوڑا اس نے کہا کہ مصر کا بادشاہ ہے فرمایا کہ بادشاہت لیکر مین کیا کرون یہ بتلا کہ حاکم مصر تو کافر ہے یوسف کس دین پر ہے اُس نے عرض کیا کہ وہ دین اسلام پر مستقیم ہین پس خوشی مین اللہ تعالےٰ کی تعریف کی اور کہا کہ اب نعمت پوری ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اشارہ ہے جو پہلے فرمایا تھا کہ یتم نعمتہ علیک کما اتمہا علی ابویک الآیہ کیونکہ ہفت اقلیم کی سلطنت بدون ایمان کے عذاب و ذلت ہے اور ایمان کے ساتھ گدائی بادشاہت سے بہتر ہے پس اہل ایمان کو چاہیے کہ عقل کی آنکھ سے آخرت کی سلطنت دیکھین کہ دنیا مین کون ایسا شخص ہے جو آخرت کا بادشاہ ہے اور دنیا مین کون بادشاہ یا بادشاہون کا بادشاہ کہلاتا ہے جو اسی حال پر مرنے سے نہایت ذلت و خواری سے روسیاہ جہنم مین دنیا کے کتے سے بدتر ہوگا تو انکو نعمت ایمان کی قدر ہو دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام نے باوجود خوشی کے غم نہ چھوڑا اور پوچھا کہ وہ کس دین پر ہے جب معلوم ہوا کہ اسلام پر ہے تو خوش ہوئے تب بیٹون نے عرض کیا قَالُوْا یٰۤاَبَانَا یعنے التجا کرنے لگے کہ اے ہمارے باپ جو اولاد کے حق مین سب سے زیادہ شفیق ہوتا ہے اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ ہمارے واسطے مغفرت کی درخواست فرما دے ہمارے گناہون کی یعنے اللہ تعالےٰ سے ہمارے گناہون کی بخشش مانگیے۔ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ہم لوگ بے شک خطاوار تھے۔ باپ سے عفو کی درخواست شفقت کی امید پر نہ کی اور اس وجہ سے بھی کہ بندہ کے عفو کرنے سے جب ہی نجات ہے کہ حق تعالےٰ بھی عفو فرما دے اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالےٰ سے عفو کی درخواست جب فرماوینگے کہ خود عفو کرین اور اس وجہ سے کہ زیادہ اہتمام اور خوف کا مقام اللہ تعالےٰ کا بخشنا تھا۔ اور اپنی خطا کا اقرار صریح کر دیا جس سے مغفرت الٰہی کی زیادہ امید ہے۔ حدیث مین ہے کہ بندہ نے جب اپنے گناہ کا اقرار کر لیا پھر توبہ کی تو اللہ تعالےٰ

اسکی توبہ قبول فرماتا ہے مترجم کہتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں اعتراف گناہ مستوجب مغفرت ہے۔ پھر اگر مثل زنا وغیرہ کے سرزد ہوا ہو تو اعلان نہ کرے اور خفیہ جناب باری تعالیٰ میں توبہ کرے اُس کے سامنے جیسے خفیہ اقرار ویسے علانیہ اقرار یکسان ہے۔ اور جیسا گناہ کہ برادران یوسف علیہ السلام کا تھا وہ اسی قابل تھا کہ اُنھون نے اقرار کرکے مغفرت مانگنے کی درخواست اپنے باپ پیغمبر برحق علیہ کی قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيٓ جواب مین فرمایا کہ عنقریب مین تمھارے لیے اپنے پروردگار سے مغفرت مانگونگا۔ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ بیشک وہی غفور رحیم ہے۔ کلام مین ضمیر ہوتے تاکید کا مفاد انکی تسکین ہے اور میرے نزدیک آمین ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ میرا عفو کرنا و یوسف ع کا عفو کرنا درحقیقت ظاہری ہے اور بخشنے والا وہی رب تبارک وتعالیٰ ہے اور یہ معنی صحیح حدیث یعنی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت مین زیادہ صریح مین پس ضمیر مذکور حصر کے لیے ہوگی ولیکن اسی معنی مین جو حدیث مذکور کے معنی ہین یعنی احکام مین شرط ہے کہ مظلوم عفو کرے چنانچہ اس مقام پر بھی شعبی کا قول کہا گیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بالفعل استغفار نہ کیا بلکہ عنقریب کا وعدہ کیا تو شاید اس وجہ سے کہ انکو یہ معلوم نہ تھا کہ یوسف علیہ السلام نے عفو کردیا ہے حالانکہ مظلوم کا عفو کرنا شرط ہے پس پیغمبر سے ایسا فعل جان بوجھکر نہین ہوسکتا تھا جسمین جہالت کے معنے ہون بعض نے کہا کہ فی الحال انکے لیے استغفار کیا تھا اور اس کلام سے وعدہ کیا کہ آیندہ بھی استغفار کرتا رہونگا مین کہتا ہون کہ اسکا شاہد وہ قول ہے جو وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ کچھ اوپر بیس برس تک انکے لیے ہر شب جمعہ کو استغفار کرتے رہے۔ اور مین کہتا ہون کہ اس قول پر ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ع کو استغفار کا کچھ جواب نہین ملا۔ ولیکن بعض نے کہا کہ آخری رات مین سحر کے وقت نماز پڑھکر دعا مانگی کہ اے میرے رب بخشدے جو مین نے یوسف پر جزع و فزع کیا اور صبر کم کیا اور میری اولاد کو بھی جنھون نے یوسف ع کے ساتھ بُرا کیا پس اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ مین نے تجھے اور ان کو سب کو بخشدیا۔ مترجم کہتا ہے کہ قرآن مین تو صبر جمیل منصوص ہے پس اگر روایت صحیح ہو تو انکا جزع و فزع اپنی طرف منسوب کرنا بارگاہ کبریائی کی عظمت وجلال کے سامنے ادب وانکسار و عاجزی ہے اور ممکن ہے کہ باوجود اس جواب ملنے کے بھی استغفار کرتے رہے ہون جیسے حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین ما تقدم وما تاخر سب کچھ معاف ہوگیا تھا مگر دن مین سو مرتبہ یا ستر مرتبہ استغفار کرتے اور پوچھنے والون سے کہا کہ اگرچہ حق تعالیٰ نے معاف کیا مگر شکر نہ ادا کرون۔ یعنی یہ شکریہ ہے۔ قال الحافظ اور ابن مسعود رض اور ابراہیم تیمی و عمرو بن قیس و ابن جریج وغیرہم نے کہا کہ سوف استغفر سے ان کو سحر کے وقت تک امیدوار کیا ابن جریر رح نے اپنے اسناد سے محارب بن دثار سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رض اول سحر کے وقت مسجد مین تشریف لایا کرتے اور سنتے کہ کوئی آدمی کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھ بندے کو تو نے بلایا یعنی ایمان لانے کو تو مین نے بدل وجان قبول کیا اور مجھ کو تو نے بندگی کے حکم دیے یعنی بوحی محمدی صلے اللہ علیہ وسلم پس مین نے بسر و چشم فرمانبرداری کی یعنی کچھ انکار نہ کیا اور یہ وقت سحر کا ہے سو تو مجھے بخشدے۔ محارب نے کہا کہ حضرت عمر رض نے اس آواز کی طرف کان لگائے تو آخر معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعود کے گھر سے آتی ہے پھر عبداللہ سے یہ معاملہ پوچھا تو انھون نے کہا کہ ہان سحر کی خصوصیت اس وجہ سے کرتا ہون کہ یعقوب ع نے اپنی اولاد کی مغفرت کے لیے سحر تک استغفار فرمایا تھا۔ اور ابن جریر رح نے ابن عباس رض سے آنحضرت صلعم کا قول روایت کیا کہ شب جمعہ تک تاخیر کی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ شاید راوی کا وہم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا اور ظاہر ابن عباس کا قول ہے واللہ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء نے کہا کہ جمعرات کے روز یہ گفتگو ہوئی تو تاخیر فرمائی وقت سحر تک جو اتفاق سے شب جمعہ واقع ہوئی۔ اور معالم و سراج مین ابن عباس رض کا قول بیان کیا کہ استغفار کے لیے شب جمعہ تک تاخیر کی۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید انبیاء سابقین کو روز جمعہ کے فضائل معلوم ہون اور بوجہ حکمت ربانیہ کے انکو اظہار و شروع کرنے کا حکم نہو تب البتہ

Marfat.com

یعقوب علیہ السلام نے شب جمعہ تک تاخیر کی یہ جانکر کہ در واقع شب جمعہ و روز جمعہ نہایت متبرک ہین مگر عموماً ظاہر نہین کیا کیونکہ حدیث
صحیح مین ہو کہ ہفتہ مین ایک روز عبادت کا یہود و نصاریٰ نے سنیچر و اسکے بعد اتوار لیا پس جمعہ شب پایا اور تم لوگون کو اللہ تعالے نے اپنی
ہدایت سے بتلایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ روز مع برکات کے اسی امت مرحومہ کے واسطے ذخیرہ رہا جیسے خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ
علیہ وسلم کو اُن کے لیے غیب مین مکنون فرمایا تھا اور اگلون کے لیے ایک روز معین کرلیا ان کی پسند پر چھوڑا تھا پس اُنھون نے
غلطی کر کے اپنی پسند سے سنیچر کا روز مقرر کرلیا اور نصرانیون نے اتوار مقرر کیا اور چونکہ علوم اسرار قلبی و لطائف روحانی سے واقف
نہ تھے لہذا اپنی پسند پر جم گئے یہ غلطی تھی اُنکو چاہیے تھا کہ یہ درخواست کرتے کہ جو حضرت کبریا ذوالجلال والاکرام کو پسند ہو وہ ہم کو
پسند ہو لیکن مقدر نہ تھا۔ اس سے یہ لازم نہین کہ اگلے انبیا علیہم السلام کو بھی نہ معلوم ہو لہذا انھون نے دائمی کوشش عبادت مین روز جمعہ
اپنے علم مین رکھا اور ظاہر شرع کا تقرر لوگون پر تھا تو جو انکی پسند پر حق تعالے نے شروع کر دیا اس شرع پر بھی قائم رہے اور یہ توجیہ مین نے اس
واسطے لکھی کہ روز جمعہ اس امت کے خصائص سے ہو تو یعقوب علیہ السلام کی امت پر بھی ظاہر نہو گا اگرچہ سنیچر کی شرعیت توریت سے ہوئی اور
انکا زمانہ حضرت موسےٰ سے بہت پہلے ہو فافہم واللہ تعالے اعلم۔ اور واضح ہو کہ اگر یعقوب علیہ السلام نے کسی خاص وقت تک جو قبولیت دعا
کے اوقات مین سے ہے تاخیر کی ہو تو اصل مقصود وقت سحر ہوگا اور اتفاق سے شب جمعہ واقع ہوئی جیسے کہ عبد اللہ بن مسعود رضہ کے کلام
سے ظاہر ہوتا ہو کہ یعقوب علیہ السلام کے وقت سحر تک تاخیر کرنے سے سحر کا وقت قبولیت ہونا معلوم ہوا لیکن حضرت عبد اللہ رضہ کو اس دلیل
سے بڑھکر نص قرآنی کی دلیل معلوم تھی یعنی قولہ تعالے وبالاسحار ہم یستغفرون یعنی اوقات سحر مین وے لوگ اپنے رب سے استغفار کرتے ہین۔
سعدی رضہ نے خوب کہا ہے ؎ فرس کشتہ از بس کہ شب راندہ اند ✽ سحر گہ خروشان کہ وا ماندہ اند ✽ پس تمام رات جد وجہد سے طالب رہے
اور سحر کے وقت رو رو کر استغفار کیا کہ بندہ ناچیز کو اپنی کوشش سے حصول مطلوب کی جرأت کرنا جو غایت شوق مین واقع ہوا ایک خطاء
عظیم ہو اے رب بخشدے اور ہم تیرے ہی ممد الظل کے سایہ مین اپنی مراد ملنے کی آرزو کرتے ہین پھر دن گذرا اور رات نے خلوت کا پردہ ڈالا
اور جذب شوق راہی ہوا سبحان اللہ یہ زندگی کیسی پاکیزہ ہو حیوۃ طیبہ سے حق عز وجل اپنے اولیاء کو زندہ رکھتا ہو اور باوجود اس عبادت کے
سحر کے وقت استغفار کرتے ہین۔ القصہ روایت ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سحر کو انکے لیے استغفار کیا اور رحمت الٰہی سے سرفراز ہوئے
واللہ اعلم۔ اور بیضاوی رح نے لکھا کہ یوسف ع کا عفو کرنا معلوم ہونے تک تاخیر کی اور لکھا کہ اس کی تائید اس روایت سے معلوم
ہوتی ہے کہ مصر مین پہونچکر حضرت یعقوب علیہ السلام قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دعا و استغفار کرنے لگے اور انکے پیچھے یوسف علیہ السلام آمین
کہتے جاتے یعنی اے رب ہمارے قبول کرلے اور یہ دسون بھائی ان دونون کے پیچھے بہت عاجزی و گڑگڑاہٹ کے ساتھ کھڑے
کانپتے تھے یہانتک کہ جبرئیل ع نے آکر بشارت دی کہ حق عز وجل نے تیری دعا تیری اولاد کے حق مین قبول کی اور ان کے عہد پر
ان کے لیے تیرے بعد نبوت کا میثاق دیدیا۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ان لوگون کی نبوت کی دلیل ہو اور جو کچھ اُن سے
پہلے صادر ہوا وہ نبی ہونے کے زمانہ سے پہلے واقع ہوا ہو مین کہتا ہون کہ ظاہر اختیار علامہ بیضاوی رح یہ ہو کہ زمانہ نبوت سے پہلے نبی معصوم
نہین ہوتا بلکہ اس سے خطا سرزد ہونا ممکن ہو اور مین کہتا ہون کہ پیغمبر کی عصمت کا مسئلہ صرف اسوجہ سے علماء کے درمیان ایک اصل
کلامی مانند دیگر اصول کلامیہ کے قائم ہوئی کہ جو فرقہ اپنے نفس کی تاویل و خطرات شیطان کی تعمیل مین حقیقت سے کنارہ کر کے خود گمراہ و لوگون کو گمراہ
کرنے لگا اس کا ضرر دین اسلام سے دور کرنے و دشمنون کی سمجھ کے موافق انکو گمراہی سے روکنے کے لیے یہ علم کلام نکالا اگرچہ انجام یہ ہوا کہ اہل السنہ بھی حقیقت سے

Marfat.com

غافل ہوکر اپنی حقیقت کی آزمائش انھین نو ایجاد اصول پر رکھنے لگے حالانکہ انکے لیے بے چون وچرا کلام اللہ مجید واحادیث صحیحہ مدار ایمان ہین دیکھو کہ بہت سے مفسرین نے برادران یوسفؑ کی نبوت مین اپنی اوہام وظنون پر بحث کی اور بعضے زبان درازی کرنے لگے حالانکہ حدیث کے موافق ان کو خاموشی چاہیے تھی اور کلام الٰہی سے بھی یہان سکوت لازم وقد قال تعالےٰ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ہم کو کیا بحث کیا اصول معلوم کہ کہان رسالت کا محل کس قاعدہ پر ہوتا ہے اور حکمت ربانیہ کا احاطہ کہان سے ممکن ہے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بے شبہ پیغمبر معصوم تھے جنھون نے قبطی کو قتل کر ڈالا اور کہا فغفرلی ربی وجعلنی من المرسلین۔ اور کہا کہ انہ من عمل الشیطان اور خضر علیہ السلام مین اگر نبوت نہو تو بھی صالح ہونے کی حالت مین ایک طفل کو قتل کر ڈالا جسکی نسبت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا اور باوجود نبوت کے سمجھ مین نہ آیا تو انبیاء واولیاء بلکہ عوام کے افعال واعمال پر کوئی قطعی حکم لگانا محض جہالت ہے یہ شیوہ گمراہ فرقون کا ہے اور ہم کسی کو جیسے جنتی و دوزخی نہین کہہ سکتے ویسے ہی نہین جانتے کہ یہ شخص جنتی بوجہ نبوت کے ہے یا بوجہ ولایت یا بوجہ عام ایمان کے یا بوجہ خاص مغفرت کے یا یہ دوزخی ہے پس حاصل یہ ہے کہ اس مقام پر بلا دلیل انکو جیسے پیغمبر یقینی نہین کہہ سکتے ویسے طعنہ وتشنیع نہین کر سکتے بلکہ طعنہ سے بغیر گمان کرنا بہتر ہے فافہم واللہ اعلم بالصواب۔ ف اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ لما فصلت العیر الآخر جب قافلہ مصر سے نکلا تو نسیم صبا کا جھونکا آیا اور قمیص سے خوشبو اڑا کر یعقوب علیہ السلام کی ناک مین پہونچائی اور چونکہ یہ احساس باطنی سے متعلق نہین بلکہ عضو ظاہری یعنی ناک مین خوشبو آئی تھی تو اسی واسطے کہا کہ انی لاجد ریح یوسف مین یوسف کی خوشبو محسوس کرتا ہون۔ دحقیقت ریح سے خوشبو پائی کیونکہ ہر سانس مین خوشبوے یوسف کو کھینچتے رہتے تھے اور یہی حال ہر ایک نیکبخت بندے کا ہے جو ہر ایک تعلق غیر سے زاہد ہو کر گھر مین بیٹھا ہو یا جنگل مین ہو حاضر ہو یا سفر مین ہو کام مین ہو یا بیکار ہو ہر دم وہ انس نسیم کے شوق مین راہ اور پر منھ سامنے کیے کھڑا ہے جو ازل کے باغ فیض سے چلتی ہے تاکہ کوئی خوشبو روح کو کثافات تعلقات سے پاک کر دے۔ مترجم کہتا ہے حدیث شریف مین اس خوشبو کا اشارہ ہے حیث قال ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الحدیث جیساکہ شیخ نے بھی اس حدیث کو اس مقام مین طوالت کی تقریر مین درج کیا ہے۔ اور واضح ہو کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قافلہ کچھ رات سے مانند عادت مسافرون کے منزل مقصود کو رخصت ہوا ہوگا کیونکہ نسیم صبا کا وقت وہی وقت سحر ہے۔ اور اکابر اولیاء اللہ کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ نسیم صبا سحر ان نفحات کے ساتھ چلتی ہے ولیکن یہ ضرور نہین ہے کہ ہر بندہ زاہد کو ہر سحر وہ ملجاوے جیسے سواے زاہدون ونیک بندون کے اوشا کو کبھی نہین ملی اور یہان سے معلوم ہوا کہ حدیث مین بھی نظم بلیغ سے اس کا پورا اشارہ ہے کہ وہ برابر چلتی ہے ولیکن انھین کو ملتی ہے جو اسکی راہ مین پڑے ہین اور آیت سے صریح معلوم ہوا کہ سواے حضرت یعقوب علیہ السلام کے کسی نے نہ پائی۔ چہ خوش گفتہ است ؎ کس ندید است ز مشک ختن ونافہ چین ٭ انچہ من ہر سحر از باد صبا می بینم پس اشتیاق نفحۃ الرب جل جلالہ تبارک وتعالےٰ یعقوب علیہ السلام کو بشہود وجود یوسف علیہ السلام تھا واللہ تعالےٰ اعلم فافہم ۔ قال الشیخ فی ہذا ؎ الا اجلے نعمان باللہ خلیا ٭ طریق الصبا یخلص الی نسیمہا ٭ فان الصبا ریح اذا ما تنسمت ٭ علی نفس مہموم تجلت ہمومہا ٭ اور لکھا کہ میری جان اس معاملۂ نازک واسرار آلیہ پر قربان کہ اس سے روح وروان کو کیا اچھی خوشبوے مشک بیزان پہونچتی ہے کہ تعیش الناس سے شہود قدم مثل آئینہ کے نمایان ہے اور زبان پران دو بیت کا دوران ؎ سلام علی تلک المعاہد انہا ٭ شریعۃ وردا ونسیم شمال ٭ فقد سرت ارضی من سواکن ارضہا ٭ تجلت ببرق اولطیف خیال ٭ اور غایت شوق سے غیرت کے ساتھ زبان روح پر پردہ دل مین یہ التماس پنہان ؎ نسیم الصبا بلغ سلامی الیہم ٭ وارفق لعلک بالحبیب علیم ٭ وقل لہم انی وان کنت نازحا ٭ فروحی وقلبی حاضران لدیہم ٭ قولہ لولا ان تفندون آنحضرت نے جان لیا تھا کہ میدان عشق مین انکا قدم نہین پہونچا اور ابھی خود اس راہ سے بھٹکے ہوئے ہین تو ناچار

اپنی راہ سے خلاف راہ والے مسافر کو بھٹکا ہوا سمجھینگے اور یہ کہنا بغیر اجازت کے سوءِ ادب ہو کر قہر کا باعث ہوگا تو فی الجملہ اجازت دیدی اور
آخر انھوں نے کہا کہ تاللہ انک لفی ضلالک القدیم۔ اپنی محبت قدیمہ پر ہو اور قول قدیم عشق باری تعالیٰ ہے پس ازل کی راہ مستقیم در حقیقت تھے
ولیکن جو کوئی پہونچا نہیں وہ منکر ہے۔ قال الشیخ بعض نے کہا کہ نسیم صبا نے جناب الٰہی میں بشارت پہونچانے کی درخواست کر کے اجازت
پائی اور یہ بشارت چونکہ رحمت حق تعالیٰ تھی لہٰذا نسیم صبا اس رحمت کو لیے ہوئے سب سے مقدم آئی۔ اقول صبا کوئی پتا نہیں اڑاتی ہے بدون
اجازت مولائے اعلیٰ جل شانہ پس اہل تفکر کے لیے اشارہ کر کے چھوڑ دیا فتفکر و فی الحدیث ما معناہ ان الریح تفعل بالابدان کما تفعل بالاشجار و
الحدیث فی الصحیح و قال علیہ السلام نصرت بالصبا و اہلکت عاد بالدبور۔ اور شیخ رح نے کہا کہ جو ایمان والا اپنے ایمان و یقین میں کامل اور
پائدار ہو کر راہ استقامت پر مضبوط ہو جاتا ہے اس کا یہی حال ہو جاتا ہے کہ سابقہ تقدیر ازل سے جو اس کے حق میں سرفرازی ہو چکی ہے اسرار
باطن میں نسیم روح سے بشارت پاتا ہے۔ قال المترجم بدلیل قولہ تعالیٰ لہم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا الآیہ و بدلیل قولہ ان الذین آمنوا ثم استقاموا
تتنزل علیہم الملائکۃ الآیہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جن عالموں کو اپنی شان میں شک ہو وہ اپنے آپ کو اس آیت سے امتحان کریں کہ اس کے
مصداق ہیں یا نہیں پھر اگر نہوں تو عمر و بیکار ہے اور گریہ و زاری جناب باری تعالیٰ میں درکار ہے وہ پاک پروردگار رحیم و غفار ہے اللھم استر عیوبنا
واغفر ذنوبنا واجعلنا من عبادک المؤمنین۔ بعض نے کہا کہ جہاں یوسف کو جب میں ڈالا تھا وہ مقام یعقوب علیہ السلام سے ایک مرحلہ سے بھی
کم دور تھا مگر حال کچھ نہ کھلا کیونکہ زمانہ محنت و بلاء کا تھا پھر جب وقت امتحان ٹل گیا اور ایام فرحت و سرور کے آئے تو اتنی فرسخ سے مصر سے
کنعان میں خوشبو سونگھی۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ احباب کو احباب کی خوشبو نسیم صبا لاتی ہے ورنہ اغیار کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ہوا کیا خوشبو لاتی
ہے۔ بعض شیخ نے جواب میں ہر رگ پیغمبر کے ساتھ بے ادبی کی وجہ ذکر کی جیسا کہ سابق میں قتادہ رح و سدی رح کا قول ابن کثیر رح کی تفسیر سے نقل ہوا ہے
اور لکھا کہ اکثر اوقات نسیم صبا خوشبوئے حبیب بحبیب پہونچاتی تھی مگر کبھی اجازت کا حکم نہیں لاتی تھی۔ اقول حیات و بال ہے کہ خوشبو سے وصال
میں تڑپ گئے و قولہ یا اسفیٰ علی یوسف۔ نالہ و ہائے وہو ہے اور خوشبو پر جان دینا وصال ہے و قال علیہ السلام من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ
اور روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام کے واسطے ملک الموت خوشبو دار چیز لائے سونگھی و جان سپرد کی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور شیخ نے اشارہ
قولہ تاللہ انک لفی ضلالک القدیم۔ میں لکھا کہ سر باطن وادی عظمت و جلال میں حیران سرگردان اور روح بیابان ازل میں بے درمان اور
عقل عجائب قدرت میں پریشان اور قلب شوق عشق و محبت میں بحالت ہیمان ہر جانب سے جلوہ دیدار ہے آنکھ درکار ہے نہ گوشت بلکہ اس سے
اندھا کہ مانند قولہ ابیضت عیناہ۔ ہو تو عارف اسرار ہے ؎ چشم بند و گوش بند و لب ببند۔ گر ایسے شخص کے اخبار و آثار سے دنیا میں واقفکار نہیں
اور اسوقت مفید فائدہ کا انتظار ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے مثل دلیل صدق وارد ہو کما قال تعالیٰ فلما ان جاء البشیر الآیہ۔ اس میں
اشارت ہے کہ بندہ فرمانبردار کہ طاعت خالق عز و جل میں گریہ و نالہ کر کے اواہ و حلیم بنکر مجنون ذکیا کہلا کر آنکھوں سے ہاتھ دھو ڈالتا
ہے تو نسیم قرب جنت سے دیدۂ دل روشن ہوتے ہیں جن کے سامنے اس آنکھ کی اصلیت نہیں ہے۔ اور لکھا کہ یوسف محل تجلی حق عز و جل تھے
اور چشم و گوشت ظاہری پردہ لباس باطن ہے پس قمیص چہرہ پر ڈالنے سے نور بصر نے عود کیا پس جو کوئی اس مرتبہ تمکنت پر باستقامت
ہو یہی ظہور معجزات ہوگا اقول حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض ادنیٰ معجزہ کا میں اوپر ذکر کر چکا کہ نکلا ہوا ڈھیلا آنکھ کا لب لگا کر
انگشت مبارک سے خانہ چشم میں بٹھلا دیا تو اس صحابی کی روشنی کبھی زائل نہ ہوئی شیخ نے کہا کہ قمیص چہرہ پر ڈالنا التباس تھا اور یہ پردہ شہود ہے
نہ میان وجود ہاں عشق اسکو محتمل ہے ورنہ توحید صرف اسکو محتمل نہیں اور مقامات و حالات عشق میں توحید ہیں اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ باران کا

قطرہ انحضرت صلعم اپنے بدن پر لیتے اور کہتے کہ آنہ حدیث عہد بربہ۔ مترجم کتا ہے کہ خیالات عامہ اپنے گوشت پوست دہر ایک چیز پر اسی قیاس
و تخمین سے ہین اور کبھی کسی چیز کی ماہیت معلوم نہ ہوئی ولیکن دعوٰے ہے کہ سب جانتے ہین اور بخارات سے ابر اور سردی سے اولا وغیرہ جملہ
مزنیات اتخمین کو دکان بے خرد کے لیے تعلیم کا مکتب ہے بحکم قولہ سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم الآیہ مگر کبھی علم حاصل نہ کیا اور جو حاصل کیا
وہ اسی جگہ مین رہا سہ ازین معاہج و انا درجہان آگاہ نیست شیخ نے لکھا کہ سفیان رہ نے فرمایا کہ جب بشیر نے بشارت پہونچائی تو فرمایا کہ
تونے یوسف کو کس دین پر چھوڑا ہے بولا کہ دین اسلام پر فرمایا کہ ہان اب میرے رب کی نعمت پوری ہوئی۔ جب بیٹون نے باپ کا معجزہ
اور یوسف کی جزالت قدر اس قمیص سے دیکھی اور اپنی خطاء بمقابلہ تقدیر ایزدی کے پہچانی تو نہایت الحاح و عجز سے درخواست کی لقولہ
قالوا یا ابانا استغفر لنا ذنوبنا الآیہ یعنی جو خطا ہم سے آپ کے حقوق و فرائض مین ہوئی اور جو کچھ نافرمانی و ایذارسانی صادر ہوئی اور
ہم نے آپکے نور فراست کو نہین پہچانا اور بمقابلہ تقدیر ایزدی کے تدبیر سے شرف منزلت سے یوسف کو ہٹانا چاہا اور اس مین جو حسد و
اضاعت حق برادر مضمر ہے ان سب سے ہمارے لیے استغفار فرمایئے اور ازین جملہ یہ بھی بہت افسوس کے قابل ہم سے وقوع مین آیا کہ
طلب حق مین اوقات مصروف نہ کی بلکہ نفس وہوس کی متابعت کی جو تمام فسادات کی بنیاد ہے و قولہ انا کنا خاطئین۔ اصل خطا جہل از
تدبیر الٰہی عز و جل ہے کیونکہ وہی عالم و تمام اپنی مخلوق کی تدبیر فرماتا ہے کما قال یدبر الامر من السماء الی الارض الآیہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ معرفت
نہایت لطیف ہے کہ حق عز و جل جب مدبر مخلوقات ہے تو آدمی پر فرض ہوا کہ اپنی تدبیر کو ایک تسخیر تدبیر الٰہیہ سمجھے اور یقین کر لے کہ اس تدبیر سے انجام
وہی ہوگا جو قادر قاہر کی مشیت ہے لہٰذا برعکس انتظام کرنا اپنی قوت و طاقت کا دعوٰے مشرکانہ ہے و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ پس اسی کے
غلبہ و حکمت پر انجام ہوگا اور بعض نے خیال کیا کہ اسکی تدبیر کے ساتھ ہماری تدبیر کی ضرورت نہین ہے اس لیے توکل بر تدبیر حق تعالےٰ کر کے تمام تدبیر و
کوشش سے یک لخت کنارہ کیا ولیکن محققین علماء نے کہا کہ یہ خیال بھی عدم معرفت سے پیدا ہوا یعنی ہمارے افعال و کوشش کوئی چیز ساتھ تدبیر الٰہیہ
کے نہین ہے بلکہ عین تدبیر الٰہی ہے کیونکہ افعال بندگان مخلوق باری تعالےٰ ہین اور اتباع نظام امتحان مثبت الٰہی عز و جل مین ثواب عظیم ہے
کیونکہ ظاہر حواس و عقل سے یہ حکم ہے کہ پابند طریق اسباب ہون اور وہ کون ہے جو مطلق تدبیر نہین کرتا حتی کہ جن بعض نے خیال مذکور قائم
کیا وہ کیا چلنے مین کنوان و گڈھا نہین دیکھتے اور کیا کوٹھے سے بغیر زینہ تلاش کیے کود پڑتے ہین اور کیا سونے سے بدن کو آرام نہین دیتے
اور کھانے سے تن کی تندرستی نہین قائم کرتے پھر کیا وجہ ہے کہ اس سے زیادہ تدبیر کو خلاف توکل خیال کرتے ہین بلکہ صواب یہ ہے تمام یہ بھی امثال
مثل محققین کے یہ سب افعال بھی تسخیر قدرت و تابع تدبیر و حکمت الٰہی سبحانہ تعالےٰ جانتے کیونکہ یہی حق ہے۔ شیخ نے لکھا کہ بعض کا قول ہے کہ خطا یہ
تھی کہ غلطی سے نہ جانا کہ اللہ تعالےٰ اپنے اولیاء کو باوجود امتحانات کے محفوظ فرماتا ہے۔ قولہ قال سوف استغفر لکم ربی الآیہ۔ حضرت یعقوب
علیہ السلام پیغمبر عارف تھے کہ اوقات قبولیت و صفات رحمت و مغفرت و لطف وغیرہ سے واقف تھے پس جو وقت نسیم صبح آنکے چلنے کا ہے
اور جو وقت انکو بشارت ہوئی تھی اسکا انتظار کیا اور منجملہ نشان قبولیت توبہ کے یہ ہے کہ دل محبت ملے ہوئے خوف سے لرزان ہو اور اشتیاق
مین مضطرب اور سینہ جوش مین آنسو بہاوے اور آنکھ فرد محبت سے اسکو چوس جاوے اور دلون پر انوار تجلی مغفرت تابان ہون۔ اور
ارواح کو جوش سے ہوائے ملکوت مین اڑ جانے کا شوق ہو۔ زبان حمد و ثنا مین خوش و شادان ہو اور دل اسکے ساتھ کافی ادائے معنے سے
قصور پر لرزان اور ادراک عین معنے سے باطنی زبان کے ساتھ ادا کرنے پر فرحان ہو یعنی وہ وجہ ہے جسکے لائق اسی کی ثنا ہے اور اکثر یہ وقت اسحار کا
ہے جب بندگان نیکوکار اپنے بستر و خوابگاہون سے پہلو علٰحدہ کر کے ہوشیار اور طلوع شمس تک بیدار ہوتے ہین اول استدلال اسپر بقولہ تعالےٰ

وبالاسحارھم یستغفرون۔ اور بقولہ تعالےٰ تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا الآیہ۔ اور حدیث سے کہ اللہ تعالےٰ ہر رات آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے مین قبول فرماؤن اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت مانگے کہ بخشدون۔ اور صحیح ہوا کہ آخری رات کا تیسرا حصہ ہے اور صحیح ہوا کہ کسی قدر ذالحجہ مین سے ہو۔ اور صحیح ہوا کہ جو کوئی اول نماز صبح سے فارغ ہو کر مصلے پر تا طلوع آفتاب تسبیح مین رہے گویا تمام رات بیدار رہا۔ اور جو کوئی اول رات بہت دیر تک بیدار رہا اور آخر رات اگرچہ بعد تہجد کے سو یا کہ صبح کی نماز گئی تو اُس نے بُرا کیا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جناب باری تعالےٰ کی اجازت کا انتظار کیا تاکہ مثل نوح کے نہو کہ بیٹے کے حق مین دعا قبول نہوئی۔ پھر شیخ نے ابن عطار وغیرہ وعلماے تفسیر سے مطابق تفاسیر سابقہ کے اقوال ذکر کیے جنکے اعادہ کی ضرورت نہین ہے۔ القصہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو فضل ورحمت آلٰہی تعالےٰ سے بشارت پہونچی تو اس خوشی کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے البتہ علماء ربانی کا گمان معقول ہوگا کہ مثل اہل دنیا کے انکو گوشت پوست سے اولاد کی محبت کی بنیاد پر خوشی نہو گی کیونکہ علاوہ یوسف علیہ السلام کے فضل آلٰہی تعالےٰ سے بہت اولاد زندہ موجود تھی بلکہ بوجہ شہود خاص کے جو دیگر اولاد سے حاصل نہوتا تھا اور نہ اس مین کچھ ولادت کا تعلق ہے پس خوشی بھی اللہ تعالےٰ کے واسطے تھی اور اس سے زیادہ خوشی قیام یوسف علیہ السلام بمقام نبوت اور دنیاوی نظر سے بھی بمقام سلطنت کی تھی اور اس سے زیادہ یہ کہ وصال و دیدار کے لیے سامان سفر تھا اور آنکھون کی بینائی کا اعادہ کیا گیا تھا۔ معالم وبیضاوی وسراج وغیرہ مین لکھا روایت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے سو اونٹ اور سامان کثیر بھیجا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام وتمام اہل وعیال کو بآرام تمام لے آوے پس حضرت یعقوب علیہ السلام نے فی الفور اس دیار آبا واجداد کو ترک کر کے مع تمام اہل وعیال کے مصر کا قصد کیا اور یہان کسی شخص کو نہین چھوڑا کیونکہ زمین وجائداد سے خاندان نبوت کو تعلق نہ تھا تو چھوڑنا ضائع کرنا ہے اور روایت ہے کہ سب عورتین ومرد بال بچے ملا کر بہتر آدمی تھے پس سب مصر کو روانہ ہو گئے وقال تعالےٰ

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ وَرَفَعَ

پھر جب یہ سب داخل ہوئے یوسف پاس تو اُسنے ٹھکانا دیا اپنی طرف اپنے والدین کو اور کہا کہ داخل ہو مصر مین اگر چاہا اللہ نے درحالیکہ بیخوف ہو اور اونچا بٹھلایا

اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ

اپنے والدین کو تخت پر اور وے سب گر پڑے اسکے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور کہا کہ اے میرے باپ یہ انجام کار نکلا میرے اس خواب کا جو مین نے پہلے دیکھا تھا بیشک

جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ

اسکو کر دیا میرے رب نے سچا اور اُسنے احسان کیا میرے ساتھ جب اُسنے مجھے نکالا قیدخانہ سے اور لایا تم کو گاؤن سے اور بعد اسکے کہ کھٹ پٹ ڈالدی تھی

الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

شیطان نے میرے اور میرے بھائیون کے بیچ مین بیشک میرا رب لطف سے پورا کرنے والا ہے جو چاہے وہی سب جاننے والا وہی بڑا حکمت والا ہے

جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کی دار السلطنت کے قریب پہونچے تو یوسف علیہ السلام نے آپ کے استقبال کے لیے باہر سب آرام کا سامان کیا تھا اور بادشاہ سے اطلاع دی جب قریب آجانے کی خبر پہونچی تو حضرت یوسف علیہ السلام استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلے اور بادشاہ نے امراء دولت اور ارکان سلطنت کو حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ استقبال کو جاوین اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ خود بھی استقبال کو نکلا تھا اور یہی قول ٹھیک معلوم ہوتا ہے اقول اس وجہ سے کہ بادشاہ ایمان لایا تھا اور اسکو علو منصب نبوت سے آگاہی ہو گئی تھی پس ناممکن تھا کہ وہ ایسے پیغمبر علیہ السلام کا استقبال ایک جلیل پیغمبر کے ساتھ

Marfat.com

ہوکرنہ کرتا بسراج مین لایا کہ بادشاہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مع چار ہزار ارکین سلطنت وامرا و سرداران لشکر وخیل وحشم کے
باہر آیا اور گروہا گروہ اہل مصر اس عظیم الشان استقبال کے لیے خود چلے جاتے تھے۔ جب دور سے نظر آنے لگے تو یعقوب علیہ السلام پاپیادہ
ہوگئے اور یہودا پر تکیہ دیکر آہستہ آہستہ آگے بڑھے اور شیخ مفسر سیوطی رحمہ نے تحبیر مین اور قرطبی وغیرہ نے لکھا کہ اسوقت انکی عمر ایک سو سیس
سال کی تھی اور ایک سو سانٹھ پر انتقال کیا۔ الغرض بڑھاپے سے یہودا پر ٹیک دیے تھے جب خیل وحشم نظر پڑا تو یہودا سے پوچھا کہ یہ
فرعون مصر ہو اُس زمانہ مین بادشاہ مصر کا لقب فرعون ہوتا تھا اور یہ لفظ اسوقت تک کچھ کروہ نہ تھا کیونکہ کسی فرعون نے خدائی کا دعوے
نہ کیا تھا بلکہ یہ فرعون تو بفضل الٰہی مسلمان تھا پس یہودا نے کہا کہ نہین بلکہ آپ کے بیٹے یوسف ہین اور سراج مین لایا کہ جبکہ پاس آگئے
تو یوسف ع نے بڑھ کر سلام کرنا چاہا مگر جبرئیل علیہ السلام نے روکا یہان تک کہ خود یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ السلام علیک یا مذہب الاحزان
یعنی عبرانی زبان مین سلام کیا اور دعا دی اور کہا کہ اے درد وغم دور کرنے والے سلامت رہ اور ثوری رح نے کہا کہ دونون نے مل کر
معانقہ کیا اور روئے تو یوسف نے کہا کہ اے پدر آپ میرے فراق مین اسقدر روئے کہ آنکھین سپید ہوگئین آپ تو جانتے تھے کہ قیامت مین
ہم سب جمع ہوجاوینگے فرمایا کہ اے جان پدر سچ ہو ولیکن مجھے بڑا خوف یہ تھا کہ یہ ضمیر جبکہ ہاتھ پڑے وہ اپنے دین پر نہ کرلے تو مین کبھی
ملاونگا۔ قال تعالے۔ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ پھر جب یہ سب کنبہ یوسف پاس داخل ہوئے۔ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ تو اس نے جگہ دی اپنے
پاس اپنے باپ وماں کو۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ ملا لیا اپنے ساتھ باپ وماں کو وقال۔ اور بولا کہ ادْخُلُوا مِصْرَ داخل ہو تم سب
اس شہر مصر مین۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ اگر اللہ تعالے نے چاہا۔ اٰمِنِيْنَ۔ درحالیکہ تم امن مین ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان چند مقام
ہین اول یہ کہ بادشاہ وغیرہ کا استقبال وملاقات اکثر روایات مین مذکور ہے اور ظاہر اُن سے معمولی ملاقات ومصافحہ ودعا دیکر
رخصت کیا ہو واللہ اعلم ولیکن ہم اس سے زیادہ بحث نہین کرتے کیونکہ قرآن مین مذکور نہین تو ہم اپنے نفس کی تہذیب کا اس سے
کوئی نتیجہ نہین نکال سکتے ہین۔ دوم اس نظم جواہر قرآنی سے ظاہر ہے کہ اہل دنیا کی طرح یہ ملاقات نہوئی بلکہ یوسف علیہ السلام کسی
جگہ تھے سر راہ نہ تھے پس وہان یہ سب انکے پاس داخل ہوئے اور ممکن ہے کہ خیمہ سے باہر استقبال ومعانقہ ومصافحہ ودعا وسلام کے
بعد بادشاہ وغیرہ کو رخصت کرکے یوسف خیمہ مین اُن سب کے ساتھ داخل ہوئے ہون۔ مسئلہ اگر امیر بادشاہ وغیرہ شہر مین داخل
ہوا اور کوئی مرد جو اسقدر صالح وپرہیزگار معروف تھا جس کی گواہی محکمہ قاضی مین بوجہ عادل ہونے کے قبول ہوتی تھی وہ اس جلوس
دیکھنے کو گیا تو فتاوے مین مذکور ہے کہ اس کی عدالت ساقط ہوجائیگی ولیکن اگر اسکا جانا اسواسطے ہو کہ دنیا وی مال ومتاع وآرائش جس سے
یہ لوگ دھوکے مین پڑے ہین اس سے عبرت حاصل کرے تو یہ حکم نہین ہو دیکھو فتاوے ہندیہ ترجمہ عالمگیریہ کتاب القضاء۔ فائدہ لا ہیٹا
مثل یوسف علیہ السلام کے اگر امور عدل وغیرہ مین مصروف ہو تو باپ خود اسکے پاس جاوے اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہر چیزین بہت
کم تکلف کرتے تھے یعنے مثلاً کھانا تو غرض اس سے بھوک روک دینا اچھی ہضم کی چیز سے اور کپڑا بدن ڈھانک لینا سردی گرمی کے بچاؤ کے
ساتھ پس سلائی کی تراش وخراش وغیرہ امور اور زبان کے انواع لذات سے پرہیز کرتے تھے یا مثلاً خاص نشست دسترخوان وعمدہ برتن
اور ایسے امور جن سے شیطان تمام وقت لیجاوے اور محنت زیادہ پڑے اجتناب لازم ہو۔ واضح ہو کہ باپ کے ادب مین شرعی طریقہ سے اچھے
الفاظ واچھا برتاؤ اور ہر طرح کی خدمت سے آرام دینا واکرام ومنزلت کرنا بہت ثواب کی بات وحسن ہو۔ سوم قولہ آوٰے الیہ ابویہ۔ اپنی طرف جگہ دی
یا ملا لیا اُس سے انکا امتیاز وا عزاز مع ادب مراد ہو اور شاید یہ کیا ہو کہ اپنی مسند انکے لیے خالی کردی ہو۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالے

عبداللہ بن مبارک کے لیے جگہ خالی کرتے تھے۔ مسئلہ ملاقات کو آنے والا اپنے اخلاق سے بغیر اجازت صاحب خانہ کے اس کی مسند پر نہ بیٹھے اور دل میں برا نہ مانے اگر وہ جگہ نہ چھوڑے اور بغیر اجازت کے امام نہ بنجاوے۔ چہارم ابویہ۔ باپ وماں کو کہتے ہیں اگرچہ آب باپ اور اس کا تثنیہ ابویہ ہوا اور ماں کو ام کہتے ہیں مگر تثنیہ کرنے میں باپ کے اعزاز سے اُسی کے لفظ کو تثنیہ کر دیا جیسے والد باپ اور والدہ ماں ہے تو والدین نہیں بلکہ والدین ماں باپ کو کہتے ہیں اب جاننا چاہیے کہ یہاں مفسرین میں اختلاف ہے کہ ماں حقیقی تھیں یا خالہ تھی پس بیضاوی رح نے یقین کیا کہ خالہ تھی اور اس کو بمنزلہ ماں کے قرار دیا جیسے چچا کو باپ قرار دیتے ہیں کما فی قولہ الٰہ آبائک ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق۔ حالانکہ اسمٰعیل علیہ السلام تو حضرت یوسف ع کے چچا تھے مگر بحکم حدیث کہ چچا بھی باپ کے صنو ہے باپ قرار دیا یوں ہی خالہ ماں کی صنو ہے وہ ماں قرار دی گئی اور یعقوب ع نے بعد وفات ان کی والدہ کے اُس کی بہن سے نکاح کیا تھا اور کہا کہ باپ کی جورو بھی ماں کہلاتی ہے۔ شاید یہ اشارہ کیا کہ خالہ نہ ہو تو باپ کی جورو ان کی سوتیلی ماں ہو سکتی ہے۔ اور معالم و سراج میں ہے کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ یہ یوسف کی خالہ تھی جسکا نام لیا تھا اور انکی والدہ انکے چھوٹے بھائی بنیامین کے پیدا ہونے میں مر گئی تھی اور خفاوی رح نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے قوی یہ ہے کہ لیا تو پہلے مر چکی پھر یعقوب علیہ السلام نے یوسف کی والدہ راحیل سے نکاح کیا ہے پس اس صورت میں شاید کوئی تیسری بہن ہو جس سے یعقوب علیہ السلام نے دونوں کی وفات کے بعد نکاح کیا ہو اور یہی خالہ اس وقت ہو مترجم کہتا ہے کہ بیضاوی رح نے اسی وجہ سے نام نہیں لیا کہ تاریخی قصوں میں تو لیا کا انتقال راحیل سے بھی پہلے ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قصہ مثل یہود کے ہاتھوں کے دیگر تاریخوں کے اس درجہ پر نہیں ہیں کہ اتنا اعتماد انپر کیا جاوے اور کچھ یہود پر موقوف نہیں اس زمانہ میں تو ہر قوم کا یہی حال تھا ذرا دیکھو ایرانی تاریخوں کو کہ کس بیہودگی سے بھری ہوئی ہیں کہ بالکل پتہ نہیں چلتا ہو پھر کچھ اٹکل سے کسی بات کو قرین قیاس کر لیا جاتا ہے تو یہ خلاف عقل ہے کہ اس سے یقینی بات کو متغیر کیا جاوے۔ اور ظاہر اس مقام پر خالہ کی تاویل بوجہ اسی قرینہ کے ہوئی کہ چچا کو باپ کہا گیا ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اگر یہ صحت کو پہونچے تو بہت سے مسائل میں اس سے استدلال ہوگا جیسے پرورش کا حق صغیر بچہ کا جبکہ والدہ فوت ہو تو ماں کی بہن سگی خالہ کو ملیگا کیونکہ وہ بمنزلہ ماں کے ہے اور یہ مسئلہ حدیث سے خود ثابت ہے۔ بالجملہ ایک قول یہ ہے کہ وہ ماں نہ تھی بلکہ خالہ تھی خواہ لیا ہو یا اور کوئی ہو۔ دوسرا قول جو معالم میں ذکر کیا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی والدہ کو زندہ کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ یعقوب ع کے ساتھ مصر میں آئیں۔ اقول جیسے اس عجیب قدرت کے واقعہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی دوبارہ عود کر آئی ویسے ذرا بھی استبعاد نہیں ہو سکتا کہ مردہ کی زندگی دوبارہ ہوئی ہو اور یہ ایک معجزہ ہو کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بھی دیا گیا تھا حتی کہ بڑے بڑے فلسفی حکماء یونان عاجز آگئے اور معجزہ سے یہی مقصود ہوتا ہے ولیکن اسکے واسطے ثبوت نقلی چاہیے اور مفاد اسکا تو یہ ہے کہ جو خواب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا باوجود انتقال والدہ کے دوبارہ حیات سے پورا ہوا جس کا احسان و شکریہ حضرت یوسف ع نے ادا کیا ہے پس کہا گیا کہ یہ قول حضرت قتادہ رح کا ہے جو مشہور تابعی فقیہ ربانی ہیں اور سفیان بن عیینہ کا ہے جو فقیہ عالم ہیں۔ علامہ خازن نے کہا کہ اعتماد تو اسی پہلے قول پر ہے یعنی باپ وخالہ کو ابوین کہا ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ سدی رح و عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ یہ دونوں یوسف کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام و انکی خالہ تھے اور سگی ماں انکی بہت دن ہوئے کہ مر چکی تھیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قول کا ضعف تو پہلے معلوم ہو چکا پھر اسپر اعتماد کچھ قوی بات نہیں ہے تیسرا قول اور وہی صحیح و صواب ہے یہ ہے کہ انکی ماں زندہ تھیں اور وہی آئیں تھیں ابن کثیر نے کہا کہ محمد بن اسحاق رح و ابن جریر نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کے باپ و ماں دونوں زندہ تھے اور ابن جریر رح نے

کہا کہ کوئی دلیل نہیں پائی جاتی جس پر اعتماد ہو کہ یوسف ؑ کی والدہ مر چکی تھیں اور ظاہر قرآن مجید بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اُن کی ماں زندہ تھیں اقول ہاں تاویل ہو سکتی ہے کہ خالہ کو بھی ماں بولتے ہیں مگر تاویل کرنا جب ہی جائز ہے کہ کسی دلیل سے ثابت ہو کہ معنی یہاں یہ ہیں اور دلیل یہاں روایت سے چاہیے جس پر نقلی طریقہ سے اعتماد ہو سکے اور ظاہر ہے کہ ہزاروں برس کے زمانہ کے بعد ثقہ لوگوں کی روایت اسی طرح مل سکتی ہے کہ کتاب متواتر طریقہ سے ثقہ لوگوں کے ہاتھوں سے پہونچی اور اس کے نسخہ برابر اس کثرت سے پھیل جاویں جنمیں کچھ فرق وتغیر نہو حالانکہ یہودی قوم جس نے توریت میں تحریف کردی خصوص حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ظہور کے وقت سے تاریخیں اور نفس کتاب کو اس کوشش سے اتفاق کر کے بدلا کہ سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کسی پیغمبر کی بشارت توریت سے نہ نکلے تو تواریخ کا کیا ذکر ہے اور احکام میں خواہش کے موافق ہر طرح گنجائش نکلے تو بھلا ایسے لوگوں کا کیا اعتبار ہے پھر انکی روایت کی وجہ سے جسمیں قوی احتمال ہے کہ غیر محفوظ کر دی گئی کیونکر تاویل ظاہری کی جائز ہو سکتی ہے پس صواب یہی قول محمد بن اسحاق کا ہے جسکی ابن جریر رحؒ نے تائید کی. ابن کثیر رحؒ نے فرمایا کہ یہ قول جسکی ابن جریر نے تصحیح کی یہی صحیح ہے اور اسی پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جو ظاہر مذکور ہے اُسکی تاویل قطعاً ناجائز ہے کیونکہ خواب میں شمس وقمر کا سجدہ کرنا اپنے والدین کو دیکھا تھا تو یہاں والد وخالہ کا سجدہ نہو گا اور وہ تعلق معنوی ہے نہ لفظی اور یہاں اطلاق خالہ پر لفظی ہوا جاتا ہے فلیتامل فیہ. القصہ والدین کو یعنی اپنے باپ واپنی ماں کو معزز امتیاز سے جگہ دی اور سب سے خطاب کیا کما قال تعالےٰ وقال ادخلوا مصر انشاء اللہ آمنین یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیوں اور جملہ عزیز واقارب سے کہا کہ تم سب لوگ مصر میں داخل ہو در حالیکہ تم سب لوگ انشاء اللہ تعالیٰ امن کے ساتھ ہو. بعض نے کہا کہ انشاء اللہ فقط داخل ہونے سے متعلق ہے یعنی انشاء اللہ تعالیٰ داخل ہو ایسا داخل ہونا جو امن کی کیفیت رکھتا ہے یہ بیضاوی کا قول ہے اور سراج میں کہا کہ شرط فقط امن کے متعلق ہے اور دخول کے متعلق نہیں ہے اور صواب قول بیضاوی ہے اس لیے کہ آمنین حال ہے داخل ہونے والوں کا پس داخل ہونا بدون مشیت ہے اور امن پر مشیت کا اطلاق غیر معقول ہے اور اسی سے ظاہر ہوا کہ جو بعض نے کہا کہ دونوں کے ساتھ متعلق ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے ضعیف ہے اور مراد امن سے یہ ہے کہ قحط وغیرہ کے مصائب وتکالیف سے امون اور ہر ایسے امور سے جنکو مکروہ رکھتے تھے بے خوف داخل ہو اور یہ بطریق دعا کے ہے اور سراج وغیرہ میں کہا کہ پہلے یہ لوگ فرعون مصر سے خوف رکھتے تھے اور بغیر امن لیے نہیں جاتے تھے اور میں کہتا ہوں کہ کئی مرتبہ اناج لینے آئے تھے پس ظاہر ہے کہ داخل ہوتے وقت بطور نیک فال کے کہا کہ انشاء اللہ تعالےٰ مصر میں قحط وغیرہ مکروہات سے امون حالت میں داخل ہو یعنے داخل ہونے سے برابر تم پر امن رہے. یہ لوگ سب بہتر تھے اور مسروق رحؒ نے کہا کہ تہتر تھے اور روایت ہے کہ بروز عاشورا، داخل ہوئے اور اُن کی اولاد واحفاد میں ایمان واستقامت بتوحید کے ساتھ چار سو برس میں اس قدر کثرت ہوئی کہ موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ وہ بھی عاشورا کے روز چھ لاکھ پانچ سو کچھ اوپر ستر صرف مردان دلیر جنگ آور نکلے اور بوڑھے وبچے وعورتیں علاوہ بہت کثرت سے تھیں. اور قرطبی رحؒ نے کہا کہ بوڑھے وبچوں وغیرہ کی تعداد بارہ لاکھ زائد تھی پس ایمان وامن وبرکت ان میں بہت ہوئی کیونکہ بقول سیوطی رحؒ یوسف ؑ وموسےٰ علیہ السلام کے درمیان چار سو برس کا فرق ہے. اور شاید یہ برکت اس انشاء اللہ تعالےٰ کہنے کی ہوگی اور بیشک یہ لوگ امن کے ساتھ امانت ایمان سے محفوظ رہے اگرچہ سوائے مخاطبین کے ایک زمانہ کے بعد بنی اسرائیل کو اس فرعون سے جس پر موسےٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے دنیاوی مصائب پہونچے. اور واضح ہو کہ مصر اس مقام پر غیر منصرف ہے کیونکہ مراد ایک شہر نہیں بلکہ خاص نام علم ہے جو اب بھی مصر کہلاتا ہے اور شاید دار السلطنت مراد ہو اور اس کو مصر کہتے ہوں. اور ابن عباس رضؓ سے

Marfat.com

روایت ہو کہ اللہ تعالے نے قرآن مجید مین دس جگہ مصر کو زمین کے نام سے ذکر فرمایا ہو یعنی گویا یہی کل زمین ہے یہ اس کی تعریف ہو اور مقریزی نے خطط مین کہا کہ قرآن مجید مین مصر کا ذکر کچھ اوپر بیس جگہ ہے خواہ صریحاً یا اشارةً - اور مقریزی نے چند احادیث مصر کی فضیلت مین ذکر کی ہین اور شیخ مفسر سیوطی نے بھی حسن المحاضرہ مین مصر وقاہرہ کا مفصل تذکرہ لکھا ہو مین کہتا ہون کہ ایک حدیث صحیح مین دریاے نیل کو جنت کی نہرون سے شمار فرمایا ہو اور یہی ایک بات اسکی فضیلت مین کافی ہو اور خود اس مین معزز مکرم پیغمبر یوسفؑ وموسےؑ وہارونؑ کا نشو ونما وقیام واداے طاعت کا مقام رہا ہو - بالجملہ ایسے شہر مین داخل ہونے کے لیے ان سب لوگون سے کہا وَرَفَعَ اَبَوَیۡهِ اور اونچا بٹھلایا اپنی مان وباپ کو - عَلَی الۡعَرۡشِ تخت پر - ابن عباس رضہ نے کہا کہ عرش سریر یعنے عرش کے لغوی معنے تخت کے ہین اور رفع کے معنے بلندی پر منتقل کرنا پس ظاہر یہ ہے کہ خود شاہانہ تخت پر بیٹھتے تھے تو والدین کی تکریم مین دونون کو بھی اپنے ساتھ تخت پر بٹھلایا اور شاید کہ مخصوص انھین دونون کو تخت پر بٹھلایا ہو اور اول اظہر ہے کہ تخت پر ساتھ بٹھلایا - وَخَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا اور گر پڑے یہ سب لوگ مع والدین کے اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے - خرور جو سجدہ کرتے ہوئے ہو وہ اس طرح ہوگا کہ پیشانی زمین پر رکھی جاوے اب یہان دو مقام ہین اول یہ مشکل نظر آتا ہے کہ پہلے تو مذکور ہے کہ آوی الیہ ابویہ - اپنی طرف والدین کو جگہ دی پھر کہا کہ ادخلوا مصر اسکے بعد رفع ابویہ علی العرش ہو چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اکثر مفسرین کی سمجھ مین یہان مشکل پیش آئی پس بعض نے تو کہا کہ عبارت مین مقدم وموخر ہے اور دراصل یون ہے کہ اول ان سے کہا کہ مصر مین داخل ہو پھر ان کو اپنے پاس جگہ دی پھر والدین کو تخت پر چڑھایا - ابن جریر رح نے اس کو رد کر دیا اور بیشک یہ رد کرنے کے قابل ہے پھر ابن جریر رح نے خود وہ قول اختیار کیا جو سدی رح سے روایت کیا کہ یوسفؑ نے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اس وقت کہ استقبال کے لیے انکو اُنسے ملے تھے پھر جب شہر کے ناکہ پر پہونچے تو انسے کہا کہ ادخلوا مصر ان شاء اللہ آمنین - پھر یہان تخت پر بٹھلایا - شیخ ابن کثیر رح نے ابن جریر رح کے قول کے یہ معنے سمجھے کہ قولہ آوی الیہ ابویہ مین ایواء فقط استقبال کا معانقہ ہے لہذا اعتراض کیا کہ اس قول مین بھی تامل ہو اس لیے کہ ایواء کسی فرودگاہ مین ہونا ضرور ہے نہ خالی استقبال کی حالت مین معانقہ سے ایواء ہو سکے - بدلیل آنکہ اللہ تعالے نے فرمایا وآوی الیہ اخاہ - اور بدلیل حدیث من آوی محدثا - پھر اختیار کیا کہ ان لوگون کے داخل ہونے کے بعد اور اپنے پاس جگہ دینے کے بعد اُن سے کہا کہ ادخلوا مصر - اور یہان داخل ہونے سے مراد سکونت ہے یعنے تم جو مصر مین داخل ہوئے ہو تو ان شاء اللہ تعالے آمنین داخل ہو یعنی امن وعافیت سے رہنا نصیب ہو کوئی سختی قحط وغیرہ کی نہ پہونچے اور اول جگہ دینا اپنی جانب یہی تخت پر بٹھلانا ہوا اور یہ تاویل بھی مستحسن وپسندیدہ ہے اور ادخلوا مصر بحکم داخل ہونے کا نہین ہو کیونکہ بعد داخل ہونے کے اُن سے کہا بلکہ یہ مجازاً سکونت سے تعبیر ہے اور یہ مجاز معروف ہے اور شاید استقبال کے وقت معمولی اعزاز کے ساتھ لیتے آئے پھر جب بال بچہ وغیرہ سب اپنے اُترنے کے مکانون مین آرام سے اُتر لیے تو والدین اور سب بھائی اس مکان مین گئے جہان حضرت یوسفؑ تھے پس آپ نے اُن سے کہا کہ ادخلوا مصر یعنی مصر مین داخل ہوئے ہو تو داخل ہو امن کے ساتھ ان شاء اللہ تعالے یعنی امون رہو - اور مین کہتا ہون کہ بیضاوی ودیگر مفسرین نے یہ اختیار کیا کہ استقبال کے وقت شہر کے باہر خیمہ وغیرہ استادہ کیے تھے یا شہر سے کچھ دور کسی دوسری آبادی تک استقبال کیا جہان مقام فرود ومنزل سکونت موجود تھی پس وہان صرف والدین کو اپنے پاس جگہ دی پھر وہان سے روانہ ہونے کے وقت کہا کہ ان شاء اللہ تعالے چلو مصر مین امن کے ساتھ داخل ہو پھر یہان لا کر والدین کو تخت پر بلند کیا اور سب اس کے واسطے سجدہ مین گئے - اور مترجم کہتا ہے کہ جو تفسیر شیخ ابن کثیر نے ذکر فرمائی ہو وہ مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی ہو - واللہ اعلم

اسوجہ سے کہ اس مین کسی زائد تکلف استقبال وغیرہ کی ضرورت نہین ہے اور جسقدر کلام الٰہی مین مذکور ہے اسی قدر کافی وافی ہے بخلاف دیگر مفسرین کے قول کے کہ اس مین استقبال وباہر کسی مقام پر ایوار واقع ہونے کے لیے تکلف ہے علاوہ اس کے کلام بر درجہ بلیغ ومناسبت تامہ بماسبق ہے۔ حاصل اسکا یہ ہو کہ حضرت یعقوب مع اہل وعیال کے کنعان سے روانہ ہو کر مصر مین داخل ہوئے اور جو مکانات اُن کے لیے سکونت کے متعین ہوچکے ہون سب اسمین ٹھہرے یا آتے ہی فوراً یوسف علیہ السلام کے پاس والدین مع بھائیون کے داخل ہوئے پس آپ نے والدین کو کمال اعزاز سے یہ کہتے ہوئے کہ مصر مین داخل ہو امن کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے پاس جگہ دی اور تخت پر چڑھایا پس یہ لوگ ان کی تکریم وتحیت کے لیے سجدہ مین گرے واللہ تعالیٰ اعلم۔ وعبارتہ ہکذا قال لہم بعد ادخلوا علیہ واواہم الیہ ادخلوا مصر معناہ اسکنوا مصر انشاء اللہ آمنین اے مما کنتم فیہ من الجہد والقحط۔ اور لکھا کہ روایت کی گئی ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے قدوم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اہل مصر پر سے قحط کے باقی سال دور کر دیے جیسے آنحضرت صلعم کی نافرمانی سے بسبب آپ کے بددعا کرنے کے کہ (قریش پر سات سال کا قحط مثل ہفت سالہ قحط یوسفی کے طاری ہووے) قریش پر قحط طاری ہوا پھر جب انھون نے ابوسفیان کے ذریعہ سے الحاح وعاجزی کی اور سرکشی چھوڑی تو آپ کی دعا سے باقی سال قحط کے مرتفع ہوگئے مین کہتا ہون کہ روایت مین صحت ظاہر نہین ہوتی ہو اسوجہ سے یہ زمانہ قحط کا وہ ہو جسکی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے دیدی تھی کہ ایسا ہوگا اور یہ واقعہ کا خواب تھا پس اگر مرتفع ہونا بھی مقدر ہوتا تو تعبیر مین کہا جاتا علاوہ اسکے تعبیر غلط ہوجاوےگی کہ آٹھوان سال فراخی کا بیان ہوا حالانکہ قبل اسکے مرتفع ہوگیا پس روایت موضوع ہو اور قریش پر سے قحط کا رفع ہونا صحیح ہو اور بیان ہفت سالہ واقعہ نہ تھا پس واقع ہوا صرف اسی قدر تھا جسقدر ہوا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ مقام یہ ہو کہ قولہ خروا لہ سجدا کے معنے کیا ہین پس اسمین اقوال ہین۔ اول آنکہ لہ کی ضمیر مجرور راجع بجناب حق سبحانہ تعالیٰ ہو یعنی لوگون نے اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کیا پس یہ سجدہ شکر کئی نعمتون عظیمہ کا ہو ایک تو یوسف علیہ السلام کا اس عروج کے ساتھ ملنا اور دوسری بلاد قحط سے نجات اور تیسرے خود بواسطہ اپنے فرزند کے ایمان کے ساتھ تخت پر بیٹھے اور بھائیون نے اس سے کمال خوشی حاصل کی بسراج مین کہا کہ ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ معنے یہ ہین کہ منھ کے بل گرے یہ لوگ اللہ تعہ کے واسطے سجدہ مین پس یہ سجدہ شکر ہوا اور سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے یعنے پہلے والدین کو یوسف علیہ السلام نے تخت پر بلند کیا پھر سے اللہ تعالیٰ کے لیے شکر بجا لانے کو سجدہ مین گرے اور اگر انکا سجدہ کرنا یوسف کو ہوتا تو تخت پر چڑھنے سے پہلے کرتے کیونکہ اسمین تکریم زیادہ ہے۔ یہ تاویل کلام مابعد کے مطابق نہین ہو یعنی قولہ وقال یوسف نے کہا کہ یٰاَبَتِ اے میرے باپ۔ اور خطاب ماں کو اسوجہ سے نہ کیا کہ عالم بعلم نبوت وتعبیر خواب صرف والد تھے تو انھین سے کہا کہ اے میرے باپ۔ ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ یہ تاویل ہے میرے خواب کی جو پہلے دیکھا تھا۔ ومعنی تاویل کے مایؤل الیہ الامر یعنی وہ حالت جس پر انجام کار ہو پس خواب کا رجوع اس حالت پر تھا کہ مجھے میرے باپ وماں شمس وقمر نے اور گیارہ ستارے گیارہ بھائیون نے سجدہ کیا۔ پس اگر ان سب کا سجدہ واسطے اللہ تعالیٰ کے ہو تو موافقت نہوگی۔ قول دوم آنکہ لہ کی ضمیر یوسف علیہ السلام کی طرف ہے کہ بعض نے کہا کہ معنے لاجلہ ہین یعنے یوسف کے ادب ومرتبہ کے واسطے سجدہ کیا پس سجدہ تو اللہ تعالیٰ کو ہوگا اور مقصد اسکا یوسف کے لیے ہوگا کیونکہ شکر سے نعمت بڑھتی ہے اور اس قول پر پہلا اعتراض نہین ہوتا کیونکہ خواب مین بھی۔ لی ساجدین ہے جسکے معنے لاجلی ساجدین ہوسکتے ہین یعنے مین نے شمس وقمر وگیارہ ستارون کو میری مراد ومطلب کے لیے سجدہ کرتے دیکھا۔ رازی رحمہ نے کبیر مین کہا کہ میرے نزدیک یہی تاویل

Marfat.com

متعین ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام کی عقل و دین سے بعید ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہوں کہ انکے والدین انکے لیے سجدہ کریں باوجودیکہ انکا حق ولادت انپر عظیم تھا اور دونوں بوڑھے تھے اور والد کامل نبی و علم نبوت سے سرفراز تھے۔ اور بعض دیگر نے کہا کہ لہ کی ضمیر اگرچہ یوسف علیہ السلام کی طرف ہے یا جیسے کہ سجدہ کا صلہ لام آتا ہے پس انھوں نے یوسف کو قبلہ بناکر اللہ تعالے کے واسطے شکر نعمت کا سجدہ کیا مثلاً کہتے ہیں کہ سجدت للکعبۃ یعنی کعبہ کے واسطے سجدہ کیا تو مراد یہ ہے کہ کعبہ کو قبلہ بناکر اللہ تعالے کے واسطے سجدہ کیا اور قبلہ فقط ایک رخ ہوتا ہے اللہ تعالے کے سجدہ کے لیے۔ مترجم کہتا ہے کہ کسی چیز کو قبلہ و رخ عبادت بنانا بھی نہیں جائز ہے تا وقتیکہ اللہ تعالے کا حکم ہو تو شاید یہاں خواب کی تحقیق کے لیے اللہ تعالے نے حکم دیا ہو کہ میرے سجدے کے لیے یوسف کو جہت بناؤ جیسے ملائکہ کو اپنے سجدے کے لیے آدم کو جہت بنانے کا حکم دیا تھا اور وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی طرف نہیں ہے یعنے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالے اسطرف ہے یا اُسطرف ہے تعالے اللہ عن ذلک علوا کبیرا وہ پاک ہے پس اسکے لیے ایک جہت سجدے کی ہوتی ہے جیسے ہاتھ اٹھا کر اوپر کو اُس سے دعا مانگتے ہیں حالانکہ وہ آسمان و زمین سب سے پاک ہے۔ قول سوم یہ کہ انھوں نے بطور تکریم کے یوسف کو تحیہ کا سجدہ کیا نہ عبادت کا جیسے ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور یہ طریقہ صورت میں مشترک تھا اور معنے میں علیحدہ تھا جیسے رحیم و کریم وغیرہ الفاظ میں دیکھو کہ فلاں شخص کریم ہے یا رحیم ہے یا عالم ہے اور اللہ تعالے کو بھی کریم و رحیم و عالم کہتے ہیں لیکن لوگوں میں کریم و رحیم و علیم کے مجازی معنے ہوتے ہیں اور اللہ تعالے کی شان میں حقیقت ہیں اور مجاز و حقیقت کا فرق ظاہر ہے۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ رفع ابویہ علی العرش۔ ابن عباس و مجاہد وغیرہم نے کہا کہ تخت پر بٹھلایا اور قولہ خروا لہ سجدا یعنی یوسف کے لیے والدین و بھائیوں نے جو گیارہ تھے سجدہ کیا قولہ قال یا ابت ھذا تاویل رؤیای من قبل یعنی میرے پہلے خواب کے یہ معنے ظاہر ہوئے جو دیکھا تھا کہ انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر الآیۃ اور یہ بات انکے شرائع میں جائز تھی کہ جب کسی کبیر یعنے بادشاہ کو سلام کرتے تو اس کے لیے سجدہ کرتے تھے اور یہ بات برابر حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسے علیہ السلام کی شریعت میں جائز رہی پھر اس ملت یعنے خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شریعت عامہ میں حرام کردی گئی اور سجدہ کو خالص جناب باری تعالے کے لیے مخصوص فرمایا اور کہا کہ یہ جو مذکور ہوا قتادہ رح وغیرہ کے اقوال کا مضمون ہے اور حدیث میں ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ شام کے ملک میں گئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے اساقفہ یعنے علماے نصاریٰ یا کبراے سلطنت کو سجدہ کرتے ہیں پس جب وے واپس آئے تو انھوں نے آنحضرت صلعم کو سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے معاذ یہ کیا حرکت ہے عرض کیا کہ میں نے وہاں دیکھا کہ اساقفہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں تو آپ زیادہ مستحق و لائق ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کے لیے سجدہ کرے کیونکہ عورت پر اسکا بڑا حق ہے۔ دوسری حدیث میں سلمان رض نے ابتداے اسلام میں مدینہ کے بعض راستہ میں آپ کو سجدہ کیا تو فرمایا کہ اے سلمان مجھے مت سجدہ کر بلکہ حی القیوم کو سجدہ کر۔ الغرض یہ بات اُن کی شرائع میں جائز تھی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام نفخ روح سے جاندار ہوگئے تو حکم ہوا کہ ان گروہ ملائکہ کو سلام کر پس آپ نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے سلام کیا اور حکم کیا کہ یہ تحیہ تیرا اور تیری اولاد کا ہے اور جواب یہ ہے کہ ہاں حضرت آدم سے برابر لفظ سلام اسی طرح تھا اور عظماء و کبراء کے لیے مخصوص سجدہ تھا اور ممکن ہے کہ بادشاہوں کے لیے الفاظ سلام کے ساتھ سجدہ ہو پس کچھ اشکال نہیں ہے فافہم۔ اور تجھے معلوم ہوا کہ یہ سجدہ فقط تکریم کا تھا عبادت کا نہ تھا اور اس شریعت میں یہ شبہ دور کیا گیا۔ القصہ اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سچ کیا اور والدین و بھائیوں نے انکو سجدہ کیا جیسے بادشاہوں کی تکریم

کرتے ہیں اور بعضا وہی رہنے کہا کہ تخت پر چڑھانے سے پہلے والدین و بھائیون نے انکو داخل ہوتے ہی تحیہ کا سجدہ کیا تھا پس آپ نے والدین کو اٹھا کر اپنے برابر تخت پر بٹھلا لیا۔ اور کہا کہ اے پدر میرے خواب سابق کی یہ تاویل ہے یعنے آل اس کے معنے کا یہ ہوا کہ تم دونون شمس وقمر اور گیارہ بھائیون ستارون نے مجھے تحیہ کا سجدہ کیا۔ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا بیشک اس کو میرے پروردگار نے ٹھیک سچا کر دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ بھائیون کی تعبیر گیارہ ستارے سے جو والدین شمس وقمر کے ساتھ ہین ان کی خوبی و نورانیت کی دلیل ہے اور بلاشبہ قول اُن علماء کا اقوی واحسن ہے جو ان کے حق میں کوئی زبان درازی نہین کرتے اور گمان رکھتے ہین کہ شاید وے نبی ہون اور قولہ آثرک اللہ علینا۔ سے رازی وغیرہ کا استدلال کہ نبوت مین مشارک نہ تھے کچھ نہین ہے کیونکہ مدارج انبیاء متفاضل ہین اور خود یعقوب علیہ السلام مسلم پیغمبر نے انکو سجدہ کیا بلکہ برخلاف مزعوم کے اسمین دلالت ہے کہ شاید پیغمبر تھے کیونکہ تفاضل اسی صنف مین ہوا نہ باعتبار آدمیت کے بلکہ باعتبار صفت کے پس اصلی نبوت یوسف کو ہوئی اور یہ اتباع انبیاء ہے ورنہ افراد امت مین ان کی کوئی خصوصیت نہین ہو فافہم پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس بیان مین عجائب قدرت و احسانات الٰہی کا تذکرہ کیا۔ قَدۡ أَحۡسَنَ بِيٓ اور بیشک اُس نے مجھ بندے کے ساتھ احسان کیا۔ إِذۡ أَخۡرَجَنِي مِنَ ٱلسِّجۡنِ۔ جبکہ مجھے قید خانہ سے نکالا۔ یعنے جن وسائل و انعام سے اس عروج پر لانے کو خاصہ انعام تاویل و علم دیکر یہان پہونچایا۔ کبیر وغیرہ مین ہے کہ کنوین سے نکلنے کوئی وجہ سے شمار نکیا ایک تو بھائیون کو شرمندگی ہوتی اس سے نکالا کہ دوست سے بے ضرورت ناگوار بات کا تذکرہ دکرے اور دوسرے یہ کہ جب مینے نکلکر مملوک بنائے گئے۔ اور تیسرے یہ کہ وہان سے قید و تہمت مین پڑے پس انعام کامل جو قید سے اخراج ہے اور ابن عباس رضہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کنعان سے نکلکر بادیہ مین جا کر بسے تھے لہذا کہا۔ وَجَآءَ بِكُم مِّنَ ٱلۡبَدۡوِ اور احسان کیا کہ تم کو بادیہ سے یہان لایا۔ ابن کثیر رہ نے لکھا کہ ابن جریج وغیرہ نے کہا کہ یہ لوگ مویشی پالتے اور بادیہ مین رہتے تھے اور یہ مقام فلسطین کے قریب زمین عربات تھی اور بعضے کہتے ہین کہ حسمی کے نیچے شعب کے ایک طرف اولاج مین تھے اونٹ و بکریان مویشی کے ساتھ بادیہ مین رہتے تھے۔ اول احسان اس مین یکجا ہونے کا اور بادیہ سے زیادہ آرام شہر مین پانا اور قحط وغیرہ کے مصائب سے چھوٹنا اور ہر طرح کی مکروہات سے نجات ہے کقولہ ادخلوا مصر انشاء اللہ آمنین۔ اور سراج وغیرہ مین ہے کہ یہ بڑی نعمت ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالےٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اُس کو بادیہ سے منتقل کر کے شہری آبادی مین لاتا ہے اقول اس قول کے حدیث ہونے مین تامل ہے۔ اور عمر رضہ کا قول مشہور ہے کہ بدوی ہو کر ہم مین جفا آجاتی ہے یعنے سخت دلی و کج اخلاقی۔ اور اصل اس کی حدیث مین ہے کہ غلظت و جفا اہل بادیہ اونٹ والون مین ہے۔ اور حاصل یہ کہ تم سب کو متفق و یک دل وہان سے یہان لایا۔ مِنۢ بَعۡدِ أَن نَّزَغَ ٱلشَّيۡطَٰنُ بَيۡنِي وَبَيۡنَ إِخۡوَتِيٓ بعد اس بات کے کہ اُبھار دیا جھگڑا شیطان نے میرے درمیان اور میرے بھائیون کے درمیان۔ یہ ایک معذرت بیان کر دی کہ اہل ایمان والفت مین شیطان اس امر سے مایوس ہوتا ہے کہ کوئی اس کی اطاعت عبادت کرے ولیکن جھگڑا ڈالنے کو ہر وقت موقع تاکتا ہے پس بڑا جھگڑالو وہ ہوتا ہے جس مین کسی امر خیر کی ہوس دلا کر لڑائی ڈالے جیسے برادران یوسف رہ کے درمیان وسوسہ دیا کہ یہ دفع ہو جاوے تو تمہین اپ کی منظور نظر ہو کر درجۂ کرامت کو پہونچو وصالحین قوم ہو جاوگے۔ اور حدیث مین ہے کہ خبردار رہو کہ شیطان اس امر سے تو مایوس ہوا کہ کبھی تمہارے اس شہر مین پرستش کیا جاوے ولیکن عنقریب ایسا زمین اسکی پیروی ان اعمال مین ہو جائیگی جنکو تم حقیر سمجھتے ہو اور وہ کچھ راضی ہو جائیگا۔ الترمذی وصححہ۔ اور دوسری حدیث مین جزیرۂ عرب کا ذکر ہے

Marfat.com

کہ اس مین شیطان کی پرستش نہوگی ولیکن تمھارے درمیان تحریش کریگا۔ یعنی جھگڑے پر اُبھارتا اور واضح ہو کہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے فضائل مین ہے کہ وہان شیطان کی پرستش کبھی نہوگی اور جن لوگون نے اس زمانہ مین تقلید وغیرہ کے مسائل سے اہل مکہ و مدینہ کے حق مین شرک نکالا یہ جہالت ہے قابل التفات نہین اور وے لوگ اللہ تعالے سے ڈرین۔ ہان باقی بلاد عرب پر یہ حکم نہوگا کیونکہ صحیح مسلم مین ثابت ہے کہ آخر زمانہ مین قرب قیامت کے قبیلہ دوس کی عورتین اپنے بت کے گرد چوتڑ مٹکاتی پھرینگی۔ الحاصل اہل ایمان کے درمیان شیطان کا نزغہ و تحریش ہوتی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیون کے جھگڑنے کو اسی تحریش پر محمول کرکے انکو معذور فرمایا اور احسان آلہی بیان کیا کہ باوجود اس جھگڑے کے جسکا ظاہری رخ نہایت مخالفت تھی اللہ تعالے نے یکدل و متفق کردیا اور سب کو ساتھ جمع کردیا۔ اِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ۔ بیشک میرا رب نہایت لطافت سے تدبیر کرنے والا ہے جس کام کو وہ چاہے۔ یعنی جب وہ کوئی بات چاہتا ہے تو اسکے اسباب ایسے طور پر پیدا کرتا ہے کہ جو کچھ چاہے وہ ظاہر مین آسانی سے جمع ہوجاتا ہے اور وہی نتیجہ نکل آتا ہے اور کبھی ایسے طور پر لطافت سے یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے کہ اسباب کچھ نظر آتے ہین اور نتیجہ وہ نکل آتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ ازہری رح نے کہا کہ لطیف اسماے آلہی مین سے ہے اور معنی اس کے یہی ہین کہ جو امر چاہے اسکو لطف کے ساتھ پورا کردے اور عمرو بن ابی عمرو نے کہا کہ لطیف وہ ہے جو تیری حاجات امید ایک لطف کے ساتھ تجھے پہونچاوے۔ الحاصل یوسف و بھائیون کے درمیان نزغہ شیطان سے بہت بعید نظر آتا تھا کہ باہم شیر و شکر ہونگے ولیکن اللہ تعالے نے کمال لطف و محبت و طیب عیش و فراغ بالی کے ساتھ مع والدین کے جمع کردیا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس عظیم قدرت آلہی کا شکریہ و عظمت ظاہر فرماتے ہین کہ میرا رب جو بات چاہے اُسکے واسطے لطیف ہے یعنی لطف تدبیر سے آسان فرمادیتا ہے اگرچہ بہت مشکل نظر آوے۔ اِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ بیشک وہی علم والا ہے ہر چیز کی مصلحت و تدبیر کو جانتا ہے کوئی ذرہ کسی وقت کسی حال مین کسی زمانہ مین اس سے پوشیدہ نہین ہے۔ الْحَكِيمُ وہی حکمت والا ہے جسطرح جسوقت جو چیز جس شخص کے حق مین ہونی چاہیے اپنی حکمت و علم سے کرتا ہے۔ مسئلہ۔ جو چیز دنیا مین واقع ہوئی وہ سب مخلوق ہے اور سب کا خالق اللہ تعالے ہے اور جس نے گمان کیا کہ ہم اپنے افعال خود پیدا کرتے ہین وہ بیوقوف جاہل و مشرک خفی ہین اور ہمارے واسطے عقل و علم کے ساتھ بیان کی آیات اور دیگر آیات صریحہ جو سابق مین گذر چکین روشن دلیل ہین کہ خالق افعال اللہ تعالے ہے دیکھو کہا کہ اخرجنی من السجن پس قید سے نکالنا فعل آلہی قرار دیا اور جاء بکم من البدو مین ان سب لوگون کا آنا فعل آلہی قرار دیا کہ وہ تم سب کو لایا اور ایسے ہی مابعد مین بھی صاف ثابت ہے کہ وہی خالق ہے اور جو افعال جس بندے سے ہوئے وہی اس بندے کے افعال اسکے ساتھ ہین حدیث مین ہے کہ اگر نیک اعمال ہون تو اللہ تعالے کی حمد و ثنا کرے اور اگر بد ہون تو اپنے نفس پر ملامت کرے اور بعضے گمراہون نے مجوس کی طرح زعم کیا کہ بد اعمال کا خالق شیطان ہے اور شاید یہ قول لیا کہ نزغ الشیطان بینی و بین اخوتی۔ حالانکہ کچھ بھی دلیل نہین ہے اسلیے کہ وسوسہ و تحریش دلانا شیطان کے افعال مین سے ہے یعنے شیطان سے جو افعال پیدا کیے جاتے ہین یہ بد اعمال ہین اسی واسطے بعض فقہاء علماء نے کہا کہ شیطان اگر کسی بندہ پر ظاہر ہوکر نیک کام سکھلاوے تو ضرور اسمین بدی مضمر ہوگی کیونکہ وہ نیک اعمال کی پیدائش کا محل نہین ہے اور خالق ہر فعل کا اللہ تعالے ہے اور یہ مسئلہ بھی عوام پر مثل تقدیر کے مشکل ہوگیا بلکہ یہ بھی تقدیر کے مسئلہ کا جزو ہے شیطان خود کسی فعل کا خالق نہین ہے اور تو نہین دیکھتا جو اللہ تعالے نے اس حکایت سے فرمایا قولہ ما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلوموني ولوموا انفسکم الآیہ یعنے شیطان اپنے اتباع جہنمی لوگون سے کہیگا کہ میرا تم پر کچھ بھی قابو نہ تھا لیکن مین نے تم کو برائی کی طرف بلایا تم مان گئے تو مجھے مت ملامت کرو اور اپنے نفسون کو ملامت کرو اور واضح ہو کہ جو شریر اس

بات کے قائل ہین کہ یہان دو خدا ہین وہ بہت بدتر ہین اور اِنسے زیادہ وے لوگ بدتر ہین جو اپنے آپ کو بھی خالق جانتے ہین کہ ہم اپنے
افعال خود پیدا کرتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ اگر اللہ تعالے کے علم مین ہو کہ یہ شخص اتوار کو یہ بدکام کریگا تو کیونکر ممکن ہے کہ تو اتوار کو نیک کام
پیدا کرکے کیا تجھے غلبہ حاصل ہے اور اس صورت مین مسئلہ وہی تقدیر کا ہوا جسکا لامحالہ قائل ہوگا۔ اور واضح ہو کہ عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ صحابی نے راہ مستقیم کے معنے پوچھنے والون کو سمجھائے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تمام راہون مین سے نزدیک کی راہ پر یعنے
بہت چھوٹے خط مستقیم پر چھوڑا جس کا سرا جنت مین ہے اور اس کے دائین بائین پگڈنڈیان ہین انپر رجال بیٹھے لوگ ہین جو راہ مستقیم پر
چلتا ہے اُس کو پگڈنڈیون والے بلاتے ہین جو ان کی طرف گیا تو اس کو لے جاتے ہین برابر چلا گیا تو جہنم مین پہونچ گیا اور جو نہ گیا یا جاکر
لوٹ آیا پھر راہ مستقیم پر چلا گیا تو جنت مین پہونچ گیا۔ رواہ رزین یہ مضمون حدیث مرفوع مین بھی آیا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ ہر
طرح شہوات پر بلانے والے اصلی تو شیطان ہین اور ان کے ساتھ بہت لوگ نہایت کثرت سے اُن کی اتباع ہوگئے ہین وہ انسانی شیطان
ہین اور راہ مستقیم والون پر یہ لوگ بہت مضر ہین کہ ان کی باتون کو کان لگاکر آدمی سنتا ہے اور جان رکھو کہ راہ مستقیم تو ایک ہے اور وہ
ایک سے زیادہ ہو نہین سکتی اور راہہائے شیطانی بہت کثرت سے ہین کیونکہ دو نقطون کے بیچ مین مستقیم ایک خط ہوسکتا ہے اور کج
بہت بے انتہا ہوسکتے ہین اسی واسطے ایک راہ مستقیم کے لوگ تھوڑے ہین اور کجراہون پر بہت کثیر تعداد کے ہین اور واضح ہو کہ اس زمانہ مین
گمراہ لوگ دنیا مین ہر طرح کی خوشی کے ساتھ ٹیڑھی راہ پر لالچ دیکر بلاتے ہین اللہم ثبت اقدامنا وانت ارحم الراحمین۔ ف فی العرائس فلما
دخلوا علے یوسف۔ اُن کو برداشت غم فراق زیادہ کرنا پڑا تو اپنے قرب مین جگہ دی۔ یون ہی قیامت مین اہل صدق وصفا قرب منزلت
سے سرفراز ہونگے اور جس نے جفا نہ کیا اس کو قرب زیادہ ہوگا اگرچہ مغفرت مین اور دخول جنت مین یکسان ہون۔ بعض نے کہا کہ حصول
استقامت کے وقت عقل وروح کو عروج ہے جبکہ قلب محل انوار تجلی ہو جاوے اور نفس مطمئنہ وغیرہ ہر حال مین مطیع ہین اور بجائے
مخالفت کے وہ وقت موافقت کا ہے اقول اشارہ لطیفہ ہے فافہم۔ قولہ ورفع ابویہ علی العرش۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ ہر ایک کو اس کی
منزلت کی قدر بلند کیا جنکو حزن واندوہ مین مقاسات صبر زیادہ برداشت کرنا پڑا تھا اور یہ درجہ صدق ہے بخلاف بھائیون کے کہ وہ آرام
مین خوش تھے تو منزلت رفیعہ ان کو نہین ملی بلکہ کہا تھا کہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل۔ محمد بن علی رح نے فرمایا کہ جو کوئی مرید کو
اس کی منزلت سے زیادہ بڑھاوے اُس نے اس مرید کے حق مین برا کیا کیونکہ وہ بگڑ جاویگا اور اس کی ارادت طلب مین فرق
آجائیگا کیونکہ بعض صحابہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ ہم لوگ آدمیون کو اُن کے مرتبہ منزلت پر رکھین پس یوسف علیہ السلام نے
والدین وبھائیون مین سے ہر ایک کو اُس کے مرتبہ پر رکھا۔ اقول حدیث بالا حضرت ام المومنین عائشہ رض نے روایت کیا ہے ولیکن
اس مین یہ ہے کہ ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ ظاہر آنحضرت صلعم نے صریح حکم دیا ہو یا استنباط واستخراج ہو واللہ اعلم۔ قولہ خروا لہ سجدا۔ اب وہ
خواب صحیح ہوا جس کی تعبیر یہ ہے اور ان لوگون نے جب یوسف علیہ السلام پر آثار انوار عزت الٰہی دیکھے جو ملائکہ نے آدم مین دیکھے تھے تو
بے اختیار سجدے مین گر پڑے اور یہ فعل قصدی نہ تھا کیونکہ یوسف کعبہ الٰہی تھا جس مین بحکم فیہ آیات بینات مقام ابراہیم۔ ظہور
جلال وجمال قدس تھا اور یہ ویسا ہی مشاہدہ ہے جیسے ملکوت سماوی مین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشاہدہ کیا تھا ان لوگون نے
آیات ارضی مین دیکھا اور اگر اہل مصر بھی ان مین یہ تجلی دیکھتے تو وے بھی سجدہ مین گرتے اقول شیخ نے اس مقام کی تاویل مین ایک
دوسرا طور اختیار کیا جو بندہ گمان مین اس سے علیحدہ ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قولہ خروا لہ سجدا۔ مین ان لوگون نے یوسف علیہ السلام

کے واسطے سجدہ کیا ولیکن سجدہ اختیاری نہ تھا بلکہ ظہور تجلی عظمت وجلال وحسن وجمال سے یہ لوگ دیکھتے ہی سجدہ مین جھک گئے تو تعبیر خواب مشاہدہ ہوگئی۔ اسی واسطے کہا کما قال تعالے یاابت ہذا تاویل رویای من قبل۔ خاص یعقوب علیہ السلام پر اسکو ظاہر کیا اور کہا کہ قد جعلہا ربی حقا۔ اے ظہور واضح جس مین کچھ التباس نہین ہے اور نہ نقص کا معارضہ ہے پھر اللہ تعالے کے انعام بیان کرنے شروع کئے بقولہ قد احسن بی اذ اخرجنی من السجن۔ اور اس مین اشارات باطن ہین کہ بلا نفس کی قید سے اور خطرات شیطان کے پھندے سے نکالا۔ اور نیز قید خانہ امتحان وابتلاء سے محض باحسان وفضل نکالکر رضامندی ومغفرت ومعرفت کے تخت پر بٹھلایا۔ اور شیخ نے کہا کہ بھائیون کے قید خانہ جب کو ذکر نہ کیا تاکہ وہ خجل نہون اور قید خانہ تہمت کو ذکر کیا کیونکہ تہمت سے طہارت زیادہ اہتمام کے قابل ہے علاوہ اس کے جب مین لطف الٰہی بایجا جبرئیل ہوا اور سجن مین التفات بغیر اللہ سے گونہ عتاب کی صورت مین انعام ہوا اقول جو لوگ ازل سے اہل سعادت ہین انپر جو عتاب وگرفت بھی ہوتی ہے وہ بھی فضل وانعام ہوجاتا ہے کیونکہ نتیجہ قبولیت ہے اور جو لوگ اہل شقاوت ہین انپر جو بصورت فضل ورحمت ہے وہ بھی عتاب وعذاب ہوجاتا ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ ہم نے جو ان لوگون کو کثرت سے اموال واولاد دیے ہین ان کو فضل مت دیکھ بلکہ انما یرید اللہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا الآیۃ پس نتیجہ طرد وشقاوت ہے نعوذ باللہ من عذابہ تعالے۔ پھر دوسرا فضل ذکر کیا بقولہ وجاء بکم من البدو۔ اور اشارات مین سے ہے کہ بادیہ فراق وجفا سے وصال و اتفاق مین لایا اور یہ عین الجمع بعد تفرقہ ہے اور محل تمکین یا من بعد تلوین وابتلاء ہے۔ پھر کرم سے بھائیون پر سے جرم رفع کیا اور تقدیر الٰہی کے سپرد کیا ولیکن کمال ادب سے حق عز وجل کے عقد وذات کو کسی علت سے پاک رکھا اور کہا من بعد ان نزغ الشیطان۔ یعنی اولیاء کی طبیعت سے اعداء کی حرکات صادر نہین ہوتے بلکہ طبیعت کے اوپر کوئی چیز بغیر اختیار کے طاری ہوجاتی ہے پس اظہار کیا کہ ایک نوع غفلت سے نزغہ شیطان طاری ہوا جس نے چاہا کہ ہم بھی اس کے ساتھ مطرود ہون مگر رب تبارک وتعالے نے اپنے لطف سے ہمارے وشیطان کے جھگڑے مین ہم کو سرفراز کرکے درجے بڑھا دیئے اور مودت زیادہ صاف فرما دی لہذا کہا کہ ان ربی لطیف لما یشاء الآیہ۔ جعفر رح نے کہا کہ منجملہ لطف الٰہی کے ہے کہ بندون کو اپنی مشیت پر رکھا چاہے انکو عذاب دے اور چاہے عفو کرے چاہے نزدیکی عطا کرے اور چاہے دور کرے پس تمام مشیت وقدرت اسی کے لیے ہوئی دوسرے کو کچھ اعتبار نہین ہے پھر خالص بندون کے لیے محبت ومعرفت سے ایک لطف فرمایا۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ جب کی محنت سے خلاصی کا ذکر نہین کیا تو حکمت اس مین یہ ہے کہ قید خانہ کی محنت انھون نے اپنے اختیار سے لی تھی اور خود اختیار مین آفات ہین اور اس کے فتنہ سے نجات ایک نعمت غیر مترقبہ ہے تو اُس کا شکر ادا کیا بخلاف جب کے کہ وہ اضطراری تھا اس مین کچھ نہوا بلکہ بصاحبت جبرئیل علیہ السلام بشارات سے سرفرازی ہوئی۔ اسی کے قریب واسطی رح سے نقل کیا۔ اور استاد رح سے نقل کیا کہ جاء بکم من البدو سے اظہار کیا کہ بھائیون سے بعد جفا کے مجھے اب دیدار کی خوشی ہے۔ جعفر صادق رح سے ذکر اخراج سجن وعدم ذکر اخراج الجب مین ویسی ہی توجیہ نقل فرمائی جیسے سابق تفسیر مین مذکور ہوچکی ہے۔ القصہ حضرت یعقوب علیہ السلام مع بیٹون کے مصر مین رہنے لگے۔ شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر مین ذکر کیا کہ ابوعثمان النہدی نے سلیمان سے روایت کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب واس کی تعبیر مین چالیس سال کا وقفہ ہوا اور عبد اللہ بن شداد نے کہا کہ خواب کی تعبیر واقع ہونے مین انتہا کی مدت یہی ہے رواہ ابن جریر۔ اور نیز حسن رح سے روایت کی کہ یوسف علیہ السلام کی جدائی سے ملاقات تک اسی برس کا وقفہ ہوا تھا اس عرصہ مین حضرت یعقوب علیہ السلام سے کبھی حزن واندوہ دور نہ ہوا اور آنسو برابر گالون پر جاری رہتے تھے۔

Marfat.com

حالانکہ روے زمین پر کوئی بندہ اس وقت اللہ تعالے کے نزدیک حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ محبوب نہ تھا اور بروایت یونس عن الحسن رح تو اسّی برس. شاید کہ تین سال کسرات کے شمار ہون. اور بروایت مبارک بن فضالہ عن الحسن. یوسفؑ کنوین مین ڈالے گئے تو سترہ برس کے تھے اور باپ سے اسّی برس غائب رہے اور اس کے بعد تیئیس برس زندہ رہے اور ایک سو بیس سال کی عمر مین وفات پائی مین کہتا ہون کہ سراج وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ملاقات کے یعقوبؑ تیس برس جیے پھر اُن کی وفات کے بعد یوسفؑ تیئیس برس جیے واللہ اعلم. پھر ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ قتادہ نے کہا کہ دونون مین فصل پینتیس برس کا ہوا. محمد بن اسحاق نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ اٹھارہ برس غائب رہے اور اہل کتاب گمان کرتے ہین کہ چالیس برس کے قریب جدا رہے اور یعقوبؑ بعد ملاقات کے مصر مین سترہ برس جیے. اور لکھا کہ ابو اسحاق سبیعی نے بواسطہ ابوعبیدہ کے عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ بنو اسرائیل مصر مین تریسٹھ آدمی داخل ہوئے تھے اور جب موسے علیہ السلام کے ساتھ نکلے ہین تو چھ لاکھ ستر ہزار تھے. اور مسروق سے روایت ہو کہ تین سو نوے مرد و عورت مین ملا کر داخل ہوئے تھے محمد بن کعب القرظی نے عبد اللہ بن شداد سے روایت کی کہ اولاد یعقوبؑ چھیاسٹھ مرد عورت صغیر بچہ ملا کر تھے اور جب نکلے تو چھ لاکھ کچھ اوپر تھے مترجم کہتا ہو کہ ان روایات کے ذکر سے خود یہ مقصود ہو کہ جسقدر کلام الٰہی مین مذکور ہو وہ تو معلوم و متعین ہو اور باقی مورخین وغیرہ ہر ایک کے پاس اسقدر مختلف اقوال ہین کہ صحیح بات معلوم ہونا دشوار ہے البتہ اتنی بات یقینی معلوم ہوئی کہ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وحی سے ارشاد فرمایا ہو یعنی قرآن پاک تو یہ وقائع ضرور واقع ہوئے پس اہل کتاب کو اسمین شبہہ نہ تھا کہ یہ سب منزل وحی ہو اور باقی جزئیات کا علم اللہ تعالے علام الغیوب کو ہو کما سیاتی. اور واضح ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ مجھے میرے باپ دادا کے جوار مین دفن کیا جاوے پس یوسف علیہ السلام بذات خود متکفل ہوئے اور شام مین لا کر حضرت خلیل علیہ السلام کے پاس دفن کیا اور پھر واپس چلے گئے پھر اللہ تعالے نے یوسف علیہ السلام کی آخری دعا ذکر فرمائی بقولہ.

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟

اے میرے رب بیشک تونے مجھے دیا ملک سے اور سکھلایا مجھے خوابون کی تعبیر سے پیدا کرنے والے آسمانون اور زمین کے

اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝

تو میرا متولی ہو دنیا مین اور آخرت مین مجھے وفات دے مسلمان حالت مین اور ملا مجھے نیک بندون کے ساتھ

جب اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنی نعمت پوری فرمائی تو انھون نے ایک وقت ملاقات مین اپنے والدین و بھائیون کے سامنے اللہ تعالے کی نعمتون کا جو خاص انپر اور انکے ذریعہ سے ان سب پر فرمائی تھین بطور شکر و احسان الٰہی ظاہر کرنے کے بیان کین اور اُس دعا مین جناب باری تعالے سے دائمی ملک باقی آخرت کے لیے دعا مانگی اور دنیا کی نعمتون کا حوالہ دیا چنانچہ کہا. رَبِّ اے میرے پروردگار. قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ بیشک تونے مجھے دیا ملک سے یعنے ملک مین سے بعض کیونکہ تمام زمین کی سلطنت نہ تھی بلکہ ملک مصر پر حاکم تھے اور بعض نے کہا کہ حرف مِن زائد ہو اور بعض نے کہا کہ جنس کا بیان ہو. شاید کہ قسم بادشاہت سے مراد ہو کیونکہ وزیر اعظم تھے اور درحقیقت بادشاہ مصر دوسرا تھا لیکن اسطرح کہ جو یہ کہتے وہی ہوتا بوجہ اس کے کہ علم نبوت سے وہ خود محتاج تھا لہذا اللہ تعالے کے انعام کو بیان کیا کہ تونے مجھے ملک سے کچھ زمین سے مصر دیا یا ایک طرح کی بادشاہت دی یا زائد ہو تو یہ کہ تونے مجھے ملک دیا یعنے مصر اُسکی

بادشاہت دی ۔ وَعَلَّمْتَنِي اور تو نے مجھے سکھلائی ۔ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ احادیث کی تاویل سے یعنی خوابون کی تعبیر سے بعض حصہ یا جملہ احادیث مین سے صرف خواب کا حصہ پورا یا من زائدہ ہے کہ تو نے سکھلائی مجھے خوابون کی تعبیر یا احادیث سے مراد کتب و کلام الٰہی یعنے صحف ابراہیم وغیرہ مین بعض تاویل کیونکہ کلمات الٰہی ختم نہین تو پوری تاویل کسی کے امکان مین نہین ہے۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ایجاد کرنے والے آسمانون وزمین کے ۔ وہی خالق ہے کوئی اور خالق نہین جو اُس نے پیدا کیا اسی کی مخلوق ہے۔ الحاصل تو نے مجھ پر دنیا مین بڑے بڑے انعام کیے تو بڑا قدرت والا ہے یہ آسمان وزمین تو نے ہی قدرت سے پیدا کیے۔ أَنْتَ وَلِيّٖ تو ہی میرا ولی ہے یعنے لطیف وکریم ہے تو ہی لطف وکرم سے مجھ بندے کے کامون کا متولی ہے ۔ فِي الدُّنْيَا دنیا مین جیسا کہ بیان ہوا اور جب تک زندگی ہو ۔ وَالْآخِرَةِ اور آخرت مین بھی تو ہی متولی ہے تیرے سوائے کوئی مجھ بندے کا متولی نہین یعنے اور نہ ہو سکتا ہے۔ پس جیسے تو دنیا مین اس شان جمیل کا متولی ہے تو آخرت مین بھی تیرے کرم کی آرزو ہے وہان بھی تو ہی متولی ہے پس تَوَفَّنِي مُسْلِمًا مجھے وفات دے درحالیکہ مین مسلمان ہون ۔ وَأَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِينَ اور ملا دے مجھے اپنے صالحین بندون مین ۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیغمبر تھے اور معلوم کہ پیغمبر کی وفات اسلام پر ہوتی ہے مگر جناب کبریا و ذو الجلال والاکرام کی عظمت وتکبر کے سامنے عاجزی ومحتاجی کے ساتھ اس آرزو کی تمنا کی کہ تو نے مجھے دنیا مین اس لطف سے پالا ہے میرے رب اور ولی میرا دنیا ہو یا آخرت ہو تو ہی ہے تو اب آخرت کی آرزو باقی ہے کہ مجھے اسلام وایمان پر وفات دیدے وصالحین بندون مین مجھے بھی شامل کر دے تو آسمان وزمین پیدا کرنے والا بڑی قدرت والا ہر چیز پر قادر ہے ۔ صالحین سے مراد یا تو عام بندے صالحین مین یا اپنے باپ دادا مراد لیے ہون واللہ اعلم ۔ اور الحاق صالحین کی دعا مین کیا اچھا ادب ہے کہ مین بذات خود صلاحیت کے قابل نہین و لیکن مجھے تو اپنے فضل سے ان مین ملا دے یہ شان نبوت ہے والحمد للہ رب العالمین لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو حی لا یموت وہو ذو الفضل العظیم وہو علی کل شئ قدیر ما سوی کی ذات کو بقا اور اسی کی سلطنت پائدار ہے باقی سب کو فنا ہے عمر بن عبد العزیز نے اپنے خطبہ مین اشارہ کیا کہ کوئی آدمی فنا رکے لیے مخلوق نہین مگر فنا ہو گا بلکہ باقی رہنے کے لیے مخلوق ہے پس خوش حال ان بندون کا جو اللہ تعالے کے بے انتہا ملک مین اس دار محنت وامتحان کے بعد ابد الآباد ہزار دن نعمتون لازوال مین باقی چلے جاتے ہین کہ جنکی انتہا نہین ہے اور اللہ تعالے سے پناہ مانگتا ہون اُن لوگون کے حال سے جو اس دار محنت سے فنا ہو کر ابد الآباد ہزارون مصیبتون مین عذاب اُٹھائے چلے جاتے ہین کہ جنکے بہ نسبت یہ دنیا گویا انکے حق مین جنت تھی اے رب ہمارے ہم تیرے عذاب سے تجھ سے پناہ مانگتے ہین اور تو غفور رحیم ہے ۔ بیضاوی رح مین ہے کہ روایت کی گئی کہ یعقوب علیہ السلام مصر مین چوبیس برس رہے پھر وفات پائی اور موافق انکی وصیت کے خود یوسف علیہ السلام انکو شام مین لا کر قریب حضرت خلیل اللہ علیہم السلام کے دفن کر کے واپس ہوئے اور تیئیس برس جیے پھر ان کی روح کو ملک بقا کا شوق از حد ہوا یس موت اسلام کی تمنا کی پس اللہ تعالے نے انکو پاک وطاہر اس دار محنت سے وفات دی بعد اہل مصر نے ان کے مدفن مین جھگڑا کیا حتے کہ قتال کی نوبت آئی پھر اس امر پر صلح قرار پائی کہ سنگ مرمر کے صندوق مین کر کے بلندی نیل مین دفن کرین اسطرح کہ پانی انکے اوپر سے روان ہو کر مصر تک آوے پس دونون فریق اس متبرک پانی مین یکسان رہین پھر چار سو برس بعد حضرت موسے علیہ السلام نے انکو وہان سے نکالکر انکے آبا واجداد کے پاس لا کر دفن کیا اللہم صل علے نبینا ومولانا محمد وآلہ واخوتہ جمیع الانبیاء والمرسلین وسلم علیہم اجمعین ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک سو ساٹھ سال کی اور

حسن بصری رحمہ سے روایت ہے کہ عمر ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو پچانوے سال کی تھی۔ بیضاوی رحمہ نے کہا کہ راعیل یعنے زلیخا سے اُن کے تین اولاد ہوئی دو لڑکے افرائیم و میشا۔ اور ایک لڑکی رحمۃ جو ایوب علیہ السلام کی جورو تھی اور افرائیم سے نون اور اس سے یوشع علیہ السلام پیغمبر معروف بعد موسے علیہ السلام کے پیدا ہوئے ہیں۔ واضح ہو کہ حدیث صحیح مین دعا کا یہی طریقہ ہے جو تم یہان دیکھتے ہو کہ پیغمبر حق حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے اللہ تعالے کی ثنا و صفت و انعامات کا ذکر کیا پھر درخواست کی اور صحیح حدیث قدسی کا مضمون ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جس کسی کو میری یاد مشغول کرے اس کی درخواست سے تو مین اس کو سب سائلون سے افضل دیتا ہون دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی درخواست سے ذکر دیا د آلہی شروع کیا اور حدیث قدسی سے یہی ثابت ہے کہ جو کوئی ذکر مین ایسا مشغول ہو جاوے کہ درخواست یاد نہ رہے تو بھی علام الغیوب وہ بلکہ اس سے بہتر عطا فرماتا ہے اور شاید یہ معنے ہون کہ یاد آلہی مین ایسا مشغول ہے کہ دعا و درخواست نہین کرتا و لیکن دعا مخ عبادت ہے فافہم۔ پھر یہان یہ سوال مشہور ہے کہ قولہ توفنی مسلما الخ آیا درخواست موت ہے یا نہین ہے۔ تو رازی رحمہ نے کبیر مین و خطیب وغیرہ نے بہت تطویل کی اور مین عقلی خیالات مین اختصار و نقلیات کی تلخیص کے ساتھ ان فوائد کو ذکر کرتا ہون قال ابن کثیر رحمہ فی قولہ توفنی مسلما الخ محتمل ہے کہ یہ دعا وقت حضور موت کے ہو جیسا کہ سید المرسلین صلعم نے اللہم فی الرفیق الاعلے تین بار فرمایا کما فی الصحیحین اور محتمل ہو کہ مراد یہ ہو کہ توفنی مسلما اذا شئت۔ یعنے مجھے اسلام پر وفات دیجیو جب وفات دے۔ اور محتمل ہے کہ ابھی وفات مانگی ہوا و راسوقت تک جائز ہو۔ اور قتادہ نے کہا کہ ہری بھری تر و تازہ دنیا حاصل کر کے اگلے صالحین کے پاس جانے کا اشتیاق کیا اور ابن عباس رضہ کہتے تھے کہ قبل حضرت یوسف علیہ السلام کے کسی نبی نے موت نہین مانگی۔ شیخ رحہ نے کہا کہ ظاہر سیاق تو محتمل ہو کہ فی الحال موت طلب کی اور محتمل ہو کہ پہلے پہل انھین نے اسلام پر موت ہونے کی درخواست کی جیسے نوح اول مین جنھون نے کہا کہ رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنات مترجم کہتا ہو کہ میرے نزدیک یہ ہو کہ ہر نبی کو اسوقت وفات ہوتی ہے کہ وہ وفات کو حیات دنیا پر اختیار و پسند کرے اور تجھے معلوم ہو کہ شفقت انبیا خلق اللہ پر مزید ہو لیکن جذب شوق ملک آخرت ازید و لیکن تو جانتا ہو کہ حضرت موسے علیہ السلام نے طپانچہ مار دیا تھا فرشتہ کو جیسا کہ صحیح مین ہو اور اللہ تعالے نے کہا د کان عند اللہ وجیہا۔ پھر خوشبوے جنت سے اختیار کیا موت کو پس مقبوض ہوئے اور صحیحین مین ام المومنین عائشہ صدیقہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ کوئی نبی قبض نہین کیا جاتا جب تک اُسکو جنت مین اُسکا ٹھکانا نہ دکھلایا جاوے پھر وہ زندہ رہنا پسند کرے یا اس کو اختیار کرے چنانچہ آنحضرت صلعم نے خطبہ مرض مین فرمایا کہ اللہ تعالے نے ایک بندہ کو مختار کیا کہ دنیا مین رہے یا جو اللہ تعالے کے پاس نعمت ہے اس کو اختیار کرے پس اس نے اللہ تعالے کی نعمت قرب اختیار کی الحدیث۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام نے عیش و سلطنت و تخت و تاج کی رونق کے ساتھ جب صالحین کی سلطنت آخرت کو دیکھا تو علانیہ اس کو اختیار کیا پس کوئی نبی نہین ہے جسکو یہ اختیار نہ دیا جاوے غیر ازینکہ اور کسی کا اختیار کرنا علانیہ نہ تھا پس نہ یہان تمنا موت کی اور نہ کوئی سوال وارد ہوتا ہے اور ابن عباس رضہ کی روایت قتادہ کے یہ معنے ہین کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی اول ہین جنھون نے اعلان کے ساتھ اختیار کیا اور شاید دعا و تضرع مین یہ حکمت ہو کہ انبیاے سابقین کو غناے دنیا و سلطنت نہ دی گئی تھی پس حضرت یوسف علیہ السلام نے باوجود اس کے آپ کے ساتھ الحاق چاہا اور حدیث صحیح مین ہے کہ فقراے مہاجرین اغنیا سے پانچسو برس پہلے جنت مین داخل ہون گے و لیکن یہ قیاس انبیا پر نہین ہو سکتا کیونکہ حساب نصف یوم آخر ہزار برس کے دن مین اغنیا پر ہے اور فقرا بلا حساب اول نصف مین داخل جنت ہو جاوین گے واللہ تعالے اعلم۔

بالجملہ میرے نزدیک تو سوال وارد ہی نہیں ہے کہ موت کی تمنا کیون واقع ہوئی کیونکہ یہ اختیار آخرت ہے نہ تمنائے موت فافہم۔ اور ان لوگون نے لکھا کہ بہت سے مفسرین کا یہ زعم ہے کہ انبیاء مین انھین نے موت مانگی بدلیل قول قتادہ عن ابن عباسؓ اور رازی رحمہ نے کہا کہ مرد عاقل کی رغبت موت پر بوجوہ کثیرہ ہو سکتی ہے ایک یہ کہ لذت دنیا کا حاصل تین وجہ پر ہے اول مشقت ایسی چیز حاصل کرنا جو تمام دنیا مع اس کے جواہرات و خزائن کے کامل نہین اس پر بھی جلد زائل ہونے والی اور اس کو خود ہر دم زوال کا خوف پس حصول کی مشقت زائد و خوشی کم اور زوال کا غم سب سے بڑھکر۔ دوسرے یہ کہ جو حاصل ہوئی وہ ہر دم فکر و تردد سے ملی ہوئی ہے پس محنت و غم کے ساتھ خالص خوشی کا وجود محال ہے۔ تیسرے یہ کہ خلق مین سے اراذل و بے علم و احمق کو افاضل عالم عاقل سے بہت کچھ زائد حاصل ہوتا ہے خود دیکھو کہ حضرت یوسف علیہ السلام صورت و سیرت و علم مین سب سے بڑھکر اور ان پر ریان بن الولید بادشاہ تھا پس عاقل ان کدورات سے چھوڑکر خالص لذات حاصل کرنے پر توجہ کریگا اور وہ آخرت کی نعمتین ہین جو اسلام پر موت سے حاصل ہوتی ہین لہذا اسلام پر موت چاہی اور صالحین سے لحوق پر اطمینان کر لیا۔ وجہ دوم یہ کہ دنیوی لذات کھانا پینا و نکاح و ریاست مین منحصر ہے اول مین تمام جانور حتی کہ گوہ کا کیڑا مشارک و تھوک و رینٹ و درد اور پھوڑے وغیرہ آثار و ہر لذیذ غذا زبان سے اتری و فنا ہوئی اسکا وہ جو پیخانہ مین نکلا اور جسم تیار ہوا وہ مردار دھوپ مین سڑنے کی قیمت رکھتا ہے اور نکاح و اسکی لذات و نجاسات جنین خسیس جانور قوی تر ہین قابل بیان نہین۔ و ریاسات موجب عیب و مشقت و محض بچون کا کھلونا تو عاقل کے نزدیک متنفر ہے انکی تحصیل سے متنفر ہو پس عیش آخرت کی طلب مستقیم تو اسلام پر موت کی تمنا اسکی آرزو ہو گی اور روایت ہے کہ میمون بن مہران ایک رات حضرت عمر بن العزیزؒ کے پاس سوئے اس بادشاہ نے رات کو عبادت و گریہ و زاری کے بعد موت کی دعا مانگی اتنے مین میمون نے کہا کہ یہ بدعت ہے اور آپ کی زندگی مین مسلمانون کی آرام و راحت تو کہا کہ اے میمون جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ہر طرح دولت و عیش و ثروت کا استقرار ہوا تو دعا مانگی بھلا مین اس پیغمبر برحق کی اتباع نہ کرون۔ سوال ہوا کہ انبیاء کا اسلام پر مرنا متعین ہے تو بیفائدہ دعا ہو گی۔ رازی رحمہ و خطیب و کرخی نے کہا کہ نفس مطمئن و سینہ کشادہ و قلب سلیم اس حالت کمال پر وفات چاہی اور یہ بات کفر کے مقابل اسلام سے زائد ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تکلف ہے بلکہ ایمان یقین ہے اور وہی اسلام ہے لیکن اسلام اداے احکام بھی ہے اور ایمان محض یقین ہے ولہذا دعا مین ہے اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام یعنے حالت حیات مین وہ فرائض و واجبات و سنن و نوافل ادا کرتا ہے اور محرمات و مکروہات و چوری و رشوت و شراب خواری وغیرہ سے بچتا رہے۔ ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان۔ کیونکہ عین وقت وفات پر کوئی عمل نہین ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو راجح ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شاید یہی دعا مانگی کہ مین اسلام و طاعات و تقوے پر عمل کے ساتھ قائم ہون اس حالت پر مجھے وفات دیجیو جیسے تو نے لسبقت تکمیل انعام فرمائے مین اور سیاق دلالت کرتا ہے کہ باپ سے تاویل خواب و ذکر احسانات الٰہی کے سلسلہ مین یہ دعا بھی داخل ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور آیت مین دلالت ہے کہ اسلام و ایمان مین اصل مین فرق نہین ہے بلکہ عین تصدیق پر اسلام کے اعمال زائد ہین اور وہ داخل ماہیت نہین پس یہ لوگون مین ناحق اختلاف ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا اور اسلام و ایمان مین اتحاد نہین یا واحد ہین اور تحقیق وہی ہے جو اوپر اشارہ کیا گیا واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔ پھر جو جواب کہ رازی رحمہ وغیرہ نے دیا کہ اسلام کامل پر وفات کی دعا ہے یہ بھی مخدوش ہے کیونکہ پیغمبر کی وفات جس دلیل سے اسلام مقابل کفر پر ضرور ہے اسی سے ایمان کامل پر معلوم ہوا اور جو لفظ حدیث سے اختیار کرے اور رعایت ادب کبریائی الٰہی بہ استقامت

اسلام کے مترجم نے ذکر کیے وہ اولے ہین واللہ اعلم۔ حاصل آنکہ موت کی تمنا کرنا منع ہو اور تفصیل آتی ہو انشاء اللہ تعالے تو سوال ہوتا تھا
کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس آیت مین تمنا فرمائی ہے ولیکن یہان چار احتمال ہین جن سے فی الحال تمنا نہین معلوم ہوتی سواے
ایک احتمال کے پس اگر تسلیم کرلیا جاوے کہ مراد تمناے موت فی الحال ہے تو مین کہتا ہون کہ یہ کسی جزع و فزع و عدم رضا بتقدیر سے نہین
بلکہ اشتیاق لقاے صالحین ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ شاید یہ انکی شرع مین روا ہو لیکن ہماری شرع مین نہین جائز ہو چنانچہ ثلاثیات
امام احمد مین ہے حدثنا اسمعیل بن ابراہیم حدثنا عبد العزیز بن صہیب عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یتمنین
احدکم الموت لضر نزل بہ فان کان ولا بد متمنیا فلیقل اللھم احیینی ما کانت الحیوۃ خیرا لے وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لے۔ اور یہی حدیث
صحیحین بخاری ومسلم مین بھی موجود ہے مگر کسی قدر زیادتی کے ساتھ جسکو مین ترجمہ مین قوس کرکے اشارہ کرونگا ترجمہ یہ ہو کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہ چاہیے کہ تمنا کرے کوئی تم مین موت کی بوجہ کسی ضرر کے جو اُس کو لاحق ہوا ہو (کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو
زندہ رہنے سے اسکی نیکیان بڑھینگی اور اگر بُرے کام کرتا ہے تو شاید توبہ سے توفیق نیکی کی ملجاوے ولیکن یون کہے) اور اگر خواہ مخواہ وہ تمنا ہی
کریگا تو یون کہے کہ اے پروردگار میرے مجھے زندہ رکھ جبتک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے موت دیدے جب مرنا میرے حق مین بہتر ہو
مترجم کہتا ہے کہ ظاہر حدیث سے موت کی تمناے صرف ایسی صورت مین ممانعت ہو جب کوئی شخص کسی امر کروہ کے لاحق ہوجانے
سے موت مانگنے لگے تاکہ اس سختی سے چھوٹ جاوے اور یہ صرف قلت معرفت کا سبب ہو کیونکہ ایمان والا ضرور خوفناک ہوگا کہ دنیا مین اُسنے
رات دن بہت خطائین وافراط وتفریط کی ہے ایسا نہو کہ اس کے مواخذہ مین وہان کا عذاب اٹھانا پڑے جو نہایت سخت ہے تو یہ
مثل ہوجاوے کہ ایک بیوقوف گرمی کی دھوپ مین کھڑے ہوتے گھبرا کر بھاگا اور دالان کے تنور مین گھس گیا جس مین آگ بھری ہوئی تھی
اللھم انی اعوذ بک من عذاب جہالاتی وافراطی وتفریطی فان کل ذلک عندی وانت غافر الذنوب وارحم الراحمین۔ بالجملہ اس حکم کے
موافق تو حضرت پیغمبر خدا یوسف علیہ السلام کی دعا پر سوال نہین ہوسکتا کیونکہ انھون نے بدون نزول ضرر کے عیش وآرام وسلطنت
کی حالت مین محض شوق آخرت مین دعا مانگی تھی ولیکن امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے آپ نے ہم لوگون کو وعظ ونصیحت ایسی فرمائی کہ ہم لوگ نہایت رقیق ہوگئے پس سعد بن ابی وقاص
رونے لگے اور بہت زیادہ رو کر کہا کہ کاش مین مرگیا ہوتا پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے سعد بھلا تو میرے پاس موت کی تمنا کرتا ہے
اس بات کو تین مرتبہ فرمایا پھر فرمایا کہ اے سعد اگر تو جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو جسقدر تیری عمر دراز ہو اور تیرے کام اچھے ہون تو
وہ تیرے لیے بہتر ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت سعد رض نے بخوف اپنی تقصیرات کے جو ہر دم دہر روز و شب عبادت مین تصور ہوتا ہے
گھبرا کر موت کی آرزو کی پس اُس شفیق امت شافع شفیع رحیم وکریم خیر الخلق رسول برحق صلعم نے نہایت لطف ولطافت سے ارشاد کیا کہ
میرے پاس بیٹھکر موت مانگتا ہے یعنی میرے پاس بیٹھنا میرا دیدار میری خدمت میری زبان سے ایک کلمہ ایک دعا تیرے حق مین تیری تمام عمر و
صد ہزار عمر سے تیرے لیے بہتر ہو پھر ایک لطیف معرفت پر تنبیہ کی کہ مخلوقات جنت و دوزخ کے لیے پہلے سے مقدر ہین پس اہل جنت کچھ کرین وہ آخری
حالت پر جنتی ہین اور اللہ تعالے انکو کفر وشرک ونفاق سے پاک کرکے موت دیتا ہو اور جو شخص دوزخی ہو اسکی آخری حالت خراب دوزخی ہوتی ہو اور
اسمین اشارت ہو کہ اعمال سے کوئی دوزخی یا جنتی نہوگا بلکہ جو جنتی ہو اسکے لیے یہ اعمال علو مراتب وبے انتہا افضال حاصل ہونے کے لیے رحمت ہین اور
اہل جنت مین مراتب بیشمار ہونگے جیسے ہر ایک آدمی کی صورت دوسرے سے متفاوت ہو ایک عجیب قدرت آلہیہ سے کہ وہی ہاتھ پیر آنکھ کان ناک سر بال

ڈاڑھی دانت رنگ روپ اور تعداد مین حد با کروڑ گہر ایک دوسرے سے ممیز ہے اور اگر یہ بات آنکھون دیکھی نہوتی تو لاکھون اس زمانہ کے نیچر اس سے انکار کرتے۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اول حدیث مین الضر سے امر شاق و مکروہ عام ہے خواہ دنیا کے امور مین ہو یا آخرت کے خیال سے ہو۔ اور امام احمد نے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہ چاہیے کہ تم مین سے کوئی موت کی تمنا کرے اور نہ دعا کرے موت آنے کی قبل ازینکہ موت خود آوے مگر اس صورت مین کہ اس نے اپنے اعمال پر وثوق کر لیا ہو (یعنی یہ تو ممکن نہین کہ اعمال پر وثوق ہو تو ہرگز موت کی تمنا و دعا نہ کرے) کیونکہ جب تم مین سے کوئی مرا تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہین (یعنے بعد موت کے کوئی عمل نہین کر سکتا ایسا کہ جسپر یہان کے مثل ثواب ملے) اور مومن کو اس کے عمل سے کچھ اور نہین ملتا سوا بہتری کے۔ قال الشیخ تفرد بہ احمد۔ یعنی بالکل موت کی تمنا و دعا کرنے سے ممانعت ہے مگر ایک طرح اجازت ہے کہ ایسے اعمال کر لیے ہون کہ ان پر وثوق و اعتماد ہو۔ تو مین کہتا ہون کہ یہان دو صورتین ہین اول وہ شخص ایسا ہو جسکے حق مین اللہ تعالے کی طرف سے کوئی تصریح ہو کہ یہ جنتی ہے اور اسکے اعمال درجہ معتد و رتبہ تک ہین اور دوم وہ شخص ایسا نہو پس قسم دوم والا کس طرح جانے کہ میرے اعمال وثوق کے قابل ہین بلکہ اسپر واجب ہے کہ ہمیشہ اپنے اعمال کی نقص و خرابی اور تضیع اوقات و کثرت معاصی و آفات کا خیال رکھے تا کہ اگر درحقیقت جو احتمال ہو کہ شاید نفس کے خطرات جنکا اسکو خود امتیاز نہ ہوا تھا اور اخلاص مین فرق آیا تھا واقعی ایسے ہی اعمال ہین تو اللہ تعالے اپنے کرم سے اس کو اس وجہ سے معذور فرماوے کہ یہ بیچارہ خود عاجزی سے اقرار کرتا و خائف رہتا تھا پس بخشدے ورنہ جسکو غرور و اعتماد ہوا اور یہان نفس کا دھوکا ہو تو وہ گیا پس معلوم ہوا کہ عام ایمان والے اگرچہ ولی ہون کبھی اپنے اعمال پر اعتماد نہین کر سکتے ہین تو کبھی موت کی تمنا نہین کر سکتے بلکہ خائف اسوجہ سے ہون کہ عذاب نہو لیکن جسوقت کہ موت آجاوے اسوقت اپنے رب غفور رحیم کے فضل عظیم پر بھروسا کر کے اپنے آپ کو اسکے سپرد کرین اور نہایت نیک گمان رکھین جیسا کہ صریح حدیث صحیح مین حکم ہے اور حدیث قدسی مین ہے کہ جیسا کہ میرے بندے کا میرے ساتھ گمان ہے ویسا ہی مین اسکے ساتھ ہون۔ پس اتنا چاہیے کہ اسی کا بندہ رہے بحکم قولہ تعالے ان عبادی لیس لک علیہم سلطان پس شرک و کفر و نفاق سے پناہ مانگے۔ اب رہی قسم اول تو وہ جملہ انبیاء اور بعض صحابہ حضرت رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور سابقین امم مین جو کوئی ہون پس اس حدیث سے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی دعاء پر سوال وارد نہین ہوتا کیونکہ انکو وحی الٰہی و نبوت سے وثوق ہوا تھا فافہم پھر شیخ ابن کثیر رح نے اس مسئلہ مین تحقیق و تفصیل اسطرح لکھی کہ ممانعت کا جو حکم احادیث بالا سے ثبوت ہوا یہ اس صورت مین ہے کہ جب ضرر کہ اسی شخص کے ساتھ مخصوص ہو یعنی مثلاً بیماری یا تنگی رزق وغیرہ کی کوئی مصیبت فقط اس شخص پر ہو تو موت کی تمنا منع ہے اور جبکہ دین مین کوئی فتنہ پھیلا یعنی جیسے مترجم کے زمانہ مین بے انتہا فتنہ اکثر ملکون مین جہان جہان مسلمان بستے ہین پھیلا ہوا ہے تو لکھا کہ ایسی صورت مین موت مانگنا جائز ہے چنانچہ جب موسےٰ والے فرعون نے ساحرون کو قتل و سولی سے سخت دھمکایا کہ دین سے پھر جاوین تو انھون نے دعا مانگی قالوا ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین۔ اور جیسے حضرت مریم علیہا السلام نے وضع حمل کے وقت اس خوف سے کہ لوگ امر حق مین بہتان باندھینگے اور ایمان کا ضرر ہو تو کہا۔ یالیتنی مت قبل ہذا الآیہ چنانچہ یہی ہوا کہ یہود کہنے لگے۔ یا مریم لقد جئت شیئا فریا یا اخت ہارون ما کان ابوک امرأ سوء و ما کانت امک بغیا الآیہ۔ پس اللہ تعالے نے اپنے بندہ صالح عیسےٰ علیہ السلام کو مہد مین گویا کیا کہ مین اللہ تعالے کا بندہ و رسول ہون۔ اول اسمین ایک معرفت ہے کہ بندگان صالحین ازل ہی سے صالح ہوتے ہین انمین سے پیغمبر لوگ سب سے افضل ہین چنانچہ مہد مین اپنی رسالت کو بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے میرے رب نے کتاب انجیل دی ہے اور یہ سب مقدرات ازل ہین اور عجب کہ اسوقت کے نصرانی کچھ نہین سمجھتے اور تقدیر سے منکر ہین

Marfat.com

نعوذ باللہ من الکفر والشرک والنفاق ۔ اور شیخ نے لکھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث جسکو امام احمد و ترمذی نے خواب کا حال روایت کیا ہے اس مین دعا بھی ہے اس دعا مین یہ ہے اذا اردت بقوم فتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون ۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد اس حدیث سے وہ ہے جس مین آنحضرت صلعم نے رب تبارک وتعالے کو خواب مین دیکھا اور طویل حدیث ہے آخر مین دعا سکھلائی ہے جسکا جزو یہ ہے واذا اردت الخ اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ حسن ہے اور بعض نسخون مین حسن صحیح لکھا ہے کذا و ظاہر اصح نسخہ حسن ہے کیونکہ ابن الجوزی نے علل مین اس حدیث کے سب طریق لکھے اور سب مین کلام کیا اور دارقطنی وغیرہ کے اقوال لکھے کہ سب طرق ضعیف ہین اور بعد اسکے خود اسکو اپنی اسناد کے ساتھ مسند امام احمد سے باسناد روایت کیا اور لکھا کہ یہ اسناد حسن ہے پس ابن الجوزی رح جو بڑے متشدد ہین اس حدیث کو حسن کہتے ہین تو محتمل ہے کہ اسناد صحیح کے درجہ پر ہو بالجملہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسمین نہایت نفیس اسرار و معارف ہین اور ابن الجوزی رح کی روایت مین یون ہے کہ واذا اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون یعنی جب اے پروردگار تو اپنے بندون کے ساتھ فتنہ چاہے یعنی تیری مشیت و حکمت مین ہو کہ یہ لوگ راہ مستقیم چھوڑ کر فتنہ مین پڑین تو مجھے تو وفات دیکر اپنے پاس اٹھا لیجیو اس حال سے کہ مین فتنہ مین پڑا ہوں ۔ پس معلوم ہوا کہ فتنہ مین مبتلا ہونے سے پہلے مر جانے کی دعا کرنا جائز ہے اور دیکھو کہ بعد وفات آنحضرت صلعم کے جو وقت آیا اسوقت مقدر تھا کہ فلان و فلان قبائل عرب کے مرتد ہو کر ازین پھر مغلوب کیے جاوین پس اپنے رحیم پیغمبر کو اسوقت سے پہلے اٹھا لیا دفیہا فوائد جمۃ لمن یستطیع ان یاتی بہا الا بتوفیق من اللہ عز وجل ۔ اور شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے باسناد خود حضرت محمود بن لبید سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دو باتین ہین جنکو آدمی ناگوار رکھتا ہے ایک تو موت حالانکہ ایمان والے کے لیے فتنہ مین پڑنے سے موت بہتر ہے اور دوسرے مال کی کمی حالانکہ مال کم ہونے سے حساب مین کمی ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ ہر ایسی حالت و زمانہ کی گردش جس مین آدمی کو اپنی ضروری احتیاج مین فتنہ مین پڑنے کا خوف ہو وہان موت ایمان پر مانگنا بلا کراہت جائز بلکہ حسن ہے جبکہ کراہت نہ کرے ۔ اور شیخ نے لکھا کہ حضرت سیدنا امیر المومنین علی بن ابیطالب نے اپنی خلافت کے آخر زمانہ مین جب دیکھا کہ کام دین کا بناؤ نہین ہوتا اور کام روز بروز بدتر ہوتا جاتا ہے تو فرمایا کہ اللھم خذنی الیک فقد سئمتھم وسئمونی ۔ اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس لے لے کہ مین نے ان لوگون کو اکتا دیا اور انھون نے مجھے اکتا دیا ہے اقول یعنے جو کچھ تیری مشیت ان لوگون کے ساتھ ہے اسی پر یہ چلنے کو چاہتے ہین تو مجھے ناگوار بوجھ سمجھتے ہین اور مین بھی ان لوگون سے ملال آگین ہوتا اور اکتا تا ہون کیونکہ اہل معرفت ہمیشہ عوام و انکے برے خیالات سے اکتاتے ہین حالانکہ آنحضرت تو سید العارفین و امیر المومنین تھے اور خبردار کہ تو روافض کو مت دیکھ کہ یہ بالکل نصرانیون کے مشابہ ہین جو دعوے کرتے ہین کہ ہم عیسائی ہین حالانکہ بالکل الٹے جیسے توے کی سیاہی کہے کہ مین آفتاب ہون ایسے ہی تعجب کہ رافضی کہے کہ مین شیعہ علی ہون بلکہ شیعہ علی عارفین مومنین متبعین سنت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین ہین ۔ شیخ نے کہا کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری جامع صحیح کے ساتھ جب ایسا فتنہ واقع ہوا اور حاکم خراسان سے ان کے معاملات فتنہ انگیز واقع ہوئے جو کتب طبقات محدثین مین ثقہ روایات سے منضبط ہین تو بخوف فتنہ دین کے دعا مانگی کہ اللھم توفنی الیک ۔ اے میرے پروردگار مجھے وفات دیکر اپنے پاس بلا لے اقول پس خرتنگ قصبہ مین فوت ہوئے اور بعض عارفین نے خواب مین دیکھا کہ حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء کے درمیان سرراہ مع ایک جماعت صحابہ رضی کے گویا منتظر ہین تو عرض کیا کہ میرے ماں باپ فدا ہون کہ آپ یہان کس طرح ہین فرمایا کہ محمد بن اسمٰعیل کا منتظر ہون ۔ رحمہ اللہ تعالےٰ رحمۃ واسعۃ ۔ اور واضح ہو کہ ہمارے اصحاب حنفیہ مین سے بعض وہ لوگ جو خالی مسائل اعمال جوارح جانکر اپنی اصطلاح فقہ سے فقیہ ہو کر کسی تعصب کی مداخلت کی انھون نے اس موقع پر بخاری رحمۃ اللہ کی نسبت

جاہلانہ سائل کا بہتان باندھا تاکہ لوگ اُسے بدگمان ہوکر حقارت کی نظر سے دیکھیں تو بقول علامہ سبکی رحمہ اللہ کے تو سب اماماں دین وعلماء مسلمین کے ساتھ عقیدت ونیک خیالات رکھ اور ایسی بدگمانیوں سے اپنی عاقبت خراب نہ کر۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ بخاری رحمہ اللہ پر یہ الزام لگانا کہ موت مانگی تو یہ فقیہ نہ تھے یہ بھی چشم بصیرت اندھی ہونے کی علامت ہے اور بھلا عارف وجاہل مثل آنکھوں والے اور اندھے کے کہیں برابر ہوتے ہیں پس صواب یہ کہ ان کا اجتہاد ٹھیک تھا اور دقیق اجتہاد سے بدلائل احادیث صحیحہ انھوں نے فتنۂ دین کے وقت یہ دعا مانگی۔ اور شیخ نے لکھا کہ زمانہ خروج دجال میں ایسے ایسے ہولناک وسخت ودشوار امور ہونگے کہ دین کی سلامتی جیسے انگارے دانتوں سے چبانا سخت دشوار ہوگی تو آدمی قبر کے پاس گذریگا اور کہیگا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ یالیتنی مکانک یعنی کاش میں تیری جگہ ہوتا یعنے اس قبر کا مدفون میں ہوتا تو بہت اچھا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ اب تو وہی زمانہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے الٰہی تو قادر قوی وارحم الراحمین اور تجھی سے سب بھلائی کی اس بندہ کو آرزو ہے پھر شیخ نے ختم کیا یہ لکھکر کہ ابن جریر رح نے کہا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اولاد یعقوب جنھوں نے یوسف کے ساتھ (اور والد بزرگ کے ساتھ) کیا جو کیا تھا انکے واسطے انکے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے استغفار کیا تو اللہ تعالےٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور عفو کرکے ان کی خطیات کو بخشدیا قال الترجم بیشک میرا رب غفور رحیم ہے اور میں نے اوپر اشارہ کیا ہے کہ گیارہ ستاروں سے ان کی تعبیر ایسی چیز ہے کہ نبیا میں اور وے سب ایک حال پر ہوگئے ہیں تو بعد اُس کے کسی شخص کو مجال نہیں ہے کہ اُن پر فاسق وفاجر وکذاب وغیرہ بدزبانی کے الفاظ روان کرے۔ ف فی العرائس قولہ رب قد آتیتنی من الملک الآیہ۔ سب عزیز واقارب سے اور تمام دنیا وفیہا سے منھ موڑ کر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رب تبارک وتعالےٰ کی طرف رجوع لائے اور کہا کہ رب قد آتیتنی من الملک۔ وزارت مصر نہیں کہا بلکہ باشارت سلطنت نبوت وغلبہ وتسلط بقلوب مومنین وصفات ملکوتیہ سب کو شامل رکھا اگرچہ حقائق کلام ایسے معانی نورانی کو محتوی ہے کہ بطون تک رسائی دشوار ورنہ بیان دشوار ورنہ کون ہے جسکے لیے بیان ہوا اور عارف خود عارف ہے اور تاویل الاحادیث مشاہدۂ آیات ومعرفت سب کو شامل ہے پھر ہر چیز کو ہیچ کرکے عظیم قدرت وعجائب صنعت الٰہیہ کی طرف رجوع لائے بقولہ فاطر السموات والارض۔ پھر اپنی مخلوق ہونے سے جناب باری تعالےٰ کے افضال ورحمت پر کامل بھروسا کیا بقولہ انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ۔ پس دنیاوی انعام ومعارف اُخروی سلطنت ودیدار عیان کے آرزو پوری کی اور کہا کہ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین۔ اقول پس وفات تمام مخلوقات سے گم ہوجانا اور گم ہوکر مسلم نکلنا اور وہ اسطرح کہ وجہت وجہی للذی فطر السموات الآیہ۔ پس خالی گم تو احمق ہوکر جہنم میں جانا ہے اسی واسطے کافر کو مردہ سے تشبیہ دی گئی کیونکہ عالم کے آیات آفاق والنفس سے بھی گم ہے تو معرفت حق تعالےٰ سے جاہل اور وہی کافر ہے کیونکہ تمام عالم مشاہدہ آیات وجود حضرت [illegible] علیم ہے پس محض متوفی وگم شدہ ایک مردہ دیوانہ ہے اور مسلم متوفی عارف ہے لہذا وہ سب سے زیادہ عاقل ہوتا ہے اور نظر اسکی نور ظہور قدرت ہے اسی واسطے فراست مومن کو ناظر بنور حق فرمایا ہے اور شیخ رح نے کہا کہ وفات سے غیبوبت تمام حادثات ومخلوقات سے انوار الوہیت وجلال ابدیت میں چاہی کہ مجھ سے مجھ کو حق میں فنا کردے کہ میں تجھ میں نہ رہوں اور تو میرے لیے رہ جاوے پس بقا تجھی کو ہے اور انھیں صالحین میں داخل کردے جو ایسے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ عارف بحر العلوم نے شرح مثنوی میں شیخ ابن العربی ودیگر ائمہ سے نقل کیا کہ مخلوق کوئی ہو فانی ہوکر باقی ہونے سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کوئی ممکن مرتبہ واجب کو پہونچے بلکہ مخلوق اپنے حال پر مخلوق ہے مگر بقا اسکو بذات باقی عزوجل ہے اقول یعنی مثال اسکی قطرہ ودریا کی جہالت پر مبنی ہے جس سے عوام دھوکا کھاتے ہیں اور نوبت انکے کفر تک بلکہ بدتر پہونچ جاتی ہے اور یہ بڑا سخت فتنہ پھیل گیا ہے اور حق عزوجل پاک ہے کہ

کوئی مخلوق اُس سے ملجا دے جیسے قطرہ دریا میں بلکہ اصل اُس کی حدیث صحیح نوافل ہے جو بار ہا گذر چکی اور عوام کو نہیں چاہیے کہ اس میں قیاس لگادیں بلکہ اتنا جان سکتے ہیں کہ یاد حق میں خصوص تجلی ظہور میں خود فراموش ہوتے ہیں پس جو کچھ حرکات ان کی ہوتی ہیں سب قدرت الٓہیہ ہیں سننا و بیٹھنا و پکڑنا و چلنا و دیکھنا جیسے بعض نے کہا کہ سے تو خود حجاب خودی حافظا از میان برخیز۔ اور دوسرے نے فرمایا سے احمدا تا گم نہ گردی راہ نیست ۔ یہ معنے فنا کے ہیں جہان تک ہمارے خیالات کفر میں نہ جا پڑیں اور ان خیالات سے کیا فائدہ ہے اپنے آپ کو آراستہ کرو تو جس منزلت پر رب کریم ہو پہنچا دے خود احسان ہے ورنہ ان خیالات سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور خطرہ وخوف اسقدر زیادہ کہ کفر تک نوبت پہونچتی ہے تو عوام کو اس سے قطعی پرہیز واجب ہے واللہ تعالے اعلم سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ یہان تین باتین ہیں سوال ضرورت اظہار فقر۔ اکتساب فرض۔ اور کہا کہ میں نے لطیف ورحیم کو مسلم ہو کر بلا تدبیر ورجوع باسباب سپرد کیا۔ دینوری نے کہا کہ صالحین وہ لوگ جو صلاحیت ولیاقت دیے گیے واسطے حضوری کے اور اس سے خلقی وذہنی رعونت وبشریت ساقط کی گئی ہے۔ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ قولہ توفنی مسلما۔ ایسے شخص کا کلام ہوگا جو مشتاق ہو کر سوائے حق عزوجل کے کسی سے مانوس نہو۔ اُستاد رح نے کہا کہ پہلے تعریف الٓہی کو دعا پر مقدم کیا اور اہل ایمان کا یہی شیوہ ہے اور قولہ انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ میں بیان ہے کہ سر باطنی جملہ مخلوق سے منقطع ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس آیت کا تعلق ما سبق سے ایک لطافت کیساتھ یہ ہی کہ اول آیت میں اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام سے چند امور کا شکرانہ یاد دلایا از انجملہ قید محنت سے رہائی اور سلطنت پر رسائی اور بھائیون و والدین کی یکجائی پس قید خانہ سے توانقطاع تعلق بسبب کراہت کے ظاہر ہوا اور باقی چیزون سے بسبب پسندیدگی کے قلب کا تعلق ظاہر ہوا حالانکہ کمال ایمان زہد ہے کہ دنیا وما فیہا کی کسی چیز سے تعلق خاطر نہو پس اس آیت سے حضرت یوسف علیہ السلام کا باطنی حال ظاہر فرمایا کہ ان چیزون کو وہ پیغمبر صدیق بطور انعام الٓہی کے دیکھتا اور شکر کرتا تھا مگر تعلق اُسکو کسی چیز سے نہ تھا سوائے حق تعالےٰ عزوجل کے حتیٰ کہ اُس نے ان سب کو چھوڑ دینے کے لیے دعا فرمائی اور جنت وجوار رب العالمین میں جانے کی صریح تمنا کی پس جو لوگ کمال ایمان سے متصف ہوتے ہیں وہ ہر فرد بشر کے حقوق نہایت رحمت وشفقت سے ادا کرتے ہیں گویا ان کو ان چیزون سے کمال تعلق ہے مگر باطن ان کا مرتبط کسی چیز سے نہیں ہوتا اور خالص اللہ تعالےٰ کے لیے ہوتا ہے اور قلب کے کمال میں نفس واعضاء انسانی ایسے دشمن ہو جاتے ہیں کہ تن بدن انسان کو قید خانہ شحنہ اغیار وشہوات ہو جاتا ہے اور قریب ہے کہ وہ مار ڈالیں بسبب شدت تکلیف صبر کے اور اصل مادہ سے جدا ہو جاتے ہیں واللہ اعلم کہ عقل وروح کی مساعدت میں تزلزل ہوتا ہے ولیکن بعد تکمیل کے جب قلب پر تخت سلطنت سے جلوس ہوتا ہے تو یہ سب چیزین بصفت اتحاد واطمینان اس کے متوافق ومساعد ہوتی ہیں حتیٰ کہ ہر ایک عضو اپنے اپنے کار طاعت میں بلا مشقت مصروف ہوتا ہے اور روح اُس شکنجہ سے رہا ہو کر فارغ ہوتی ہے گویا علیحدہ ہے اور یہیں سے کہا گیا کہ انکی ارواح انکی اجساد ہوتی ہیں اور جسم ایک پردہ سے زیادہ نہیں ہوتا پس وہ وقت کسی چیز کے تعلق کا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ بندہ کا متولی امور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث النوافل میں ہے جب چاہا انکی روح کو منتقل فرمایا اور وہ ایک بے انتہا ملک قدس میں بے انتہا نعمتوں وانعام سے سرفراز ہوتی ہے سبحان من لا انقضاء لملکہ ولا ادراک لصنعہ وہو العلیم الحکیم۔ شیخ نے کہا کہ اُستاد رح نے فرمایا کہ آنحضرت علیہ السلام کو دنیا کے حال سے معلوم ہوا کہ ہر کمال کو زوال ہے اول جیسے آنحضرت علیہ السلام کے ناقہ کے دوڑ میں پچھڑ جانے کے وقت آپ نے فرمایا تھا کہ ہر چیز مرفوع کو اللہ تعالےٰ پست فرماتا ہے) پس آنحضرت نے وفات اس دار فانی سے طلب فرمائی اور کہا کہ خلوص کے نشانات میں سے بیان کیا جاتا ہے کہ عیش وعافیت کے وقت اشتیاق سے موت کی تمنا کرے

Marfat.com

جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب کنوین مین ڈالے گئے تو موت نہ مانگی اور جب قید خانہ کی مصیبت مین پڑے رہے تو کبھی وفات نچاہی اور جب سلطنت پر قائم ہوئے اور ہر طرح انکے امور نہایت ٹھیک ہوگئے اور بھائیون نے انکو سجدہ کیا اور تخت پر ان باپ کے ساتھ خوش بیٹھے تو کہا کہ توفنی مسلما۔ پس صریح ہے کہ مشتاق لقاے حضرت الٰہی جل شانہ تھے۔ یہانتک یہ نہایت نفیس قصہ جسکی تفسیر دنیا کی ابتداے پیدائش انسانی سے درمیانی کمالات ظاہری واعلیٰ تکمیل باطنی وحصول سلطنت آخرت کی صلاحیت مع احتراز از وساوس نفس وچاہ ضلالت وقید خانۂ شہوات ودیگر موانع ہے تمام ہوا غور سے دیکھو یہ احسن القصص ہے یقین کرو کہ اسپر عمل کرنے سے تم سلطان دنیا وآخرت ہو جاؤگے اے اللہ پاک ہمارے تم کو سمجھ وتوفیق عطا فرما دے۔ آگے حق تعالے نے بیان فرمایا کہ وہ بندہ پاک جو محض امی ہے جب اس نے یہ احسن القصص جسکی حکمتون کی انتہا کوئی عقیل نہین جان سکتا ہے اسطرح صاف صاف واقعہ بیان فرمایا گویا انکھون دیکھا ہے تو بیشک وہ رسول الٰہی وپیغمبر برحق ہے جس نے خالص وحی صادق سے بیان کیا اور وحی کو پڑھ دیا لیکن جو لوگ اندھے ہو کر آیات الٰہی پر کچھ غور نہین کرتے اور بے ایمان مرتے ہین انکو نفع نہوگا اور اللہ تعالے ہدایت راہ مستقیم فرماتا ہے بقولہ۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ

یہ سب ۔ غیب کی خبرون مین سے ہے جسکو ۔ وحی بھیجتے ہین ہم تیری جانب ۔ اور تو نہین تھا ۔ انکے نزدیک ۔ جب وے ٹھان چکے تھے اپنا مشورہ کار کا درحالیکہ وے

يَمْكُرُوْنَ ۝ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ

مکر کر رہے تھے ۔ اور کبھی نہین ہونگے بہتیرے آدمی ۔ اگرچہ تو حرص کیا کرے ۔ ایمان لانے والے ۔ اور نہین مانگتا ہے تو اُنسے ۔ اسپر کچھ ۔ اجرت

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ

ع ۱۱
۵

یہ نہین ہے مگر نصیحت سب عالم والون کے لیے ۔ اور بہتیری ۔ نشانیان ہین ۔ آسمانون مین ۔ اور زمین مین ۔ جنپر وے گذرے جاتے ہین ۔ مگر وے

عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ

ان نشانیون سے منھ موڑے ہین ۔ اور نہین ایمان لاتے ۔ بہتیرے انمین کے ۔ اللہ پر ۔ مگر انکو وے ۔ شرک کرتے رہتے ہین ۔ کیا وے نڈر ہو لیے اس بات سے

تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

کہ آ جاوے ۔ انپر چھا جانے والا ۔ اللہ کے عذاب مین سے ۔ یا آ جاوے انپر ۔ قیامت ۔ اچانک ۔ اس حال مین کہ انکو کچھ آہٹ نہ معلوم ہو

ذٰلِکَ یہ قصہ جو پیغمبرون کا واقعہ عمدہ طریقۂ زندگی دنیاوی ونفس کی تکمیل ونمونۂ عجائب علوم الٰہیہ کا بیان ہے اور ہزارون برس پہلے کا حال جس کا لوگون مین تذکرہ بھی باقی نہین رہا صرف خاص خاص تواریخ مین مخصوص ایک قوم بنی اسرائیل کے پاس مخزون ہے۔ حتی کہ یہودنے یہ خیال کرکے کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قصہ موسٰے وفرعون یا صالح وہود عوام کی شہرت پر بیان کرتے ہون تو اس قصہ سے قطعی عاجز ہون گے کہ عرب نے کبھی سنا بھی نہین اور نہ ان مین علم اور نہ تواریخ کا کبھی نام جانا صرف شاعری وگنوارون کی حرکات وکشت وخون کے عادی تھے رات دن ان کا یہی کام تھا حتی کہ اپنے دادا حضرت اسمٰعیل وابراہیم اور ان کے چال چلن سے بھی واقف نہ تھے جیسے اکثر گانؤن کے شیخ۔ سید کہ اپنے آپ کو شیخ یا سید بڑے دعوے سے کہینگے مگر یہ بھی نہین جانتے کہ شیخ کسکو کہتے ہین اور اگر صدیقی یا فاروقی سُن لیا تو اس کے معنے سے بالکل واقف نہین جب یہ حال عرب کا تھا تو یہودیون نے قطعی سمجھ لیا تھا کہ قریش کو کہلا بھیجین وہ محمد صلعم سے یہ قصہ دریافت کرین تو ضرور عاجز ہو جاوینگے مگر اللہ تعالے نے اُن کے کفر کی ناک

خاک آلود کی اور اپنے پیغمبر صادق محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی سے نازل فرمایا اور ایسی حکمت بالغہ کے ساتھ کہ یہود یون و دیگر کافرون
کا شرمندہ ہونا یا راہ شیطان چھوڑ کر ایمان سے فیضیاب ہونا تو اس کا ایک ادنیٰ فائدہ رہا اور نہایت اعلیٰ علوم و اسرار جو صالحین اہل
جنت کے لیے اس میں مندرج فرمائے وہ اہل ایمان کے نزدیک نہایت بڑا فضل آلہی ہے جسکا شکر ادا نہیں ہو سکتا اسی واسطے حق تعالےٰ
نے فرمایا کہ ذٰلک یعنی احسن القصص بیان جو اوپر مذکور ہوا۔ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ غیب کے اخبار میں سے ہے نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ اس کو ہم
وحی فرماتے ہیں تیری طرف۔ اور بعض دیگر قصص میں فرمایا۔ ما کنت تعلمہا انت ولا قومک من قبل ہذا۔ تو نہیں جانتا تھا اسکو وحی سے پہلے
نہ تو اور نہ تیری قوم۔ اور یہ اب قطعی دلیل ہے کہ قوم میں سے کوئی بشر واقف نہ تھا کیونکہ برملا اُن سے کہا گیا تھا تو اگر کوئی واقف ہوتا تو
جھٹلاتے حالانکہ تمام ملک عرب نے اس بات میں کچھ بھی نہیں جھٹلایا اور تسلیم کیا کہ کوئی ہم میں سے نہ جانتا تھا پس اس زمانہ میں جو بعضے
جاہل ملحد بہتان باندھتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل وغیرہ سے سن لیتے تھے محض ان ملحدون کی جھوٹ و بیوقوفی کی تقریر ہے کیونکہ قرآن مجید جب
سے نازل ہوا اسوقت تک متواتر چلا آتا ہے اور لاکھون کروڑون عرب و یہود و نصاریٰ اسکے دشمن تھے تو اگر کوئی بات خلاف واقع اسوقت
ہوتی تو کروڑون معترض بار بار اسی طرح نقل کرتے حالانکہ یہان ایک بھی معترض نہیں ہوا کہ یہ جھوٹ ہے فلان شخص جانتا تھا یا عرب کہتے کہ فلان
سے تو نے سنا ہے حالانکہ کمال حیرت سے اپنے خیالات کے موافق کہتے کہ کوئی جن سکھلاتا ہے تو وہ لوگ یہ اعتراض نہ کرتے کہ فلان آدمی جانتا
اور تم اس سے سیکھتے ہو جو اسوقت کے ملحد نے بالکل انصاف بیچ کے بالکل عقل و نقل کے خلاف بہتان باندھا اور اس کا بہتان ایسا ہے
جیسے کوئی کہے کہ حضرت عیسیٰ تو کبھی پیدا نہیں ہوا محض فرضی بات ہے اور تمام متواتر خبر کو جھٹلا دے تو سوائے اسکے کہ وہ بالکل شریر بے انصاف
جاہل ہے اور کیا کہا جاوے پس سچ بات یہ ہے کہ جو خبر متواتر ہو اسکا ثبوت قطعی ہے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا اور اسی دلیل سے ہم کہتے ہیں کہ
حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے مدینہ کے یہودی اپنے دشمنون پر آپ کے نام کی برکت سے فتح مانگا کرتے تھے
کما قال تعالےٰ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ الآیہ۔ تو توریت میں صریح آپکے فضائل و کمالات و معارف
و نشانات سب موجود تھے اور انھون نے تحریف کر کے اصل کو ضایع کر دیا۔ کیونکہ اُن کے منہ پر فرما دیا گیا کہ جھوٹون پر اللہ تعالےٰ کی
لعنت ہے تم لوگ پہلے تو محمد کے نام و برکت سے کافرون پر فتح مانگتے تھے اور اب اس سے کفر کرتے ہو۔ پس اگر ایسا نہ ہوتا تو وے لوگ
اُلٹا جھٹلاتے اور بڑے زور شور سے نعرہ کرتے کہ ہم پر بہتان جھوٹ باندھا جاتا ہے تو یہ کتاب کیونکر وحی ہوگی۔ حالانکہ اُنھون نے
اس بات سے کچھ بھی انکار نہ کیا اور یہ کہا کہ اِن گروہ دوسرا ہوگا تمھاری شناخت اس سے نہیں ملتی پھر کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام
کے بعد کوئی نہ ہوگا پھر اگر کوئی شخص ناانصافی سے مدعی ہو کہ ان میں سے کسی نے انکار کیا تو وہ بھی کروڑون کی زبانی متواتر ثابت
کرے جیسے ہم متواتر ثابت کرتے ہیں ورنہ اگر چند اوراق میں لکھ دیوے اور کہے کہ اُسے زمانہ کا انکار ہے تو وہ فریبی جھوٹا ہے یہ متواتر کہان ہوا اور
کروڑون دشمن موجود تھے تو انکار چھپا ہوا نہیں رہ سکتا اور متواتر کے یہی معنی ہیں کہ سب کو اسکا علم ہو اور یہان تو انکار کرنے والا ایک بھی معلوم
نہیں ہوا۔ اسی طرح قصہ یوسف علیہ السلام قوم عرب میں سے کسی کو معلوم نہ تھا اور کسی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں سُنا اور یہ بالیقین
متواتر ثابت ہے تو ظاہر ہو گیا جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ذٰلک من انباء الغیب۔ یہ قصہ اخبار غیب میں سے ہے۔ یعنی ایسے واقعہ کو تو نہایت
صحیح و صاف بیان فرماتا ہے جو تجھ سے غائب تھا۔ نوحیہ الیک۔ ہم اُسکو تجھے وحی کرتے ہیں کیونکہ باعلان سب جانتے ہیں کہ نہ تو پڑھا
لکھا اور نہ تو نے کسی سے سُنا اور نہ تیری قوم میں کوئی واقف تو ضرور ہم تجھے وحی فرماتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ اگر کسی سے سنکر بیان کرتے اور یہ دعویٰ

Marfat.com

کرتے کہ مین وحی الٰہی سے غیب کی خبر بیان کرتا ہون تو کسقدر نصیحت و شرمندگی کی بات ہوتی پھر ذرا تامل سے دیکھنے والا شیطانی وسوسہ سے الگ ہوکر انصاف کریگا کہ اول مدعی نبوت تو وہ ہوتا جس سے سُنا علاوہ اسکے بیان ایسے بلیغ معجز طریقہ سے کہ ہر ظاہری بات مین بکثرت اسرار جو آدمی کی دنیاوی زندگی حالات سے آخرت تک کے خطرات نفس و وساوس جو کچھ اس راہ مستقیم مین پیش آتے ہین سب کا اشارہ و اس کے علاج مندرج ہین یہ سوائے عالم الغیب کے کون جانتا ہے اور مین علماء اسلام سے کہتا ہون کہ راہ مستقیم پر ثابت قدم ہونے سے نور معرفت کے اُچک لینے والی چیزین جو تم کو مختلف اوقات و حالات مین پیش آتی ہین تم نے خوب دیکھا کہ قرآن پاک مین یہ عیب اور اس کا علاج کیسے معجزہ سے موجود ہے تو تم خوب جانتے ہو کہ کلام الٰہی جو معجز ہے اور نظم و معنے ہر طرح معجز ہے اس کا بڑا معجزہ تو یہ علم غیب ہے جس سے وہی واقف ہو سکتا ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و ہدایت سے آنکھین عطا فرمائین اور کافرون کو عاجز کرنے کے لیے بلاغت کلام نہایت کافی ہے کہ اگر ازل سے ابتک کوئی عمر پادے اور تمام درختون کے قلم بنا کر سمندرون کی دوات سے مشق کرے تو قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ کبھی اس نظم کے مثل نہ لاوے اگرچہ سب آپس مین مددگار بنجاوین یہ تو انکا حال ہے جو فصیح عرب ہون پھر نصرانی و یہودی جنکو زبان سمجھنے کی بھی لیاقت نہین وے بلاغت سے کیونکر اور کس مُنھ سے بحث کرتے ہین اور یہان تو نظم معجزہ حسی اور معانی معجزہ معنوی ایک سے ایک اعلیٰ ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین ہے کہ مجھے اُمید ہے کہ قیامت کے روز حقیقی ایمان والے میرے ساتھ مین بہت ہون گے بہ نسبت دوسرے انبیاء کے کیونکہ ہر پیغمبر کو ایسا معجزہ دیا گیا کہ اس کے مثل پر بشر ایمان لایا یعنی محسوس بادراک حسی واللہ اعلم ۔ اور مین جو دیا گیا وہ وحی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے وحی فرمایا ہے۔ حق تعالےٰ نے ان پر منکرون کو تنبیہ کرنے کے لیے فرمایا۔ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ تو نہین تھا ان لوگون کے پاس اِذْ اَجْمَعُوٓا اَمْرَهُمْ جب انھون نے اپنے مشورہ پر اتفاق کیا تھا یعنے برادران یوسف علیہ السلام نے قتل وغیرہ اختلاف کے بعد اتفاق کیا کہ کنوین مین ڈالین۔ وَهُمْ يَمْكُرُونَ اور ان کی حالت یہ تھی کہ مکر گانٹھتے تھے۔ باپ سے جنگل کے سیر کرانے کے بہانے لاوین اور جُبّ مین ڈالین جو ایسا کنوان ہے کہ اس مین کول مین جگہ بنی ہے کہ جو گرنے ڈوب نہ جاوے بلکہ کول مین رہے اگرچہ کچھ چوٹ آوے تو یوسف جب خود اُتار دیا جاوے تو چوٹ بھی نہ آوے گی وہان رہیگا کوئی مسافر نکال لے جائیگا جب تک نہ لے جاوے تب تک کھانا پہونچا دیا کرنا۔ مراد یہ کہ تو ان کے پاس مشورہ مین شریک نہ تھا تو ضرور تو نے ہماری وحی سے بتلایا اور اس مین منکرون پر تعریض ہے کہ کیسے مضطرب الحواس ہین خوب جانتے ہین کہ ٹھیک خبر دینا یا تو مشاہدہ سے ہو یا علم تواریخ وغیرہ سے خوب جانتے ہین کہ قوم مین نہ کوئی واقف نہ تاریخ اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محض اُمی تو پھر کیا یہ سمجھتے ہین کہ تو ان کے پاس موجود تھا جو وحی پر ایمان نہین لاتے ہین کیونکہ یہ تو صاف معلوم ہے کہ تو وہان نہ تھا اور اس سے زیادہ اُن کو یہ صریح ثابت کہ نہ تو نے تاریخ دیکھی اور نہ کسی سے سیکھا پھر شیطان اُن کو بہکاتا ہے کہ جن سکھلاتا ہے۔ انپر لازم ہے کہ احسن القصص و اُس کی شان دیکھین اور مانین کہ نہین بلکہ فرشتہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے وحی لاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نہایت شفقت سے حرص کرتے کہ لوگ ایمان پر ہو جاوین اور صحیح مین ہے کہ ایک نے آگ روشن کی رات مین تو کیڑے پتنگون نے اُس مین گرنا شروع کیا وہ ہر چند ہٹاتا اور دفع کرتا ہے مگر وے اسپر زور کرکے گرے پڑتے ہین اسی طرح میرا حال ہے کہ مین تمھاری کمرین پکڑ کے تمکو دوزخ مین گرنے سے روکتا ہون مگر تم سرکشی سے اسمین گرے پڑتے ہو۔ اور واضح ہو کہ عرب مین دستور تھا کہ جب قوم پر کوئی دشمن وغیرہ کے ناگاہ ہجوم کا سخت خوف کسی کو معلوم ہو جاتا تو وہ ننگا ہوکر چلاتا پس قوم سب آگاہ ہوکر راتی رات بندوبست کر لیتے تھے پس حدیث صحیح مین ہے

لہ قرآن نے تمام عالم کو تحدی کی کہ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ اور باوجود اس قدر بے دعوی کے اور باوجودیکہ اس زمانہ مین بڑے بڑے ماہر فن اور بلیغ و فصیح موجود تھے اور کسی نے اسکا ارادہ کیا اور اتفاق و جماعت کرکے کچھ بنانا چاہا تو آپس ہی مین اُنپر اعتراضات ہوے اور مقابلہ کے لیے ایک آیت بھی نہ بن سکی تو اس زمانہ مین کسی کا دعوی کرنا کہ مین اسکی مثل بنا سکتا ہون اکل دعوی باطل ہے ۱۲ سید جعفر علی گھنوی مصحح.

کہ جس قوم کو اس کے نذیر نے آگاہ کیا سب لوگ مختلف ہوئے بعض نے اس کو سچ مانا اور اپنے کو بچایا تو عافیت مین رہے اور بعض نے جھٹلایا تو ناگاہ ہجوم دشمن سے خواری و ہلاکت مین پڑے یون ہی مین تمہارے لیے نذیر عریان ہون (اشارہ کیا کہ مجھ دنیا سے تعلق ہو ن تم سے کچھ نہین چاہتا خالص شفقت سے تم کو نصیحت کرتا ہون) پس مین تمھین آگاہ کرتا ہون کہ تمھارے سامنے عذاب شدید ہے بچو بچو۔ یون ہی بہت احادیث ہین کہ آپ نے نہایت کرم اور کمال شفقت سے قیامت تک والون کو خلوص نیت سے نصیحت فرمائی ہی اور آپ کے اخلاص کا عظیم ثواب آپ کے واسطے اللہ تعالےٰ کی طرف سے رضوان اکبر حاصل ہے اب رہے لوگ تو مبارکباد اسکو جس نے نصیحت بدل و جان قبول کی اور راہ پائی اور وہ ثواب و راحت ملک آخرت حاصل کی جسکے واسطے یوسف علیہ السلام نے سلطنت ہیچ بلکہ قیدخانہ دیکھکر اُس کی آرزو مین دعا مانگی اور بلا کی و بربادی اُس کی جو اپنے زمانہ کے پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا اور مفت و خالص نصیحت و شفقت کو نہ سُنا پس وہ قطعی جہنمی ہے انھین کو انکے خالق عزوجل نے فرمایا۔ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ اے ما اکثر الناس بمومنین ولو حرصت علی ایمانہم۔ اور نہین ہونے والے بہتیرے آدمی مومن اگرچہ تو حرص کرے کہ کسی طرح ایمان والے ہو کر عذاب الٰہی سے بچین اور رحمت مین داخل ہون۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس عذاب کو دیکھتے ہین اور قاعدہ ہی کہ جو شخص کسی مجرم کی سزا کو آنکھون سے دیکھے کہ اسپر بیدارے جاتے ہین اور وہ بے بس بندھا ہوا ہر بار کی چوٹ پر نالہ و فریاد کرتا ہی اور اُس کی آل و اولاد اس کیفیت کو دیکھتے اور روتے ہین اور اس کے ماں باپ نہایت تڑپ رہے ہین اور بید کا خاتمہ نہ ہوا تھا کہ اسکے لیے پھانسی پر چڑھانے کا حکم ہوا تو کیسا ہی دشمن ہو اسپر ترس کرکے چاہیگا کہ یہ بچ جاوے پھر اگر کوئی دوسرا ابھی اسی مجرم کی حرکتین کرنے لگا تو جس نے پہلے کی سزا دیکھی ہے وہ کسقدر کوشش کرے گا کہ یہ نہ کرے اور ہر چند کہ سمجھانے مین چاہے یہ بدکار سختی سے پیش آوے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اگلے انبیاء مین سے بعضے ایسے تھے کہ اُن کے سمجھانے پر اُن کی قوم نابکار اُن کو پتھرون دانٹون سے زخمی کرتے کہ خون جاری ہوتا پس وہ خون پونچھتے جاتے اور کہتے جاتے کہ اے میرے پروردگار میری قوم کو بخشدے کیونکہ یہ لوگ جانتے نہین ہین یہ کمال شفقت ہے۔ یہان تک تو انکا امکان تھا پھر اگر اسی طرح انجان مرگئے تو پیغمبر کے قابو سے باہر ہوئے اور حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ جنھون نے میرے ساتھ شرک کیا انکو نہین بخشونگا اور فرمایا ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ یعنے عذاب سخت اللہ تعالےٰ اُن پر ڈالتا ہے جن مین سمجھ نہین ہے یعنے نورانی عقل سے معرفت نہین ہی اسی واسطے کمال شفقت سے پیغمبر چاہتے ہین کہ قبل موت کے ایمان لاوین ولیکن بہتیرے اسقدر کفر پر اڑے ہوئے عقل کے دشمن بنجاتے ہین کہ عناد سے کفر پر جمے رہتے اور کتنے ہی معجزات دکھلائے جاوین وہ ہرگز نہین مانتے ہین۔ آیت کریمہ مین اشارہ ہے کہ دنیا مین کفر کرنے والے اکثر ہون گے اور اقل مومنین ہون گے وقد قال تعالےٰ وقلیل من عبادی الشکور۔ اور ہر پیغمبر کے ساتھ بہت کم ایمان والے رہے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ قیامت مین بعض پیغمبر کے ساتھ دو ایک اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوگا۔ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور نہین مانگتا تو ان لوگون سے اس نصیحت پر کچھ مال مزدوری۔ یعنے اگر تو ان لوگون سے قرآن و موعظت پر کچھ مال طلب کرتا تو انکو ایک وہم ہوتا کہ اپنی دنیاوی غرض کے لیے ایسا کرتے ہین تو نے دنیا بالکل چھوڑ دی اور جسقدر خزائن و اموال آتے ہین سب لوگون پر تقسیم کر دیتا ہے حدیث صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے پاس ایک درم نہین رکھتے تھے اور کبھی دونون وقت تمام ای پیٹ بھر کے نہین کھایا اور باوجود اموال غنیمت و عشر و خراج کے کبھی فرش سونے کا ادنےٰ ہم لوگون کے مثل نہین بنایا پس قطعی ظاہر ہو کہ یہ قرآن جسکے آداب و اخلاق نہایت نفیس اعلےٰ درجہ کے ہین۔

سنہ فوز کو نصیب زیس … معرفت … کیونکہ فرعون و قارون وغیرہ کو دنیا کی آرائش و زینت و ساز و سامان مین بڑا الگ تھا جسکی انکی صناعیان و دستکاریان اب تک مشہور و معروف ہین مگر وہ معرفت سے بالکل بے بہرہ تھے دریں بے بہرگی انکی خسران کی باعث ہوئی کما قال اللہ منہ معجم

خالص نصیحت محض لوگون کی تہذیب و شائستگی آخرت کے لیے تھا کما قال تعالے ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ نہین ہے یہ قرآن مگر نصیحت و
وعظ لِّلْعٰلَمِيْنَ تمام عالمین کے لیے ۔ کسی شخص کی خصوصیت یا کسی قوم کی خصوصیت نہین ہے اس مین امریکہ و ترک و فرنگ و روس و مصر
و فارس و ہند و یورپ و ایشیا سب مثل عرب کے ہین سب کا استحقاق برابر ہے بخلاف دیگر کتب سماوی کے انکا پیغمبر ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا
تھا حتی کہ توریت و انجیل بھی فقط اولاد حضرت یعقوب ؑ کے لیے تھی ولیکن آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت گورے کالے سب کی طرف
یکسان ہے ۔ لوگون کو چاہیے کہ دشمن بنکر نہین بلکہ انصاف کی نظر سے تمام قرآن مجید کو دیکھین اور اپنے آغاز و انجام اور پیدائش و موت
و دنیا کی آرائش و فنا اور آخرت کی نعمت و لقا اور اللہ تعالے کی پاک صفات و اسکی نشانیان و علامات عقل کی آنکھون سے دیکھین غافل
نہون اور پروردگار رب العزۃ ان لوگون کی غفلت سے انکو بیدار فرماتا ہے بقولہ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ اور بہتیری نشانیان ہین ۔ فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانون و زمین مین ۔ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا کہ یہ لوگ انپر سے گذرتے چلے جاتے ہین کچھ غور و فکر نہین کرتے وَهُمْ
عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ اور وے ان نشانیون سے مُنھ موڑے ہوئے ہین ۔ یعنی آسمانون مین کواکب و سیارات و افلاک مدورات و شمس
و قمر مسخرات ہین اور زمین مین قطع متجاورات کوئی شیرین میوہ اُگانے والی اور بعض کھیتی اُگانے والی اور بعض ریتلی اور بعض شور سنجات
ہین بعضے حدائق و جنات اور کہین جبال راسیات اور تمام زمین کو محیط بحار زاخرات ہین اور حیوانات و نباتات و جمادات عجائب
مخلوقات احیاء و اموات ہین پس یہ لوگ اگر ان کو دیکھتے ہین تو اپنے ماکل و مشروبات و دیگر ہوسات فلزات و جواہرات کے نظر
سے دیکھتے ہین اور حسن قدرت خالق مخلوقات سے محض غافل حالانکہ ہر ایک چیز و اُس کی عجائبات اپنی واحد حی قیوم باقی دائم
پاک پروردگار کی قدرت و صنعت کے نمونہ جات ہین اُس کی توحید کے آیات ہین پس اگر غور سے دیکھتے تو جانتے کہ خالق عز و جل
وہی واحد قہار ہے اسی کے قبضہ قدرت مین سب مسخرات ہین کوئی چیز اُس کے مثل قادر نہین اور سب چیز فانی ہے کوئی اسکے شریک
نہین وہ بیٹا و جورو سب سے پاک ہے اس کی مشیت کے سامنے کسی مخلوق کی کچھ مجال نہین ۔ سبحان اللہ تعالے وہ کیسا پاک پروردگار
ہے کہ جس سے انکار کی کسی کو مجال نہین اور جب وہ موت دے تو کسی سے کچھ نہین ہو سکتا ۔ جب پوچھا جاوے کہ یہ آسمان و زمین
کس نے پیدا کیا اور یہ مختلف رنگ روپ کس نے بنائے اور یہ نظام عالم اس ترتیب و انتظام سے کس نے رکھا تو کہتے ہین کہ اللہ تعالے
نے جیسا چاہا پیدا کیا پھر کچھ غور نہین کرتے کہ یہان تک تو جیسا اُس نے چاہا وہی ہوا پھر آگے کسی اور کے چاہنے کے موافق کیون ہوگا
وہی ہوگا جو وہ چاہے تو رزق وہی ملے گا جو وہ چاہے اور اولاد وہی ملیگی جو وہ پیدا کر دے اور اُس کا ارادہ و حکم قدیم ہے تو ہر ایک
کے واسطے ہر چیز مقدر ہے اُس کی ذات و صفات مین تغیر نہین اور اس کا علم محیط اس سے کہین کسی وقت ایک ذرہ پوشیدہ نہین
کوئی اور کچھ کر نہین سکتا اور کسی کو مجال بولنے کی نہین اور وہی بولے گا جو وہ چاہے اور کسی کے بولنے سے کچھ تبدیل و تغیر نہوگا پھر کہان
بہکے جاتے ہو کہ جو بتون سے مانگتے ہو اور کہان بہکتے ہو جو حضرت عیسی علیہ السلام کو دوسرا خدا بناتے ہو اور کہان بہکتے ہو جو تمھارا یہ
خیال ہے کہ پیر پیغمبر ہماری قسمت بدل دین گے یہ تو بالکل ایمان و اعتقاد کے خلاف بات ہے تو تم تو ایمان لائے تھے کہ اللہ تعالے علیم و
خبیر قدیم ہے جو اُس نے چاہا وہ قدیم سے مقدر ہے وہان تغیر و تبدل نہین ہے اور پیر پیغمبر وہی عرض کر سکتے ہین جو وہ چاہے اور اسی وقت منھ
سے بول سکتے ہین جب وہ چاہے تو پھر یہ ایمان کے خلاف کیون برتاو کرتے ہو ۔ ایک طرف ایمان کا دعوے زبان پر اور ایک طرف خیالات و
افعال مین شرک ہے اسواسطے حق عز و جل نے فرمایا ۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اور نہین ایمان لاتے بہتیرے انمین کے اللہ تعالے پر

Marfat.com

إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ مگر آنکہ وے مشرک ہین۔ خوب جان لو کہ ایمان کے ساتھ شرک جمع نہین ہو سکتا تو شرک کرنے سے ایمان نہ رہا بلکہ تم مشرک ہوگئے جیسے ایک پیالہ پاک پانی اور ایک قطرہ نجس پانی ملکر سب نجس ہوگیا پاک نہین رہا۔ اب مین یہان عالمانہ خیالات کو ذکر کرتا ہون۔ واضح ہو کہ یہان سوال ہے کہ یومن باللہ تو تصدیق ایمانی ہے اور قولہ الا وہم مشرکون جملہ حالیہ ہے جو یومن سے لاحق ہے اور زمانہ حال و ذو الحال کا متحد ہوتا ہے تو حالت ایمان وہی شرک کی حالت ہوئی حالانکہ دونون کا مجتمع ہونا محال ہے۔ پس یہ اصل سوال ہے جسکو مفسرین نے مشکل خیال کیا اور مترجم کے نزدیک یہان کچھ بھی اشکال نہین ہے ولیکن آخر مین انشاء اللہ تعالے ذکر کرونگا۔ اول اقوال اہل تفاسیر کا خلاصہ ذکر کرتا ہون اور وہ چند قول ہین۔ اول قول ابن عباس رضی اللہ عنہ جو بخاری رحمہ اللہ نے صحیح مین تعلیقاً اور رزین رہ نے مسنداً روایت کیا کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہو کہ کس نے تم کو پیدا کیا اور کس نے آسمانون و زمین کو پیدا کیا تو کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے۔ پس یہ تو ان کا ایمان ہے۔ اور وے پرستش کرتے ہین غیر کی پس یہ ان کا شرک ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جمہور مفسرین نے کہا کہ نزول اس آیت کا اسی معنے مین ہے اور معنے یہ ہین کہ خالق اللہ تعالے کے خالق ماننے کو ایمان قرار دیا حالانکہ اسی کے ساتھ یہ اعتقاد بھی تھا کہ بتون کی پرستش کرنی چاہیے کہ وے اللہ تعالے کے یہان ہماری سفارش کرین اور مقصود انکا پتھر نہ تھے بلکہ بزرگ آدمی جو اولیاء و انبیاء سابق مین گذرے یعنی ان صالح بندون کی سفارش سے اللہ تعالے عز و جل ہم کو ہماری مرادین عطا فرماویگا لقولہ تعالے ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی یعنی مشرک کہتے تھے کہ ہم ان بندون کی پرستش فقط اسی غرض سے کرتے ہین کہ اللہ تعالے کے نزدیک ہمارا مرتبہ قریب کر دین۔ مگر اس قول پر بظاہر یہ اعتراض ہوتا ہو کہ اللہ تعالے کا ایسا اقرار کرنا ایمان نہین ہو کیونکہ اسمین اللہ تعالے کی قدرت و عزت کا انکار ہو جبکہ نیک بندون کے قبضہ مین یہ اختیار ثابت کیا کہ وے چاہین تو ہمارا مرتبہ اللہ تعالے کے پاس بڑھا دین تو موثر و مشیت و قدرت والا سوائے اللہ تعالے کے اورون کو بھی ثابت کیا اور انکو لائق عبادت جانا۔ پھر مین کہتا ہون کہ ابن عباس رضہ کے کلام سے خالی یہ معنی لینا کہ یہ مشرکین قریش کے حق مین ہے کچھ ضرور نہین ہے بلکہ جتنے لوگ اس زمانہ مین ایسے موجود تھے جو اللہ تعالے کو خالق مانتے تھے مگر کسی غیر کو بھی موثر جانتے تھے سب داخل ہین جیسے یہودی کہ عزیر کو بیٹا کہتے اور احبار و رہبان کو حاکم جانتے اور جیسے نصرانی کہ باوجود حضرت عیسے علیہ السلام کو بیٹا کہنے کے موثر سمجھتے ہین کہ وہ چاہے تو ہم کو بخشوا دیگا بلکہ ہم سب ہزارون گناہ کرین اُس نے ہمارے گناہ اپنے اختیار سے اپنے اوپر اوڑھ لیے پس یہ قریش کے مشرکون سے بھی بہت زیادہ ہے کہ نیک بندون کو ہمجنس اللہ تعالے کا کہا اور اللہ تعالے کے بے مثل و بے مانند ہونے سے انکار کیا اور اس کی پاکی سے انکار کیا اور مثل قریش کے غیر کو موثر بھی سمجھے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ دنیا مین سب دینون سے زیادہ نصرانی اعتقاد مین حماقت ہو کیونکہ جو خالق ہے وہ مخلوق سے پاک ہے حضرت عیسے علیہ السلام کے مثل ہزارون پیدا کر سکتا ہے تو بیٹا کرنے کی کیا ضرورت تھی اور بیٹا باپ کا مثل ہے تو خالق کو مثل مخلوق کے بنایا اور جورو اپنے خاوند کے ہمسر ہو تو یہ اس سے زیادہ بد اعتقاد ہوا اور جورو کے ذریعہ سے پیدا ہونا بیٹے کا محتاجی غیر کی ہے تو اللہ تعالے کو محتاج سمجھا اور طریقہ سے بیٹا ہونا ایک قسم کی نجاست کو ضرور شامل ہے تو یہ سب سے بدتر اعتقاد ہو اور سمجھتے جاؤ کہ اس مین کتنی باتین ہین کہ اللہ تعالے کے بندون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور وے زبان سے نہین نکال سکتے ہین پھر باوجود ایسی ظاہر باتون کے جب ان لوگون کا یہ یقین و اعتقاد ہو تو کسقدر کھلی ہوئی حماقت ہو نعوذ باللہ من ذلک۔ اور یہان سے تجھے صاف معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالے کی صفات مین سے جس صفت کو کسی غیر مین ثابت کیا تو اللہ تعالے کے ساتھ شرک ہوگیا اور غیر کی عبادت ہوگئی جیسے ثواب کے اعمال و

افعال مقرر کر دیا یعنے حکم فقط اللہ تعالے کا ہے لقولہ تعالے ان الحکم الا للہ پس جب عالم یا درویش کا قول اپنے اوپر حکم مان لیا تو اُس کی عبادت ہوئی جیسا کہ قولہ تعالے اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم۔ میں صریح مذکور ہو چکا ہے یہ تو حال اسوقت کے موجودہ لوگوں کا تھا اور قیامت تک جو لوگ اس قسم کے ہوں سب اس آیت میں شامل ہیں مثلاً کوئی شخص کسی بزرگ زندہ یا میت قبر سے اعتقاد کرے کہ وہ چاہے تو اللہ تعالے ہم کو بیٹا دے گا۔ اعتقاد اس کی مشیت کا اور تقدیر سے انکار ہے یعنے کسی شخص کو موثر وقادر سمجھنا کفر ہے بلکہ صحیح اعتقاد یہ ہے کہ جو اللہ تعالے چاہیگا وہی ہوگا اور جب اللہ تعالے چاہیگا تو ولی کو دعا کرنے کی قوت ملیگی ورنہ ولی کو دنیا تو درکنار خالی دعا کرنے کی قوت نہیں حاصل ہو سکتی کیونکہ خالق فعل اللہ تعالے ہے یا جیسے کسی عالم سے فتوی پوچھتے ہیں کہ چہ میفرمایند علماء دین یعنی جو تم فرماؤ ہم اسپر عمل کریں۔ بلکہ یوں کہو کہ اللہ تعالے ورسول نے شرع میں کیا حکم دیا ہے اس مسئلہ کا آپ بیان فرماویں اور اللہ تعالے آپ کو ثواب جمیل عطا کرے۔ شیخ حافظ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے معنی میں حضرت ابن عباس رض کا قول مذکور نقل کیا اور کہا کہ ایسا ہی قول مجاہد وعکرمہ وعطاء وشعبی وقتادہ وضحاک وعبدالرحمن بن زید بن اسلم کا ہے۔ اور صحیحین میں روایت ہے کہ مشرکین جب طواف کرتے تو اپنی تلبیہ میں کہتے کہ لبیک لا شریک لک الا شریک ہو لک تملکہ وما ملک۔ یعنی بدل وجان ہم تیری عبادت میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ہے سوائے ایسے شریک کے جو خود تیرا ہے تو اسکا مالک ہے وجو اسکی مملوک ہیں تو انکا بھی مالک ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب یہ لوگ کہتے کہ لبیک لا شریک لک۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُنسے کہتے قد قد یعنی بس بس اب نہ بڑھاؤ۔ مترجم کہتا ہے کہ لبیک لا شریک لک تک ایمان ہے کہ اللہ تعالے کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ اگر اسی قدر اعتقاد ہوتا تو یہ ایمان صریح ہے کہ اللہ تعالے کی ذات میں شریک نہیں اور صفات میں شریک نہیں ہے لیکن اسی اعتقاد کے ساتھ ہی اُن کا اعتقاد کچھ پُرانے نیک بندوں کے ساتھ بھی تھا اور ان کو ذات میں تو شریک نہیں مانتے تھے بخلاف بعضے نصرانیوں کے جو باپ بیٹا روح القدس یا باپ بیٹا جورو کا مجموعہ مانتے ہیں بلکہ صفات میں شریک مانتے تھے بلکہ یہ بھی کہتے تھے کہ تو اُس کا اور اُس کی مملوک سب کا مالک ہے ولیکن یہ شرک ہے اور منافی ایمان تو جب شرک بھی ساتھ ہی اعتقاد میں تھا تو ایمان کیونکر ہے پس بعض نے جواب دیا کہ محض تصدیق مراد ہے اور وہ ایمان مراد نہیں ہے جو مومنوں کا ہوتا ہے کیونکہ وہ ایمان تو شرک کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور خالی اللہ تعالے کی تصدیق مع شرک جمع ہو جاتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے نام ہے پاک ذات خالق آلہ جامع جمیع صفات کمالیہ کا جسکی ذات وصفات میں شرک ممکن ہی نہیں ہے تو تصدیق کرنا اللہ کی محض ایمان ہے اسکے ساتھ شرک جمع نہیں ہو سکتا ایسی ہی خالق کی تصدیق کے ساتھ شرک نہیں ہو سکتا کیونکہ خالق کا مصداق وہی اللہ تعالے ہے دوسرا ہو نہیں سکتا پس میرے نزدیک قولہ تعہ وما یؤمن اکثرہم باللہ کے معنے وما یدعی الایمان باللہ ہیں یعنی دعوے کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالے پر حالانکہ وے مشرک ہیں پس کوئی اعتراض وکچھ اشکال نہیں ہے اور اسی وجہ سے اہل کتاب یہود ونصاریٰ سے صریح نفی کر دی لقولہ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ الآیۃ حالانکہ وے اللہ تعہ پر ایمان کا دعوی کرتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب مشرک قریش نے یہ اعتقاد کیا کہ اللہ وہ ہے جسکا فلاں شریک ہے تو حقیقی اللہ تعہ خالق یکتا کا اقرار وتعین نہ کیا کیونکہ حقیقی خالق کا تو کوئی شریک نہیں ہے اسی طرح جب نصرانی نے کہا کہ اللہ وہ ہے جسکا عیسےٰ بیٹا ہے تو اسکا اللہ اسکی گمان کا ہوا کیونکہ حقیقی اللہ تعہ کا بیٹا ممکن نہیں وہ پاک ہے لہذا اللہ تعہ نے فرمایا وما یتبعون الا الظن وقال تعالے وما یتبع اکثرہم الا ظنا ہمین سے ثابت ہوا کہ نصرانی تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیغمبر کا بھی معتقد نہیں کیونکہ وہ ایسے عیسیٰ کا معتقد ہے جو بیٹا ہو اور رسول اللہ عیسےٰ مسیح ابن مریم تو اللہ تعہ کا بندہ ورسول ہے صلوات

Marfat.com

الله علی نبینا وعلیہ وعلی جمیع المرسلین۔ اس بیان سے تجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیت تمام منافقون واہل کتاب وریاکارون وغیرہ سب پر بھی صادق ہے حتی کہ جو لوگ مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہین مگر ذات وصفات مین علانیہ شرک کرتے ہین انپر بھی صادق ہے چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حسن بصری رحؒ نے اس آیت مین کہا کہ یہ منافق کا حکم ہے کہ لوگون کے دکھلانے کو عمل کرتا ہے حالانکہ یہ عمل شرک ہے لقولہ تعالے یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الآیہ۔ یہ قول دوم ہے اور قول سوم یہ کہ اہل کتاب کا بیان ہے اور مترجم کہتا ہے کہ مین نے وجہ اوپر بیان کر دی کہ وے ایمان کا دعوے کرتے ہین اور مشرک ہین اور اللہ تعالے نے انکے ایمان کی صریح نفی کر دی جیسا کہ آیت کریمہ اوپر مذکور ہوئی۔ اور بعض مفسرین نے اُن کے مومن ومشرک ہونے کی یہ توجیہ کی کہ جو کتاب موسی و عیسی علیہما السلام پر نازل ہوئی اس کو مان کر ایمان لانے والے ہوئے اور جب اپنے عالمون اور درویشون کی تقلید کی تو مشرک ہوئے کہ مسیح بیٹا ہے اور عزیر بیٹا ہے۔ اقول انبیاء وکتاب پر کہان ایمان لائے جبکہ اُن کی توحید نہ مانی بلکہ انپر ایمان لانے کا دعوے کیا اور ہین مشرک۔ قول چہارم یہ کہ شرک خفی سے شرک کا بیان ہے اور مین کہتا ہون کہ بطریق تعمیم اس آیت مین شامل کیا جاوے اور مشرکین واہل کتاب ومنافقین اس مین صریح شامل ہین اور وجہ یہ ہے کہ شرک خفی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کرنے والے کو خود معلوم نہین ہوتا تو اس مین عفو الٰہی کی اُمید ہے پس وہ دائمی کافر محض منکرون کے سیاق مین امید ہے کہ اللہ تعالی داخل نہ فرماوے اور اس شرک خفی کی تفصیل دراز ہے و انواع مختلف ہین اور بعض بہ نسبت بعض کے زیادہ خفی ہے ولیکن اسقدر سمجھنا ممکن ہے کہ صفات الٰہی جسقدر ہین ہر صفت مین یہ شرک ہوتا ہے اور مثال اسکی اسطرح ہے کہ مثلاً اللہ تعالی رازق ہے پس اگر کسی دوسرے کی نسبت یہ اعتقاد کیا کہ یہ رزق دیگا تو کھلا شرک ہے اور جیسے یہ زعم کیا کہ فلان پیر کا کونڈا کرو تو بہت مال ملیگا اور رزق مین فراخی ہوگی تو بھی اُس کے قریب ہے اور اگر کسی تاجر نے کچھ کام کیا اور اس کے یقین مین ہے کہ اس کام سے مجھے اسقدر رزق ملیگا یا کاشتکار نے کھیتی سے یا نوکر نے نوکری سے تو یہ شرک خفی ہے بخلاف اس کے بارش سے کھیتی اُگنے کا یقین کیا اسطرح کہ اللہ تعالے کی طرف نظر ہی نہین ہے تو دو حال ہین کہ اگر نظر باطنی ایسی ہے جیسے اسباب پر نظر ہوا کرتی ہے یعنے اللہ تعالے نے بارش کو کھیتی اُگنے کا سبب ظاہر کر دیا ہے پس یقین کر لیا ہے کہ اللہ تعالے اس عالم مین بارش سے کھیتی اُگاتا ہے پس جب پانی پڑا تو اُس نے زعم کیا کہ موافق عادت الٰہیہ کے اب کھیتی اُگیگی تو شرک نہین مگر غفلت از یاد حق تعالے ہے اور اگر پانی کی طرف اُگانے پر نظر ہے مگر اسطرح کہ اگر اس سے اسوقت پوچھا جاوے تو فوراً متنبہ ہو کر کہے کہ خالق اللہ تعالے ہے تو غفلت کے وقت شرک خفی تھا اب دور ہوا اور اگر یہ نہ ہو بلکہ مثل مشرکین عرب کے مطرنا بنوء کذا۔ اس ستارہ سے ہم پر بارش ہوئی یا انبت الربیع البقل۔ ربیع نے گھاس کھیتی اُگائی تو یہ شرک جلی ہے۔ اب مین ان احادیث پر اکتفا کرتا ہون جو شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر مین وارد فرمائی ہین۔ عروہؒ نے کہا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کی عیادت کو گئے جب اُس کے پاس گئے تو دیکھا کہ اُس کے بازو پر ٹونکے کا تسمہ بندھا ہوا ہے پس اُسکو توڑ پھینکا یا علحدہ کر دیا پھر یہ آیت پڑھی وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون مترجم کہتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ کے معنے مین یہ بھی داخل ہے حالانکہ یہ شخص مسلمان تھا جس کی عیادت کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تھے مگر یہ تسمہ جو باندھا شرک تھا پس اگر شرک جانکر باندھا ہوتا تو کفر ہو جاتا ولیکن مرض کے لیے باندھا تھا اور واضح ہو کہ دوا کرنا یہ جانکر کہ اللہ تعالے شافی ہے شرک نہین ہے اور ٹونکا باوجود اس سمجھنے کے کہ اللہ تعالے شافی ہے شرک ہے اور فرق دونون مین یہ ہے کہ ہم لوگون کو عقل وحواس پر کام کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور حواس سے معلوم ہے کہ سرد بلغم بڑھنے سے گرم دوا جو بلغم پکانے مین مستعمل ہے دینا اللہ تعالے کے حکم پر کام

Marfat.com

کرنا ہو انجلاف تمیمہ باندھنے کے کہ کوئی دلیل اسپر قائم نہین اور نہ طبابت سے سمجھ مین آتا ہے کہ کیون اس سے فائدہ ہو پس یہ شیطانی
فریب ہی ہے حتی کہ اگر جواس سے بطور علم طبابت کے کوئی چیز ایسی ہو جس مین اللہ تعالیٰ نے خاصہ رکھا ہو تو اس کا باندھنا اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ
اپنے فضل سے اس مین اثر عطا فرمادے اور مجھے صحت دیدے شرک نہو گا جیسے عود صلیب و بعض جواہر کی خاصیت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے
یا جیسے نا با کہ سیلان مواد و لعاب کا زہر اپنی جذب کرتا ہے باذن الٰہی عزوجل تو کچھ مضائقہ نہین ہے بخلاف اس کے نادعلی کے گنڈہ
حروف پر کوئی دلیل قائم نہین ہے اور جو لوگ تجربہ بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہان کوئی طبی علمی دلیل تو قائم نہین ہو سکتی مگر ہمارا تجربہ
ہے تو اُس کا جواب حدیث عبد اللہ بن مسعود رضہ مین آگے آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ پھر شیخ نے لکھا کہ حدیث مین ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ
کے سوائے دوسرے کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا رواہ الترمذی و حسنہ۔ مین کہتا ہون کہ یہ حلف لغوی مین ہے جیسے کہتے ہین کہ تیری جان
کی قسم اور تیرے سر کی قسم وغیرہ اور یمین جو فقہا نے لکھی ہے جس کی مثال یہ ہے کہ ایک غلام سے کہا کہ اگر تونے یہ کام کر دیا تو تو آزاد ہے
تو اس کو یمین کہنا اصطلاح ہے اور یہ درحقیقت شرط پر ایک حکم معلق کیا اور یہ جائز ہے حلف مین داخل نہین ہے پھر شیخ نے لکھا کہ امام
احمد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان الرقی والتمائم والتولۃ شرک۔ رواہ ابوداؤد وغیرہ ایضاً
یعنے رقیہ و لٹکانے کی چیزین و تولہ سب شرک ہین۔ اور امام احمد رح نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بی بی زینب سے روایت کی کہ
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایسی عادت تھی کہ جب باہر پیخانہ جاتے اور وہان سے آتے تو دروازہ پر پہونچکر
کھنکھارتے یا تھوکتے تاکہ اتفاق سے ہم لوگون کی حرکت ایسی نہ دیکھین جو انکو ناگوار معلوم ہو پس ایک روز آپ آئے تو عادت کے موافق کھنکھارے
اور گھر مین میرے پاس ایک بڑھیا عورت تھی جو میرے حمرہ کا جھاڑ پھونک گنڈا سے کر رہی تھی پس مین نے اس کو تخت کے نیچے چھپا دیا پس آپ
اندر آئے اور میرے پہلو مین بیٹھ گئے اور میرے گلے مین ایک گنڈا دیکھکر فرمایا کہ یہ ڈورا کیا ہے مین نے کہا کہ گنڈا ہے میرے حمرہ کا رقیہ کیا گیا ہے
پس پکڑ کر توڑ دیا پھر فرمایا کہ عبد اللہ کے اہل و عیال کو ایسے شرک کی ضرورت نہین ہے مین نے آنحضرت صلعم سے سُنا کہ آپ
فرماتے کہ رقیہ و تعویذ لٹکانے کے اور تولہ شرک ہین پس مین بولی کہ آپ تو اسطرح کہتے ہین اور مین نے تجربہ کیا کہ میری آنکھ پھڑکتی اور
چونا ہیاتی تھی پس مین فلان یہودی کے پاس جاتی وہ رقیہ کر دیتا پس جب وہ رقیہ کر دیتا تو ٹھہر جاتی پس جواب دیا کہ ارے یہ
فقط شیطان کی حرکت تھی وہ تیری آنکھ مین اپنے ہاتھ سے چوبکتا تھا جس سے اسکی یہ کیفیت ہوتی تھی پس جب یہودی کافر نے رقیہ کیا تو وہ
ہٹ جاتا تھا۔ اور تجھے تو یہی کافی تھا کہ تو یون کہتی جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اذہب الباس رب الناس اشف
وانت الشافی لاشفاء الا شفاءک شفاء لا تغادر سقما۔ یعنے دور کر دے اس دُکھ کو اے رب آدمیون کے شفا دیدے اور تو ہی شافی ہے
شفا وہی ہے جو تو شفا دیوے ایسی شفا دیدے کہ کچھ سقم نہ چھوٹے۔ رواہ احمد مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ گنڈے تعویذ وغیرہ مین جو لوگ
اثر بیان کرتے ہین اور اپنا تجربہ ظاہر کرتے ہین وہ قہر الٰہی عزوجل مین گرفتار ہین اسطرح کہ انپر شیطان مسلط کر دیا گیا پس اس نے پہلے
اور یہ جھاڑ پھونک و گنڈے و رقیہ پر آمادہ ہوا اور اسکو عمل مین لایا اور شیطان نے چھوڑ دیا پس یہ شخص بسبب شرک کے ایمان سے مردود
ہوا اور دوسرے لوگون کے لیے فتنہ ہو گیا انمین سے جو جنتی مومن ہین انھون نے اُسکو اور اسکے تجربہ کو پٹکدیا اور عقل پر ثابت قدم رہے
اور اللہ تعالیٰ عزوجل پر ایمان کے ساتھ اُسکے فضل و ہدایت سے ثابت رہے اور جن لوگون کے حق مین بدبختی لکھی تھی انھون نے اسکا کہنا مان کر اپنا
ایمان کھویا پس یہ آدمی بدبخت اوروں کے حق مین شیطان سے زیادہ مضر ہو گیا۔ اور واضح ہو کہ اصلی توجہ شیطان کو ہر وقت ان لوگون پر ہے

له تمائم [illegible]

جو ایمان رکھتے ہین اور رہے وہ لوگ جو کفر و نصرانیت و یہودیت وغیرہ سے اشد کفر و شرک مین مبتلا ہین انکو گنڈے تعویذ پر اعتقاد دلا کر شرک کرانے سے وہ بے پرواہ ہے مگر اللہ تعالے اپنے بندون کو شیطان سے محفوظ فرماتا ہے یعنے شیطان بھی قبضۂ قدرت آلٰہیہ جل جلالہ مین مسخر ہے اُسکو خود کوئی طاقت نہین ہے پس ایمان والے بندے اپنے پروردگار سے عاجزی سے عرض کرتے ہین کہ اے رب ہمارے ہم تجھی سے تیرے قہر و غضب سے پناہ مانگتے ہین اگرچہ ہمارے اعمال برے ہین اور ہم خطاوار ہین مگر تو غفور رحیم ہے ہم کو بخشدے اور ہم سے درگذر فرمادے پس اللہ سبحانہ تعالے ارحم الراحمین انپر ہمیشہ رحم فرماتا ہے اور ان کے بہارے گناہ بخشا رہتا ہے پس جب قہر نہین تو قہر کا ظہور بذریعہ شیطان کے تسلط کے انپر نہین ہو سکتا فسبحان من تحیرت العقول فی شانہ لا الٰہ الا ہو العزیز الحکیم۔ شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے عیسے بن عبد الرحمٰن سے روایت کی کہ مین عبد اللہ بن حکیم کی خدمت مین عیادت کو حاضر ہوا آپ بیمار تھے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ کوئی تعویذ لٹکایئے آپ نے فرمایا کہ مین تعویذ لٹکاؤن حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی کچھ لٹکاوے اسی کے سپرد کیا جاویگا رواہ النسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ اقول جب اس چیز کے سپرد کیا گیا تو شیطان نے تسلط پایا پس برباد ہوا اور واضح ہو کہ ایک جماعت علماء نے تعویذ مین تفصیل فرمائی ہے اسطرح کہ تعویذ دو قسم کے ہین ایک وہ کہ جنمین کوئی آیت قرآنی لکھی گئی یا حدیث کے دعا لکھی گئی اور دوم وہ کہ کوئی دوسری عبارت یا نام در دائیل دفیلاؤس و فالیطوس وغیرہ یا ہندسہ نقش ہین پس دوسری قسم حرام و شرک ہے اور اول قسم مین دیکھا جاوے کہ ایسا تو نہین ہے کہ آیات مین سے بعض لفظ و نکڑا کسی مقام کا اور دوسرا کسی دوسری آیت کا یا بے سلسلہ آیت کو ملا دیا گیا جیسے اکثر جاہلون کے پاس دیکھنے مین آئے تو یہ بھی حرام و شرک ہو گئے اور اگر آیات صحیح طریقہ سے ہین اس قسم کی تحریف و تغییر و تبدیل نہین ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر اسکی نیت ہے کہ اس کلام شرک کی برکت بچہ کے ساتھ ہے جو پڑھ نہین سکتا ہے تو مضائقہ نہین ہے اور اگر شرک کا خیال ہے تو نہین جائز ہے اور شرک کا خیال یہان یہ ہوتا ہے کہ لوگون نے دروغ حکایتین بنائی ہین کہ اس سے یہ ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے تو یہ علم غیب کی باتین سوائے اللہ تعالے واسکے رسول پاک کے صلے اللہ علیہ وسلم دوسرون سے شرک ہے۔ قال الشیخ اور امام احمد رح نے عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا تمیمہ دراصل پوت و تمام تندرستی وغیرہ کے خیالات عرب مشرکین کے تھے۔ دوسری روایت مین ہے کہ جس نے تمیمہ لٹکایا تو اللہ تعالے اسکے لیے پورا نہ کرے اور جس نے ودعہ لٹکایا تو اللہ تعالے اسکے لیے ودع نہ کرے۔ اقول جب بعید دعا آنحضرت صلعم کی موجود ہے تو خلاف جواز جس نے تمیمہ لٹکایا قطعاً اسکو فائدہ نہوگا مگر آنکہ وہ بے ایمان ہووے۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مین شرک سے پاک بے پرواہ ہون جسنے کوئی کام ایسا کیا جسمین میری نیت کے ساتھ دوسرے کو شریک کیا تو اسکو اسکے شرک کے ساتھ چھوڑتا ہون رواہ مسلم یعنی اصل کلام اغنی الشرکاء عن الشرک ہے یعنے جتنے لوگ میرے ساتھ شریک بنائے جاوین ان سب سے مین پاک بے پرواہ ہون پس اس عمل کو مین ہمیشہ چھوڑ دونگا پس عامل اپنے شریک کے ساتھ رہ جائیگا۔ اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ قیامت کو منادی ندا کریگا جسنے کسی کام مین شرک کیا اور غیر کو اللہ تعالے کے ساتھ ملایا تو وہ اسکا ثواب غیر سے مانگے۔ واضح ہو کہ ریا ایک سخت شرک ہے اللہ تعالے اس سے بچاوے کہ کوئی نیک کام کیا اور نیت یہ کہ دوسرے کو دکھلاوین تو یہ کام اسی دوسرے کے لیے کیا پس اسی کی عبادت ہوئی حالانکہ یہ دوسرا کچھ نفع و ضرر بدون حکم آلٰہی تعالے کے نہین پہونچا سکتا۔ امام احمد نے محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزون سے مین تمپر خوف کرتا ہون ان میں سخت خوف کی چیز تمپر شرک اصغر ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا کہ ریاکاری یعنے دوسرے کو دکھلانے کے واسطے کوئی نیک کام کرنا پس قیامت کو حکم ہوگا کہ اے

ریاکار وجاؤ جنکو دنیا مین دکھلاتے تھے دیکھو اُن کے پاس تم کو کچھ ثواب ملتا ہے مترجم کہتا ہے کہ لوگون مین شگون بھی بہت کثرت سے
جاری ہین اے رب ہمارے ہم پناہ و مغفرت مانگتے ہین چنانچہ چھینک و آنکھ پھڑکنا اور عورت کا راہ کاٹنا اور چھپکلی اور مانند اسکے بکثرت
ہین اور جیسے گھر کی نحوست اور بدھ کو نئے مکان مین نہ آنا اور یون ہی سیکڑون کی تعداد مختلف شہرون و ملکون مین پہونچ گئی ہے اور یہ
بلاشبہہ وہ چیزین ہین کہ ایمان کو مفت کھا جاتی ہین اور ہرگز اُن مین سے کسی چیز کی تاثیر نہین ہے اور جس نے سمجھا اُس نے شرک کیا چنانچہ
شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اپنے کام کو جاتا تھا اور
کسی شگون کی وجہ سے واپس ہوا تو اُس نے شرک کیا۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ایسے حنث گناہ کا کفارہ کیا ہے فرمایا کہ یون
کہے کہ اللھم لاخیر الا خیرک ولا طیر الا طیرک ولا الٰہ غیرک۔ یعنے اے پروردگار میرے بھلائی کہین سے نہین سوائے تیرے بھلائی دینے کے اور
شگون کچھ نہین سوائے تیری قدرت مقدر تاثیر کے اور آلہ کوئی نہین سوائے تیرے۔ رواہ احمد اور امام نے ابو علی کاہلی سے روایت کی کہ
ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ نے ہم کو خطبہ سُنایا اور اس مین کہا کہ اے لوگو تم شرک سے بچو کیونکہ شرک تو چیونٹی کی چال سے زیادہ
باریک ہے اتنے مین عبد اللہ بن حرب و قیس بن المضارب دونون کھڑے ہو کر گھبراہٹ و خوف سے عرض کرنے لگے کہ واللہ یا تو آپ ہمکو اس
شرک سے بچنے کی راہ بتلا دین اور نہین تو ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہون گے خواہ ہم کو حاضری کی اجازت دیجاوے
یا نہ دیجاوے فرمایا کہ ان مین تم کو اس باریک شرک سے نکلنے کی راہ بتلاؤنگا ایک روز حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم
لوگون کو خطبہ سُنایا اُس مین فرمایا کہ اے لوگو تم شرک سے بچو کیونکہ شرک بعض صورتین اس کی چیونٹی کی چال سے زیادہ باریک و پوشیدہ
ہین پس بعضے شخص نے جسکو اللہ تعالے نے چاہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کیونکر اُس سے بچین جب کہ وہ چیونٹی
کی رفتار سے بھی زیادہ خفی ہے تو ارشاد فرمایا کہ یون مغفرت مانگا کرو۔ اللھم انا نعوذ بک من ان نشرک بک شیئا نعلمہ و نستغفرک لما لا
نعلم یعنے اے پروردگار ہمارے ہم تجھ سے پناہ چاہتے ہین کہ جان بوجھکر ہم تیرے ساتھ کچھ شرکت کرین اور مغفرت چاہتے ہین ایسے شرک
خفی سے کہ جو ہم سے صادر ہو جاوے کہ ہم اس کو جان نہ پاوین مترجم کہتا ہے کہ پوچھنے والے حضرت ابو بکر تھے جیسا کہ امام ابو یعلی موصلی نے
اس حدیث کی روایت مین پتہ پایا ہے اور اس کو ابو القاسم بغوی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو بکر
الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دیجیے کہ صبح و شام اور سوتے وقت مین اس کو پڑھا کرون آپ نے فرمایا
کہ یون دعا مانگا کر۔ اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ رب کل شیء و ملیکہ اشھد ان لا الٰہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی
ومن شر الشیطان و شرکہ۔ یعنے اے میرے رب اللہ پیدا کرنے والے آسمانون و زمین کے جاننے والے حاضر و غائب کے پروردگار ہر چیز کے
اور مالک سب چیز کے مین یقینی گواہی زبان سے ادا کرتا ہون کہ معبود کوئی نہین سوائے تیرے مین تیری پناہ لیتا ہون اپنے نفس کی بدی
اور شیطان کی بدی و شرک سے۔ رواہ احمد و ابو داؤد والنسائی والترمذی وصححہ۔ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے دوسری آیت مین اسکو
ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اسطرح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس دعا کے پڑھنے کا حکم دیا ہے پھر یہ دعا ذکر کی کہ
اسکے آخر مین اسقدر زیادہ ہے کہ (اور اس بات سے کہ مین اپنے نفس کو بدی مین داخل کرون یا بدی کسی دوسرے مسلمان کی طرف پہنچاؤن)
مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اکثر مسلمان ایمان کی قدر نہین کرتے جو ایک نعمت ان کو ایسی ملی جو تمام دنیا کی سلطنت سے کہین بڑھکر
ہے پس ان کو لازم ہے کہ اپنے عیال و مال و ایمان کی حفاظت کے لیے شرک و اُس کے جملہ اقسام سے سخت پرہیز کرین تاکہ

Marfat.com

آخرت کی بادشاہت ورضاے رب العزۃ عزشانہ سے سرفراز ہون۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہان تین قول ہین ایک یہ کہ آیت کریمہ مشرکین مکہ کے حق مین ہے دوم یہ کہ منافقین کے حق مین سوم یہ کہ یہود ونصارے کے حق مین ہے پس اول کی توجیہ یہ کہ قولہ مایومن اکثرہم باللہ۔ اس طرح کہ اُس کے وجود اور خالق ہونے کا اقرار کیا۔ الاوہم مشرکون۔ غیرون کی عبادت کرکے۔ دوم کی توجیہ یہ کہ زبانی اقرار سے ایمان ظاہر کیا اور دل سے مشرک رہے۔ سوم کی توجیہ یہ کہ انبیا ہر وکتاب آسمانی پر بظاہر ایمان لائے مگر احبار ورہبان کو ارباب بنایا اور اللہ تعالے پاک کی طرف بیٹا جوروکی نسبت کی یا بھلائی کی نسبت اللہ تعالے کو خالق سمجھا اور برائیون کا خالق شیطان کو قرار دیا۔ یا ظاہری اسباب کو اور تدبیر کو مؤثر سمجھا۔ یا اپنے آپ کو صنعت وحرفت وجملہ افعال پر قادر وخالق سمجھا پس مشرک ہوئے اور مترجم کہتا ہے کہ حضرت حذیفہ رض کی حدیث اور دیگر احادیث صریحہ دلالت کرتی ہین کہ سبب نزول اگرچہ کسی خاص قوم کے واسطے ہو مگر حکم عام ہے حتے کہ مسلمان لوگ بھی اپنے اعتقادات وافعال کو دیکھتے رہین کیونکہ وے توال توحید وایمان جب ہی ہونگے جب جلی وخفی شرک ظاہر وباطن نہ کرین ورنہ اسی حکم مین شامل ہونگے اور آیت مین اشارہ ہے کہ کثیر موحدین اور اکثر ایسے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان کے ساتھ شرک کرتے ہین پھر اُن کو تہدید فرمائی بقولہ۔ اَفَاَمِنُوْٓا۔ کیا نڈر ہوگئے اس بات سے کہ۔ اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ آجاوے اُن پر ڈھانک لینے والا۔ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اللہ تعالے کے عذاب سے پس جن لوگون کو شریک بناتے تھے خواہ نیک لوگون کی صورت بت ہون یا حضرت عیسے علیہ السلام یا عزیر ہون یا اُن کی تدبیر سچا ؤکی ہو یا گنڈے تعویذ ہون کوئی بھی اللہ تعالے کے عذاب کو نہ روک سکے اور دنیا ہی مین خواری مین مبتلا ہو کر ابد تک عذاب مین پڑے رہین۔ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یا آجاوے اُنپر ساعت یعنی قیامت یا موت اچانک کہ ہنوز انھون نے اپنی نجات کا کوئی طریقہ نہ برتا ہو اور کوئی نشانی اس کے آنے کی محسوس نہوئی ہو۔ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ حالانکہ اُن کو شعور نہونے پاوے اس کے آنے کا پس خوار ہوجاوین۔ یعنے ہر طرح قادر وقوی وغالب اللہ تعالے ہے اُس سے ڈرین اور ایمان لاوین بدون شرک کے ف فی العرائس قولہ ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک۔ اس سے اہل ایمان وتوحید آگاہ ہو کر ایمان وجوش محبت سے منور ہوتے اور غم فراق چندروزہ ختم ہو کر عیش دائمی کے امیدوار ہوتے ہین اور ان کو طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر محنت کے بعد سلطنت و نعمت ہے اور بلاے الٰہی پر صبر وشکر بہت عمدہ طریقہ رضوان الٰہی حاصل ہونے کا ہے۔ قولہ وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا الآیہ۔ حق سبحانہ تعالے نے آگاہ کیا کہ آسمانون وزمین کے ہر مخلوقات پر پاک پروردگار نے اپنی معرفت کے انوار سے لباس پہنایا ہے جس سے اہل بصیرت کو آئینہ سی تجلی ہوتی ہے مگر یہ مخصوص انھین بندون کے لیے ہے جنکو ایمان وتوحید بدون شائبہ شرک کے نور بصیرت عطا ہوئی ہے اور ہم کو آگاہ کردیا کہ جو لوگ جہالت وغفلت مین پڑے ہین وے ان آیات سے محجوب ہین فقط ظاہری صورت دیکھتے ہین اور حقائق سے محض اندھے وغافل ہین نا چاران چیزون سے اعراض کرتے چلے جاتے ہین۔ اشارہ ہے کہ ہر شخص چاہے وہ تمام عمر ایک جگہ بیٹھا رہے وہ برابر آخرت کی طرف چلا جاتا ہے اور ہر شب وروز کے لیے منزل ہے جو اُسکو آخرت سے قریب کرتی چلی جاتی ہے اگرچہ اُسکو غفلت وانکار آخرت سے شعور نہین ہوتا۔ ابن عطا نے کہا کہ آسمانون وزمین ومخلوقات کو آنکھون سے دیکھتے ہین اور دل کی بصیرت سے مطالعہ نہین کرتے پس انپر اسرار کچھ منکشف نہین ہوتے ہین۔ بعض نے کہا کہ جو طریقہ کرامت کا ہے اس سے انکار کرتے اور طریقہ بتلانے والے سے دشمنی اور نفس وشیطان کے بہکانے مین مثل اہل الظلمۃ مین گھستے چلے جاتے ہین اور انوار سے دور ہو کر آیات علوی وسفلی سے غافل ہین

پھر اللہ تعالے نے توحید مین کوشش وقدم کو حدوث سے پاک رکھنے مین طاقت بھر سعی کرنے اور شرک کے شائبہ سے بچنے کی تاکید فرمائی لقولہ وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ اس مین عوام کے سوائے خواص کو تنبیہ ہے کہ اپنے مقامات مین غیر کے دخل سے شرک کرتے مین اور یہ ان لوگون مین ہے جو اللہ تعالے کی معرفت مین واسطہ وشواہد پر نظر کرتے ہین اور جو لطیف صنائع اہل معرفت پر ظاہر ہوتے ہین اُن کی لطافت دیکھتے ہین یہان تک کہ شرک کی انتہا یہ پہونچی کہ جس نے اللہ تعالے کی محبت اس واسطے رکھی کہ اُس کے مشاہدہ سے قلب کو ذوق ہے وہ حقیقت توحید مین مشرک ہے کیونکہ حقیقت توحید کے واجب حق مین سے یہ ہے کہ اُس کی ربوبیت سے اس کی محبت ہو اور اس کے وجود پاک سے اس کی محبت ہو اور اُس کے فضل وانعام واحسان بے انتہا، اور ذوق وشوق قلبی وغیرہ سے نہو کیونکہ یہ محبت جس واسطہ سے ہے وہ غیر ہے پس شرک ہوا۔ قال المترجم اس مقام کی توضیح یہ ہو کہ حق تعالے عزوجل نے اپنی عبادت وتوحید کے مراتب رکھے ہین ولیکن ادنٰے درجہ توحید کا یہ بھی ہے کہ کسی نے جنت کی تمناے عبادت کی یا دوزخ کی عقاب سے عبادت کی پس ایک واسطہ پر نظر کر کے حضرت خالق عزوجل کی عبادت کی حالانکہ جسنے پیدا کیا اسکے احکام بجالانا صرف اسکے حق واجب سے فرض ہے اور اصل اس مین حدیث صحیح ہے کہ تحت قولہ تعالے ورضوان من اللہ اکبر۔ لذی وبعض دیگر مقامات پر بھی کہ اہل صلاح تین گروہ ہونگے بعض جنھون نے بخوف جہنم عبادت کی۔ پس بلا کر رب العزۃ فرماویگا تم نے جہنم کے خوف سے عبادت کی جاؤ ہم نے تمکو اس سے نجات دی اور ہمارے فضل سے جنت مین داخل ہوا اور برغبت جنت والون سے ارشاد ہوگا کہ ہم لے عطا کی ہمارے فضل سے داخل ہوا ور جہنم سے نجات دی اور تیسرا فریق جنھون نے خالص اللہ تعالے کی پاک ذات کے لیے اُسکی عبادت کی پس حکم ہوگا کہ مین تمہارا ہوں۔ اور حدیث فضائل الصوم مین ہو کہ انا اجزی بہ مین ہی اُسکا ثواب ہون اور آنحضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح مین ارشاد فرمایا کہ مازاغ البصر وما طغی پس یہ اخلاص ہو اور مخلصین لہ الدین مین اسکا اشارہ ہو اور اکابر اولیاء اللہ تعالے کے لپسندیدہ اقوال معروف ہین کہ اگر او تعالے راضی ہو پھر ہم کو دوزخ مین ڈالدے تو ہم کو عین خوشی ہے اور اگر جنت ملے مگر اسکا رضوان نہو تو کچھ چیز نہین ہو پس اس اخلاص کی شان سے ہی کہ عبادت کرنے والا یعنے بندۂ مومن اپنے ہر وقت کے افعال واعمال کھانے وپینے وسونے وجاگنے سب مین دیکھے کہ وہ کس نیت سے کرتا ہو اگر لذت وتن آسانی وغیرہ ہو تو یہ شخص عوام مین سے ہے اور اگر کھانا بالغرض قوت عبادت وتعلیم تعلم وکسب معاش براے اہل وعیال بہ نیت فریضہ الٰہی ہو یا جہاد کے لیے مزید قوت منظور ہو تو اُس مین دیکھنا چاہیے کہ اگر عبادت مین یہ نیت ہو کہ عذاب ہوگا یا جنت ملیگی تو مباح مگر اخلاص وولایت نہین ہو اور اگر خلوص حکم حق عزوجل کی پابندی مراد ہو ورضاے الٰہی جل شانہ مطلوب ہو تو اخلاص ہے پھر جبکہ رضاے خالق ذو الجلال والاکرام مطلوب ہے اپنے نفس کے خفیہ دقائق بہت ہین از انجملہ غلبہ محبت مین کئی دن گذرے کہ کھانا وغیرہ کسی چیز کی خواہش نہین اور ذوق یاد الٰہی ہو پس یہ ذوق جو حاصل ہوا یہی قلب مین خفیہ فریب نفس کا ہو کہ اس ذوق کی لذت سے وہ یاد مین سرگرم ہے پس اخلاص نہ رہا اور اخلاص وہی ہو کہ بدون کسی چیز غیر کے محض ذات حضرت حق عزوجل کی بندگی ہو۔ جب یہ معلوم ہوا تو اب شیخ کے کلام کے معنے سمجھنا چاہیے کہ فرمایا جس شخص نے دیدار حق عزوجل مین اپنی ذات کی طرف یا عرش سے فرش تک کسی مخلوق کی طرف نظر رکھی تو وہ موحد محقق نہین ہو اور یہی تمام عارفین اولیاء الٰہی سبحانہ تعالے کا مذہب ہے۔ اقول ان عارفین کا مذہب بہت صحیح ہے اور جو لوگ اس زمانہ مین اپنے آپ کو موحد اور محمدی وغیرہ القاب سے موسوم فرماتے ہین اور ان مدارک سے کوسون دور پڑے ہین وے قرآن پاک کی سمجھ سے غافل اور احادیث شریف سے جاہل ہین الا من شاء اللہ تعالے منہم وہم الذین صدقوا

الزہد فی الدنیا والآخرۃ سوے اللہ تعالےٰ عزوجل اللھم اہدنے وتب علی فانک انت التواب الرحیم۔ واسطی رہ نے کہا کہ قولہ
الا وہم مشرکون یعنی لاحظہ خواطر وحرکات مین مشرک ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطی رہ کی مراد یہ ظاہر ہوتی ہے کہ ارادت وقصد
وانپی حرکات وغیر کی حرکات اور دوستی و دشمنی کو ہر ایک کی جانب منسوب کرنے مین شرک کرتے ہین۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے خوب
کہا ہے من از حق شناسم نہ از عمرو و زید۔ اور خوب کہا کہ ع اگر ز کوہ فرو غلطد آسیا سنگی ؛ نہ عارف است کہ از جاے خویش برخیزد
کیونکہ دشمنی زید کی بتخلیق الٰہی ہے اور دوستی عمرو کی رحمت الٰہیہ ہے اور ہر ایک محل ظہور سے بد و نیک ہے اور حاشا کہ کوئی جاہل یہ
گمان کرے کہ یہ تو بالکل جبریہ کا عقیدہ ہے کیونکہ جبر مین اور اس مین فرق سیاہ وسپید وظلمت ونور کا ہے وہ کفر ہے یہ ایمان ہے اور مسلم الثبوت
مین جو بحث حسن وقبح مین قول اشعری کو کفو الجبر قرار دیا وہ غلبہ بحث لفظی کا نتیجہ ہے اور صواب کی راہ نہ پائی۔ اور واضح ہو کہ بقاعی رہ نے
واسطی رحمہ اللہ سے یہ قول اس طرح حکایت کیا کہ مراد شرک سے یہان وہ خطرات واحوال ہین جو عارض ہوتے ہین۔ اس کو مولوی
صدیق حسن قنوجی نے اپنی تفسیر مین یون ہی نقل کیا اور اعتراض کیا کہ ان خطرات کو دیکھا جاوے کہ اگر شرک مین تو شرک ہوگا ورنہ
نہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ نقل غلط ہے اور صواب وہی ہے جو شیخ نے واسطی رہ سے نقل کیا کہ ملاحظہ خطرات واحوال سے مشرک ہوجاتا ہے
اور عارض ہونے کا لفظ تحریف کلام ہے اور معنے اس کے برعکس ہوگئے فافہم اور مدارک مین علامہ نسفی رہ نے کہا کہ قدریہ ایمان لاتے
ہین اللہ تعالےٰ ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اسطرح کہ بندہ کے لیے افعال پیدا کرنے کی قدرت ثابت کرتے ہین پس انپر صادق ہے کہ
ایمان لائے اس حال سے کہ جو بات اللہ تعالےٰ کے واسطے مخصوص ہے وہ غیر کے لیے ثابت کرتے ہوئے پس مشرک ہوئے۔ اور مترجم کہتا ہے
کہ الحمد للہ کہ مین نے جو بات سابق مین لکھی ہے علامہ نسفی رہ کی تقریر کا آل بھی وہی ہے یعنی جب اُنھون نے مخلوق کے لیے قدرت فعل
ثابت کی تو اللہ تعالےٰ کی صفت تسخیر وقہر مین نقص ڈالا پس ایسے خالق کے قائل ہوئے جسکے سواے مخلوق بھی خود مختار ہے اور چونکہ اللہ عز
جل جلالہ پر یہ صادق نہین آتا لہذا انھون نے دعوے کیا کہ ہم اللہ تعالےٰ جامع صفات کمالیہ پر ایمان لائے حالانکہ مشرک ہین کیونکہ
دراصل انکا ایمان اپنے ظن کے الٰہ پر ہے اور اللہ تعالےٰ پر نہین ہے اور انکا یہ کہنا کہ نہین مظنون پر نہین بلکہ ہم اللہ تعالےٰ پر ایمان
لائے ہین یہ محض دعوے ہے جو واقعی نہین ہے پس دو قسمین نکلین ایک وہ کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان کا دعوے کرتے ہین اور وے مومنون
ہین اور دوم وہ کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان کا دعوے کرتے ہین اور وے مشرکین ہین فافہم واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ پھر شیخ نے لکھا کہ
بعض نے کہا کہ قولہ الا وہم مشرکون۔ یعنے اپنے نفس کی طرف سے تقصیر جاننا اور اسپر ملامت روا رکھنا شرک ہے۔ مین کہتا ہون کہ اوپر مذکور
ہوا کہ نفس وجملہ مخلوقات مسخر بقدرت الٰہیہ ہے تو نفس کی تقصیر یہی ہے کہ اس نے تصور کیا حالانکہ کرنا کسی فعل کا خواہ قصور ہو یا خدمت ہو نفس کی
قدرت مین نہین ہے بلکہ خالق عزوجل جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے تو گویا اس نے اپنے نفس کو قدرت والا خیال کیا اور یہ شرک ہے۔ پھر مین کہتا ہون کہ
تحقیق تو یہی ہے جو بعض مشائخ نے ارشاد فرمایا ولیکن بندہ روئے دعاجزی کی توفیق پاوے تو یہ سعادت ہے کیونکہ بحالت تقصیر وہ فی الجملہ
ظہور قہریات کا مظہر ہے فافہم واللہ تعالےٰ اعلم۔ اور شیخ واسطی رہ کے کلام مین اس کی تصریح ہے کہ نفس کی جانب یہ دیکھنا کہ اُس نے
تقصیر کی یعنی چاہتا تو تقصیر نہ کرتا یہ شرک ہے کیونکہ جس نے اپنے نفس سے کچھ خیال کیا اس نے ازلیت ومقدرات سے انکار کیا جو کہ حق تعالےٰ
کی طرف سے محقق ہین اور جس نے اپنے نفس کو اُس کے امور مین سے کسی امر مین ملامت کی اس نے شرک کیا قال المترجم والبرہان
علیہ قولہ علیہ السلام جف القلم بما ہو کائن او نحو ذلک وقولہ علیہ السلام وہم یعملون وقولہ علیہ السلام کل میسر لما خلق لہ پس اخیر صریح ہے

کرغیر مقدر کے لیے اسکو تیسر و توفیق نہوگی پس قدرت اسکو کہان سے ملی جو پیدا کرتا شیخ نے اسکے بعد بہت دقیق کلام شیخ حسین رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ قال منوط العلل ہو اور افعال مقرون لشرک اور حق عزوجل ان سب سے مبائن ہے بدلیل قولہ تعالے وما یومن اکثرہم باللہ الا ہم مشرکون بمترجم کہتا ہے کہ دقائق اس کلام کے اس حد تک ہین کہ عوام کچھ زبان سے نکالنے والے کو کافر کہینگے اور کیونکر بجا ل ہو کہ حضرت قدیم ذو العظمۃ والکبریاء کی ثنا زبان ادا کرے اور اس کی شہادت واقرار ایمان کا فعل ہو اور نہین خالق وموجود مگر وہی پاک جل شانہ اور تمام فنا ر عین لقار ہو اور محض عدم عین موجود ہو واللہ سبحانہ تعالیٰ ہو المومن المہیمن العلیم الحکیم۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ حق تعالے کی شان پاک شرک سے بیزاری بیان کرے و مخلوق کو ارشاد بحق فرمایا لقولہ تعالے

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ

تو کہدے کہ یہی ہو میری راہ ــ مین بلاتا ہون اللہ تعالے کی طرف سوجھ کے ساتھ دلیل سے مین بھی ــ اور جو لوگ میرے پیرو ہین ــ اور پاک ہے اللہ تعالے ــ اور مین

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ

نہین ہوت ــ مشرکون مین سے ــ اور نہین بھیجے ہمنے ــ تجھ سے پہلے ــ مگر کچھ مرد جنکی طرف ہم وحی فرماتے تھے ــ اہل قری یعنی بستی کے رہنے والون سے

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ

کیا وے نہین پھرے ــ زمین مین ــ تا کہ دیکھتے ــ کہ کیونکر ہوا ــ انجام کار ان لوگون کا ــ جو انسے پہلے گذرے ہین ــ اور بیشک دار آخرت

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

بہتر ہو ان لوگون کے لیے جنہون نے تقوی کیا سو کیا یہ لوگ عقل نہین رکھتے ہین

قُلْ کہدے اے افضل المخلصین وسید المومنین وامام المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کو کہ هٰذِهٖ یہی طریقہ جو توحید وایمان کا ہے جس مین الوہیت وقدرت فقط اللہ تعالے کے واسطے ہے کسی غیر کی شرکت کسی حال مین ممکن نہین ہے یہی سَبِيْلِيْٓ میری راہ ہے بلانا توحید کی طرف اور آخرت کے لیے موت سے پہلے سامان جمع کرنا بدون شرک کے میرا طریقہ اور یہی میری سنت ہے اس کی تفسیر فرمائی اسطرح کہ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ مین بلاتا ہون اللہ کی طرف یعنے اس طرح اس ذات پاک جامع صفات کمالیہ پر ایمان لاؤ کہ وہ اسی کی شان ہو اور کچھ شرک وکفر کا اعتقاد مت کرو اور قول وفعل سے شرک مت کرو تا کہ اللہ تعالے پر ایمان صحیح ہو پس تم جھوٹ و باطل اپنے گمان مین اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہو حالانکہ مشرک ہو اور مین تمکو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون عَلٰي بَصِيْرَةٍ بینائی پر اور یہ قلبی نورانی بینائی ہو اور آنکھ کی بینائی کو بصارت کہتے ہین اور مراد یہ کہ اندھے پن سے نہین بلکہ روشن دلیل و نورانی حجت پر دعوت اللہ تعالے کی طرف کرتا ہون۔ اَنَا مین خود وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ اور جو کوئی میرا پیرو ہوا ہو حاصل یہ کہ تم دروغ طور پر بغیر دلیل وقلبی بصیرت کے اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہو حالانکہ مشرک ہو اور مین تم کو بصیرت وحجت واضح سے اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون پس اصلی بصیرت پر مجھے کیا گیا پھر جو میرے تابع ہوا وہ بھی بصیرت پر ہو گیا پس مین اور میرے تابع جو ہون سب تمکو اللہ تعالے کی طرف نورانی راہ پر بلاتے ہین۔ مؤلف فتح البیان غفر اللہ لہ نے لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ جو کوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تبع ہوا اسپر واجب ہے کہ کافرون کو راہ مستقیم بتلاوے مترجم کہتا ہے کہ اس مسئلہ کے نکالنے مین اُس نے اجمال سے قریب خطا کے رکھا اور صواب وہ ہے جو سراج وغیرہ مین ہے کہ متبعین مومنین مین سے جو بصیرت پر ہو اس پر ہدایت کرنا واجب ہے چنانچہ لکھا کہ آیت مین دلیل ہے کہ اللہ تعالے کی طرف بلانا جب ہی بہتر

Marfat.com

دجائز ہے کہ جب یہ شرط اس مین موجود ہو کہ جس طرح بلاتا ہے اسپر یقین کے ساتھ اس کو بصیرت حاصل ہو ورنہ اُسکا عذر ہوگا اور حدیث نقل کی کہ علماء امانت دار ہین رسول کے اللہ تعالے کے بندون پر کہ حفاظت مین رکھتے ہین جس سے کہ اللہ تعالے کی طرف بلاتے ہین۔ مین کہتا ہون کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ نصیحت کرنا و نیک باتون کی ہدایت اور بُری باتون سے ممانعت کرنا کسطرح ہے تو فتاوے عالمگیریہ وغیرہ مین اس مین تفصیل مذکور ہے اور حق میرے نزدیک یہ ہے کہ ایمان والے باہم ایک دوسرے کو بدکام سے منع کرتے رہین اور نیک کام بتلاتے رہین اگرچہ عالم نہون لیکن شرط ہے کہ اس نے عالم سے سُنا اور معلوم کرلیا ہو اور رہا عامی آدمی کسی کافر کو ایمان کی ہدایت کرے تو میرے نزدیک نرمی سے بلاوے اور اگر وہ کوئی شبہہ وجھگڑا پیش کرے تو اُس کو عالم کے پاس لادے یا راہ بتلاوے اور خود اپنی معلومات سے زیادہ بدون بصیرت کے دخل نہ دیوے ولیکن اگر نہ بلاوے تو اُس پر گناہ ہونے کی دلیل مجھے نہین ملی واللہ اعلم اور عالم پر البتہ یہ ہدایت واجب ہے جبکہ امید نفع ہو اور اگر غالب گمان نہو یا فتنہ کا خوف ہو تو علماء نے کہا کہ وہ معذور رکھا جائیگا سوال اس زمانہ مین علماء تو بالکل ساکت ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ اس زعم پر ہو کہ دعوت اسلام تمام پھیل گئی تو وجوب نہ رہا۔ مگر میرا گمان ہے کہ بشرط وسعت عام مجمع مین نصیحت کرنا چاہیے۔ افسوس کہ برخلاف اسکے یہ لوگ آپس مین ایک دوسرے کو بدعتی و وہابی اور مقلد و غیر مقلد کے جھگڑے مین کافر و مشرک بناکر جماعت سے جدا کرتے ہین حالانکہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تو منافقون کو خارج نہ فرماتے تھے اور مفتی پر واجب ہے کہ جہانتک تاویل سے گنجائش ہو کسی کو کافر نہ کہے اور نصیحت کرنا تو واجب ہے۔ ابن الانباری نے کہا کہ کلام کی ترکیب اس طرح بھی ہوسکتی ہے کہ قل ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ کہدے یہ میری راہ ہے یعنی اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون وقولہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ بصیرت پر ہون مین اور میرے پیرو۔ مین کہتا ہون کہ بیضاوی رح نے بھی اسکو ذکر کیا ہے ولیکن اولے وہ اول ہے اگرچہ دوم مین خبر مقدم کرنے سے ایک اشارہ نکلتا ہے وہ یہ کہ بصیرت پر مین اور میرے تبعین ہی ہین تو اشارہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالے پر ایمان کے دعوے مین خالی گمان پر ہو اور درحقیقت مشرک ہو اور اسی سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالے کی طرف بلانے کی ان اندھون کو ضرورت تھی کیونکہ وہ شیطان کی طرف جاتے تھے اور جہالت سے سمجھتے تھے کہ ہم اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین جیساکہ مکرر بیان ہوچکا ہے۔ پھر ہر شرک سے اللہ تعالے کی تسبیح بیان کی۔ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ اور پاکی بیان کرتا ہون یا پاکی کی طرف نسبت کرتا ہون اللہ تعالے کو۔ یعنے وہ ہر گمان والے کے گمان و شرک و مثل و نظیر سب سے پاک ہے۔ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہین ہون مین مشرکون مین سے۔ یعنے مین اُن مین نہین ہون جو اللہ تعالے پر ایمان لانے کا دعوے کرتے ہین مگر مشرک ہین۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے اپنے رسول کو جس کو جن و انس تمام کی طرف بھیجا حکم فرماتا ہے کہ اُن کو آگاہ کردے کہ یہ میرا راستہ یعنے طریقہ وسنت ہے یعنے دعوت بکلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ مین اللہ تعالے کی طرف بصیرت پر بلاتا ہون دلیل و یقین کے ساتھ مین اور میرے تبعین اور مین اس کی عظمت و پاکی ظاہر کرتا ہون اس بات سے کہ کوئی اُس کا شریک یا نظیر ہو یا فرزند و جورو ہو یا مشیر صلاح کار ہو یا ماتحت کارپرداز ہو پاک ہے وہ تبارک و تعالے ان سب سے وہ پاک ہر خیال و گمان سے تسبح لہ السموات السبع والارض ومن فیہن وان من شئی الا یسبح بحمدہ الآیہ۔ اسی کی تسبیح کرتی ہین سب آسمان و زمین اور جو لوگ ان مین ہین اور کوئی چیز نہین مگر آنکہ وہ تسبیح کرتی ہے اُسکی حمد سے ولیکن تم انکی تسبیح کو نہین سمجھتے ہو وہ بیشک حلیم غفور ہے پھر کفار عرب حقیقت انسانیہ سے غافل ہو کر کہتے ہین کہ اگر اللہ تعالے رسول بھیجتا تو ملائکہ بھیجتا اور یہ بھی شرک کی جہالت تھی ورنہ تاثیر الٰہی سبحانہ تعالے مین ہر چیز یکسان ہوسکتی ہے آیا نہین دیکھتے کہ قرب قیامت مین ایک

Marfat.com

چوپایہ نکلیگا جو آدمیون سے باتین کرے گا کہ لوگ پروردگار کی نشانیون پر یقین نہین لاتے ہین مگر حق تعالے عز وجل کی مشیت ہی کہ انسان کو
سرفراز کیا اور ان مین سے رسول بھیجے پس مشرکین کا رد فرمایا بقولہ سوَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اور نہین بھیجے ہم نے تجھسے پہلے
اِلَّا رِجَالًا مگر مرد لوگ۔ نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ ہم وحی فرماتے تھے اُن کی طرف۔ یہ قراءۃ نوحی بنون حفص رحمہ اللہ کی تمام قرآن
مین ہے اور دوسرون نے یوحی بیاے مضموم و حاء مفتوح بصیغہ مجہول پڑھا یہی اہل مصر وغیرہ کی قراءۃ ہے یعنے ایسے مرد جن پر وحی
کیجاتی تھی۔ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰی اور یہ لوگ قریون کے رہنے والے تھے یعنے شہرون قصبون مین ان کو بسایا تھا اور رسول
فرمایا جنگل کے بدو اور گنوار نہ تھے کیونکہ اہل شہر مین علم و حلم دیا ہے اور گنوارون مین جہل و سخت دلی کی عادت رکھی ہے دیکھو مولوی
روم نے لکھا ہے دہ مرو دہ مرد را احمق کند؛ عقل را بے نور و بے رونق کند۔ یعنے گانون مین مت جا کہ وہان مرد احمق ہو جاتا ہے
عقل اس کی بے نور و بے رونق ہو جاتی ہے۔ اور اگر کہا جاوے کہ سابق مین گزرا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام و اُن کی اولاد ایک گانون
کھیڑے مین سے مصر کو آئے تھے اور خود یوسف علیہ السلام نے کہا کہ جاء بکم من البدو۔ تو یہ کیونکر تھا۔ جواب یہ ہے کہ اصل سکونت
ان کی کنعان مین تھی مگر بسبب قحط کے مویشیون کی ہلاکت وغیرہ کے خوف سے جنگل مین چلے گئے تھے۔ اور اگر کہا جاوے کہ حضرت ابوذر
غفاری رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تنہا جنگل مین بسنے کی اجازت دی تھی تو جواب یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جس کسی کو
خلاف سنت کام کرتے دیکھتے اسکو لاٹھی سے مارتے اور کمال یقین و نہایت اتباع سے ہر شخص کی نسبت انکے خیالات استقامت کے تھے ولیکن
حق تعالے نے لوگون کو ایک حال پر نہین رکھا ہے پس پیغمبر صادق مصدوق علیہ السلام نے بطور معجزہ کے انکے حق مین فرمادیا تھا کہ تو تنہا رہیگا
اور تنہا مریگا پس وہی واقع ہوا۔ اور یہ اجازت خاص تھی جیسا کہ صحاح احادیث مین مصرح ہے اور واضح ہو کہ قری جمع قریہ کی کبھی تو مدینہ کے مقابل
آتا ہے تو مدینہ شہر یا بڑا قصبہ ہوتا ہے اور قریہ گانون بلکہ کھیڑا اور کبھی قریہ مقابل بادیہ بولا جاتا ہے تو قریہ سے مراد شہر و قصبہ مانند قولہ علے رجل
من القریتین عظیم۔ یعنے مکہ و مدینہ۔ اور بادیہ سے مراد جنگلی آبادی جہان سب کھلا ہوا میدان ہے بادیہ مشتق بدو سے ہے حاصل آنکہ ہم نے
تجھ سے پہلے بھی رسول بھیجے جنکو ہم مثل تیرے وحی بھیجتے تھے وہ شہر کے مرد تھے ابن عباس رضہ نے کہا یعنے وہ آسمانی فرشتہ نہ تھے
جیسے تم کہتے ہو پس یہ آیت مانند قولہ وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق اور قولہ وما جعلناہم جسدا لا
یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ اور خود پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان لوگون کو آگاہ کردے کہ سابق انبیاء کے مثل مین ہون کچھ
انوکھا نہین ہون چنانچہ کہا قل ما کنت بدعا من الرسل۔ اور شیخ ابن کثیر رحہ نے کہا کہ قری مین سے مراد مدائن یعنے شہر ہین اور معنے یہ کہ وہ
بادیہ کے لوگون مین سے نہ تھے جو جفا و غلظت قلوب مین مشہور ہین اور اہل شہر کی نسبت معروف ہے کہ الطف و احلم ہوتے ہین اور سواد شہر
و قصبات کے لوگ بہ نسبت بادیہ والون کے بہتر ہوتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اس مین دلالت ہے کہ نوع انسانی مین اتفاق و اجتماع سے
ان کے عقول کا تصفیہ ہوتا ہے لہذا اگر ایک شہر مین بہت لوگ ہون مگر بسبب قہر الٰہی کے آپس مین متفق نہون تو برباد ہون گے۔ اور اہل بادیہ
بوجہ جانورون کی صحبت کے سخت دل و بیوقوف ہو جاتے ہین و لہذا قال تعالے الاعراب اشد کفرا و نفاقا الآیۃ قتادہ رحہ نے کہا
کہ اہل القری ہی مین سے اسواسطے مبعوث فرمائے کہ وے علم و حلم یعنے عقل و دانائی مین زیادہ ہوتے ہین۔ مسئلہ آیت سے مستنبط ہوا کہ
اللہ تعالے نے جو انبیاء و رسول بھیجے ہین وے ایک تو مرد تھے اور دوم شہر کے لوگون مین سے تھے۔ اور معنے یہ ہین کہ ازل مین ان لوگون
کو نبوت کے لیے سرفراز کیا اور ان کو دنیا مین شہر مین پیدا کر کے بسایا پس یہ توفیق نعمت ہوئی چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے

اس توفیق ونعمت کا بڑا شکر ادا کیا۔ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مذہب ہے اور اسی کو شیخ علی بن اسمٰعیل یعنے ابو الحسن الاشعری نے ان سے نقل کیا ہے کہ عورتوں میں کوئی نبی نہیں ہوئی ہاں ان میں صدیقہ عورتیں ہوئی ہیں جنھوں نے نبوت ونبی والوہیت رب تبارک وتعالے کی اچھی تصدیق کی اور لکھا کہ اشرف النساء مریم بنت عمران کو فرمایا کہ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقہ۔ دیکھو مقام تشریف وتعریف میں فقط صدیقہ فرمایا اور اگر وہ نبیہ ہوتیں تو ضرور اس محل میں اُن کا شرف ظاہر کیا جاتا۔ اور جن لوگوں نے زعم کیا کہ بعض عورتیں نبیہ ہوئی ہیں جیسے سارہ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی پاک بی بی اور مادر موسیٰ وعیسی علیہ السلام تو ان کا زعم اس وجہ سے ہے کہ ملائکہ نے حضرت سارہ کو اسحٰق کی بشارت دی اور مادر موسے علیہ السلام کی نسبت فرمایا واوحینا الی ام موسیٰ۔ اور مریم مادر عیسے علیہ السلام کو ملائکہ نے بشارت دی کما قال تعالے اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک پس یہی وحی ہے کہ جس سے نبوت ہوتی ہے تو وہ نبیہ ہوئیں اور شیخ رح نے جواب دیا کہ ہاں اسقدر تو ان عورتوں کو بلا شبہہ حاصل تھا پس اگر ان لوگوں کی مراد فقط نبیہ ہونے سے یہ ہے کہ ان عورتوں سے ملائکہ نے بحکم الٰہی کچھ کلام کیا یا کوئی حکم پہونچایا تو ضرور اسقدر شرف ان لوگوں کو حاصل تھا ولیکن جمہور علما رکے نزدیک نبوت کے لیے یہ کافی نہیں ہے بلکہ وحی تشریع ہونی چاہیے اور وہ بآیات سابقہ فقط مردوں میں منحصر رہا ہے۔ بعض نے ذکر کیا کہ انبیار کا مردوں میں سے ہونا عرب کے نزدیک امر معروف تھا چنانچہ سجاح عورت نے جب بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبوت کا دعوے کیا اور ادہر مسیلمہ بن کذاب نے دعوے کیا اور انجام کار سجاح مذکور دکے مسیلمہ سے زنا کا پیٹ رہا اور سب ہلاک ہوئے تو قیس بن عاصم نے سجاح مذکورہ کے حق میں یہ اشعار کہے ؎ اضحت نبیتکم انثی فطیف بہا ٭ واصبحت انبیاء اللہ ذکرانا ٭ فلعنۃ اللہ والاقوام کلہم ٭ علی سجاح ومن بالوم اغرانا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس سے اسقدر ثبوت ہوا کہ بعد اسلام کے عرب میں یہ امر زمانہ صحابہ میں معروف تھا تو اب اختلاف کرنا جہل ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ فقط ملائکہ کے ملنے اور مطلق وحی الٰہی سے نبوت نہیں حاصل ہوتی ہے تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالے نے فرمایا واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال الآیۃ پس اگر مطلق وحی کافی ہو تو شہد کی مکھیوں کا نبی ہونا لازم آوے اور تو جانتا ہے کہ حدیث حنظلہ رضی اللہ عنہ میں جبکہ انھوں نے مع حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ نافق حنظلۃ۔ اور بیان کیا کہ جب ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور آپ ہم کو وعظ ونصیحت فرماتے ہیں تو ہمارا قلب ایک حال پر ہوتا ہے پھر جب بال بچوں سے ہم ملے تو غفلت آجاتی ہے پس آپ نے فرمایا کہ اگر تم اسی حال پر رہو تو ملائکہ تم سے تمہارے بچھونوں پر مصافحہ کریں اور گلی کوچہ میں تم سے ملیں ولیکن اے حنظلہ اوقات ہیں الحدیث پس ظاہر ہے کہ ملائکہ اگر ملتے اور مصافحہ کرتے تو بھی یہ لوگ انبیار نہ ہو جاتے پس صواب وہی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ ہے اور یہاں جو آیت مذکور ہے اس میں بھی صریح دلالت ہے اور حسن بصری رح نے کہا کہ نہیں مبعوث ہوا کوئی نبی بدو سے یعنے بادیہ کے رہنے والوں میں سے اور نہ جن میں سے اور نہ عورتوں میں سے۔ اور حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ جیسے ہم نے تجھے خاتم المرسلین بھیجا ویسے ہی تجھ سے پہلے ہم نے اہل القریٰ میں مردوں کو نبی بھیجا ان کی طرف ہم وحی فرماتے تھے۔ پھر ان انبیار کی امتوں کا حال ظاہر ہے کہ بعضے ایمان لائے اور بہتوں نے کفر کیا اور شرک نہ چھوڑا آخر کار نبی ومومنوں کو نصرت ہوئی اور منکرین ہلاک ہوئے اور پچھلوں کے لیے عبرت ہو گئی اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ۔ پس کیا نہیں پھرے یہ لوگ جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے منکر ہوتے ہیں زمین میں۔ یعنے جہاں جہاں کافرین بسبب کفر کے ہلاک ہوئے ہیں۔ فَیَنْظُرُوْا تاکہ دیکھتے کہ۔ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ کیونکر ہوا

لہ تمہاری قوم کی پیغمبر ایک عورت بنی تو آخر اس سے دل لگی ہی حالانکہ اللہ کی طرف سے پیغمبر مرد ہی ہوتے آئے پس لعنت ہو اللہ کی اور جملہ اقوام کی سجاح پر اور اس شخص پر جس نے تم کو اس ملامت میں برانگیختہ کیا۔۱۲

Marfat.com

انجام ان لوگون کا جو ان سے پہلے گذرے ہین کہ ان مین سے منکرون و موذیون کو اللہ تعالےٰ نے ہلاک کیا اور دنیا ہی سے اُنپر عذاب شروع ہوا اور برابر سلسلہ ابدالآباد بے انتہا زمانہ تک قائم رہے گا اور ان مین جتنے مومنون کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے نجات دی پس دنیا مین بھی اُن کا انجام اچھا ہوا اور آخرت مین بھی نعمت و منزلت ہے لہذا فرمایا۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ۔ اور بیشک آخرت کا گھر۔ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا بہت بہتر ہے ان لوگون کے لیے جنھون نے تقویٰ کیا۔ یعنے دنیاوی ثروت و عیش بلکہ بادشاہت تمام دنیا سے بھی اہل تقویٰ کے لیے آخرت کا گھر بہت بہتر ہے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے باوجود سلطنت کے اور باوجود یقین اس امر کے کہ موت چند روز مین آویگی بقول بعض علماء آخرت کے لیے دعا مانگی اور یہ اسی وجہ سے تھا کہ اُنکو انکا آخرت کا گھر دکھلا دیا گیا تھا پس وہان جانے کے مشتاق ہوئے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا یہ لوگ سمجھتے نہین ہین کہ اسقدر انبیاء سابقین مبعوث ہوئے اور منکرون کو عذاب شدید سے ہلاک کیا گیا تو انجام کفر و شرک کا بہت بدتر ہے اور مومنون کو دنیا مین بھی نیک نامی اور آخرت مین بڑے درجے ملے اور جب دنیا خواہ مخواہ ایسا گھر ہے کہ اسکو چھوڑ دینا چاہیے تو ضرور نجات آخرت و رضائے حق عز و جل بہتر ہے۔ بعض قراءۃ مین تعقلون بصیغہ خطاب ہے تو بطور سخت ملامت کے منکرون کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا تم لوگ عقل نہین رکھتے ہو۔ مسئلہ جس شخص کو میسر آوے کہ وہ روئے زمین مین سیر کرے تو مضائقہ نہین ہے اور یہ تضیع اوقات یا اسراف نہوگا مگر اس شرط سے کہ محض خالص نیت اُسکی یہ ہو کہ فنائے دنیا کے آثار کیسے ظاہر ہین اور اگلون کا کیا انجام ہوا غرضکہ عبرت کی نیت ہو اور اس زمانہ مین لوگ فقط دنیا کی زینت دیکھنے کو لندن و پیرس وغیرہ جاتے ہین اور یہ مزید کفر و شرک ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ قل ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ الآیہ۔ میری راہ معرفت الٰہی و اُسکی محبت اور اسکی راہ مین روح قربان کرنا اور نفس کو اُسکے حکم کا مطیع کرنا اور میری دعوت کا فائدہ اسی شخص کو پہونچتا ہے اور وہی میرا تابع ہوتا ہے جسکے حق مین ازل سے عنایت الٰہی نے قبول فرمایا ہے اور میرے تابع ہو کر جب چشم بصیرت سے بینا اور عرفان الٰہی عز و جل سے آگاہ ہو جاتے ہین تو کمال شفقت سے اپنے بھائیون کو اسی راہ پر بلاتے ہین اور مین اور میرے تابعین اس راہ پر بلاتے ہین بے بصیرت نہین ہین بلکہ نور بصیرت و یقین و کشف الٰہی و بیان قرآنی جس مین نفس و شیطان کا خطرہ و دھوکا نہین ہے اس راہ پر بلاتے ہین چنانچہ خود اُن کو کشف و بیان و معرفت سے بصیرت ہدایت الٰہیہ حاصل ہو گئی تو کچھ شبہہ و تردد نہین رہا۔ پھر حق عز و جل نے اپنی تسبیح اپنے پیغمبر پاک کی زبان سے بیان فرمائی اور حکم کیا کہ حق عز و جل کو ہر خیال و عقل سے منزہ تسبیح کرے بقولہ و سبحان اللہ۔ پاک ہے اللہ تعالےٰ مخلوقات اپنے خیالات و دلائل سے اُسکی صفات کا ادراک کرنے مین عاجز ہین اسکی معرفت ہدایت الٰہیہ ہے جسکا نتیجہ کشف و یقین سے بصیرت ہے۔ وما انا من المشرکین۔ مین مشرکون مین سے نہین جو دعوے کرتے ہین کہ ہم استدلال سے یقین پیدا کرین کیونکہ فعل کا خالق اللہ تعالےٰ ہے اور کیونکر مخلوق کو دعوے ہوگا کہ جملہ صفات الٰہیہ کو جہان خالق عز و جل سے بے ادبی نہو وہ استدلال عقلی سے ادراک کرے اور قدیم کی بارگاہ جلیل تک حادث اسکی مخلوق کو کیا تاب پھر عقل جیسی اسکی مخلوق ہے اُسیطرح ادراک و افعال بھی اُسکے مخلوق ہین تو کیونکر اُسکو رسائی ہو اسیواسطے بعثت انبیاء علیہم السلام فرض ہے پس جس نے قدر رسالت و نبوت نہ جانی وہ گمراہ و اول درجہ کا بے عقل ہے شیخ نے کہا کہ من المشرکین۔ اشارت مین داخل ہے کہ غیر کی طرف ملتفت نہین ہون نہ شان محبت مین اور نہ شان ربوبیت مین نہ خطرات کی مداخلت مین او تعالےٰ ہر خطرہ و گمان سے پاک ہے۔ ابن عطا نے کہا کہ مین تم کو اسی کی طرف بلاتا ہون جس سے تم ہمیشہ فضل و انعام و احسان کے عادی ہوئے ہو اور جس سے تمھارا وجود ہے وہ اللہ تعالےٰ کے کبیر

متعال حی قیوم لم یزل ولا یزال ہے۔ شیخ ابو سعید القرشی رح نے فرمایا کہ جو کوئی شخص کہ مخلوق کو حق تعالےٰ کی طرف دعوت کرے اسکو ضرورت ہے کہ قدرت آلٰہیہ سے اُس کو صولت و قبول ہوا اور یہ چیزیں اس کی دعوت کرنے میں مندرج ہونگی چنانچہ آیت میں بصیرت کی تصریح ہے پس جو کوئی اللہ تعالےٰ کی طرف بلاوے ان میں اور جو کوئی راہ الٰہی کی طرف بلاوے اس میں دونوں میں فرق ہے۔ بعض نے کہا کہ جو شخص مخلوق کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاوے وہ خلق کو اُس کی طرف اُسی کی قوت سے بلاتا ہے اس میں اس شخص کے نفس کا کچھ دخل نہیں ہوتا اور جو کوئی کہ مخلوق کو اللہ تعالےٰ کی راہ کی طرف بلاتا ہے انکو بذات خود اسطرف بلاتا ہے اسی واسطے اکثر لوگ اس کا کہنا مان لیتے ہیں کیونکہ طبیعت میں مشاکلت قائم ہے اور بہت کم لوگ اسکا کہنا مانتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتا ہے کیونکہ اس میں نفس و طبیعت سے مفارقت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ نہایت لطیف تحقیق ہے جس سے ہدایت کے معنے حل ہو گئے چنانچہ اختلاف علمائے ظواہر مشہور ہے کہ ہدایت کے معنے مطلوب تک پہونچا دینا یا یہ معنے ہیں کہ راہ راست دکھلانا و بتلانا۔ اور آیات سے استدلال دونوں طرف موجود ہیں اور حق یہی ہے جو شیخ قرشی رح نے کہا کہ ہدایت اللہ تعالےٰ کی طرف تو بقدرت آلٰہیہ ہے اور یہ اصول بحق ہے اور ہدایت بسبیل الٰہی رہنمائی ہے اور معنے اول اکثر لوگوں کے فہم سے عالی ہیں فاللہ تعالےٰ ہو الہادی الے سبیل الرشاد۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ بصیرت عقل قلبی ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں اور لوگوں کی بصیرت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی شے کو مشاہدہ کریں دہو قولہ ادعوا الے اللہ علے بصیرۃ۔ کیونکہ صحت بصیرت بقوت آلٰہیہ ہے اور وہ نور سے اعلیٰ ہے اور نور مومن کو بھی حاصل ہوتا ہے اور بصیرت ٹھیک نہیں ہوتی جب تک کہ تلاطم امواج نفس و خطرات سے نجات ہوکر خود مالک نفس نہو جاوے اور جب تک نفس کی ملکیت میں ہے اور خطرات و شواہد کا کچھ اثر اسپر پڑتا ہے تب تک اس کی بصیرت واہیہ ہے۔ بعض نے کہا کہ دعوت حق از بصیرت ہوتی ہے اور نفاق پیدا ہونا ضعف و تاریکی ہے اور کہا کہ بصیرت لباس ارواح ہے اس سے جسم کو کچھ نصیب نہیں ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ بصیرت اتباع بدرگاہ ہے دیقین اس امر کا کہ داعی کو ہدایت سے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور کہا کہ اتباع اس طرح کہ اپنے آپ کو مع سکون و حرکات و افعال و ارواح حضرت داعی صلے اللہ علیہ وسلم کو سپرد و سونپ دیا۔ قولہ وسبحان اللہ یعنی عز وجل منزہ ہے کہ کوئی شخص بدون اس کے راہ پاوے اس کی جانب۔ وما انا من المشرکین۔ دعوے نہیں کرتا اپنے نفس کے لیے حق عز وجل کے ساتھ کسی چیز کا بلکہ سب اسی کا ہے جو کاسب ہے۔ ابن عطار رح نے کہا کہ طمع و شہوات سے تاریکی اندھا کر دیتی ہے لہذا البصیرت پر غلاف ہوتا ہے اور جب بصیرت ہوتی ہے تو معلوم و مشہود سب کو جلا دیتی ہے آیا تو نہیں جانتا کہ بصیرت کسی شخص کی نہیں ہوتی جب تک کہ وہ رقیت میں رہے اور جب تک کہ شواہد و اعراض کا اسمیں کچھ اثر رہے تب تک اسکی بصیرت واہی ہے اور جبکی بصیرت ٹھیک ہو جاتی ہے وہ شخص ہر آفت سے سالم رہجاتا ہے ابن عطار رح نے کہا کہ بصیرت اور سکینت میں فرق یہ ہے کہ بصیرت تو مکشوف ہوتی ہے اور سکینت مستور ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ بصیرت یہ ہے کہ آفتاب معرفت تابان ہو پس اسمیں عقل کے انوار مندرج ہو جاویں۔ اقول یعنے عقل کے انوار سے اول معرفت میں قدم تھا اور بعد کو معرفت کے آفتاب کے سامنے عقل کے انوار نظر سے غائب ہو گئے اور یہ بھی ایک لطف ہے کہ مرد عارف مقام حیرت میں عقل سے بالاتر ہے باوجودیکہ اہل عقل اس سے محجوب ہیں اور یہ قول کہ حق تعالےٰ نے جا بجا عقل و عقلا کی ضمنی تعریف فرمائی ہے تو مراد عقل سے نورانی جوہر ہے تو حسب بذات خود معرفت خالق عز وجل کو ہے اور یہ ابتدائی تعلیم ہے اور انتہائی درجہ کی طرف صعود میں عقل ہار رہجاتا ہے۔ شیخ رح نے کہا کہ میرے پاس اس مقام پر ایک دقیقہ ہے جو اکابر اولیاء کے کلام سے مشابہ ہے اور یہ نسبت اول کے دقیق ہے یعنے کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ یہ طریقہ جو کہ تم مجھ سے دیکھتے ہو جو اُس نے ازل سے میرے

Marfat.com

لیے پسند فرمایا ہے کہ اول شریعت ہے پھر طریقت ہے پھر حقیقت ہے پھر حقیقۃ الحقیقۃ ہے وہی بصیرت ہے اور یہ بصیرت اشراق خیال قدم واسطے چشم روح کے ہے جو مرتبہ اطمینان ہین فی اللہ و للہ و باللہ ہے جو نقش عدم سے انوار قدم مین آئی ولیکن اس کو انوار کبریا مین تا ابد سکون نہین ہے پس موضع بصیرت ادراک نظر روح مذکور ہے اور موضع ادراک چشم روح ہے اور یہ بصیرت نور کشف صفات حق ہے جو ابدیت سے متزائد ہوتا جاتا ہے یہان تک کہ یہ مضمحل ہوکر سطوات حق عز وجل غالب آتے ہین حتی کہ یہ آنکھ اس نور مین مطموس ہو جاتی ہے پس وہان صرف نور حق باقی ہوتا ہے اور کیونکر ظہور قدم مین حدوث کو بقا ہو سکتا ہے حالانکہ ابتدائے ظہور مین حدوث پاش پاش ہو جاتا ہے یعنے اللہ تعالے کے ساتھ میری یہ حالت ہے اور مین تمہین ایسی حالت کی طرف نہین بلاتا ہون کیونکہ یہ بصیرت تو مضمحل بحق از حق ہے بلکہ تم کو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون تم اُسکو نہین پہچانتے ہو اور نہ چشم بصیرت سے دیکھتے ہو کیونکہ وہ بصائر و بصیرت سے ادراک نہین ہو سکتا وہ پاک ہے و سبحان اللہ وما انا من المشرکین۔ وہ ہر کسی کے ادراک سے منزہ ہے اگرچہ نبی مرسل و فرشتہ مقرب ہو اور مین مشرک نہین ہون جو مشرکون کی طرح ظنون باندھون انتہی کلامہ۔ اور معلوم ہوا کہ قولہ افلم یسیروا فی الارض الآیہ مین مشرکین کو زمین مین سیر کرنے کا حکم دیا تاکہ سابقین کا انجام دیکھ کر عبرت حاصل کرین اور سابقین مین صرف منکر و مومن دو فریق ہین جن مین سے اہل تقوی کا حال بیان کر دیا اور اہل کفر کی تصریح فرماتا ہے

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَایْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا

یہانتک کہ جب مایوس ہو گیے رسول لوگ اور گمان کیا کہ وے جھٹلائے گئے ہین تو آگئی انکے پاس ہماری مدد تو نجات دیا گیا جسکو ہم نے چاہا اور نہین

یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝

دور کیا جاتا ہمارا عذاب ایسی قوم پر سے جو گنہگار ہین۔

اللہ تعالے اس آیت مین بیان فرماتا ہے کہ ہماری مدد اور نصرت انبیا اور رسولون پر نازل ہوتی ہے مگر اللہ تعالے کی طرف سے انتظار مین جب تنگ حال پہونچ جاتا ہے اور زیادہ ضرورت سے محتاج ہوتے ہین مگر ثابت قدم رہے تو ہماری نصرت نازل ہوئی جیسے دوسری آیت مین فرمایا کہ وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب الآیہ۔ ویسے ہی یہان فرمایا حَتّٰۤى اِذَا اسْتَایْـَٔسَ الرُّسُلُ حرف حتی غائت کا ہے جو محذوف ہے اور کلام سابق اسپر دلالت کرتا ہے یعنے امم سابقہ مین سے فریق مومنین و متقین کا تو وہ حال کہ دنیا و آخرت ان کے لیے بہتر ہوئی۔ والذین لم یومنوا فلم یعجلوا بالعذاب علی الفور حتی اذا استایئس الرسل۔ اور جو لوگ ایمان نہ لائے اور شرک و کفر پر اڑے رہے تو فوراً عذاب مین گرفتار نہین کیے گئے بلکہ تاخیر دی گئی حتی کہ یعنے یہانتک کہ جب ناامید ہو گئے ہمارے رسول وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا۔ اور اُنھون نے یہ گمان کیا کہ بیشک وے جھوٹے سمجھے گئے۔ یعنے مشرکین و کفار نہایت بیخوف و نڈر ہوکر مخالفت کرنے لگے اور پیغمبرون نے گمان کیا کہ یہ لوگ اب یہ جانتے ہین کہ ہم نے جو انکو خوف دلایا تھا کہ نافرمانی و بد افعالی کرو گے جیسے تول مین ڈنڈی مارنا و مسافرون و پردیسیون کی راہ مارنا تو تم پر عذاب آوے گا تو ہم نے ان سے جھوٹ کہا تھا چند روز تک تو کچھ کھٹک رہی کہ شاید اس شخص نے سچ کہا ہو جو جادو وغیرہ سے اُس کو معلوم ہوا ہو اور اب دن گذر گئے تو بیخوف ہوکر شرک و کفر کرنے لگے اور ہم کو جھوٹا سمجھا۔ جَآءَهُمْ نَصْرُنَا تو آگئی ہماری مدد ان کے پاس یعنے یہ لوگ مع مومنین کے کافرون کی ایذا و لعن طعن اور ہر طرح کی معیشت کی تکلیف و تنگی سے کافرون کے پنجے سے چھڑائے گئے اسطرح کہ کافرون پر عذاب آیا اور عجیب قدرت الٰہیہ کے ساتھ کہ عقول

متحیر ہوئین یعنے اس خطہ پر نازل ہوا جس مین مومن وکافر سب تھے۔ فَنُجِّيَ مَن نَّشَاءُ پس نجات دیا گیا ہر وہ شخص جس کو ہم نے چاہا
یعنے فقط وہ لوگ جو صدق دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ان صفات کے ساتھ یقین کیا جو رسول نے وحی سے بتلائے تھے
اگرچہ غفلت مین اُن سے گناہ سرزد ہوگئے ہون یا ہوتے ہون مگر ایمان ویقین والا ہہدایت وعنایت الٰہی سبحانہ تعالیٰ متنبہ ہوکر
توبہ کرتا رہتا ہے۔ الحاصل نجات عذاب دنیا کا مدار ایمان پر ہے اور گناہون سے تقوی ہونا شرط نہین ہے اس کا حساب آخرت
پر ہے پس قولہ فنجی من نشاء بمنزلہ فنجی من آمن وصدقا ہے اور شاید کہ مبہم اپنی مشیت پر رکھنے مین اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
عالم الغیب ہے کہ کون حقیقت مین اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور کون ایسا ہے کہ ظاہر مین اقرار کرتا ہے اور باطن مین منافق ہے تو عذاب
کے وقت منافق بھی پکڑا گیا اور اگر دنیا مین عذاب نہ آتا تو منافق ظاہری اقرار کی برکت سے دنیا مین بچا رہتا گر مرتے ہی گرفتار ہو جاتا
اور قیامت مین سب سے نیچے طبقہ دوزخ مین ڈالا جائیگا اللھم انی اعوذ بک من ان انافق بک واعوذ بک من الموت علے النفاق
والکفر والشرک۔ اور دوسرا اشارہ یہ کہ اکثر لوگ ایمان کا دعوے کرتے ہین اور اپنے نزدیک انکو یقینی دعوے ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر
ایمان رکھتے ہین حالانکہ فی الحقیقت وے مشرک یا منافق ہوتے ہین اور بیان اسکا مفصل اوپر گذر چکا۔ لہذا اپنے علم پر اسکو محول فرمایا کہ جسکو
ہم نے چاہا وہ نجات دیا گیا۔ اور ظاہری حالت کے موافق نہین معلوم ہوسکتا چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ قیامت کے روز میرے ساتھیون مین سے
ایک گروہ کو بائین جانب یعنی دوزخ کو لے چلینگے پس مین عرض کرونگا کہ اے رب میرے یہ تو میرے ادنے درجہ والے صحابیون مین ہین حکم ہوگا
کہ تو نہین جانتا کہ انھون نے تیرے پیچھے کیا کیا یعنی باطن مین مرتد ومنافق ہوگئے اور یونہی واقع ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ
عنہ کی خلافت مین اکثر عرب مرتد ہوگئے اور بعد سخت قتال وجدال کے مسلمان ہوئے پس جو لوگ قبل حقیقی ایمان کے مرگئے ہون یا ظاہر
مین اسلام لانے تاکہ حضرت خلیفہ کے لشکر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بچ جاوین پھر ہنوز تحقیقی ایمان نہ ہوا تھا کہ مرگئے تو یہ لوگ اس گروہ مین
ہونگے۔ بالجملہ ظاہر مین معلوم نہ ہوا اور صریح قولہ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ بعضے لوگ نفاق کے
ایسے مشاق تھے کہ آنحضرت صلعم انکو نہ جانتے تھے صرف اللہ تعالیٰ جانتا تھا۔ اور واضح ہو کہ بعضے علماء نے زعم کیا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے نفاق نہین رہا باستدلال ظاہر قول حضرت ام المومنین صدیقہ رضہ کے کہ بعد آنحضرت صلعم کے نفاق نہین ہے بلکہ مومن
ہین یا کافر ہین۔ یہ زعم غلط ہے اور قول صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معنے یہ ہین کہ کسی کو منافق کہنا اُس کے باطن کا حال بیان کرنا ہو
اور یہ وحی سے آنحضرت صلعم فرماتے تھے پس اب کوئی نہین بیان کرسکتا اور یہ مطلب نہین ہے کہ اب کسی کے دل مین نفاق نہ ہوگا
کیونکہ یہ تو قیامت تک جاری ہے۔ غرض میری یہ ہے کہ اس زمانہ مین علماء ربانی فقیہ بہت ہی کم ہین اور عوام نے اپنے زعم پر جس کو چاہا
عالم منتخب کرلیا اور خاندانی ورثہ قرار دیا پس ان کو نہ ایمان معلوم ہوا اور نہ صفات الٰہیہ سے جسپر اعتقاد کرنا چاہیے واقف ہوئے اور
نہ وہ شرک سے بچے اور نہ ان کو کوئی فکر ہے ظاہر مین لا الہ الا اللہ کہنے کو ایمان سمجھ لیا ہے اور دل مین تصدیق ومعرفت کچھ نہین ہے تمام
اعمال وافعال شرک سے بھرے ہین اے رب ہمارے ہم کو ایمان عطا فرما دے اور اس نعمت کی قدر ہمارے دلون مین تمام دنیا و
جہان سب سے زیادہ کردے اور ایمان پر ہم کو اپنی جان صدقہ کردینا تاکہ تجھ سے شرک نہو اگرچہ ہم مرین یا مارے جاوین ہمپر یقینی آسان
فرما دے اور اپنے فضل سے عافیت کے ساتھ ہمارا خاتمہ ایمان پر بخیر کردے انت ارحم الراحمین وانت الہادی انت علے کل شئی قدیر
اب معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے بطور ابہام فرمایا کہ عذاب آجانے پر نجات دیا گیا وہ جسکو ہم نے چاہا پس معلوم ہوگیا کہ جسکو نہ چاہا وہ نہ چھوٹا

لہذا فرمایا۔ وَلَا یُرَدُّ بَأْسُنَا۔ عذابنا۔ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۔ اور دفع نہین کیا جاتا ہے ہمارا عذاب ایسی قوم سے جو مجرم ہین مجرم سے مراد یہان ایمان کے علاوہ ہر چیز ہے خواہ کفر ہو یا نفاق یا شرک۔ اور کافر و منافق بھی مشرک ہوتے ہین اسی واسطے مجرمین کی تفسیر مین علماء نے کہا کہ مراد مشرکین ہین۔ پھر اگر کہا جاوے کہ مجرم تو ہر گنہگار کو کہتے ہین تو جواب یہ ہے کہ یہان عذاب آنا ایمان سے انکار و اصرار پر ہوا تو معلوم ہوا کہ جو ایماندار نہین وہ مجرم مراد ہے اور وہ مشرک ہوتا ہے اور مین پہلے بیان کر چکا ہون کہ اعمال فرائض نماز روزہ وغیرہ یا دیگر گناہ جو ایمان والے سے سرزد ہون مگر ہرگز وہ شرک و کفر کا کوئی فعل نہ کرے جیسے چیچک مین مالی و دیبی وغیرہ یا کسی کے بھروسے پر رزق سمجھنا وغیرہ یا ٹوٹکا و نجوم و رمل وغیرہ یا قبرون و بزرگون سے حاجات مانگنا وغیرہ یا بزرگون مین سے کسی کی نماز مقرر کرنا جیسے بغداد کی طرف منہ کر کے صلوٰۃ غوثیہ وغیرہ یا جو اقسام اوپر مذکور ہوئے ہین تو ان گناہون سے وہ ایمان سے خارج نہ ہوگا اور یہ بات وہ خود دیکھے کہ فوراً متنبہ ہو کر توبہ و استغفار کرتا ہے یا نہین پس اگر وہ کبیرہ پر اصرار کرتا ہے یعنے متنبہ ہو کر نادم و خائف و شرمندہ نہین ہوتا اور ہٹ کیے ہے تو علماء نے کہا کہ کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر و شرک ہے۔ اس زمانہ مین تو رشوت و خیانت و سود اور شراب خواری پر اصرار اور دلی محبت ہر کفر کی باتون و آرائش سے اور بکثرت بد اعتقادی امور شرع سے اور اکثر بزرگان دین و علماء سالقین و مجتہدین پر لعن و طعن و اس پر اصرار ہے حتی کہ فقیرون گداگرون کو ناجائز حرام طریقہ پر کمانے کے اصرار ہے اور نہایت شدت سے فاحشہ عورتون کے ساتھ ہر مجمع مین حتے کہ بزرگ بندون کے مزارات پر رقص و سرود کی شرکت مین اصرار اور اُن کے ساتھ مسلمانون کا برتاؤ کرنے مین پوری موالات و مودت سے اصرار اور بے انتہا امور جن کا ذکر دشوار ہے سب پر علانیہ اصرار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دار الکفر ہے اللھم لا الہ الا انت تفعل ما تشاء و تحکم ما ترید ربی توفنی مومنا اذا توفیتنی وانت علی کل شئی قدیر۔ اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون جب کلام پاک کے معنے و اُس کے فوائد سمجھ مین آ گئے تو اختلاف قراءۃ و دیگر فوائد ذکر ہونا چاہیئے۔ پس قولہ حتے اذا استایئس الرسل۔ بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ اس مین مشرکین وغیرہ کو تہدید ہے کہ شرک و کفر کے ساتھ بغیر عذاب مین گرفتار ہونے کے بچے رہنے سے غرہ نہون اور غور و عبرت سے دیکھین کہ انسے اگلی قومون کو بھی مہلت دی گئی تھی یہان تک کہ رسول لوگ نا امید ہو گئے کہ شاید ان کافرون پر دنیا مین ہم کو نصرت نہ دیجاوے کیونکہ باوجود شدت کفر و ایذا کے وے لوگ اسیطرح ناز و نعمت و ثروت مین تھے بلکہ اور زیادہ ان پر مال و متاع کا دروازہ کھولدیا گیا تھا۔ یا اس بات سے نا امید ہو گئے کہ یہ لوگ جو اسقدر عیش و عشرت دنیاوی مین کمال رغبت سے منہمک ہین اور سخت اصرار کے ساتھ شرک و کفر پر قائم اور روز بروز مال متاع مین ترقی ہے یہ کسی طرح ایمان نہ لاوینگے۔ قولہ وظنوا انہم قد کذبوا۔ سراج مین ہے کہ شیخ حمزہ و عاصم و کسائی کے قراءۃ مین بضم اول و کسر ذال منقوطہ بدون تشدید ہے اور باقیون کی قراءۃ مین بتشدید ذال منقوطہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ظنوا اس مقام پر یا تو بمعنے ایقنوا ہے یعنے یقین کیا رسولون نے۔ کیونکہ ظن کا لفظ یقین کے مقام پر فصاحت عرب مین بہت مستعمل ہے اور اس کی مواقع و توجیہات کا محل کتب بلاغت ہے نہ تفسیر اگرچہ کشاف وغیرہ کے پاس صرف یہی مبلغ ہے اور یا بمعنے ظن ہے یعنے گمان غالب اور بیضاوی کی تفسیر مین معنوی احتمالات مذکور ہین اُن کے ترجمہ مین ظن کے ہر موقع کے معنے ذکر کرتا ہون پس قولہ ظنوا انہم قد کذبوا اے کذبتہم انفسہم حین حدثتہم بانہم ینصرون۔ اقول بنا بر قراءۃ تخفیف اور یعنے یکہ رسولون نے گمان کیا کہ انکے نفس نے انسے جھوٹ کہا جب انسے بیان کیا کہ تم نصرت و مدد دیے جاؤگے یعنی انکے نفس نے دل ہی دل مین جو ابھارا دی کہ تم کو آخر کار کافرون پر نصرت ہوگی تو یہ نفس نے جھوٹ

Marfat.com

خطرہ دیا کیونکہ نہایت تاخیر ہوئی اور کفار بہ نسبت سابق کے بھی زیادہ عیش میں ہیں۔ یہ توجیہ اسوقت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے وحی سے انکو یہ وعدہ نہ دیا ہو کہ آخر تم کو نصرت ہوگی۔ پھر لکھا کہ یا یہ معنے ہیں کہ انھوں نے یقین کیا کہ قوم نے اُن سے جھوٹ وعدہ دیا تھا کہ ہم ایمان لے آوینگے۔ اقول یعنے ان کے اصرار سے یقین کر گیے کہ انھوں نے ہم سے جھوٹ کہا تھا اور صورت یہ کہ مثلاً قریش کی طرح اموال دنیاوی مانگے اور معجزات دیکھے مگر بعد کو اصرار کر گئے تو رسولوں کو وحی سے یقین ہو گیا یا ظن اپنے معنے پر ہو یعنے قرینہ سے غالب گمان کیا کہ یہ جھوٹ وعدہ کرتے تھے۔ اور لکھا کہ بعض کے قول میں دونوں کی ضمیر قوم کی طرف ہے یعنے قوم والوں نے یقین یا گمان غالب کر لیا و مطمئن ہو گئے کہ رسولوں نے جو ہم کو عذاب سے وعید کی تھی وہ جھوٹ بولے تھے کیونکہ اسقدر مدت سے اموال و دولت کی ترقی زیادہ ہوتی جاتی ہے کچھ عذاب نہیں آتا بعض کے قول میں اول قوم کی طرف اور دوم رسولوں کی طرف یعنے قوم نے ظن کیا کہ رسولوں کو جھٹلایا گیا کہ تمکو نصرت ہوگی اور لکھا کہ ابن عباس رض روایت کیا گیا کہ رسولوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالےٰ نے جو انکو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ شاید خلاف کیا گیا۔ اور لکھا کہ اگر روایت صحیح ہو تو گمان کرنے سے مراد وہ خطرات ہیں جو ہوا جس نفس سے قلب بشاری ہو جاتے ہیں بطریق وسوسے کے۔ اقول یعنی فعل اختیاری کے طور پر یہ بات گمان میں نہیں لائے بلکہ بطور خطرات نفس کے انکے گمان میں یہ خطرہ نفسانی آگیا۔ جسکو اسی وقت انھوں نے دفع کیا ہوگا کیونکہ مومن کی شناخت و شان جب یہ بیان ہوئی ہے تو پیغمبر کی شان اعلےٰ میں ضرور یہی ہوگا۔ ایک یہ تاویل بیان کی اور دوسری تاویل یہ لکھی کہ شاید قول ابن عباس رض سے یہ مراد ہو کہ کافروں پر نصرت میں تاخیر و مہلت اسقدر ہوئی کہ گویا وعدہ نصرت میں خلاف کیا گیا پس یہ بطریق تمثیل کے مبالغہ تاخیر کا ہے یعنے تاخیر ایسی زیادہ تھی کہ مبالغہ کے طور پر یہ کہا جاوے کہ انھوں نے وعدہ نصرت میں خلاف ہونے کا گمان کیا۔ اقول اس میں کلام آگے آویگا۔ اور یہ سب کوفیوں کی قراۃ کذبوا تخفیف پر تھا اور دوسری قراۃ بالتشدید پر لکھا کہ رسولوں نے گمان یا یقین کیا کسی دلیل سے کہ قوم کافر نے ان کو جھوٹا سمجھا اس وعید میں جو ہم نے عذاب نازل ہونے کی اُن کو دی تھی۔ اور لکھا کہ شاذ قراۃ میں کذبوا تخفیف و تخفیف ذال بصیغہ معروف آیا تو معنے ظاہر ہیں کہ رسولوں نے گمان کیا کہ ہم نے جو کافروں کو عذاب کا وعدہ دیا تھا شاید ہم نے اُن سے جھوٹ کہا۔ اقول یہ معنے اور یہ قراۃ جسکو ظاہر سمجھا جاوے محل اعتراض ہے اس لیے کہ وعدہ عذاب دنیاوی بطریق وحی ہونا لازم ہے پس وعدہ میں کذب کا گمان خلاف ہے الا آنکہ یہ کہا جاوے کہ نفس نے خطرہ دیا کہ شاید ہم سے کچھ سہو ہوا اگرچہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں۔ اور بعض دوسروں نے ذکر کیا کہ یہ قراۃ مجاہد و حمید رحمہما اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہے۔ اور قراۃ کذبوا تشدید پر سراج وغیرہ میں کہا کہ رسولوں نے یقین کیا کہ انکو انکی قوم نے جھٹلایا وہ اسطرح کا جھٹلانا کہ بعد کو ایمان کی امید باقی نہ رہی اقول ظنوا کو یقین کے معنے میں لینے کے بعد اسکی کچھ حاجت نہیں ہے کیونکہ رسولوں کا یقین کرنا اپنی رائے یا قرینہ سے شرک ہوگا بلکہ دلیل سے اور وہ وحی آلہی ہے تو جب وحی سے انکو معلوم ہوا کہ یہ قوم تمکو جھٹلاویگی کبھی نہ مانیگی تو اب خود ہی قید مذکور ثابت ہوگئی فافہم۔ اور تفسیر حافظ ابن کثیر رہ وغیرہ میں ہے کہ عروہ بن الزبیر نے اپنی خالہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسطرح روایت کی کہ میں نے قولہ تعالےٰ عز وجل وظنوا انہم قد کذبوا۔ کو پوچھا کہ کذبوا تشدید ذال منقوطہ ہے یا کذبوا تخفیف ذال منقوطہ ہے تو فرمایا کہ کذبوا یعنی تشدید سے میں نے کہا کہ واللہ رسولوں کو تو یقین تھا کہ قوم نے انکی تکذیب کی تو یہاں ظن کیا ہوا اس فرمایا کہ ہاں قسم ہے کہ انھوں نے یقین کیا تھا کہ قوم نے انکو جھٹلایا ہے پھر میں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کذبوا تخفیف ہے۔ فرمایا کہ معاذ اللہ رسولوں کی یہ شان نہ تھی کہ اپنے رب کے ساتھ ایسا گمان کرتے تو میں نے پوچھا کہ پھر اس آیت کے معنے کیا ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ رسولوں کی

پیروی کرنے والون کی طرف سے ہے جو رسولون پر ایمان لائے اور تصدیق کی مگر کافرون کی طرف سے انکو اذیت پہونچی اور انکو نصرت کا وعدہ دیا گیا مگر زمانہ بہت دراز گذر اکہ برابر انپر اذیت رہی اور نصرت آلہی کے آنے مین تاخیر ہوئی حتیٰ اذا استایئس الرسل یہانتک کہ جب مرسلین نا امید ہوگئے اُن لوگون کی طرف سے جنھون نے ان کی قوم مین سے کفر اختیار کیا تھا یعنی یہ ایمان لا دینگے۔ وظنوا انھم قد کذبوا۔ اور گمان کیا رسولون نے کہ جو لوگ انپر ایمان لائے تھے انھون نے ہم کو نصرت آلہی حاصل ہونے مین جھٹلایا یعنے اتباع کے دل مین یہ خیال ہے کہ ہمارے پیشوا پیغمبر نے ہم سے جھوٹ وعدہ کر دیا تھا کہ تم کو اللہ تعالے کی نصرت پہونچیگی اور تمھین انجام کار بلند رہوگے، جاءھم نصرنا تو اسوقت مین انکے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد پہونچیگی رواہ البخاری مترجم کہتا ہو کہ یہ تاویل سب سے بہتر ہو مگر تخفیف قراءۃ کی صورت مین حضرت صدیقہ انکار فرماتی ہین اور میرے زعم مین تخفیف کی صورت مین بھی یہ تاویل درست ہوسکتی ہے اگرچہ کسی قدر تکلف ہو وہ اس طرح کہ کذبوا بتخفیف از جانب حق تعالے گریہ مراد نہ تھی کہ نصرت آلہی پہونچنے کے وعدہ مین خلاف ہوا بلکہ باین طور کہ تاخیر نصرت سے اتباع نے ان کی تکذیب کی تو وہ اللہ تعالے کی طرف سے کذوب ہوئے فافہم اور ابن عباس رضہ نے روایت ہے کہ انھون نے کذبوا بتخفیف پڑھا اور کہا کہ رسولون کے دل مین بشریت کا خیال آگیا کہ وعدہ خلاف کیا گیا اور وے لوگ آخر بشر تھے اور دوسری آیت سے استدلال کیا یعنے قولہ تعالے حتے یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الآیہ۔ یعنے کہنے لگتا رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے کہ کب آوے گی نصرت آلہی مترجم کہتا ہے کہ اس آیت کے مثل وہان بھی تاخیر کے مبالغہ کو بطور تمثیل کے کذوب وخلاف وعدہ کیا گیا۔ اور عروہ رضہ نے ام المومنین سے اس کو ذکر کیا تو آپ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ واللہ جو کچھ اللہ تعالے نے کسی اپنے رسول سے وعدہ فرمایا وہ یقین کر گیا کہ یہ میری موت سے پہلے ضرور ہوگا ولیکن رسولون پر برابر بلا ہو کل ہوتی ہو یہان تک کہ انھون نے گمان کیا کہ اُن کے ساتھ جو مومنین ہین انھون نے بھی اُن کو جھٹلایا ہے۔ اقول مواقع امتحان وابتلا ہین سے بیشک عظیم موقع ہے اور نزول نصرت کا وقت عجیب خوب ہے کہ آخر وقت تک کفار کو مہلت دی گئی اور جب کفار اعدا کی رعایت سے اولیاء اللہ مومنین کے حق مین وہ ضرر لاحق ہوا جس سے ان کی ولایت وایمان سلب ہو جاوے تو اعدا و اولیاء مین سے اولیاء کی رعایت مقدم فرمائی اور اعداء کو ہلاک کر دیا سبحان اللہ ولا الٰہ الا اللہ۔ اور حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کذبوا بتخفیف پڑھا کما رواہ ابن مردویہ من طریق عکرمۃ عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ انھون نے کذبوا بتخفیف پڑھا اور معنے یہ بیان کیے کہ اللہ تعالے کے رسول اپنی قوم کے کافرون سے مایوس ہوگئے کہ وے ایمان نہ لا دینگے اور اُن کی قوم کے کفار نے انکی نسبت یقین کر لیا کہ رسولون نے جو ہم سے عذاب کے خوفناک دعوے کیے تھے وے جھوٹ تھے تو فوراً عذاب آلہی کافرون پر واسطے مدد رسولون کے نازل ہوا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی قراءۃ تخفیف اور یہی معنی مروی ہین اور یہ بھی ابن مسعود رضہ سے روایت ہو کہ مین نے آنحضرت صلعم سے سورہ یوسف مین کذبوا بتخفیف حفظ کیا ہو۔ اقول تخفیف قراءۃ کی صورت مین یہی معنے سب سے بہتر ہین۔ اور واضح ہو کہ جب کوئی قوم شدت سے کفر پر اصرار اور انبیاء و اہل توحید کو اذیت دیتی ہو تو اللہ تعالیٰ کی حکمت مین سے دیکھا گیا کہ انپر رزق ومال و اولاد کی فراخی زیادہ ہوجاتی ہو اور یہ سابق مین مقدمات مین منقوص ہو کہ انکو کفر واصرار پر وسعت زیادہ دیدی گئی اور جس دنیا کے پیچھے انھون نے خالق عز وجل سے کفر کیا اور نیک بندون کو اذیت دی وہ انکو خوب مل گئی پھر وے اس حد تک پہونچے کہ رسولون کو وعدہ عذاب مین بھی جھوٹا بتلانے لگے تب عذاب آگیا پس رحمت الٰہیہ عز وجل کو کیا قیاس کر سکتا ہو کہ کافرون نے اس سے کفر کیا اور

Marifat.com

دنیاے فانی کو شیطان کا بندہ ہو کر چاہا اور رسولون نے رضاے حق تعالےٰ کو طلب کیا تو کافرون کے نام سے اذیت اُٹھائی اور برخلاف
کافرون کے مال و متاع مین تنگی پائی کیونکہ فراخی دنیا اسی قوم کو دیدی گئی جن کے واسطے دنیا ہے پھر جب کافرون نے اس عذاب
کو جو بصورت مال و متاع دنیا ہے عذاب نہ جانا اور دوسرے سخت عذاب کے واسطے دلیری و جرات کی جیسے کفار مکہ نے دلیری کی
تھی کہ عذاب ہم پر لاؤ کہان ہے تو رحمت الٰہی نے اولیاء کو نصرت دی اور یہ مستلزم ہے کہ کفار اعداء ہلاک کیے جاوین پس بدبخت
اپنے ہاتھون ہلاک ہوئے اور عذاب انپر دائمی ہو گیا۔ اور حدیث سے ثابت ہو کہ جن کافرون پر دنیا مین یہ عذاب آیا وے بہ نسبت اور
کافرون کے ز... غضب مین ہین اور فرمایا کہ وہ امت مرحومہ ہے جسکا پیغمبر اس کے سامنے اُٹھ گیا اور وہ اچھے نہین جو پیغمبر کے سامنے
ہلاک کر دیے گئے۔ اور حاصل اس آیت کا علاوہ معارف و علوم کے یہ سخت تہدید کفار عرب کو ہے کہ اگر تمپر جلد عذاب نہ آیا تو نڈر ہو کر
نہ چلو کیونکہ تم سے سابق اُمتون مین ایسی مایوسی کے وقت تک تاخیر کی گئی ہے پھر آخر کو ہلاک کیے گئے چنانچہ زمین مین پھرو اور عبرت کی
نظر سے دیکھو تو تم کو دنیا کی بیقدری و فنا ہونا بھی متحقق ہو۔ قولہ فنجی من نشاء سراج مین لایا کہ ابن عامر و عاصم کی قراءۃ مین نجی بضم اول
و جیم مشدد و مکسور و یاے مفتوحہ ہو اقول یہی حفص کی قرات اس دیار مین معروف ہو اور لکھا کہ باقیون کی قراءۃ ننجی بصیغہ جمع متکلم یعنے نون
اول مضموم اور نون دوم مفتوح و جیم مشدد و مکسور و یاے ساکن اور معنے پس ہم نجات دیتے ہین۔ اور لفظ باس کے چند معنے آتے ہین ازانجملہ
لڑائی و خوف و فقر و عذاب و مرض وغیرہ۔ اور یہان مراد عذاب ہو اللھم انی اعوذ بک من الباس ف فی العرائس قولہ تعالےٰ حتی اذا استیأس
الرسل۔ اسمین اشارہ سے دلالت ہو کہ اہل عنایت ازلیہ انبیاء و مرسلین و اولیاء و محبین کے ساتھ مشیت قدیمہ و سنت مستقیمہ یون جاری ہے
کہ قیدخانہ امتحان مین کشف غیب کے اس حد تک منتظر ہون کہ کلیجہ مُنھ کو آجاوے اور کشف جلال و عزت کبریاء و استغناء کا ظہور یہانتک
طاری ہو کہ اسکی عزت و کبریائی کے سامنے اپنے آپ کو ہیچ و نابود سمجھین اور خوف سے کشف استغناء کے سامنے انپر مایوسی طاری ہو جاوے
اگرچہ ظہور رحمت و جمال قدم کے آگے انکے اوقات انبساط بھی ایسے ہین کہ عوام اگر مرتکب ہون تو ہلاک ہو جاوین پس یہان بیان ظہور استغناء و
کبریاء کا ہو جسکے سامنے تمام مخلوقات دوجہان کا عدم و وجود برابر ہو چاہے تو صدہزار بار ایسے پیدا و فنا کر دے اور اسکی مملکت کبریائی مین کچھ
ذرہ بھی کم نہو پس اس کشف و بصیرت سے اُنکے قلوب فنا و اسرار مضمحل ہو کر عقول فنا ہو گئین اور اجسام پر حیرت طاری ہوئی جسکو یاس سے
تعبیر کیا گیا ہو و قولہ ظنوا انہم قد کذبوا بتشدید ذال منقوطہ۔ ظہور کمال عظمت کبریائی و استغناء سے مضمحل ہو گئی تاکہ تاریکی التباس و غبار وسوسہ
کہ وہان وعدہ وغیرہ کا حجاب بکمال قدرت و مشیت کے آگے طاری ہو اور وسواس کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے۔ قال المترجم یہ معارف واقعیہ
ہین اور فرقہ معتزلہ وغیرہ عجب جاہل ہین جو فی الواقع دین توحید کے بدنام کرنے والے ہین اور مشرک باطنی ہین حتیٰ کہ زعم کیا کہ حق تعالےٰ
عز و جل پر بھی کچھ احکام فرض ہین جیسے بندون کے لیے اصلح وغیرہ اور یہ جہالت عجب شنیع ہو اور یہ قوم عجب جاہل مشرک ہو اللھم غفرانک ان
نقول فیک ما لا یلیق بجلال عزتک و کمال قدرتک انت تفعل ما تشاء و تحکم ما ترید الا لک الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین شیخ نے لکھا
کہ انبیاء و رسل کو غیرون پر خوف تھا نہ اپنی ذات پر کہ وے ہلاک نہو جاوین کیونکہ خود تو اصرار سے مشاہدہ قدم بہ نسبت سرمدیت مین تھے اور یہ
معنے ہین کہ انتظار و اضطراب شوق بوضوح انوار کے اور یہ معنی نہین کہ انکو شک ہوا کہ ولایت و نبوت و رسالت مین بسبقت عنایت التباس کے
ساتھ ہو کیونکہ یہ ہو نہین سکتا ہو اقول معانی حقیقیہ بلاریب صحیح ہوتے ہین مگر عوام جنکی نظر اجسام سے تجاوز نہین کرتی ہو انمین اہل تعلیم و علماے
ربانیہ کو بہت مشکل و دقت ہوتی ہو کہ کسطرح انکو سمجھا دیا جاوے اور اگر کاش وے لوگ استقامت سے عبودیت پر قائم رہتے اور کسی جانب

اپنی ناقص عقول کو نہ دوڑاتے بعد اس یقین کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رسول صدوق ہین خاتم المرسلین ہین جزم پایا وہ سب صحیح ہو تو عنقریب فضل الٰہی انکے حال کو رحمت مین غرق فرماتا جس سے تمام معاقد و مشکلات اسوقت فہم و علم کے ساتھ انکو منکشف ہوتے جنکے انکشاف کے لیے ابھی نے وقت اپنے نفس غالب ہوا و ہوس کے میل کچیل مین آلودہ حالت مین عقل مضمحل سے چاہتے ہین اور نہین سمجھ سکتے ہین شیخ نے لکھا کہ ایک قراءۃ مین کذبوا بتخفیف ہو یعنی کبریا و عزت کے سامنے تمام خلق کا وجود و عدم مع اپنے برابر سمجھے حتی کہ کفر و اسلام مین اسکی مشیت اصلی و ذاتی کی پسندیدگی اور رضامندی قدیمہ پر رہے اور خود غرق ازلیت و دوام کبریا و عظمت ہو کر غائب ہو گئے پس نظر فنا سے مراتب نزول مین اپنے آپ کو نہ دیکھا اور یہ غیبت امتحان ابتلا خواص عباد ہو تاکہ آداب مخلوق و خالق اس دار محنت مین متوانی ہون یہین سے کہا جاتا ہو کہ اہل ارادت پر احوال سے کچھ کشف نہین ہوتا مگر اسوقت کہ یہ لوگ مایوس ہو جاوین اور صریح دلیل بطریق اشارہ یہ قول ہو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ الآیہ ہو پس جیسے نزول باران رحمت طالبان غذاے جسم کی زمین خاکی پر بعد مایوسی ہوتا ہو ایسے ہی نزول باران رحمت خاصہ طالبان غذاے روح کی زمین قلبی پر بعد یاس ہوتا ہو اور یہ رحمت تمام اعضا مین پھیلتی ہو پھر حق تعالے نے قرآن پاک کے قصص کا عبرت ہونا اور بااعجاز منزل ہونے کا سچ ہونا اور آخر مین مومنین کے لیے رحمت ہونا بیان فرمایا بقولہ

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ

بیشک ہے ان لوگوں کے حالات بیان کرنے مین عبرت ان لوگوں کے واسطے جو عقل رکھتے ہین وہ نہین ہے ایسی بات جو افترا بنائی گئی ہو

وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً

ولیکن وہ سچا بتاتا ہو اس کتاب کا جو اس سے پہلے موجود ہے اور تفصیل ہو ہر ایک بات کی اور یہ ہدی ہو لوگوں کو ہدایت ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ع ۱۲ ۶

لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

ایسی قوم کے واسطے جو ایمان لانے والے ہین

لَقَدْ كَانَ لام تاکید قسمی ہو جو منکرون پر تشدید کی گئی یعنی ضرور بلاشبہ موجود ہو فِي قَصَصِهِمْ ان لوگون کے قصہ مین مراد قصہ سے افسانہ و حکایات نہین ہین بلکہ واقعات کا بیان جسطرح پر کہ سلسلہ وار واقع ہوا اور عرب بولتے ہین کہ قصصت اثرہ یعنی مین اسکے قدم بقدم چلا پھر بیان واقعات ترتیب وار کو قصہ کہا گیا اور جھوٹے قصہ جو اس زمانہ مین شائع ہین اگر صریح اظہار کر دیا گیا کہ یہ خیالی بندش ہو تو دیکھا جاوے کہ اگر شائستہ الفاظ مین اور شائستہ طریقہ سے جن مین حرام و مکروہ و مضلات و فحش وغیرہ کا میل نہو اور غرض اسکی نصیحت و پند ہو تو جائز ہو اور اگر یہ غرض نہو بلکہ دل بہلاؤ ہو تو ان قومون کے واسطے ہو جو آخرت سے غافل صرف نفس و تن پروری کرتے مین اور اہل ایمان و آخرت کے حق مین غفلت و بیکار تضییع اوقات و لہو کے حکم مین ہے اور اگر فحش کا میل ہو تو قطعاً حرام ہین۔ اور قرآن پاک مین جہان قصہ مذکور ہے اس سے سچے واقعات مراد ہین اور غرض اس سے نصیحت کاملہ ہو چنانچہ فرمایا کہ بیشک ان لوگون کے قصون مین۔ عِبْرَةٌ عبرت ہو یعنی کسی دوسرے کے واقعات و افعال و حرکات اور ان کا انجام دیکھکر اپنی ذات کے لیے نیک چال چلن کا نتیجہ نکالنا تاکہ خود بد انجام سے محفوظ رہین اور نیک انجام والون کے مانند اپنا انجام بہتر ہو مگر یہ عبرت ہر ایک جاہل بیوقوف کے لیے نہین کیونکہ وہ موت آنا یقینی دیکھ کر بھی کچھ خیال نہین کرتا اور سچے دوست ناصح کی بات جو اس کی خواہش کے خلاف ہو نہین سنتا بلکہ اسکا دشمن بنجاتا ہے اور جو دوسرا ناصح ہو اسکو بھی برا جانکر دشمنی مین شریک کرتا ہو اور یہ نہین دیکھتا کہ میری خواہش خود میری جان کی دشمن ہو کیونکر دیکھے کہ وہ بیچارہ نفس امارہ و شیطان کے قبضہ

Marfat.com

وسواس مین مجبور ہو رہا ہے اسکو یہ تو ہمت نہین کہ اپنے نفس کو دبا کر شیطان کے واہی خیالات دماغ سے دور کرے اور دیکھے کہ کیسی نصیحت
مین کہانتک خوبیان بھری ہین اسی واسطے بچون کو مجبور کر کے ان کی نفسانی خواہش سے روکتے ہین اور عقلی بات جو یکایک انکے
خیال مین نہین آتی ہے اُس کو آہستہ نرم طریقہ سے اُن کو سمجھاتے ہین حالانکہ وے دنیا کو آنکھون دیکھ رہے ہین تو آخرت کے ملک کے
سامنے ہم لوگ بچہ سے زیادہ بیوقوف ہین کہ بد بخت بچہ وہ ہے جسکو ہر چند مکرر سہ کرر سمجھایا جاوے اور سچ سچ سنایا جاوے کہ فلان
خاندان کے لڑکے نے ایسے افعال ناکارہ اختیار کیے تھے اور ایسے شہوات ہوا و ہوس مین پڑ گیا تھا آخر مست گیا اور بڑی بڑی تکلیفون سے
زندگی بسر کرنے لگا تو اس راہ کو چھوڑ دے اور دیکھ کہ فلان مفلس محتاج ذلیل نے اپنے معلم کی خدمت گزاری کی اور سب نصیحت سُنی
اور یقین کر کے اسپر عمل کیا وہی عیش و آرام و اقبال سے بسر کرنے لگا اور زندگی بہت عیش سے گزاری لیکن بدبخت لڑکے نے نہ سُنا اور
نیک بخت ہر چیز سے عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہی اسی طرح جس آدمی نے اگلون کے واقعات نہ سُنے اور نہ اُنپر یقین کیا اگرچہ مکرر سہ کرر سنائے گئے اسکو
کچھ عبرت نہوئی وہ جاہل و احمق ہی اسکو ان قصون سے کچھ فائدہ نہوا تو تحقیقی عبرت جو ان حالات مین ہی وہ بدبخت لوگون کے لیے نہین ہے بلکہ
ان قصون مین عبرت ہی لِّأُولِي الْأَلْبَابِ واسطے صاحبان عقول کے یعنی نیک بخت جو شفیق ناصح و معلم پاکیزہ عالم کی بات مانکر اسپر عمل کر کے
اپنے آپ کو آراستہ و پیراستہ کرتے ہین اور نفس کی خراب خواہشون کو روک کے عقل کو رونق دیتے ہین تو عقل والے و دانشمند و فقیہ و عالم کہلاتے ہین
پس اگلون کے صریح واقعات مین نصیحت و عبرت ان لوگون کے لیے ہی جو نفس امارہ کو دبا کر عقل والے ہین۔ واضح ہو کہ مفسرین نے قولہ تعالے قصصہم
کی ضمیر مین دو قول لکھے ہین ایک یہ کہ ضمیر حضرت یوسف علیہ السلام وانکے بھائیون وغیرہ کی طرف ہی اور دوم یہ کہ ضمیر سابقین انبیاء علیہم السلام وانکی
قوم کی طرف ہی اور مرجع دونون ہو سکتے ہین اور اول کا مرجع اگرچہ دور ہی بہ نسبت دوم کے لیکن یہ سورہ احسن القصص انھین کے حالات مین ہونے
سے مرجع کے لیے قرینہ معنوی ہی جو لفظی دوری کو کمزور کرتا ہی ولیکن حاصل دونون صورت مین یکسان ہی یعنی حق تعالے عزوجل قادر قیوم مختار ہی
جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے پس اس کی توحید ان صفات کے ساتھ کرنا سعادت ہی جو واقعی صفات ہین اور اپنی رائے و گمان سے برخلاف وحی
نبوت کے کوئی عقیدہ کر لینا شرک و کفر ہے اور جب توحید الٰہی پر قائم ہوا تو رسالت کا ضرور معتقد ہوا اور دنیا مین حکم شرع پر چلے گا
اور اللہ تعالے عزوجل کی محبت مین کسی فعل بد کا مرتکب نہ ہوگا اور اگر غفلت ہوئی توبہ کر لی اور تقوے سے مرد صالح ہو جائے گا اور
بصیرت حاصل ہونے پر آخرت کا خواستگار ہوگا کیونکہ دنیا و اس کی خواہشین محض بے ثبات ہین اور نفس و شیطان کی راہ چھوڑیگا اگرچہ
انتہا یہ ہو کہ شیطان ایک خوبصورت مالدار عورت کو خود زبردستی مرتکب حرام ہونے پر مائل کرے اور سمجھ لینا چاہیے کہ جو شخص تقوے اختیار
کرے اور خطرات شیطان کو راہ نہ دے تو شیطان دوسرے آدمیون مین خسرہ ڈالکر ان آدمیون کو متقی کے پیچھے لگاتا ہی ولیکن جب اللہ تعالے
عزوجل کی توحید پر قائم ہی تو جانیگا کہ شیطان کو خود کچھ قدرت نہین ہی اور کسی مخلوق کو ارادہ و مشیت الٰہیہ جو ازل سے جاری ہوئی ہی اسکے
حق مین بدل دینے کا اختیار نہین ہے پس انجام کو یہ شخص مقام امتحان و محبت سے ایک بڑا ذخیرہ ثواب لیکر تحت قبولیت الٰہیہ پر متمکن ہوتا ہی
کسی شخص کو قدرت نہین کہ اُس کو اس مرتبہ سے گرا دے اگرچہ جہان ایک طرف ہو جاوے اور حق تعالے عزوجل کی طاعت مین تمام
جہان ہیچ ہی اور مرد عارف کریم و سخی ہوتا ہی ہر باپ پر عفو و رحمت کی نظر بر رحمت حق تعالے عزوجل رکھتا ہی پس واضح ہو گیا کہ دنیا کی دولت
ملک سلطنت بمقابلہ آخرت کے کچھ چیز نہین ہی تو اسکی وجہ سے اپنے رب تبارک و تعالے سے کفر و شرک ہرگز نہ کرے اور جس نے شرک کر کے دیکھا کہ مجھے
خوب عیش ملتا ہے تو مین اللہ تعالے عزوجل کے نزدیک مقبول و نیک چال چلن ہون اُس نے سخت غلطی اُٹھائی کیونکہ انبیاء علیہم السلام و مومنین

Marfat.com

دنیامین تنگ رزق و مصائب مین مبتلا رہے اور اُن کے دشمن اور مخالف لوگ بہت زیادہ عیش و راحت دنیاوی و مال و اولاد سے مغرور ہوئے پس کفر و شرک و فسق و فجور کی حالت مین جب کسی کو مال و دولت و اولاد و عیال کی کثرت مین دیکھو تو یقین کر لو کہ اسپر اللہ تعالیٰ عز وجل کا غضب بہت زیادہ ہے اور جب کسی متقی پرہیز گار موحد مومن کو تنگی و تکلیف و مصیبت و امراض مین مبتلا دیکھو تو یقین کرو اور متقی کو بشارت دو کہ حق سبحانہ تعالے عز وجل کی رحمت اسپر بہت زیادہ ہے اور دونون کا انجام چار روز کی زندگی کے بعد فوراً ظاہر ہوجائیگا اور جو متقی کہ مال و دولت رکھتا ہے ہرگز اس کا دل کسی سے متعلق نہین بلکہ ہر دم وہ موت کا منتظر و طالب آخرت ہی۔ بالجملہ ایمان و توحید و اہل ایمان کا امتحان و نیک انجام سب اس سے معلوم ہوتا ہے اور کفر و نفاق و شرک اور کافرون و منافقون و مشرکون کا دنیا کے ملنے سے مغرور ہونا اور انکا برا انجام سب ان قصص سے معلوم ہوتا ہی مگر اسکو جو دنیا کے لوگون اور انکے واقعات کو نظر عبرت سے دیکھے اور نظر عبرت سے وہی دیکھیگا جسکی عقل ہوا و ہوس کی نجاسات سے پاک ہو اسی واسطے فرمایا کہ لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب۔ بیشک ان اگلون کے واقعی حالات مین اہل عقل کے لیے عبرت ہی۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کھانے پینے و کپڑے و مال و متاع و اسباب و آرائش یہ سب شہوات ہین جو جانورون کے حصہ مین دی گئی ہین پس اگر کسی شخص کو ان چیزون شہوات کے حاصل کرنے کی ترکیب و تدبیر مین بہت ہوشیاری ہو تو یہ حواس کی تیزی ہی عقل نہین ہی جیسے بیا جانور حواس کی تیزی سے نہایت عمدہ گھونسلا بناتا ہی جسکے مثل بغیر ہاتھ پانون کے بنانے مین آدمی عاجز ہوگا اور عقل کا نمونہ یہ ہی کہ آدمی کو معرفت خالق عز وجل و اپنے نفس کی شناخت و عجائب صنعت الٰہیہ کا علم و فقہ حاصل ہو۔ اب جاننا چاہیے کہ اگلے انبیاء کے ساتھ جو واقعہ انکی قوم کا ہوا کہ جنھون نے انسے کفر کیا اگرچہ بظاہر چند روز انکو دولت و ثروت زیادہ بڑھا دی گئی ولیکن آخر کو عذاب سخت مین دنیا سے فنا اور ہمیشہ کے لیے عذاب مین مبتلا ہو گئے اور جنھون نے انکی تصدیق کی اور اللہ تعالے عز وجل پر توحید کے ساتھ بدون شرک کے ایمان لائے وے اگرچہ چند روز تک مبتلائے محنت ہوئے بلکہ کافرون ہی کے ہاتھ سے انکو طرح طرح کی اذیت پہونچی اور عجیب تدبیرون سے کافرون نے چاہا کہ انکے رزق وغیرہ کے سلسلہ قطع کر کے انکو کفر پر مجبور کرین ولیکن کچھ نہوا اور آخر کار بعد چند روزہ تکلیف کے انھون نے دائمی عیش پایا والحمد للہ رب العالمین۔ یہ واقعات عبرت کے ایسے ہین کہ لامحالہ اُنسے یہ نتیجہ ظاہر ہی کہ کفر و شرک کرنا نہایت بدتر اور اُسکا انجام برا ہی اور ایمان نہایت بہتر و نیک انجام ہے مگر دیکھنا چاہیے کہ یہان اہل شقاوت کے لیے ایک فتنہ مضمر ہی اسطرح کہ شیطان نے انکو وسواس ڈالا کہ یہ واقعات حقیقت مین واقع نہین ہوئے صرف فرضی باتین ہین تو اللہ تعالے عز وجل نے ارشاد فرمایا۔ مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى نہین ہی قرآن ایک بنائی ہوئی بات۔ کیونکہ متواتر یہ بات ثابت ہی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر گذرے اور ان کی اولاد حضرت یوسف علیہ السلام و باقی گیارہ بیٹے تھے اور یوسف علیہ السلام مصر مین حکومت پر سرفراز ہوئے اور انکو نبوت حاصل ہوئی اور تفصیل کے ساتھ توریت کتاب آسمانی مین انکا قصہ آیا تو یہ اُلٹا زعم ہوا کہ یہ نئی بات بنائی ہوئی ہی۔ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ لیکن یہ قرآن تصدیق ہے اس کتاب کی جو اُس کے پہلے نازل ہوئی یعنی توریت مین یہ قصہ آیا تو قرآن مجید نے اس کتاب آسمانی کو سچا بتلایا پس قصہ سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن مجید وحی الٰہی ہے کیونکہ ایک اُمی بے لکھے پڑھے عربی پاک پیغمبر نے جسکی قوم مین کوئی عالم یا ذی علم نہ تھا ایک ہزارون برس پہلے کا واقعہ صاف صاف جیسا واقع ہوا تھا بیان کر دیا تو لامحالہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے وحی کے ساتھ بیان کیا اور اس سے کتاب توریت کی بھی سچائی ثابت ہو گئی پس اب غور کرنا چاہیے کہ جن لوگون نے شیطان کا وسوسہ قرآن کی نسبت قبول کیا انکی نادانی اس

حدتک ہو کہ اُلٹی بات مانی حالانکہ پہلی عبرت یہ ہونی چاہیے تھی کہ قرآن نہایت سچا کلام الٰہی ہے کہ اس کے معنوی مکارم و اخلاق و معارف توحید کے علاوہ جو سابقہ کتب سماوی عبرانی و سُریانی میں ہے ایسا ہی بے پڑھے عربی فصیح نے بیان کر دیا پس یہ قرآن بنائی بات نہیں ہے بلکہ جسطرح نبوت کا طریقہ ہے کہ ہر نبی اپنے سے اگلے پیغمبر کی تصدیق کرتا ہے اسی طرح یہ قرآن تصدیق توریت و انجیل ہے۔ اگر کہا جاوے کہ الذی میں یہ تو صیغہ واحد ہے اور تم توریت و انجیل دونوں لیتے ہو الذین تثنیہ چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہو کہ الذی کے معنے میں دو چار جسقدر ہوں سب داخل ہیں جیسے اُردو میں کہو کہ جو کوئی کتاب اس سے پہلے اُتری اس کی تصدیق کرتا ہو تو ظاہر ہے کہ اگر ایک اُتری ہو اُس کی اور دو ہوں اُس کی و زیادہ ہوں سب کی تصدیق کو حاوی ہوگا۔ اور میں کہتا ہوں کہ انجیل شامل کرنے کی ضرورت اسوجہ سے یہاں نہیں ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر توریت فرض تھی صرف توریت میں سے بعض احکام مثل جہاد کے منسوخ ہوئے وہ انجیل میں بیان کیے گئے اور یہ قصہ توریت ہی میں رہا پس تصدیق توریت کی ہوئی۔ واضح ہو کہ اس زمانہ میں توریت کا و انجیل کا کچھ پتہ نہیں ہو اور اصلی توریت و انجیل دونوں گم ہیں اور جو لوگ یہودی و نصرانی ہونے کے مدعی ہیں وے کچھ کتابیں دکھلاتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ یہ انھیں توریت و انجیل کے ترجمہ ہیں اور باہم ان ترجموں میں لاکھوں بلکہ کروڑ تک اختلاف کی نوبت پہونچی ہو ولیکن حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہودی اپنے پاس اُس مخفی قصہ کو عرب کے درمیان ایک دفینہ خزانہ سمجھتے تھے اسی وجہ سے قریش کو کہلا بھیجا تھا کہ محمد صلعم سے یہ قصہ پوچھو اور زعم یہ تھا کہ سوائے ہمارے خزانہ مخفی کے کسی کو اس کی تفصیل سے کچھ بھی اطلاع نہیں ہے تو لامحالہ اگر پیغمبر نہوئے تو عاجز ہونگے اور یہاں آپ خاتم المرسلین تھے صلے اللہ علیہ وسلم پس وحی الٰہی سے آپ نے مفصل وحی بیان کی پس اس قصہ میں ایک مقام عبرت کا قرآن مجید کی سچائی ہوئی کہ یہ خالص وحی ہو بات بنائی نہیں ہو بلکہ توریت کی تصدیق ہو کہ وہ بھی آسمانی کتاب ہو۔ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ اور یہ قرآن ہر چیز کی تفصیل ہو مفسرین نے لکھا کہ ہر چیز سے یہ مراد ہو کہ دین میں ہر چیز جسکی ضرورت ہو اس میں بیان ہو کیونکہ دین کی باتوں میں سے کوئی بات ہو ضرور اس کا استناد خواہ بواسطہ یا بلاواسطہ قرآن پاک سے ہو اور بعض نے کہا قصہ حضرت یوسف علیہ السلام وانکے بھائیوں کے واقعات میں سے ہر واقعہ کی تفصیل ہے۔ واحدی رحمہ نے کہا کہ بصورت ظاہر لفظ عام سے مراد خاص ہے جیسے قولہ تعالے وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ یعنی سبا کی شہزادی کا حال جب ہُدہُد نے سلیمان علیہ السلام سے بیان کیا تو کہا کہ وہ دی گئی ہے ہر چیز میں سے۔ یعنی اُسکے پاس ہر چیز موجود ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ جیسے ایک ذی دولت و ثروت کے پاس ہونا چاہیے ہر چیز اُس کے پاس ہے اور یہ غرض نہیں کہ تمام مخلوقات آسمانی و زمینی میں جو کچھ چیزیں ہیں سب اس کو دی گئی ہیں اسی طرح قرآن پاک ہے کہ بندگان حق عز و جل کے واسطے خواہ وے عربی ہوں یا تمام روے زمین سے کہیں کے ہوں اُن کو حیات دنیاوی بسر کرکے رضائے حق عز و جل کے ساتھ دوام بقا و ملک آخرت تک پہونچنے میں جن چیزوں کی ضرورت ہونی چاہیے ہر چیز اس قرآن پاک میں موجود ہے۔ اور اہل الحق نے کہا کہ قرآن مجید کے واسطے ظہور و بطون ہیں پس جن لوگوں کی نظر ظہور اول پر ہو انکو کچھ علوم نظر آتے ہیں پھر جو بندے کہ زیادہ بصیرت رکھتے ہیں انکو ظہور اول کا بطن یعنی دیگر علوم نظر آتے ہیں پھر اُنسے بڑھ کر بطن البطن جانتے ہیں علی ہذا القیاس میں کہتا ہوں کہ یہ بات اکثروں کی سمجھ سے باہر ہو اسی واسطے حضرت شارع صلے اللہ علیہ وسلم نے صریح نہیں بیان فرمائی تاکہ بے سمجھ لوگ انکار کرکے کافر نہو جاویں البتہ اشارہ سے بعض احادیث میں ثبوت ہوتا ہے ولیکن عوام کو ایسے مدارک میں انکار کی وجہ نہیں اگرچہ بے شبہہ وے اس قدر بصیرت نہونے سے سمجھ نہیں سکتے ولیکن یہ تو جانتے ہیں کہ عقلی بصیرت میں لوگوں کے مراتب میں فرق ہو چنانچہ ایک دقیق فلسفی کتاب جسکے الفاظ و حروف بالکل

سیہی ہوتے ہین جو گلستان و بوستان و دیگر کتب بین ہین ولیکن گنوار آدمی یا ابتدائی طالب علم ان لفظون سے گلستان سمجھ لیتا ہے گر حکمت فلسفی کا مسئلہ نہین سمجھ سکتا فافہم- واضح ہو کہ مترجم کے نزدیک اس کلام مین صریح یا اشارت سے یہ بھی داخل ہے کہ جو کچھ اختلاف یہود و نصرانیون نے ڈالا تھا اور اپنی کتابون کی تحریف کرکے روایات مین صحیح و اپنی طرف سے بنائی ہوئی اور کسی خیال سے صحیح کو بگاڑ کر دوسرے طور پر بنائی ہوئی سب کا مجموعہ لاکر تاریخ بنائی اور ہر ایک نے مختلف بنائین حتے کہ صحیح واقعات سے جو عبرت و نتائج حاصل کیے جاتے ان کے حاصل ہونے کی کوئی راہ نہ رہی اُن کا قرآن مجید مین تفصیل سے فیصلہ کر دیا اور جو کچھ حق تھا وہی ظاہر کر دیا پس قولہ ما کان حدیثا یفتری- مین یہ تعریض یہودیون وغیرہ پر ہے کہ جسطرح ان لوگون نے تحریف کرکے افسانہ گڑھ لیا وہ قرآن مجید مین نہین ہے اسمین کوئی بات مخلوط نہین اور نہ افترا ہے- ولکن تصدیق الذی بین یدیہ- ولیکن یا بلکہ تصدیق توریت و کتب سماوی ہے یعنی انکی تحریفات کو ظاہر کر دیا اور جو کچھ سچ تھا اس کی سچائی ظاہر کر دی- وتفصیل کل شئی- اور ہر بات جسمین اختلاف ڈالا تھا اسکا فیصلہ مفصل کر دیا- واضح ہو کہ قرآن مجید کی صفت مین حق تعالے عز وجل نے فرمایا- مھیمنا علے الکتاب یعنی توریت و انجیل پر شاہد ہے چنانچہ جو کچھ اہل کتاب نے تحریف کی اور غرض نفسانی سے بدل ڈالا جب قرآن پاک اللہ تعالے نے نازل فرمایا تو تحریف بیکار گئی اور کھل گیا کہ سچ اسطرح ہے جیسا کہ قرآن مجید مین مذکور ہے اور روایت صحیح مین ہے کہ اہل کتاب کی روایات کا حکم اسطرح دیا گیا کہ جو کچھ وے لوگ قرآن مجید مین متوافق بیان کرین وہ صحیح ہے اور جہان قرآن مجید سے مخالف بیان کرین وہ غلط ہے مثلاً جورو والا مرد اگر زنا کرے تو یہودی توریت سے نقل کرتے کہ اسکو کاغذ کی سیاہ ٹوپی پہنا کر جوتیون کا ہار گلے ڈالکر گدھے پر سوار کرکے شہر مین پھرا کر چھوڑ دو حالانکہ یہ تحریف تھی اور وہی حکم تھا جو قرآن پاک مین ہے مع سختی مزید کے اور تیسری قسم یہ کہ قرآن مجید مین وہ بات صریح تم کو معلوم نہوتی ہو اور یہودیون نے توریت سے یا نصرانیون نے انجیل سے نقل بیان کی تو فرمایا کہ تم نہ اسکو سچ مانو اور نہ جھٹلاؤ کہ واللہ تعالے اعلم شاید ہو- اور بات یہ تھی کہ اصل کتاب مین تو تحریف کر دی تھی اور یہ تحریف انھین لوگون نے فقط نہین کی بلکہ حالت یہ کہ بنو اسرائیل بارہ فرزند کی اولاد بارہ فرقے علحدہ علحدہ ہر بیٹے کی اولاد تھے اور حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ ہر فرقہ اپنی نقیب کے ساتھ تھا پس بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مدت دراز گذری حتی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ بھی گزر گیا پھر تحریف کرنے کے اسباب پیدا ہوئے اور لوگون مین نور ایمان کے بجائے تاریکی فسق و فجور کی بوجہ زنا کاری و سود خوری و باہمی نفاق و بوجہ قتل کرنے انبیاء علیہم السلام کے قائم ہوگئی اور ہر فرقہ نے اپنے پاس کے نسخہ توریت مین جہان ضرورت ہوئی تحریف کی- خصوص جب حضرت عیسی علیہ السلام کا زمانہ ہوا اور انھون نے انجیل سماوی سے جو احکام بحکم آلہی منسوخ ہوئے تھے بیان کیے تو انپر یہودیون نے نرغہ کیا اور ہرگز نہ مانا یہان تک کہ سوائے بنو اسرائیل کے بعض اقوام مسلمان ہوئے اور آخر ترقی شروع ہوئی مگر آپ کے اصحاب مین سے ایک نے یہود کو مخبری کی اور آپ کو اللہ تعالے نے آسمان پر اُٹھا لیا اور جس نے مخبری کی تھی اسی کے چہرہ پر اللہ تعالے عز وجل نے ایک ایسا پردہ کر دیا کہ لوگون کی نظر مین اُس کی صورت حضرت عیسے علیہ السلام کی نظر آتی تھی پس یہود نے سر بازار بادشاہ کے حکم سے پھانسی دیدی اور سمجھے کہ ہم نے حضرت عیسے علیہ السلام کو سولی دیدی ہے اور یہی شخص تھا جو سولی پر چڑھائے جانے کے وقت چلایا تھا کہ ایلی ایلی لما سبختانی ای میرے اللہ اے میرے اللہ تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا- اور عیسے علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے قبل آپ نے سب کو مضبوط رہنے کی تاکید کی اور سو جانے کا حکم دیا پس مومنون پر غنودگی طاری ہوگئی اور کافرون کی آنکھ نہین لگی پھر اصحاب عیسے علیہ السلام تین فریق ہوگئے ایک نے کہا کہ وہ خدا تھا ہم مین سے بعض نے اسکو آسمان پر چڑھ جاتے دیکھا تھا دوسرے نے کہا کہ نہین

یہ تو نہین ہر گروہ خدا کا بیٹا تھا ولیکن ان دونون فریق مین دلی دشمنی نہ تھی کیونکہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہم دونون آپ کی شان مین حقارت نہین کرتے مین اور تیسرا فریق کہتا کہ اللہ تعالےٰ سے توبہ کرو اور توحید پر قائم رہو وہ اللہ تعالےٰ کا رسول پاک تھا جو آدمیون کی طرح اللہ تعالےٰ عزوجل کی قدرت سے بی بی مریم علیہا السلام کے پیٹ سے بدون باپ کے پیدا ہوا تھا جیسے آدم علیہ السلام بدون ماں باپ کے اللہ تعالےٰ عزوجل کی قدرت سے پیدا ہوئے تھے اس فریق سے دونون گروہ کفار نے دلی دشمنی پیدا کرلی اور بدنام کیا کہ یہ فریق ان بزرگ کی شان مین حقارت گستاخی کرتا ہے آخر کار دونون نے متفق ہوکر اس فریق سے قتال کیا بعض نے لکھا کہ یہ فریق بالکل قتل ہو گیا اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ انمین سے بہتیرے مارے گئے اور باقی لوگ جنگلون وپہاڑون مین بھاگ گئے اور آخر کو یہودیون پر غضب الٰہی آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی مغلوب ہوگئے اور نصرانی بادشاہ ہو گیا اور عرصہ تک یہودیے گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برابری کا دعویٰ کیا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے تو بوحی الٰہی بعض احکام کا منسوخ ہونا ظاہر کیا تھا اور یہودیون نے وحی شیطانی سے کتاب مین تحریف کی اور انتہا اُسکے زمانہ نبوت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم تک بہت کچھ پہونچگئی اور رہے نصرانی تو جب انمین بادشاہ نصرانی ہوا اور اُس نے وہ اعتقاد کیا جو سوائے فریق موحد کے باقی دونون فریق کا اعتقاد تھا تو صحیح روایات سے ثابت ہے کہ کئی ہزار نصرانیون موحد مسلمانون اور کئی سو عالمون کو قتل وقید ومارپیٹ سے اُس نے سخت مجبور کیا اور آخر کو ایک اتفاق نامہ لکھا گیا کہ وہ اعتقاد جو جو دونون فریق مرتدین کا ہے اور اس محضر پر سب کی دستخط ہوئے باوجود اسکے جو لوگ کہ دل سے اسلام وتوحید پر تھے وے جنگلون وپہاڑون مین رہے مگر آخر کو خاتمہ ہو گیا اور انجیل مین اور نیز توریت مین بکثرت تحریف ہوئی اور جن امور سے یہ بات ظاہر ہوتی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بندۂ خدا اور رسول تھے انکو ایسے طور سے تبدیل کیا گیا کہ یہ بات باقی نہ رہے اور امانت کبری وغیرہ کتابین تصنیف ہوئین پس یہ حال توریت وانجیل کی تحریفات کا شیخ امام ابن کثیرؒ وعلامہ مفسر سیوطی ومعالم وغیرہ کے متفرق افادات سے ملتقط کیا گیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہود ونصاریٰ کی خود تاریخون[؎] سے ثابت ہے کہ اسکے واسطے جلسہ ومجمع ہوئے ہین. بعضے لوگ زعم کرتے ہین کہ جس کتاب کے بکثرت نسخہ پھیلے تھے اس مین ایسا ہونا دشوار ہے ـ مین کہتا ہون کہ بادشاہ قسطنطین خود اسکا متکفل ہوا تھا اور کس اہتمام سے شرک کے اتفاق پر محضر لکھوایا تو نسخون مین کیون یہ اہتمام نہوا ہوگا کیونکہ اسوقت تک ملک شام ویونان وبعض حصہ ملک مصر سے تجاوز نہوا تھا علاوہ اسکے اصل کتاب کا وجود نہین ہے اور جسکا عبرانی مین ہونے کا زعم ہے وہ خود پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور ترجمہ قریب قریب سب مختلف ہین اور خود نصرانیون کا قول ہے کہ کاتب سے پڑھنے مین غلطی ہوئی اور فرقہ انمین بہتر ہوئے اور کسی کے پاس اصل کا وجود نہین تو قول یہی صحیح ہے کہ ان لوگون نے اپنی رائے سے خوب خوب جی بھر کے تحریف کی. اور توریت مین منجملہ اسباب تحریف کے یہ کہ برادران حضرت یوسف علیہ السلام مین سے جس کسی کی نسبت زیادہ الزام ہوا اسکی اولاد نے تحریف کی بخیال حمیت کے جسکا منشا جہالت ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب. اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے قرآن پاک کی نسبت مشرکون کو وہم کرنے سے روکا بلکہ ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کی سچائی خود وحی الٰہی سبحانہ تعالےٰ سے ظاہر ہے اسمین افترا باندھی ہوئی بات نہین بلکہ توریت وانجیل کی تصدیق ہے کہ سابق مین اللہ تعالےٰ نے انکو نازل فرمایا تھا اور انپر عمل کرنا فرض تھا اور انسے عبرت تھی اور یہ تصدیق بھی قرآن پاک سے ہوئی کہ یون ہی توریت مین تھا اگرچہ پیچھے لوگون نے تحریف کی ہو اور قرآن پاک ہر تحریف کردہ وباقی مین تفصیل کرتا ہے پھر قرآن پاک سے عبرت حاصل کرنا انھین لوگون کے لیے ہے جو عقل رکھتے ہین اور عقل جبھی کہ ہوا وہوس نفس سے پاک ہوکر فرمان حق تعالےٰ عزوجل کا مطیع ہو جاوے اور اپنے نفس کی سرکشی کو روکے اور یہ جبھی ہوگا کہ ایمان لاوے اللہ تعالےٰ پر بجمیع صفات جسطرح کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے لہذا فرمایا ـ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

؎ قولہ تاریخون سے قول ہو مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی نے پادری فنڈر صاحب کے مباحثہ ودیگر کتابون سے اسکو مفصل لکھا اللہ تعالیٰ انکو جزاء خیر عطا فرماوے ۱۲ م

يُؤْمِنُونَ اور یہ قرآن پاک ہدایت ورحمت ہے واسطے ایسی قوم کے جو ایمان لاتے ہیں۔ شیخ امام حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا کہ اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہے کہ مرسلین واُنکی قوم کے واقعات میں کہ کسطرح ہم نے مومنوں کو نجات دی اور کافروں کو ہلاک کیا ہے اہل عقل کے لیے عبرت ونصیحت ہے اور یہ قرآن پاک سوائے اللہ تعالے عزوجل کے دوسرے کی طرف سے جھوٹ وبناوٹ نہیں ہے بلکہ تصدیق ہے اُن کتابوں آسمانی کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں پس جسقدر ان میں موافق تنزیل کے باقی رہا ہے اسکی تصدیق فرماتا اور جسقدر ان میں تحریف وتبدیل کیا گیا ہے اور کسی غرض سے اہل کتاب نے انہیں تغیر کیا ہے اُسکی نفی فرماتا ہے اور جو منسوخ ہوا اُسکو ظاہر کرتا ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے یعنی حلال وحرام ومکروہ وفرائض وواجبات ومستحبات ودیگر افعال روزمرہ اور امور جلیلہ جو آئندہ واقع ہوں اور صفات آلہیہ جن کے ساتھ شرک روا نہیں ہے اور تنزیہ تبارک وتعالے مخلوقات کی مماثلت ومشابہت سے مفصل بیان ہے اسی واسطے ہدے ورحمۃ ہے مومنوں کے لیے کیونکہ کفار تو شیطان کے کہنے پر چلتے ہیں اور دیدہ ودانستہ نہیں مانتے ہیں اور مومنین عبرت حاصل کرکے گمراہی وعذاب سے بچتے اور پناہ مانگتے ہیں اللہ تعالے کی رحمت کے اُمیدوار دنیا وآخرت میں ہیں ہم اللہ تعالے سے دعا کرتے ہیں کہ ہمکو بھی مومنین میں شامل کردے اور اپنے فضل سے کفر وشرک سے بچا دے آمین یا ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب یعنی عارفین ومحبین ومتقین صادقین صابرین جو صاحبان احوال واہل عقول ہیں انکے لیے ان قصص میں نصیحت وعبرت ہے کیونکہ اس میں نیکوں کے مقامات کا اور جو حالت انکے لائق ہوتی ہے فراق ووصال وبلاء وامتحان ومحبت کاملہ وغیرہ سب کا بیان ہے پس اہل سعادت اگلوں کی اقتدا کرتے ہیں تا کہ فضل ورحمت الٰہیہ سے اُنکے درجات وکرامات پر قائم ہوں حضرت امام جعفر صادقؒ نے کہا کہ اولوا الالباب وہ ہیں جنکے اسرار اللہ تعالے عزوجل کے ساتھ ہیں۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ اہل عقل کے واسطے عبرت ہے کہ نفس اُسکی خواہشیں مقام امن واعتبار نہیں ہے۔ شیخ اُستادؒ نے کہا کہ بادشاہوں کے واسطے عبرت سلطنت حضرت یوسف علیہ السلام میں ہے کہ اسی طرح عدل وانصاف پھیلادیں اور لوگوں کے ساتھ احسان کریں۔ جیسے یوسف علیہ السلام نے کیا اور مثل اُن کے عفو وکرم کریں اور اہل تقوے مثل اُن کے تقوے کریں اور نفس کی خواہش پر نہ چلیں چنانچہ شدت بلاء وموقع اشتہار میں سخت صبر کیا نفس کو مضمحل کیا تو اللہ تعالے نے انکو دنیا وآخرت میں کس درجہ عالی پر پہونچایا اور عزیز کی جورو نے جب خواہش نفس کی پیروی کی تو کسطرح مضرت وفقر وفضیحت اُٹھائی۔ اور ملوک عبرت حاصل کریں کہ کیونکہ سرداری فقط حریت اور اپنے رب تبارک وتعالے کی طاعت کرنے میں اور مانند اسکے ظاہری عبرت بہت ہیں اور قولہ وتفصیل کل شئ الآیہ سے جملہ مقامات عرفان وکرامات تقوے ومقامات نفس وشیطان وحالات عقل وصفائی قلب ومشاہدۃ الرحمن کا بیان ہے واللہ سبحانہ تعالے اعلم تفسیر سورۂ یوسف ختم ہوئی اور سورہ رعد شروع ہے واللہ تعالے الموفق۔

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الرعد مکیہ ہے اور وہ تینتالیس۴۳ آیات ہیں

اور بیضاوی میں پینتالیس۴۵ آیات کا ایک ہی قول مذکور ہے اور سراج میں لکھا کہ اس کے کلمات آٹھ سو پچپن۸۵۵ ہیں اور حروف کی تعداد تین ہزار پانچ سو چھ۳۵۰۶ ہے اور علماء میں سے بعض نے کہا کہ الم کو معلوم ہوا کہ یہ سورہ مکیہ ہے اور بعض کو دلائل سے پتہ لگا

کہ مدنیہ ہے پس اول قول سعید بن جبیر و حسن بصری و عکرمہ و عطاء و جابر تابعی و عبدالرحمن بن زید سے مروی ہے اور دوسرا قول ابن الزبیر رضی اللہ عنہ و کلبی و مقاتل سے مروی ہے۔ شیخ مفسر سیوطی رحہ نے لکھا کہ یا تو سورہ مکیہ ہے باستثناء قولہ تعالے ولا یزال الذین کفروا آلایہ و قولہ تعالے ویقول الذین کفروا لست مرسلا الآیۃ اور یا سورہ مدنیہ ہے باستثنائے قولہ تعالے ولو ان قرآنا سیرت بہ الجبال الخ دو آیت تک۔ اور بعض نے مدنیہ سے قولہ تعالے ہو الذی یریکم البرق تا قولہ تعالے لہ دعوۃ الحق بھی مستثنیٰ بیان کیا اور معنے استثناء کے یہ ہیں کہ مدنیہ ہو تو یہ آیات مکہ میں نازل ہوئی تھیں یا مکیہ ہے تو مستثنیات مدینہ میں آکر نازل ہوئیں کیونکہ قرآن مجید حسب حال و ضرورت کے نجم نجم کرکے نازل ہوا ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے ہر سورہ میں حسب ترتیب لوح محفوظ سے رکھا گیا و جابر بن زید سے نقل کیا جاتا ہے کہ آدمی کی موت حاضر ہونے کے وقت اُس کے پاس سورہ رعد پڑھنا بہتر سمجھتے تھے کہ میت پر سختی ہلکی ہوتی اور موت آسان معلوم ہوتی و دنیا سے وفات اُس کو گران نہیں ہوتی۔ اقول ظاہراً انھوں نے کسی صحابی سے سُنا ہو یا فضائل سورہ ہذا میں یہ خوبی سمجھتے ہوں واللہ تعالے اعلم۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ ؕ وَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ

یہ آیات ہیں کتاب کی اور جو اتارا گیا تجھ پر تیرے رب کی طرف سے وہ حق ہے و لیکن بہتیرے لوگ

لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝

ایمان نہیں لاتے ہیں

اس سورہ مبارک میں اللہ تعالے عزوجل نے اپنی توحید اُلوہیت و عجائب قدرت کی آیات عظیمہ کو ذکر فرمایا لقولہ تعالے الٓمّٓرٰ اللہ تعم خوب جانتا ہے کہ اس کلام سے اُس کی کیا مراد ہے۔ یہی شیخ سیوطی رحہ نے جزم کیا ہے اور یہی صحیح اور اس پر سب کا اتفاق ہی کہ اس کی مراد سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہیں جانتا و لیکن مراد سے علاوہ بھی معنے ہوتے ہیں تو بعض علما نے ایسے معانی بیان کیے ہیں چنانچہ معالم وغیرہ میں ابن عباس رضہ سے لایا کہ اس کے معنے میں سے ہے کہ انا اللہ اعلم واری یعنی میں اللہ ہوں جانتا و دیکھتا۔ شاید خصوص اس موقع پر یہ معنے لیے کہ قرآن پاک جو نازل فرمایا اس کا نازل ہونا اور پیغمبر کا لوگوں کو پہونچانا اور لوگوں میں بعض کا ایمان و اکثروں کا کفر کرنا میں جانتا و دیکھتا ہوں اور مفصل کلام اس میں اول سورہ بقرہ میں گزر چکا اور شیخ ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ جو سورت ان حروف مقطعہ سے شروع ہوئی اس میں قرآن مجید کا انتصار ہے اور تحقیق بیان کہ اس کا نزول اللہ تعالے عزوجل کی طرف سے حق ہے لہذا فرمایا۔ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ۔ مفسر شیخ سیوطی رحہ نے کہا کہ یہ آیات کتاب کی آیتیں ہیں اور مراد یہ کہ سورہ میں جو آیات ہیں یہ قرآن مجید کی آیات قدیمہ ہیں اور یہی قول جمہور مفسرین کا ہے۔ وَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ اور جو اُتارا گیا تیری طرف کو تیرے رب کی جانب سے وہ الۡحَقُّ حق و سچ ہے لاریب فیہ من رب العالمین اس میں اللہ تعالے کی طرف سے ہونے میں کچھ شک و شبہہ نہیں ہے پس اول تو بیان کیا کہ یہ سورہ آیات قرآن مجید ہے اور اس میں بیان فرمایا کہ جو نازل کیا گیا وہ حق ہے اور

Marfat.com

ابن جریر رہ نے زعم کیا کہ واو زائدہ ہے یا عطف صفت بر صفت ہے اور شیخ ابن کثیر رہ نے ذکر کیا کہ مجاہد وقتادہ نے کہا کہ آیات الکتاب میں کتاب سے مراد توریت وانجیل ہے۔ چونکہ کتاب دراصل مصدر ہے تو دونون کو شامل ہو سکتا ہے۔ اس بنا پر کہا کہ قولہ والذی انزل عطف ہے الکتاب پر اور لکھا کہ یہی صحیح اور موافق تفسیر مجاہد وقتادہ ہے اور توضیح اُس کی یہ ہے کہ تلک مبتداء اول ہے اور آیات مضاف اور الکتاب معطوف علیہ اور جملہ والذی انزل الیک من ربک مبتداء اور الحق خبر۔ یہ مبتدا وخبر ملکر عطف ہیں معطوف علیہ مع معطوف ملکر مضاف الیہ اور مضاف مع اسکی خبر مبتداے اول ہو اور مراد جملہ والذی انزل الیک الخ سے بعض قرآن مجید ہے اور معنے یہ ہوئے کہ یہ قرآن پاک یا یہ آیات جو تلاوت کیجاتی ہین آیات ہین کتاب اور اس چیز کی جو تیری طرف نازل کیا گیا جو حق ہے اور حاصل یہ ہوا کہ یہ سورہ مجموعہ آیات توریت وانجیل وحی ہوے ویسے علیہم السلام وقرآن وحی محمد صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہے۔ اور سابق مین حضرت حسن بصری وغیرہ سے مذکور ہوا کہ قرآن مجید جامع علوم اولین وآخرین ہے اور کتب آلہیہ سابقہ سب اس مین مندرج ہین پس یہ تاویل بھی عمدہ ہے جو شیخ ابن کثیر رہ نے ذکر فرمائی ہے۔ اور جو شیخ ابن جریر رہ نے اختیار کیا اسکے موافق یہ معنے ہوئے کہ یہ آیات جو تلاوت ہوتی ہین آیات ہین قرآن پاک کی جو کہ اُتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی جانب سے جو کہ حق ہے اور اظہر وہ ہے جو شیخ سیوطی رہ نے ذکر کیا اور معالم مین اس کو ابن عباس رض کا قول۔ ذکر کیا ہے اور ظاہر اختیار امام البغوی رہ کے نزدیک وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رہ نے اختیار کیا ہے اور لکھا کہ مقاتل رہ نے کہا ہے کہ مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ محمد صلعم اس کو اپنی طرف سے کہتے ہین پس اللہ تعالے نے اُن کو اس کلام سے رد کیا کہ جو قصص انبیاء ذکر ہوئے وہ اللہ تعالے کی طرف سے تنزیل حق ہے وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ولیکن اکثر لوگ یعنے مشرکین مکہ ایمان نہین لاتے ہین یعنی نہین مانتے کہ یہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے ہے اسوجہ سے کہ ذرا بھی توجہ وغور نہین کرتے ہین ف فی العرائس قولہ تعالے عز وجل المّرٰ۔ اللہ تعالے نے اپنے فعل خاص سے اپنے فعل عام پر تجلی فرمائی پس ان دونون افعال کے درمیان سے حروف پیدا فرمائے اور اُن کو صادق اسرار صفات وذات قرار دیا اور انسے غیب کی اور غیب الغیب کی خبر بطریق اسرار بیان فرمائی پس الف مین اپنی ذات کے واسطے سر الوہیت رکھا اور اپنی انانیت توحید کا بھید کر دیا اور لام مین اپنی ذات کے لیے سر ازلیت اور سر لطف ظہور پاک بوصف ازلیت ان لوگون کے واسطے رکھا جو اہل عشق مین سے اہل التباس ہین۔ اور میم مین سر محبت بہواے ازلیت رکھا۔ اور را مین انوار ربوبیت رکھ کر اُس کو بندون کے لیے آئینہ کر دیا پس اس سے لطائف صفات کا معائنہ اور روح ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہین پس جب طلب الوہیت سے ارواح متحیر ہوئین تو انوار ربوبیت مین عجز والحاح کیا پس آئینہ حرف را سے اُس کی رحمت کا فیہ دیکھ کر سکون پایا اور ہر چیز سے سواے اللہ تعالے کے جدا ہوگئین پس الف صندوق الوہیت ہے جو انھین بندون کے لیے کھلتا ہے جو توحید کے ساتھ قائم ہین۔ لام صندوق نور ازلیت ہے انھین بندون کے لیے کھلتا ہے جو عشق ومحبت مین ہر مخلوق حتے کہ اپنی جان سے بھی علحدہ ہو کر والہ ہو رہے ہین اور وہی اواہ وحلیم ہین میم صندوق محبت ازلیہ ہے جو انھین لوگون کے لیے کھلتا ہے جو اہل ایمان ومحبت ہین۔ را صندوق نور ربوبیت ہے اور انھین ایمان والے بندون پر کھلتا ہے جن کی نیت ومراد حق تعالے سے صرف ذات باری تعالے ہے۔ شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ حروف مین سے کوئی حرف ہو یہی اس کی حالت ہے کہ ہر زبان ولغت مین اللہ تعالے عز وجل کی تسبیح کرتا ہے اور ہر زبان مین حروف ہین اور ہر حرف کے لیے زبان ہے اور یہ اللہ تعالے عز وجل کا ایک بھید اُس کی مخلوق مین ہے اس سے مفہوم زوائد اور اذکار کی زیادتی ہے۔

Marfat.com

حارث محاسبی رح نے کہا کہ جب اللہ تعالےٰ عزوجل نے حروف کو پیدا کیا تو انکو اپنی طاعت کی طرف بلایا پس انھون نے قبولیت کا جواب عرض کیا اور اسی کے موافق خطاب مین حلاوت ہے اور حروف سب بصورت الف تھے دلیکن اللہ تعالےٰ عزوجل نے الف کو اسی صورت پر باقی رکھا اور واضح ہو کہ سنت الٰہیہ ہے کہ ہر سورت کے اول مین بطور اسرار اُنسے کلام فرمایا اور اہل صلاح کو انکی استعداد کے موافق آگہی عطا فرمائی۔ مترجم کہتا ہے کہ امین سے شیخ شبلی و حارث محاسبی کے اقوال محل تامل ہین اور میرے نزدیک اسطرح بیان بھی شریعت مین کسیقدر فتنہ ہے لہذا ایسے اقوال کا ترک بہتر ہے واللہ اعلم۔ کفار مکہ نے جو بناوٹ قصص کا الزام لگایا اسکا جواب دینے کے بعد حق عزوجل نے اپنی توحید کی آیات کئی وجہ پر بیان فرمائی۔ وجہ اول قولہ تعالےٰ پر غور کرنے کو ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
اللہ وہ ہے جسنے　اونچا اٹھایا آسمانون کو　بغیر ستونون کے جنکو تم دیکھو　پھر　برابر ہوا　عرش پر　اور قابو مین کردیا سورج

وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ
اور چاند کو　ہر ایک چلتا ہے　اپنی مقرر مدت تک　وہی سنوارتا ہے　کام کو　مفصل دیتا ہے　نشانیان　تاکہ تم　اپنے رب کے ملنے پر

تُوْقِنُوْنَ ۝
یقین کرو۔

اول دلیل توحید کی مشرکون کو بتلائی کہ۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اللہ وہ ہے جس نے بلند کیا آسمانون کو بغیر ستونون کے جن کو تم دیکھو۔ حاشیہ جمل مین ہے کہ عامۂ قراء کی قرارت عَمَد بفتحتین اسم جمع ہے اور بعض نے اس کو جمع قرار دیا ہے سراج مین کہا کہ عمد جمع عمود ہے یا جمع عماد ہے اور جمل نے کہا کہ ابو حیواۃ اور یحییٰ بن وثاب نے اس کو عُمُد بضمتین پڑھا۔ معنے عمود کے ستون اور عماد نیک۔ اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ آسمان سات ہین اول آسمان دنیا تمام زمین کی خاک و پانی سمیت مجموعہ کو ہر طرف سے محیط ہے اور ہر سمت سے اس کا فاصلہ برابر ہے۔ اقول یعنے زمین گول ہے اور لکھا ہے کہ زمین مع ہوا کے اس کے اندر اسطرح ہے کہ جیسے انڈے کا چھلکا محیط ہوتا ہے اور ہر جانب سے آسمان تک پانچسو برس کی راہ ہے اور خود اس آسمان کا دبیجان اندر ہی اندر پانچسو برس کی راہ ہے پھر اس پر دوسرا آسمان ان سب کو محیط ہے وہ اول آسمان سے پانچسو برس کی راہ پر ہے اور اُس کے خود او نچان کی حالت پانچسو برس کی راہ ہے اسی طرح تیسرا و چوتھا وغیرہ ہین اور کرسی کی بڑائی اسقدر ہے کہ ساتون آسمان مع انکی چیزون اور جو اُن کے درمیان متصل ہے اسی طرح ملا کر کرسی کے اندر ایسے ہین جیسے ایک وسیع میدان مین ایک چھلا پڑا ہو اور کرسی مع سب کے عرش کے سامنے ایسے ہین جیسے وسیع میدان مین ایک چھلا ہو جیسا کہ حدیث مین ہے اور ایک روایت ہے کہ عرش کی عظمت و بڑائی سوائے اللہ تعالےٰ عزوجل کے کوئی اندازہ نہین کر سکتا اور بعض سلف سے روایت ہے کہ عرش سے زمین تک پچاس ہزار برس کی راہ ہے اور اسکا قطر پچاس ہزار برس کی راہ ہے اور وہ سُرخ یاقوت کا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ صحاح احادیث مین عظمت آسمانون و جنت و عرش وغیرہ کی ایسے صریح الفاظ سے نہین ہے کیونکہ اوہام بشری تجاوز نہین کرتے اور اگر متجاوز ہوئے تو غلط خیالات باندھتے ہین اور مقصود انکے بیان سے موقت یہ ہے کہ محسوس مخلوقات کی بڑائی دیکھکر جو لوگ محسوس کو ماننے کے پابند ہین وہ اللہ تعالےٰ عزوجل پر ایمان لاوین تو مترجم کہتا ہے کہ زمین مین سے ایک چہارم خشکی و باقی پانی ہے اور خشکی مین سے سب سے بڑی سلطنت روس کی جو قریب ساتوان حصہ ہے تو زمین کا اٹھائیسوان حصہ ہوئی اور آدمی زمین پر بھنگے سے بھی کم ہے اب

مخلوق کا یہ حال ہے کہ روس کی سلطنت اُنکی آنکھون مین بڑی اور اُس کا دبدبہ بڑا ہے حالانکہ وہ زمین کا اٹھائیسوان حصہ ہے اور تمام
زمین سے آفتاب بہت بڑا ہے کہ زمین اُس کا سوّان (۱۰۰) حصہ بھی نہین تو روس اُس کے تین ہزار حصون مین سے کم ہے پھر دیکھو کہ آسمان کے
کشادہ میدان مین جسقدر جگہ آفتاب سے خالی ہے اس مین آفتاب کے برابر کتنے ہزارہا آفتاب سما سکتے ہین تو تمام آسمان کی وسعت کے
سامنے روس بلکہ تمام زمین کا کوئی شمار نہین رہا اور فن حساب جاننے والے کو کسر نکالنے مین بھی سخت حیرانی ہے کیونکہ جب زمین ایک
رائی کے دانہ برابر بھی نہین ہے تو اسکے اٹھائیسوین حصہ کا کیا شمار ہے تو اب دیکھو کہ جس خالق عزوجل نے ہمارے سامنے آسمان پیدا کر دیا ہے
اُسکی بڑائی اتنی کہ ہم وہان نظر ہی نہین آتے بلکہ تمام زمین ہی نظر نہین آتی ہے تو اُس خالق عزوجل کی عظمت ہمپر اسقدر فرض ہے کہ اس کی
عظمت کے سامنے تمام زمین کے بادشاہون و فوجون اور تمام زمین کے درندون و آدمیون سمیت سب کی قدر ہماری آنکھ مین اتنی بھی نہونی
چاہیے جو نسبت زمین کو تمام آسمان کے بڑائی سے ہے پس دیکھو کہ اللہ تعالے وہ عظمت و قدرت والا ہے جسنے ایک آسمان نہین بلکہ سات آسمان پیدا
کیے ہین اور انکو زمین سے اسقدر اونچا کیا کہ تمہاری نظرین کام نہین کرتی ہین مگر تم پانی کے اندر آسمانون کا عکس صاف دیکھتے ہو جیسے سورج و چاند کا عکس دیکھتے
ہو اور یہ جھوٹ مت کہو کہ آسمان کچھ چیز ہی نہین صرف تاریکی نگاہ کی ہے حالانکہ تاریکی کا عکس نظر نہین آتا ہے تو بالکل غلط ہے کہ یہ تاریکی ہے بلکہ
ضرور کوئی جسم ہے جسکا انعکاس مانند سورج چاند ستارون وغیرہ کے نظر آتا ہے باوجود اسکے اس زمانہ مین بعضے لوگون کا انکار کیا دیدہ و دانستہ انکار
ہے کیا انکھین عقل کی کھوئین تو یہ آنکھین بھی جاتی رہین اور کچھ عجب نہین کہ یہ لوگ بہت سی باتون سے یون ہی انکار کرتے ہین اللہ تعالےٰ عزوجل
مسلمانون کو اُن کے شر و فریب سے اسوقت مین کہ فتنہ پھیل رہا ہے بچاوے۔ امام رازی رح نے کہا کہ اس مین بہت بڑی دلیل ان لوگون کے لیے
بھی موجود ہے جو حواس کے پابند ہین اسطرح کہ اتنے بڑے اجسام بیچ مین معلق ہین بغیر کسی ستون کے اور خود زمین اُنکے بیچ مین بلا ستون معلق ہے
حالانکہ انسان ایک ذرہ کو یون معلق نہین رکھ سکتا ہے تو ضرور خالق انکا آگہ قادر ہے مختار ہے اور قاہر ہے کہ جسطرح اُس نے جس چیز کو چاہا
وہ اسی طرح قائم ہے اگر کہا جاوے کہ قولہ بغیر عمد ترونہا۔ مین دلالت پائی جاتی ہے کہ ایسے عمود نہین ہین جنکو ہم دیکھین بلکہ ایسے عمود ہین
جنکو ہم نہین دیکھتے جیساکہ یہود و نصارے وغیرہ اہل کتاب سے روایت کی گئی کہ زمرد کا ایک پہاڑ بنام کوہ قاف ہے اسپر آسمان کا ستون
ہے۔ امام رازی رح وغیرہ نے اسپر اعتراض کیا اور چونکہ اہل کتاب سے بعض علماے اسلام نے بھی اُسکو نقل کر دیا چنانچہ معالم مین مجاہد
و عکرمہ وغیرہ کا یہ قول ذکر کیا اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و حسن وغیرہم سے روایت کی گئی کہ آسمانون کے
ایسے عمود ہین جنکو تم نہین دیکھتے ہو لہذا امام البغوی وغیرہ نے اسکے معانی سے سکوت کیا اور اس قول کو اصح کہا جو اوپر مذکور ہوا ابن کثیر رح نے
کہا کہ ایاس بن معاویہ نے کہا کہ زمین پر آسمان مثل قبہ کے یعنے بغیر عمود ہے اور یہی تفسیر حضرت قتادہ رح سے مروی ہے اور یہی لائق سیاق
ہے اور خود دوسری آیت مین فرمایا۔ ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ۔ پس ظاہر ہے کہ بلا عمود ہے اور قولہ ترونہا صرف تاکید نفی ہے
یعنے آسمان بلا عمود ہین تم خود دیکھتے ہو کہ عمود نہین۔ اور یہ معنے نہین کہ اُس کی عمود تمہارے دیکھنے کے نہین ہین اور ایسے ہین جن کو تم نہین
دیکھتے ہو۔ مین کہتا ہون کہ قتادہ رح سے دونون روایتین موجود ہین پس ایک تو اُنھون نے اہل کتاب کے قول کو بیان کیا اور دوسرا صحیح
قول بیان فرمایا۔ اور اگر ترونہا کو صفت قید کہا جاوے تو زجاج رحمہ اللہ کا قول صحیح ہے کہ بیشک ایسے عمود ہین جنکو ہم نہین دیکھتے اور
وہ عمود قدرت الٰہیہ کے ہین پس صواب یہی ہے کہ آسمان محض قدرت و تسخیر الٰہی عزوجل سے مثل قبہ کے قائم ہین جیسے سورج و چاند ہین مسئلہ
آسمان جو نظر آتا ہے اُسپر اعتماد کر کے حکم کرین یا نہین تو جواب یہ ہے کہ صحیح نظر آتا ہے اور اس سے انکار کرنا قریب کفر ہے۔ ترونہا۔ تو معلوم ہوا

Marfat.com

کہ ہم لوگ اُسکو دیکھتے ہین اور محسوس سے انکار کرنا جہالت ہو۔ اور جس نے اس زمانہ مین تاویل کی کہ ہمارے بلندی مراد ہو اس کا قول باطل
و کفر ہے اس لیے کہ بلندی کے لیے عمود ... کچھ نہین اور وہ مرفوع نہین کی جاتی ہے کیونکہ جسم نہین ہے اور اللہ تعالے عز وجل نے فرمایا
کہ اللّٰہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونہا۔ یعنے اللہ تعالے وہ قادر قاہر قوی و مختار ہو جس نے اونچا اُٹھایا سموات کو بغیر عمودون کے
کہ اُن کو تم دیکھتے یعنے مثل قبہ کے بلند چڑھے ہوئے ہین کہ عمود نہین نہ تم دیکھتے ہو۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر بیان فرمایا کہ وہ
اللہ برابر ہوا عرش پر۔ علماء نے کہا کہ ثم کا لفظ کبھی تو چیزون کی ترتیب کے لیے ہوتا ہے اور کبھی بیان کی ترتیب کے لیے ہوتا ہو تو یہان
اول معنے نہین ہین یعنے یہ غرض نہین ہے کہ پہلے آسمانون کو اونچا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا اس لیے کہ حق تعالے عز وجل جس طرح
اور جس شان سے ہر مخلوق سے خواہ عرش ہو یا کوئی ہو پاک و بیانُن موجود تھا ویسا ہی آسمانون و زمین و عرش وغیرہ پیدا کرنے کے
بعد ہے اور ہمیشہ یکسان ہے کوئی مخلوق اُس کے مشابہ نہین ہے اور وہ قبل ہر شئے کے اور بعد ہر شئی کے یکسان ہو لیس کمثلہ شئی۔ اس کے
مثل و مشابہ کوئی چیز نہین ہے تو بالیقین ہم جانتے ہین استواء علی العرش کے یہ معنے نہین کہ وہ تخت پر برابر ہو بیٹھا کیونکہ یہ تو جسم کا جسم پر قائم
ہونا ہوا اور اللہ تعالے پاک ہو اُسکے واسطے کوئی طرف نہین اور نہ کوئی وضع و ہیات ہو اسلیے کہ طرف اور وضع و ہیات تو عوارض جوہر و
جسم کے ہین پس فرقہ مجسمہ جس نے اُسکو جسم گمان کیا وہ بالکل گمراہ و ناپاک اعتقاد ہو اور یہ عقیدہ اگلے اہل کتاب یہود و نصارے کا بھی تھا
اور تعجب ہے کہ نصرانی اب بھی اُسکے لیے جورو و بیٹا کہتے ہین نعوذ باللہ تعالے اللہ علوا کبیرا اور یہ قول ایسا ہو جیسے کوئی کہے کہ اللہ تعالے جوہر ہو
یا عرض ہو کیونکہ تمام جو کچھ وہ دیکھتا و جانتا ہو وہ انھین دو قسمون سے باہر نہین ہو تو اُسنے اپنا قیاس و وہم دوڑا کر اللہ تعالے عز وجل کی نسبت بھی
یہی گمان کیا حالانکہ اللہ تعالے تمام مخلوقات سے پاک ہو اور کوئی مخلوق اُسکو قیاس مین نہین لا سکتی۔ معتزلہ وغیرہ نے کہا کہ استوی کے معنے
استیلا کے بھی آتے ہین جیسے قول شاعر سے لقد استوی بشر علی العراق ؛ من غیر سیف ودم مہراق ؛ یعنے مستوی ہو گیا بشر ملک عراق پر،
بغیر تلوار کے یا خونریزی کے۔ اس مین مستوی کے معنے مستولی ہو جانے و غالب آ جانے کے ہین پس یہان مراد غلبہ الٰہی بحفاظت و تدبیر مخلوق
ہو چنانچہ ثابت ہے کہ اللہ تعالے عز وجل عرش سے تدبیر فرماتا ہے وقال تعالے یدبر الامر من السماء الی الارض۔ یا استوی بمعنے متوجہ
ہونا یعنے پھر عرش پر متوجہ ہو کر عرش کو مستوی کیا۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ نے کہا کہ عرش کا استواء صحیح ہو ولیکن اللہ تعالے عز وجل کی
عظمت و جلال کی ایک صفت ہو اور جس نے یہان اپنے خیال و قیاس مین کوئی صورت باندھی اُسنے کفر کیا بلکہ جیسی اُسکی ذات پاک ہو
ہر قیاس و گمان سے ویسی ہی اُس کی صفت بھی خیال و گمان سے باہر ہو جیسے وہ ہر چیز کو دیکھتا ہو اور ظاہر ہو کہ قیاس یہان بیکار ہے
کیونکہ مخلوق تو اندھیرے مین اور آڑ سے اور جسم کے اندر اور تہ کی چیز کو نہین دیکھتا مگر اللہ تعالے معدوم و موجود و ماضی و مستقبل سب دیکھتا ہے
اسی طرح یہ صفت استواء ہو اور کہا کہ اسکی کیفیت مخلوق کے ادراک سے باہر ہو وہ اپنی شان کے لائق اس صفت پر ہو۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ اور مسخر کر دیا سورج و چاند کو كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى دونون مین سے ہر ایک چلتا ہو مقدار مقرر پر یعنی حکم الٰہی کی تحت
مین یہ چیزین اپنا قابو نہین رکھتی ہین بلکہ جس طرح اُس نے چاہا اور حکم فرمایا کہ ہر ایک کے واسطے جو وقت مقرر کر دیا ہو اسی پر چلے جاتے
ہین اور باقی ستارے بھی اسی طرح مسخر ہین اور قد قال تعالے والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین۔
مسئلہ نجومیون سے آیندہ واقعہ پوچھنا۔ جواب یہ کہ پوچھنا حرام اور اعتقاد کرنا کفر ہے اور عرب کہا کرتے کہ مطرنا بنوء کذا۔ یعنے
فلان ستارے سے ہم پر پانی برسا تو حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ جس نے اللہ تعالے عز وجل کے حکم سے سمجھا وہ مومن ہے اور جس نے ستارے سے سمجھا

وہ کافر ہے۔ اور واضح ہو کہ جب اُن میں سے ہر ایک ستارہ ہو یا سیارہ ہو اللہ تعالے کی قدرت میں مسخر ہے تو اُسی نے پیدا کیا اور مخلوق میں اسی کا
حکم جاری ہے پس رب وہی ہے اور عادت الٰہی جاری ہے کہ روز سورج نکلے اور شام کو غروب ہو ولیکن بندگان الٰہی عزوجل ہر روز
حکم الٰہی دیکھتے ہیں کیونکہ جو حکم اُس کا ہوگا وہی ہوگا اور ذوالقرنین کے قصہ میں جو آیا کہ۔ وجدہا تغرب فی عین حمئة۔ ذوالقرنین نے مغرب
میں سورج کو پایا کہ وہ کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا ہے اُس کے معنے بعضے جاہل نہ سمجھے تو اعتراض کیا کہ سورج کیچڑ میں ڈوبتا صحیح نہیں ہے اور
جواب یہ ہے کہ سورج آسمان پر اور حدیث میں ہے کہ زمین کے ہر طرف سے آسمان کا فاصلہ پانچسو برس کی راہ ہے تو مراد یہ ہے کہ ذوالقرنین
زمین کے مغربی کنارے پہونچا وہاں دلدل تھی اور ظاہر ہے کہ سمندر کا کنارہ شروع ہوا تھا اور حدیث صحیح میں ہے کہ سورج ہر
روز عرش کے نیچے جاکر غروبی سجدہ کرتا ہے حکم پاتا ہے کہ اُسی رفتار پر طلوع ہو اور یہی حال اُس کا شرقی کنارہ کے سجدہ میں ہوگا۔ اسی طرح
ہر ستارہ اپنے رب کے حکم کا مطیع ہے تو بندہ کو ہر وقت وہر حال میں اللہ تعالے کی رحمت کا منتظر ہونا چاہیے اور بندہ کا وعدہ کہ کل کے روز
انشاء اللہ تعالے یہ کرونگا۔ بلحاظ عادت الٰہیہ کے ہے اسی واسطے انشاء اللہ تعالے کہنا ضروری ہوا اور حدیث میں ہے کہ جمعہ کے روز سوا ے
جن وانسان کے تمام مخلوق ہیبت میں ہوتے ہیں کہ قیامت آج قائم ہو یعنے بعد طلوع آفتاب کے اطمینان شروع ہوتا ہو واضح ہو کہ بعض
علماء نے قولہ لاجل مسمے کے معنے انتہاء مدت مقدرہ یہ معنے لیے کہ قیام قیامت تک اور ظاہر یہ ہے کہ مطلق مدت مقررہ مراد ہے یعنے
ہر مختلف اوقات سے اُن کے منازل ودرجات مراد ہیں جتنے گھٹتی بڑھتی روزانہ ہوتی ہے پس تدبیر الٰہی تعالے سے ہر ایک حکم الٰہی کا تابع و
مسخر ہے یُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہی اللہ تعالے عزوجل ہر کہ تدبیر فرماتا ہے امر کی جو اسکا امر ہوا اسی پر حکمت کا نظام ہوا اور بعض نے کہا کہ امر عالم کی
تدبیر فرماتا ہے جسطرح چاہتا ہے اور جب وہی تمام مخلوقات عرش سے انتہا تک بذات پاک وحدہ لاشریک تدبیر میں لاتا ہے تو بت ونیک
بندے اور فرشتے وجملہ مخلوق خود کچھ مختار نہیں ہیں بلکہ مسخر ہیں کیونکہ اگر اُسنے چاہا کہ زید عمرو کے ساتھ سلوک کرے تو عمرو اُس کے ساتھ
عداوت نہیں کر سکتا پس شرک کرنا چھوڑ کر توحید اختیار کرو لہذا فرمایا یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وہ صاف بیان فرماتا ہے نشانیوں کو۔ یعنے
اپنی توحید کی نشانیاں تم کو صاف صاف دکھلاتا ہے وبیان کرتا ہے اور تم خود جانتے ہو کہ عنقریب موت سے فنا ہو کر اسی کی طرف
رجوع کروگے کیونکہ جس نے اُن چیزوں کو مع تمہارے ایجاد کر دیا اور اُس کی قدرت وعظمت میں سب مسخر ہیں تو وہ جب چاہے تمکو فنا کرکے
دوبارہ جلادے پس غور کرکے سمجھ لو لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ شاید کہ ان آیات کو دیکھ کر تم اپنے رب کی ملاقات پر یقین
لاؤ۔ یہ شک نہ کرو کہ جب ہم مٹی ہوگئے تو پھر کیا زندہ ہونگے کیونکہ تمام ذرات عرش سے زمین تک سب اُس کے حکم پر چلتے ہیں اللہ تعالے
عزوجل نے بندوں سے انکی سمجھ پر کلام کیا حالانکہ حرف لعل امید کے لیے ہے پس اللہ تعالے عزوجل جو چاہے وہ ہو وہاں اُمید
نہیں ہو سکتی ولیکن بندوں کی نسبت اُن کو اُمید دلائی کہ تمہاری طرف سے تم کو اُمید ہونی چاہیے کہ ان آیات کو دیکھ کر ایمان سے مشرف
ہو۔ ف فی العرائس قولہ اللہ الذی رفع السموات الخ۔ عوام کو خطاب کیا کہ ہم نے آسمانوں کو بغیر علت کے بلند کیا؟ اور عمود نہیں ہیں اور
خاص بندوں کو خطاب کیا کہ بغیر عمد ترونہا یعنے آنکھوں سے دیکھنے کے عمود نہیں ہیں بلکہ تم کو بصیرت سے عمود نظر آتے ہیں اور وہ عمود
اُس کی قدرت قدیمہ باقیہ کے ہیں جس کی عظمت سے تمام مخلوق قائم ہے اور صفت کا دیدار وقت تجلی کے ممکن ہے جیسے آخرت میں دیدار
ذات صحیح ہے۔ قولہ ثم استوی علی العرش۔ سموات ارواح بغیر ظہور عمود کے جو خلق کو نظر آویں مستقیم مسلسل ازازل بعا قدم پیدا کیا پھر اسکے
انوار تجلی کا ظہور عرش قلوب پر ہوا۔ قولہ سخر الشمس والقمر معرفت وعلم کو قلبی عرش سے روح تک جاری فرمایا جنمیں بسط وانقباض جاری ہے

اسطرح کہ عالم عقل مین باانوار مشاہدات ان کا جریان ہے اور اس سے عالم ارواح کی تدبیر و انتظام ہے و قولہ یدبر الامر یفصل الآیات امر
تکمیل بشریت بصفات ملکوتیہ اور تفصیل معارف بانوار الیقین لعلکم بلقاء ربکم توقنون۔ تاکہ مشاہدات آیات و تجلیات صفات بصیرت ملکوتیہ
سے حاصل ہو کر موقنین کے مرتبہ کو رسائی ہو کما فعل بابراہیم علیہ السلام کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات الی قولہ لیکون من الموقنین
ابن عطاء رحہ نے کہا کہ تدبیر امور موافق تقدیر ازلی ہو اور تفصیل آیات جریان قضا ہی تاکہ تمکو اپنی مجبوری مین یقین ہو کہ اللہ تعالےٰ عز و جل
وہی ان امور کو اور مختلف احوال کو تیر جاری فرماتا ہے اور ضرور تم اسی کی طرف رجوع کروگے۔ قال المترجم اللہ تعالےٰ عز و جل نے
اس مخلوقات آسمان و زمین مین عجائب آیات و لطائف معارف اور سب سے بڑھکر ذات انسان مین رکھے ہین ولیکن کفار تو ان آیتون سے
سرسری گذر جاتے ہین اور کچھ فکر نہین کرتے اور مومنین اہل الیقین و تکمیل نفس حاصل کرتے ہین چنانچہ قولہ افلم ینظروا الی ملکوت السموات والارض
وما خلق اللہ من شیٔ الآیہ اور قولہ کذلک نری ابراہیم الآیہ اور قولہ وکاین من آیۃ فی السموات والارض الآیہ و قولہ سنریہم آیاتنا فی الآفاق الآیہ مین
فکر کرنے سے یہ مسئلہ واضح ہوتا ہو اور مومنین انہین غور نظر سے دیکھتے ہین پس بصیرت و یقین حاصل ہونے پر نفس کی تکمیل بدوام لقاء ہوتی ہو لہذا اللہ
تعالےٰ نے کافرون کو بھی سماوی عظام مخلوق کو دکھلایا اور اپنے حکم کا مسخر ہونا بتلایا تاکہ انہین خوف و فکر سے شرک و کفر سے باز آوین اور آیات الٰہیہ
سے لقاء اللہ تبارک و تعالےٰ کا یقین کرین پھر مخلوق ارضی سے اسکو دلیل بتلائی بقولہ

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ

اور وہی اللہ تعالےٰ ہو جنے کھینچکر پھیلا دیا زمین کو   اور پیدا کردیے اُسمین بوجھ پہاڑ   اور نہرین   اور ہر ایک پھلون سے   پیدا کردیے اُسمین   جوڑے

اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

دو دو   ڈھانکتا ہو دن پر رات   بیشک اس مذکور مین نشانیان ہیں ایسی قوم کے لیے جو فکر کرتے ہین

وَهُوَ الَّذِي اور وہی اللہ تعالےٰ عز و جل ہو جس نے مَدَّ الْأَرْضَ پھیلایا زمین کو۔ المد کشیدن یعنی مد کے معنے کھینچنا۔ اہل تفسیر نے کہا
یعنے طول و عرض مین اُس کو پھیلا دیا پس تمام انسان و حیوان اسپر مستقر ہین۔ ابن عطیہ رحہ نے کہا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین
پھیلی ہوئی ہے مثل پاٹ کے اور گول نہین ہے اور یہی ظاہر شریعت سے پایا جاتا ہو۔ سراج مین ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کہین فرمایا کہ
مد الارض اور کہین فرمایا کہ دحاہا اُس کو پھیلا دیا اور کہین بسط سے تعبیر فرمایا اور یہ بھی اسی معنے مین ہو پس انہین دلالت ہو کہ زمین مثل
فرش کے پھیلی ہوئی ہو۔ رازی رحہ نے کبیر مین کہا کہ اہل ہیأت کے دلائل سے ثابت ہو کہ زمین مثل کُرہ کے گول ہو اور اللہ تعالےٰ عز و جل کے
کلام پاک سے ہیأت والون کا قول مخالفت نہین کرتا اس لیے کہ جب کُرہ بہت بڑا ہوا تو اسکے ہر ٹکڑے کو سطح سے مشابہت ہوگی۔ مترجم کہتا ہو کہ
ان پر صحیح ہو کہ ایسے عظیم کُرہ کا ہر ٹکڑا اُسکے دیکھنے والے کو پاٹ کی طرح مسطح معلوم ہوگا اور شیخ الصم رحہ نے کہا کہ مد ایسے بچھانے کو کہتے ہین کہ
اس کی انتہا نظر مین نہ آوے اور منجملہ دلائل اہل ہیأت کے خط استوائے زمین اور کُرہ معدل النہار کے محاذات اور معلق رہنے کے لیے فلک کا
ہر طرف سے انجذاب ہو تو گول ہو کر کشش برابر ہوگی پس قائم معلق ہوگی اور اسوقت کے بعضے لوگ اُس کی کشش آفتاب سے تصور کرتے ہین
مگر یہ بالکل بیہودگی ہو کہ اس سے ہر طرف سے کشش نہین ہوسکتی جس سے وہ معلق ہو یا گول ہو جاوے یا گھومے اور جسکو ذرا بھی علم ہیأت سے
وقوف ہو وہ قطعی یقین کریگا کہ ان لوگون کا قول محض بے عقلی و حماقت ہو اور افسوس کہ مترجم کو یہان اسقدر طوالت کی گنجائش نہین ہو پھر مین کہتا ہون
کہ قدماء اہل ہیأت کی دلیل سے زمین کا گول ہونا تو ثابت ہوتا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہو کہ ہر جانب سے یکسان کشش ہونے سے

Marfat.com

زمین کہاں ساکن ہے لیکن کرہ زمین کی ذاتی حالت یکسان نہین ہے کیونکہ کہین خشکی زیادہ ہے اور کہین پانی زیادہ ہے لہذا قادر قیوم عزوجل کی حکمت بالغہ سے اسپر پہاڑ قائم ہوئے تاکہ کشش کی جہات وقوت وضعف کی راہ سے ہر طرف یکسان ہو اور اس مین مٹی کے بھاری ہونے و پانی کے ہلکے ہونے کو دخل نہین ہے بلکہ جذب کی قوت وضعف محاذات کی راہ سے ہے اور یہ مقامات صرف علم الٰہی مین ہین اسی واسطے پہاڑون کے سلسلہ مین کوئی قیاسی انتظام نہین ہے بلکہ اللہ تعالے عزوجل نے اپنے علم پاک سے پیدا فرمائی پس علماے ہیأت کے قول پر زمین گول ہے اور ظاہری اسباب و دلائل کی راہ سے وہ آسمان کے وسط مین معلق ساکن ہے اسوجہ سے کہ آسمان گول ہر طرف سے اُس کو گھیرے اور ہر طرف سے کشش کیے ہوئے ہے اور آسمان اُس کے گرد متحرک ہے یا نہین و لیکن آفتاب وغیرہ متحرک ہین اور عقلی دلائل پر اگر اعتماد ہو تو ان عقلاء کے دلائل ایک عاقل متین جو طبعیات و ریاضیات سے ماہر ہو اقرب سمجھ سکتا ہے ورنہ اس زمانہ مین جو لوگ زمین کو گول اور آسمان کو مدار دار اور آفتاب کے گرد زمین کو متحرک کہتے ہین محض جاہلانہ حماقت کے دلائل لاتے ہین کہ جن کو سوائے انھین کے مثل ٹھوس دماغ والے بیوقوف کے یا گنوار یا بچہ کے جسکو علوم عقلیہ منطقیات قدیمہ و ریاضیات وطبعیات سے مہارت نہو کوئی شخص تسلیم نہین کرسکتا بلکہ عاقل تو ان اقوال و دلائل کو نہایت حقارت سے دیکھتا ہے اور اسکو معجزہ حضرت خاتم المرسلین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو حدیث صحیح مین آیا ہے یاد آتا ہے کہ قرب قیامت مین تمام روے زمین پر نصرانی سب لوگون سے زیادہ ہونگے اور وہی سب آدمیون پر غالب ہونگے اور فرمایا ہے کہ اس زمانہ مین عقل سے دور بہرے گونگے روے زمین کے بادشاہ وحاکم ہونگے مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ مطلب نہین کہ وے کانون سے بہرے اور منہ سے گونگے ہونگے بلکہ مراد یہ کہ روح وعقل انکی بالکل تاریکی مین ہوگی اور چونکہ انکی کثرت و بادشاہت بیان فرمائی تو مراد یہ نورانی عقل کے انکا غلبہ تیزی حواس والی چیزون مین ہوگا جس سے وہ لوگون پر غالب ہو کر بادشاہ وحاکم ہوجاوینگے چنانچہ جو اس کے متعلق جسقدر امور ہین سب مین اسوقت معائنہ و مشاہدہ کرو اور دیکھو کہ یہ پیغمبر صادق کا معجزہ تمھاری آنکھون کے سامنے موجود ہے پھر بھی تم کو شک ہے اللھم ثبت اقدامنا علے الایمان والاسلام وتوفنا مؤمنین سراج وغیرہ مین لکھا کہ جو کچھ اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا وہی سچ اور صحیح ہے ایماندار کے نزدیک ہیأت والا ہو یا کوئی ہو سب مخلوق سے زیادہ سچ خالق عزوجل کا کلام ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ سچ ہے اور ہم ایمان لائے کہ جو واقعی حالت ہے اور جو کچھ اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا وہی صحیح ہے اور جہانتک کہ ظاہر مین ہمکو ہیأت والون کا قول یا کسی کا ہو مخالف نہ معلوم ہوگا اور ہماری سمجھ مین آویگا اسپر ہم توجہ کرینگے و لیکن اسیقدر کہ جیسے عقلیات کا حال ہوتا ہے کہ باہم عقلاء ایک ہی بات مین متخالف ہوتے ہین پس عقلی نتیجہ درحقیقت ظنی ہوتا ہے اور اقوال الٰہی بے کھٹکے اور محض صدق خالص ہے اللھم اجعلنی من عباد المؤمنین وتوفنی اذا توفیتنی علی الایمان بحرمۃ جاہ النبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور جان لو کہ عقلی دلائل کا مدعی ہو یا ظنی اختراعات پر نازان ہو کسی کی مجال نہین کہ اس مقام پر انکار کرسکے کہ وھو الذی مد الارض وہی اللہ پاک خالق ہے جس نے پھیلایا زمین کو یعنی زمین کا پیدا کرنیوالا جس صورت پر یہ زمین موجود ہے وہی اللہ وحدہ لاشریک ہے اور فرمایا الذی جعل لکم الارض فراشا جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا کردیا اور قرآن پاک مین اصلی مقصود یہی ہے کہ تم ذرا غور کرو کہ تمھارا رب وہ ہے جسنے یہ زمین تمھارے لیے پیدا کردی تم اس زمین سے کسقدر نفع اسکے فضل سے اٹھاتے ہو اور کسطرح اُسنے تمپر اپنا فضل تمھارے وجود سے پہلے کردیا۔ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ اور پیدا کردیے زمین مین رواسی۔ راسیہ کی جمع بمعنے ثابت وجما ہوا اور مراد پہاڑ ہین یعنی زمین مین پہاڑ جمادیے۔ وَاَنْهٰرًا اور نہرین پیدا کردین جو اکثر پہاڑ سے جاری ہین اور نہر زبان عرب مین دریا ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو پس زمین و اسکے ساتھ ان چیزون سے کسقدر عظمت قدرت الٰہیہ ظاہر ہے اور تم پر کسقدر بڑے

احسانات ہیں۔ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھلوں سے۔ جَعَلَ فِيْهَا پیدا کر دیے زمین میں زَوْجَيْنِ جوڑا اثْنَيْنِ۔ دو دو۔ جیسے شیریں و ترش اور سیاہ انگور و سپید انگور اور چھوٹا و بڑا پس تم ان ثمرات کو فضل الٰہی سے حاصل کر کے بھوک کی جگہ سیر ہوتے ہو اور بیداری کی تکان سے سوتے ہو۔ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ڈھانک لیا رات نے دن کو پس تمام روشنی پھیلی تھی تاریکی پھیل گئی اور بیدار آدمی خواب میں چلا گیا گویا زندہ تھا مر گیا۔ مرد بیدار یاد الٰہی و شکر نعمت سے نورانی حالت لیے ہوئے خواب غفلت میں گیا۔ ہر ایک ثمر زمین کے پھل ہیں اور قلب کا ثمر یاد حق و توحید ہے تاریکی کفر ہے اور روشنی ایمان ہے اور ہر ایک کے مناسب ثمرات ہیں کفر سے شرک و تاریکی عذاب کے اعمال و غضب الٰہی کے حرکات پیدا ہوتے ہیں اور ایمان سے توحید و نور و ثواب کے اعمال و رحمت الٰہی کے حرکات پیدا ہوتے ہیں اور عنقریب اس کے نظائر آتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ بالجملہ اس صنعت عجیب سے ہر چیز کی پیدائش کہ صورت میں یکساں مگر ایک میٹھا اور دوسرا کھٹا اور دن کے اوقات میں دن ہونا اور رات کی اوقات میں رات ہونا کسی قادر قیوم کی قدرت اور اس کی تسخیر سے ہیں جس نے اپنی تدبیر و حکم سے الکو ان کے اسباب کے ساتھ پیدا کر دیا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ بیشک اس میں نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ عز و جل کی توحید کی کہ کسی عقلمند و حاکم و فقیر و مالدار بیوقوف کو کچھ بھی مخالفت کی طاقت نہیں ہے وہی اللہ تعالیٰ سب کچھ کرتا ہے مگر یہ نشانیاں ایسی قوم کے لیے ہیں جو ان چیزوں میں فکر کرتے ہیں کیونکہ جس نے ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ دیکھی وہ رب تبارک تعالیٰ کی توحید پر قائم ہوا۔ واضح ہو کہ آیت میں اشارات لطیفہ ہیں چنانچہ انسان جو خاک سے مخلوق ہے جیسی نرم و شیریں و سیاہ و ریتلی و پہاڑی کا ہوگا ویسے اُس کے اخلاق و عادات نرم و نافع و بے سود و موذی و سخت وغیرہ ہونگے چنانچہ حدیث صحیح کے مضمون سے یہ ثابت ہے کہ اولاد آدم تمام روئے زمین کی ایک مشت خاک سے پیدا ہوئے اسی وجہ سے ان کی صورتوں و رنگ و عادات میں تفاوت ہے۔ ہمت انسانی خالق عز و جل کے حکم بجا لانے میں جسم خاکی کو پہاڑ کی طرح دبائے رہے کہ وہ بجا آوری میں متزلزل نہو اور اس سے نیکی جاری ہو جس سے لوگ فائدہ اٹھاویں اور ہمت اس کی اگر زمین کی نعمتوں ہی پر منحصر رہی کیونکہ آرائش و سامان و اسباب و لذت طعام و فواکہ وغیرہ تمام چیزیں اسی زمین کی اصل برکات ہیں پس اگر انھیں پر اس کی ہمت مقصور رہی تو شہوات میں کامل ہوا اور اصلی فطرت نورانی پر تاریکی چھا جائے گی اور سونا غافل ہونا اگر بحکم الٰہی ہے تو موت سے جو اعمال منقطع ہوئے اس کے عوض حکم بجا لانے کا پلہ برابر ہوا اور اگر شہوات و تن آسانی ہے تو موت و غفلت ہے اور آدمی اگرچہ اصلی فطرت میں نورانی ہے لیکن پیدائش کے بعد جب خواہشوں کا زمانہ آتا ہے اگر خواہشیں غالب ہوئیں تو تاریکی چھا جاوے گی پھر اگر اسکو ازلی نور ملا ہے تو ایمان توحید سے پھر منور ہو کر اصلی کمال کو پہونچیگا ورنہ تاریکی میں یہودی و نصرانی و ہندو وغیرہ ہو کر میت ہو جاوے گا اور آیات الٰہی میں اہل فکر کو جو علوم نظر آتے ہیں اُن کے بیان سے زبان قلم عاجز ہے اور خود اُن کی انتہا نہیں ہے واللہ سبحانہ اعلم ف وفی العرائس قولہ و ہو الذی مد الارض۔ قلوب اولیاء کو نور محبت سے بچھایا اور معرفت اس میں رکھی کہ متزلزل نہیں ہوتا اور علوم حقائق انسے جاری ہوئے و قولہ و من کل الثمرات جعل فیہا زوجین اثنین۔ انواع مقامات و حالات میں قبض و بسط انواع ہیں و قولہ ان فی ذلک الآیہ۔ آیات الٰہی اولیاء ہیں جن سے نور توحید کا ظہور ہو جریری رح نے کہا کہ جنید رح کے جوار میں ایک شخص رہتا تھا جب آپ نے انتقال کیا تو دفن سے واپس ہو کر اُس نے مجھ سے کہا کہ جم ثاقب یہاں سے اٹھ گیا اب میں تمہارے ساتھ اس کھنڈل میں نہ جاؤں گا۔ بعض نے کہا کہ فکر سے مراد یہ ہے کہ کسی دم آدمی تمام شہوات و خواہشوں حتی کہ اپنے تن سے بھی علیحدہ ہو کر حق عز و جل کی صنعت و قدرت کو دیکھے اور اسمیں

اپنے کسی امر کی منفعت یا مضرت کو سامنے نہ آنے دے۔ شیخ ابو عثمان ہارونی رحمہ نے فرمایا کہ فکر یہ ہے کہ تدبیر کے وسوسے سے قلب کو راحت دے۔ مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ میں لایا کہ کسی نے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ کیونکر اللہ تعالیٰ ایک دفعہ میں سب خلق کا حساب فرما دیگا۔ جواب دیا کہ جیسے اب انکو ایک دم سے رزق دیتا ہے ایک دم میں ان کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ زمین کے گرد سمندر پانی کے بھرے ہوئے ہیں اور وہ آسمان کے بیچ میں معلق اٹک رہی ہے مگر کوئی قطرہ ٹپک کر آسمان پر نہیں جاتا اور نہ نیچے کا قطرہ اوپر اور نہ اوپر کا نیچے آتا ہے اور نہ میٹھا سمندر کھاری میں ملتا ہے اور نہ مٹی اس پانی میں گلجاتی ہے اور نہ کنارہ اسکا کھل ہوجاتا ہے اور سمندر کا پانی بہت شور ہے مگر مچھلی زندہ رہتی ہے اور اگر انھیں بخارات سے مینہ کا پانی برستا ہے تو شور نہیں ہوتا۔ اب ان عظیم قدرت آلیہ کو دیکھو تو پھر تم کیوں اللہ تعالیٰ واس کے رسول کے اخبار سے انکار کرتے ہو اور جب تم سے کہا گیا ہو کہ ڈرو اس دن سے کہ ہر شخص آفتاب میں بقدر اپنے جسم کے پسینے میں ڈوبا ہو گا کوئی گھٹنے تک اور کوئی کمر تک اور کوئی گلے تک تو تم انکار و بداعتقادی کے طور پر کہتے ہو کہ یہ تو نیچر کے خلاف ہے افسوس کہ تم نے اللہ تعالیٰ عز وجل سے اسقدر کفر اختیار کیا کہ اسکی مخلوقات کی آیات سے بھی غافل ہو اللھم اہدنا واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فکر و غور کرنے کے واسطے قرآن پاک میں بہت جگہ تاکید فرمائی ہے ولیکن یہ فکر انھیں چیزوں میں ہے جن کی صورت قلب میں آوے لہذا احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل کی نعمتوں و مخلوقات میں فکر کرو اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات میں فکر مت کرو۔ اور توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے کسی مخلوق کی مجال ادراک نہیں اور بعض اولیاء نے خوب کہا کہ جو کچھ تو اللہ تعالیٰ میں خیال کرے وہ تیرے وہم کی صورت ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور صفات الٰہی مثل اس کے پاک ذات کے وہم وخیال سے بالاتر ہیں ہاں اسقدر فکر ہو سکتی ہے کہ مثلاً اللہ تعالیٰ عز وجل بصیر ہے اس سے کوئی ذرہ کسی وقت کسی مقام پر پوشیدہ نہیں ہے تو بندہ الٰہی کہیگا کہ سبحان اللہ کیا پاک پروردگار ہے کہ اسکا دیکھنا قیاس بشری سے باہر ہے کہ سمندر کی تہ میں سیپ کے اندر جو موتی ہے اور اس موتی میں ایک خفیف کبھی یا تیل ہے وہ اس کو دیکھتا ہے اور میرے ہاتھ کی انگلی میں ہڈی کے اندر جو روغن ہے اسکو دیکھتا ہے اور میرے دل میں جو خیال ہے اسکو دیکھتا ہے اور ہر چیز کی ماہیت سے دانا ہے کیونکہ اسی نے پیدا کیا ہے پس اسقدر فکر صفات میں مضائقہ نہیں ولیکن اس سے زیادہ فکر میں گمراہی ہے کیونکہ وہ پاک ہے ادراک وہم وخیال سے اور جو قیاس کرے وہ تیرے قیاس کی بنائی صورت ہے اور اللہ تعالیٰ عز وجل پاک ہے۔ رہا افعال الٰہی عز وجل یعنی مخلوقات میں اسکی صنعت عجیب و قدرت غریب کیونکر ہے پس یہ فکر محمود ہے اور ان میں آیات وحدانیت ہیں جس سے اللہ تعالیٰ عز وجل کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے زمین کے قطعات اور کھیتی و میوہ جات میں دلائل قدرت بیان فرمائے

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ

اور زمین میں کھیت ہیں پاس پاس لگے ہوئے اور باغ ہیں انگوروں کے اور کھیتیاں اور خرما کے درخت ہیں ایک ہی جڑ سے نکلے اور الگ الگ اگے

يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ قف وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

سینچے جاتے ہیں ایک ہی پانی سے اور ہم فضیلت دیتے ہیں بعض کو بعض پر کھانے کے مزہ میں بیشک اس خلقت میں بہت نشانیاں ہیں ایسی قوم کے لیے

يَّعْقِلُوْنَ ۝

جو سمجھ رکھتے ہیں

یعنی اس لفظ سے مراد [illegible] قدرت ہے ۱۲

Marfat.com

اس کلام مین ایکہی جنس زمین مین قدرت سے عجائب فرق رکھا کر دیکھنے والے کو شک نہین ہوسکتا کہ خالق عزوجل علیم و خبیر ہے اور اُسکی قدرت و حکمت اُس کے اختیار پر ہے اور بڑی چیزون سے چھوٹی چیزون تک سب کی تدبیر وہی فرماتا ہے اور سب مین کھلی نشانیان وہی رکھتا ہے تو مشرکین عرب وغیرہ کا زعم باطل ہوا کہ بڑے بادشاہ پر قیاس کر کے سمجھتے کہ ہمارا انتظام چھوٹے آلہہ کے اختیار مین ہے جو ہمارے حال سے اللہ تعالےٰ عزوجل کو آگاہ فرمادین اور ہمارے لیے اس سے دعا کرین اور ہمارا دنیاوی درجہ بڑھادین اور آخرت کے قائل نہ تھے پس پہلے اللہ تعالےٰ نے آسمان و عرش نہایت اعظم مخلوقات کی پیدائش سے اُنکی آنکھین کھولین اور فرمادیا کہ عرش سے فرش تک وہی تدبیر عالم فرماتا ہے اُسی کا امر ہے اسی کی خلقت مین جاری ہے اور پھر ادنےٰ مخلوق مین اسکی نشانیان توحید کی ہر روز تمہارے لیے موجود ہین اور تدبیر اُسکی تسخیر قدرت ہے کہ ہر چیز اسکی قدرت کے قبضہ مین اُسی طرح مطیع و ذلیل ہے جیسے وہ چاہے پھر کسی کی پرستش مت کرو سوائے اللہ تعالےٰ عزوجل کے قال تعالےٰ لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن الآیۃ یعنے سجدہ مت کرو سورج کا اور نہ چاند کا اور سجدہ کرو اللہ تعالےٰ کا جسنے انکو پیدا کیا۔ اور فرمایا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ۔ یعنے سورج اور چاند اور ستارے سب ذلیل مطیع ہین اُسکے حکم کے۔ غرضکہ کوئی مخلوق ہو ہر دم اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہے جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے پھر زمین و پہاڑ و دریا و ثمر زمین عجائب قدرت ظاہر فرمائین جنکے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے اُسکے کوئی خالق و مالک و مدبر نہین ہے اور کروڑوں بے انتہا چیونٹیان لاکھون جنگلون مین گھر کیے ہین اور سب اُسیکے سامنے حاضر ہین۔ پھر چوڑی زمین مین سے انکو زمین کے ٹکڑون و چھوٹی چھوٹی چیزون مین قدرت کے دلائل دیے تاکہ اپنی ذات مین قدرت آلہہ سب سے کامل دیکھین پس فرمایا وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ جمع قطعۃ۔ مُتَجَاوِرَاتٌ اور زمین مین ٹکڑے ہین ایک دوسرے کے ہمسایہ یعنے باہم چار دیواری مین پاس ہی پاس ہین۔ دیکھو کہ انمین تو کوئی زمین شیرین و پاکیزہ ہے پھر شیرین مین سے بعض مین سے میوہ اُگتا ہے اور بعض مین گیہون و بعض مین موٹا اناج اور بعض مقام کا آم دوسری جگہ سے عمدہ ہوتا ہے اور بعض انگور مثلاً کابل کا ہے کہ کہین اور ویسا نہین ہوتا۔ اور جو میوہ کابل مین ہوتا ہے وہ یہان نہین پیدا ہوتا لیکن کافر لوگ اسطرح نہین دیکھتے بلکہ کہتے ہین کہ وہان ایسی ایسی باتین زمین مین پائی جاتی ہین موجود ہین اور یہان نہین ہین حالانکہ یہ خود قدرت ہے کہ یکسان زمین مین وہان یہ اور یہان وہ اور پھر کس نے یہ کردیا کہ ایسی جگہ میوہ ہوا اور ویسی جگہ نہو۔ بالجملہ ان متجاورات قطعات مین جو ایک دوسرے سے ملے چلے گئے ہین ایک پاکیزہ شیرین ہے بہت میوہ و اناج اُگتا ہے جس سے لوگ نفع اٹھاتے ہین اور ملا ہوا دوسرا اُونیا کھاری ہے کہ نہ گھاس اُگے نہ کچھ۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد و سعید بن جبیر و ضحاک وبہت لوگون سے روایت کی گئی ہے اور زمین مین ان ٹکڑون کے رنگ و کیفیت بھی داخل ہین کہ متجاورات ہونے کے باوجود ایک سُرخ ہے ایک سپید ہے ایک ملتانی مٹی زرد ہے دوسری سیاہ ہے اور ایک پتھریلی ہے ایک نرم ریتلی ہے ایک سخت چکنی ہے ایک ہلکی ایک بھاری ہے باوجودیکہ سب ملے ہوئے ٹکڑے ہین ایک کا آدھا عمدہ اور آدھا خراب ہے یہ صریح دلیل ہے کہ پیدا کرنے والا قادر مختار ہے جسطرح اُس نے چاہا پیدا کیا ہے اور اس سے یہ مطلب نہین کہ اسمین کوئی حکمت نہین ہے بلکہ بے انتہا حکمت و قدرت موجود ہے لیکن حکمت اُسکی صفت ہے جیسے علم و قدیر اور صفت پاک تک رسائی مخلوق کے خیالات سے بالاتر ہے لہذا اُنمین مین منافع و خوبیان خیال کرو اور اصلی حکمت کو حضرت خلاق علیم کے سپرد کرو۔ واضح ہو کہ اس دار دنیا کہنہ و خراب کو اسطرح پیدا فرمایا کہ باوجود اختیار قدرت و عظمت کے تم اسکی اصلاح و چوکور و برابر و خوبصورت بنانے پر بہت مستعد ہو بلکہ رزق کی منفعت حاصل کرنے کی غرض سے اسکو چوکور کردیا مستطیل اور آرائش کی

غرض سے مت کرو کہ یہ دار محنت و فنا ہے اور تمہارے لیے جو دار باقی و دائمی ہے اُس کی آرائش و خوبصورتی رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے مثل اور انبیاء موسیٰ وعیسیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے بہت خوب بیان کر دی ہے پس یہ سرسری نگاہ ہے اور تم نے قدرت آلہیہ عز سلطانہ کو دیکھا کہ قطعات متجاورات میں یہ صنعت حکمت موجود ہے اور اللہ تعالے جل شانہ نے فقط قطعات متجاورات فرما دیا اور کچھ تفصیل نہیں فرمائی اس لیے کہ اس سے ہر شخص واقف ہے مگر بحکم قولہ وکاین من آیۃ الآیہ یعنے بے انتہا آیات آسمانوں و زمین میں موجود ہیں جن پر گزرتے چلے جاتے ہیں اور منہ موڑے ہیں تو تنبیہ کر دی کہ یہاں غور سے قدرت الٰہی عز وجل کو دیکھو اور منہ موڑنا ان لوگوں کا عمداً نہیں تھا لیکن چونکہ اس درجہ غافل بن گئے تو غفلت کی نحوست سے یہ گناہ کیا کہ انھیں قطعات متجاورات میں ہر روز پھرتے اور بسنے والے ہیں مگر نہیں دیکھتے کہ کیا قدرت کاملہ ظاہر ہے اور ان قطعات کے ہر ذرہ میں نمونہ قدرت ظاہر ہے لیکن عوام کی عقل کے موافق انکے متجاور پھر اسقدر متفاوت ہونے پر تامل و قدرت دیکھنے کا اشارہ فرما کر پھر ان قطعات میں جو کچھ منفعت دینے کے قابل ہیں انکی پیداوار کا اشارہ فرمایا۔ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ اور انگور کے باغ ہیں۔ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ اور کھیتیاں و باغ خرما ہیں۔ زرع بوجہ مصدر ہونے کے مفرد بمعنے جمع کافی ہے برفع پڑھنا قراءت حفص و یعقوب و ابو عمرو اور ابن کثیر رحمہم اللہ ہے اور باقیوں نے بالجر اسکو اعناب پر عطف سے پڑھا تو معنے یہ کہ اور باغ ہیں جن میں اقسام کے درخت انگور و اناج و خرما کے ہیں۔ بیضاوی رح کی تفسیر میں ہے کہ دلیل توحید قادر مطلق الاختیار ہے کہ بعض قطع قابل زراعت و بعض قابل درخت اور بعض کسی میوہ کے قابل اور بعض کسی دوسرے میوہ کے قابل اور ایک میں دوسرے کی منفعت نہیں تو ظاہر ہے کہ قادر غالب نے ہر ایک کو قبضۂ قدرت میں اس کی منفعت و اثر کے لیے مسخر کر دیا ہے کیونکہ یوں تو تمام قطعات کی طبیعت زمین ہے اور باران وغیرہ اسباب سماویہ ہر ایک کو یکسان پہونچتے ہیں اور باران زمین کے سب قطعات کے ساتھ یکسان نظر رکھتا ہے اور سب آپس میں گندھے و ملے ہوئے ہیں ولیکن کسی میں انگور ہیں اور کسی میں کھیتی ہے اور کسی میں باغ خرما۔ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ ایک ہی جڑ سے کئی درخت متحد نکلے ہیں وہ صنوان ہیں اور مختلف جڑوں سے علحدہ علحدہ غیر صنوان ہیں۔ منہ قولہ علیہ السلام عم الرجل صنو ابیہ۔ یعنے عباس رضی اللہ عنہ اپنے چچا کی نسبت فرمایا کہ اے لوگو آدمی کا چچا اس کے باپ کا صنو ہوتا ہے یعنے دونوں ایک ہی جڑ سے پیدا ہیں۔ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ سینچے گیے ایک ہی پانی سے وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ اور ہم فضیلت دیتے ہیں بعض کو بعض پر کھانے میں۔ بیضاوی رح نے کہا کہ پھل میں باعتبار شکل و مقدار و خوشبو و مزہ کے بعض سے بعض بہتر ہوتا ہے پس دلیل ہے کہ پیدا کرنے والا ہر پھل تک کو اپنے علم و قدرت سے خاص صنعت پر پیدا فرماتا ہے اور چونکہ اکثر پھلوں میں مثلاً آم یا نارنگی کے اعداد میں امتیاز شخصی کی ضرورت نہیں تو صورت میں یکسان ہوتے ہیں بخلاف آدمیوں کے جن میں ہر فرد کے دوسرے سے شخصی امتیاز کی ضرورت ہے تو ہر شخص کا شخص دوسرے سے بالکل مشابہ نہیں ہوتا حتی کہ اس میں امتیاز ہوتا ہے گو کیسے ہی مشابہ ہوں پس جب ایک ہی جڑ سے پیدا ہوئے اور ایک ہی پانی سے سینچے گئے یا دو جڑ سے ہوں مگر زمین واحد ہے و پانی ایک ہے تو اسباب و اصول متحد ہونے کے باوجود یہ امتیاز ایک قادر مختار کی صنعت عجیب و قدرت غریب ہے واضح ہو کہ ابن عامر و عاصم و یعقوب نے یسقی کو بیائے تحتیہ پڑھا اے یسقی کل واحد مما ذکر یعنے سینچا گیا ہر ایک جو مذکور ہوا۔ اور نفضل بنون کو حمزہ و کسائی نے یفضل بیائے تحتیہ پڑھا یعنے اللہ تعالے عز وجل فضیلت دیتا ہے تاکہ قولہ یدبر الامر سابقہ کے موافق ہو یعنے جیسے وہاں تھا کہ اللہ تعالے امر سے تدبیر فرماتا ہے اور ہر ایک کو اپنی مشیت و حکمت کے واسطے پیدا کرتا اور رکھتا ہے ویسی ہی یہاں تفصیل آیات کی صورت میں ضمیر غائب کی کیونکہ یہ ایک تفصیلی نشانی ہے تو جوڑ ملا دیا کہ وہی

Marfat.com

اللہ تعالےٰ ہے کہ باوجود جڑین و زمین ایک ہونے اور پانی ایک ہونے کے بعض پھلون کو بعض پر فضیلت دیتا ہے لیکن جس شخص کے قلب پر جانورون کی خصلت چھائی ہو کر سوائے کھانے پینے و محسوسات کے اُس کی ہمت معرفت الٰہی و ملکوت سماوی سے اعراض کرے اُس کو یہ علوم و نشانیان نظر نہ آوین گی۔ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ بیشک اس سب مین جو مذکور ہوا ہے نشانیان توحید قدرت الٰہی کی ہین لیکن اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہین یعنے عقل سے فکر کا کام لیتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے تین قسم کی مخلوقات پیدا فرمائی ایک فرشتہ اور اُن کو صرف عقل دی اور خواہش کچھ نہین دی۔ دوم حیوانات جن کو صرف خواہش دی اور عقل نہین دی اور سوم آدمی جسکو عقل و شہوت دونون جمع فرمائین اور عقل و شہوت دونون مین جھگڑا ہے پس اگر آدمی نے عقل کی اطاعت کی اور نفس و شہوت کو مغلوب کیا تو وہ فرشتہ سے افضل ہے کیونکہ فرشتہ نے اگر طاعت الٰہی و نورانیت و نیک اعمال کیے تو کوئی روک نہ تھا اور آدمی نے باوجود اپنی جان کی خود دشمنی کرنے کے طاعات و نیک اعمال کیے اور اگر اُس نے نفس و شہوت کی اطاعت کی تو وہ جانور سے بدتر ہے کیونکہ جانور نے اگر نفس و شہوت کی پیروی کی تو اس مین عقل نہ تھی پھر بھی صحیح ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی تسبیح کرتے ہین باستثنار بعض جہنمی جانورون کے اور آدمی نے باوجود عقل کے شہوات کی پیروی کی پس جانورون سے بدتر ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ عقل اللہ تعالےٰ عز وجل نے ہر آدمی مین رکھی ہے لیکن عقل والے وہی ہین جو اپنی عقل کے تابع ہین اور اس سے اللہ تعالےٰ کی عجائب قدرت مین معرفت کا کام لیتے اور ثابت قدم رہتے ہین۔ اور یہین سے معلوم ہوا کہ جانورون پر عذاب نہوگا اور موذی جانور جہنم کے لیے مخلوق ہین مگر نہ عذاب پانے کے لیے بلکہ عذاب دینے کے لیے لہذا جو شخص دنیا مین جنتی ہونیکی صلاحیت پر ہو اُسکو شیر و سانپ و بچھو کوئی آزار نہین دیتا بلکہ مطیع رہتے ہین اور کفار اسی سبب سے جانورون سے بدتر ہین چنانچہ حق تعالےٰ عز وجل نے فرمایا اولٰئک کالانعام بل ہم اضل۔ اور فطرتی عقل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ لہم قلوب لا یفقہون بہا۔ یعنے دل و عقل ہے مگر اس سے سمجھتے نہین ہین اے رب ہمارے ہم کو اپنے فضل و ہدایت سے ایمان پر رکھیو اور ایمان پر وفات دیجیو تو پاک پروردگار سب چیز پر قادر ہے۔ ف واضح ہو کہ شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمہ نے اپنی تفسیر مین امثال حدیث و آیات سے تشبیہ قلب کی زمین سے ثابت کر کے اشارات ان آیات مین قلب سے قرار دی و الحدیث قولہ علیہ السلام ان مثل ما بعثنی اللہ بہ من الہدی والعلم کمثل غیث اصاب ارضًا فکانت منہا طیبۃ قبلت الماء فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منہا اجادب امسکت الماء فنفع اللہ بہا الناس فشربوا منہا وسقوا وزرعوا واصاب طائفۃ منہا اخرے انما ہی قیعان لا تمسک ماء ولا تنبت کلاء فذلک مثل من فقہ فی دین اللہ ونفعہ ما بعثنی اللہ بہ فعلم وعلم ومثل من لم یرفع بذلک راسا ولم یقبل ہدی اللہ الذی ارسلت بہ رواہ الشیخان وفی الحدیث ایضًا الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ یعنی حدیث مین ایک بات تو یہ ثابت ہے کہ لوگو آگاہ رہو کہ مجھے قرآن مجید دیا گیا اور اُس کے ساتھ اُس کے مثل عطا ہوا یعنے وحی خفی سے جو احادیث آپ نے فرمائی ہین کیونکہ آپکا کلام ہوا و ہوس سے اسوجہ سے بالکل خالی تھا کہ صفت ملکیہ آپ پر پوری تھی بلکہ کسی بشر کو یہ کمال نہین دیا گیا اسی واسطے علماے اہل السنۃ نے جزم کیا کہ آپ ملائکہ سے افضل قطعی ہین اور عرش و کرسی وغیرہ سے بالیقین افضل ہین الغرض حدیث صحیح مین ہے کہ ابو موسےٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے جو مجھے علم و ہدایت دیکر مبعوث فرمایا تو مثال اس کی لوگون کے ساتھ ایسی ہے کہ جیسے ایک زمین پر باران کا پانی بہت کثرت سے نفع دینے والا برسا پس اس زمین مین سے بعض ٹکڑا تو نہایت پاکیزہ زمین عمدہ تھا اُسنے پانی خوب سینچ لیا اور سیراب ہو گئی پس اُس نے بہت گھاس و اناج وغیرہ اگایا اور بعض ٹکڑا اجدب تھا کہ اُس نے اپنے اندر پانی بہت سا

Marfat.com

روک لیا پس اُس سے بھی لوگون نے نفع پایا کہ پیا اور سینچا اور زراعت کی اور ایک دوسرے ٹکڑے کو یہ باران رحمت پہونچا مگر وہ ایک چٹیل تھا کہ نہ پانی روک سکتا اور نہ نباتات اُگا سکتا پس یہ مثال ہے کہ جس نے دین آلہی مین فقہ حاصل کی اور جسکو اللہ تعالےٰ عز وجل نے میرے ساتھ بھیجا ہے اس سے نفع پایا پس خود سیکھا اور دوسرون کو سکھلایا اور اُس کی جس نے اپنا سر نہ اُٹھایا اور جو ہدایت میرے ساتھ بھیجی گئی ہے اسکو قبول نہ کیا۔ رواہ البخاری ومسلم مین کہتا ہون کہ آپ نے دو قسمین فرمائی ہین ایک کفار ومنافقین ومشرکین کہ جنھون نے کفر کیا اور ایمان نہ لائے اور کچھ سمجھ نہ پائی بلکہ جانور سے بھی بدتر ہے اور دوم وہ جو ایمان لائے پھر ان مین دو قسمین ہین ایک تو عالم عامل جس نے سیکھا اور سکھلایا اور خود عمل کیا وہ قطعہ طیبہ ہے اور دوم جس نے اپنے اندر فقہ ومسائل جمع کیے اور لوگون نے اُس کے علم سے نفع اٹھایا۔ پس خلاصہ اس قدر ہے کہ زمین انسانی مین بعض قطعات علوم آلہیہ سے سیراب ہوکر انگور وغیرہ اگاتے ہین اور بعض دوسری طور کے ہین حالانکہ اللہ تعالےٰ عز وجل کے ابر رحمت سے اُنکو ایک طرح کا پانی پہونچتا ہے اور بعض کے اعمال دوسرے سے صورت مین مشابہ ہین ولیکن اخلاص وحُسن اعتقاد کے ساتھ اعمال کے ثواب مین بہت بڑا فرق ہے اور ایک ہی مان باپ کی اولاد مین اسی طرح تفاوت ہے پس یہ قدرت خالق عز وجل ہے۔ اب مین لکھتا ہون کہ شیخ رہ نے عرائس مین کہا کہ قولہ وفی الارض قطع متجاورات قلب محب متجاور قلب مشتاق وہ متجاور قلب عشاق اور وہ متجاور قلب والہ اور وہ ہائم اور وہ عارف اور وہ موحدین سے متجاور ہین۔ پھر عارفین کے قطعہ مین خود قطعات متجاورات ہین پس قطعات نفوس امارہ متجاور بعض بعض ہین اول یعنے شہوات متفاوت ہین کھانے کی شہوت عمدہ شربت ومسکرات کی شہوت وعمدہ کپڑے کی شہوات حتی کہ خواہش کثرت نماز وروزہ کی کیونکہ اخلاص اسمین محض خالق عز وجل کے حکم وحق کی فرمانبرداری کی نیت ہے۔ اور کہا کہ قطعات عقول متجاور بعض بعض ہین وقطعات ارواح متجاورات ہین اور قطعات اسرار ایک دوسرے سے متجاور ہین اقول یہ قطعات باعتبار صفات آلہیہ کے متعدد ومتجاور ہین اسی وجہسے اولیا مین ہر ایک کے مقام سے دوسرا بے خبر ہے ماسوائے ایک شیخ کے مریدین کے واللہ اعلم پھر لکھا کہ قطعات نفوس امارہ تو بالکل گویا قطعہ ہین آفو لمحض شہوات کا تخم انمین اُگتا ہے اور جملہ کفار ومنافقین ومشرکین مین یہی قطعہ شور ہے۔ اور لکھا کہ قطعات عقول شیرین نباتات علم ہین اور قطعات ارواح طیبہ معرفت ہین اور قطعات اسرار لطیفہ لطف انوار ہین یہ سب باہم متقارب ومتجاور ہین۔ پھر لکھا کہ قطعات نفوس کی شہوت کے تخم سے اپنے حق مین کانٹے اگاتے ہین اور قطعات عقول مین علوم فقہ وحدیث وتفسیر کے پھل ہین اور قطعات ارواح مین شگوفہ ہاے معرفت پھولتے ہین اور قطعات اسرار مین انوار کواشف اُگتے ہین قولہ وجنات من اعناب۔ اس شکر سے ارواح کو عشق حاصل ہوتا ہے اور اس مین زروع معرفت سے اناج عقول کو ملتا ہے پس تربیت سے اہل ارادات انواع معاملات مین کامل ہوتے ہین اور انمین درختان خرما سے یقین کے میوہ جات سے اسرار کی حیات ہے۔ قولہ صنوان وغیر صنوان۔ ایمان مع یقین وعرفان جو دلیلون سے گڑھ کر نہ بنایا ہوا اور جو ابتدا مین آیات کے مشاہدہ سے تھا اب آیات تجلیات ہین اور یہ سب باران رحمت حق سے پانی پاتے ہین قولہ تسقی بماء واحد۔ او تعالےٰ تمام مخلوقات سے پاک منزہ ہے اسکی ذات تغیرات سے پاک ہے نہ وہ ایک عدد ہے اور نہ وہان کثرت ہے وہ پاک نرالا بے شریک ہے اُس کی الوہیت سے ہر ایک پر تجلی ہوکر تربیت ہے اور صفات سے افعال پر ظہور ہے پس جب انوار صفات کے عالم فعل پر پہونچے تو ہر صفت سے نوع فعل کا وجود ہوتا ہے پس احوال پیدا ہوتے ہین اگرچہ اصل پاک منزہ ہے کہ وہان کوئی علت وتغیر نہین ہے قولہ ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل۔ ثمر معرفت از محبت بالاتر ہے اور محبت از ارادت۔ اور ثمر مراقبہ سے مشاہدہ اعلیٰ ہے اور یہ اشارات اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسے ہین کہ انکو سوائے عالم بندون کے جنکے عقول

مثل تجلی شہوات سے پاک ہون اور کوئی نہین سمجھتا ہے۔ قولہ ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون۔ عقل مخلوق کے قلوب مین تجلی ہو کہ بندون
کو عبودیت کی طرف لاتی ہے تاکہ اس باغ سے روح کے لیے قطعات مجاورات سے ثمرات معرفت ومحبت ومشاہدہ وقرب حاصل
کرین اور جو شخص دیکھے کہ وہ اللہ تعالے عزوجل کی عبودیت مین خلوص چاہتا ہے تو اولیا کے ساتھ اصل مین متحد ہوا اور جس کی خواہش
ایک فانی چیز دنیا و اُس کی شہوات ہون وہ عقل سے دور اور نفس وحواس کا مطیع ہوا اور جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگ مختلف درختون سے ہین اور مین اور تو ایک درخت سے ہین پھر پڑھا قولہ
وفی الارض قطع متجاورات الآیۃ حسن بصری نے کہا کہ یہ مثل ہے آدمیون کے دلون کی واسطے چنانچہ زمین اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت
مین بھی اس کی طینت ایک ہے پس اُس کو بچھایا و پھیلایا پس بقدرت آلہیہ اُس کے قطعات متجاورات ہوگئے پس اسپر بارش کا
پانی آسمان سے نازل ہوا پس ایک قطعہ ہو کہ اپنے گل وشگوفہ ونباتات اُگاتا ہے اور دوسرا قطعہ ہے کہ اپنی شوری وسنگینی وخبث وغیرہ ذالائق
چیزین نکالتا ہو حالانکہ دونون پر باران رحمت یکسان برستا ہے اور اگر پانی شور ہوتا تو کہتے کہ یہ پانی کی طرف سے ہو یون ہی اولاد آدم
ایک اصل سے پیدا کی گئی اُنپر آسمان سے قرآن وذکر نازل ہوا پس بعضے قلوب روشن ومنور ہوکر خشوع وخضوع مین حاضر ہوئے اور
اُنسے خلق کو بہت بڑا نفع پہونچا اور بعضے قلوب سخت ونالائق ہوئے کہ سوائے اُنکے بڑوس سے اذیت کے کچھ حاصل نہین ہوا غفلت مین
اہل حق پر جفا کرنا اُنسے پیدا ہوا۔ جنید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالے عزوجل نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنے آثار قطعات
متجاورات سے بطور مذکورہ بالا ظاہر کیے جس سے صاف ظاہر ہو کہ وہ خالق عزوجل کیسا قادر ہے اور کیسا قاہر کہ جطرح اُس نے
چاہا ہر ایک سے وہی ظہور ہوتا ہو۔ واسطی رح نے کہا کہ ارادت مین رنگ برنگ تغیر نہین بلکہ مرادات مین ایسا ہو جیسے پانی ایک ہو اور
درخت وپھل مین تفاوت ہو اقول یہان سے سمجھ مین آیا کہ رحمت آلہیہ عام مخلوقات کے لیے ہدایت کی یکسان ہو ولیکن کسی مین ثمرات نیک
وسعادت ہین اور کسی مین اس سے اور زیادہ آثار شقاوت ہین۔ اور اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا ولا یزید الظالمین الا خسارا۔ کافرون کے
حق مین خسارت بڑھاتا ہو کیونکہ تو نیا زمین مین گل بوٹے کے درخت نکالنے سے اسمین کو زیادہ بڑھ جاویگا واسطی رح نے کہا کہ جس نے کسی امر مقدور
مین کہا کہ یہ کیونکر ہوگا تو اُس کے دل مین قدرت آلہیہ تنگ ہو اور تمام مخلوقات کو وہ قطعی ان اسباب سے مخلوق سمجھتا ہو حتی کہ جہان سبب اُسکے
اوہام سے بڑھا ہوا ہوتا ہو وہان کیفیت پوچھتا ہو اور علت اپنی سمجھ مین سما جانے والی ڈھونڈھتا ہو حالانکہ اس کمبخت ضعیف کو یہ وسعت
کہان سے حاصل ہو کہ صفات آلہیہ مین سے کسی صفت کو محیط ہو جاوے اور ربوبیت آلہیہ ثابت کرنے کے لیے علل واسباب ڈھونڈھتا ہو اور ہرگز
کسی وہم مین نہ گزرے کہ کوئی بات جہان مین بغیر ارادہ آلہیہ واقع ہوتی ہو وہی چاہتا ہو موت وحیات واندھیری اور روشنی اور اسکے ارادہ مین تغیر نہین
ہو یون ہی جو ارادہ اُسکا ایمان وکفر سے متعلق ہو وہ متغیر نہین ہو اور نبی صلعم سے روایت کیجاتی ہو کہ عاقل وہ ہو جسنے اللہ تعالے سے اُسکا حکم وامر سمجھ لیا پھر
اللہ تعالے نے اپنے صنائع قدرت ووحدانیت بیان کرکے آگاہ فرمایا جسکو سعادت نہین اُس کو نفع نہین بقولہ تعالے

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور اگر تو تعجب کرے تو عجیب ان کافرون کا یہ قول ہو کہ کیا جب ہم خاک ہوگئے تو کیا پھر ہم نئی پیدائش مین ہونگے یہی وہ لوگ ہین جنھون نے

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ

کفر کیا اپنے رب کے ساتھ اور یہی وہ لوگ ہین کہ طوق ہونگے ان کی گردنون مین اور یہی وہ لوگ ہین دوزخ والے وے

فِيهَا خٰلِدُوْنَ ٥
اس میں رہ پڑے

وَاِنْ تَعْجَبْ اور اگر تو تعجب کرتا ہے یعنے باوجود ایسے ظاہری دلائل قدرت کے توحید کی تعلیم کرنے مین کافر لوگ جو تیری تکذیب کرنے لگے حالانکہ تو ان مین نہایت سچا وامانت دار مشہور تھا پس تو تعجب کرتا ہے کہ کیونکر ایسی صورت مین کہ صریح دلائل موجود ہین مجھکو جھٹلاتے ہین۔ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ تو اس سے زیادہ لائق تیرے تعجب کے انکا یہ قول ہے ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا کیا جب ہم ہوگئے خاک یعنے جب ہم دنیا مین زندگی بسر کر چکے خواہ اسطرح کہ اپنی خواہشین اچھی طرح پوری کرتے رہے اور جسکو ہم عزت و ثروت و خوشی کے ساتھ جینا سمجھتے ہین اسطرح زندگی کے دن گزارے یا جسطرح تم کہتے ہو کہ اکثر نفس کی خواہشون سے پرہیزگاری و تقوے اختیار کر و اسطرح نفس امارہ کو مار کر زندگی پوری کی اور مر کر خاک ہوگئے تو کیا ایسا ہو جانے کے بعد۔ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ پھر کیا ہم نئی پیدائش مین ہونگے یعنے دوبارہ تمھارے قول کے موافق ہم زندہ ہونگے کیونکہ مر کر خاک ہو جانے کے بعد کیا کوئی زندہ ہو سکتا ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و مومنون کو تعجب دلایا کہ یہ جاہل اس قدر نہین جانتے کہ جس نے ان مخلوقات عظام و صغار اور اُن کو بغیر کسی سابق نمونہ کے پیدا کر دیا اور اُس کی قدرت و صنعت اوہام سے بڑھ کر بزرگ ہے تو اس پر دوبارہ مثل سابق کے پیدا کر دینا کیون دشوار ہوگا بلکہ یہ تو نہایت صریح ہے کہ دوبارہ پیدا کر دینا بہت آسان ہے پھر کسقدر تعجب کے قابل انکی گفتگو ہے۔ سراج مین ہے کہ یہان دو مقام پر دو ہمزہ جمع کر دیے مین اور قرارت مثل ءَاَنْذَرْتَهُمْ کے مع جاب تکرار مین وجوہ و ترکیب کے معتد مین اور لکھا کہ ایسا گیارہ مقام پر نو سورتون مین ہے اور چونکہ کرر ہے تو بائیس ہوگئے اور یہ ایک اس سورہ مین اور دوسرا ہین اور ایک مومنون مین اور ایک نمل مین اور ایک عنکبوت و ایک سورہ سجدہ اور دو صافات و ایک واقعہ اور گیارھوان۔ والنازعات مین ہے الحاصل تیرا انکار تو عجب ہی کیونکہ تو کھلی دلائل سے انکی بھلائی کی بات انکو سمجھاتا ہے اور تجھکو صادق امین جانکر اب انکار و تکذیب کرتے ہین مگر اس سے زیادہ تجھکو تعجب اس امر پر ہونا چاہیے کہ ابتدائی پیدائش کے دلائل قاہرہ دیکھکر دوبارہ قدرت پیدائش سے منکر ہوتے ہین اور اپنے خالق عز وجل کے لقا سے ناامید ہین۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یہی لوگ ہین جنھون نے کفر کیا اپنے رب سے۔ مسئلہ جو کوئی اللہ تعالے عز وجل کی قدرت و بعد موت کے پیدائش وغیرہ سے انکار کرے وہ کافر ہے اور انکی سزا بیان فرمائی بقولہ۔ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ یہی لوگ ہین جن کی گردنون مین طوق ہونگے۔ یعنے قیامت مین عذاب جہنم مین آگ کی زنجیرون سے گردنون مین طوق آگ کے اور پاؤن مین بیڑیان آگ کی ہونگی۔ یا یہ معنی ہین کہ ان لوگون کی گردنون مین طوق ہین یعنے گمراہی و بدبختی کے طوق انکی گردنون مین ہین یہ لوگ اُنسے رہا نہین ہو سکتے ہین۔ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ آگ والے ہین یعنی دوزخی ہین۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وے اسی مین رہ پڑے کبھی دوزخ سے جدا ہونگے اور ضمیر ہم فاصل لانے سے انحصار و تاکید ہے کہ خلود و ہمیشگی انھین کے لیے ہے۔ مسئلہ۔ حدیث مین صحیح ہوا کہ بعضے گنہگار مومنین بھی دوزخ مین جاوینگے نعوذ باللہ منہ ولیکن بقدر مشیت آلہی کے عذاب اٹھا کر جہنم سے رہا کیے جاوینگے اور نہر حیات مین غوطہ دیکر مثل موتی کے داخل جنت کیے جاوینگے اور درمیان مین شفاعت انبیاء و مومنین و ملائکہ سے بہت گنہگار نکالے جاوین گے۔ مسئلہ۔ اس زمانہ مین جس شخص نے زعم کیا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مین سے کوئی دوزخ مین نہ جائیگا اس نے مانند یہود و نصارے کے کفر کی ہوس پھیلائی۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وان تعجب

Marfat.com

فعجب الآیہ۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحر توحید مین مستغرق اور عیان توحید دیکھتے تھے تو جو شخص آپ کی رسالت سے انکار کرتا اور کلام الٰہی مین جو تعلیم توحید ہے انکار کرتا حالانکہ آپ سے خود آیات قدرت و توحید الٰہی ظاہر تھے تو آپ تعجب کرتے اور اس سے کیون تعجب نہو کہ عقل و نظر والا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین شواہد ملکوت و جبروت مشاہدہ نہ کرے حتی کہ جمادات و حیوانات تک نے آپ کی صدق رسالت کی گواہی دی چنانچہ صحاح احادیث مین نہایت کثرت سے موجود ہے نمونہ اس کا یہ ہے کہ سنگریزون نے ابوجہل لعنہ اللہ یا اس کے بھائی کی مٹھی مین گواہی دی کہ محمد اللہ تعالے کے رسول ہین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور درخت مین پھاڑتا ہوا قریب حاضر ہوا اور گواہی دیکر اپنے مقام پر چلا گیا اور پہاڑ و پتھر و سنگریزے اور درخت جدھر جاتے سلام کرتے اور شہادت دیتے اور ایک جوان انصاری کے اونٹ نے آپ سے اپنے مالک کی سختی کی شکایت کی اور اونٹ نے سجدہ کیا اور مانند اسکے نہایت کثرت ہے پھر عقل والے کیونکر کفر کرتے تھے اس سے آپ کو تعجب ہوا کہ سبحان اللہ تیری کیا قدرت ہے کسطرح تو نے مخلوق کو قبضۂ تسخیر مین مسخر فرمایا ہے پس اللہ تعالے عزوجل نے آپ کو زیادہ تعجب کی طرف ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے کی آیات موت و حیات دیکھ کر پھر ابتدائی آفرینش کے قائل و اظہار مین منکر ہین حالانکہ وہ تو بہت ہی آسان ہے اور خود اپنی ذات مین ہر لحظہ ہزار بار آیات الٰہی مشاہدہ کرتا۔ اگر چشم بصیرت سے نہین دیکھتا ہے ہر ساعت مین کتنی مرتبہ مرتا و زندہ ہوتا ہی ہر چھٹی سانس موت ہی اور اندر آتی حیات ہے مگر نہ موت سے حیات دیکھتا ہی نہ حیات سے موت دیکھتا لیکن حق عزوجل سے عجب نہین کہ کیونکہ جسکو چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہی اور جسکو چاہتا ہی مردود کرتا ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عجب یہ کہ تو تعجب نہ کرے وقال اللہ تعالے ان تعجب فعجب قولہم۔ پھر ان کافرون کے انکار پر جو سخت ناہنجار تھے حق تعالے عزوجل نے فوراً بلا مہلت عذاب نہ فرمایا لیکن انھون نے خود مانگا اسپر کمال حلم سے درگذر فرمائی حالانکہ ان لوگون کی سخت حماقت اسی سے ظاہر ہی کہ وہ بھلائی چھوڑ کر برائی مانگتے تھے اور عذاب سے ہلاک ہونے والے خود عاد و ثمود نمونہ تھے قال تعالے۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ

اور جلدی مانگتے ہین تجھ سے برائی کو پہلے بھلائی سے اور بیشک ہو چکے ہین ان لوگون سے پہلے انکی مثل عذاب کے واقعات

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ

اور بیشک تیرا رب البتہ مغفرت والا ہی لوگون کے لیے انکے ظلم پر اور بیشک تیرا رب البتہ

لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

سخت عذاب کرنے والا ہے

واضح ہو کہ مشرکین باوجود کمال شفقت سے رہنمائی کرنے اور مکرر سہ کرر وحدانیت کے آیات و معجزات دکھلانے کے بت پرستی پر جمے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلعم سے دشمنی کرتے اور سمجھتے کہ اس مین بتون کی مدد کرکے انکو راضی کرتے ہین اور تمسخر سے کہتے کہ ائتنا بعذاب الیم۔ اور اپنے اعتقاد پر آخرت و عذاب سب باطل سمجھ کر دعا کرکے کہتے کہ اللھم ان کان ھذا ھو الحق فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم الآیہ۔ اور قولہ قالوا ربنا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب۔ اور قولہ تسقط علینا کسفا من السماء الآیہ۔ غرضکہ عذاب مانگتے اس شرط پر کہ دین توحید حق ہو پس اللہ تعالے عزوجل نے آیات توحید انکو بتلائین جن سے توحید صاف ظاہر ہے

پھر ان کے انکار قیامت وحساب پر تعجب دلایا اور اب انکو ارشاد فرمایا کہ مہلت کو غنیمت سمجھین نہ کہ عذاب مانگتے ہین فقال وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ اور کافر لوگ جلدی عذاب آنا تجھ سے طلب کرتے ہین۔ قَبْلَ الْحَسَنَةِ بھلائی سے پہلے یعنے جب تک عذاب نازل نہین ہوا ہے یا موت کی مہلت سے عذاب سے بچے ہوئے ہین تو عذاب کی حالت سے بھلی حالت مین ہین تو اس مدت کے ختم ہونے سے پہلے ہی تجھ سے اپنے لیے بُری حالت یعنی عذاب مانگتے ہین۔ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ جمع مثلہ بفتح مثلثہ وضم آن مانند صدقہ وصدقہ بفتح دال وضم آن بمعنے عذاب کیونکہ گناہ کا عوض برابر کا ہے پس مثل گناہ کے ہے اسی واسطے قصاص کو مثال کہتے ہین۔

بیضاوی رح نے کہا کہ مثلات بضم اول جمع مثلہ بھی شاذ قرارت ہے ابن الانباری رح نے کہا کہ مثلات وہ عقوبات جنکا اثر سزا یافتہ مین پیچھے عیب کے طور پر باقی رہے۔ اور بعض نے کہا کہ مثلات وہ عقوبات کہ سزا یافتہ کی ایک مثال قائم کردین تاکہ پچھلے ایسی حرکت سے باز رہین۔ قتادہ رح نے کہا کہ مثلات عقوبات یعنے اگلی اُمتون مین جو عذاب الٰہی تم سے پہلے گذرا اور ایسا ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ الحاصل یعنے اور حال یہ کہ ان لوگون سے پہلے عقوبات گذر چکے ہین۔ حاصل یہ کہ زمانۂ عافیت کو غنیمت نہین سمجھتے اس کی مدت گذرنے سے پہلے تجھ سے عذاب کی جلدی کرتے ہین اور اپنے نزدیک جہل سے سمجھے بیٹھے ہین کہ یہ واقع نہ ہوگا پس دلیری کرتے ہین حالانکہ ان سے پہلے اگلی اُمتون پر عقوبات ہوچکی ہین جو انکی عبرت حاصل کرنے کو کافی تھین تنبیہ۔ اگلون نے عقوبت نہین مانگی اور نازل ہوگئی اور کفار مکہ نے طلب کی اور حلم سے درگذر فرمایا تو اس امت پر رحمت مزید ہے اور ان کافرون مین سے بہتون کے حق مین ایمان مقدر تھا اور بہتون کی پشت مین مومنون کا نطفہ تھا پس اُن کی دلیری سے ڈرایا کہ اگلون سے عبرت حاصل کرین۔ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ اور بیشک تیرا رب ان لوگون کو انکے گناہون یا شرک پر مغفرت کرنے والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مشرکون سے تجاوز کرنے والا ہے جب کہ ایمان لاوین۔ یہ تاویل اسوجہ سے کہ مشرکین کے لیے مغفرت نہین ہے جیسا کہ قطعی آیات سے ثابت ہے تو یہان مراد یہ ہے کہ بشرط توبہ انکی مغفرت کرنے والا ہے اور اصح یہ ہے کہ مغفرت سے مراد یہان مہلت و تاخیر عذاب ہے کیونکہ مغفرت درگذر کرنا اور یہ اسطرح بھی ہوسکتا ہے کہ تاخیر دیدی۔ مقاتل رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل تجاوز فرمانے والا ہے مشرکون سے اُن کے شرک پر اسطرح کہ فی الفور انکو ماخوذ نہین فرمانا جیسے قولہ تعالےٰ لو یواخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظہرہا من دابۃ الآیۃ یعنے اگر اللہ تعالےٰ عز وجل گرفتار عذاب کرے لوگون کو بوجہ انکے گناہون کے تو نہ چھوڑے ہوئے زمین پر کوئی چلتا۔ یعنی بالفعل ایک مدت تک انکو مہلت دیتا ہے پھر اگر شرک پر مرے تو عذاب کریگا چنانچہ فرمایا۔ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ اور بیشک تیرا رب سخت عذاب کرنے والا ہے۔ امید وخوف دونون کو ملا دیا جیسے کہ رب تبارک وتعالےٰ کی شان قرآن پاک مین ہے۔ مسئلہ توبہ سے پہلے بھی اللہ تعالےٰ عفو فرماتا ہے پس ہم گنہگارون کو نہایت خوشی کی بشارت ہے بدلیل اس آیت کریمہ کے کہ ظلم پر مغفرت فرمائی کیونکہ ظلم وگناہ کی حالت مین آدمی تائب نہین ہوتا ہے ذکرہ البیضاوی وغیرہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ مراد ہے کہ دنیا مین مغفرت فرماتا ہے تو مہلت اسکا انجام ہوا اور آخرت مین محاسبہ رہا اور اگر آخرت مین مراد ہے یعنے کوئی شخص بغیر توبہ مرگیا تو اللہ تعالےٰ عز وجل چاہے عفو فرماوے تو ظلم شرک کو شامل ہے پس کیا یہ اعتقاد ہے کہ شرک بغیر توبہ مرجاوے تو عفو ہوسکتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ہان آخرت کی مغفرت مراد ہے اور اس آیت سے یہی نکلتا ہے کہ ہر ظلم خواہ شرک ہو یا کوئی اور گناہ ہو قبل توبہ کے بخشے جانے کی اُمید ہے لیکن دوسری آیات سے ثابت ہے کہ شرک پر موت سے شرک نہ بخشا جائیگا پس سوائے شرک کے باقی گناہون کی نسبت اُمیدواری ہے کہ بغیر توبہ مرجانے والا اللہ تعالےٰ عز وجل کی

رحمت سے عفو کیا جاوے جبکہ وہ دل سے یقین وحدانیت آلہی تعالے کا رکھتا ہو شرک نہو۔ مسئلہ۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ اللہ تعالے عز وجل اپنے مخلوق مملوک بندون مین جسطرح چاہے تصرف کرے۔ احادیث وآیات سے یہ بات علماء نے نکالی ہے کہ دنیا مین جو لوگ اپنے آپ کو آسانی وسختی وہر حال مین اللہ تعالے کا بندہ بنائے رہے قیامت مین جب ہر قوم مشرک اُس کے ساتھ کیجائیگی جسکو شریک بناتے تھے تو مشرکین مع پیشوا کے جہنم کو کھینچے جاوینگے اور جنکے اعتقاد مین یہان یقین تھا کہ لا اِلٰہ الا اللہ یعنے قادر رازق شافی جملہ صفات کمالیہ مین سے کوئی صفت کسی مین نہین سوائے اللہ تعالے عز وجل کے اور وے کسی تنگی یا آسانی مین کسی مخلوق سے التجا نہ کرتے تھے اگرچہ اُن سے گناہ سرزد ہو جاتے ہون مگر جو باتین کہ اللہ تعالے ہی کی قدرت مین ہین کسی مخلوق مین گمان نہ کرتے تھے تو موت سے یہ اعتقاد نہایت صاف روشن ہوگا پس قیامت مین یہ لوگ فقط اپنے خالق عز وجل کے بندے رہینگے اور وہ قادر مطلق عزیز قادر کریم ورحیم ہے انکو بخشیگا والحمد للہ رب العالمین۔ ف۔ فی العرائس ویستعجلونک بالسیئۃ قبل الحسنۃ تفسیر اُسکے اوپر مذکور ہوئی اور اشارات سے ثابت ہے کہ اہل جہالت اپنے زعم باطل مین خلاف حق پر اصرار کرکے جلدی کرتے ہین اور اُن مین زیادہ بدتر وہ ہین جو نیکی کے پیرایہ مین جلدی کرتے ہین مثلاً عالم جو دار فانیہ مین اپنے علم سے جاہ ومنزلت طلب کرتا ہے تو وہ نیکی سے پہلے بُرائی کو جلدی سے لینا چاہتا ہے یا درویش جو بغیر وصول بدرجۂ انقیاد کے اپنی منزلت لوگون مین چاہتا ہے تو نتیجہ اس مذہب کا یہ ہوتا ہے کہ بجائے ارشاد وہدایت کے وہ خود گمراہ ہوکر خواہش نفس ومحبت جاہ ومال مین مبتلا ہو جاتا ہے اور معلوم ہو چکا کہ سابق مین ریاکارون کا درجہ خواری وذلت کو پہونچ چکا ہے اور قولہ لذو مغفرۃ للناس آخر ظلم وہ گناہ ہین کہ خلاف عقائد واعتقاد کے بر سبیل غفلت اُنسے سرزد ہوئے اور آفات نفوس آمارہ مین مبتلا ہوگئے شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ مغفرت کا اُمیدوار وہ رہے جس نے گناہ کا ارتکاب تو کیا مگر ڈرتے ڈرتے خوف زدہ ہوکر اور ایسا نہو کہ بے پروائی سے نڈر ہوکر گناہون مین ڈوبا چلا جاتا ہے اقول یہ وہی مسئلہ ہے جو اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالے نے فرمایا کہ جو کوئی کبیرہ گناہ پر اصرار کرے وہ کافر ہے اور اصرار کے یہی معنے صحیح ہین جو شیخ ابو عثمان نے ذکر کیے کیونکہ جس نے توبہ کر لی وہ مصر نہین ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور خوف زدہ ڈرتے ڈرتے اندر ہی اندر گناہ سے اکراہ اور اللہ تعالے عز وجل کے عذاب سے ہراس ہے پس اصرار نہونا چاہیے اگرچہ اس نے ہنوز توبہ نہین کی اور علی ہذا جس نے اول ہی مرتبہ محض بیباک اُس گناہ کا ارتکاب کیا اُس نے اصرار کیا کیونکہ اُس کو اس مین کچھ پرواہ نہین ہے اور ظاہر ہے کہ یقین وایمان قائم ہونے کی حالت مین بلا دغدغہ گناہ نہو گا۔ واضح ہو کہ اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالے کے نزدیک صحیح ہے کہ آدمی کسی گناہ پر دلیری نہ کرے خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو کیونکہ صغائر بھی اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہین اور بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ قولہ لشدید العقاب۔ یعنے کافرون پر یا جسپر چاہے پس خوف کرنا چاہیے کہ شاید صغیرہ کسی حالت مین ایسا واقع ہو کہ اس پر سخت عذاب فرمایا جاوے شیخ امام حافظ رح نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے باسناد خود سعید بن المسیب رح سے روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری وان ربک لذو مغفرۃ للناس الآیہ۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالے عز وجل کا عفو وتجاوز نہ ہوتا تو کسی کو زندگی گوارا نہوتی اور اگر اسکا خوف عذاب نہوتا تو ہر ایک بھروسا کرکے بیٹھ رہتا۔ مترجم کہتا ہے کہ جو اسناد ذکر کی اس مین علی ابن زید راوی ہین اور علی بن زید بن جدعان پر اعتماد صحیح ہو۔ اور لکھا کہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے احسان الرمادی حسن بن عثمان کے حال مین لکھا کہ انھون نے بیان کیا کہ مین نے پروردگار عز وجل کو خواب مین دیکھا اسطرح کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضوری مین اپنی امت کے کسی آدمی کے حق مین مغفرت چاہتے ہین تو حضرت ذو الجلال سے ارشاد ہوا کہ کیا تجھے یہ کافی نہین ہوا کہ جو مین نے سورۂ رعد مین تجھپر نازل فرمایا

کہ وان ربک لذو مغفرۃ للناس علےٰ ظلمھم۔ اتنے مین میری آنکھ کھل گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حکایت سے گنہگارون کے واسطے مغفرت کی
تقویت ہے اور اللہ تعالےٰ عز وجل غفور رحیم ہے ولیکن خبردار کہ کوئی شخص ایسی روایات وخواب وحکایات صالحین سے شرعی مسئلہ نکالے
اور نہ کسی اعتقاد مین تغیر کرے اس لیے کہ خواب کی حقیقی تعبیر کا کسکو دعوےٰ ہوسکتا ہو چنانچہ سورۂ یوسف مین گزرچکا کہ جب مصر مین والدین وبھائیون
نے سجدہ کیا تو اُسوقت تاویل کھلی کہ ہذا تاویل رؤیای الآیہ۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ رحمہم اللہ تعالےٰ کا اتفاق ہو اور اصول وفروع حنفیہ مین
مصرح ہو کہ خواب سے کوئی شرعی حکم نہین ثابت ہوتا تو اعتقادی بات کا کیا ذکر ہو اور خود اولیاء اللہ تعالےٰ صالحین اسی اصل واعتقاد پر ہین فافہم

پھر حق عز وجل نے کافرون کے شبہہ مٹا کر عظمت وجلال کبریائی کے ساتھ کلام فرمایا

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ

اور کہتے ہین وہ لوگ جنھون نے کفر کیا کہ کیون نہین اُتاری گئی اُسپر کوئی نشانی اسکے رب کیطرف سے تو فقط ڈر سنانے والا ہے اور ہر

قَوْمٍ هَادٍ ۧ

قوم کے لیے ہادی ہو

اسقدر توحید کے دلائل وآیات اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائین اور نہایت کثرت سے معجزات باہرات
عطا کیے کہ اُن کے معانی ومبانی کے بیان مین ایک ضخیم کتاب ہوگی مگر جن مشرکون پر شرک کی تاریکی ڈھانپ دی گئی تھی اُن کو کوئی
قلیل وکثیر کفایت نہین کرتی تھی حتے کہ جسطرح ایمان والے ہر روز یقین وکمال پر چڑھتے جاتے اسی طرح مشرکین ہر روز جہنم مین دھنستے
جاتے اور کفر وعناد سے دنیا وآخرت برباد کرتے اور کہتے کہ لولا یاتینا بآیۃ الآیہ۔ اور کبھی کہتے کہ کوہ صفا ہمارے لیے سونے کا کردو اور
مکہ کو کشادہ کردو اور پہاڑ یہان سے ہٹا دین اور اسمین سبزہ زار ونہرین ہوجاوین۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکے
وعدہ پر نظر کرکے چاہا کہ دعا فرماوین اور یہ اللہ تعالےٰ کے یہان کچھ چیز نہ تھا دعا کرتے ہی ہوجاتا ولیکن جبرئیل علیہ السلام نے
نازل ہوکر بعد سلام کے کہا کہ ہدایت وایمان مقدر ہے نہ اسباب پر منحصر اور اگلی قومون نے اسی طرح ہٹ کرکے معجزات مانگے اور
جب تقدیر غالب ہوئی اور ایمان نہ لائے تو پھر عذاب مین تاخیر نہوئی اور یہی سُنّت آلہیہ جاری ہے پس آپ باز رہے اور جناب
باری تعالےٰ مین دعا کی کہ یہ ہلاک نہ کیے جاوین مین اُن کو نصیحت کرونگا اور خود اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین فرمایا وما منعنا ان
نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا الآیہ۔ یعنے ہم کو آیات بھیجنے مین کوئی روک نہین مگر ان
مشرکون سے اگلے وقت والے مشرکین نے ان آیات سے انکار کیا یعنے پہلے تو درخواست کی پھر شیطانی وسوسہ سے جادو وغیرہ اوہام
لگاکر نہ مانے اور تقدیر غالب آئی اور اللہ تعالےٰ عز وجل نے مثال فرمائی کہ ثمود کی ہٹ سے ہم نے ناقہ دیا جسکو آنکھون دیکھتے وکھلی نشانی تھی
مگر نظربندی وغیرہ کے الزام سے نہ مانے بلکہ ظلم کرکے اُس کو قتل کیا یعنے آخر عذاب سے ہلاک ہوکر تا ابد برباد رہینگے پس یہ پورا رحم ہے کہ
اُن کے شفیق پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کو عذاب دنیاوی سے نجات دی اور حدیث مین ہے کہ مین نے دعا مانگی کہ
میری اُمت کو دنیا مین عذاب سے ہلاک نہ فرماوے تو قبول فرمائی۔ بالجملہ یہ ظاہر ہے کہ آیات ودلائل توحید جو قرآن مجید مین
مذکور ہین عقلی روحانی واضح یقینی ہین اور یہ وحی خالص اعلیٰ ہو محسوسات آیات مثل عصائے موسےٰ واحیاء عیسےٰ علیہم السلام سے کیونکہ وہ مدرک
بحواس اور انمین جادو وغیرہ کا احتمال پیدا کرتے تھے اور یہ مدرک بعین بصیرت وعقل مین جنمین اشتباہ عقلی کو دخل نہین اور جادو وغیرہ

Marfat.com

تلبیس شیطانی کی یہان مجال نہین توجب ان آیات پر ایمان نہ لائے تو محسوس آیات پر کیا ایمان لاتے۔ لہذا فرمایا۔ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور کہتے ہین وہ لوگ جو کافر ہوئے۔ اشارہ ہے کہ اس ناسمجھی و بے عقلی کا منشا کفر و اس کی تاریکی جہالت ہے کہ بغیر عقل و بصیرت کے آیات توحید سے غافل ہو کر محسوسات پر اڑتے اور کہتے ہین کہ۔ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیون نہین اُتاری گئی اُس پر یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی آیت اُس کے پروردگار کی طرف سے۔ یہ تعجب ہے کہ اسقدر آیات واضحہ و نشانات توحید باری تعالےٰ انپر نازل کیے گیے مگر ہنوز اُن کے نزدیک کوئی آیت نہ تھی یہ کفر کی جہالت ہی نہین بلکہ اس سے بھی بڑھکر رہنا و پیشواے عناد اور عداوت کیونکہ معجزہ شق القمر وغیرہ بکثرت معجزات دیکھ چکے اور کہے گئے کہ یہ تو جادو ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ تو فقط منذر ہے یعنے شرک کرنے والون کو اُن کے خالق عزوجل کے غضب سے عذاب شدید کا ڈر سُنانے والا ہے۔ اور یہ اس طرح کہ جو رسالت و پیغام الٰہی عزوجل تجھ کو سپرد ہی اُسکو اللہ تعالےٰ کی مخلوق کو پہونچا دے اور آیت لانا اور اُن کو خواہ مخواہ ایمان پر کر دینا تیری قدرت مین نہین ہے کیونکہ افعال کا بھی خالق اللہ تعالےٰ عزوجل ہے تو ایمان اُن کے اندر جب ہی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ پیدا کر دے پس یہ اللہ تعالےٰ عزوجل کے اختیار مین ہی تو اُن کو پیغام پہونچا دے۔ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور ہر قوم کے واسطے ہادی ہے۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ ہر قوم کے لیے راہ راست کی طرف بلانے والا ہے۔ اور مجاہد رحہ نے کہا کہ ہر قوم کے واسطے نبی ہی۔ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ انما انت منذر۔ اے محمد تو منذر ہے۔ ولکل قوم ہاد۔ اور مین ہر قوم کا ہادی ہون ابن کثیر رحہ نے کہا کہ ایسا ہی سعید بن جبیر و ضحاک و مجاہد وغیرہم سے مروی ہی مترجم کہتا ہی کہ قول اول اولیٰ ہی اور موافق لقولہ تعالےٰ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی ہر امت مین ایک رہنمائی کرنے والا گذرا ہی۔ مالک رحہ نے کہا کہ ہر قوم کے لیے ہادی ہی یعنے جو انکو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتا ہی۔ وقال ابن ابی حاتم حدثنا علی بن الحسین حدثنا عثمان بن ابی شیبہ حدثنا المطلب بن زیاد عن السدی عن عبد خیر عن علی رضی اللہ عنہ فی قولہ ولکل قوم ہاد قال الہادی رجل من بنی ہاشم۔ یعنے عبد خیر نے علی کرم اللہ وجہہ سے اس کلام کی تفسیر روایت کی کہ ہادی ایک مرد بنی ہاشم مین سے ہے جنید رحہ نے کہا کہ وہ آپ خود حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ ہین اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباس سے جو تفسیرین اکی مروی ہین انہین سے ایک روایت یہ بھی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت مین ہر طرف سے بغاوت امام حق کے جو خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی رد کی اور انکو ہدایت فرمائی ولیکن اکثر لوگ اس ہدایت پر نہین چلے اور مترجم کہتا ہی کہ یہ جو اشارہ کیا گیا اس بنا پر ہی کہ اول ہادی خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھے پس قولہ انما انت منذر ولکل قوم ہاد۔ دونون جملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت مین ہین اسطرح کہ انما انت منذر و ہاد لکل قوم۔ یعنے تو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ڈر سُنانے والا اور راہ بتانے والا ہی واسطے ہر قوم کے۔ اور تقدیم ظرف کی بقطع آیت کے لحاظ سے ہی اور مترجم کہتا ہی کہ یہ تفسیر بھی اچھی ہی اور شیخ حافظ رحہ نے ذکر کیا کہ عکرمہ و ابو الضحیٰ نے قولہ ولکل قوم ہاد مین کہا کہ ہادی وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین اقول یہ قول اسی بنا پر ہی جو مذکور ہوا واللہ تعالےٰ اعلم۔ بیضاوی مین ہی کہ قولہ لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ۔ ان آیات کو کچھ شمار مین نہ لائے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خالص وحی سے نازل فرمائی گئین اور ایسی آیات مانگی جیسے موسےٰ و عیسےٰ علیہما السلام کو دی گئی تھین۔ انما انت منذر۔ یعنے تو ڈر سُنانے کو بھیجا گیا ہی جیسے اور پیغمبر تجھ سے پہلے بھیجے گئے تھے اور تجھ پر تو اسی قدر ہی کہ جنس معجزات سے کوئی معجزہ دکھلا دے جس سے نبوت صحیح ہوتی ہی اور یہ واجب نہین ہی کہ جو کچھ وے ہٹ کرین وہ انکو دکھلا دے سراج مین

کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رغبت کرتے تھے کہ جو چیز یہ لوگ مانگتے ہیں وہ دیجاوے۔ قولہ ولکل قوم ہاد یعنے ہر قوم کے لیے ایک نبی مخصوص ایسے معجزات کے ساتھ مبعوث ہوا جو انپر غالب تھے انکو راہ حق کی ہدایت کرتا تھا۔ حاشیہ بیضاوی میں ہے کہ جیسے حضرت عیسے علیہ السلام کے زمانہ مین طبابت غالب تھی تو اُن کو مردہ زندہ کرنے اور اندھون کو اچھا کرنے کا معجزہ دیا گیا اور موسے علیہ السلام کے وقت مین جادو کا زور تھا تو عصا کے سانپ ہو جانے کا معجزہ دیا گیا۔ امام رازی رح نے کہا کہ جس وجہ پر قاضی بیضاوی رح نے کلام کی تقریر کی ہے وجہ صحیح ہے اور اسپر کلام ترکیب و انتظام پر رہتا ہے سراج مین بھی اسی پر اکتفا کیا ہے جیسے شیخ سیوطی رح نے اسی کو ذکر کیا ہے اور مدار اس تاویل کا یہ ہے کہ آیات و معجزات جو کچھ وقائع ہون سب بتقدیر الٰہیہ ہین پس کوئی پیغمبر اپنے ارادہ سے کوئی معجزہ نہین لا سکتا ہے کما قال عز وجل ما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ ولکل اجل کتاب۔ یعنے اختیار نہین ہے کسی رسول کو کہ لے آوے معجزہ مگر باجازت اللہ تعالے عز وجل کے اور ہر چیز مقدر ہے۔ اور جو عکرمہ رح نے ہادی کی تفسیر کی کہ مراد محمد صلعم ہین تو امام فرار رح نے معالم مین کہا کہ معنے یہ ہین کہ تو اے محمد صلعم منذر ہے اور ہادی ہے ہر قوم کے لیے۔ اور اسمین ایک توضیح یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ فقط منذر یعنے ڈر سنانے والا آپ نہ تھے بلکہ بشارت سُنانے والے اور ہر وجہ سے ہادی تھے اور ہر قوم کی طرف آپ کی بعثت تھی۔ ف آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ کوئی امر جو اللہ تعالی عز وجل کی مشیت مین نہو کسی رسول کو اُسکی قدرت نہین ہے حتے کہ افضل الرسل و خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی قدرت مین نہ تھا تو ایمان والے آدمی کو روا نہین ہے کہ رزق یا اولاد یا مانند اس کے کسی بت یا پیر یا قبر وغیرہ سے درخواست کرے یا اعتقاد کرے وہ چاہے تو ضرور ہو جاوے کیونکہ یہ کسی بزرگ کی نسبت اچھا اعتقاد نہین بلکہ اللہ تعالے عز وجل کی توحید سے انکار ہے اور جب اللہ تعالے سے مشرک ہو کر کافر ہو گیا تو بزرگ جو اولیاء اللہ تعالٰی مین سے ہے وہ کافر کو جو اعداء اللہ مین سے ہے کیونکر اپنا دوست سمجھیگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالے انما انت منذر الآیہ مین لوگ ارادت سے طالب حق ہین اُن کو خوف و ڈر سُنایا گیا کہ کسی معصیت و شرک سے دور و حجاب مین نہ پڑ جاوین اور اہل محبت کو انذار عتاب ہے اور عارفین کو خود بینی کے سوء ادب سے جلال و عظمت کا خوف ہے کہ مشاہدات مین آداب شریعت کی پابندی رکھین اور حق تعالے عز وجل نے ہر فریق کے لیے جو درجہ ازل مین رکھا ہے اُس کو ملکیہ جذب سے باتباع سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُس کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور شیخ رح نے لکھا کہ یعنی تو فقط منذر ہے کہ ہماری قوت سے اُن کو انذار و ارشاد کرتا ہے اور اُن کے گناہون کا شفیع ہے اور تو ہمارے ساتھ اُن کی ہدایت کرنے مین شریک نہین ہے بلکہ ہدایت فقط ہمارے اختیار مین ہے۔ اور اشارہ سے ثابت ہے کہ ہر قوم اپنا انذار کے لیے انکا ایک پیشوا ہوتا ہے جو اُن کو راہ حق کی ہدایت و رہنمائی کرتا ہے اور درحقیقت یہ بھی فعل الٰہی ہے اور فعل میراث صفت ہے اور صفت قائم بذات ہے گویا مقام عین الجمع مین ہادی ہر طرح وہی اللہ تعالے عز وجل ہے دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ وما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی یعنی جنگ بدر مین جب کافرون نے زعم کیا اور پہلے سے عذاب مانگا کرتے تھے اور مومنین کی تعداد بہت کم تھی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن کافرون کو اللہ تعالے عز وجل نے عذاب کا نمونہ چکھا دینا مقدر فرمایا تھا تو نزغہ کفار کے وقت آپ نے ایک مٹھی خاک انپر پھینکی جس سے اُن کی سب کی آنکھون و حلق وغیرہ مین ریگ بھر گئی اور نہایت خوف سے اُن کے سینہ سے دم نکلا جاتا تھا آخر بے بس قتل و قید ہوئے اس کی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا کہ تو نے مشت خاک نہین پھینکی بلکہ اللہ تعالے نے پھینکی پس شیخ رح کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ پھینکنے کا فعل اللہ تعالے نے پیدا کیا اور پیدا کرنا اس کی صفت ہے اور صفت ذات ہے جیسا کہ تمام صوفیہ کا مذہب ہے تو عین الجمع کے مرتبہ مین صحیح ہوا کہ اللہ تعالے نے پھینکی اسی طرح ہادی و منذر درحقیقت اللہ تعالے عز وجل ہے۔ پھر اللہ تعالے نے احسن وجہ سے

کافرون بلکہ مومنون کو تعلیم فرمایا کہ آیات معجزات وہدایت وایمان ہر چیز بحق ربعلم وحکمت آلیہ ہے اس کو اللہ تعالےٰ عز وجل جانتا ہے
تو معجزات وایمان مقدر ہے قال تعالیٰ

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ

اللہ تعالےٰ جانتا ہے جو بار اٹھاتی ہر مادہ اور ناقص ہونا بچہ دان کا اور بڑھنا انکا اور ہر چیز اسکے نزدیک

بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ

مقدر ہے جانتا ہے غیب کو اور ظاہر کو وہ بزرگ برتر ہے برابر ہو تم میں سے وہ جسنے پوشیدہ بات کہی اور

مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

جسنے کھلی بات کی اور وہ جو پوشیدگی ڈھونڈھتا ہو رات سے اور وہ جو ظاہر ہوتا ہے دن سے اُسکے معقبات ہیں سامنے سے

وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ

اور پیچھے سے جو اسکو بچائے رہتے ہیں اللہ تعالےٰ کے حکم سے خوب جانو کہ اللہ تعالےٰ نہیں بدلتا جو کچھ ایک قوم کے ساتھ ہو یہانتک کہ وہی بدلیں جو انکی جانوں میں ہے

وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝

اور جب اللہ تعالےٰ چاہتا ہو کسی قوم کے ساتھ برائی تو اسکا پھیرنے والا قوم سے کوئی نہیں اور انکا سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی والی نہیں ہے

اللہ تعالےٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ہر چیز اُس کے نزدیک مقدر ہے خواہ معجزات ہوں جو پیغمبروں کو دیے جاتے ہیں خواہ مخلوقات ہوں اور ان میں سے ہر ایک کی نسبت کفر یا ایمان جو کچھ مقدر ہے ان کے پیٹ ہی میں ہوتا ہے اور علم اُس کا ہر چیز کو محیط ہے اور ہر مخلوق کے اعمال سے وہ علیم وخبیر ہے اور ہر ایک کا فعل اُس کے قبضۂ قدرت میں مسخر واُس کے نامۂ اعمال میں مقدر اور تمام عالم کا نظام اسی کی حسن صنعت وحکمت سے جاری واسی کی مشیت پر قائم ہے فعال تعالےٰ۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى اللہ تعالےٰ جانتا ہے جو حمل اٹھاتی ہے ہر مادہ ۔ جانور ہو یا آدمی ہو ۔ سیوطی رحمہ نے کہا کہ یعنے حمل نرینہ ہے یا مادہ ہے ۔ ابن کثیر رحمہ نے بڑھایا کہ خوبصورت ہے یا بدصورت ہے جنتی ہے یا دوزخی ہے دراز عمر ہے یا کم عمر ہے اور آیات کثیرہ اسی معنے میں ذکر فرمائیں جنین پیٹ کے اندر کے حالات پورا بچہ ہونے تک کے ظاہر ہیں اور صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے آدمی کی خلق اُس کی ماں کے پیٹ میں چالیس روز میں جمع ہوتی ہے پھر وہ تھکا ہوتا ہے اتنی مدت میں یعنی چالیس روز میں ۔ پھر اسیقدر مدت میں لوتھڑا ہوتا ہے پھر اللہ تعالےٰ ایک فرشتہ مبعوث فرماتا ہے اُسکو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ لکھے اُسکا رزق اُس کی عمر واسکے اعمال اور وہ جنتی ہے یا دوزخی اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرشتہ پوچھتا ہے کہ اے رب میرے نر ہے یا مادہ ہے اور باقی باتیں پس اللہ تعالےٰ عز وجل فرماتا ہے اور فرشتہ لکھتا ہے ۔ اقول یہان فوائد میں اول آنکہ نفخ روح بعد اس مدت کے ہوتی ہے پس بچہ کا اسقاط بعد اس مدت کے بمنزلہ قتل انسان کے ہے اور فتاوے میں لکھا کہ قبل اس مدت کے اسقاط کا حیلہ کرنا شوہر کی اجازت سے عورت کو روا ہے یا بلا اجازت بھی دو قول ہیں ۔ حیلہ اسقاط میں لکھا کہ اس قرب قیامت کے زمانہ میں بخیال اسکے کہ اولاد رشید نہیں ہوتی ہے جائز ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ خلاف فقہ بے اعتماد نہ کیا جاوے اور حدیث میں عزل کی اجازت چاہنے میں فرمایا کہ جو جان کہ اللہ تعالےٰ نے پیدا کرنی چاہی وہ ضرور پیدا کریگا ۔ علی ہذا بخیال مذکور اسقاط کا حیلہ ایذا و جہل ہے اور اوہام اسقاط میں گویا بے وجہ نماز سے محروم رہنا اختیار کیا

دوم ہر شخص کی عمر قبل نفخ روح کے مقدر ہوتی ہے پس بیماری وغیرہ جس طور سے موت واقع ہو اس مین یہ خیال کرنا کہ ایسا ہوتا تو نہ مرتا شیطانی وسوسہ ہے۔ ولیکن جو کوئی دوا علاج نہ کرے اُس نے دیدہ و دانستہ اللہ تعالے کی نافرمانی کی جیسے کوئی کھانا نہ دیوے مگر دوا مین شرط ہے کہ نظر خالق عزوجل کے فضل پر ہے کہ اگر وہ چاہیگا تو شفا ہوگی۔ سوم رزق قبل نفخ روح کے مقدر ہوتا ہے ولیکن حیلہ و حرفہ کام مین لانا طاعت ہے اور معاش بروجہ حلال حاصل کرنے سے بیٹھ رہنا نافرمانی ہے جبکہ مسلمانون کے دینے پر اپنی گذر رکھے کیونکہ انپر بار ڈالا گیا مگر حیلہ و حرفہ مین اللہ تعالے عزوجل پر نظر رکھے۔ مسئلہ جو فقیر کہ کمائی کرسکتا ہے اس کو سوال حرام ہے الا جبکہ فاقہ ہو اور اس زمانہ مین جو لوگ گداگری کے عادی ہین اور معروف ہین انکو دینے مین بعض علماء نے گناہ لکھا ہے کیونکہ یہ معصیت پر اعانت ہے مگر جبکہ وہ کمائی سے عاجز نظر آوے اور یہی صحیح ہے۔ چہارم عمل ہر ایک کے مقدر ہین کیونکہ اللہ تعالے آئندہ کا حال سب جانتا ہے تو جیسا اُس نے جانا وہی ہوگا خلاف نہین ہوسکتا مگر تعلیم و تعلم سے بیٹھ رہنا یا نصیحت نہ کرنا گناہ ہے جیسے بدن کو غذا نہ دینا کیونکہ علم غذاے روح ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہین۔ تنبیہ حدیث مین اعمال کے باوجود جنتی و دوزخی علحدہ پوچھا تو دلیل ہے کہ آدمی کے انجام پر جنتی و دوزخی موقوف ہے اور قبل اسکے کسی کو کچھ نہ کہنا چاہیے پھر موت کے بعد نیکی سے یاد کرو ولیکن حکم لگانا جیسا کہ عوام کا دستور ہے گناہ ہے۔

اب یہان سے معلوم ہو گیا کہ جس شخص کے مقدر مین کفر و جہنم ہے اُسکے اعمال شرک ہین اُسکو چاہے کیسے ہی معجزات و دلائل و آیات دکھلاؤ وہ کبھی ایمان نہ لاویگا چنانچہ کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزات طلب کیے مگر اللہ تعالے عزوجل نے جو مقدر فرمایا تھا اسی قدر عطا کیے اور جو لوگ کہ شرک و کفر پر مرنے والے تھے جیسے ابوجہل و ابولہب وغیرہ وے کبھی ایمان نہ لائے اور جنکے حق مین ایمان مقدر تھا وے حواس کے دیکھنے کے معجزات نہین مانگتے تھے جیسے موسےٰ و عیسےٰ علیہما السلام کو دیے گئے تھے بلکہ قرآن مجید کے عجیب دلائل جو نورانی بصیرت کے دیکھنے سے صاف نظر آتے ہین انپر نہایت جوش ایمان سے گرویدہ ہوتے تھے پس معلوم ہو گیا کہ کلام سابق سے اسکا ارتباط نہایت دقیق و صاف ہے کہ معجزات دیکھکر ایمان لانے کا علم اللہ تعالے عزوجل کو ہے اور اگر اللہ تعالے انہین خیر جانتا تو دیتا اور وہ تو مادہ کے حمل کی تقدیر جانتا ہے۔ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ اور جانتا ہے ناقص ہونا بچہ دان کا۔ یعنے مدت حمل مین جو انتہا درجہ کی ہے اس سے جسقدر کمی ادنے درجہ تک ہوتی ہے وہ ہر فرد کے ہر واقعہ کو جانتا ہے کہ اس مادہ مخلوق کے حمل مین اسقدر مدت کمی کے ساتھ ہوگی۔ وَمَا تَزْدَادُ الارحام۔ اور جانتا ہے بڑھنا ارحام کا یعنے مدت حمل جسقدر زیادتی کی جانب ہوتی ہے اُسکو بھی جانتا ہے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ تغیض اور تزداد ہر ایک لازمی و متعدی ہوتا ہے پس لازمی رکھو تو ما مصدریہ ہونا متعین ہوگا اول جیسا کہ ترجمہ بیان ہوا اور متعدی کی صورت مین ماتغیض الارحام و ماتزداد اے ماتغیضه وماتزداده یعنے جسکو ارحام ناقص کرتے اور جسکو بڑھاتے ہین اور لکھا کہ ارحام کیطرف اُسکی نسبت مجازی ہے خواہ فعل لازمی ہو یا متعدی ہو کیونکہ اصل فعل اللہ تعالے عزوجل کی قدرت کا ہے۔ اور لکھا کہ معنے یہ ہین کہ جثہ ولد اور مدت حمل و تعداد جنین کی کمی بیشی کو جانتا ہے اور ہمارے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت حمل کی چار برس ہین اور امام مالک رح کے نزدیک پانچ برس ہین اور ابوحنیفہ رح کے نزدیک دو برس ہین رضی اللہ عنہم اور روایت ہے کہ ضحاک رح دو برس پر پیدا ہوئے اور ہرم بن حیان چار برس پر ہوئے اور انتہاء تعداد کی کوئی حد نہین ہے مگر بعض نے کہا کہ استقراء سے معلوم ہوا کہ انتہاء چار سے زیادہ نہین ہوتے ہین اور یہی مذہب ابوحنیفہ رح کا ہے اور امام شافعی رح نے کہا کہ مجھ سے یمن مین ایک پیرمرد نے حکایت کی کہ اُسکی جورو کی بار حمل مین پانچ بچہ جنی اور لکھا کہ بعض کے نزدیک اس سے مراد خون حیض کی زیادتی و کمی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بیان کا فائدہ یہ ہے کہ

Marfat.com

اگر ایک شخص مرا اور اُس نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی اور اپنی جورو حاملہ چھوڑی تو تقسیم ترکہ مین حمل کا کیا حصہ رکھا جاوے اور کے فرزند کا حصہ رکھا جاوے اور معروف ہمارے کتب فقہ مین یہ ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ میراث رکھا جاوے پس شاید یہ بنابر غالب احوال کے ہے اور مسئلہ کا تعلق انقضائے عدت وغیرہ بہت سے مسائل سے ہے۔ مسئلہ یہ چیزین فقط اللہ تعالے جانتا ہے لہذا یہ یقین کرنا کہ فلان شخص جان لیتا ہے کفر ہے اور میرے نزدیک بطور قیاس و اٹکل کے کہنے والا کہہ سکتا ہے اور سننے والا سُن سکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ آیت مین کوئی خصوصیت اس کے علم کی جناب باری تعالے سے ظاہر نہین ہوتی تو جواب یہ ہے کہ اول تو کلام مین دلالت سے یہ بات ثابت ہے کیونکہ اگر کوئی مخلوق بھی جانتا ہو تو ذکر کا فائدہ نہین رہیگا اور دوم بخاری رحمہ اللہ عنہ نے اپنی صحیح مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی کنجیان پانچ مین کوئی اُنکو نہین جانتا سوائے اللہ تعالے عز وجل کے اُن کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی نہین جانتا کہ کل کے روز کیا کرے مگر اللہ تعالے جانتا ہے اور کوئی نہین جانتا جو ارحام گھٹاتے (اور بڑھاتے مین) مگر اللہ تعالے عز وجل جانتا ہے۔ اور کوئی نہین جانتا کہ کب پانی برسے گا مگر اللہ تعالے جانتا ہے اور کوئی نہین جانتا کہ کس زمین پر مریگا اور کوئی نہین جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی مگر اللہ تعالے جانتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ دوسرے مقام پر آیت مین تصریح ہے یعنے قولہ ہو الذی ینزل الغیث الآیہ۔ اور واضح ہو کہ ایک قیافہ شناس نے ہذہ الاقدام بعضہا من بعض کہا تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس سے خوش ہوئے چنانچہ صحیح مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موجود ہے اور اسی طرح قیافہ سے پیٹ کا بچہ نر یا مادہ دریافت ہوتا ہے اور جس شخص کو کسی زمین پر ہیضہ یا مہلک عارضہ ہوا یا کالے سانپ نے کاٹا یا زخم شدید پہونچا جس سے مر گیا تو قیافہ سے اسکا وہین مرنا دریافت ہو جاتا ہے اور اسی طرح موسم برسات یا آثار ابر وغیرہ سے پانی برسنے کا حال دریافت ہوتا ہے اور قیامت کے آثار جو خود صحاح احادیث مین آئے ہین اُن سے قرب دریافت ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ مراد ان امور مین بعلم قطعی و تحقیقی جاننا نہ اٹکل سے کیونکہ جن لوگون کو ان مین سے کوئی بات ادراک ہوتی ہے وہ صاف ظاہر ہے کہ اٹکل ہے اور یقین نہین ہے لہذا جس شخص نے دائی سے پیٹ دکھلا کر اُسکے قول پر یقین کر لیا تو کافر ہے اور اگر صرف قیافہ و اٹکل تک رکھا اور قطعی علم اُسکا اللہ تعالے عز وجل کے سپرد کیا کہ اٹکل سے ایسا ظاہر ہوتا ہے دیکھیے علم الٰہی مین کیا ہے تو مضائقہ نہین ہے بشیخ امام حافظ رح نے لکھا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ماتغیض الارحام یعنے جو حمل ساقط ہو جاوے اور ما تزداد یعنے جو کمی حمل مین ہوئی تھی اُسکو بڑھا کر رحم نے پورا بچہ اپنے وقت پر دیا۔ اور یہ بات اسطرح ہے کہ بعضی عورتین دس ماہ مین جنتی ہین اور بعضی نو ماہ مین اور بعضیون کا حمل بڑھتا ہے اور بعضیون کا گھٹتا ہے پس یہی کمی و زیادتی ہے جسکو اللہ تعالے عز وجل نے اپنے علم مین مخصوص رکھا ہے اور ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یعنے جو نو ماہ سے کم ہو اور جو زیادہ ہو۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ مجھے میری ماں نے دو برس تک حمل مین رکھا اور جب جنا تو میرے اگلے دو دانت نکل آئے تھے اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بواسطہ جمیلہ بنت سعد رض کے ابن جریج نے روایت کی کہ ام المومنین نے فرمایا کہ حمل دو برس سے۔ اتنا بھی زیادہ نہین ہوتا جتنا مغزل کا سایہ متحرک ہو۔ مجاہد رح نے کہ ماتغیض الارحام وما تزداد یعنے ایام حمل مین جو خون نکل جاتا ہے اور جو نو مہینے سے مدت بڑھ جاتی ہے یہی قول عطیہ عوفی و حسن بصری و ضحاک و قتادہ کا ہے۔ اور بھی مجاہد رح نے کہا کہ جب عورت نے نو مہینہ سے کم خون دیکھا تو یہ نقصان ہے اور جسقدر اسکے دن ہونگے وہ نو مہینہ سے بڑھ جاوینگے عکرمہ و سعید بن جبیر و ابن زید کا بھی یہی قول ہے اور بھی مجاہد رح نے کہا کہ ماتغیض الارحام اسقدر خون بہا دیا کہ بچہ مین محسوس ہوا اور زیادت یہ کہ خون ایام

Marfat.com

حمل مین نہ جاوے تو بچہ پورا اور بڑا ہوگا۔ اور مکحول رحمہ نے کہا کہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ مین نہ مغموم ہوتا ہے اور نہ غمگین بلکہ اس کا رزق اس کو اپنی ماں
کے پیٹ مین خودبخود اُس کے حیض کے خون سے آتا ہے اسی وجہ سے ان ایام مین حائضہ نہین ہوتی ہے پھر جب وضع حمل کے وقت
زمین پر گرا تو چیخ کر روتا ہے اور یہ رونا اپنی جگہ بدل جانے سے نفرت ہے پھر جب اُس کی نال کاٹی گئی تو اللہ تعالےٰ اُسکا رزق دوسری
جگہ سے بدل دیتا ہے اور وہ ماں کی چھاتیان ہین پھر بھی نہ رزق ڈھونڈھتا ہے اور نہ غمگین ہوتا ہے پھر ٹھہرا رہتا ہے یہانتک کہ طفل اس
قابل ہوا کہ کچھ چیز لے کر مُنھ مین ڈال لیتا ہے پھر جب بالغ ہوا تو کہا کہ یہ موت یا قتل ہے کہان سے مجھے رزق ملیگا اُس کے بعد مکحول فرماتے تھے کہ
اے تیری خرابی جب تو ماں کے پیٹ مین تھا تجھے رزق دیا جب پیدا ہوا طفل تھا تب تجھے رزق دیا جب تو بڑا ہوا تو اب تجھے عقل آئی ہے
تو تو نے کہا کہ یہ موت یا قتل ہے کہان سے مجھے رزق ملیگا پھر مکحول نے یہ آیت پڑھی اللہ یعلم ما تحمل کل انثی الآیہ مسئلہ بحسب دلائل اقوے قول
امام ابوحنیفہ رحمہ کا ہے کہ انتہاے مدت دو برس حمل کے ہین لہذا بعد موت شوہر کے دو برس کے اندر جورو کے بچہ ہوا اور زنا وغیرہ ظاہر نہو تو نسب
میت سے صحیح ہوگا اور حاملہ مطلقہ کی مدت دو برس تک ہو سکتی ہے مگر کچھ کم کر دیا جاوے پس عورت کا قول قبول ہوگا۔ اور تفصیل مسائل کی
فتاوی ہندیہ سے تلاش کرو۔ بالجملہ جو کچھ کمی بیشی ارحام مین ہوتی ہے سب اللہ تعالےٰ عزوجل جانتا ہے اور قبل وجود کے آدمی کے اعمال و کفر و ایمان
وسعید و شقی سب جانتا ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ کفار مکہ وغیرہ کا دعوے کہ یہ معجزات دکھلا دیے جاوین تو ہم کو شبہ نہوگا اور ہم اپنے دل مین ایمان
پیدا کر لینگے محض غلط ہے بلکہ ہر ایک کا انجام وہی ہوگا جو اللہ تعالےٰ عزوجل نے قبل وجود کے اس کی ماں کے پیٹ مین مقدر کیا ہے۔ وَكُلُّ
شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ اور ہر ایک اُس کے نزدیک بمقدار معین ہے۔ اس مین کمی و بیشی نہو گی حتی کہ جس حمل کی نسبت نقصان مقدر
ہے وہی ہوگا کسی دوا علاج وغیرہ سے بیشی نہین ہو سکتی ہے اور بیشی مقدر ہے تو کمی نہو گی ولیکن یہ کسی کو معلوم نہین کہ اس نے کیا مقدر فرمایا
ہے لہذا اس کا شکر یہ ادا کرکے آدمی ان اسباب کی پابندی کرے اور علاج معالجہ کرے اور کھانے پینے مین احتیاط کرے اور زہر
کھانے و بدپرہیزی وغیرہ سے پرہیز کرے ورنہ سرکش و گنہگار ہوگا ولیکن اس مین توکل اللہ تعالےٰ پر رکھے کہ نتیجہ کا پیدا کرنے والا وہی ہے
بلکہ اسباب کا مہیا کر دینے والا وہی ہے اور اسباب مین اثر دینے والا وہی ہے اور ہر چیز اُس کے نزدیک مقدر ہے
پس نتیجہ وہی پیدا ہوگا جو مقدر ہے اور یہی معنے ہین قولہ تعالےٰ انا کل شیء خلقناہ بقدر پس ہر چیز حق سبحانہ تعالےٰ عزوجل کے نزدیک
اسی تقدیر سابق کے مقدار پر جاری ہے کوئی جدید نتیجہ غیر معلوم کا انتظار نہین ہے بلکہ غیر معلوم صرف ہمارے علم کی راہ سے ہے اور
علم الٰہی مین معلوم و مقدر ہے اور یہی مذہب سلف صالحین کا ہے اور اس مین بندون کے اعمال و احوال و خطرات نیک و بد سب
داخل ہین کہ خالق اُن کا اللہ تعالےٰ عزوجل ہے اور اُس کے علم مین ہر ایک کا فعل سابق سے معلوم ہے پس جو معلوم ہے وہی مقدر ہے کہ اس سے
کچھ بھی تجاوز و خلاف نہوگا اور عجب اُن جاہلون سے ہے جو اللہ تعالےٰ کی شان و قدرت و کمال سے غافل ہین اور زیادہ عجب یہود و نصاریٰ
سے ہے جو اللہ تعالےٰ عزوجل کے ماننے کا دعوی کرتے ہین مگر اُس کو کچھ نہین پہچانتے ہین کیونکہ ہم لوگ کسی چیز کو دیکھ کر جان لیتے ہین تو اللہ
تعالےٰ عزوجل اُن چیزون کو نہین جانتا جن کو اُس نے پیدا کیا ہے اور جب وہ جانتا ہے تو جسطرح اُس نے جانا ہے وہی یہان ظاہر ہوگا
اس مین کچھ کمی و بیشی نہوگی۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ اللہ تعالےٰ عزوجل خوب جانتا ہے غائب و حاضر کو یعنے اللہ
تعالےٰ سے کوئی چیز غائب نہین ہے لایعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ تیرے رب سے ذرہ برابر کوئی چیز اوٹ نہین ہے
بلکہ جو چیز تمام جہان کی مخلوقات سے اوٹ ہے اسکو اللہ تعالےٰ عزوجل جانتا ہے جیسے مشاہد و حاضر کو ہم جانتے ہین واضح کہ اللہ تعالےٰ

Marfat.com

ہر چیز کی ماہیت وذرہ ذرہ دیکھتا وجانتا ہے اور مخلوق کو صرف صورت وہ بھی کچھ حصہ اوپر سے نظر آتا ہے اور کچھ نہین پس عالم درحقیقت
اللہ تعالیٰ ہے اور جو اُس نے جانا ہے وہی مقدر ہے وہی واقع ہوگا اس مین ایک بال برابر خلاف نہین ہوسکتا ہے اور اسی کو تقدیر
کہتے ہین اور جو کوئی تقدیر سے انکار کرے وہ کافر ہے اور افسوس کہ اس زمانہ مین جاہل مسلمانون نے تقدیر وتوکل کے یہ معنے بتلائے کہ
ہاتھ پانون مت ہلاؤ اور کوشش وتدبیر مت کرو کاہل وسست ونالائق گنہگار بن کے دنیا کے اور مخلوق کے ہاتھون کے منتظر رہو
جو تم کو ملجاوے وہ مقدر ہے اور تم متوکل ہو حالانکہ یہ بالکل جہالت ونہایت مذموم حالت ہے۔ اور حدیث صحیح مین کوشش کرکے
کمانے اور مجبور محتاجون کو صدقہ دینے کی فضیلت بیان فرمائی اور خود یہ جھوٹے لوگ اپنے کھانے پینے وضروری حاجات رفع
کرنے مین سوچ سمجھکر تدبیر سے چاہتے ہین بلکہ توکل یہ ہے کہ کامون کو عقل وحواس کے احتیاط وتدبیر سے کرے مگر نتیجہ کا منتظر اللہ تعالیٰ
عزوجل پر ہے کہ جو اُس کے علم مین ہوگا وہی نتیجہ ظاہر ہوگا اور جو اسباب دنیا مین اُن کے اختیار مین نتیجہ نہین ہے پس بسا اوقات
تو نتیجہ وہی نکلتا ہے جو ظاہر اسباب سے سمجھا جاتا تھا اور بسا اوقات تقدیر الٰہی غالب ہوتی ہے اور نتیجہ خلاف مراد نکلتا ہے اور بسا اوقات
باوجود کوشش کے اللہ تعالیٰ سامان آدمی کو نہین دیتا ورنہ ہر شخص بادشاہ بنجاوے تو یہ تقدیر ہے اور جو اس سے منکر ہو کافر ہے اور حدیث
صحیح مین ان تؤمن بالقدر خیرہ وشرہ۔ اور تو ایمان لاوے کہ خیر وشر سب مقدر ہے۔ اور صحیح مین ہے کہ ایک نے پوچھا کہ یارسول اللہ ہم ایسے
امر پر عامل ہین کہ ہوچکی وگذری یا جدید ہوتی ہے فرمایا کہ ہوچکی وگذری۔ یعنی امر مقدر مین ہے جو جسکے حق مین مقدر ہوچکا وہی اس کا کام ہے
اور حدیث مین قصہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رض سے یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری نے معبد الجہنی کا حال بیان کیا کہ وہ لوگ زعم کرتے ہین
کہ تقدیر کچھ نہین ہے بلکہ بندہ کے افعال پر جدید نتیجہ نکلا کرتا ہے تو فرمایا کہ جب تو ان لوگون سے ملنا تو کہدینا کہ مین اُنسے بری ہون مجھے انسے کچھ
لگاؤ نہین ہے اور وے مجھ سے بری ہین اور قسم اسی ذات پاک کی جسکے نام کی عبداللہ بن عمر قسم کھاتا ہے کہ اگر انہین سے کسی کے پاس کوہ احد
برابر سونا ہو اسکو خیرات کرے تو اللہ تعالیٰ عزوجل اُس سے قبول نہ فرماویگا جب تک کہ تقدیر کا ایمان نہ لاوے رواہ انتخاب الصحاح اور وجہ
یہ ہے کہ مقدور وتقدیر کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ کے علم سے اور بصیر ہونے سے اور خالق والوہیت سے انکار ہے اور اللہ تعالیٰ
عزوجل کو بغیر ان صفتون کے سمجھنا پس یہ کفر اور سخت کفر ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو اپنی عقل سے بتلاوے تو اس نے
دعوی کیا کہ مین اُسکو محیط ہون اور یہ کفر ہے پاک ہے اللہ تعالیٰ عزوجل قیاس وگمان ووہم سے وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے جو ہوا
اور جو ہوگا سب جانتا اور دیکھتا ہے الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ بزرگ متعالی ہے اور صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
ایک بیٹی نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ اس کا فرزند حالت نزع مین ہے تو آپ تشریف لاوین پس آپ نے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا
ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اُس نے دیا اور ہر چیز اُسکے پاس بمقدار مسمی ہے تو پیاری بیٹی سے کہدو کہ وہ صبر کرے اور ثواب عظیم کی
اُمید رکھے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ کبیر عظیم الشان جسکے علم وقدرت سے کوئی چیز دور نہین ہے اور متعال یعنی متعالی جو ہر چیز پر اپنے قابو سے
قدرت وغلبہ رکھتا ہو اور بعض نے کہا کہ کبیر وہ ہے جو ایسی اعلیٰ شان پر ہے کہ مخلوق کا اُسکی تعریف کرنا اُسکے لائق نہین ہوسکتا اور متعالی
وہ کہ اُنکی تعریفون سے وہ برتر ہے اقول یہ صحیح ہے کہ مخلوق اپنے خالق عزوجل کی صفات اپنی عقل سے نہین جان سکتی کیونکہ اُسکو ادراک ہی
نہین ہوسکتی تو تعریف کیونکر کرین اور وہ ذات قدیم ہے اور یہ سب خود حادث تو انکی تعریف بھی انکے بعد حادث ہے پس وہ قدیم کے لائق کہان سے
ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عالی متعالی علم کی عظمت بندون پر ظاہر فرمائی لقولہ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ

Marfat.com

یعنی اُس کا علم ایسا ہو کہ برابر ہے تم میں سے جو خفیہ بات کرے اور جو آواز سے یہ بات کہے۔ یعنی تم میں سے جس نے خفیہ بات کہی اور جنے اسطرح کہ دوسرے نے سُنا دونوں اللہ تعالےٰ کے نزدیک برابر ہیں اُس کے سمیع ہونے میں آواز و اسرار کو کچھ دخل نہیں ہے وہ دل کی بات جانتا ہے اور حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پاک ہے وہ اللہ تعالےٰ عزوجل جس کا سمیع ہونا ہر قول سے متعلق ہے پس قسم ہے اللہ تعالےٰ کی کہ وہ عورت جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کرنے آئی تھی (یعنی جس کا قصہ پارہ قدسمع اللہ قول التی تجادلک الآیہ میں ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کی شکایت کرتی تھی اور میں کوٹھری کے ایک گوشہ میں بیٹھی تھی مگر مجھ پر اس کی بعض باتیں مخفی رہیں اور اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا قد سمع اللہ قول التی تجادلک الآیہ بالجملہ جو خفیہ بات کہے اور جو ظاہر کرے دونوں برابر ہیں۔ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ اور برابر ہے وہ جو اخفا چاہتا ہے کسی خفیہ جگہ میں رات میں۔ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ اور جو ظاہر ہے دن میں۔ پس ایک تو رات کا تاریک وقت اور دوم اُس نے خفیہ ہونے کی خواہش کی مگر اللہ تعالےٰ عزوجل بصیر ہے اُس کو ویسا ہی دیکھتا ہے جیسا کہ دن میں ظاہر ہونے والے کو دیکھتا ہے یعنے جو کہ دن کی روشنی کے باوجود اپنے ظاہر ہونے کا کسب دکھیں قصد کرتا ہے دونوں برابر ہیں۔ بیضاوی رح نے کہا کہ سارب عطف ہے من پر اور ہو سکتا ہے کہ مستخف پر عطف ہو مگر اس صورت میں کہ من کے تحت میں مستخفی و سارب دونوں داخل ہونگے اور جا بجا معلوم ہو چکا کہ یہ موصول معنی میں واحد و جمع سب کے لیے صالح ہے پس معنے یہ ہونگے کہ سواء منکم من ہو مستخف و سارب۔ یعنی برابر ہیں تم میں سے وہ دونوں ایک رات میں مستخفی اور دوم دن کا سارب۔ اور کلام میں دو فائدے ہیں اول آنکہ اللہ تعالےٰ عزوجل سمیع ہے کہ مخفی و مجاہر دونوں کا قول سنتا ہے اور اللہ تعالےٰ بصیر ہے کہ مخفی و ظاہر دونوں کو دیکھتا ہے اور اسکا دیکھنا دن کی روشنی میں یا نہ دیکھنا رات کی تاریکی میں نہیں بلکہ رات دن اُسکے حضور میں یکساں ہیں اور جو کوئی اس میں غور کرے اور اللہ تعالےٰ عزوجل کی عظمت کو جانے وہ انوار ایمان سے سیراب ہو۔ دوم آنکہ مخلوق کے لیے جو اسباب کسی چیز کے لیے قرار پائے ہیں انکا قیاس و دخل اللہ تعالےٰ کی شان میں نہیں چنانچہ دیکھنے کے لیے روشنی شرط ہے اور آنکھیں شرط ہیں اور رُخ و جہت شرط ہے مگر اللہ تعالےٰ کے دیکھنے کے لیے کوئی اسباب نہیں ہے بلکہ مخلوق میں جو سبب نہ دیکھنے کا تھا وہ اللہ تعالےٰ کی شان میں ہیچ ہے چنانچہ تاریک رات میں اُس کا دیکھنا مثل دن کے ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو جو فرقہ آخرت میں دیدار الٰہی عزوجل سے انکار کرتے ہیں اور اپنے اوہام و شرائط و قیاسات لگاتے ہیں محض جہالت ہے اور حق تعالےٰ نے فرمایا ماتکون فی شان وماتتلو منہ من قرآن ولاتعملون من عمل الاکنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ ومایعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ اور اس کی تفسیر مع دیگر آیات صفات کے سابق میں گذریں پس جیسے اُسکے دیکھنے کے لیے ہم کو ہمارا کسی جگہ ہونا کافی ہے اسی طرح ہمارے اُس کو دیکھنے کے لیے جبکہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو قوت عطا فرمادے صرف ہمارا کسی جگہ پر ہونا کافی ہوگا اُس کے واسطے جیسے اب یہ ضرورت نہیں ویسے تب تو انکار دیدار کا جو وہم تھا ساقط ہوا والحمد للہ رب العالمین۔ پھر آدمیوں پر ان کے احوال کے محافظ ذکر فرمائے بقولہ۔ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ اس کے لیے معقبات ہیں سامنے و پیچھے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ یعنے ہر ایک خفیہ بات کرنے والے یا ظاہر گفتگو کرنے والے اور مستخفی و سارب کے لیے۔ اور ظاہر یہ صفت عام انسان کے لیے ہے کیونکہ کوئی اس سے خالی نہیں ہے لہذا امام حافظ رح نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ ہر بندہ کے لیے معقبات یعنی ملائکہ ہیں کہ متعاقب یکی در عقب دیگرے اسپر محافظ ہوتے ہیں۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ضمیر فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔

Marfat.com

مین کہتا ہون کہ امام فراء رح نے معالم مین جو اُس کا سبب نزول لکھا ہے اور عنقریب انشاء اللہ تعالےٰ آویگا اس سے قول ابن عباس کی تقویت ہوتی ہے اور کہا گیا کہ سبب نزول اگرچہ خاص ہو لیکن حکم عام ہے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ معقبات یعنی ملائکہ ہین کہ عقب ایک دوسرے کے آدمی کی حفاظت کرتے ہین یا اُس کے اعمال کے عقب مین نیکی یا بدی لکھتے ہین یا عقبات جماعات ہین۔ امام حافظ رحمہ اللہ نے کہا کہ ملائکہ ایک بعد دوسرے کے محافظ ہوتے ہین رات کے الگ ہین اور دن کے علیحدہ ہین جو اس کو عالم کے وقائع مکروہات وحوادث سے بچاتے ہین۔ مین یہ کہتا ہون کہ مراد یہ کہ اگر ملائکہ محافظ نہ ہون تو آدمی پر ہر وقت ایسے ایسے وقائع وحوادث پیش آوین جو کبھی کبھی امر مقدر نازل ہونے کے وقت پیش آتے ہین شیخ حافظ رح نے کہا کہ جیسے دوسری قسم کے ملائکہ اعمال کے نگہبان ہین وہ بھی دن کے اور ہین اور رات کے اور ہین اور دو فرشتہ داہنے بائین اُس کے اعمال لکھتے ہین داہنا تو نیکیان لکھتا ہے اور بائین بدیان لکھتا ہے اور دوسرے دو فرشتہ اُس کو آگے پیچھے سے حفاظت کرتے ہین پس آدمی چار فرشتون کے بیچ مین ہے جو رات ودن کے متعاقب ایک دوسرے کے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ ہمیشہ پیچھے بعد دیگرے تم مین ملائکہ آتے ہین ایک گروہ رات کو اور ایک گروہ دن کو اور دونون گروہ نماز صبح ونماز عصر کے وقت جمع ہوتے ہین پس جو رات مین تم مین رہے تھے وہ رب تبارک وتعالےٰ کی طرف صعود کرتے ہین پس وہ بندون کو دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ تم نے میرے بندون کو کس حال پر چھوڑا پس کہتے ہین کہ جس وقت ہم اُن کے پاس پہونچے وے نماز پڑھتے تھے اور جس وقت ہم نے اُن کو چھوڑا اس وقت وے نماز پڑھتے تھے الحدیث۔ اور لکھا کہ دوسری حدیث مین ہے کہ تمھارے ساتھ ایسے ملائکہ ہین کہ تم سے جدا نہین ہوتے مگر اُس وقت کہ تم پیخانہ جاؤ اور جب جماع کرو تو تم اپنی حرکات مین اُن سے شرم کیا کرو اور اُنکی تکریم کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ جو نماز صبح ونماز عصر مین جمع ہوتے ہین شاید کہ یہی محافظین ہون جو ہر فرد کے ساتھ تقسیم ہو جاتے ہین اور شاید کہ دوسرے ہون اور بعض روایات مین ستر ہزار تعداد ہے اور یہ کہ ہمیشہ نئے اُترتے ہین جو ایک مرتبہ آئے ہین وے پھر نہین آتے ہین سبحان اللہ تعالےٰ اُس کی مخلوق کی انتہا کوئی نہین جانتا کما قال تعالےٰ وما یعلم جنود ربک الا ہو۔ پھر مین کہتا ہون کہ ستر ہزار تعداد کے لحاظ سے محافظین نہین معلوم ہوتے ہین مگر انکہ حفظ کثیر کا بعض سے مع بالکیفیت اُس کی علم الٰہی مین ہو۔ اور معالم مین ہے کہ معقب ایک گروہ ملائکہ ہین تو اس کی جمع معقبات بطریق تانیث اس وجہ سے ہوئی کہ معقب کی جمع معقبہ ملائکہ پھر اس جمع کی جمع معقبات جیسے ابن کی جمع الجمع ابناءات اور رجل کی جمع الجمع رجالات لاتے ہین اور سراج مین کہا کہ اخفش کا قول ہے کہ بسبب کثرت کے تانیث کے طور پر جمع لاتے ہین جیسے نسابہ وعلامہ وغیرہ اور سراج مین کہا کہ دلیل مذکر ہونے کی قولہ تعالےٰ یحفظونہ من اَمْرِ اللّٰہِ حفاظت مین رکھتے ہین یہ معقبات آدمی کو اللہ تعالےٰ کے امر سے۔ یعنی جس طرح امر الٰہی ہوتا ہے یہ معقبات اسی طرح آدمی کی حفاظت رکھتے ہین۔ سوال ہوا کہ اس معنے مین تو بامر اللہ ہونا چاہیے تو جواب دیا گیا کہ من بمعنے با ہے اور دوسرا جواب یہ کہ تقدیر کلام یہ کہ ذلک الحفظ من امر اللہ اے مما امر اللہ بہ۔ یعنے اس کی حفاظت کرتے ہین اور یہ حفاظت کرنا اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہے یعنے منجملہ حکم الٰہی کے ہے اور تیسرا جواب یہ کہ تقدیم وتاخیر ہے یعنے لہ معقبات من امر اللہ من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ۔ یعنے آدمی کے واسطے اللہ تعالےٰ عزوجل کے حکم سے معقبات ہین جو اُس کی نگہبانی رکھتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اس مین تقدیم وتاخیر قرار دینے کی ضرورت نہین ہے بلکہ یہ معنے اسی نظم سے ظاہر ہین کیونکہ کلام گویا یون ہے کہ لہ معقبات من اللہ چنانچہ ابن عباس رض نے کہا کہ المعقبات من اللہ ہی الملائکۃ یعنی اللہ تعالےٰ عزوجل کی طرف سے جو معقبات آیت مین بیان ہین وہ ملائکہ ہین یہ علی بن

Marfat.com

ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی اور شیخ حافظ رحہ نے ذکر کیا کہ عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ ملائکہ ہین جو اُسکو
آگے سے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہین پھر جب کوئی امر مقدر آلہی آتا ہے تو اُس کو چھوڑ دیتے ہین۔ اور مجاہد رحہ نے کہا کہ ہر آدمی کے
لیے ضرور ایک فرشتہ محافظ ہے جو نیند مین اور بیداری مین جن وانس وسانپ بچھو کیڑے مکوڑون سے اُس کی حفاظت کرتا
ہے پس جو چیز اُس کی طرف اُن مین سے قصد کرتی ہے فرشتہ اُس کو پھیر دیتا ہے باستثناء اس چیز کے جو اللہ تعالے کی اجازت
سے آوے یعنی مقدر ہو وہ اس آدمی تک پہونچ جاتی ہے۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ دنیا کے بادشاہ کا
حال ہے کہ آگے پیچھے سے محافظ اُس کی نگہبانی کرتے ہین اور عوفی نے بھی ابن عباس سے اسی کے قریب روایت کیا ہے۔ اور قریب
اُسکے قول عکرمہ ہے۔ اور ضحاک نے کہا کہ وہ بادشاہ ہے جو امر آلہی سے محروس ہے اور وے اہل شرک ہین شیخ حافظ نے ان روایات کے
بعد لکھا کہ شاید ابن عباس وعکرمہ وضحاک کی مراد اس سے یہ ہو کہ ملائکہ معقبات بندے کو جسطرح حفاظت کرتے ہین اس کی صورت ایسی
ہے جیسے بادشاہون وامراء کے گرد محافظ ہوتے ہین اور لکھا کہ ابوجعفر بن جریر رحہ نے اس مقام پر بیشک ایک غریب حدیث روایت کی
کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آگاہ فرمائیے کہ بندہ کے ساتھ
کتنے فرشتے ہوتے ہین فرمایا کہ ایک فرشتہ تیرے داہنے پر ہو تیری نیکیان لکھنے کو اور وہ سردار ہے اسپر جو تیرے بائین پر تیری برائیون کے لیے ہے
پس جب تو نے کوئی نیکی کی تو وہ دس کو نہ لکھتا ہے اور جب تو نے برائی کی تو بایان پوچھتا ہے داہنے سے کہ مین اُسکو لکھون وہ کہتا ہے نہین شاید وہ
توبہ کرلے یا استغفار کرے پھر جب وہ تین مرتبہ اجازت مانگتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ لکھ لے اللہ تعالے عزوجل ہم کو اس سے راحت دیوے کیونکہ یہ برا ہمنشین ہے
کسقدر کم اللہ تعالے کا دھیان رکھتا ہے اور کتنا کم اس سے شرماتا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید۔ اور دو فرشتہ
تیرے آگے پیچھے ہین۔ اللہ تعالے فرماتا ہے لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ الآیہ۔ اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پر قابض ہے پس جب تو نے
اللہ تعالے کے لیے تواضع کی تو وہ تجھے اونچا کرتا ہے اور اگر تو نے اللہ تعالے پر سرکشی کی تو تیری تحقیر کرتا ہے اور دو فرشتہ تیرے ہونٹھون پر ہین
کہ وہ فقط تیرے درود بھیجنے کے محافظ ہین جو تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر بھیجے اور ایک فرشتہ تیرے دہن پر قائم ہے جو تیرا محافظ ہے کہ
تیرے مُنھ مین سانپ نہ گھُس جاوے اور دو فرشتے تیری دونون آنکھون پر ہین پس ہر آدمی پر یہ دس فرشتے ہین دن بھر والے
پھر رات بھر والے اُترتے ہین کیونکہ رات والے دن والون سے علاوہ ہین پس ہر آدمی پر بیس فرشتے ہوئے اور ابلیس دن مین آدمی پر
وسوسہ ڈالتا ہے اور اس کی اولاد رات مین مترجم کہتا ہے کہ سیاق مین بھی اُسکو نقل کیا ہے وقال الحافظ غریب جدًا۔ اور لکھا کہ امام
احمد رحہ نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی شخص خالی نہین مگر کہ اُسکے ساتھ ایک ہمنشین جن
یعنے شیطان سے ہے اور ایک ہمنشین ملائکہ سے ہے تو صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی ہین فرمایا کہ ہان میرے ساتھ بھی ہین
ولیکن اللہ تعالے نے مجھے اعانت فرمائی تو مجھے مشورہ نہین دیتا مگر بھلائی کا۔ تفرد بہ مسلم فی صحیحہ۔ مترجم کہتا ہے کہ دوسری حدیث سے
ثابت ہے کہ آدمی مین دو لمہ ہین ایک لمۃ الملک وایک لمۃ الشیطان اور دوسری حدیث مین تفصیل کے ساتھ شیطانی ہمزاد کا
برائی پر وسوسہ دینا اور مشورہ دینا مذکور ہے اور فرشتہ کا بھلائی پر مشورہ دینا مروی ہے حتےکہ جب آدمی ہمزاد شیطانی کا کہنا مان لیتا
ہے تو فرشتہ کو افسوس ہوتا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ ایمان والا جب مرجاتا ہے تو اُس کے جسم کے ساتھ اُس کا
ہمزاد بھی مقید مدفون ہوتا ہے اور کفار کا ہمزاد شیطان چھوٹا پھرتا ہے اور واضح ہو کہ اکثر جن لوگون کو بھوت پریت دیکھنے کا اتفاق ہوا

Marfat.com

اور اس نے اپنا وہ نام و نشان بتلایا جو کسی مشرک مردہ کا تھا تو یہ ظاہر او ہی ہم۔ ادشیطان ہے جسکو کچھ قدرت نہین الا ماشاء اللہ اور وہی کبھی دوسری صورتون مین ظاہر ہوتا ہے حالانکہ وہ آدمی مشرک جسکا یہ نام لیتا ہے وہ عذاب مین گرفتار ہے۔ اور دجال کے ساتھ اکثر اس قسم کے شیاطین ہونگے اور واضح ہو کہ جو لوگ صادق الایمان ہین بوجہ قوت ملکیہ کے انکے روبرو ہونا اس کا کام نہین الا ماشاء اللہ اور شیخ عبد الغفور لاری رحمہ نے لکھا کہ بعض اولیاء اللہ نے کہا کہ اہل ایمان کے نور سے جن پارہ پارہ ہو جاتے ہین۔ شیخ حافظ رحمہ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ یحفظونہ من امر اللہ بعض نے کہا کہ یہ مراد ہے کہ یہ ملائکہ اس آدمی کو محفوظ رکھتے ہین امر الٰہی سے چنانچہ اسی کو علی بن ابی طلحہ وغیرہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کیا اور یہی مذہب مجاہد و سعید بن جبیر و ابراہیم نخعی وغیرہم کا ہے اور قتادہ نے یہ بھی کہا کہ بعض قراءۃ مین یحفظونہ بامر اللہ ہے۔ اور کعب احبار رحمہ نے کہا کہ اگر یہ نہوتا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے تمپر ملائکہ موکل کیے جو تمہارے کھانے پینے اور پردہ کی چیزون مین مکروہات کو دور کرتے رہتے ہین تو تم اچک لیے جاتے۔ ابو امامہ رضہ نے کہا کہ کوئی آدمی نہین مگر آنکہ اُس کے ساتھ فرشتہ ہے جو اس سے ہر مکروہ دفع کرتا رہتا ہے یہان تک کہ جو مکروہ اُس کے حق مین مقدر ہے اُس کے سپرد کر دیتا ہے۔ ابو مجلز رحمہ نے کہا کہ قبیلہ بنی مراد سے ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا آپ نماز پڑھتے تھے اُس نے کہا کہ آپ حراست کیجیے یعنے لوگ اپنے محافظ مقرر کیجیے کیونکہ کچھ لوگ بنی مراد کے آپ کو قتل کرنا چاہتے ہین تو فرمایا کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ ہین اس کو ایسی بات سے محفوظ رکھتے ہین جو اُس کے حق مین مقدر نہین ہے پھر جب امر مقدر آجاتا ہے تو اُس کو مقدر کے ساتھ چھوڑتے ہین اور موت کا وقت ایک مضبوط قلعہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یحفظونہ من امر اللہ یعنے یحفظونہ بامر اللہ جیسا کہ حدیث مین ہے کہ صحابہ رضہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ رد دیکھتے ہین کہ ہم رقیہ کرین کیا اس سے کچھ مقدر ٹل جائے گا فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ عز وجل کے نزدیک مقدر ہوتا ہے پھر حق تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ جس عمدہ نظام پر احسان الٰہی آدمیون کے ساتھ ہے وہ جب ہی بدلتا ہے کہ آدمی خود اپنے نیات و نیک چال چلن کو بدلتے ہین اور ابن ابی حاتم نے بسند جید شیخ ابراہیم رحمہ اللہ تابعی سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء بنی اسرائیل مین سے ایک نبی کو وحی فرمائی کہ اپنی قوم سے کہدے کہ کوئی گاؤن والے یا گھر والے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت پر ہون پھر بدل کر شرک و معصیت پر ہو جاوین تو یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل اُن سے وہ حالت جسکو محبوب رکھتے تھے بدلکر وہ حالت کر دے جسکو ناگوار رکھتے ہین پھر ابراہیم نخعی رحمہ نے کہا کہ اُس کی تصدیق کتاب الٰہی قرآن مجید مین موجود ہے یعنی قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ بیشک اللہ تعالیٰ عز وجل تبدیل نہین فرماتا اس حال کو جو ایک قوم کے ساتھ ہو یعنی پسندیدہ حالت کو نہین بدلتا حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ یہان تک کہ وہی بدلتے ہین وہ بات جو اُن کے نفوس مین ہے۔ یعنے حالت ایمان و طاعت کو اور اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہوا اُس کے ماننے کی نیت کو جب بدلتے ہین تو اللہ تعالیٰ اُن کی حالت کو بھی برائی کی طرف بدل ڈالتا ہے اور بشارت ہو کہ برعکس اس کے جو کوئی آدمی یا قوم کسی معصیت و شرک مین ہو پھر توبہ و استغفار سے طاعت کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ عز وجل اُس کی بری حالت کو اچھی حالت کی طرف بدل دیتا ہے چنانچہ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب صفۃ العرش مین اپنے اُستاد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی الحدیث اور اس مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تبارک و تعالیٰ سے حدیث قدسی بیان فرمائی کہ رب عز وجل نے فرمایا کہ قسم مجھے میری عزت و جلال کی اور اپنی عرش پر فوقیت کی کہ نہین کوئی قریہ و نہ گھرانا جو میری ایسی نافرمانی پر ہون جسکو مین مکروہ رکھتا ہون پھر اس حالت سے بدلکر ایسی صفت اختیار کرین میری فرمانبرداری کی جسکو مین محبوب رکھتا ہون مگر

آنکہ ضرور میں انکو اپنے عذاب کی مکروہ حالت سے بدلکر اپنی رحمت کی محبوب حالت پر کردونگا۔ قال الحافظ غریب وفیہ من لا اعرفہ جاھل
آنکہ جس قوم پر بعد نعمت کے نکبت وہلاکت آتی ہے وہ جب ہی ہوتی ہے کہ وے اپنے طریقہ ونیت کو متغیر کرکے عذاب الٰہی کی راہ پر
لیجاتے ہیں یا یہ مراد ہے کہ تغیر نعمت آلیہ جب ہوتی ہے کہ وے اپنی فطرت کی صلاحیت زائل کردیتے ہیں اور بعض نے کہا کہ مراد یہ نہیں ہے
کہ کسی آدمی پر عذاب نہیں آتا جب تک کہ وہ کوئی گناہ نہ کرے بلکہ کبھی غیروں کے گناہ سے گرفتار مصیبت ہوجاتا ہے چنانچہ حدیث میں
ہے کہ پوچھنے والے نے پوچھا کہ یارسول اللہ کیا ہم ہلاک کیے جائینگے حالانکہ ہم میں صالحین موجود ہوں تو فرمایا کہ ہاں جب خبث زیادہ
ہوجائے۔ مترجم کہتا ہے کہ خبث سے بعض نے کہا کہ زنا مراد ہے اور بعض نے کہا کہ فسق وفجور سے فاجروں کی زیادتی مراد ہے خواہ زنا سے
ہو یا چوری وشراب خواری ورشوت وغیرہ سے ہو۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت منجملہ مشکل آیات کے ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ نعمت ونقمت
لوگ پہچان نہیں سکتے اور اچھی حالت وبری حالت کا امتیاز مرد بصیر کا کام ہے اول میں کہتا ہوں کہ بغیر گناہ کے دوسروں کے گناہوں
سے ہلاک ہونا جو اس قائل نے عذاب خیال کیا خلاف تحقیق ہے اور صحیح یہ ہے کہ قوم میں جب فسق پھیلا اور طاعت چھوٹی تو صالحین دو
طرح کے بعض منع کرکے مجبور ہوئے اور بعض خاموش رہے تو عذاب وہلاکت ان صالحین کے لیے سو شہید کا ثواب ہے جو روکتے و
منع کرتے تھے اور باقیوں کے واسطے عذاب ہے پھر قیامت میں نیتوں پر مبعوث ہونگے اور زیادہ تفصیل اسکی قولہ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین
ظلموا منکم خاصۃ کی تفسیر میں گذری پھر مہاجرین رضی اللہ عنہم سخت فلاکت میں تھے اور انصار رضی اللہ عنہم جہاد میں اولاد واقارب کے قتل
سے بیچے خانہ ویران ہوگئے تھے مگر یہ سب ایسے افضل حالت پر تھے کہ اس سے بہتر ممکن نہیں ہے اور مشرکین کہ جب طاعت الٰہی سے سرکشی کی
اور خراب حالت پر ہوئے تو یہ نعمت الٰہی کی ناشکری سے ہوئی۔ اور جو قوم کہ اموال واولاد سے بھرے ہوئے اتراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عزوجل
و اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں یہ سب اُن کے لیے وبال وعذاب ہے اور اسلام میں جب سے فتنہ پھیلا اور آخر اس زمانہ
میں لوگ نام کے مسلمان رہ گئے صرف زبان سے کلمہ توحید پڑھتے ہیں اور دل میں اثر نہیں اور کثرت سے فسق وفجور وشرکت ومعاصی پھیلے
تو ظاہر یہ قوم جنت کی مالک ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں اور باوجود اسکے دنیا میں ذلت وفلاکت میں گرفتار ہیں پس یہ انکی
حالت انکے لیے عذاب ہے پھر تحقیق یہ ہے کہ آیت کریمہ میں تغیر باطنی سے تغیر ظاہری منوط فرمایا ہے اور یہ عام ہے حتی کہ کافر قوم جو بادشاہ کردیے
گیے اور اس کی نیت یہ تھی کہ لوگوں کو آرام وآسایش دیجاوے پھر اُس کی نیت بدلی اور چاہا کہ لوگوں کے اموال ہیٹے اور کسی طریقہ سے
انکو مجبور کرے تو اس قوم کی حالت بدل جاویگی اور ظلم سے سلطنت باقی نہ رہیگی اور اُسکی حکمت کہ کافر قوموں کو کس وجہ سے حکومت و
بادشاہت دی گئی یہ عقل بشری سے باہر ہے اور یہ قصہ دراز ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کا دانا ہے پس خلاصہ بیان ان
آیات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے مخلوق بندوں پر خواہ کافر ہوں یا مسلمان ہوں ملائکہ محافظ عافیت ہوتے ہیں اور
جس حال پر جو شخص دنیا میں ہے عافیت سے رہتا ہے یہانتک کہ وہ اپنی باطنی نیات وخیالات کو بدلیں تب اللہ تعالیٰ عزوجل انکی حالت کو
بدل دیتا ہے حتی کہ جو لوگ کفر وشرارت پر تھے اگر صلاحیت پر ہوجاویں تو اُن کی ایسی حالت کردی جائیگی کہ جس کا نتیجہ خواہ بالفعل
یا بعد چند روز کے آخرت میں نہایت نیک وعزت کا ظاہر ہو پس اہل بصیرت انکی دنیاوی سکنت کو باوجود طاعت کے اثر سعادت
نیک حالت دیکھینگے حتی کہ جو قوم باوجود کفر ومعصیت کے تونگری ودولت وتندرستی واموال واولاد سے بھری ہو باوجود معصیت کے انکی
یہ حالت اہل بصیرت کی نظروں میں عذاب واستدراج ہے پھر اگر انھوں نے اپنی نیت بدلکر کفر وشرک وظلم وتعدی وبدعت کی طرف پھیری

Marfat.com

تو اُن کی حالت مذکورہ بھی بدل دیجاوے گی۔ اور ظاہر واقعہ وسبب نزول کے وقت کی حالت بعض قوم مشرکین کی تنبیہ تھی کہ شرک کے باوجود انکو ایک حالت عافیت کی دی گئی تھی مگر انھون نے کفر وانکار وایذائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ومقاتلہ مومنین وان کی اذیت سے اپنی باطنی حالت بدلی پس اللہ تعالے عزوجل نے بھی ان کی حالت عافیت کو بدلا۔ امام فراءرح نے معالم مین ذکر کیا کہ قولہ تعالے لہ معقبات الآیہ مین لہ کی ضمیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ جویبر نے ضحاک عن ابن عباس رضہ روایت کی کہ معنی یہ ہین کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے اللہ تعالے عزوجل کی طرف سے محافظ ونگہبان ہین جو اُس کے گردش اسکو امر اللہ سے محفوظ رکھتے ہین اقول یعنے عذاب الٰہی سے پس امر اللہ یہان عذاب اللہ ہے جیسے قولہ حتی یاتی امر ربک۔ وقولہ اتاہا امرنا لیلا او نہارا۔ اور مراد عذاب سے وہ امور جو حوادث وبلیات مکروہات ہین چنانچہ خود معالم مین تفسیر فرمائی کہ اسکو امر اللہ سے محفوظ رکھتے ہین یعنے شیاطین وطوارق اللیل والنہار کی شر وایذا سے محفوظ رکھتے ہین۔ اور لکھا کہ عبد الرحمن بن زید نے کہا کہ یہ آیت عامر بن الطفیل واربد بن ربیعہ کے حق مین نازل ہوئی اور ان دونون کا قصہ کلبی نے ابو صالح سے اس نے ابن عباس رضہ سے اسطرح روایت کیا کہ عامر بن الطفیل واربد بن ربیعہ دونون بنی عامر سے تھے دونون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کر کے چلے اور سامنے آئے اور آنحضرت صلعم اُس وقت چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد مین بیٹھے تھے پس وہ دونون مسجد مین داخل ہوئے اور عامر اگرچہ ایک آنکھ سے کانا تھا مگر بہت خوبصورت تھا لوگون نے گردن اُٹھا اُٹھا کر عامر کی خوبصورتی کو دیکھنا شروع کیا اور ایک نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ عامر بن الطفیل آپ کی طرف آتا ہے آپ نے فرمایا کہ آنے دے اگر اللہ تعالے کے ساتھ اُس کی نیک نیت ہے تو اسکو ہدایت فرمادیگا پس وہ آکر آنحضرت صلعم کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ یا محمد اگر مین مسلمان ہو جاؤن تو میرے واسطے کیا ہے فرمایا کہ تیرے لیے وہ ہے جو تمام مسلمانون کے لیے ہے اور تجھپر وہ ہے جو سب مسلمانون پر ہے۔ بولا کہ بعد اپنے میرے لیے خلافت مقرر کردوگے۔ فرمایا کہ یہ بات میرے اختیار مین نہین ہے بلکہ یہ فقط اللہ تعالے عزوجل کے قبضۂ قدرت مین ہے وہ جسمین چاہیگا رکھیگا۔ بولا کہ اچھا مجھکو وبر پر حاکم کردو اور تم مدر پر حاکم رہو فرمایا کہ نہین تب بولا کہ پھر میرے لیے کیا کروگے فرمایا کہ تیرے لیے گھوڑون کا دستہ کردونگا جسپر سوار ہو کر تو جہاد کرے۔ بولا کہ یہ کیا اب میرے لیے حاصل نہین ہے میرے ساتھ اُٹھ کھڑے ہو مین تم سے کچھ باتین کرونگا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے ساتھ کھڑے ہوگئے اور عامر نے اربد کو پہلے نصیحت کردی تھی کہ جب مین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو باتون مین لگاؤن تو فوراً اُن کی پشت کی طرف آجانا اور تلوار سے کام تمام کر[illegible]

عامر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باتون مین طول دیا اور جھگڑالو باتین کرنے لگا پس اربد آپ کے پیچھے پہونچا اور [illegible] سے تلو[illegible] کھینچی گر ایک بالشت نکل کر رہ گئی اور آگے اللہ تعالے نے روک دی کہ ہرگز اس سے نہین کھنچی اور عامر اسکو برا[illegible] [illegible] کیے جاتا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھ لیا کہ جو حرکت اربد نے اپنی تلوار سے کی تھی پس فرمایا کہ اللّٰہم اکفنیہما اے رب میرے تو مجھے ان دونون سے کافی ہو جس طرح تو چاہے پس اللہ تعالے عزوجل نے اربد پر بجلی کھینچی حالانکہ دن گرم بغیر بادل کے صاف پڑا تھا پس اربد تو صاعقہ سے جل کر مر گیا اور عامر اُلٹے پاؤن بھاگا اور کہتا گیا کہ اے محمد تو نے اپنے رب سے دعا مانگی جس سے اربد مر گیا واللہ [illegible] تجھپر چڑھا لاؤنگا خیل خیل نوجوان شہسوار جو وادی مین بھر جاوینگے پس آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالے تجھکو اس سے باز رکھیگا اور تیرے مقابلہ کو قیلہ کے دونون بیٹے ہونگے یعنے انصار کے دونون گروہ اوس وخزرج۔ پھر عامر بھاگ کر ایک سلولیہ عورت کے یہان اُترا پھر صبح کو اُٹھا تو اپنے ہتھیار باندھے اور اسکا رنگ چہرہ متغیر ہو گیا تھا اور جنگل مین گھوڑا دوڑاتا جاتا اور شعر پڑھتا اور کہتا کہ اے ملک الموت ظاہر ہو کر سامنے ہو اور کہتا کہ قسم ہے لات کی کہ اگر

Marfat.com

محمد و اُسکا ملک الموت دونون میرے سامنے آدین تو اپنے اس نیزہ سے انکو مار ڈالون پس اللہ تعالے نے اُسپر اپنا ایک فرشتہ بھیجا جس نے اُس کو ٹھوکر ماری کہ گھوڑے سے گر کر خاک مین لوٹ گیا اور اسی وقت اُس کے گھٹنے مین ایک بڑا بھاری غدہ نکل آیا پس اسی حالت سے وہ سلولیہ کے گھر مین واپس آیا اور کہتا کہ ہاے یہ غدہ تو اونٹ کے غدہ کی طرح ہے اور سلولیہ کے گھر مین میری موت ہے پھر گھبرا کر اپنا گھوڑا مانگا اور اُس پر سوار ہوکر ہانکا مگر راہ مین اُسی کے پیٹھ پر مر گیا اور اللہ تعالے نے اپنے رسول صلعم کی بددعا ان دونون مردودون کے حق مین پوری کر دی اور اسی واقعہ مین اللہ تعالے نے نازل فرمایا ہے قولہ تعالے سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ ومن ہو مستخف باللیل وسارب بالنہار لہ معقبات من بین یدیہ الآیہ یعنے آنحضرت صلعم کے سامنے و پیچھے ملائکہ ہین جو ان کی حراست کرتے ہین اور انھین دونون عامر و اربد کو انکے حق مین نازل فرمایا کہ ان اللہ لا یغیر بالقوم حتے یغیروا ما بانفسہم۔ ایسا ہی امام نے معالم مین ذکر فرمایا ہے وعلے ہذا معنے یہ ہین کہ بنو عامر مع اپنے سردار عامر بن الطفیل کے عافیت مین تھے کہ یکایک انھون نے سلطنت عرب کی ہوس کی اور چاہا کہ اللہ تعالے عز وجل کے رسول کو بلا حفاظت قتل کرین اور خود سب پر سردار ہو جاوین پس اللہ تعالے نے ان کی عافیت کی حالت کو متغیر نہین کیا یہانتک کہ خود ہی انھون نے اپنی باطنی حالت کو بدلا۔ اور علماء کا اتفاق ہے کہ سبب نزول اسکا جو کچھ ہو لیکن حکم عام ہے چنانچہ امام نے معالم مین کہا کہ قولہ ان اللہ لا یغیر بالقوم یعنی کسی قوم کی عافیت و نعمت کو متغیر نہین فرماتا حتی یغیروا ما بانفسہم یہانتک کہ وہی بدلین وہ جو انکے نفوس مین ہے یعنی بہتر حالت کو بدل کر معصیت و ظلم و فساد کی نیت و افعال اختیار کرین۔ پھر انکو اپنی قدرت و تسخیر و کبریائی ظاہر فرمائی بقولہ۔ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا اور جب اللہ تعالے چاہے کسی قوم کے ساتھ برائی یعنی نعمت زائل ہوکر دنیا و آخرت کی خواری مین بوجہ بدنیتی و ناکارہ افعال اور نافرمانی پروردگار و شرک و کفر و ایذاے مومنین کے مبتلا ہون تو۔ فَلَا مَرَدَّ لَهٗ تو اُس کے ارادہ کے لیے رد نہین یعنی جو وہ چاہتا ہے اُس کے پھیر دینے کی قدرت کسی کو نہین ہے وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ اور سوا‌ے اللہ تعالے کے انکا کوئی والی نہین ہے جس کے پاس پناہ پکڑین اور بعض نے کہا کہ والی جاے پناہ۔ ف بعض جاہل یہان اعتراض کرتے ہین اور سمجھتے نہین پس واضح ہو کہ یہ بیان تقدیر کا ہے اور اس سے معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقون کا قول ہم کو قطعی باطل ثابت ہو گیا جو کہتے ہین کہ ہمارا کام تدبیر پر ہے اور ہم کہتے ہین کہ نہین تقدیر ہے اور تدبیر تو حواس و عقل کے موافق کام کرنے کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ جو لوگ ذلت و خواری مین پڑ جاتے ہین انکے حواس و عقل موجود ہوتے ہین پھر اگر کہو کہ وے انکو کام مین نہین لاتے ہین تو یہ موقع تقدیر کا ہے اور کوئی شخص دنیا مین ایسا نہین ہے جو تدبیر نہ کرتا ہو حتی کہ راہ چلنے مین آنکھون سے دیکھکر چلنا اور برف کے دنون مین کھلے میدان مین نہ سونا اور بدن کو ڈھانکنا وغیرہ سب تدبیر کرتے ہین مگر بعضے لوگ نادانی سے اُسکو توکل کے خلاف نہین سمجھتے ہین اور کپڑا حاصل کرنے کی تدبیر خلاف توکل سمجھتے ہین اللہم اہدنا حالانکہ سب مین اللہ تعالے پر توکل چاہیے کہ کپڑا پہننے سے سردی کی بیماری جب ہی نہو گی کہ اللہ تعالے اپنا فضل فرماوے اور یہ جب ہی ہوگا کہ اُسکے علم قدیم مین یہ ہو کہ تیری حفاظت ہوگی پس اسی طرح جس قوم کے حق مین جو کچھ علم قدیم مین آیا ہے وہ ارادہ ازلی قدیم ہے پس جو ارادہ علم الٰہی مین واقع ہوا وہی ہر قوم سے صادر ہوگا کیونکہ خالق اللہ تعالے ہے اور تدبیر کا فعل نہ کر سکتا ہے نہ اسکا نتیجہ نکلیگا پس یہی معنے اس آیت سے صاف ظاہر ہین اور ثابت ہوگیا کہ بندون کے فعل بھی اللہ تعالے کے پیدا کیے ہین ف فی العرائس قولہ تعالے و کل شئ عندہ بمقدار۔ اپنے علم قدیم کا احاطہ بیان کیا کہ ہر چیز کو محیط ہے اور عدم سے وجود مین آنے سے پہلے اللہ تعالے کے علم مین اُس کی مقدار

Marfat.com

وصورت وتعداد ورنگ وروپ وایمان وکفر ونفع وضرر اور جسقدر نفع جس جس کو جو وقت پر ہوگا سب مقدر ومعلوم ہے پس جب موجود ہوئی تو حالت ویسی ہی رہی جیسے معدوم ہونے مین تھی کیونکہ عدم ووجود تو ہماری نسبت کرکے ہے اور اللہ تعالےٰ کی حضور مین سب حاضر ہے اور معدوم سے موجود مین ایک ذرہ برابر کسی بات مین کمی وزیادتی نہوگی کیونکہ ربوبیت کے علم مین کچھ ذرہ برابر نقص نہین ہے۔ لہذا جو بندے یہان نیک وصالح ہوتے ہین وہ قبل وجود کے علم الٰہی مین نیک تھے اور جسقدر نیکی ودرجہ واعمال ان کے لیے مقدر تھے اُسی قدر رہے اس مین کمی بیشی نہ ہوگی۔ اور منکر کا خیال کسطرف ہے وہ دیکھے کہ ہر شخص عمل کرنے والا اور تدبیرین سوچنے والا کہان سے آیا ہے اسی پاک خالق عزوجل نے اُس کو پیدا کیا ہے اسی سے ابتدا اور اسی کی طرف انتہا ہے اس سے اُس کی ماہیت وحقیقت ایک ذرہ پوشیدہ نہین ہے اور تدبیر والے ہر فعل کسی قوت سے سمجھتے ہین اور یہ قوت علم الٰہی مین ذرہ ذرہ معلوم تو انکے افعال بھی معلوم ہین حسین رہ نے کہا کہ ہر ربط محدود اور اپنے وقت پر موقوف ہے نہ مقدار مین تجاوز اور نہ وقت مین تقدیم وتاخیر ہے بعض نے کہا کہ ہر چیز کا وقت وزن مقدار حق تعالےٰ نے رکھا ہے تو جس نے اپنی سانس کی قدر نہ کی اور ضائع چھوڑ دیا وہ غافل ہے اور اسکی غفلت کی مقدار یہ ہے کہ ہر سانس پر غافل ہے ہر دم غفلت مین ہے اور جسنے اس حالت مین اپنی قدر کی وہ غفلت شدید کی قدر کرنے سے نہایت درجہ کا غافل ہے۔ قولہ عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ یہ دلیل سابق ہے کیونکہ جب وہ غیب یعنی معدوم اور شہادت یعنے موجود دونون کا عالم ہے تو عدم مین چیز کی جو مقدار وصفت ہوگی موجود ہو کر بھی وہی ہوگی کیونکہ غیب ہماری نظرون کے اعتبار سے ہے اور عرش سے لے کر تمام مخلوق کوئی غیب نہین ہے کیونکہ کسی نہ کسی فرد بشر نے اُسکو دیکھا ہے یا ملائکہ نے دیکھا تو غیب وہ ہے جو معدوم ہے اور جب وہ معدوم کا عالم ہوا تو اُس کے علم سے خلاف موجود نہ ہوگا۔ بندون کو خبردار ہونا چاہیے کہ وے اپنے نفس کے باطن سے آگاہ نہین ہین کیونکہ وہ آدمی کی ذات سے خود غیب ہے مگر اللہ تعالےٰ عزوجل اُسکو جانتا ہے تو عارف کو اپنے عرفان پر شرمندگی ہے کہ معلوم نہین کہ وہ کیا جانتا ہے اور درجہ ولایت وکرامت والے محبت وطاعت مین متحیر وشرمندہ ہین کہ دعوے زبان سے نہ نکلے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل کے ساتھ باطن بندون کا جانتا ہے حتیٰ کہ جو بندے خائف وترسان ہین اور جو بندے اُس کی محبت مین آنسو بہاتے وآہ ونالہ کرتے ہین ان کے باطن مین اسرار اُس کی حضور مین حاضر ہین لا الٰہ الا اللہ وہ پاک ہے کبیر ہے کوئی بصر اُسکو ادراک نہین کرسکتی اور وہ متعال ہے ہر وہم وخیال سے اُس کے کبریا وعظمت وجلال کے سامنے ہر چیز فنا ہے وہی لم یزل ولایزال ہے۔ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عالم درحقیقت وہ شخص ہے کہ حاضر وغائب اُس کے نزدیک ازراہ علم کے یکسان ہو نہ اسطرح کہ استدلال سے کسی چیز پر تعلق خاطر ہو اور درحقیقت عالم تو فقط اللہ تعالےٰ عزوجل ہے اور بندون مین سے جسکو اپنے علم سے قوت دی وہ جس حد تک کہ عنایت ہوئی ہے عین الیقین سے دیکھتا ہے جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کبیر متعال عارفون کے دلون مین کبریائی اُسکی اسقدر سمائی کہ ہر چیز انکی آنکھ مین فانی نظر آئی اور وہ متعالی ہے کہ کسی کو اس کی طرف تقرب ہو سوائے اُسکے فضل وکرم کے قولہ سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ الآیہ خطرات وظاہر حالات اُسکے نزدیک یکسان ہین۔ واضح ہو کہ جو عارف غلبہ تمکین سے حقائق معرفت ولطائف اسرار مخفی رکھے اور زبان سے کچھ نہ نکالے تو وہ اللہ تعالےٰ عزوجل پر ویسا ہی ظاہر ہے جیسے وہ عارف جو ہیجان بیہوشی سے حالت سکر مین کچھ کلام کرے تو وہ اللہ تعالےٰ پر ظاہر ہے۔ اور جو بندے صفات ومعاملات آلٰہیہ مین مخفی کلام کرتے ہین اللہ تعالےٰ اُن کے اسرار سے واقف ہے اور نظر اغیار سے پوشیدہ باتین ہین اور بندون کے حالات ومراتب ہین کہ ایسے درجہ کے موافق اُنکے کلمات وحرکات متحمل ہوتے ہین اور انعام واکرام بڑھایا جاتا ہے قال المترجم

یہ اشارہ ہے کہ مثلاً حضرت موسےٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان ہی الا فتنتک۔ یہ تیرا ہی فتنہ ہے تو انبساط وجلال عزت مین فنا ہو کر واقع ہوا پس غلبہ توحید کبریائی مین بنظر عجز وتفویض قدرت بجناب باری تعالےٰ یہ کلام ایک پیغمبر اولوالعزم سے متحمل ہوا اور اولیاء اللہ مین بہت اس مقام پر تھے اور صرف حضرت یوسف علیہ السلام نے اذکرنی عند ربک کہا تھا جس پر مواخذہ ہوا پس حق تعالےٰ عزوجل اپنے اولیاء کا حافظ ہے قولہ لہ معقبات من بین یدیہ الآیہ۔ حفظ اسرار واقبال اولیاء الٰہی ہے کہ غلبہ ملائکہ سے ملکی قوت کو عروج ہوتا ہے۔ نصرآبادی نے کہا کہ قولہ سواء منکم من اسر القول۔ اسرار ودیعت مین اسرار وغلبہ توحید مین اظہار دونون برابر ہین کہ حقیقت مین دونون محل امانت مین ہین۔ اور اشارت ہے کہ معقبات ازلی وابدی سے زمانہ عبودیت مین جو امتحان کا وقت ہے بندے کی حفاظت کیجاتی ہے تاکہ وہی ٹھیک ہوتا ہو جو علم الٰہی واختیار مین واقع ہوا ہے اور یہ سب اسباب ایک اس کی قدرت ولطف کا جو بندے پر ہو ظہور ہے اور قولہ یحفظونہ من امر اللہ سبقت رحمت لغضب سے امر الٰہی ان کے حفظ کے واسطے جاری ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جو کوئی ظاہری اسباب سے محفوظ ہے وہ درحقیقت خالق اسباب سے رعایت مین ہے بقولہ یحفظونہ من امر اللہ۔ اقول یہان ایک لطیف اشارت ہے کہ ہر فعل جو واقع ہوتا ہے خلق کے ساتھ امر الٰہی ہے یعنی یحفظونہ کا حفظ من امر اللہ تعالےٰ ہے پس یہ حفظ صادر از ملائکہ نہین بلکہ از امر الٰہی ہے یون ہی جملہ افعال مخلوقات کے امر الٰہی ہین اور یہان سے مجھے معلوم ہوا کہ قولہ تعالےٰ یدبر الامر من السماء الی الارض۔ کے امر کے معنی یہ ہین کہ جملہ افعال مخلوقات انکے افعال نہین بلکہ امر الٰہی سے ہین اور شیخ نے کہا کہ ظاہری علم والے سبب پر نظر کرکے حفظ نظام جزا وسزا وقتل وقصاص وطاعت ومعصیت قائم کرتے ہین اور وہ من امر اللہ ہے اور عارفین مسبب عزوجل پر نظر کرکے بندون کو محل ظہور معصیات یعنی صفت قہریات قرار دیتے اور محل ظہور طاعات یعنی صفت رحمت قرار دیتے ہین اور یہ من امر اللہ ہے۔ قولہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم الآیہ۔ اللہ سبحانہ تعالےٰ کی مشیت سابقہ ہے اور امر امتحان ہے پس مشیت قائم بارادہ ہے اس مین تغیر نہین ہوتا ہے اور اسکو تعلق اسباب سے نہین ہے اور امر امتحان متعلق باسباب عبودیت ہے اور بندہ کو قوت بقدرت سابقہ از مشیت سابقہ ہوتی ہے اور بامور تصرف ہوتا ہے پھر جب اس مین سر مقدر کو تحرک ہوتا ہے تو اس کا حال متغیر ہوجاتا ہے پس جو قوت اس کو قدرت سے حاصل تھی اس مین بھی تغیر ہوجاتا ہے پس اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ اور بندہ کیونکر دو قدرت اور دو مشیت کے درمیان کسی چیز پر قادر ہو سکتا ہے۔ قال المترجم شیخ نے اس کلام مین لطیف تحقیق کا اشارہ فرمایا ہے اور اصل سوال یہ ہے کہ ابتدائے حالت مین جس قوم کے افعال مثمر نعمت وبرکات تھے وہ بقوت الٰہیہ تھے اور تغیر بھی بقوت الٰہیہ ہے تو توارد قوتین کا کیونکر ہوا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ افعال باختیار قوم تھے حالانکہ باختیار الٰہیہ ہوتے ہین جیساکہ بیان توحید سے قطعی معلوم ہے اور دوسرا سوال اس سے ظاہر ہے کہ جب تغیر ہوا تو جو قدرت عطا ہوئی تھی اُسکے تغیر سے ممکن ہے ورنہ فاعل مختار کے ساتھ افعال خلاف محال ہین کیونکہ جس حال مین طاعات کے افعال تھے بقوت وارادت الٰہیہ تھے اور جب تغیر ہوا تو خلاف اسکے قوت وارادہ ہوا یعنے قوت وارادہ مین بھی تغیر لازم آیا حالانکہ قطعی معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ارادہ قدیم ہے اسمین تغیر نہین ہے پس شیخ رح نے جواب دیا کہ ارادت قدیمہ ومشیت متعلق باسباب نہین ہے اور امر امتحان متعلق باسباب عبودیت ہے پس تغیر امر امتحان مین ہے نہ ارادہ قدیمہ مین اور اس سے جو اُسکو قوت حاصل تھی تغیر ہوجاتی ہے اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ارادہ وصفت الٰہیہ تمام مخلوق سے مباین ہے اور قیاس ووہم حلول کا جیسے بندہ اپنے جسم کی قوتون پر سمجھے محض غلط وہم ہے پس جو قوت اُسکو بقدرت الٰہیہ حاصل تھی خواہ طاعات کی ہو یا معاصی کی ہو وہ قدرت الٰہیہ

Marfat.com

سے تھی اور قدرت اس مین حلول نہ تھی تعالے اللہ عن ذلک علوا کبیرا بلکہ مبائن تھی کیونکہ اللہ تعالے مخلوق سے پاک ومنزہ ہے
پس قدرت کی قوت اسکو دونون حالتون مین یکسان ہے اور ارادہ مین تغیر نہین ہوا بلکہ ارادہ قدیمہ ہے جو قدیم سے اسی طرح
متعلق تھا جسطرح امر امتحان قدیم تھا ولہذا قولہ اذا اراد اللہ بقوم سوءا فلا مرد لہ۔ ارشاد ہوا کیونکہ ارادہ متعلق باسباب نہین ہے جو اس
مین تغیر کا وہم ہو بلکہ قدیم ہے اور تصورات وتغیرات امر امتحان قدیم سے متعلق تھے جنکے ساتھ ارادت قدیمہ یون ہی قدیم ہے تو اسباب کو
اس تغیر سے مانع ہونے کی کوئی طاقت نہین کیونکہ یہ قدیم ہے اور کلام کی ظاہری صورت مخلوق کے فہم کے اندازہ پر ہے حتے کہ جنکو
عرفان مقدر ہے وہ تحقیق معانی سے فیضیاب ہوتے ہین اور یہ ارادہ رحمت متعلق ازل ہے جیسے غافل لوگون کی ناسمجھی غضب ازلی
ہے اور شیخ نے اسکے بعد لکھا کہ اور حق سبحانہ تعالے نے ظہور افعال سے اسباب ظاہری تک نازل کردیا اسی وجہ سے کہ فہم مخلوق
دریافت کرے اور نظام عبودیت بطریق حکمت رہے۔ اور پھر اشارہ لکھا کہ مرید نے اگر اپنی حالت سے زائد بطریق دعوے اپنے آپ کو
تغیر دیا تو جو نعمت تحقیقی اسکو عطا ہوئی تھی اس مین تغیر ہوجاتا ہے اور قرب ومنزلت تک واقعی رسائی مین اسپر سختی وتشدد ہوتا ہے اور وہ
امتحان وفراق مین پڑ رہتا ہے جعفر الصادق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اہل الصدق کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل انکے اسرار کو توفیق
تغیر نہین دیتا ہے تو انپر نعمت کو بھی متغیر نہین کرتا ہے اور اگر انمین تغیر اسرار کے سامان فرماتا تو امتحانات کی بلا مین گرفتار ہوکر ذلیل وخوار ہوتے
اور نجات کے خواستگار۔ نصر آبادی رح نے کہا کہ ہر قوم کے لیے تغیر وتبدل ہے ولیکن عوام سے اکثر تغیرات وتبدلات مین مناقشہ نہین ہوتا
ہے جیسا کہ اہل قرب ومنزلت سے مناقشہ ہوتا ہے۔ اول یعنی اکثر اوقات عوام کے تغیر عفو فرمائے جاتے مین قبل اسکے کہ وہ توبہ کرین اور
جہالت وظلم انسانی اصلی انکی سفارش کرتا ہے پس عفو قبل توبہ ہوتا ہے آیا تو نہین دیکھتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے ذرا سی بات مین لطف آمیز
عتاب ہوا حالانکہ ہم لوگ عوام الناس اس سے بہت زیادہ تغیرات کرتے ہین اور عفو کیے جاتے ہین یہ نہ بطریق منزلت بلکہ بطریق جہالت
وظلم فافہم۔ بعض مشائخ نے کہا کہ زبان کو اُسکی یاد حق سے تغیر دیا تو قلوب لطائف اسرار سے متغیر کیے گئے اور اپنے نفوس کو معانی عبودیت
سے متغیر کیا تو انکے قلوب دلائل ربوبیت سے متغیر کیے گئے۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ مشرکین کو تہدید دی کہ جو بلا انپر نازل ہے اسیوجہ سے
کہ انھون نے اللہ تعالے عز وجل کی نعمت کو متغیر کیا اور اپنے نفوس کی پابندی کی اور یہ انپر اللہ تعالے کا غضب ہے تو تغیر اور زیادہ
ہولیا جیسے فرمایا کہ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ انھون نے جو اللہ تعالے عز وجل کی نعمت کی
ناشکری کی یہ غضب الٰہی تھا اور ہنوز انپر حسن نیت کا نتیجہ موجود تھا مگر تغیر سے وہ زائل ہوا تو نتیجہ اب انکا اجکا رخ غضب ہے اسپر
تغیر بڑھا یا گیا تو مرض پر مرض بڑھ گیا بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل کسی قوم کو اپنی نعمت سے محروم نہین فرماتا مگر جب کہ وے
بجائے شکر نعمت کے وہ افعال کرتے ہین جو کفران نعمت وغفلت ہین۔ شیخ نے کہا کہ مجھے ایک دوسرا اشارہ ظاہر ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ قوم جب
امتحان کی گئی اور اسی امتحان مین پڑی رہی اور حق تعالے عز وجل سے تضرع وزاری سے الحاح والتجا نہ کی اور اپنی عاجزی
ومحتاجی پر نہین گڑگڑائے اور جو مقام قصور کا تھا اُس کو متغیر نہ کیا بلکہ امتحان کی رعونت مین رہے تو اللہ تعالے نے انکو چھوڑا
اور جس حال خراب مین پڑے تھے اُسی مین چھوڑ دیا اور اگر الحاح وعاجزی کرتے تو امتحان کی سختی سے نکالکر نجات مین لائے جاتے
اور بجائے بلا کے انکو نعمت ملتی۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر مین جو تفسیر فطرت کی مذکور ہوئی اسکی بنا پر یہ اشارہ ہے اور اسکی توضیح
یہ ہے کہ بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ حتی یغیروا ما بانفسہم سے مراد تغیر فطرت ہے اور معنی یہ ہین کہ ہر شخص فطرت اسلام وتوحید پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے

Marfat.com

والدین اسکو یہودی و نصرانی وغیرہ کردیتے ہین یعنی توحید سے شرک مین لاتے ہین تو اللہ تعالےٰ عزوجل نعمت توحید کی جو فطرت سے حاصل
تھی تغیر فرماکر ان کو شرک مین رکھتا ہے پس اللہ تعالےٰ نے اُن کی نعمت متغیر نہ کی یہانتک کہ اُنھون نے خود اپنی نفس کی فطرت
بدل ڈالی پس شیخ نے اس کے فائدہ مین کہا کہ ابتدائے فطرت سے نعمت پر تھے جب بالغ ہوئے تو امتحان تکلیف عبودیت مین لائے گئے
تو اسی امتحان مین پڑے رہے اس طرح کہ فطرت بدل ڈالی تو وہ نجات وخلاص سے بدل کر راہ ضلالت پر تبدیل کیے گئے حالانکہ مشرکین مکہ
وغیرہ کو یہ لازم تھا کہ اگر نور نبوت حضرت خاتم المرسلین انکو نظر نہ آتا تھا اور التباس پیدا ہوگیا تھا تو اللہ تعالےٰ عزوجل سے عاجزی
والحاح کرتے اور اپنی محتاجی وبیکسی ظاہر کرتے اور درخواست کرتے کہ اے رب ہمارے یہ التباس دور کردے اور ہمکو راہ راست
دکھلادے ولیکن بجائے اس کے انھون نے رعونت بلائے امتحان سے کبھی یہ عاجزی نہ کی اور انقطاع کرلیا کہ بت پرستی وشہوات کی
پابندی یہی حق راہ ہوا اور یہ اچھی نیت کا جو نعمت تھی برے اعتقاد شرک کی طرف جو عذاب ونقمت ہے تغیر ہوا اور چونکہ معاملہ خاص
خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کا تھا لہٰذا دنیاوی حالت مین بھی خوار وذلیل ہوئے اگر خود رسول سے یہ معاملہ نہ ہوتا
اور مکہ معظمہ سے مانع نہ ہوتے اور ایذا کے درپے نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ اسی عذاب وبدبختی پر جو کفر کی تھی اکتفا ہوتا جیسے قیامت تک ظالم
بادشاہون اور مشرکون وکافرون کے ساتھ شاید برتاؤ ہوگا واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم اور اگر توحید ونبوت کی اتباع وشہوات سے
اجتناب کو راہ حق سمجھتے جیسے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوا ہے تو عذاب سے رحمت کی طرف تغیر ہوتا اور ورطہ امتحان کے
خطرناک جہنم کے پل سے نجات پاتے اور نعمت مغفرت سے مالامال ہوتے فافہم واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم شیخ نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ واذا
اراد اللہ بقوم الآیہ مین تنبیہ ہے کہ تمام سالکین مین سے کوئی محل امتحان سے علٰحدہ نہین کیا جاتا پس ان کے ساتھ صفت قہر لازم رہتی ہے
جیسے اُن کے ساتھ صفت لطف ورحمت بھی لازم رہتی ہے جب تک عبودیت مین رہتے ہین یعنی موت سے پہلے ظہور صفت قہر سے
خوفناک ہین اور ہر حال مین لطف مین متنعم وامیدوار ہین اور یہ ایک تربیت اُن کی بحکمت بالغہ ہے اور نعمت قہر وامتحان اُن سے کبھی
جدا نہ ہوگا اگرچہ ولایت کی زبان سے عاجزی والحاح کرین ولیکن عاجزی والحاح قبول ہوتا ہے اس طرح کہ مقدر سختیان وبلیات
انپر آسان کردی جاتی ہین اور ہر ایک مین ان کو بجائے قہر وغضب کے نعمت ورحمت عظیم حاصل ہوتی ہے پس وہی پاک عزوجل انپر
جاری کرتا ہے اور وہی انپر آسان کردیتا ہے اور یہی معنے ہین قولہ فلا مرد لہ الآیہ کے۔ اور سوائے حق تعالےٰ عزوجل کے کوئی والی نہین
پس فرق مشرکین ومومنین مین یہ ہے کہ مشرکین موارد قضا سے گریز کرکے بتون واغیار کے ساتھ ملتجی ہوتے ہین پس قضا اُن پر سے
نہین ٹلتی اور پوری ہوتی ہے جسکو سختی سے اٹھاتے ہین اور بوجہ گریز کے مستحق عذاب ہوتے ہین اور غیرون کی طرف ملتجی ہونے سے غضب
علی غضب بڑھ جاتا ہے اور مومنین اس مین بغیر گریز کے قدم جمائے رہتے ہین اور یحفظونہ من امر اللہ کا ظہور ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ
عزوجل ہی کی طرف ملتجی ہوتے ہین تو رحمت پر رحمت بڑھتی جاتی ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اعوذ بمعافاتک من عقوبتک۔ یعنی
اللہ تعالےٰ کے مقدرات قہری نازل ہونے کی صورت مین اسی والی کی طرف التجا لائے تو اللہ تعالےٰ عزوجل نے اس قہر کو ان کے حق
مین لطف وآسان کردیا اور اپنی طرف ملتجی ہونے سے رحمت مزید کردی۔ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل جب
کسی قوم کا ہلاک چاہتا ہے یعنی ظاہری جسم سے ہلاک ہونا یا باطنی ایمان سے ہلاکت جو نہایت سخت اور حقیقی ہلاکت ہے جب ایسی ہلاکت
چاہتا ہے تو انکی آنکھون مین یہی راہ اچھی نظر آتی ہے ہرچند انکو سمجھایا جاوے کچھ نہین سمجھتے ہین صم بکم ہوجاتے ہین اور مقامات ہلاکت ہی کو

اچھا دیکھتے ہین حتی کہ اپنے پیرون ان جگہون کو چلے جاتے ہین اور اپنی تدبیر و کوششون سے یہان تک ہونچتے ہین آخر کو ہلاک ہوجاتے ہین اور اللہ تعالےٰ عزوجل ہی ہر ایک مخلوق کا متولی ہے اور اول اس بیان کے واسطے عبرت کا واقعہ جنگ بدر ہے چنانچہ بنظر عبرت اُس کو غور کرو کہ ابوجہل وغیرہ کس طرح سے خواری و ہلاکت مین گھسے چلے جاتے تھے اور آخر رفتہ رفتہ میدان بدر مین ملاقی ہوئے اور باوجودیکہ بعضے لوگون نے بخوبی فہمائش کی کہ نہ مانے اور اُس کے اچھے ہونے پر بہت سے دلائل پیش کیے اور پیرون چلکر تدبیر کرکے موارد ہلاکت مین داخل ہوئے ثم قال اللہ تعالیٰ

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ

وہی اللہ ہے جو دکھلاتا ہے تم کو برق خوف و طمع کے لیے اور پیدا کرتا ہے سحاب بوجھ والے اور تسبیح پڑھے رعد

بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ

اُس کی تعریف کی اور ملائکہ اسکے خوف سے اور بھیجتا ہے صاعقون کو پس صدمہ پہونچاتا ہے اسکا جسکو چاہے لیکن یہ لوگ

يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

جھگڑا کرتے ہین اللہ تعالےٰ مین حالانکہ وہ سخت قوت والا ہے اسی کی دعا سچی ہے اور جو لوگ پکارا کرتے ہین اسکے سوائے دوسرون کو

لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ

وے کچھ جواب نہین دے سکتے انکو کسی بات کا لیکن ایسے جیسے ہتھیلی پھیلانے والا ہو پانی کی طرف کہ وہ پہونچ جاوے اسکے منھ مین حالانکہ وہ کبھی اسکے منھ مین پہونچنے والا نہین

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝

اور نہین ہے پکار کافرون کی مگر بھٹک مین

بیضاوی رحمہ نے لکھا کہ اوپر کی آیات سے ثابت ہوگیا کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ عزوجل چاہے اسکے خلاف محال ہے وہی ہوتا ہے جو وہ چاہے۔ اب اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ وہی اللہ ہے جو تم کو برق دکھلاتا ہے خَوْفًا وَّطَمَعًا خوف و طمع کے واسطے۔ یعنی برق کے صدمہ سے خوف کرتے ہو اور مینھ کی طمع کرتے ہو۔ بعض نے کہا کہ مینھ سے خوف کرتا ہے جسکو مضر ہو اور طمع کرتا ہے جسکو نفع ہو۔ معالم مین لکھا کہ بعض نے کہا کہ خوف بجلی سے اور طمع مینھ سے۔ بعض نے کہا کہ خوف مسافر کو کہ اس سے مشقت و اذیت لاحق ہونے کا خیال کرتا ہے اور طمع مقیم کو جو اس سے برکت و منفعت دیکھتا ہے۔ اقول مسافر و مقیم کی خصوصیت کی ضرورت نہین بلکہ شکستہ مکان و جھونپڑے والا مقیم و بیمار وغیرہ اسی قسم سے ہین بس عام قول جو بیضاوی رحمہ نے لکھا وہ بہتر ہے۔ اور معالم مین بعض کا قول کہا کہ بعضے شہرون مین مینھ سے قحط اور خشکی سے زراعت ہوتی ہے وفیہ نظر۔ قال الامام الحافظ برق وہ نور جو سحاب کے درمیان سے بلند ہوتا ہے اور ابن جریر نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ابوالجلد کو خط لکھا کہ برق سے کیا مراد ہے انھون نے جواب لکھا کہ پانی۔ مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ کہ اس مقام پر برق سے مینھ مراد ہے پس برق کے ذکر سے ایسا ابر غلیظ مراد لیا جس سے مینھ برستا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ بجلی چمکتی پانی برستا ہے۔ قتادہ و زجاج سے خوف مسافر اور طمع مقیم روایت ہوا۔ اور واضح ہو کہ کرخی نے لکھا کہ صاعقہ ایک آگ ہے جو سحاب سے متولد ہوتی ہے پس بنا برین برق و صاعقہ مین فرق ہوگا کہ برق ایک نور ہے اور صاعقہ آگ ہے و قولہ خوفا و طمعا کی جو تفسیر بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ برق دیکھنے سے اذیت کا خوف

Marfat.com

ہوتا ہے اور طمع باران رحمت کی ہوتی ہے فعلے ہذا برق وہی صاعقہ ہے۔ اور اسکی تفسیر مین قتادہ رح کا قول کہ اذیت ومشقت سے
ڈرتا ہے آنخراس کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہین کہ برق کا نور دیکھکر پانی برسنے کی علامت ظاہر ہوتی ہے اور مراد برق سے پانی ہے جیسا کہ
ابن عباس کی روایت سے معلوم ہوا تو مسافر برق کی اذیت سے نہین بلکہ پانی برسنے اور راستہ کی کیچڑ وغیرہ کی اذیت ومشقت
سے ڈرتا ہے وعلی ہذا برق وصاعقہ مین فرق ہوگا۔ وَيُنْشِئُ السَّحَابَ جو چیز ہوا مین پھیلی ہوئی ہو سحاب ہے اور مراد بادل ہے
جو ہوا مین پھیلتا ہے۔ معالم مین کہا کہ سحاب جمع سحابۃ ہے اور بیضاوی رح نے کہا کہ جمع کے معنے مین اسم جمع ہے اسی واسطے اسکے
وصف مین کہا۔ الثِّقَالَ جمع ثقیلہ۔ یعنے اور پیدا کرتا ہے اللہ تعالے عز وجل بادلون کو جو بھاری ہوتے ہین۔ قال الحافظ رح
یعنے بادلون کو نئی پیدائش سے ہمیشہ پیدا کرتا ہے جو ہوا پر پھیلے ہوئے اور پانی کی کثرت سے بوجھل ہو کر زمین سے قریب ہوتے ہین
مجاہد رح نے کہا کہ سحاب ثقال وہ ہین جن مین پانی ہو۔ اقول اکثر واقفان طبعیات نے اٹکل کی دلیلون سے زعم کیا کہ اجسام کے
بخارات اُٹھکر سردی سے منجمد ہو کر بادل ہو جاتے ہین جن سے مینھ برستا ہے اور یہ اٹکل میرے خیال مین بیہودہ ہے کیونکہ ہر شخص
جانتا ہے کہ ایام بارش کا مینھ جسقدر نافع ہوتا ہے ہرگز دوسرا مینھ ویسا نہین ہے اور سخت گرمی مین کبھی ان بخارات سے یہ
کیفیت نہین ہوتی بخلاف ایام بارش کے کہ ان دنون اس کثرت سے بخارات ہر روز پیدا و منجمد ہوتے ہین اور غیر دنون مین یہ
سلسلہ متواتر نہین ہوتا اگرچہ پانی بہت برس جاوے پس ممکن نہین ہے کہ یہ اٹکل اس قدرت آلہیہ کے احاطہ پر قادر ہو اور
مرد عاقل ان بیہودہ دلائل کو سوائے مضحکہ کی نگاہ کے نہ دیکھیگا اور اس سے میری یہ مراد نہین ہے کہ عالم اسباب مین حق تعالیٰ عز وجل
نے اشیاء کے تکون کو منوط باسباب نہین فرمایا ہے بلکہ میرا کلام اس مین ہے کہ مینھ و اُس کے برسنے و اُسکے ایام کی خصوصیت و اسکی منفعت
صرف ایسی اٹکل پر نہین ہے بلکہ اس مین خاص آثار و انوار قدرت آلہیہ ہین۔ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح پڑھتا ہے رعد
بحمد الٰہی یعنے کہتا ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ۔ اور اکثر مفسرین کے نزدیک رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو سحاب پر موکل ہے اور امام
احمد رح نے بنی غفار کے ایک شیخ سے روایت کی جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ اللہ تعالے سحاب کو پیدا فرماتا ہے
پس وہ اچھی گفتگو کرتا ہے اور اچھی ہنسی ہنستا ہے۔ امام حافظ رح نے کہا کہ مراد واللہ اعلم یہ ہے کہ رعد اس کی گفتگو ہے اور برق
اُس کی ہنسی ہے۔ اور سعد بن ابراہیم سے یہ قول مروی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت ایک اسرار الٰہی عز وجل کا اظہار ہے۔
کیونکہ رعد کی تسبیح ظاہر ہے کہ سب لوگ نہین سمجھتے ہین بلکہ بعض لوگ اور یہ نظیر اس کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندون کی
بولی سمجھتے تھے اور باقی لوگ نہین سمجھتے تھے اور ہر چیز اللہ تعالے کی تسبیح کرتی ہے کما قال تعالے وان من شئی الا یسبح بحمدہ۔ اور کوئی
چیز نہین مگر کہ اللہ تعالے عز وجل کی حمد سے تسبیح کرتی ہے اور یہ تحقیق ہے کہ اور خود اللہ تعالے نے فرمایا ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔
ولیکن تم ان کی تسبیح نہین سمجھتے ہو۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے ابن ابی حاتم رح کی روایت باسناد محمد بن مسلم رح سے ذکر کی کہ ہم کو خبر
پہونچی کہ برق ایک فرشتہ ہے جسکے چار چہرہ مین ایک انسان کا اور ایک بیل کا اور ایک نسر کا ایک شیر کا پس جب وہ مارتا ہے
تو برق پیدا ہوتی ہے۔ حسن بصری رح نے کہا کہ رعد فرشتہ نہین ہے بلکہ ایک مخلوق ہے اللہ تعالے عز وجل کی مخلوقات مین سے
جو سحاب پر موکل ہے امام احمد رح نے عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سنتے رعد وصواعق کو تو دعا
کہتے اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذالک۔ اے رب ہمارے ہمکو اپنے غضب سے قتل نہ کیجیو اور اپنے عذاب سے ہلاک

Marfat.com

نہ بھیجو اور قبل اس کے ہم کو عافیت دیجیو۔ رواہ الترمذی والبخاری والنسائی والحاکم ابن جریر رح نے ابوہریرہ رض سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب رعد کو سنتے تو کہتے کہ سبحان اللہ من یسبح الرعد بحمدہ۔ اور مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے اور ابن عباس وطاؤس واسود بن یزید سے مروی ہے کہ وے بھی ایسا ہی کہتے تھے اور عبداللہ بن الزبیر جب رعد سنتے تو کلام ترک کر دیتے اور کہتے سبحان من یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ۔ اور کہتے کہ اہل زمین کے واسطے یہ سخت وعید عذاب ہے رواہ مالک فی الموطا والبخاری فی الادب۔ امام احمد رح نے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت کرتے تو میں ان کو مینہ رات میں دیتا اور سورج انپر دن میں طلوع کرتا اور انکو رعد کی آواز نہ سُناتا۔ طبرانی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رعد سنو تو اللہ تعالیٰ عزوجل کی یاد کرو کہ وہ یاد کرنے والے پر نہیں پہونچتا ہے۔ معالم میں ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ چند یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہم کو رعد سے آگاہ کرو تو آپ نے فرمایا کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو سحاب پر موکل ہے اس کے پاس آگ کے مخاریق ہیں جس سے سحاب کو ہانکتا ہے۔ خطیب نے کہا کہ مخراق کی تفسیر دوسری حدیث میں آئی ہے کہ وہ نور کا کوڑا ہے جس سے سحاب کو ہانکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جب رعد فرشتہ ہے تو پھر کیا معنے ہیں قولہ تعالیٰ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ اور تسبیح کرتے ہیں ملائکہ اس کے خوف سے۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ عطف رعد پر عطف عام کا خاص پر ہے اور یہ جائز ہے پھر صحیح یہ ہے کہ خیفتہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور اس میں دو قول ہیں کہ ملائکہ سے کون فرشتے مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ رعد کے ساتھ دیگر ملائکہ ہیں بطور اعوان واتباع کے جو بحکم الٰہی عزوجل اُس کے مطیع ومحکوم ہیں اور بعض نے کہا کہ عام ملائکہ مراد ہیں اور بات یہ ہے کہ جب رعد نے تسبیح پڑھی اور اُس کی آواز گونجی تو بخوف الٰہی ملائکہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں پس اسوقت مینہ نازل ہوتا ہے۔ اقول یہی صواب ہے کیونکہ عبداللہ بن الزبیر کے قول سے ثابت ہے کہ رعد کی آواز پر کہتے کہ اہل زمین کے لیے یہ وعید شدید ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایت میں آپ کا خوفناک ہو کر غضب وعذاب سے پناہ مانگنا مروی ہے پس ملائکہ آواز رعد سے غضب الٰہی کے خوف سے ڈرتے ہیں اور تسبیح کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ بعض مفسرین نے کہا کہ رعد اس فرشتہ کا بھی نام ہے جیسا کہ یہاں ثابت ہوتا ہے اور رعد اُس کی آواز کا بھی نام ہے جیسا قولہ فیہ رعد وبرق شروع سورہ بقرہ میں ہے اور بعض نے کہا کہ رعد نفس آواز کے معنے یہاں بھی ہو سکتے ہیں یعنے رعد متلبس بحمد الٰہی ہوتی ہے یعنی یہ آواز مہمل گونج وگرج نہیں ہے بلکہ یہ آواز تسبیح ہے جو موکل ابر سے جس کا نام رعد ہے پیدا ہوتی ہے بعض نے کہا کہ رعد اُس کوڑے کی آواز ہے جس سے سحاب چلاتا ہے۔ والحق کہ ہر چیز کے واسطے ایک حقیقت ہے اگرچہ ہم اُس کو غیر قائم سمجھیں جیسے کہ نماز وقراءۃ قرآن وروزہ وغیرہ جو اس عالم میں ہیئر اور ہیأت سے ظاہر ہیں ولیکن اُن کی صورت اصلی اللہ تعالیٰ کے حضور میں موجود ہے پس اگر رعد نفس آواز ہو تو تسبیح باعتبار اصل حقیقت کے ہے اور اگر فرشتہ ہو تو بلا تکلف ظاہر ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں کثرت سے لوگ اس قسم کے موجود ہیں کہ انکا اقرار وتسلیم ماننا فقط انھیں چیزوں پر منحصر ہے جو حواس سے محسوس ہوں حتی کہ ملائکہ وشیاطین بلکہ جن سب سے انکار کرتے ہیں اور شاید اپنی بینائی وغیرہ قوتوں کو محسوس سمجھکر اقرار کرتے ہوں مگر روح سے منکر ہونگے اور بہت انھیں کے اللہ تعالیٰ سے منکر ہیں اور جو نام کا اقرار کرتے ہیں وہ اپنے قیاس میں کوئی تصویر اپنی رائے سے قرار دیکر اسکے قائل ہیں پس فی الحقیقۃ وہ اللہ تعالیٰ عزوجل سے منکر ہیں اور نام کا ماننا کافی نہیں

Marfat.com

جب تک کہ اسطرح اقرار و یقین نہ کرین جسطرح کہ حق تعالے عزوجل پاک ذات وصفات سے موجود ہے اور وہ ہر مخلوق کے قیاس وراے سے اعلی ہے تو ضرور ہوا کہ اُس کی صفات پاک کا اسطرح اقرار کرین جسطرح اُس نے وحی سے بندون کو آگاہ فرمایا ہے اور منجملہ صفات کے یہ کہ خالق ہے جو چاہے جسطرح چاہے پیدا کرے اور ہر چیز ذرہ سے عرش تک وہی پیدا کرتا ہے اور کسی مخلوق کو کوئی چیز پیدا کرنے کا اختیار نہین ہے حتی کہ جو کام وجو فعل موجود ہوتا ہے اسی کا ایجاد ہے اور بندہ صرف اس فعل کا مصدر ہے اور وہ فعل نیک ہو یا بد ہو اس بندہ کے ساتھ ہے اور جب اُس نے بندہ کو پیدا کرنا چاہا اس سے پہلے قدیم سے وہ اُس کی حقیقت و ماہیت و اسکے افعال جو عمر بھر کریگا جو قت کریگا سب جانتا تھا اور جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے اور جسقدر مخلوقات ہے اُس کا شمار کسی کو نہین معلوم اور بہت مخلوق اُس نے اپنی قدرت سے ایسی پیدا فرمائی ہے جو ہم کو نظر نہین آتی جیسے ہوا اور بہت وہ جو محسوس نہین ہوتی جیسے روح و ملائکہ و شیاطین۔ اور بہت باتین عالم مین ایسی ہین جنکو آدمی نہین سمجھتا جیسے نباتات کی خاصیت اور جانورون کی بولیان اور جیسے اللہ تعالے عزوجل کی تسبیح۔ اور وہ قادر ہے اُسکی قدرت ہر چیز کو محیط ہے اور کوئی چیز اُسکی قدرت کے سامنے محال نہین ہے جیسے کھاری و میٹھا سمندر ملا ہوا مگر دونون خلط نہین ہوتے ہین اور زمین کی خشکی پانی کے اندر گلتی نہین اور پانی مٹی کا مجموعہ رہتا ہے پانی سیلان نہین کرتا الغرض جب سب صفات پر ایمان لایا اور کسی چیز کو اُسکی کسی صفت مین شریک نہ جانا تب مومن مسلمان ہوا اور جب تک اپنے آپ کو قدرت والا اور ہر فعل پیدا کرنے والا اور اسباب کو تاثیر کرنے والا اور قدرت آلہی کو ناقص سمجھنے والا اور حضرت عیسے علیہ السلام کو اُس کا بیٹا سمجھنے والا او سانند اس کے راے و قیاس کرنے والا ہے تب تک اپنی خیالی تصویر کو خدا ماننے والا ہوگا اور اللہ تعالے عزوجل پر ایمان لانے والا نہوگا اور آخرت کا منکر کافر ہے اور خوب جان لو کہ جیسے دنیا مین مختلف ملکون و خشکی و تری کے رہنے والے الگ الگ ہین اور پانی کے کیڑے خشکی کے رہنے والے نہین اور خشکی والے پانی کے نہین اور آگ کے کیڑے کے سوائے دوسرا وہان نہین رہ سکتا اسیطرح بعد موت کے جہنم و جنت دو گھر ہین جنت کے رہنے والے علحدہ ہین اور جہنم کے رہنے والے علحدہ ہین اور دنیا مین ان کی صورتین یکسان اور سیرتین جُدا جُدا ہین مگر وہی قسم مین منحصر ہین تو جیسے دنیا ظاہر ہو ویسے ہی صورت ظاہر ہے اور جیسے آخرت پوشیدہ ہے ویسی ہی اُس کی لیاقت باطن مین پوشیدہ ہے پس اہل جنت کو اور ایمان والون کو کچھ مضر نہین ہے اگر جہنم والے اللہ تعالے عزوجل کی قدرت و اُس کے علم و اُس کی مخلوقات عجیب و غریب سے انکار کرین اور اگر نہ انکار کرین تو تعجب ہے اس لیے کہ باطن یکسان نہ ہو جاوے حالانکہ جُدا ہونا ضرور ہے پس مین کہتا ہون کہ اہل ایمان پر واجب ہے کہ جو کچھ اللہ تعالے نے فرمایا اور جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین آیا اس پر یقین رکھین بھلا اٹکل والون کی راے سچی یا اللہ تعالے عزوجل و اُس کے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سچا ہے۔ بالیقین قرآن و حدیث سچ ہے اور اُن سے خلاف سب اٹکل وراے ہے اور دنیا مین بیشمار اٹکل کرنے والے ہر زمانہ مین گذرے اور سب مین باہم اختلاف رہا تو صاف ظاہر ہے کہ اگر اٹکل سچ ہوا کرتی تو سب کی ایک ہی راے ہوتی پھر اٹکل تو حواس ہی تک ہے اور علم آلہی و مخلوقات کا احاطہ حواس سے کیونکر ممکن ہے بلکہ جس نے یہان اٹکل دوڑائی حماقت ظاہر ہوگئی تو ایسے احمق پر کیونکر اعتبار ہوگا اور جب اٹکل والا اپنی روح کی ماہیت نہین جان سکتا تو اور مخلوقات جاننے کا دعوے کیونکر مسلم ہو اور مخلوقات تو در کنار وہ تو خالق عزوجل مین اٹکل لگاتا ہے یہ سب سے زیادہ بدتر ہے پس ہم

ایمان لائے کہ جو اللہ تعالےٰ عزوجل نے فرمایا کہ ہو الذی یریکم البرق۔ وہی اللہ تعالےٰ ہے کہ تم کو دکھلاتا ہے برق۔ جو تسبیح رعد سے نورانی پیدا ہوتی ہے۔ خوفا وطمعا۔ خوف کے لیے اور طمع کے لیے یا خوف دلانے وطمع دلانے کو کہ عظمت آلٰہی میں گناہ کی سزا سے خوف ہے یا مینھ کی اذیت ومشقت سے مسافر کو خوف ہے اور ہر ایک کو مینھ کی منفعت سے اُمید وطمع ہے یا ہر ایک کو دو راہ سے خوف وطمع ملی ہوئی ہے کہ برق ورعد سے عذاب نہ ہو اور کثرت بارش سے طوفان نہ ہو اور برسنے سے رزق وفراخی کی اُمید ہے۔ وینشئ السحاب الثقال۔ اور وہی نئے نئے پیدا کرتا ہے بادل مینھ سے بوجھل۔ اگر اللہ تعالےٰ نے بخارات کے اجتماع سے پیدا فرمایا ہو یا بغیر کسی اسباب ظاہری کے ایجاد کر دیا ہو تو بہر حال اُس کا اس حالت پر کر دینا اللہ تعالےٰ عزوجل کی ایجاد ہے جس سے ایام بارش میں عجیب طرح کی قوت وخوشی سر سے زمین کو ہوتی ہے اور سخت گرمی کے بعد ہی ابروں کا پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور پھر تمام موسم بھر بہت زور شور سے بادل آتے اور برستے رہتے ہیں پھر موسم کے بعد بالکل مطلع صاف ہوتا ہے تو بخارات کے اجتماع سے سردی پاکر پانی ہوجانے کی اٹکل ہی اٹکل ہے علاوہ اس کے بارش سے ایک مہینہ پہلے کبھی خوب پانی برس جاتا ہے مگر زمین کو وہ نمو نہیں ہوتا جو برسات کے مینھ سے اگرچہ ایک دفعہ برس کر کھل جاوے روئیدگی نباتات کی دھوم سے شروع ہوجاتی ہے اور پھر باقی سال بھر بخارات اتنے جمع نہیں ہوتے جتنے کہ بارش کے ایک روزہ ہجوم سے نظر آتے ہیں بلکہ صواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل مینھ کے بادلوں کو جو کہ برسات میں ہوتے ہیں اپنی قدرت سے پیدا فرماتا ہے۔ ان بادلوں کے ساتھ اُس کی قدرت کے سماوی انتظام ہیں جیسے زمین کے کھیتوں کے ساتھ جوتنے بونے والوں کا انتظام ہے۔ یہ مخلوق آدمی ہیں اور وہ فرشتے ہیں۔ بادلوں سے گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور برق چمکتی ہے۔ ویسبح الرعد بحمدہ۔ رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتا ہے۔ اگر اسیقدر ہوتا کہ رعد اسکی تسبیح کرتا ہے تو بعضے لوگ کہتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ رعد جو محسوس ہوتی ہے یعنی گرج کی آواز ان بادلوں میں سے اس سے اللہ تعالےٰ کی قدرت ظاہر ہے تو یہی تسبیح ہوئی۔ کیونکہ تسبیح سے خوبی ظاہر ہوتی ہے اور اس سے خوبی ظاہر ہوئی تو اس طرح بادل وگرج کا موجود ہونا اللہ تعالےٰ عزوجل کی تسبیح ہوئی جیسے اور مخلوقات کا وجود ظاہر کرتا ہے کہ ان کا خالق ہے اور تسبیح ظاہر ہوتی ہے ولیکن جب یوں فرمایا کہ رعد اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتا ہے تو اب صاف معلوم ہو گیا کہ مجازی معنے مراد نہیں بلکہ حقیقی تسبیح حمد کے ساتھ ہے پس ہم جان گئے کہ یہ آواز گرج کی جو ہماری سمجھ میں خالی آواز معلوم ہوتی ہے یہ درحقیقت سبحان اللہ وبحمدہ کے معنے رکھتی ہے اور تسبیح پڑھنے والا رعد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو آگاہ کر دیا کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر موکل ہے اور شاید فرشتہ کی لفظ سے یہ مراد ہو کہ ایک سماوی مخلوق ہے یا آسمان وزمین کے بیچ میں رہنے والی مخلوق ہو جیسا کہ حسن بصری رح نے سمجھا ہے کیونکہ بعضے صالحین نے اس کی شکل ایسی بیان کی جو ملائکہ کی نہیں معلوم ہوتی ہے بہرحال انشاء اللہ تعالےٰ ایمان پر خاتمہ بخیر ہونے سے مومنین کو یہ امور ظاہر ہو جاوینگے۔ اسوقت تو ہم اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح پڑھیں اور برق اس آواز کی چمک ہے یا وہ بجلی ہے اور بجلی اس رعد کا کوڑا ہے جس سے سحاب کو چلاتا ہے اور حدیث میں آتشی مخراق بیان فرمایا اور مخراق بٹے ہوئے کپڑے کے جھوڑے کو کہتے ہیں چونکہ کبھی ہم لوگوں نے ایسے مخلوق کو نہیں دیکھا تو اصلی صورت کا خیال میں آنا ممکن نہیں اور بیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صحیح ہے اسکو ہم اپنے قیاس کی قوت تک مطلب سمجھ لیں ولیکن یہ یا تمیں کہ اسکی کیفیت یہی ہے جیسے ہم لوگ کوڑا مارتے ہیں یا کیونکر تو یہ ہمارے خیالات سے باہر ہے اتنا سمجھنا کافی ہے کہ سحاب کو وہ اس سے ہنکاتا یا چلاتا ہے اور یہ ایک شان خالق عزوجل ہے اور یہ تمام زمین وآسمان بے انتہا مخلوقات آلٰہی سے

بھرا ہوا ہے جن میں آدمی بھی ایک ذرہ برابر مخلوق ہے چونٹیون و مکھیون کے جھنڈ خود بے انتہا ہیں اور یہ تمام مخلوقات اپنی اپنی زبانون و آواز سے اللہ تعالےٰ عزوجل کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تمام سلطنت آلٰہی معمور ہے پس رعد موکل سحاب اللہ تعالےٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتا ہے والملائکۃ من خیفتہ۔ اور ملائکہ از خوف آلٰہی تعالےٰ تسبیح پڑھتے ہیں۔ رعد کی آواز اہل زمین کے لیے قہر کی تہدید ہے اور عظمت و جلال آلٰہی تعالےٰ کے سامنے ہر بندہ خوفناک ہے تو ملائکہ خوف سے تسبیح رعد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور بادلون میں صواعق ہیں یا رعد کے ساتھ ہیں۔ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ اور اللہ تعالےٰ بھیجتا ہے صواعق کو جمع صاعقہ ایک آگ ہے جو بادلون کے درمیان سے پیدا ہو کر کبھی زمین پر گرتی ہے تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس کو اللہ تعالےٰ عزوجل بھیجتا ہے۔ فَيُصِيبُ بِهَا پس مصیبت میں مبتلا فرماتا ہے ان صواعق کے ساتھ مَنْ يَّشَاءُ جسکو مبتلا کرنا چاہتا ہے پس اُس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ اور حال یہ ہے کہ مخلوقات زمین کے آدمی جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالےٰ عزوجل کے بارہ میں۔ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ حالانکہ او تعالےٰ سخت قوت والا ہے یعنے آدمی اپنی بے بنیاد ہستی کے ساتھ اللہ تعالےٰ عزوجل کی قدرت و وجود میں جھگڑا کرتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالےٰ کا رسول محمد صلے اللہ علیہ سلم اُن کو اللہ تعالےٰ عزوجل کی بندگی کے لیے ہدایت فرماتا ہے اُس کے ساتھ اوندھی رائے و اُلٹی باتون سے جھگڑتے و انکار کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ عزوجل سب چیزون پر قادر اور مخلوقات سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے وہ بہت بڑا طاقت و قدرت والا ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا تو ملائکہ و جیسے کوئی مخلوق کچھ نہیں کر سکتی اور جب وہ چاہے لوگون کو دوبارہ پیدا کرے گا اور اُن کو جزا و سزا دے گا۔ اور بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ شدید المحال شدید المحالۃ لاعدائہ یعنے سخت حیلہ میں ڈالنے والا ہے منکرون کو۔ کیونکہ اگر وہ اُن کو قہر و جلال سے مقہور اس طرح کر دے کہ سب جھگڑا بھول جاوین تو اُس کو قدرت ہے ولیکن اُن کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا اور فی الحال اُن کو ایسے طور پر اپنی قدرت میں مسخر رکھا کہ وے اپنے خیالات میں غرق ہیں حالانکہ جو کرتے اور جو خیالات باندھتے ہیں اُن سے خود ہلاکت میں پڑتے ہیں مگر حق تعالےٰ عزوجل کی قدرت کاملہ کا ایک نمونہ ہے کہ اُن کو کچھ خبر نہیں ہوتی ہے لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ اسی کے لیے ہے دعوت حق یعنے الدعاء الحق کیونکہ وہی سزاوار ہے کہ اس سے دعا اور اس کی عبادت کی جاوے۔ یا سچا بلایا جانا اسی کے لیے ہے یعنے اسی کی بندگی کے لیے لوگون کو ہدایت کی جاوے یا دعا کا قبول کرنا اسی کی طرف سے سچ ہے یعنے جو لوگ غیرون سے دعا کر کے سمجھتے ہیں کہ یہ کام ہو گیا فلان بت یا درخت یا میت یا آگ یا سورج و چاند وغیرہ سے تو یہ وہم باطل ہے اور حق تعالےٰ عزوجل نے اُس کو مقدر کر دیا تھا اور ضرور وقت مقرر پر یہ مراد ملتی مگر حیلۂ آلٰہیہ کافرون کے حق میں شدید ہے حتّٰی کہ کافر اُس کو اپنے خیالی شرک سے فوز مراد سمجھا حالانکہ جس سے دعا کی تھی اُس کی طاقت میں کچھ بھی نہ تھا اور جس نے حق تعالےٰ عزوجل سے دعا مانگی وہ حق ہے وہ سنتا و جانتا اور قدرت والا ہے اپنے بندے کی دعا قبول فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور جو لوگ پکارتے ہیں اللہ تعالےٰ کے سوائے دوسرے کو یعنے اللہ تعالےٰ کے غیر سے دعا مانگتے ہیں۔ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ تو یہ لوگ ان پکارنے والون کے لیے کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے یعنے کسی بات کی بھی قبولیت نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ اُن کو بذات خود کچھ قدرت نہیں ہے۔ اِلَّا۔ مگر ایسی اجابت کر سکتے ہیں كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ جیسے کوئی پیاسا پھیلائے اپنے دونون ہاتھ پانی کی طرف۔ لِيَبْلُغَ فَاهُ تاکہ پہونچ جاوے وہ پانی اُس کے مُنھ کو۔ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ حالانکہ

وہ پانی کبھی اُس کے مُنھ کو نہیں پہونچنے والا ہے تو ایسے ہی جو لوگ غیروں کو پکارتے اور اُن سے دعائیں مانگتے ہیں ایک بے قدرت مخلوق سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو نہ اُس کے پاس اور نہ دے سکتا ہے۔ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اور نہیں ہے پکار و دعاء کافروں کی مگر بھٹک ہیں۔ یعنے ضائع و باطل و بربادی میں پڑی رہتی ہے یا اُن کی دعا بھٹکتی پھرتی ہے کہیں اُس کا ٹھکانا نہیں ہے یا ایسی دعا گمراہی میں داخل ہے اور اول قول بہتر ہے۔ واضح ہو کہ ان آیات کی تفسیر میں امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قولہ تعالےٰ ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء یعنے صواعق کو انتقام کے لیے بھیجتا ہے جس سے چاہتا ہے اُس کی حرکت کا انتقام لیتا ہے۔ اسی واسطے آخر زمانہ قرب قیامت میں اُس کی کثرت ہوگی چنانچہ امام احمد نے اسناد سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے نزدیک ہونے پر صواعق کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ آدمی ایک قوم و محلہ والوں پاس آوے گا اور پوچھیگا کہ تم سے کون آج صبح صاعقہ میں مبتلا ہوا پس کہینگے کہ فلاں شخص اور فلاں اور فلاں۔ اور آیات کے سبب نزول میں حافظ ابو یعلی موصلی نے اس طرح روایت کی کہ حدثنا اسحق حدثنا علی بن ابی بسار الشیبانی حدثنا ثابت عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو عرب کے ایک فرعون کے پاس ایک مرتبہ بھیجا اور کہا کہ میری طرف سے اُس کو میرے پاس بلا لا۔ اُس نے جاکر اُس شخص سے کہا کہ تجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہے اُس نے جواب دیا کہ رسول اللہ کون ہے اور اللہ تعالےٰ کیا ہے کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا تانبے کا ہے وہ شخص واپس ہوکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے آپ سے پہلے عرض کیا تھا کہ وہ اس سے بھی زیادہ بے پرواہ ہے اس نے مجھ سے یوں یوں گفتگو کی پس آپ نے فرمایا کہ دوبارہ اُس کے پاس جاکر کہہ پس وہ گیا اور ویساہی جواب پایا تو واپس ہوکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور کہا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ وہ اس سے زیادہ بے پرواہ ہے پس فرمایا کہ تیسری بار اُس کے پاس جاکر دعوت کر پس وہ تیسری بار آیا پس اُس نے تیسری بار اسی کلام کا اعادہ کیا پس اس درمیان میں کہ یہ دونوں اس گفتگو میں تھے ناگاہ حق تعالےٰ نے اس مرد سرکش کے سر کے اوپر سیدھ پر ایک ٹکڑا ابر کا بھیجا اور رعد کی آواز آئی اور اس سے صاعقہ گری اور اُس کے سر کا پیالہ اُڑا لیگئی پس اللہ تعالےٰ عزوجل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ۔ اس حدیث کو ابن جریر نے بھی علی بن ابی یسار سے روایت کیا اور حافظ امام ابو بکر البزار نے عبدہ بن عبد اللہ بن یزید بن ہارون عن دیلم بن غزوان عن ثابت عن انس بنحوہ روایت کیا ہے اور کہا کہ حدثنا الحسن بن محمد حدثنا عفان حدثنا ابان بن یزید حدثنا عمران الجونی عن ابی عبد الرحمٰن بن صحار العبدی انہ بلغہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث بنحوہ یعنے مرسل بھی روایت ہے اور شیخ حافظ رحمہ نے لکھا کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ایک یہودی نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد مجھے اپنے رب سے آگاہ کر وہ کس چیز کا ہے تانبے کا یا موتی کا یا یاقوت کا پس ایک صاعقہ آئی اور اسکو قتل کر دیا اور اللہ تعالےٰ عزوجل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ۔ اور قتادہ رحمہ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے تو میں کے الفاظ میں قرآن مجید سے انکار کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی پس اللہ تعالےٰ عزوجل نے صاعقہ بھیجی جس نے اُسکو ہلاک کر دیا اور اللہ تعالےٰ عزوجل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ اور شیخ

ابن کثیر رہ نے لکھا کہ مفسرین نے اس کے سبب نزول مین قصۂ عامر بن الطفیل اور اربد بن ربیعہ بھی ذکر کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسانید ان کے صحیح ہین اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے یہ وقائع ہوتے رہے ہین اُن مین سے اخیر واقعہ کے بعد آیت کریمہ کا نزول ہوا ہے اور من یشاء سے دلالت پائی گئی کہ سب اس مین داخل ہین اور شیخ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونون عامر و اربد کا قصہ اس طرح لکھا کہ دونون نے مدینہ مین حاضر ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ ہمارے واسطے نصف شرکت قبول کرو مگر اس جہالت کی بات کے جواب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کا جواب دیدیا اس کے سوائے کوئی جواب ہی نہ تھا پس عامر بن الطفیل ملعون نے کہا کہ واللہ مین تیز رو گھوڑون اور شہسوار جوانون سے ہجوم کرونگا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روکیگا تجھ کو اللہ تعالے عز وجل اس سے اور مجھ سے بازرکھینگے تجھ کو دونون فرزند قیلہ کے یعنے اوس وخزرج۔ پھر ان دونون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فریب سے قتل کا قصد کیا پس ایک نے تو آپ کو باتون مین لگایا اور دوسرے نے پیٹھ کی طرف کھڑے ہوکر تلوار کھینچنا شروع کی مگر اللہ تعالے عز وجل نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو محفوظ رکھا اور یہ دونون مدینہ سے نکلکر عرب کے گروہون مین پھرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کے لیے لوگون کو جمع کرتے تھے پس اللہ تعالے عز وجل نے اربد پر بجلی گرائی کہ جلکر ہلاک ہوگیا اور رہا عامر بن الطفیل تو اسپر طاعون اترا اور اُس کے بڑا غدہ نکل آیا تو کہتا کہ اے آل عامر یہ غدہ مثل غدہ بکر کے ہے اور موت بیت سلولیہ مین ہے حتے کہ مرگیا اور اللہ تعالے عز وجل نے اس واقعہ مین نازل فرمایا ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء الآیہ اور ابو القاسم الطبرانی نے کہا کہ حدثنا سعدۃ بن سعید العطار حدثنا ابراہیم بن المنذر الحزامی حدثنی عبد العزیز بن عمران حدثنی عبد الرحمن بن زید وعبد اللہ بن زید عن ابیہما زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابن عباس ان اربد بن قیس بن خزبن جلید الی آخر القصہ مترجم کہتا ہے کہ جیسی روایت محی السنہ صاحب معالم نے ذکر فرمائی ویسی ہی آخر تک مذکور ہے صرف خفیف تفاوت بعض مقام پر ہے چنانچہ جب عامر کے سوالات کا جواب ملا تو وہ اربد کے ساتھ کہتا ہوا چلا کہ واللہ سوارون کے لشکر کو تجھ پر چڑھا لاؤنگا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عز وجل تجھ کو اس سے بازرکھیگا اور ہر دو پسران قیلہ یعنے اوس وخزرج پس دونون اربد و عامر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکل گئے تو عامر بولا کہ اے اربد مین تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تجھ سے موڑکر اپنی طرف باتون مین مشغول کرونگا تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تلوار سے قتل کردے اور جب تو مار ڈالے گا تو آخر یہ لوگ دیت پر راضی ہوجاوینگے اور باہمی جنگ و جدال کو مکروہ رکھینگے۔ اربد نے کہا کہ مین ایسا کرونگا پس دونون واپس ہوکر آئے اور عامر ملعون نے کہا کہ اے محمد میرے ساتھ اُٹھو مین تم سے کچھ باتین کرونگا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے ساتھ علیحدہ ہوگئے اور اُس نے آپ سے جھگڑالو باتین کرنی شروع کین اور اربد نے فوراً اپنی تلوار پر ہاتھ مارکر کھینچنا چاہا مگر قبضہ پر اُس کا ہاتھ خشک ہوگیا اور وہ تلوار نہ کھینچ سکا اور عامر کو ظاہر ہوا کہ اربد بہت دیر کررہا ہے اور عامر مضطرب ہوا کہ ناگاہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مڑکر دیکھا تو اربد کا بدفعل آپ کو ظاہر ہوگیا پس آپ دونون سے ہٹ گئے اور یہ دونون وہان سے چلدیے حتے کہ جب کنکریلی زمین جسکو حرہ راقم کہتے ہین پہونچے تھے کہ حضرت سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر دونون سردار اوس وخزرج کے ان دونون کی طرف پہونچے اور آواز دی کہ اے دشمنان خدا آنکھین پھاڑکے دیکھو اللہ تعالے عز وجل تم دونون پر لعنت کرے پس عامر نے سعد سے کہا کہ یہ کون ہے اُنھون نے

فرمایا کہ یہ سردار اُسید بن حضیر ہے تیری عقب کاٹنے والا پس یہ دونون وہان سے چلدیے یہان تک کہ جب رقم تک پہونچے
تو اللہ تعالے عز وجل نے اربد پر صاعقہ بھیجی جس نے اُس کو قتل کر دیا اور عامر بھاگا یہان تک کہ جریم تک پہونچا ہوگا کہ
اللہ تعالے عز وجل نے اس پر طاعون نازل فرمایا کہ غدہ پڑکر قرحہ ہوگیا اور رات ہوگئی وہان بنی سلول مین سے ایک عورت کے
مکان مین اُترا اور اپنے قرحہ کو مس کرتا اپنے حلق مین اور کہتا کہ غدۃ کغدۃ الجمل وموت فی بیت سلولیہ۔ چاہتا تھا کہ سلولیہ کے
گھر مین نہ مرے پھر گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوا اور اسی کی پیٹھ پر مرا پس اللہ تعالے عز وجل نے نازل فرمایا اللہ یعلم ما تحمل
کل انثی الی آلآیات پس قولہ تعالے لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ملائکہ
حافظین ہین اور قولہ تعالے ویرسل الصواعق الآیہ مین اربد ملعون کے قتل کو بیان فرمایا اور قولہ وہم یجادلون فی اللہ الآیہ کے
معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے کی عظمت و کبریائی مین بداعتقادی وجھگڑا کرتے تھے حالانکہ وہ شدید المحال ہے۔ قال المترجم
ہکذا ذکرہ الحافظ بطولہ اور مین کہتا ہون کہ معالم کی روایت مین ہے کہ عامر مذکور لعنہ اللہ اپنا نیزہ گھماتا جاتا اور لات وعزیٰ
سے دعا کرتا اور کہتا کہ محمد واُس کا دوست ملک الموت میرے سامنے پڑین تو دونون کو اس نیزہ سے بدلات وعزیٰ
ہلاک کرڈالون۔ اور مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی تھی کہ اے میرے رب تو مجھے کفایت فرماوے ان دونون سے
جسطرح تو چاہے پس قولہ تعالے لہ دعوۃ الحق الآیہ مین یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے عز وجل سمیع وبصیر ومجیب ہے اور کافرون کا
دعا کرنا بھٹک ہے کہ جن سے مانگتے ہین انکو کچھ قدرت نہین ہے۔ اب مین کہتا ہون کہ اسباب نزول جید روایات سے یہان متعدد
ہین لیکن یہ آیات بھی ایسی ہین کہ متعدد وقائع کے بعد نازل ہوئی ہین۔ اور ان مین معجزات وآیات عظمت وجلال الٰہی سبحانہ تعالے و
صدق رسالت حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ظاہر ہین اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ابویعلی
الموصلی کو معالم مین بھی ذکر فرمایا اور اسقدر زیادہ ہے کہ جب وہ سرکش کافر صاعقہ سے ہلاک ہوا تو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم وہان سے آنحضرت صلعم کی طرف تیز چلے کہ آپ کو آگاہ کرین کہ ناگاہ بعض صحابہ رض کو اپنی طرف آتے دیکھا اُنھون نے
بعد سلام کے کہا کہ کیا وہ کافر صاعقہ سے ہلاک ہوا انھون نے کہا کہ تم نے کہان سے جانا کہنے لگے کہ اللہ تعالے عز وجل نے
آیات نازل فرمائی ہین پس سب نے تسبیح پڑھی۔ اور قولہ تعالے شدید المحال۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ محال بمعنے مکر ہے اور
اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے مکر یہ کہ حق تدبیر فرماوے۔ نحاس رح کے قول مین اسی کی توضیح ہے کہ اللہ تعالے عز وجل
کی طرف سے مکر یہ ہے کہ جو شخص سختی وعذاب کا مستحق ہے اُس کو ایسی راہ سے عذاب پہونچاوے کہ اُس کو شعور نہو۔ ابو عبیدہ رح نے
کہا کہ محال بمعنے عقوبت و مکر۔ زجاج رح نے کہا کہ بمعنے قوت وشدت۔ قاموس مین ہے کہ محال مکر و کید و کسی امر کا حیلہ و تدبیر
سے قصد کرنا اور قدرت وغلبہ وعذاب وعقوبت وعداوت وقوت وشدت۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ شدید المحال اسے
شدید الاخذ یعنے اسکی پکڑ سخت ہے اور یہ گویا اصلی مراد کا بیان ہے۔ قولہ تعالے لہ دعوۃ الحق۔ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا یعنے توحید۔ رواہ ابن جریر۔ ابن عباس اور قتادہ ومحمد بن المنکدر نے کہا یعنے لا الٰہ الا اللہ
مین کہتا ہون کہ یہ توحید کی تفسیر ہے اور مراد یہ کہ اللہ تعالے توحید کی طرف بلاتا ہے اور شاید معنے ہون کہ جو دعا توحید سے کیجاوے وہ
اللہ تعالے عز وجل کی درگاہ کے لائق ہے اور حاصل یہ کہ جو شخص دین توحید پر ہو اُس کی دعا بھٹکتی نہین بلکہ اللہ تعالے عز وجل کی قبولیت سے

Marfat.com

سرفراز ہوتی ہے چنانچہ آگے کافرون کی دعا بتون وغیرہ سے بیکار و کھٹکی قرار دی۔ اور قولہ تعالےٰ الا کباسط کفیہ الی الماء۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ جیسے کوئی کنوین کے کنارے ہاتھ سے پانی لیوے تو وہ اُسکے ہاتھ ہی کو نہ پہونچے گا تو مُنھ مین
کیسے آوے گا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مثل بیان فرمائی کہ پیاسا بیوقوف زبان سے پانی بلاوے اور ہاتھ اُس کے
آگے پھیلاوے کہ اُس کے مُنھ مین آجاوے وہ کبھی نہ آوے گا ایسے ہی سولے اللہ تعالےٰ عزوجل کے غیرون کو پکارنے والے
محروم اور جن کو پکارین جواب نہین دیسکتے۔ ف عرائس کے اشارات کی تلخیص یہ ہے کہ قولہ تعالےٰ ہو الذی یریکم البرق۔
بیان مقامات مریدین کہ برق دخوف وطمع کا ذکر فرمایا ورنہ عارفین اُمید وبیم سے آگے نکرت سے مایوس اور معرفت سے
باہون ہین اور بجاے خوف کے بحر الجلال مین غرق ہین اور بجاے امید کے مقام انبساط مین اور بجاے برق کے آفتاب
مشاہدہ مین ہین۔ محبت ایمانی کی منزلون مین سراب حیرت کی پیاس کے وقت برق تجلی اور سحاب عظمت سے جمال عزت
مین سیراب فرماتا ہے پس عارف ومومن اپنی نعمت زائل ہونے سے خائف وباقی رہنے کا طامع ہوتا ہے۔ قولہ یسبح الرعد
بحمدہ۔ اہل الصدق کے دلون پر انوار تنزیہ القدم پڑتے ہین اور غلبۂ توحید وہیجان سے بزبان تسبیح مثل رعد کے تقدیس کرتے ہین
اور ملائکہ ارواح فانیہ ظہور انوار جلال واشراق بقاء سے بخوف فناء وطمع بقاء تسبیح کرتے ہین کیونکہ متحمل بندہ واحد ہے اور
عرفاء دیگر اس مرتبہ عظمت مین خوف بعد سے ہراسان اور صواعق کبریاء کا ورود اہل تجرید وتفرید کو مکدر تعلقات سے فنا کرکے
ظاہر ومظہر محل تسبیح مین بقاء دیتا ہے۔ ابو علی الثقفی رح وغیرہ نے کہا کہ برق محبت سے طمع وخوف ہے اور ورود ایک لمحہ اور خوف
اعتراض کدورات وطمع اخلاص معاملات کما قال ابو بکر بن طاہر وخوف انقطاع وطمع قرب کما قال ابو یعقوب شیخ اُستاد رح نے کہا
کہ جیسے ظاہر معاملات مین برق دکھلا کر خوف قحط وتردد مسافر اور طمع ارزانی وآسائش مقیم ہے ایسے ہی اسرار باطن مین ظہور لائح
پھر لامع پھر طالع پھر برق ہے یہ انوار محاضرہ ہین پھر انوار مکاشفہ مین خوف قطع وعدم بقاء اور طمع دوام وحصول رضاء پس
محاضرہ سے مکاشفہ مین پہونچا پھر مشاہدہ پھر وجود پھر خمود مین کامل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ برق برہان پھر قمر عیان پھر آفتاب عرفان
جو نہ غروب ہو نہ محجوب کما قیل۔ ؎ ہی الشمس الا ان للشمس غیبۃ ؛ وہذا الذی الغیت لیس یغیب۔ کہا گیا کہ طمع وصال سے
زائد خوف فراق ہے۔ اُستاد رح نے کہا کہ سحاب ثقال سے تاریکی چھا جاتی ہے جس سے برداشت کی تو قطرات مطر سے گلشن
ہرا بھولا پھلا ورنہ بے تضرع وگریہ خشکی مین کیا نظر آئیگا پس استدعاے فضل ورحمت سے برداشت انقطاع تعلق پر طلب بعد اے
قلب گرز دکے بعد تلویح تحقیق پس خندہ سے شادمانی روح وحصول قرب۔ کہا گیا کہ اہل الردت کو صواعق قہریات سے
فترات ہین جن سے ملائکہ خائف ہوتے ہین۔ قولہ لہ دعوۃ الحق۔ دعوت حق ندائے الست بربکم جسکا جواب ارواح طیبہ نے بزبان شوق دیا
پھر دعوت حق بزبان انبیاء وصد یقین بجانب مومنین طاہر ہین جنھون نے خوشی سے فدا ہونا قبول کیا۔ یہ دعوت سچی ہے ہلاک سے
محفوظ اور ماسواے اسکے دعوت نفس وجہالت دریا وسمعت ہودی ہلاکت وضلالت ہے۔ اور قال تعالےٰ وما دعاء الکافرین
الا فی ضلال۔ دعاے ریاکاران باتباع نفس وہوے طریق اخلاص وصدق سے خارج ہے انھین راستون پر بھٹکتی ہے۔ ابن عطاء رح
نے کہا کہ ہر خواہش جب بدعوت حق ہو صحیح ہے ماننے والا حق کو پہونچا اور جس نے دعوت نفس قبول کی اُس نے ہلاکت مین جھونکا
بعض نے کہا کہ حق کا داعی از حق سچی ہے جعفر رح نے کہا کہ داعی نفس خود بجانب کفر وضلالت ہے کہ امانت سے خارج ہوا اور ایک داعی

لہ یعنی آفتاب ہو نہ غروب از ذکر آفتاب ... ۱۲ منہ

بحق اور دوم داعی بجانب حق وسوم داعی براہ حق یہ سب دعوۃ الحق ہین کہ اپنے نفس سے دعوت نہین کرتے اور جو کوئی اپنے نفس سے مخلوق کو دعوت کرتا ہے ضلال ہے۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دعوۃ الحق برہان آیات بینات پنجم اسرار ہے جو اندھا بہرا نہوا دیکھا سُنا عالم ہوا اور مقابلہ مین دعوت شیطان ہے وہ بزینت چشم ظاہر وانکار چشم باطن ہے مگر جو زینت ظاہر پر فریفتہ ہوا اُس نے گمراہی قبول کی اور ساتھ ہی وداعی نفس ہین کہ خواہشون کی مہار دیکر آدمی کو کھینچتے ہین جو اسطرف جھکا مارا پڑا ایک قسم دعوت بلا واسطۂ ملک ہے آقول یہی احادیث قدسی ہین۔ کہا کہ وہان فرشتہ وعقل کی دلیل واشارات کو دخل نہین بلکہ سماعت از حق بحق اور اجابت بحق برائے حق تعالے عزوجل ہے۔ دقولہ وما دعاء الکافرین۔ مین کہا کہ ہوا جس نفس وخواہش لذات وشہوات اسی مین داخل ہین اقول ہر خواہش کے قبول کرنے مین نتیجہ برباد ہے اور شیخ رح نے کہا کہ مجھے اوائل عمر مین نقص سے وداعی کی تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ ہر دعوت بظہور لطف یا قہر ہے اس کی سات قسمین ہین آول دعوت حق بلاواسطہ دوم دعوت لمۃ الملک سوم دعوت روح۔ چہارم دعوت عقل پنجم دعوت قلب وششم دعوت نفس ہفتم دعوت شیطان۔ اور اس عمر مین مجھے تین اقسام اور ظاہر ہوئے ہین ہشتم دعوت سر باطن نہم دعوت سر السر۔ اور دہم دعوت طبیعت سرجسم کہتا ہے داعی سے معنے یہ سمجھو کہ کسی بھلائی یا بُرائی کی طرف آمادہ ہونے کی مقتضے۔ اور منجملہ دس اقسام کے سات وہ چیزین داعی ہین جو بھلائی کی طرف بُلاتی ہین اور تین وہ ہین جو بُرائی کی طرف داعی ہین اور ظاہر یہ ہے کہ بھلائی کی طرف بلانے والی دس ہین اور بُرائی کی طرف داعی ایک ہے پھر دس بلانے کی ایک بات سُنی تو دس گونہ لکھی جاوے اور ایک کی ایک کو ایک لکھا جاوے پس انسان کی غفلت کا ٹھکانا نہین ہر اس کے باوجود ایک کی دس گونہ زائد ہونگی اور دس کی دس گونہ کم اللھم غفرانک۔ اور لمۃ الملک کی دعوت یہ ہے کہ انسان مین لمۃ الملک اور لمۃ الشیطان کی ترکیب ہے اور ہر ایک اپنے اثر کو مقتضے ہے۔ پھر شیخ نے کہا کہ ظہور قہریات سے جو دو داعی ہین اُن مین سے اول شیطان ہے اور اسکی دعوت کی پہچان یہ ہے کہ قلب مین ہجوم وافکار شرارت ہو اور نفس کو ہیجان ہو وطبیعت جوش مین ہو اور بدن توانا ہو اور اُس کی توانائی مین توجہ بسند دل ہو اور سینہ مین اضطراب ہو اور قلب پر ابر چھایا ہو اور روح کی آنکھون پر غبار ہو اور نفس مین خفت ہو اور طبیعت کو ہر دم اپنی خواہشات پوری کرنے پر میلان ہو اور اکثر یہ وسواس اُس شخص کو جو اُن کی پیروی کرے کفر یا کبیرہ گناہ مین ڈالتے ہین وہ زندیق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالے عزوجل کی پاک ذات کو ناپاک حواس سے یا تو تشبیہ دینے لگتا ہے جیسے فرقہ مجسمہ ومشبہہ ہے یا اُسکو معطل قرار دیتا ہے جیسے یونانی حکماء تھے یا دیگر اقسام بیشمار سے اُس کی پاک الوہیت مین شرک وکفر کرتا ہے۔ دوم داعی قہر مین سے نفس امّارہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس امّارہ کی اطاعت کرتا ہے اُسکو طرح طرح کی شہوات وحظوظ وفحش کی جانب بُلاتا ہے اور جملہ اخلاق ذمیمہ کی جانب داعی ہوتا ہے اور کبھی نفس وشیطان مل کر آدمی کو علم کی زبان سے ریاکاری کی طرف بُلاتے ہین اور بہت کم ایسے لوگ ہین جو اس مکر وخدع کو پہچانتے ہین اور جس نے مان لیا تو وہ باطل وکسل وقساوت مین گرفتار ہو جاتا ہے اور حسن ارادہ وصحت نیت سے محروم ہو جاتا ہے سوم داعی طبیعت ہے اور یہ عجیب بھید ہے اور یہ جنبش فطرت ہے جو شہوات خفیہ قبول کرنے کی استعداد سے خمیر کی گئی ہے اور وہ غیب قلب مین ہوتی ہے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ قہر کا بھید اُس کو اُبھارتا ہے کہ جس لذت کے لیے اُس کی پیدائش ہے اس کی جانب توجہ کرے اور صفات بشریہ کی تقویت کرے اور یہ ایسی خفی خواہش ہے جو فطرت طبیعت مین مضمر ہے اور اسی کی نسبت صالحین سے

Marfat.com

پناہ مانگنے کی دعائیں آئی ہیں اور جس نے مان لیا وہ روح ذکر وانوار فکر سے محجوب ہوجاتا ہے۔ رہیں سات خواہشیں جو داعی الی الخیر ہیں اول داعی قلب جو آدمی کو حکم کرتا ہے کہ اعمال کے تزکیہ کو چھوڑے اور صفائی ذکر میں مشغول ہو کیونکہ اس سے اُس کو اطمینان ولذت یقین حاصل ہوتی ہے کما قال تعالے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ پس جس نے اُس کی دعوت قبول کی اس طرح کہ مراقبہ میں اور خطرات پاک کرنے میں مشغول ہوا تو اُس کو صفائی عبادت حاصل ہوتی ہے اور ملکوت وجبروت کی خوشبو پاتا ہے۔ دوم داعی عقل اور وہ آدمی کو تزکیہ نفس ومجاہدہ وریاضت واقسام طاعات وخلوت کی طرف بلاتی ہے جس نے مان لیا وہ مراقبات ومحاضرات تک پہونچتا ہے۔ سوم داعی روح کہ آدمی کو تفکر غیب وطلب اسرار ودیدار ملکوت واسماع آواز جبروت کی طرف بُلاتی ہے جس سے ہلال مشاہدہ طلوع ہوتا ہے اور بندہ شراب شوق سے مخمور ہوکر ہر چیز سے منقطع ہوجاتا ہے اور یہ لذائذ وہ ہیں کہ لذت نفس وشیطان اُس کے سامنے زہر ہلاہل نظر آتے ہیں پس اُس وقت نفس وشیطان کا قابو نہیں رہتا ہے الا ماشاء اللہ تعالے پس جس نے اُس کی دعوت مانی تو اوصاف بشریہ سے پاک اور اوصاف روحانیہ سے آراستہ ہوکر نور تجلی کو آئینۂ یقین سے دیکھتا ہے۔ چہارم داعی ملک اور وہ الہام الٰہی بامر اللہ سبحانہ تعالے عزوجل ہے جو اُس کو ایسا علم الہام فرماتا ہے کہ خطرات لطف وقہر کے درمیان امتیاز وفرق کرکے راہ مستقیم پر قائم ہوتا ہے اور انجام کار اتباع کتاب وسنت پر عود کرتا ہے اور دریائے حکمت سے جواہر علوم الٰہیہ استخراج کرتا ہے۔ پنجم دعوت سر باطن جسکی خواہش ہو کہ ہمت کو تمام دنیا وآخرت سے اُٹھا کر رضوان حق عزوجل پر قائم کرے اور ماننے والا کشف مشاہدہ اور عجائب اسرار معرفت سے سرفراز ہوتا ہے۔ ششم دعوت سر السر اور وہ آواز نور ہے کہ غیب الغیب سے اُس کو لا الٰہ الا اللہ سکھلاتی ہے یعنے قدیم کو ہر طرح حدوث سے علحدہ کرے اور خود وجود سے علحدہ ہو اور عبودیت کے امتحانات سے خارج ہوکر صفات ربوبیت سے متصف ہو پس جس نے مان لیا وہ انوار تجلی ذات وصفات سے منور ہوتا ہے۔ ہفتم داعی حق بلا واسطہ اور اُس کے تین مرتبہ ہیں اول دعوت حق تعالے عزوجل افعال خاصہ اور یہ مشاہدۂ انوار صفات در فعل ہے اور یہ مقام مشاہدہ التباس ہے جس نے دعوت قبول کی وہ دریائے عشق میں امواج لطف کے ساتھ مستغرق ہوتا ہے کیونکہ اُسکو لطف کے ساتھ دعوت فرمائی اور اس میں باقی نہیں رکھتا بلکہ التباس سے صرف مشاہدہ کی طرف لیجاتا ہے اور دوم دعوت صفات اور اس سے ذات پاک سے ظہور صفات کا طلوع نظر آتا ہے اور ہر صفت سے اُس کو ایک ذوق ہے تاکہ انوار ذات کو متحمل ہو اور جس نے مانا وہ نور اسماء ونعوت کے منازل سے انوار ذات تک رسائی پاتا ہے پس عارف بصفت قدم ہوتا ہے۔ مرتبہ سوم دعوت ذات اور یہ کلام صرف مقرون بکشف حقیقت از عین ذات ہے کہ کنہ قدم وازلیت ذات میں فانی کرتا ہے اور انسان پر آفتاب قدیم وازل وابد کا طلوع ہوتا ہے اور اُس کے انکشاف میں عین اور عین العین اور عجب العجیب اور غیب الغیب کے انوار ہیں پس صفات وذات میں فنا ہوکر متصف بصفات وذات ہوتا ہے اور یہی مقام ہے کہ جو قرب نوافل معروف ہے اور یہ نعمت معرفت خود عطا فرمائی پس بندہ کو اُس کے نفس کی شناخت دیتا ہے پس حق کو بحق اور نفس کو بحق پہچانتا ہے حالانکہ پہلے اپنے نفس کو فی الحق بھول گیا تھا اور یہی معنے ہیں قولہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ بندہ ہر حال میں بندہ ہے عرفان کمال ہے نہ آنکہ مخلوق بدل کر خالق ہوگیا نعوذ باللہ منہ۔ ولیکن بندہ و

Marfat.com

آدمی درحقیقت یہی بندہ عارف ہے۔ پھر حق تعالےٰ عزوجل نے اپنی کبریائی وعظمت مین ہر مخلوق کو مسخر و ذلیل و چارد و ناچار مطیع بیان فرمایا۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ

اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہو ہر وہ جو آسمانون مین ہے اور زمین مین ہو خوشی تابعداری سے اور مجبوری کراہیت سے اور ان سب کے سایہ

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝

اول روز اور آخر دن مین

سجدہ

واضح ہو کہ سجود لغت انسانی ہو زمین پر پیشانی رکھنا ولیکن سوائے انسان کے دوسری چیزون مین سجود انکے لائق طور پر ہے اور صحیح ثابت ہو کہ آفتاب سجدہ کرتا ہو جیسے تسبیح ہر چیز کی اُس کے طور پر ہو اور مراد سجود سے انقیاد بھی ہو سکتا ہے جیسے اُردو محاورہ مین بولتے ہین کہ تم تو اُسی کے پاؤن پر سر ٹیکتے ہو یعنے بالکل اُسی کے مطیع و تابع فرمان ہو پس اگر سر ٹیک کر سجدہ مراد ہو تو معنے قولہ تعالےٰ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا اور اللہ تعالےٰ ہی کے لیے سر ٹیک کر سجدہ کرتا ہو ہر وہ جو آسمانون و زمین مین ہو بعض نے کہا ہو کہ ملائکہ کا سجدہ کرنا معلوم ہو اور زمین والون مین سے فقط مسلمین مراد ہین پس طوعاً وہ مومنین سجدہ کرتے ہین جو ظاہر و باطن ایمان رکھتے ہین اور کرہاً جو ظاہر مین اسلام و باطن مین کفر یعنے منافق ہین۔ اور بعض نے کہا کہ مومنین مراد ہین لیکن بعضے بطوع و رغبت سجدہ کرتے ہین اُنپر گران نہین اور بعضے بسبب مشقت کے گرانی سے سجدہ کرتے ہین اور مشقت کو بسبب ایمان کے گوارا کرتے ہین مترجم کہتا ہو کہ تکلف کے باوجود ملائکہ کی نسبت سجدہ کے یہ معنے کیونکر معلوم ہوئے جو آدمی مین سر ٹیک کر سجدہ کے ہین اسلیے کہ جسم مثل آدمی کے نہین ہین اور اگر سجدہ کے معنے وہ ہون جو ہر ایک چیز کے لائق سجدہ ہو تو انسان کی خصوصیت نہین ہے بلکہ لفظ مَن اہل عقل کی تغلیب ہے اور معنے یہ ہین کہ جو چیز آسمانون و زمین مین ہے اللہ تعالےٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے بعض بطوع و رغبت اور بعض باکراہ۔ ولیکن اس تاویل پر یہ تامل ہو کہ کفار اکثر چیزون و بتون کے لیے سجدہ کرتے ہین پس یہ انحصار کہ اللہ تعالےٰ ہی کے لیے سجدہ کرتے ہین کس معنے مین ہو۔ اور بعض نے کہا کہ یہ بیان عظمت و قہر آلہی کا ہو کہ قال تعالےٰ وھو الواحد القہار یعنے ہر چیز جسکو دیکھا جاوے کہ وہ اللہ تعالےٰ عزوجل سے منکر ہو وہ اضلال آلہی کی مطیع ہو اور جو چیز جہنم کے لیے مخلوق ہے اور ویسے ہی افعال کرتی ہو جو اُسکے لیے مقدر فرمائی ہین تو وہ خلق و تقدیر آلہی کی مطیع ہے پس سجدہ بمعنے انقیاد و اطاعت ہے اور اُس کی تعبیر سجدہ سے فرمائی اس بیان کے لیے کہ سجدہ کمال انقیاد و نہایت عاجزی کا اقرار ہے پس گویا فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ہی کے لیے بالکل مطیع و منقاد ہے جو چیز آسمانون و زمین مین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تو قہراً انقیاد ہے اس مین طوع و کرہ کو دخل کیونکر ہے تو جواب یہ ہو کہ مرض و سختی و بلاء وغیرہ امور آلہی جو جاری ہین اس مین مومنین اطاعت کے ساتھ منقاد ہین اور سب اللہ تعالےٰ عزوجل کی طرف سے جانتے ہین ؎ در کم تلخ مبیند دم درکشند ولیکن مشرک نہین بنتے ہین اور کفار و منافقین و اہل شرک کا یہ حال ہو کہ ان چیزون کو کرہاً مانتے ہین حالانکہ کرہ کا کچھ اثر نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت اُن علماء کے لیے اصل ہے جو وحدت شہودی کے قائل ہین فافہم۔ وَّظِلٰلُهُمْ اور سایہ ان لوگون کے۔ بِالْغُدُوِّ چڑھتے دن کے اوقات مین وَالْاٰصَالِ اور ڈھلتے دن کے اوقات مین۔ اصل لغت مین غدو طلوع فجر سے طلوع شمس تک و غدوہ و غداۃ اول نہار و قبل الی نصف النہار اور آصال جمع اصیل عصر سے مغرب تک اور لفظ

Marfat.com

جمع سے ڈھلتے دن کے اوقات مراد ہونا ظاہر ہوتا ہے پس غدو سے چڑھتے دن کے اوقات مراد ہین اور کہا گیا کہ غدو اور آصال کے
ذکر سے دن کے دونون اطراف جنین سایہ کا پڑنا زیادہ ظاہر ہے اوران کے ظلال سے مراد فقط وہ ہین جنکا سایہ ہوتا ہے نہ فرشتہ و
جن اور انکے سایہ کا سجدہ اُن کے سجدہ کے ساتھ ہے لذا قیل ولیکن مترجم کہتا ہے کہ ان اوقات مین ہر ایک سجدہ نہین کرتا ہو
اور زجاج نے کہا کہ تفسیر مین آیا ہے کہ کافر غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اُسکا سایہ اللہ تعالے عز وجل کو سجدہ کرتا ہے۔ ابن الانباری رح
نے کہا کہ اسمین کچھ تردد نہین ہوسکتا کہ اللہ تعالے عز وجل نے سایہ مین ایسی سمجھ پیدا کی ہو کہ وہ اللہ تعالے عز وجل کے لیے سجدہ
کرتا ہے جیسے پہاڑون مین کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے مین کہتا ہون کہ پس آیت کی تفسیر ہو دوسری
آیت قولہ اولم یروا الی ما خلق اللہ من شئ یتفیؤ ظلالہ عن الیمین والشمائل سجدا للہ وہم داخرون۔ اور عنقریب اس کی تفسیر
انشاء اللہ تعالے آویگی۔ بعض نے کہا کہ سایہ کا سجدہ زمین پر کم وبیش پڑنا اور ایک جانب سے دوسری جانب پھر جانا جیسا جیسا
آفتاب چڑھتا اُترتا ہے۔ اور علماء ربانیہ وعارفین حکما ان آیات پر سربسجدہ ہوتے ہین اور اُنکے قلوب پانی پانی ہوجاتے ہین اور
عظمت وجلال الٰہی مین پگھلتے ہین اور سب سچ وصدق دیکھتے ہین ولیکن عوام کے افہام وعقول سے بیان باہر ہے اور حدیث مین
ظہر کی سنتون کے بیان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اولم یروا الی ما خلق اللہ تعالے الآیہ پڑھی مسئلہ۔ نماز مین قیام افضل
ہو یا سجود افضل ہے دو قول ہین بعضے اول وبعضے دوم کے قائل ہین وارجح یہ کہ سجود افضل ہو مسئلہ۔ اس آیت پر سجدہ علماء حنفیہ کے
قول پر واجب ہو ف فی العرائس قولہ تعالے وللہ یسجد من فی السموات الآیہ۔ اہل ملکوت بمشاہدۂ عظمت بطریق جلال اور آدمی وجن بعد
مشاہدۂ ربوبیت سجدہ کرتے ہین بعضے بعد کشف انوار محبت وشوق وبعضے درمیان مجاہدہ وریاضت کے نفس کو مجبور کرکے ویون ہی اہل محبت
وعشق بطوع ورغبت اور اہل عرفان بکرہ کیونکہ عبودیت مخلوق کہان لائق ربوبیت قدیم ہو اور واضح ہو کہ انسان بصورت عالم صغیر ہو
اور بالمعنے عالم کبیر ہو پس از جانب اعلی سموات واز اسفل ارض ہو اور سموات بن روح وعقل وقلب ونفس مع جنود مجندہ ہین پس
سجدۂ روح بکشف جمال وسجدۂ قلب بکشف جمال وجلال وسجدۂ عقل بکشف افعال بطوع ورغبت ہو اور سجدۂ نفس بکشف انوار جبروت
وقہر کرہا ہو اور ظلال ارواح وعقل وقلب یعنی اسرار محکمہ جنکو اللہ تعالے عز وجل نے آئینہ حقائق عرفان بنایا ہو وقت کشف وظہور کے
طوعا سجدہ کرتے ہین اور ظلال نفوس یعنے اضمحلال وقت کشف قہریات کرہا بطریق انقیاد سجدہ کرتے ہین۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا
کہ عارف بطوع ومُعرض بکرہ سجدہ کرتا ہو اور کہا کہ جب اسپر مصائب آئے تو ذلیل ہوا اور جب راحت وآرام پہونچا سرکش ہوا۔
مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام صحیح ہو ولیکن تفسیر آیت سے اُسکو کم تعلق ہو وقال المترجم ولا یخفی علی المتامل صدق ما قیل من ان
الظاہر فی المظاہر حق ولیس فی الوجود الا الحی القیوم ودونہ ظلال لا وجود لہا ولا فرق بین الانسان وظلہ الا من حیث المظہریۃ فالقاہر
القادر علی المخلوق وما خلق منہ ہو الخالق عز وجل فحیث سجد سجد لہ ولیس ہذا علے ما یرونہ من الجبر فی شئ فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب
اور شیخ محقق محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ قولہ وللہ یسجد۔ ینقاد۔ اور اللہ تعالے عز وجل ہی کی منقاد ہو۔
من فی السموات والارض۔ جو آسمانون وزمین مین ہو یعنے حقائق روحانیات مانند اعیان جواہر وملکوت اشیا کے طوعا وکرہا۔ یعنے
چاہین یا نہ چاہین اور معنے یہ کہ خواہ مخواہ انپر یہ انقیاد لازم ہو ولیکن بعضے اس انقیاد مین خوش ہین اور بعضے ناخوش ہین۔ وظلالہم۔ یعنے
اُن کی صورتین واجسام وبدن جو ان روحانیات وملکوتیات کی نسبت تصویر وظلال ہین اسی واسطے اس سجدہ مین پیغمبر خدا صلے اللہ

علیہ وسلم نے پڑھا۔ سجد لک وجہی وسوادی وخیالی۔ سجدہ کیا تیرا میرے چہرہ نے یعنے حقیقت ذات نے اور میرے سواد نے
یعنے شخص نے اور میرے خیال یعنے نفس نے اور حاصل اُس کا وجود وعین وشخص ہے۔ بالغدو والآصال یعنے دائما۔ مترجم
کہتا ہے کہ یہ تفسیر تحقیق اور لائق قبول ہے اور الحمد للہ کہ جو کچھ دبی زبان سے مترجم نے اول لکھا ہے شیخ کی اس تفسیر سے بہت موافق
پایا اور اللہ تعالےٰ کے انعام کا شکر ہے جو تنبیہ فرمائی۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ

کہہ کون ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا کہہ دے کہ اللہ ہے کہہ کہ پھر کیا تم نے بنا لیا اُس کے سوائے دوسروں کو اپنا متولی:

لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ

جو اختیار نہیں رکھتے ہیں اپنی جانوں کے نفع لینے کا اور نہ ضرر دور کرنے کا کہہ دے کہ بھلا کہیں برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھنے والا کیا بھلا

تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ

یکساں ہوتی ہیں اندھیریاں اور نور کیا انھوں نے بنائے ہیں اللہ کے ساجھی جنھوں نے پیدا کی ہو اللہ تعالےٰ کی سی مخلوق سو مشتبہ ہو گئی خلق

عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

انپر کہہ دے کہ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا وہ اکیلا نرالا ہے قہر والا ہے

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ کہ یعنے پوچھ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم مشرکون سے کہ کون رب ہے یعنے خالق ومتولی قائم رکھنے والا
ہے آسمانوں کا۔ وَالْاَرْضِ اور زمین کا یہ سوال تقریری ہے یعنے ان سے اقرار لے کیونکہ مشرکین اس بات کے قائل تھے اسی
واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خود جواب دینے کا حکم دیا بقولہ۔ قُلِ اللّٰهُ کہدے کہ اللہ تعالےٰ رب ہے۔ کیونکہ اگر
مشرکین جواب نہ دیتے تو اس کے سوائے اور جواب نہیں ہے اور مین کہتا ہون کہ بیشک مشرکین بھی اللہ نام لیتے کما فی قولہ
لیقولن اللہ۔ ولیکن معنے کی راہ سے بڑا فرق ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کہا تو سچ کہا کیونکہ جملہ صفات
توحید کے ساتھ اللہ تعالےٰ عز وجل کا پاک نام لیا بخلاف مشرکین کے کہ وے توحید نہیں سمجھے تھے پس آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے مثل اُن کے نام لیا ولیکن اللہ تعالےٰ عز وجل رب ہے یعنے بندون کا اور اُن کے افعال کا خالق اور ہر چیز کا
مربی ومتولی وہی ہے کسی چیز مین کسی نفع وضرر کا دوسرے کو اختیار نہیں ہے پس درواقع وہی ولی مخلوق ہے جس نے مانا وہ مومن ہے
اور جس نے نہ مانا اُس کو سمجھایا بقولہ۔ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ کہدے کہ پھر کیا بنا لیے تم نے۔ مِّنْ دُوْنِهٖۤ غیرہ۔ اللہ تعالےٰ
عز وجل کے سوائے دوسرون کو یعنے مخلوقات کو کیونکہ اللہ تعالےٰ کے سوائے جو ہے مخلوق ہے تو معنے یہ کہ اللہ تعالےٰ خالق کو
چھوڑ کر مخلوق کو۔ اَوْلِيَآءَ اپنے متولی حالانکہ اللہ تعالےٰ تم کو رزق واولاد اور سب چیز دیتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ تمھارے
بنائے ہوئے اولیاء نے دیا حالانکہ وے مخلوق اور قبضۂ قدرت الٰہیہ مین مسخر ہین۔ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا
وَّلَا ضَرًّا اختیار نہیں رکھتے اپنی جانون کیلئے کسی نفع کا کہ بغیر اللہ تعالےٰ عز وجل کے دیے حاصل کرلین اور نہ ضرر کا کہ بغیر
اللہ تعالےٰ کے حکم کے دور کر سکین۔ جب وے اپنی ذات کے لیے مختار نہیں ہین تو غیرون کے لیے کب نفع پہونچانے یا ضرر
دور کرنے کے مختار ہونگے۔ واضح ہو کہ حکمت یہان یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ ولی ہو تو وہ اپنے افعال کا خالق خود نہیں ہو سکتا بلکہ اللہ تعالےٰ

اُس کا اور اُس کے افعال کا خالق ہے بلکہ حدیث النوافل جو اکابر صوفیہ مشائخ مین معروف ہے کہ نوافل سے قرب یہانتک ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل ہی کی قوت سے بولتا وسُنتا و دیکھتا ہے پس کسی شخص کے لیے وہ جب ہی بولیگا کہ جب اللہ تعالےٰ چاہے پس جاہل جو انکو خود مختار و مؤثر سمجھتے ہین یہ بالکل غباوت و بے عقلی ہے پس جب اللہ تعالےٰ عز وجل چاہے تو نفع و ضرر پہونچیگا لہذا ہر طرح اللہ تعالےٰ کے فضل پر مدار ہے اور اُس کے سوائے کوئی مخلوق ہو وہ اپنے نفس کے لیے حصول نفع و دفع ضرر کے مختار نہین تو غیر کے لیے کب ہو سکتے ہین بلکہ سب کے سب قبضۂ قدرت آلٰہیہ مین مسخر ہین اور قہار کے یہی معنے ہین کہ سب کچھ اُسی کے قبضہ مین مقہور ہے کوئی اُس کی مشیت و ارادہ کے خلاف جنبش نہین کر سکتا ہے پس جو شخص اس طرح ایمان لایا اُس نے اللہ تعالےٰ عز وجل کو مانا ورنہ جو کوئی غیرون کو خود مختار بلکہ اپنے آپ کو خود مختار سمجھا اور جانا کہ ہم سب طرح کے افعال آپ پیدا کر سکتے ہین اُس نے اللہ تعالےٰ کے علم و تقدیر و قدرت سے انکار کیا اور وہ بہت سے معبودون و بہت سے خالقون کا قائل ہوا اور یہ غلط ہے بلکہ اللہ تعالےٰ عز وجل خالق واحد قہار ہے پس مشرکون کو سمجھا یا کہ غیرون مین تو نفع و ضرر کی کچھ قدرت نہین پھر قادر خالق کو چھوڑ کر اُن کو اولیا کیون بناتے ہو یہ تو دیدہ و دانستہ دل کی تاریکی و اندھاپن ہی لہذا فرمایا۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ تو کہدے کہ کیا برابر ہوا اندھا یعنے کافر مشرک و منافق ساتھ دیکھنے والے کے یعنے موحد تو آنکھون والا ہوتا ہے اور کافر مشرک منافق اندھا ہے یہ دونون کہین برابر ہو سکتے ہین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اعمٰی سے مراد مشرک اور بصیر سے مراد مومن ہے۔ اور بات یہ ہے کہ تمام مخلوقات اپنے خالق عز وجل کی الوہیت و صفات کاملہ پر دلیل ہین اور اُسکی قدرت و کمال کے آیات ہین اگر صرف انھین کو دیکھے تو اللہ تعالےٰ عز وجل کی وحدانیت صاف نظر آوے پس تمام آدمی ان آیات کو دیکھتے ہین ولیکن کافرون کو کچھ آیات نظر نہین آتی ہین کما قال تعالےٰ وکاین من آیۃ فی السموات والارض الآیہ اور مومن کو نظر آتی ہین تو کافر اندھا و مومن بینا ہوا۔ انکے علاوہ خاص طور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا وہ کافرون کو نظر نہ آیا کما قال تعالےٰ تراہم ینظرون الیک وہم لا یبصرون۔ اور مومن ایمان لایا۔ علاوہ ازین قرآن نازل فرمایا اور معجزات ظاہر فرمائے یہ انواع دلائل و بینات بیشمار کافرون کی نظر مین نہ آئے پس وے اندھے ہین اور مومنون کو ایمان کے ساتھ ہی وہ نور عطا ہوا کہ ظاہری آنکھون کی بینائی اُسکے مقابل مین کچھ نہین ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ مومن کی بینائی سے پرہیز رکھو اور ڈرو کہ وہ اللہ تعالےٰ عز وجل کے نور سے دیکھتا ہے اس زمانہ کے علماء اپنے کو اندازہ کرین کہ فراست رکھتے ہین تو مومن ہین۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو نور الٰہی حاصل ہو اور اُسکے خلاف کافر کو تاریکی ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے مخلوق کو تاریکی مین پیدا کیا پھر ان پر نور چھڑکا تو جسکو اُس کے نور سے نصیب ہوا وہ راہ راست دیکھیگا اور جسکو نہین ملا وہ گمراہ ہوا۔ اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا جس مین تمام اعضاے شریف کی نسبت نور کی دعا مانگی ہے اے رب میرے کردے میرے دل مین نور اور سینہ مین حتے کہ ہڈیان و خون و گوشت و پوست اور داہنے بائین سامنے پیچھے زیر و بالا سب نور مانگا حتی کہ آخر مین التجا کی کہ مجھے نور کردے پس یہ درجہ تو بہت بڑا ہی اور ادنے مرتبہ یہ ہے کہ مومن دل کے نور بصیرت سے خالی نہین ہوتا پس توحید الٰہی عز وجل پر مستقیم ہوتا ہو وہی بینا و بصیر ہو اور کافر اُسکے برخلاف ہو لہذا دوسری مثال مین فرمایا۔ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ

الانواع الکثیرۃ - وَالنُّوْرُ النوع الواحد - کیا کبھی برابر ہوتی ہیں اندھیریاں اور نور یعنے اندھیریاں چاہے کسی قسم کی ہوں کبھی نور سے برابر نہیں ہوسکتی ہیں۔ نور کو مفرد فرمایا کیونکہ راہ حق مستقیم اور ایک ہے چنانچہ خط مستقیم وہ ہوتا ہے جو دو نقطوں کے درمیان سب سے چھوٹا ہو پس لا محالہ وہ ایک ہی ہوگا چاہے اسپر چلنے والے اپنے لباس وہیات وساز وسامان وچال ڈھال میں متفاوت ہوں ولیکن سب اسی ایک راہ کے مسافر ہیں۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا کیونکہ ٹیڑھے خطوط تو بے انتہا نکل سکتے ہیں جیسے گمراہی وکفر کے اقسام دنیا میں بہت کثرت سے ہیں اور لوگ سب جانتے ہیں اور قیامت تک نہیں معلوم کس قدر نکلتے آویں چنانچہ نیچر طریقہ اسوقت میں پیدا ہوا جو یہود ونصارے سے بھی زیادہ گمراہ اور اسلام میں سخت فتنہ وبلائے عظیم ہے ہم اللہ تعالیٰ عز وجل سے اس فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ پس ایمان کی تمثیل نور سے اور کفر وشرک ونفاق ونیچر وغیرہ کی تمثیل تاریکیوں سے بیان فرمائی اور تجھے تحقیق معلوم ہوچکا کہ یہ مثال نہیں بلکہ واقعی ہے۔ حرف اَمْ منقطعہ بتقدیر بل بالقول جمہور ہمزہ اور حرف بل بمعنے قد اور کہا گیا کہ استفہام بطور ملامت وسرزنش ہے پھر اندھیریوں کے اندھوں کو ارشاد کیا کہ ذرا غور سے دیکھیں۔ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ کیا بنا لیے ان اندھوں نے اللہ تعالیٰ عز وجل کے ساتھ ساجھی ایسے کہ۔ خَلَقُوْا کَخَلْقِہٖ فَتَشَابَہَ الْخَلْقُ عَلَیْہِمْ جنھوں نے پیدا کی ہو خلق مثل اللہ تعالیٰ کی خلق کے سو مشتبہ ہوگئی انپر خلقت۔ یعنے ان اندھوں کو ملامت کی کہ کیا تمکو کچھ ایسے لوگ ملے ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرح آسمان وزمین وجن وانسان پیدا کیے ہوں کہ تم پر مشتبہ ہوگیا کہ مخلوق اللہ تعالیٰ عز وجل کی یا مخلوق اُن لوگوں کی ہے پس تم نے انکو اللہ تعالیٰ کا شریک وساجھی بنا لیا۔ حاصل یہ کہ جب ایسا نہیں ہے بلکہ خالق فقط اللہ عز وجل ہے تو ہر چیز اس کی مخلوق ہے اور جو افعال واشیاء کہ آدمیوں کے بنائے ہوئے سمجھے ہو وہ مخلوق کی مخلوق سمجھتے ہو اور مخلوق کبھی خالق نہیں ہوسکتی تو سب خالق کی مخلوق ہے اور جب آدمی تمام مخلوق سے اشرف ہے تو باقی چیزیں آفتاب وستارے وآگ وبت ودرخت وجانور وغیرہ آدمی سے کم مرتبہ ہیں پس اگر آدمی ان چیزوں کو اپنے برابر کرتا تو گویا اس نے اپنے تاج کو جو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ان چیزوں کی ٹوپی سے بدل لیا۔ مگر یہاں تو حیف ہے کہ آدمی نے ان چیزوں کے آگے سجدہ کیا اور اُن کا بندہ بن گیا۔ اور آدمی کے مثل جو آدمی ہے وہ آدمیت میں برابر ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ عز وجل کے یہاں قبولیت میں دونوں کے درمیان کروڑوں برس کی راہ کا فرق ہو لیکن آدمی کوئی ہو خالق کبھی نہیں ہوسکتا تو جس نے کسی آدمی کو مختار سمجھا کہ وہ چاہے ہم کو جنت دیدے چاہے دوزخ اور چاہے ہمارے گناہ اپنے اوپر لا دلے اور چاہے اللہ تعالیٰ عز وجل کے یہاں ہمارے مقدمہ کی پیروی کرکے ہم پر کچھ الزام نہ آنے دے اور چاہے مہربان ہوکر بیٹا واولاد دیدے اور چاہے مہربان ہوکر اللہ تعالیٰ سے غرضکہ اس کی رضامندی وخوشی پر ہو اسکے اختیار میں ہو تو اس بے وقوف آدمی نے جو دوسرے آدمی کی نسبت یہ گمان کیا تو اللہ تعالیٰ کی پاک صفت اختیار کی دوسرے اپنے مانند مخلوق میں ثابت کی حالانکہ ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کا خالق ہے اور ہر مخلوق کے افعال کا خالق بھی وہی ہے خالق اسکے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے تو کسی کو اختیار ہی نہیں کہ وہ دوسروں کے گناہ اپنے اوپر لاد کر کفارہ ہوجاوے یا یہ کرے یا وہ کرے کیونکہ یہ تو جب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل چاہے لہذا جب حق تعالیٰ عز وجل چاہتا ہے تو آدمی پر دوسرا آدمی شفقت کرتا ہے ورنہ ممکن نہیں ہے لہذا خوب ہوش وحواس عقلی سے جان رکھو کہ خالق ومختار کوئی نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے واسطے فرمایا۔ قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ

كُلِّ شَيْءٍ تو کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالے عز وجل ہر چیز کا خالق ہے۔ اب بہت سے بدحواس یہ گمان کرتے ہین کہ اشیاء ہین سے اکثر ہم پیدا کرتے ہین اور یہ کفر و باطل ہے ولیکن اللہ تعالے نے عالم اسباب مین جسطرح زمین مین دانہ چھینکا گیا اور پانی برسا اور زمین سے درخت اُگا پس اللہ تعالے عز وجل نے اس شان سے پیدا کیا ایسے ہی انسان سے بہت سی چیزین پیدا فرماتا ہے اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کا عصا درحقیقت منقلب ہو کر اژدہا ہو جاتا تھا حالانکہ اُسکو حضرت موسےٰ علیہ السلام نے نہین پیدا کیا یعنی جو اسباب اللہ تعالے عز وجل نے پیدا فرمائے ہین اُن کا سبب ہونا اسی کی قدرت سے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نعوذ باللہ اب وہ مجبور نہین ہوا تو وہ چیز ہر دم اُس کے قبضۂ قدرت مین ہے لہذا آگ کو جلانے کا سبب پیدا فرمایا لیکن جب وہ چاہے نہ جلاوے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلانا چاہا تو آگ گلزار ہو گئی لہذا ضرور ہوا کہ آدمی بتوفیق الٰہی ان اسباب کو کام مین لاوے اور یہ اس کا یقین رہے کہ اگر اللہ تعالے عز وجل نے چاہا تو ان اسباب کا یہ نتیجہ ہوگا ورنہ نہین اور آدمیون سے نیک و بد مین فرق یہ ہے کہ نیک آدمی نیک نیت سے نیک اسباب کسی نیک نتیجہ کے لیے نیکی پر کام مین لاتا ہے اور بد آدمی بدنیت سے بُرے اسباب شہوت و خواہش نفس کے لیے بد انجام مین کام مین لاتا ہے اور اللہ تعالے عز وجل ہر چیز کا خالق ہے پس دونون نیک و بد مین سے ہر ایک نے اپنا اپنا فعل کیا اور ہر ایک کی کوشش پر اللہ تعالے عز وجل نے پیدا فرمایا اور ہر چیز اُسی کے قبضۂ قدرت مین محکوم و مطیع ہے بلکہ آدمی کی نظر و زبان وغیرہ اسقدر اس کی مطیع و محکوم نہین جسقدر ہر چیز اللہ تعالے کی قدرت مین مسخر و مقہور ہے لہذا فرمایا۔ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ یعنی وہی خالق عز وجل اکیلا ایسا ہو کہ اُسکے قبضۂ قدرت کی تسخیر مین سب ہین کوئی مخلوق اُس کے اختیار سے باہر کچھ اختیار نہین رکھتی ہے وفی تفسیر الامام الحافظ رحمہ اللہ تعالے عز وجل نے کافرون سے اقرار کیا جیسا کہ وے مقر تھے کہ آسمانون و زمین کا خالق اللہ تعالے عز وجل ہے پھر انکار کیا کہ تم دوسرون کی عبادت کیون کرتے ہو جو اپنے واسطے نفع و ضرر کی قدرت نہین رکھتے تو تم کیا اُمید کرتے ہو پھر جو اللہ تعالے کی عبادت کرے اُس کے ساتھ ان شرکون کی برابری نہین ہو سکتی اور یہ مشرکین کہتے کہ لبیک لا شریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک۔ اور کہتے جیسا کہ اللہ تعالے عز وجل نے خبر فرمائی کہ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی۔ پس اُنکو ملامت کی کہ کوئی خالق نہین جسکی مخلوق تم پر مشتبہ ہو گئی کہ یہ اللہ تعالے عز وجل نے پیدا کی یا دوسرے نے تو شریک کیا اور وہ مالک کیونکر ہوا اور الوہیت کیونکر اُس کو ثابت ہوئی جس سے تم اُسکی عبادت کرنے لگے اور یہ زعم کیا کہ عبادت کرین تاکہ اس سے تقرب اور منافع حاصل و مضرتین دفع کردے حالانکہ وہ خالق نہین اور خود اپنی ذات سے مضرت دور نہین کر سکتا اور نفع نہین سکتا اور یہ قدرت و اختیار صرف اللہ تعالے عز وجل کی شان ہے اور وہی واحد قہار ہے تو اختیار غیر بالکل باطل پس اپنے مثل بے اختیار مخلوق کی عبادت کرنا محض رائے و گمان ہے اور یہی ضلالت ہے پس جن لوگون پر کلمۂ عذاب مقدر ہے وے آیات الٰہی سے انتفاع نہین پاتے بلکہ اپنی رائے و گمان کو دل مین جگہ دیتے ہین اور گمان پر جو اعمال کرتے ہین وہ مثل گمان باطل کے باطل و واہی ہین جو آخرت کے لیے باقی نہین رہ سکتے چنانچہ آیندہ بطور تمثیل کے ارشاد فرمایا کہ آب رحمت سے بقدر وسعت انتفاع پھر حق باقی و باطل و جفا رہے۔

Marfat.com

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا
اللہ واحد قہار نے اُتارا آسمان سے پانی پس بہے وادی بقدر اپنی وسعت کے پس اٹھایا سیل نے پھین چڑھا ہوا

وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ
اور اس چیز میں سے بھی جسپر تم تاؤ دیتے ہو آگ میں بخواہش زیور بنانے یا کوئی متاع بنانے کے پھین ویسا ہی ہوتا ہو یون ہی مثل بیان

يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ڛ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ
کرتا ہو اللہ تعالےٰ حق اور باطل کی پھر وہ پھین تو جاتا رہتا سکھا پھینکا ہوا اور رہا وہ جو نفع دیتا ہو لوگوں کو

فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝
سو ٹھہرتا ہو زمین مین یون ہی بیان فرماتا ہو اللہ تعالےٰ مثلین

حق و باطل کی دو مثلین یکسان مگر ایک پانی کی اور ایک آگ کی بیان فرمائی پس اول قولہ اَنْزَلَ اُتارا واحد قہار نے جو ہر ایک چیز کا خالق اور خود مختار ہے۔ مِنَ السَّمَآءِ سما سے۔ بعض نے کہا یعنے سحاب سے اور بعض نے کہا کہ درحقیقت آسمان سے جو بصورت سحاب اُترتا ہے اُتارا۔ مَآءً پانی یعنے مینہ برسایا۔ اور اس کلام کے اسلوب مین دقائق اشارات مین از انجملہ یہ کہ رحمت الٰہیہ یکسان آسمان سے نازل ہوئی بدون دخل کسی شرک کے۔ فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا پس بہ نکلے وادی یعنے وادیون کا پانی بقدر انکی وسعت کے اور وادی جو میدان دو پہاڑون کے درمیان یا زمین نشیب جسمین پانی کا سیلان ہو اور وہ کوئی صغیر ہوتا ہو کوئی کبیر ہوتا ہو اور اسکے قطعات بھی باہم ملے ہوئے مگر زمین شور و شیرین وغیرہ اقسام زمین کی راہ سے متفاوت ہوتے ہین اور یہان چھوٹائی و بڑائی کی قدر مراد ہے یعنے جس سرزمین پر پانی برسایا گیا وہان کی وادی جسقدر تھین سب پر یکسان پانی برسا ہر ایک مین بقدر اسکی وسعت کے سمایا اور ان وادیون سے سیل جاری ہوئی فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا پس سیل نے برداشت کیا پھین اوپر چڑھا ہوا یعنے سیل مین دو چیزین ایک پانی خالص۔ دوسرا ناکارہ پھین گروہ پھین اوپر چڑھا ہوا بہتا ہو اور خالص پانی بیچارہ اسکی تحت مین دبا ہوا ہو۔ یہ مثال تو پانی کی تھی جسمین صافی نافع جوہر نیچے دبا ہوا اور ناکارہ میل کچیل اوپر چڑھا ہوا تھا اور دوسری مثل آتشی بیان فرمائی بقولہ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ایقاد آگ روشن کرنا پکانے و پگھلانے کے لیے یا اور کسی غرض سے۔ اور یوقدون بیاء تحتیہ قراءۃ حمزہ و کسائی و حفص رحمہم اللہ تعالےٰ ہو اور باقیون نے اُسکو بتاء فوقیہ پڑھا اور خطاب سننے والون کی طرف بدون خصوصیت کسی مخاطب کے ہے۔ اور قولہ۔ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ مفعول لہ ایقاد کا ہے اور یہان تک خبر ہو اور قولہ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ مبتدا ہو۔ اور معنے یہ مین کہ پیدا ہوتا ہے اُس چیز سے جسکو تم زیور یا متاع کی غرض سے آگ مین پگھلاتے ہو ایسا ہی پھین یعنے اونچا چڑھا ہوا اور جو چیز جوہر ہے مثلاً زیور کی صورت مین سونا چاندی اور متاع کی صورت مین تانبا لوہا پیتل رانگ وغیرہ تو اصلی دھات نیچے اور میل کچیل اوپر ہوتا ہے پس یہان پھین سے میل کچیل مراد ہے جو تاؤ دینے سے اوپر آجاتا ہے كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ یون ہی مثل بیان فرماتا ہے اللہ تعالےٰ حق و باطل کو۔ یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل نے حکمت بالغہ الٰہیہ سے ہر چیز و ہر امر مین خواہ ظاہری محسوسات مین ہو یا باطنی سیرت روح و نفس مین ہو حق کی اور باطل کی

یہ مثال فرمائی اور اس کلام سے تنبیہ کردی کہ عالم الغیب کی تمثیل کو بہت غور وفکر سے دیکھو اور جیسے کوئی مخلوق آدمی مثالین لگاتا ہے اسی قدر پر اکتفا مت کرو پس اصلی پانی صاف تو حق کی مثال ہے اور کھین چڑھا ہوا باطل ہے۔ جیسے آتشی مثل مین اصلی دھات صاف تو حق کی مثال ہے اور میل کچیل باطل ہے۔ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً یعنے زبد کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ ناپید ہوجاتا ہے بیکار پھینک دیا گیا۔ یعنے پانی کی سیل اُس کو کنارے پھینک دیتی ہے اور بھٹی وگھریہ سے نکال پھینکا جاتا ہے وہ کسی کام کا نہین ہے حالانکہ تھوڑی دیر ہوئی کہ وہ صاف پانی اور اصلی دھات پر چڑھا ہوا تھا۔ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ۔ اور رہا وہ جوہر جو لوگون کو نفع دیتا ہے فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ تو وہ زمین مین ٹھہرتا ہے اس سے کھیتیان اُگتی ہین اور لوگ پانی سے سیراب ہوتے اور جانور وکیڑے زندہ ہوتے ہین اور لوہا وتانبا وچاندی وسونا وغیرہ لوگون کو نافع ہوتے مین ظاہر ہین۔ پس ایسا ہی انجام حق اور باطل کا ہے کہ ظاہر مین کسی زمانہ مین اگر باطل اونچا اور غالب معلوم ہو تو آخر وہ تھوڑے زمانہ مین برباد ہوجاتا ہے اور حق قائم ونافع ہوتا ہے زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مومن واس کے اعتقاد صحیح ونفع ایمان کی مثل جیسے پانی جس سے زمین کے نباتات تروتازہ پھل پھول میوہ وہر چیز کی حیات ہے اور جیسے یہ جوہر چاندی وسونا وغیرہ کہ باقی رہتے اور طرح طرح کے نفع پہونچاتے ہین اور کافر واُس کے اعتقاد باطل وبیہودگی کفر کی مثل جیسے وہ پھین جو سیلاب پر اترا آیا ہو اور جیسے میل کچیل جو گھریا مین چاندی سونے پر چھایا ہو کہ ظاہر مین اصلی جوہر سے اونچا نظر آتا ہے مگر بہت جلد برباد ہوتا اور پھینک دیا جاتا ہے۔ ابن الانباری رحمہ نے اس آیت پاک کو قرآن کے نازل ہونے اور اس سے انتفاع وانکار کی مثال پر محمول کیا۔ وقال الامام الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر بما حاصلہ آنکہ حق تعالے عزوجل نے اس آیت مین حق کے ثابت وباقی ونافع ہونے کی دو مثالین اور باطل کی فانی وناکارہ اور بظاہر غالب ومرتفع ہونے کی دو مثالین بیان فرمائین وقولہ فسالت اودیۃ بقدرہا۔ یعنے ہر وادی نے اپنی وسعت کے موافق کبیر نے زیادہ اور صغیر نے تھوڑا لیا اور یہ اشارہ قلوب کی طرف ہے کہ بعضے وسیع ہوتے ہین جن مین بہت علوم کی گنجائش ہوتی ہے اور بعضے تنگ وصغیر ہوتے ہین۔ بالجملہ وادی کے سیول پر زبد چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ ایک مثل ہے اور قولہ ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ الخ دوسری مثل ہے کہ جو دھاتین آگ مین گلائی جاتی ہین جیسے چاندی سونا۔ بغرض تیار کرنے زیورات کے یا جیسے لوہا تانبا ورانگا بغرض تیار کرنے متاع کے تو ان مین سے خالص پر زبد یعنے میل چڑھا ہوا اُبلا ہوتا ہے۔ قولہ فاما الزبد فیذہب جفاء۔ یہ انجام ہے کہ زبد سے انتفاع نہین ہوتا بلکہ متفرق ہوکر برباد ہوتا اور پھینک دیا جاتا ہے اور باقی فقط پانی یا صاف دھات رہتی ہین کما قال تعالے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ كَذٰلِكَ جیسے یہ مثل نہایت لطیف ودقیق مگر واضح بیان فرمائی یون ہے۔ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ بیان فرماتا ہے اللہ تعالے عزوجل مثلون کو۔ یہ تاکید ہے کیونکہ اسی آیت مین فرمایا کذلک یضرب اللہ الحق والباطل۔ پھر یہان تک کرر متنبہ کیا کہ اہل عقل اس کے صدق کو آیات سماوی وارضی مین بلکہ اپنے نفوس مین غور کرین اور اللہ تعالے عزوجل نے جو نظام امتحان اس دنیائے ناپائدار مین مقرر فرمایا ہے اور جو انجام ملک دائمی کے اختیار آیات واحادیث مین بیان فرمایا ہے اسپر مطابق کرین اور سمجھ لین کہ حضرت خلاق علیم عزوجل واُس کے حبیب حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کس طرح صاف صاف صریح آگاہ کردیا ہے تاکہ اُن کی عقلین اپنے

Marfat.com

انجام اپنی آغاز سے فکر کرین اور مثل زبد کے باطل کا بظاہر فروغ دیکھکر نفس کی ہوسات مین غرہ نہ ہون وقد قال تعالے تلک
الامثال نضربہا للناس لعلہم یتفکرون - یعنے یہ مثلین ہین جنکو ہم بیان کرتے ہین لوگون کے لیے شاید وے اپنے انجام کی فکر کرین -
اور فرمایا وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون - یعنے یہ امثال ہم بیان کرتے ہین لوگون کے واسطے اور اُن کو
نہین سمجھتا کوئی سواے عالمون کے اقول مُبارک اُن کو جو یہ مثلین سمجھین کہ وہی عالم ہین - اسی وجہ سے بعض سلف نے فرمایا کہ
جب مین قرآن پاک مین کوئی مثل نہین سمجھتا تو اپنے اوپر روتا تھا! ور حافظ امام رح نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض
سے روایت کی کہ قولہ فسالت اودیۃ بقدرہا مثل ہے قلوب کے برداشت وگنجائش کی کہ بقدر یقین وشک کے لیتے ہین پس
شک سے کوئی عبادت کارآمد نہین ہے اور یقین کے ساتھ اللہ تعالے اہل یقین کو نفع دیتا ہے پس منافق کا عمل مثل زبد کے
زائل ہوتا ہے اور یقین کو اللہ تعالے قبول فرماکر باقی رکھتا ہے - اقول اہل باطل مشرک و کافر ومنافق جو اعمال اپنے زعم مین
کرتے ہین اگر مشیت الٰہی مین ہے تو دنیا مین اُن کو اس کا نفع ناپائدار دنیاوی متاع سے ملجاتا ہے اور آخرت مین بحکم قولہ فجعلنا
ہباء منثورا محض ضائع وبیکار پھینک دیے جاتے ہین متقین کے نیک اعمال دنیا مین انکو بقدر مشیت الٰہی نفع دیا جاتا ہے اور اس سے
سے بھی بہت بڑا ذخیرہ عاقبت کے لیے پیدا ہوتا جاتا ہے حتی کہ تسلسل دراز ہوجاتا ہے اور اصل عمل سے آخرت مین باقی رہتا ہے
بحکم قولہ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا الآیہ - اور عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن عباس رض سے اسکی تفسیر مین مانند مذکورہ بالا
روایت کی اور یون ہی مجاہد وحسن بصری وقتادہ وعطاء وبہت سے سلف وخلف سے اس کی ایسی تفسیر مروی ہے - قال المترجم اور
اس آیت مین علاوہ اعمال صالحہ کے نفس یقین وشک وغیرہ کی مثال ہے کیونکہ یقین وقت نزع روح کے نہایت پاکیزہ واضح باقی
ہوجاتا ہے - اور باطل اسوقت آدمی کو ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ محض باطل تھا کیونکہ حق کھل جاتا ہے مگر افسوس کہ وہ بیچارہ بدبخت اس
وقت مجبور ہے اور یون ہی ہر ایک چیز باطل جو دنیاوی زینت مین نظرون مین بمقابلہ مستان مسجد کے جہان بوریے مین آنکھون
مین زیادہ رونق کے ساتھ سماتی اور اونچی معلوم ہوتی ہے ولیکن باطن مین مسجد منہ واعلے ہے اور سجے ہوئے مکانات برباد ناکارہ
جنکا ظہور چند روز بعد وقت موت کے ظاہر ہوجاتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک لطیف دقیقہ انسان کی زندگی کا بیان
ہے کہ اس دنیا مین اللہ تعالے عزوجل نے اُن کو دو فرقہ کر دیا ایک وہ جو توحید وایمان پر ہین اور دوم سب ملت کفر ہے اور امتحان
اسطرح کیا کہ بسا اوقات اہل ایمان پر تنگی وتکلیف وعوارض قربات جو در اصل رحمت ہین نازل ہوتے ہین بخلاف ملتہا ے
کفر کے کہ وے اکثر احوال مین تندرست وفارغ البال ہوتے ہین پس امتحان کی آسائش مین چرخ دیے جانے کے وقت حق و
باطل جدا ہوجاتا ہے کبھی بظاہر باطل کو بلندی وعروج ہوتا ہے لیکن وہ در واقع برباد وخوار ہے اور شیخ امام رح نے اشارہ کیا کہ
حق تعالی عزوجل نے اہل باطل ونفاق کے لیے شروع سورہ بقرہ مین دو مثلین بیان فرمائین ایک آبی اور دوسری آتشی پس
آتشی قولہ تعالے مثلہم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حولہ ذہب اللہ بنورہم الآیہ اور مثل آبی قولہ او کصیب من السماء فیہ ظلمات
ورعد وبرق الآیہ - اور یون ہی سورہ نور مین کافرون کی دو مثلین فرمائین کما قال والذین کفروا اعمالہم کسراب بقیعۃ الآیہ اور سراب کا
وجود شدت گرمی وحرارت مین ہوتا ہے اسیواسطے حدیث مین ہے کہ قیامت کے روز یہود سے کہا جائیگا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو کہینگے کہ اے
رب ہم بہت پیاسے ہین تو کہا جائیگا کہ وہان جاتے نہین جہان تم پانی کا گمان کرتے ہو پس سراب دیکھکر جا پہونچینگے ناگاہ دوزخ مین داخل

Marfat.com

ہونگے کہ وہ سراب کی طرح موجین مارتی ہوگی پس یہ مثل تو آتشی ہے اور دوسری الے قولہ تعالے کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج الآیہ
اور یون ہی وحی خفی حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین ہے ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ہدایت وعلم جس کے ساتھ اللہ تعالے عز وجل نے مجھے بھیجا اُس کی مثال جیسے کثیر باران رحمت ایک زمین کو پہونچا
پس اس مین ایک ٹکڑا تھا جس نے پانی جذب کیا اور بہت گھاس وبکثرت اناج اُگایا (جس سے جاندارون وآدمیون
نے بہت نفع اُٹھایا) اور اس مین ایک ٹکڑا خالی جوف تھا اُس نے اپنے اندر پانی بھر لیا پس اس سے بھی اللہ تعالے عز وجل نے
لوگون کو نفع دیا کہ خود پیا اور جانورون کو پلایا اور سینچا درکھیتی کو پانی دیا اور اس مین ایک ٹکڑا چٹیل میدان ٹیکرا تھا کہ
نہ پانی روکا اور نہ نباتات اُگائی پس یہ مثال ہے اُس شخص کی جس نے دین الٰہی مین فقہ حاصل کی اور جس چیز کے ساتھ مین بھیجا
گیا ہون اس سے نفع پایا پس علم حاصل کیا اور سکھلایا اور مثال ہے اُس شخص کی جسنے سر نہ اُٹھایا اور میرا ہدیہ قبول نہ کیا۔ رواہ
فی الصحیحین۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثل اور تم لوگون کی مثل
ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ لگائی جب اُس کا گرد و نواح روشن ہوا تو کیڑون پتنگون نے آگ مین گرنا شروع کیا
اور اُس نے روکنا شروع کیا اور وے اس پر چڑھے آتے اور مُنھ کرکے گرتے جاتے تھے پس ایسی ہی میری تمھاری مثال ہے کہ
مین تمھاری کمرون کو پکڑے آگ سے مانع ہون اور کہتا ہون کہ اس سے بچو اور تم مجھپر غلبہ کرکے اسی مین گرے پڑتے ہو۔ رواہ احمد
والبخاری ومسلم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وللہ یسجد من فی السموات الآیہ بعض نے کہا کہ سجود دو قسم ہے ایک اپنے وجود سے اور دوم
قلب سے پس سجود نفس وہ انقیاد الٰہی ہے کہ ہر نفس کو جسواسطے پیدا کیا ہے وہ اسی راہ پر چلتا ہے اور زیادہ عزیز الوجود وہ شخص ہے
جو دونون وصف سے ساجد ہے پھر حق تعالے عز وجل نے بندون کو معرض امتحان مین حق وباطل کے وصف سے ممیز فرمایا بقولہ تعالے
قل ہل یستوے الاعمی والبصیر الآیہ اور اس مین اشارہ مراتب حق کے درمیان بھی ظاہر ہے چنانچہ اقرار حق مین جن لوگون کی چشم بصیرت
دیدار قدم ومشاہدہ انوار ازل سے محروم ہے وہ کیونکر برابر ہوگا ایسے شخص سے جو جمال حق بچشم حق بصفت سرمدیت بدون غاشیۂ
طبیعت ومعارضۂ خلقت بشاہدہ کرتا ہے اور نفس کے دو وتاریک کا منظر کر یہ کیونکر برابر ہو روح کے انوار لطیفہ سے جو مجلس انس مین
مشرق قدس سے تابان ہے حالانکہ دونون میدان عبودیت مین ہین اور یون ہے جو بنور روحانی عین مشاہدہ الیقین مین ہے اس کے
ساتھ گفتگوے زبانی واستدلالی کا مدعی کیونکر مساوی ہوگا واحق کہ روشن چہرے عارفین کے مقابلہ مین قربات مین ڈوبے مدعین کو
کچھ برابری نہین ہے اور حسن صنعت صانع عجیب ہے کہ نور وظلمت مین اسقدر التباس ہو جود شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعہ نے فرمایا کہ جس کو
توفیق عطا ہوئی اور خدمت سے سرفراز ہوا اسکے ساتھ محروم ومطرود برابر نہین شیخ ابو حفص رحمہ اللہ تعہ نے کہا کہ درحقیقت اندھا وہ ہے
جو مخلوقات سے خالق کو پہچاننے کا مدعی ہوا اور بینا وہ ہے کہ خالق عز وجل سے مخلوق کو پہچانے ۔ شیخ استاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ منجملہ
تاریکیون کے تدابیر پر دل رکھنا اور منجملہ توفیق کے شہود تقدیر کی روشنی مین جانا۔ اقول یعنے تدبیر کو عین تقدیر خیال کرنا چنانچہ
حدیث مین یہ اشارہ موجود ہے کہ بعض نے تدبیر کا ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ بھی تقدیر ہے۔ قولہ تعالے انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ الآیہ
اس کے اشارات سے یہ ہے کہ باران رحمت سے تفہیم ہے نزول تجلیات صفات واسماء وافعال بر بین قلوب اولیاء واصفیاء پس
جیسے رادی اپنی وسعت کے موافق باران رحمت اٹھاتے ہین اُنکے قلوب بھی باران رحمت تجلیات بقدر اپنی استعداد کے اُٹھا کر محبت و

لہ فاعل یعقل آگ اور دانا کو روکنے والا

معرفت و توحید و کمال مین متفاوت مقامات پر ہوتے ہین اور جیسے سیول وادی مین زبد ہوتا ہے ان مین علیٰ قدر مراتب صفات
بشریت غلبہ کرتے ہین اور دیدار غیب سے روکتے ہین ولیکن جنکو یہ رحمت درحقیقت نصیب ہوئی ہے انپر متواتر باران رحمت
و متوار د نسیم صبا سے یہ اوصاف طبیعت مثل بچپن کے یا ظاہری شدائد و صعوبات یا محبت کی آگ مین جلکر یا خشک ہوکر اڑجاتے
ہین اور ان کی ہمت عالیہ جاری ہوکر قلوب کو جواہرات حکمت و مشاہدات سے لبریز کردیتی ہے پس ریاء و سمعت و شرک
و شک و نفاق حتے کہ خطرات مذمومہ سے پاک ہوکر بحر مشاہدہ مین صافی ظاہر ہوجاتے ہین اور یہ سب اس رحمت الٰہیہ کی
برکت سے جو بلا واسطہ و بلا سبب کے ان کے حق مین نازل از ازل ہے اور جیسے باران رحمت آسمان سے بدون سبب کے
جو بندون کی طرف سے ہووے نازل ہوتا ہے بلکہ محض فیض قدیم ازلی ہے یون ہی فیوض باطنہ بلا علت و سبب مین
کیونکہ نزول رحمت توفیق و ایقان کے بعد بندے سے عبادات و طاعات سرزد ہوتے ہین پس یہ محض فیض قدیم ازلی ہے
جس کی حکمت وہی پاک کا پروردگار عالم الغیب ہے پس اس باران سے آب رحمت ان قلوب مین بقدر وسعت
جاری ہوتا ہے چنانچہ بعض مین بحر الذات سے اور بعض مین صفات اور بعض مین اسماء و صفات و نعوت و افعال سے
پس جو بحر الذات سے ہے وہ موحدین و عارفین و منفردین و متجردین کے قلوب مین جاری ہے اور وہان سے اوصاف
بشریت سب زائل کردیتا ہے حتیٰ کہ وہ خود فراموش ہوجاتے ہین بقاء صرف ذات وحدہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور جو بحر الصفات
سے ہے وہ قلوب عاشقین و محبین و مشاقین مین جاری ہوتا ہے اور وہان سے اوصاف نفوس و میل کج پل طبیعت کا دور لا دیتا ہے
اسی وجہ سے بے اختیار جذب مین وجد کرتے ہین اور جو بحر نعوت سے ہے وہ قلوب مومنین و مکاشفین مین جاری ہے جس نے غبار
خطرات و ہواجس زائل ہوتا ہے اور دقائق و حقائق پیدا ہوتے ہین اور جو بحر اسماء سے ہے وہ قلوب مخلصین و متعبدین پر جاری ہے
جس سے وسواس شیطان اور میل بدنیائے فانی زائل ہوتا ہے اور حکمت و فطنت پیدا ہوتی ہے اور جو بحر افعال سے ہے وہ مریدین
کے دلون پر جاری ہے جس سے شہوات زائل اور حسن معاملات و مراقبات پیدا ہوتے ہین سبحان اللہ تعالےٰ شانہ کہ اقسام
رحمت سے اقسام قلوب مخصوص ہین اسطرح کہ ہر قسم رحمت کے واسطے ایک خاص قسم کا قلب متعین فرمایا ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ
علیہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے ایک صاف موتی پیدا کرکے بعین الجلال ملاحظہ فرمایا وہ حیا سے پانی ہوکر روان ہوا
جس قلب کو اس سے نصیبہ ملا اُسی کی صفا ہے اور ہر قلب اس سے بقدر وسعت مستفیض ہے اقول یہ قول متوقف رہیگا یہانتک
کہ وحی الٰہی عز وجل سے اُس کا نشان ثابت ہو کیونکہ یہ حال غیب ہے فافہم۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسکے اشارہ مین
بندے کی حالت کا بیان ہے کہ وادی مین جب سیل روان ہوتی ہے تو کسی قسم کی نجاست ہو اسکو بہا لیجاتی ہے اسیطرح جب
وہ نور بندہ مین سیلان کرتا ہے جو حق تعالےٰ عز وجل نے اس بندے کی قسمت مین مقدر فرمایا ہے تو نجاسات باطنہ مانند غفلت و
تاریکی وغیرہ کے سب دور ہوجاتی ہین اور خالص نور رہجاتا ہے جو باقی و اسکے حق مین نافع ہے پس قلب منور ہوجاتا ہے اور
شہوات ناکارہ و خیالات فاسدہ و اعتقادات باطلہ زائل ہوکر اعتقادات حقہ و حقائق ثابتہ روح کے ساتھ باقی رہجاتے ہین
قال المترجم اگر وہم ہو کہ یہ اشارہ نہین بلکہ تفسیر ہے تو جواب دیا جاوے کہ نہین کیونکہ عام تفسیر تو کافرون کے اعتقادات
و اعمال کے بطلان اور مومنون کے اعتقادات و اعمال کا قیام ہے اور شیخ نے مومنون مین پھر اس طرح تفصیل بطریق اشارت

Marfat.com

نکالی کیونکہ کفر وشرک کی نجاسات انتہا درجہ کی ہین کہ ان کے جلانے کے لیے آتش جہنم لائق ہے اور مومنون کے درمیان جن کے اعتقاد مین توحید الٰہی آگئی ہو مگر غفلت وغیرہ سے نجاسات فسق ہون وہ بھی صاف نہین ہین حتی کہ بعضے ان مین سے کسی مدت تک آگ سے پاک کیے جاوینگے ۔ اور اصل اس مین قولہ علیہ السلام فرش علیہم من نورہ الحدیث یعنے مخلوق کو خالق عزوجل نے تاریکی مین پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور سے چھڑکا پس جسکو اس نور سے حصہ ملا وہ راہ راست پر آیا اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہوا پس اہل ایمان کم وبیش اس نور سے حصہ پائے ہوئے ہین فلیتامل فیہ۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے انواع رحمت نازل فرمائین اور ہر قلب نے اپنا حصہ پایا پس جو قلب منور بنور توفیق تھا اس مین چراغ توحید روشن ہوا اور جو مؤید بنور توحید تھا اس مین چراغ معرفت روشن ہوا اور جو منور بمعرفت تھا اس مین چراغ علم وحکمت روشن ہوا اور جو منور بمحبت تھا شائق ہوا اور جو منور بشوق تھا مقرب ہوا اسیطرح قلوب بقبضۂ قدرت الٰہیہ ہین کہ انوار مشاہدہ کے لیے ایک حالت سے دوسری حالت پر بدلتے رہتے ہین۔ قولہ تعالےٰ عزوجل ومما یوقدون علیہ فی النار الآیہ۔ اعمال ظاہری وباطنی وان سے حصول معارف غیب کو زمین کے سونا وچاندی وغیرہ فلزات اور گداختہ کرکے زیور ومتاع بنانے کے نتیجہ سے تشبیہ دی گئی پس جسطرح آگ مین گلانے سے میل دور اور اصل صاف باقی رہتی ہے جو کار آمد ہے اسیطرح اعمال ظاہر وباطن کہ آتش صبر ومحبت مین اخلاص کے ساتھ گداختہ ہو کر خواہش وشہوات فانیہ کا میل زائل ہوتا ہے اور شرک وریاکاری جو نفس واغیار سے متعلق ہے زائل ہو کر جو خالص اللہ تعالےٰ عزوجل کے لیے ہے نافع رہ جاتا ہے حتی کہ اگر کسی مومن کے تمام اعمال ظاہری محض ریاکاری ہون تو اسکے پاس کچھ بھی نہ رہیگا اور اگر باطنی حتے کہ ایمان بھی سوائے اللہ تعالےٰ عزوجل کے کسی دوسری چیز کی وجہ سے ہو تو ایمان بھی نہ ہوگا یعنے یہ محض نفاق ہے آیا نہین دیکھتے کہ منافقون کے اقوال واعمال صورت مین مومنون کے مانند تھے مگر ان کی نسبت جہنم کی درک اسفل مین ٹھکانا بیان فرمایا ہے کیونکہ ظاہری یا باطنی کوئی عمل ان کا اللہ تعالےٰ عزوجل کے لیے نہین رہا اور مسلمانون کو فریب دینا اور حظوظ دنیاوی کو اس کے ذریعہ سے حاصل کرنا جو غور نظر مین بکثرت بد حرکات کو شامل ہین ان کے پاس رہے بخلاف کافرون کے کہ انھون نے کوئی فریب نہین دیا ہے۔ پھر لکھا کہ ایسا ہی حال خطرات کا ہے چنانچہ جو الہام از جانب حق عزوجل ہو وہ قلب مین باقی رہتا ہے اور وسواس نفس وشیطان کو زوال ہے خصوص جبکہ بندہ نے اپنے رب تبارک وتعالےٰ عزوجل سے ہر باطل خطرہ سے پناہ مانگی ہو پس یہ بے اصل خطرات واہیات بسبب غلبۂ معرفت ومحبت کے فوراً زائل ہو جاتے ہین۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو احوال صادقہ ہوتے ہین ان کی برکت قلب مین ثابت ہوتی ہے اور جو اس کے سوائے ہو وہ زائل اور اس کی کچھ بھی بھلائی دل مین نہین رہتی ہے بعض نے کہا کہ قلوب بمنزلہ ظروف ہین اور ہر ظرف محدود ہوتا ہے بخلاف قلوب کے کہ انکی وسعت سے اللہ تعالےٰ عزوجل آگاہ ہے پس مثل وادیہائے زمین کے جو حقیر چیز ہے ان قلوب کے وادی ہین پس بعض قلب مین سیل توبہ واستغفار جاری ہے اور بعض مین سیل ترحم وبعض مین سیل خوف اور کسی مین سیل امید اور کسی مین سیل معرفت اور کسی مین سیل انس روان ہے پھر ہر ایک ان سیول جاریہ مین سے قلب کے اندر اللہ تعالےٰ عزوجل سے قرب پیدا کرتی ہے پس یہ قلوب وہ ہین جن مین سیول قربت جاری ہین اور علاوہ انکے دوسری قسم کے قلوب ان کے خلاف ہین جنمین سیول لعنت جاری ہین

Marfat.com

اور توفیق سے محروم اور شقاق ونفاق کے غار میں گرتے ہیں یہان تک کہ مقام اشقیا جہنم پر خاتمہ ہے۔ قال المترجم بعض نے اس کے اشارہ میں کہا کہ دنیا میں جو امور مرغوب ونعمات الٰہیہ میں اُن میں اصفیا کو کمال اختیار کرنا پڑتا ہے اور عموماً خلق کو نفع پہونچانا خواہ مومن ہو یا کافر ہو اور حیات فانیہ میں محبت وحلم وآہ وگریہ یاد حق عزوجل سے روح کے لیے زینت ہے اور بغیر اسکے جوہر مصفا نہوگا اور مومن کو ہمیشہ مکروہات پہونچینگے یہانتک کہ پاک صاف جہان سے عالم جاودانی میں عیش کرے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔ اور کہا جاتا ہو کہ جب دل میں انوار چمکتے ہیں تو تاریکی زائل کر دیتے ہیں پس یقین سے شک دور ہوجاتا ہو اور علم سے جہالت اور معرفت سے انجان ہونا دور ہوتا ہے اور نور مشاہدہ سے آثار بشریت زائل اور انوار جمع سے آثار تفرقہ زائل ہوتے ہیں اور حقائق کے ظہور سے نافی خواہشین دور ہوتی ہیں اور جب آفتاب معرفت طلوع کرتا ہے تو دل سے تاریکی کہ کسی چیز کی کچھ تاثیر ہو بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ بالجملہ جن قلوب نے نفع پایا اور جو منکر ہوئے انکا انجام بیان فرمایا

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا

انکے لیے جنھون نے قبول کیا اپنے ربکے واسطے بہت بھلائی کی بخشش ہو اور جن لوگون نے نہ مانا اپنے رب کے لیے اگر انکے ملک میں ہوتی سب وہ چیز جو

فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬

جو زمین میں ہے پوری پوری اور اتنی ہی اسکے ساتھ ہوتی تو اسکو عذاب سے اپنی جان بچانے کا فدیہ دیتے یہی لوگ ہیں جنکے لیے سخت برا حساب

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۠

اور ٹھکانا انکا جہنم ہو اور برا پالنا ہے یہ جہنم

آیت سابق میں اہل حق وسعادت کی اور اہل باطل وشقاوت کی دو مثالیں بیان ہوئین بدین معنے کہ اہل سعادت نے ہدایت کا حصہ لیا اور انکے اعمال ظاہر وباطن اُن کے لیے نافع وباقی رہے اور اہل شقاوت نے ہدایت سے کچھ حصہ نہ پایا اور انکے اعمال باطل وبیکار گئے کیونکہ غرض اُن کی دنیاے فانیہ کے کچھ حظوظ وشہوات تھے جو مرتے ہی زائل ہو گئے اب ان دونون کا انجام آخرت کا بیان فرمایا کہ ہر ایک فریق نے اپنے لیے کیا کمایا ہے فقال عزوجل۔ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ استجاب بمعنی اجابت یعنے حکم وفرمان کو جو بزبان حضرت رسول رب العالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا اُسکو مانا وقبول کیا اور باب استفعال سے تعبیر فرمانے میں شوق کا اشارہ ہو کیونکہ جیسے استغفار یعنے طلب مغفرت میں بندے کی طرف سے رغبت ہو ویسے ہی ایمان وہدایت قبول کرنا برغبت چاہیے گویا یہ بندے پہلے سے منتظر تھے کہ پکار ہو اور دوڑین پھر خبر کو مبتدا پر مقدم کیا تاکہ شوق سے دل کی نگاہ رکھو کہ جن لوگون نے رغبت سے قبول کیا اپنے رب کی ہدایت کو اور یہ قبول کرنا خالص رب عزوجل کے واسطے ہوا بدون کسی درخواہش کے تو اُن کے لیے کیا نعمت ہے وہ نعمت۔ الحُسْنٰى ہی جمہور مفسرین وابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنت ہو اور اہل معانی نے کہا کہ الحسنیٰ نہایت خوب منفعت عظمی جسکے ساتھ عزت کا لگاؤ ہو اور کبھی اُسکے زائل ہونے کا گمان بھی نہ ہو اور اکرام وعزت کے ساتھ ملے۔ بالجملہ اس نعمت کو الحسنیٰ سے تعبیر فرمایا پس سننے والے متنبہ ہو گئے کہ ہمارا خالق عزوجل دینے والا جو ہم کو پیدا کرنے والا ہے وہ اُس کو حسنیٰ فرماتا ہے تو اُس کی شان اسقدر بڑی والیسی خوب وعالی ہے کہ ہمارے خیال وقیاس وگمان ووہم سے باہر ہے سراج مین کہا کہ اس مقام پر حسنیٰ کے ساتھ زیادہ نہیں فرمایا اسوجہ سے کہ دوسری آیت میں فرمادیا ہے اول یعنے قولہ تعالے

للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ۔ اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے وہان ذکر کیا کہ زیادہ کی تفسیر دیدار باری تعالےٰ جل شانہ ہے
جیسا کہ حضرت ابوبکر الصدیق و حذیفہ بن الیمان و عبداللہ بن عباس و جماعہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی تعداد شمار سے زیادہ ہے
اور سعید بن المسیب و عبدالرحمن بن ابی لیلے و عبدالرحمن بن سابط و مجاہد و عکرمہ و ضحاک و عامر بن سعد و عطاء و
قتادہ و حسن بصری و سدی و محمد بن اسحاق و جم غفیر سلف و خلف سے مروی ہے اور بہت احادیث کثیرہ صحیحہ ہین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہین اور مترجم نے وہان تحقیق و توضیح کے ساتھ کلام ذکر کر دیا ہے اور جس کسی فرقہ نے اپنے اوہام و قیاسات
کی وجہ سے دیدار باری تعالےٰ کو محال سمجھا اور انکار کیا اُس نے دنیا ہی مین اپنے اوپر کافر ہونے کی گواہی قرآن پاک سے لے لی
کیونکہ حق تعالےٰ عزوجل نے فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ یعنی کفار اُس روز اپنے پروردگار سے پردہ مین رکھے جاوینگے یعنے
اُن کو نعمت عظمیٰ دیدار نہ ملے گی اور ان آیات کے معنے بدلنا گویا انکار کرنا ہوا۔ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ اور جنھون نے نہ
مانا اپنے رب کے فرمان کو یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنا رسول بھیجا اور قرآن پاک ہدایت اُسکے ساتھ کیا اگر اُنھون نے رسول کو نہ
مانا اور نہ قرآن پاک سے انکار کیا اور اپنی رائے مین آخرت کو صحیح نہ جانا اور دنیاوی دولت و پریشان زندگی کے سوائے کسی بیفکر و پاکیزہ
زندگی کو نہ مانا اور جملہ علوم حقیقیہ و اخلاق حسنہ سے منھ موڑا یا ظاہر مین کسی دنیا کی دولت کے لیے مانا اور خالص اللہ تعالےٰ عزوجل اپنے رب
کے لیے نہ مانا تو اُنکے انجام کار کی باتین حالتین فرمائین ایک تو یہ کہ۔ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اگر آخرت کے
عذاب دیکھنے کے وقت ان کی ملکیت مین ہوتا وہ سب جو زمین مین ہے پورا پورا حالانکہ دنیا مین کبھی اُنکو حاصل نہ ہوا تھا بلکہ نہایت ہی
حقیر ملا تھا جس پر کفر کرنے لگے تھے اور آخرت کے عذاب کے سامنے اُن تمام جو کچھ دنیا مین ہے سب اُن کو ملتا۔ وَمِثْلَهُ مَعَهُ اور
اُس کے ساتھ اتنا ہی ملجاتا۔ لَافْتَدَوْا بِهِ تو اس دو چند کو دیکر اپنی جان چھڑاتے حالانکہ اُن کو وہان کچھ بھی نہ ملیگا اور اگر
دونا ملجاتا جب بھی کچھ قبول نہ ہوتا پس یہ بیان ہے کہ جب تک حیات دنیاوی ہے تب تک حقیر خواہش نفس نہین چھوڑتے
اور حقیر متاع دنیا سے منھ نہین موڑتے حالانکہ یہ سب ان کی ملک سے چھینی نہین جاتی بلکہ انصاف کے ساتھ اس مین تصرف
کرنے کو کہا جاتا ہے اور آخرت مین حقیر کیا بلکہ سب کامل بلکہ اُس سے بھی دوچند فدیہ دینے پر رضامند ہونگے ولیکن حق تعالےٰ
عزوجل نے بندگی و عبودیت کی حد اس حیات دنیا تک رکھی ہے پھر کچھ قبول نہ ہوگا۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ۔ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ۔ اے الحساب السوء۔ انھین لوگون کے حق مین بُرا حساب ہے۔ بعض نے کہا کہ بُرا حساب یہ کہ سب گناہون
پر مواخذہ ہو کچھ بخشا نہ جاوے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اُن کے کفر نے سب اُن کے اعمال ردی و ناکارہ و باطل کر دیے۔ یعنے
اب بدلا سوائے بُرائی کے نیک کچھ نہین رہا۔ بعض نے کہا کہ سوء الحساب مناقشہ ہے یعنے محاسبہ پورا لیا جاوے قال الحافظ
رحمۃ اللہ علیہ یعنے ہر صغیرہ و کبیرہ پر ان سے حساب لیا جاوے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جس کسی سے حساب مین مناقشہ ہوگا وہ
ہلاک ہو جائے گا۔ اور تیسری حالت وہ درحقیقت اُنکا انجام ہے یعنے۔ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور ٹھکانا ان لوگون کا جہنم
ہے۔ علماء نے کہا کہ جیسے خلقت مین نجاست کے کیڑے کا ٹھکانا پاکیزگی مین نہین ویسے ہی یہ لوگ اپنے لائق جگہ
پر جاوین گے۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ اور جہنم بہت بُرا پالنا ہے۔ عجب شان الٰہی ہے کہ جن کا یہ ٹھکانا ہے انکو خوف
و علم نہین اور جن کا نہین ہے وہ جانتے و خائف ہین یعنے انبیاء و مومنین کا یہ ٹھکانا نہین مگر وہ دوزخ کو جانتے اور اس سے

Marfat.com

پناہ مانگتے ہیں برخلاف کافروں کے جن کا یہی ٹھکانا ہے۔

اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ کَمَنْ هُوَ اَعْمٰی ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ

بھلا کیا جو شخص یہ جانتا ہو کہ جو اُتار گیا تجھ پر تیرے رب سے وہ حق ہو وہ شخص مثل اُس شخص کے ہو جو اندھا ہو یہ تو وہی سمجھتے ہیں

اُولُوا الْاَلْبَابِ ۙ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ۙ وَ الَّذِیْنَ

جو عقل والے ہیں ایسے لوگ ہیں کہ پورا کرتے ہیں اللہ تعالےٰ کا عہد اور توڑتے نہیں مضبوط اقرار کو اور ایسے لوگ ہیں

یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ؕ

کہ جوڑتے ہیں وہ جسکا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ جوڑا جاوے اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور خوف کرتے ہیں برے برے حساب سے

وَ الَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا

اور ایسے لوگ ہیں جنھوں نے صبر کیا آرزو میں اپنے رب کے دیدار کے اور قائم رکھی نماز اور خرچ کیا اسمیں سے جو ہم نے

رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً وَّ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ

انکو رزق دیا تھا چھپا کر اور کھلے اور دور کرتے رہے نیک کام سے برائی کو یہی لوگ ہیں جنکے لیے

عُقْبَی الدَّارِ ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ

آخرت کا گھر ہے باغ تروتازہ ہیں ہمیشہ قیام کے جنمیں داخل ہونگے وہ خود اور جو کوئی صالح ہوا اُنکے باپ دادوں میں سے اور انکی بیبیان

وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓئِکَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ ۚ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ

اور بال بچے اور اُن کے پاس آوینگے فرشتے ہر دروازہ سے سلام علیکم ہے

بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ؕ

تم پر سلامتی ہو عوض اُسکا جو تمنے صبر کیا تھا سو آخرت کا گھر کیسا اچھا ہو

اوپر کی آیات میں برا انجام کفر کا بیان فرمایا ولیکن کافر بسبب جہل کے نہیں جانتا اور آیات و دلائل سے عبرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ چشم بصیرت سے اندھا ہے ولیکن بینا کو یقین منور کرتا ہے لہذا فرمایا۔ اَفَمَنْ یَّعْلَمُ کیا جو شخص جانتا ہو یہ بات کہ۔ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ جو اُتارا گیا تجھ پر تیرے رب کی طرف سے حق ہے اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے پس وہ سب نصیحتوں پر ایمان لا کر نیک اعمال کرتا ہے۔ کَمَنْ هُوَ اَعْمٰی مانند اس شخص کے ہے جو بصیرت سے اندھا ہے یعنی ہرگز نہیں۔ روایت ہے کہ نزول اُس کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابن عبد المطلب اور ملعون ابوجہل کے حق میں ہوا یعنے حمزہ رضہ اہل علم و یقین و معرفت سے ہیں اُن کے ساتھ ابوجہل جاہل منکر کی کچھ برابری نہیں۔ اور خازن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آیت کے معنے عام ہیں اگرچہ سبب خاص ہو۔ حاصل یہ کہ جو کوئی حق کو دیکھتا واس کی اتباع کرتا ہے وہ برابر نہیں ہے اُس شخص کے جس کو حق نظر نہیں آتا اور بدراہ چلتا ہے۔ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ انھیں کو نصیحت نفع دیتی ہے جو اصحاب عقول ہیں کیونکہ جاہل بے عقل ناسمجھی سے راہ نہیں پاتا بلکہ گمراہی کو راہ سمجھتا ہے اور اہل عقل معنی کو سمجھتے اور ہر صورت سے معانی کو اور ہر پوست سے مغز کو حاصل کرتے ہیں پھر اہل عقل کی شناخت و اُن کا مرتبہ بیان فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ ایسے

Marfat.com

لوگ ہین کہ جو پورا کرتے ہین اللہ تعالے عز وجل کا عہد یعنی جو اللہ تعالے کی ربوبیت کا اقرار اپنے اوپر کیا اور اللہ تعالے عز وجل نے رسول بھیجے اور کتابین نازل فرمائین اور ان مین عہد طاعات بجا لانے و نافرمانی سے باز رہنے کے لیے ہین سب عہد الٰہی تعالے پورا کرتے ہین۔ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ اور توڑتے نہین عہد کو خواہ خالص اللہ تعالے عز وجل کے ساتھ ہو یا بندون کے ساتھ ہو خواہ نذر ہو یا قسم ہو۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے عز وجل کے عہد و میثاق کی پابندی کو قرآن پاک مین کچھ اوپر بیس جگہہ ذکر فرمایا ہے۔ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ اور وہ لوگ ہین جو ملاتے ہین وہ چیز جسکے ملانے کا اللہ تعالے عز وجل نے حکم دیا ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ مراد صلۃ الرحم ہے یعنے پیٹ سے پیدائش کا ناتا جس حد تک ہو اُس کو قطع کرنا حرام اور اس کو ملانا ثواب ہے اور بعض احادیث مین قطع رحم کبیرہ گناہ ہے وفی الحدیث صلوا الارحام وافشوا السلام الحدیث یعنی لوگون کو مدینہ مین جو نصیحت شروع فرمائی از انجملہ فرمایا کہ ناتون کو ملاؤ اور آپس مین جان پہچان ہو یا انجان ہو سب کو سلام کہو یعنے تم پر اللہ تعالے عز وجل کی سلامتی و رحمت رہے اور حدیث مکارم اخلاق مین ہو کہ صل من قطعک الحدیث یعنے تیرا ناتے والا اگر ناتا کاٹنا چاہے تو اُس سے مل۔ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ رحم لٹکا ہوا ہے عرش الرحمن سے دعا مانگتا ہو کہ جو مجھے ملاوے اللہ تعالے عز وجل اُسکو ملا دے اور جو مجھے قطع کرے اللہ تعالے عز وجل اُس کو کاٹ دے۔ واضح ہو کہ الرحمن باری تعالے کے اعظم اسماء صفات سے ہو اور الرحم اس سے مشتق ہو اور عبد الرحمن بن عوف نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث قدسی مین روایت کی کہ حق تعالے عز وجل فرماتا ہو کہ جس نے رحم کو ملایا مین اُسکو ملا دونگا اور جس نے کاٹا مین اُسکو کاٹ دونگا۔ اقول ایسے احادیث مین فضیلت زبان عربی کی ظاہر ہے اور عرب نسل جہان جہان ہو اُن کی صحت نسب کی دلیل یہ ہے کہ باہم کنبہ و ناتے والے میل جول سے ہون اور اگر پھوٹ ہوئی تو نقص کی دلیل ہو۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوع روایت کی جسکو اچھا معلوم ہو کہ اللہ تعالے عز وجل اُسکے رزق مین فراخی دیوے اور اسکے اثر مین تاخیر فرماوے تو اسکو چاہیے کہ ناتا ملاوے۔ علماء نے کہا کہ اثر مین تاخیر سے مراد اُس کی عمر مین زیادتی ہو یعنے اگر صلہ رحم کرے تو اسکی عمر اسقدر دراز ہو۔ سراج مین لکھا کہ یہی مشہور ہو کہ فی الحقیقۃ عمر مین زیادتی ہو جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ متبرک طریقہ سے عمر گویا زیادتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ اُسکے آثار خیر دیر تک قائم رہینگے گویا وہ زندہ ہو اور شاید اُسکے نسل دیر تک قائم رہنی مراد ہو۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوع روایت ہو کہ مکافی واصل نہین بلکہ واصل وہ ہے کہ اُس سے ناتا کاٹا جاوے اور وہ ملاوے اور روایت ہے کہ قیامت مین رحم عرض کریگا کہ اے میرے رب مین قطع کیا گیا اور امانت کہیگی کہ اے رب مین چھوڑ دی گئی اور نعمت کہیگی کہ اے میرے رب میری ناشکری کیگئی۔ فضیل بن عیاض کے پاس ایک جماعت حاضر ہوئی آپ نے پوچھا کہ تم کہان کے ہو بولے کہ خراسان کے فرمایا کہ اے لوگو اپنے رب سے تقوے اختیار کرو چاہے جہان کے ہو اور آگاہ رہو کہ اگر کوئی بڑا نیکو کار پورا بنجاوے مگر اُسکے گھر مین ایک مرغی تھی اُسکے ساتھ بُری طرح پیش آتا تھا یعنی اچھی طرح برداخت نہ کرتا تو وہ محسنین مین سے نہین ہو سکتا۔ مسئلہ۔ کافر ناتے دارون سے صلہ رحم مین ثواب ہو اگرچہ وے لوگ اسلام سے لڑتے ہون مگر نقد روپیہ و ہتھیار ایسے ناتے دارون کو نہ دیوے جو اسلام سے قتال کرتے ہون۔ دقیقہ جنگ بدر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو پیش قدمی

Marfat.com

کرنے دی تو اسوجہ سے نہ تھا کہ جہاد مین تاخیر کی بلکہ ان لوگون سے قرابت رحم تھی اول انھون نے آپ سے کفر کیا پھر نکالا پھر قتل پر آمادہ ہوئے پھر واضح ہو کہ یہ سب اس صورت مین ہے کہ ما آمر اللہ بہ ان یوصل۔ سے مراد خاص صلۃ الرحم ہو اور شیخ حافظ امام رحمۃ اللہ علیہ نے عام اختیار کیا یعنی اہل قرابت سے میل رکھے اور انپر احسان کرے اور فقیرون و محتاجون سے بحب وسعت سلوک کرے اور امر معروف سب کے ساتھ پھیلاوے۔ اور یہی ارجح ہے کہ ہر چیز جسکے میل کا اللہ تعالے نے حکم کیا سب مراد مین اور رحم کا ملانا اقوی ہے اور ازانجملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت ملانا اور تمام مومنون سے برادرانہ میل رکھنا اور حسب مقدرت انسے احسان کرنا اور اُن کی مددگاری کرنا اور اُن سے بُرائی دور رکھنا اور انپر شفقت کرنا اور سلام کا افشا کرنا یعنے ہر مسلمان اجنبی ہو یا جان پہچان ہو اسپر دعا دینے کے طور پر سلام کرنا اور مریضون کی عیادت کرنا اور دوستون و نوکرون و پڑوسیون اور سفر کے ساتھیون سے مراعات رکھنا اور مانند اسکے جسطرح شرع نے حکم دیا ہے انمین واجب وسنت ومستحب سب داخل مین ولیکن امر وصل جو آیت مین ہے اگر حقوق واجبہ پر محمول ہو تو واجب بطریق وجوب موکد ہونگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ نیکی کرنا احسان سے اور رحم ملانا دونون سے قیامت مین حساب مین تخفیف ہوتی ہے رواہ الخطیب ابن عساکر۔ بالجملہ اہل عقول وہ ہین کہ عہد الٰہی ایمان وطاعات کا وعہد بندگان پورا کرتے ہین اور منجملہ عہد کے صلہ رحم ہے کہ اسکو جوڑتے ہین توڑتے نہین۔ وَیَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ اور باوجود اسکے اپنے رب سے ڈرتے ہین اور یہ خوف اول تو یہ کہ عہد شکنی وغیرہ کا گناہ سرزد نہوا اور جب اسوقت تک پورا ہوا تو دم موت تک لغزش کا خوف اور جیون جیون عہد پورا ہوتا جاتا ہے یہ خوف کہ جسکو پورا سمجھا اسمین کہان تک نقصان ہے جو لاعلمی سے نہ سمجھے ہون پھر اس پورے ہونے کا شکر ادا ہونے کا خوف کیونکہ اللہ تعالے عزوجل نے توفیق دی اور اس کو اعمال حسنہ کا کمانے والا بنا دیا پس حمد وثنا اُسی کے لیے ہے پھر حق تعالے عزوجل کے استغنار کا خوف کہ تمام مخلوقات اُس کی پاک شان کے آگے ذرہ سے حقیر ہین اور قلوب اُس کے قبضۂ قدرت مین ہین اور مالک خالق وہی ہے پس آخر اس فناگاہ سے فانی کرنے زندگی جاوید عطا کرنے تک اپنی مرضیات پر ثابت رکھے اور جو نقص ہوئے ہین ان کو عفو فرما دے۔ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ اور ڈرتے ہین حساب کی بُرائی سے یعنے اُن کے نامہ اعمال مین ایسی بے ادبی نہ ہو جس سے ان اعمال ناکارہ کی وجہ سے مواخذہ سخت ہو تو ضرور ہلاکت اس کا انجام ہو جیسے مثلاً اپنی طاعات پر عُجب کی نظر دوڑائی کیونکہ یہ سب تو اللہ تعالے عزوجل کی توفیق ورحمت سے ہوا تھا جس کا شکریہ ادا کرنے کے واسطے قدرت وطاقت نہین پائی تو بجائے اسکے اپنی شان کا خیال ایک کفران نعمت ہے پس محاسبہ سخت ہوا بخلاف اس کے جس بندے نے عقل پائی اور اللہ تعالے عزوجل کی نعمت کا شکریہ ادا کرنے سے عاجز یقین کر کے مغفرت چاہی کہ اے رب میرے اپنے فضل سے بخشدے اور مین حساب سے خوف کرتا ہون۔ کیونکہ حساب مین سراسر میرا قصور ہی قصور رہیگا کیونکہ سب تو تیرا فضل ہی فضل تھا پس مین حساب کے مناقشہ سے پناہ مانگتا ہون اور امیدوار ہون کہ اپنے دائمی فضل سے بخشدے۔ ان سب باتون مین نفس امارہ سرکشی کرتا اور ان باتون کو گران سمجھتا ہے کہ سب کچھ کیا پھر تو سمجھتا ہے کہ نہین نہین سراسر قصوروار ہون اور اب بھی فضل کا اُمیدوار ہون تو نفس دلگیر ہوتا ہے یہانتک کہ عقل نورانی اپنا جلوہ دکھلائے اور بندہ اپنے مولے عزوجل کی صفات پاک کی معرفت بفضل الٰہی تعالے پاوے تو نفس مطیع ہو جاتا ہے اور ہر محنت پر صبر کر کے رضوان الٰہی کا اُمیدوار ہوتا ہے کما قال عزوجل۔ وَالَّذِیْنَ صَبَرُوْا۔ اور جن لوگون نے

صبر کیا یعنے مشقت و پابندی شرائع عبودیت برداشت کرانے مین بوجہ مخالفت نفس کے تحمل کیا۔ اِبْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ بامید دیدار اپنے رب جل شانہ کے یعنی نفس پر گرانی موافق احکام عبودیت اے شرع کے اٹھانے مین خالص غرض انکی رضوان پروردگار رہے۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور ٹھیک وقت و ٹھیک آداب سے نماز ادا کی۔ یعنے اعتقادات صحیحہ حقہ کو ساتھ ساتھ طاعات ٹھیک ادا کی اور نماز مین بندہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اُس کی عظمت و جلال کے سامنے خوف اور اُس کی رحمت کے سامنے امید مع رعایت آداب سنت کے ٹھیک رکھتا ہے اور کسی چیز کی محبت اُس کے سوائے نہین رکھتا وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اور خرچ کرتے مین اُس چیز سے جو ہم نے انکو نصیب کیا۔ سِرًّا خفیہ پوشیدہ وَّعَلَانِيَةً اور علانیہ ظاہر مین **مسئلہ**۔ زکوٰۃ کے بارہ مین فقہا نے کہا کہ علانیہ دیوے تاکہ متہم نہ ہوا ور جو کوئی نہ دیتا ہو اُس کو نصیحت و رغبت حاصل ہو۔ **مسئلہ**۔ صدقات سوائے زکوٰۃ کے کہا گیا کہ اس زمانہ مین اولٰے یہ ہے کہ علانیہ دیوے تاکہ دوسرون کو رغبت ہو بشرطیکہ ریاکاری سے بے خوف ہو۔ اور صواب یہ ہے کہ خفیہ دیوے کیونکہ حدیث مین اسکی بہت فضیلت وارد ہی کہ صدقہ اس طرح دے کہ بائین ہاتھ کو خبر نہو جو داہین نے دیا۔ اور واضح ہو کہ بعض حدیث سے ثابت ہے کہ آدمی کا عمل نیک ہو یا بد ہو ظاہر ہو جاتا ہے اور قول تعالےٰ عز وجل قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ الآیہ مین تفسیر گذری پس صواب وہی ہے کہ صدقہ خفیہ کی نص پر اسی طرح عمل کرے۔ لہذا بعض نے کہا کہ خفیہ سے صدقات نفل مراد ہین اور علانیہ سے زکوٰۃ فریضہ مراد ہے۔ وَّيَدْرَءُوْنَ۔ یدفعون۔ بِالْحَسَنَةِ اور دفع کرتے ہین حسنہ کے ساتھ۔ السَّيِّئَةَ بدی کو۔ مثلاً کسی نے اُن پر جہل سے سختی کی تو اُسکو علم و حلم کے نیکی کے ساتھ دفع کرتے ہین اور اذیت پر صبر کرتے ہین چنانچہ حدیث ہے کہ جس نے تیرے ساتھ بدی کی تو اس سے نیکی کر۔ اور حدیث مین ہے کہ جو مسلمان کہ لوگون سے میل جول رکھتا اور انکی ایذا پر صبر کرتا ہے وہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے جو لوگون سے نہین ملتا اور نہ انکی ایذا پر صبر کرتا ہے جس شخص نے خالق عز وجل کے معنے سمجھے یعنے حضرت باری تعالےٰ کی صفت خالق ہونے کو سمجھا و یقین کر لیا وہ ایمان پر مہر گیا۔ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ لوگون کی طرف سے اُس کے حق مین بدگوئی کا جواب اُس کی طرف سے نیک کلام سے ہو۔ حسن بصری رحہ سے روایت ہے کہ اُس کی شان یہ ہو کہ لوگون نے اُسکو محروم کیا اور اُسنے دیا اور لوگون نے اُس پر ظلم کیا اور اُسنے عفو کیا اور لوگون نے اس سے رحم و مودت قطع کی اُس نے ملایا۔ حکایت ہے کہ شقیق بلخی رحمہ اللہ تعالےٰ گئے عبداللہ بن المبارک کے پاس اور اپنے آپ کو ظاہر نہین کیا۔ انھون نے پوچھا کہ کہان کے رہنے والے ہو جواب دیا کہ بلخ کا ہون چونکہ آپ شقیق بلخی سے واقف تھے تو پوچھا کہ تم شقیق بلخی کو پہچانتے ہو کہا کہ ہان آپ نے پوچھا کہ اُسکے لوگون کا کیا طریقہ ہے جواب دیا کہ اگر اللہ تعالےٰ عز وجل نے انکو نہ دیا تو صبر کیا اور جب دیا تو شکر ادا کیا تو ابن المبارک رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے کتون کا بھی یہی طریقہ ہے۔ پوچھا کہ یا حضرت پھر کیونکر طریقہ ہونا چاہیے فرمایا کہ کامل وہ لوگ ہین کہ جب اللہ تعالےٰ عز وجل نے انکو نہ دیا تو شکر ادا کیا اور جب عطا کیا تو خیرات کر دیا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ۔ ایسے ہی لوگون کے لیے ہے عقبیٰ کا گھر یعنے وہان عیش سے زندگی بسر کرنا انھین کا حق ہے جنھون نے دنیا کا گھر چھوڑا اور اس مین نفس کے حظوظ سے مُنھ موڑا و فے الحدیث اللہم لا عیش الا عیش الآخرۃ فاغفر الانصار والمہاجرۃ۔ اے رب میرے عیش نہین مگر وہی آخرت کا عیش بس تو بخشدے ان بندون کو جنھون نے تیری رضا کے لیے ایمان لا کر تیرے رسول و اُس کے ساتھ والون کو ٹھکانا دیا اور مدد کی

اور بخبری دے ان بندون کو جو گھر بار چھوڑ کر تیرے رسول کے ساتھ ہوئے۔ ایک جماعہ علما نے بہت وضاحت سے عقل کی بات
عاقلون کو سمجھائی کہ دنیا مین ہر عیش مکدر ہے کم سے کم ہر شخص کے سامنے یہ درپیش ہے کہ آخر فنا رہے اور عیش وہی جس مین
روز بروز ترقی کی خوشی اور کسی طرح زوال وغیرہ کا خیال و ملال نہو پس اولوا الالباب یعنے عاقلون نے اس دار محنت و فنا
یعنے دنیا کو اس قابل نہین پایا تو دار آخرت کو اپنے رب کریم سے چاہا پس اُس نے اپنے فضل سے اُن کو عقبی الدار عطا کیا
بخلاف کافرون کے کہ وہ بھی ضرور عقبی میں جاوینگے لیکن انھون نے دنیا کا گھر اختیار کر لیا تھا تو اُن کو عقبی مین جہنم ہے پس
معلوم ہوا کہ عقبی الدار سے یہان مراد بہشت کا گھر ہے جس کا بیان فرمایا بقولہ تعالے جَنّٰتُ عَدْنٍ باغ ہین اقامت کے
اس قدر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس بہشت کے جہان مین ایسے مکانات ہین جنپر باغات صادق آتا ہے اور ان کا قیاس اس دنیا کے
کھنڈل پر نہین ہو سکتا اور جس نے یہ گمان کیا کہ وہان باغ وغیرہ نہین بلکہ روحانی خوشی ہے اُس نے کفر کیا بلکہ وہ باغ ہین جنکی خوبی
و عمدگی قیاس سے باہر ہے لیکن قیاس ومثال دنیا کی چیزون سے تجاوز نہین کر سکتے ہین لیکن عقل جانتی ہے کہ قدرت الٰہی
تعالے نہایت اکمل و بیشمار [illegible] ہے پس جیسے اسکو دار آخرت پر یقین ہے ویسے ہی اُس کی نعمتون پر یقین ہے کہ بلاشبہ
صحیح ہے جو حق تعالے عز وجل نے فرمایا کہ وہان انکی اقامت کے لیے جنات [illegible] یَدْخُلُوْنَهَا جن مین داخل ہونگے یہ لوگ
عاقل نیکوکار جنکے اعمال و افعال کا اوپر بیان فرمایا ہے اور دنیا چھوڑنے والے کے یہی احوال ہین اور یہ نہین کہ ایک گوشہ مین بیٹھ جاوے
اور نہ کھاوے نہ کماوے بلکہ جو احوال ان عقلا کے بیان فرمائے ہین کہ کا خلاصہ ٹھیک شرع و سنت پر چلنا ہی پس یہی دنیا کو چھوڑ کر
آخرت اختیار کرنا قرار پایا ہے جسکے ساتھ فضل الٰہی سے جنت مین داخل ہونگے اور اُن کے طفیل مین اللہ تعالے انکے عزیزونکو
بھی نفضل کریگا چنانچہ منصوص ہے کہ فرمایا کہ یہ خود داخل ہونگے وَمَنْ صَلَحَ اور اُن کے ساتھ ہر وہ شخص جو صالح ہوا۔ مین
ابائہم اُن کے باپ دادون مین سے جنکی پشت سے یہ پیدا ہوئے ہین اور مراد اس سے ان کے باپ و دادی [illegible] وغیرہ
سب اونچے درجے کہ مین [illegible] وہ لوگ بہت خوش نصیب ہین جنکی اولاد پوتے پرپوتون مین سے کوئی شخص عالم عاقل متقی پرہیزگار
پیدا ہووے جس کے طفیل مین اللہ تعالے عز وجل اُن کو بھی سب کو جنت مین داخل کرے گا [illegible] اور [illegible]
داخل ہونگی اُن کے ازواج۔ یعنے جورون [illegible] وہ عورتین خوش نصیب ہین جن کو [illegible]
اور اُن کی ذریات یعنے جو اُن کی پشت سے پیدا ہوئے [illegible]
خوش نصیب ہین جنکے باپ دادون [illegible]
حضرت مولانا سید عبد الرحمن [illegible] فی سبیل [illegible] اللہ [illegible]
۱۲۹۰ ہجری گذرے [illegible]
نیچے درجے کی اور بیبیان [illegible]
دار محنت مین کمائی [illegible] پایا ہے اور
نعمت جنت عطا کیے جا [illegible] آدمی کا درجہ
بڑھ جاتا ہے اور آخرت مین [illegible]

بلکہ جو صلاحیت رکھتا ہو بدلیل قولہ من صلح من آبائہم۔ اور اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ خالی نسب و ناتا کافی نہین بلکہ اُس کے ساتھ
صلاحیت بھی ہونی چاہیے اور صلاحیت سے مراد اصطلاحی معنے نہین ہین کیونکہ جو کوئی خود صالح ہو وہ بفضل آلہی سُبحانہ تعالے
جنت مین داخل ہوگا اگرچہ بلند درجہ کسی اپنے آباء واجداد یا اولاد کے طفیل مین پاوے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکی تفسیر
مین کہا کہ من صلح یعنی جس نے تصدیق کی اس سب کی جسکی اولوا الالباب نے تصدیق کی ہی۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید مراد یہ ہے
کہ ایمان ویقین ٹھیک ہو اگرچہ اعمال ویسے نہون۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اہل کرامت کے ناتے ورشتہ والون مین سے جو کوئی
ظاہر وباطن مین مشرک نہو اور اُس کے مجموعی اعمال ایسے ہون کہ اللہ تعالے عفو فرماوے اور وہ لائق جنت کے قرار دیا جاوے
تو وہ ساتھ کر دیا جائیگا لہذا جو لوگ کہ اپنے بزرگون کی بزرگی کا فخر کرتے ہین اور خود منافقون ومشرکون مین شامل ہین وہ محض
احمق ہین اور اُن کا قلب جب اس درجہ حماقت مین پڑا ہے جسکو ہر ادنیٰ عقل والا مذموم کہتا ہے تو وہ اولوا الالباب کے ساتھ
کیے جانے کے لائق ہونے کا دعویٰ کیون کرتا ہے اور جو لوگ منافق ومشرک نہین مگر اپنے اعمال مین مخلوط ہین اور بوجہ یقین آخرت کے
ہر حال مین ہراسان اور اللہ تعالے سے استغفار کرتے رہتے ہین امید ہی کہ اللہ تعالے عز وجل انکو بخشدے اور وے اولوا الالباب کے
ساتھ کیے جانے کے لائق ہون۔ اے رب ہمارے اے ارحم الراحمین ہم کو اپنے فضل سے اس لائق کر دے انت مولانا نعم المولے و
نعم المجیب۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے انکا قول مروی ہی کہ جنت مین ایک قصر کو
عدن کہتے ہین جسکے گرد بروج وباغات ہین اس مین فقط نبی یا صدیق یا شہید داخل ہوگا۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ عدن مدینہ جنت
جسمین فقط انبیاء وصدیقین وشہداء وبادشاہ وعلماء عادل جاوینگے اور باقی جنتی لوگ اُس کے گرد ہونگے۔ رواہما ابن جریر رح اور لکھا
کہ من صلح یعنی جو جنت مین داخل کیے جانے کے لائق ہو۔ اور معالم وغیرہ مین کعب احبار کا قول قریب اسکے مذکور ہی قشیری رحمۃ اللہ
علیہ نے کہا کہ جنات عدن وسط جنت ہی جسپر عرش آلہی ہی یعنے جیسے زمین کی چھت آسمان ہے اور اسی طرح جنت عدن کی چھت
عرش ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ طبقہ ہے ولیکن صحیح بخاری مین حدیث روایت ہے کہ جب تم لوگ اللہ تعالے
عز وجل سے مانگو تو فردوس مانگا کرو کہ وہ جنات کے وسط مین اعلیٰ ہے اور اسپر عرش الرحمن ہے اور اسی سے جنت کی نہرین جاری
ہین اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنات عدن۔ درمیان جنت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ فردوس تو سب سے
اعلیٰ ہی اور اسکے زیرین طبقات جنات عدن ہین پس جملہ روایات درحقیقت متفق ہین۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ اولوا الالباب کے واسطے خاص
کرامات وسط جنت ہین اور خاص کرامت یہ ہوگی کہ انکے طفیل مین جو انکے قرابت ورشتہ والے جنتی ہونگے وہ انکے ساتھ جنات عدن مین رکھے
جاوینگے اگرچہ خود انکے اعمال اس لائق نہ ہون۔ اور واضح ہو کہ جس مومن کا کوئی ناتے والا ایسا نہ ہو تو وہ جس بزرگ سے محبت رکھتا ہو
اُسکے ساتھ ہوگا اگرچہ اُسکے اعمال ایسے نہ ہون ولیکن یہ شرط یہان بھی ہی کہ وہ باطن وظاہر مین مشرک ومنافق نہو بلکہ اسکا یقین سب
باتون پر پورا ہو اور جنتی ہونے کے لائق ہونے سے بفضل آلہی جنت مین داخل کیا جاوے۔ اور واضح ہو کہ اشارات آیات سے ظاہر ہی
کہ ایمان ویقین کے آثار مین سے ہے کہ مومن کو آخرت مرغوب ومختار ہو اور دنیا کو فقط طاعات وعبادات وعلم وغیرہ حاصل کرنے
کے لیے مرغوب رکھتا ہو۔ اللہم ربنا اجعلنی من المومنین وانت ارحم الراحمین۔ مسئلہ بیبیان بھی اپنے نیک خاوندون کے ساتھ بلند درجہ پاوینگی اگرچہ
جنتی ہون۔ مسئلہ اگر ایک عورت نے کئی خاوندون سے پیچھے بعد دیگرے نکاح کیا۔ تو جواب دیا گیا کہ صریح اسکا حکم مذکور نہین ہی ولیکن استنباط کیا گیا کہ

Marfat.com

جسکے نکاح مین مری یا جس سے آخری نکاح تھا اسکے ساتھ ہوگی اور اگر خود عورت اُس سے بڑھ کر ہو تو کہا گیا کہ مرد جنتی اُسکے طفیل مین ہوگا ورنہ اللہ تعالے علیم ہو اور مسئلہ کا حکم حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ کے قصہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینی چاہی تو انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے رہنے دیجیے کہ مین بھی آپ کی بیبیون مین حشر کیجاؤن۔ اور واضح ہو کہ اس قصہ کے واقعہ سے فقط حضرت ام المومنین سودہ رض کو ثواب عظیم مل گیا ورنہ طلاق کا وقوع نہوتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیان تمام مومنین کی مائین اور دنیا و آخرت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیان ہین۔ اور اس سے یہ بھی نکلا کہ آخرت کے لیے آخری نکاح وحالت کا اعتبار ہے کیونکہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اکابر مہاجرین مین سے ہین باوجود انشاء اللہ تعالے اُن کے جنتی ہونے کے حکم زوجیت کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ جاننا چاہیے کہ بعض روایات مین آیا کہ جنت عدن مین ابواب کثیرہ ہین اور دلالت کرتا ہے اس پر قول تعالے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ۔ اور ملائکہ اُنکے پاس ہر دروازہ سے داخل ہون گے۔ یہ کہتے ہوئے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلامتی ہو تم پر یا تم نے آفات نفس وشیطان وجملہ قہریات سے سلامتی پائی اور دنیا پر صبر و ساتھین کیا اور یہ بڑا فضل ہوا اور اب تو دائمی سلامتی ہے۔ بِمَا صَبَرْتُمْ بسبب تمہارے صبر کرنے کے دنیا مین ایسے طریقہ پر جو نفس کو بہت شاق تھا اور اللہ تعالے عزوجل کو محبوب تھا یا بدلے مین اپنے صبر کے۔ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ پس کیا اچھا ہے عقبی کا گھر۔ یعنے دار دنیا سے دار عقبی کو دیکھو نعم المولے ونعم الدار۔ مولے عزوجل راضی کہ کبھی خشمناک وناراض نہوگا اور دیار ایسا کہ کبھی دنیا مین خیال مین نہ آتا تھا صرف عقل سے یقین کیا گیا تھا۔ یا اللہ تعالے عزوجل نے دنیا کے عقب مین جو تم کو گھر دیا وہ کیا اچھا ہے۔ ف اول ملائکہ کا داخل ہونا دلیل ہے کہ جو حالت جسمانی تاریکی اور پردہ مین اسوقت ہے وہ وہان نہوگی بلکہ پاکیزگی ہوگی جس سے ملائکہ کو خوب دیکھینگے۔ دوم ملائکہ اُن کے پاس مبارکبادی اور اُنس وخوشی کے لیے آوین گے اور شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابتدا مین داخل ہونے کے وقت ملائکہ ہر طرف سے مبارکباد کو آوین گے اور جمل رح نے حاشیہ مین کہا کہ یہ قید مین نے کسی اور مفسر کے کلام مین نہین پائی بلکہ اُن کا کلام دلالت کرتا ہے کہ اول بار کی قید نہو۔ مترجم کہتا ہو کہ میرے نزدیک ارجح یہی ہے جو شیخ سیوطی رح نے کہا جیسا کہ دوسری آیات سے خود ظاہر ہوتا ہو اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ سوائے اول بار کے ملائکہ نہ آوین گے پس صاف کلام یہ ہو کہ اس آیت مین جو ملائکہ کا آنا اسطرح مذکور ہو اُس سے مراد یہ ہو کہ جب یہ لوگ اپنے جنتی اہل وعیال سمیت جنت مین داخل ہونگے تو ملائکہ ہر طرف سے انکی مبارکباد کو آوینگے کیونکہ مبارکباد اول ہی مرتبہ معقول ہے پھر اکثر اوقات آیا کرینگے اور یہ آنا اللہ تعالے کیطرف سے نعمتون کو لانا ہوگا جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا کہ دن مین تین مرتبہ آوینگے اور ارجح وہ ہے جو بعض محققین کے کلام سے ظاہر ہو کہ اللہ تعالے کی نعمتون کا شمار نہین ہو تو ملائکہ کے آنے و نعمتین لانے کا بھی شمار وحد و نہین ہو اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ قال الامام احمد حدثنا ابو عبد الرحمن حدثنی سعید بن ابی ایوب حدثنا معروف بن سوید الحرانی عن ابی عشانۃ المعافری عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص عن رسول اللہ صلعم انہ قال ہل تدرون اول من یدخل الجنۃ الحدیث یعنی تم جانتے ہو کہ جنت مین پہلے کون داخل ہوگا اللہ تعالے عزوجل کی مخلوق مین سے صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالے واسکا رسول بہتر جانتا ہو فرمایا کہ اول فقراء مہاجرین داخل ہونگے جنسے ثغور مسدود کیے جاتے اور جنکے ذریعہ سے کروہات سے بچاؤ کیا جاتا اور ان مین کا آدمی مرجاتا اور اسکی حاجت اُسکے دل ہی مین رہجاتی اُسکو

پورا نکر سکتا تھا۔ اللہ تعالے عزوجل اپنے ملائکہ مین سے جنکو چاہے گا فرما دیگا کہ انکے پاس حاضر ہوکر تحیہ وسلام دو ملائکہ عرض کرینگے کہ اے رب ہم تیرے مخلوق وہ ہین کہ آسمان مین بسائے گئے اور مخلوقات سے چھانٹے گئے تو ہمین کو حکم ہوتا ہے کہ جاکر ان لوگون کو سلام کرین (یعنے ہم یہان ممتاز مخلوق تھے اور یہ لوگ اب وارد ہوئے تو یہ آکر ہم کو سلام کرتے پس اس مین کیا حکمت ہے کہ یہان اصلی ساکن قدیم کو یہ حکم ہوتا ہے) پس اللہ تعالے فرمادے گا کہ یہ میرے ایسے بندے تھے کہ میری عبادت کرتے اور میری ذات و صفات مین ظاہر و باطن کسی کو شریک نہ لاتے اور ان سے ثغور مسدود کیے جاتے اور مکارہ سے بچاؤ لیا جاتا اور اُن مین کا آدمی مرجاتا اور اُس کی حاجت دل ہی مین رہ جاتی اُس کو پورا نکرنے پاتا پس ملائکہ خوشی خوشی ہر دروازہ سے اُن کے پاس داخل ہوکر مبارکباد دینگے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اس حدیث کو ابو القاسم طبرانی نے دوسری وجہ اسناد سے روایت کیا اور اس مین یون ہے کہ تین گروہ مین سے اول فقراے مہاجرین جنت مین داخل ہونگے بغیر حساب وعذاب کے۔ اور اس مین ہے کہ ملائکہ عرض کرینگے کہ ہم شب و روز تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہین اور اُن کو ہم پر فضل دیا گیا۔ اقول وقد رواہ الحاکم وصححہ والبزار وابن جریر وابن ابی حاتم وابن حبان وابو الشیخ وابن مردویہ وابو نعیم فی الحلیۃ والبیہقی فی شعب الایمان اور اس مین دلیل ہے کہ یہ گروہ ملائکہ کا ایک خاص گروہ ہوگا جو ان بندون کے حال سے واقف نہ ہوگا۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن المبارک کی روایت اُن کی اسناد سے حضرت ابو امامہ سے نقل کی جس کا حاصل یہ ہے کہ مومن ایسی عزت واحترام سے ہوگا کہ ہر دروازہ صدر سے خاص بارگاہ تک خادمون کا سلسلہ ہوگا اور فرشتہ حاضر ہوکر اجازت چاہے گا تو صدر دروازہ کا خادم اپنے پاس والے سے وہ اپنے پاس والے سے یہان تک کہ اللہ تعالے عزوجل نے جس بندہ متقی کو اکرم فرمایا اور بادشاہ کیا ہے اس سے اجازت چاہے گا کہ ایک فرشتہ حاضر ہونا چاہتا ہے پس اجازت دے گا تو وہ خوش وخرم داخل ہوگا اور سلام الٰہی پہونچا دیگا پھر ادب سے واپس ہوگا رواہ ابن جریر وقد رواہ ابن ابی حاتم من حدیث اسمٰعیل بن عیاش مکان ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ۔ اور حدیث صحاح مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع مین شہدا کی قبور کی زیارت فرماتے اور اُنسے کہتے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اور یہی طریقہ ابوبکر الصدیق و عمر فاروق و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کا تھا اور مین کہتا ہون کہ یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا رہتا اگر آپ نے کوفہ مین اقامت اختیار فرمائی تھی۔ واضح ہو کہ صرف افعال شرعیہ مین خفیف مشقت ہی مگر حکمت الٰہیہ سے وہ نفس پر نہایت شاق ہوتی ہی حالانکہ اپنی خواہشون سے اس سے کہین زیادہ آدمی مشقت اٹھاتا ہی اور ظاہر ہے کہ کوئی کھانا اور کوئی کپڑا کافرون سے نہین روکا جاتا جسکو ایمان والا نہین کھا سکتا و نہین پہن سکتا سوائے دو ایک نجس و زنانہ لباس کے اور جو کافر اپنے نفس کے حکم و اسکے مجبور کرنے والی خواہش سے دنیا مین سے لیتا ہی مومن اسکو اللہ تعالے عزوجل کے حکم و ضرورت سے لیتا ہے مگر حسن صنعت الٰہیہ دیکھو کہ دونون مین یہ تفاوت ظاہر ہی کہ ایک نے دنیا کو دنیا کی طرح لیا اور دوسرے نے اسکو ضرورت پر بغیر پابندی خواہش کے لیا اور یہ فقط اپنے اپنے اعتقاد کی وجہ سے ہی کیونکہ کافر و منافق و نیچر تو دنیا ہی کے قائل ہین اور مومن آخرت کا قطعی یقین رکھتا ہے پس وہ دنیا کو آخرت کے بدلے نہین لے سکتا ہی واللہ تعالے ھو الہادی الی سبیل الرشاد۔ قرطبی رح نے اپنی تفسیر مین امام زین العابدین رضہ و عبد اللہ بن سلام رضہ سے روایت کی کہ قیامت کے روز منادی پکاریگا کہ اہل الصبر کھڑے ہون پس کچھ لوگ کھڑے ہونگے اُن سے حکم ہوگا کہ جنت کو چلے جاؤ راہ مین انکو ملائکہ ملینگے کہ کہان جاتے ہو کہین گے کہ جنت مین کہین گے کہ حساب سے

پہلے۔ کہینگے کہ ہان بفضل اللہ سبحانہ۔ پوچھینگے کہ تم کون گروہ ہو۔ کہینگے کہ اہل الصبر۔ پوچھینگے کہ صبر کیا تھا۔ کہینگے کہ ہمنے اللہ تعالے کی طاعات پر اپنے نفس کو صابر رکھا اور معاصی کی خواہشون سے نفس کو روکا و صبر کیا اور دنیا کی محنت و بلاؤن پر نفس کو صابر رکھا پس ملائکہ اُنسے کہینگے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ فائدہ سوم یہ کہ جو قدرتین اللہ تعالے عزوجل کی ایسی محسوس و معلوم ہین جنکی کُنہ سمجھنے مین بالکل حیرت ہے اور خوب ظاہر ہے کہ وہ پاک پروردگار خالق کبیر متعال ہے اس کی قدرتون کے سامنے جو کچھ مخلوقات ہم کو نظر آتی ہے سب بہت حقیر و خفیف ہے کیونکہ ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے کہ اسوقت مین بھی اٹکل والے اقرار کرتے ہین کہ زمین کا تمام کرہ بمقابلہ آفتاب کے گویا ایک رائی کا دانہ بمقابلہ ایک مٹکے کے ہے اور ظاہر ہے کہ آفتاب کے مثل کروڑون بلکہ بے انتہا اس میدان وسیع مین سما سکتے ہین پس جسکی مملکت و مخلوقات مین خالی میدان کی یہ وسعت ہے تو کیون تمہاری سمجھ مین نہین آتا کہ زمین ایک رائی کے مثل ہزارون عالم آفتاب سے بڑے بلکہ آسمان کے مثل کروڑون ہون جہان مخلوقات اور سامان عیش بے انتہا قدرت کے نمونہ ہون لہذا جو شخص ذرہ برابر بھی عقل رکھتا ہو وہ جنت و اس کی نعمتون سے کبھی منکر نہوگا اور جس خالق عزوجل نے انکو اول مرتبہ پیدا کر دیا وہ بے شبہہ و بے تردد انکو ہزارون مرتبہ زندہ کرنے پر قادر ہے و لکن اللہ یہدی من یشاء الے صراط مستقیم۔ ف فی العرائس قولہ افمن یعلم انما انزل الیک الآیہ۔ اسکے اشارات سے علم ہوا کہ حق تعالے عزوجل کے بندون مین سے ایسے اولیا ہین کہ ارواح و عقول و قلوب و اسرار سے کلام حق عزوجل بلا واسطہ سُنتے ہین اور وے سول اندھے نہین ہین بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت مین حق عزوجل انکو خاص قدرت کے کان عطا فرماتا ہے تو وے اس پاک کلام کے مقام نزول کو سید المرسلین و امام الانبیاء والمتقین محمد صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین ہین خوب جانتے و پہچانتے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت پر یقین شہودی و عیانی رکھتے ہین اور یہ لوگ بسبب طبیعت و ایمان فطری کے مقلد نہین ہین کیونکہ ایمان مین تقلید کام عوام کا ہے جو بالکل اندھے ہوتے ہین اور یہ علم و معرفت اولو الالباب کو نصیب ہے۔ ساوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے رسالت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و معرفت کو رسول بھیجنے والے سے پہچانا وہ عارف کامل کیونکر ویسا جاہل ہو سکتا ہے جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھیجنے والے رب تبارک تعالے کو پہچانا اور جس نے کلام الٰہی کی تصدیق از جانب متکلم حق تعالے عزوجل پائی وہ ویسا کم درجہ کا نہین ہو سکتا جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مانکر کلام پر یقین کیا اور جس نے ازل مین اشیاء کا جاری ہونا پہچانا وہ ایسا اندھا کیونکر ہو سکتا ہے جس نے ان چیزون کو دنیاوی ظہور کے وقت دیکھا۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالے نے چشم بصیرت سے بینا کیا وہ کیونکر ویسا ہوگا جس کو اندھا رکھا گیا ہے اور جسکو اللہ تعالے نے وصال سے مقبول کیا اسکی برابری مردود سے کیونکر ہوگی اور کیونکر برابر ہو جو ثواب و کرامت کے لیے پیدا کیا گیا ایسے شخص سے جو عذاب و ذلت کے لیے پیدا کیا گیا۔ پھر حق تعالے عزوجل نے علماء ربانی کا وصف بیان فرمایا قولہ الذین یوفون بعہد اللہ الآیہ۔ اس مین مخصوص ہے کہ عہد ازلی کے پابند ہوتے ہین۔ اور واضح ہو کہ صدیقین سے عہد الٰہی وہ ہے جو انکی ارواح سے مشاہدۂ ازلی مین کمال تفرید کا لیا چنانچہ اپنے جمال پر انکو عاشق کر دیا پس اُنھون نے پاک قدیم جل شانہ کے سوا کسی حادث پر التفات نہ کیا اور عاشق کی روح عشق ہے وہ اسکو کیونکر توڑ سکتا ہے پس وفاء عہد اُن کا یہی ہے کہ عبودیت مین فناء ہو گئے بعض نے کہا کہ وفاء عہد یہ ہے کہ اُسی کی بندگی مین جو حکم دیے ہین اُنکو کرتے ہین کچھ تجاوز نہین کرتے اور استغفار کرتے ہین اور

جن باتوں سے منع کیا ہے اُن کے پاس نہیں پھٹکتے۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ازل میں اُس کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا تو کسی دوسرے سے خوف و اُمید کچھ نہیں رکھتے اور اس کے سواے غیر سے دل نہیں لگاتے۔ چونکہ اُس کی حکمت عجیبہ نے اس عالم میں سخت پیچدار امتحان سے باہم تعلقات عجیب پیدا کر دیے ہیں جس نے یہاں اس نظام عالم کے طریقہ پر عمل کیا ولیکن ہر عمل خالص اُسی کے واسطے کیا مثلاً شیخ و اُستاد کی فرمانبرداری نہ اپنی خوشی خاطر کے لیے اور نہ شیخ کی ذات کے لیے بلکہ خالص اللہ تعالےٰ عز و جل کی رضا کے لیے کیونکہ شیخ و اُستاد کی خدمت کرنے میں اللہ تعالےٰ راضی ہوگا کیونکہ اُس نے خود تعلقات پیدا فرمائے اور اُن کی پابندی کا حکم دیا پس اسی کے لیے بامید رضوان یہ خدمت کی تو درحقیقت تعلقات ویسے ہی قائم رکھے جیسے اس عالم کے نظام میں ہیں مگر اللہ تعالےٰ عز و جل کو وحدہ لاشریک کے ساتھ حمد کرتا رہا اور اُس کو منفرد جانا اسیواسطے حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جس نے کسی کو دیا تو اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے اور نہ دیا تو اسی کے واسطے اور دوستی یا دشمنی کی تو اُسی کے واسطے اُس نے ایمان پورا کر لیا۔ کما فی السنن پس معنی اُس کے کہ نہ کسی سے خوف اور نہ کسی سے امید رکھتے ہیں یہی ہیں جو مذکور ہوئے اور یہی مفہوم ہے قولہ تعالےٰ والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل الآیۃ اور اصل اس میں نیت قلب ہے نہ وجود فعل حتےٰ کہ جو کوئی محتاج فقیر کہ اقارب کے ساتھ صلہ ارحام کی نیت رکھتا ہو وہ ثواب پاویگا اور خشیۃ و خوف اصل میں اسرار قلب سے ہے پس ہر ایک چیز جسکے بارہ میں بجا آوری وصل کا حکم ہے بجالاتے ہیں اور اول ان میں تعلق قلب بحق عز و جل ہے پھر خوف و خشیۃ بھی ساتھ ہی ساتھ رکھتے ہیں جبکہ جلال و عظمت الٰہیہ کے مشاہدہ میں باادب داخل ہوتے ہیں کہ ایسا نہو اُن کے قلوب کو غیر کیجانب ملتفت فرما دے۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شکر نعمت پر مداومت کرنے میں خوف کے ساتھ کہ معرفت منقطع نہو جاوے۔ بعض نے کہا کہ یہ لوگ باہم للہ فی اللہ محبت رکھتے ہیں۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خشیۃ تو فقط رب تبارک و تعالےٰ سے ہے بقولہ تعالےٰ یخشون ربہم اور خوف اُس سے اور دوسری چیز سے ہے بقولہ ویخافون سوء الحساب۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عز و جل نے انکار فرمایا غیر سے خشیۃ پر بقولہ تعالےٰ اتخشونہم فاللہ احق ان تخشوہ الآیہ۔ اور غیر کے خوف سے بھی منع کیا بقولہ فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مومنین پس درحقیقت خوف فقط اللہ تعالےٰ عز و جل ہی سے ہے کیونکہ سوء الحساب قہر الٰہی ہے۔ بعض نے کہا کہ خشیۃ قلب کی نگہداشت ہو کہ کسی حال میں سواے حق تعالےٰ عز و جل کے غیر پر نظر نہ رکھے جسکا یہ نتیجہ ہو کہ اللہ تعالےٰ عز و جل کا خشم و عتاب اسپر طاری ہو۔ ابن عطاء رہ نے کہا کہ خشیۃ قلب کا چراغ ہے اور خوف نفس کا ادب ہے اقول نفیس قول ہے۔ پس خشیۃ قلب کے احوال محمودہ میں سے ہے اور نفس کو اسکے مناسبات سے خوف دلایا جاتا ہے۔ شیخ ابن عطاء رہ سے دریافت کیا گیا کہ خشیۃ و خوف میں کیا فرق ہے فرمایا کہ خشیۃ تو تقربات کے درجات سے گر جانے میں ہوتا ہے اور خوف ہوتا ہے عذاب و قہر میں گرنے سے۔ مترجم کہتا ہے کہ نفیس کلام ہے بعض نے کہا کہ خشیۃ زیادہ رقیق ہے اور خوف زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اقول اس صورت میں ضرور سوء الحساب سے خوف کرنا قلب پر فقط غیر کا نہ ہو بلکہ فقط حق تعالےٰ کی صفت قہر کا ہو۔ الاستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وفاے عہد ان کا دائمی عرفان بشرائط احسان و تقویٰ ہے انزار تکاب معاصی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ عرفان پر استدامت ان کا فضل نہیں ہوسکتا ولیکن جیسے وفاے عہد بہدایت ہے ویسے ہی یہ بھی ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ مجھے ایک معنے ظاہر ہوئے ہیں کہ خشیۃ و خوف میں یہ فرق ہے کہ خشیۃ کا محل علم و معرفت بحق تعالےٰ عز و جل ہے بصفت اجلال تعالےٰ جل شانہ اور ثمرہ اس کا حیاء و خوف مع محبت مقرون بعبودیت ہے جس سے

Marfat.com

محبت کے آداب پورے کرنے مین ساعی رہتا ہے اور فراق سے خوف کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالے عز وجل نے ان بندونکا وصف دیگر
بیان فرمایا کہ اُس کے لقا کی اُمید پر اس کی بلا پر صبر کرتے ہین بقولہ والذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم۔ اللہ تعالے عز وجل ہی کے
واسطے اسی کی قوت سے اُس کے سوائے تمام مخلوقات سے مُنھ موڑا اور صبر اختیار کیا تاکہ حجاب دور فرمایا جاوے اور دیدار
پاک حاصل ہو جو قیاس ومشابہت مخلوقات سے پاک اور چون وچرا سے پاک ہے تعالے اللہ علوا کبیرا۔ اور اشارت ہو
کہ معرفت آلہی تعالے مین اُن کے اسرار پر تجلیات پاکیزگی کے ورود کو پوشیدہ رکھتے ہین حالانکہ جوش عشق سے بدن گُھل جاوے
مگر انوار ازلیت کو دل مین جگہ دیتے ہین اس طمع سے کہ کل الکل مین فنا ہو جاوین اور تمام مخلوقات وجسمانی نعمتین اُس نعمت کے
مقابلہ مین بالیقین گویا عذاب ہین۔ شیخ ابو عثمان رحہ نے کہا کہ منہیات ومعاصی سے نفس کو قطعاً روکا اور یہ روکنا بخوف جہنم
نہین بلکہ بسبب منع فرمانے اللہ تعالے عز وجل کے اور عظمت آلہی تعالے کا احترام رکھا۔ بعض نے کہا کہ اس مین اشارت ہے
کہ مرید کو لازم ہے کہ اپنے ارادہ پر صبر رکھے اور جو عہد وپیمان اس کا پیر وشیخ لیوے اور جو مشقت اُس سے اُس پر طاری ہو
اُس کو صبر ومضبوطی سے اُٹھاوے اور رفاہیت کی جستجو مین نہ پڑے اور اس سب مین اس کی نیت ادراک حقیقت بتصحیح
ارادت ہووے۔ مترجم کہتا ہے کہ مضبوطی وصبر کا ارادہ وعزم اپنے نفس کی طرف سے نہو بلکہ یہ مضبوطی بقوت حضرت
خالق قوی عز وجل ہو کیونکہ یہ دعوے ہو جائیگا تو امتحانات کی مشقت سخت ہو جائیگی کیا نہین دیکھتے کہ حضرت یوسف علیہ السلام
پر قیدخانہ سخت ہو گیا حالانکہ پانچ برس گذرے تھے پھر سات برس آسان ہوئے جو بقوت آلہی جل شانہ ہوئے پس لازم ہو کہ اپنے
مصمم عزم پر اللہ تعالے سے ہدایت وسلامتی وعافیت کی درخواست رکھے کیونکہ بہت خفیف مشقت نفس پر معرض امتحان مین بہت
سخت وشدید معلوم ہوتی ہو حتی کہ عہد شکنی کی نوبت پہونچتی ہے اور بعد اسکے وہی حالت اسکو بہت خفیف نظر آتی ہو اور نادم پشیمان
ہوتا ہو حتی کہ پھر اگر نہ سمجھا اور اپنے اوپر بھروسا کیا تو شرک کا مرتکب ہوا اور آخر وہی نتیجہ نکلا۔ پھر شیخ رحہ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے اُنکا
تیسرا وصف بیان کیا بقولہ تعالے واقاموا الصلوۃ وانفقوا الآیۃ۔ انھون نے پاکیزگی کے ساتھ اللہ تعالے عز وجل کا مشاہدہ کیا پس
اپنے وجود کو ظاہر وباطن قربان کیا۔ پھر اللہ تعالے عز وجل نے چوتھا وصف بیان کیا بقولہ تعالے ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ اسمین
اشارت ہو کہ خواہش نفس وشہوات شیطانی کے سیات کو حسنات طاعات ومشاہدات ولذیذ محبت وتجلیات سے دور کرتے ہین۔
مترجم کہتا ہے کہ ان تجلیات معارف سے کوئی چیز تمام مخلوقات مین لذیذ نہین ہو کہان ذات باری عز اسمہ قدیم وپاک اور
کہان مخلوقات وممکنات واللہ تعالے اعلم۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اہل تقوی مین جو عمدہ اخلاق شرعی کے ساتھ لوگون
سے معاملہ کرتے ہین اور خود انصاف وعدل کا برتاؤ کرتے ہین اور اگر کسی نے اُن پر ظلم وجفا کیا تو اس سے اپنے واسطے انصاف نہین
چاہتے ہین اور اگر کسی قوم نے اُن پر ظلم کیا تو اُن کا اعتذار قبول کرتے ہین اور معذور رکھتے ہین اور جب بیمار ہوتے ہین غیرون کی
عیادت کو جاتے ہین کما قیل سے اذا مرضنا اتیناکم نعودکم ۞ وتذنبون فناتیکم ونعتذر۔ پھر اللہ تعالے عز وجل نے اپنا
احسان وامتنان انپر ظاہر فرمایا بقولہ اولئک لھم عقبی الدار جنات عدن یدخلونھا الآیہ۔ جنات مقامات عیش دائمی ہین لیکن
مراتب متفاوت ہین عوام کی جنتین تو باغہائے عالم ملکوت ہین اور خواص کی جنتین دیدار باری تعالے عز وجل ہین کہ شان بکثرت
بیشمار ہین پھر جب عالم ملکوت کی جنت مین تخت پر بیٹھے تو اُنکے بھائی بااینکہ اُن کی بہار کبادی کو آوینگے کما قال تعالے والملائکۃ یدخلون

لے ہم اپنی بیماری مین بھی تمھاری عیادت کو آتے ہین اور گناہ تم کرتے ہو اور ہم الٹے تم سے عذر خواہی کرکے آتے ہین ۱۲ م ش

علیہم من کل باب جن ابواب سے دنیا مین انکو ملائکہ سے معرفت ومحبت تھی یعنے طہارت وخشوع وخضوع وانواع طاعات کے ابواب مین سے ہر باب کے ملائکہ خاص ہین پس جنت محفوف بمکارہ ہے جو اُسوقت مکروہ کی صورت ظاہری سے اصلی صورت خوش منظر بے نظیر پر ہونگے ان ابواب سے ہر ایک باب کے ملائکہ مبارکبادی دینگے کہ وہ وعدہ جو تم کو اس قسم کی طاعت پر دیا گیا تھا دیکھو وہی سچ ہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار یعنی سلامت دوام وصال وبرکت انوار جمال تمھارے لیے ابد تک بلا انقطاع ہے نہ کچھ فکر نہ تشویش نہ اس فکر کا مادہ ہے یہ بدلا اُس کا ہے جو تم نے طول حیات مین شوق جمال مین بلا و مشقتون کو برداشت کیا ہے۔ پھر حق تعالے عز وجل نے اولیا اہل جنت کے اوصاف وانکی کرامت کے بعد اعدا دوزخیون کی بدکاریان بیان فرمائین بقولہ تعالے

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ
اور وہ لوگ ہین جو توڑ ڈالتے ہین اللہ تعالے کا عہد بعد اسکی مضبوطی کے اور کاٹ دیتے ہین وہ جسکے ملانے کا اللہ تعالے نے حکم
يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝ اَللّٰهُ
دیا ہے اور فساد پھیلاتے زمین مین ایسے ہی لوگون کے لیے ہے لعنت پھٹکار اور انھین کے لیے ہے عذاب کا گھر اللہ
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
کشائش سے دیتا ہے رزق جسکے لیے چاہے اور وہی تنگی کرتا ہے اور یہ لوگ تو خوش ہورہے زندگانی دنیا پر اور نہین زندگانی دنیا کی
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝ۧ
آخرت کے سامنے مگر متاع ناکارہ

ع ۳ ۹

تمام مخلوق جو مومن نہو کافر ہے اگرچہ ملتون مین مختلف ہون بعضے نصرانی وبعضے یہودی اور بعضے بت پرست وبعضے آتش پرست اور بعضے ظاہر مین مسلمانون کی صورت مگر دل مین یقین نہین یا ڈبڈھا ہے تو یہ سب در واقع ایک ملت کفر پر ہین پس سابق آیات مین تو مسلمانون کے اوضاع واطوار واعتقادات واُن کے بلند درجات بیان فرمائے اور اب اُنکے مقابل کافرون کا حال بیان کیا بقولہ۔ وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ کہ۔ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ توڑتے ہین اللہ تعالے عز وجل کا عہد۔ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ پیچھے اُس کی مضبوطی کے۔ یعنی اقرار وحدانیت آلہی واُسی کی عبادت کا قول کرکے مضبوط کیا پھر اب توڑتے ہین وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ اور کاٹتے ہین وہ جس کے جوڑنے کا اللہ تعالے عز وجل نے حکم کیا یعنی قرابت رحم ومودت ایمانی وغیرہ حقوق کو ثابت نہین رکھتے۔ یعنی مومنون سے مخالف اُن کا برتاؤ ہے۔ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور فساد پھیلاتے ہین زمین مین۔ پہلا سب سے بڑا فساد تو اللہ تعالے عز وجل سے شرک وکفر ہے کیونکہ جو عدل وانصاف سے خلاف ہے وہ فساد ہے اور اس سے زیادہ کون ظلم ہوگا کہ خالق عز وجل سے مُنھ موڑ کر مخلوقات کو اپنا خالق بتاتے ہین اور بعضے جو اللہ تعالے عز وجل کا نام لیتے ہین تو اپنی رائے وقیاس سے جو درحقیقت اللہ تعالے جل شانہ کی شان پاک کے لائق نہین مثلاً اُس کا بیٹا وجورو بتلاتے ہین تعالے اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ بلکہ واجب اُنپر یہ تھا کہ جو صفات اللہ تعالے عز وجل کے کامل وپاک ہین انھین پر ایمان لاتے مگر جب وحی آلہی سے انکار کیا تو شیطان کے وساوس

Marfat.com

مقبول کیا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ انھین کے لیے ہے لعنت وپھٹکار یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل کی رحمت سے دوری وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ
اور انھین کے لیے ہے بُرا ٹھکانا یعنے جہنم کہ جس کے مقابلہ مین یہ دنیا اُن کے حق مین بہشت ہے حالانکہ دنیا چند ساعت ہی اور
بعد اس کے جو ٹھکانا ہے وہ دائمی ہے پس انپر صد ہزار افسوس ہے کہ کیسے بہکے ہوئے بُرے ٹھکانے کو جاتے ہیں اور اکثر
اُنھون نے دنیاوی دولت پر فریب کھایا ہے حالانکہ دنیا خود حقیر اور محل امتحان ہے قال اللہ تعالےٰ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالےٰ عزوجل وسعت کے ساتھ دیتا ہے رزق جس کو چاہتا ہے۔ وَيَقْدِرُ اور تنگ کر دیتا ہے یعنے جس کو
چاہتا ہے تنگی سے رزق دیتا ہے۔ یعنے وسعت وتنگی رزق مین اللہ تعالےٰ کی حکمت بالغہ ہے اسپر قیاس دوڑانا کہ ہم اچھے مین
اُلٹا خیال ہے کما قال تعالےٰ أيحسبون انما نمدهم به من مال وبنين نسارع لهم في الخيرات بل لا يشعرون۔ یعنے کیا وے قیاس
دوڑاتے ہین کہ یہ جو ہم اُن کو مال واولاد کشادہ دیتے ہین تو ان کے حق مین ہم بھلائیان جلد جلد پہونچاتے ہین یعنے یہ قیاس
باطل ہے بلکہ ان کو شعور نہین ہوتا پس درحقیقت کفر ومعصیت کیا تو دنیاوی دولت وثروت ایک استدراج ہے کہ درجہ بدرجہ
زیادہ کفر ومعصیات مین مبتلا ہوتے جاتے ہین اور زیادہ تر بُرے ٹھکانے کی طرف چلے جاتے ہین۔ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
اور اترائے زندگانی دنیا پر۔ حالانکہ حماقت اس انتہا کو پہونچی کہ دنیا چند روزہ پر اترانا کچھ بھی عقل کے لائق نہین ہے اور
حیات دنیا کے بعد دائمی حیات بے انتہا ہے تو ان چند روز کا اُس کے مقابلہ مین کچھ شمار نہین اور اس دنیا ومافیہا کا آخرت کے
مقابلہ مین کچھ وجود نہین بلکہ جیسے گھورا جس مین مردار نجاسات سڑتی ہون۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا
مَتَاعٌ اور نہین ہے حیات دنیا بمقابلہ آخرت کی مگر متاع۔ یعنے متاع قلیل یا زاد راہ۔ مستورد رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبردار فرمایا کہ دنیا بمقابلہ آخرت کے کچھ نہین مگر جیسے تم مین سے کوئی اپنی انگلی ایک
سمندر مین ڈبو کر اُٹھاوے تو دیکھے کہ وہ کیا لائی ہے۔ رواہ الامام احمد والامام مسلم۔ اور دوسری حدیث مین ہے کہ راہ مین ایک
بزغالہ کٹے کانون والا مردار پڑا تھا اس طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گذرے تو فرمایا کہ مین اللہ تعالےٰ عزوجل کی قسم
کھاتا ہون کہ اللہ تعالےٰ جل شانہ کے نزدیک دنیا اس بزغالہ مردار سے بھی زیادہ خوار ہے جبکہ اس بزغالہ والون نے اُس کو
پھینکدیا۔ مسئلہ۔ پورا ایمان یہ ہے کہ آدمی کے نزدیک دنیا واُس کے تمام چیزین مردار کے برابر حقیر ہون۔ مسئلہ۔ کفر ظاہر
ہے اور شرک مخفی ہوتا ہے اور قولہ وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون۔ کی تفسیر مین کچھ تفصیل گذری۔ اور نفاق بھی باریک
ہے کہ آدمی دعوےٰ کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے حالانکہ یقین مین سے اُس کے پاس نام ہی نام ہوتا ہے اور شیخ ابو العالیہ
رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی فرماتے ہین کہ جب منافق نڈر ہوتا ہے تو چھ باتین ظاہر کرتا ہے باتین کرے تو جھوٹ بولے اور
جھگڑے تو فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے اور امانت رکھوائی جاوے تو خیانت کرے اور عہد الٰہی کو بعد مضبوطی کے
توڑے اور جسکے ملانے کا اللہ تعالےٰ نے حکم کیا اسکو قطع کرے اور زمین مین بدافعالیون سے فساد پھیلاوے۔ اور جب منافق کو
کچھ ڈر ہوتا ہے تو وہ تین باتین ظاہر کرتا ہے جو اول مذکور ہوئین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین جو شخص سچے یقین واعتقاد کے
ساتھ سنت پر عمل کرے اُس کو سو شہید کا ثواب ہے جیسا کہ حدیث صحیح مین آیا ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خرمائی چھال کے بوریے پر لیٹے جب اُٹھے تو آپ کے پہلو مین نشان پڑ گئے تھے تو ہم لوگون نے عرض کیا

کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے لیے کوئی نہالی تیار کرتے فرمایا کہ میرا اور دنیا کا کیا علاقہ ہے مین تو دنیا مین فقط ایک مسافر کے مانند ہون جو دھوپ مین کسی درخت کے سایہ مین ٹھہرا پھر اُس کو چھوڑ کر روانہ ہوگیا. رواہ الترمذی و قال صحیح. اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُنسے فرمایا کہ اگر تجھے مجھ سے ملنے کی خوشی ہے تو تجھ کو دنیا سے اسی قدر کافی ہونا چاہیے جو ایک مسافر کا توشہ ہوتا ہے اور خبردار کہ تو مالدارون کی مجلس مین بیٹھے اور کسی کپڑے کو پرانا کرکے نہ اُتار یہان تک کہ اس مین پیوند پارہ کرلے. رواہ الترمذی. عروۃ بن الزبیر یعنے آپ کی بہن کے بیٹے نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسّی ہزار درم بھیجے تو شام تک آپ نے سب خیرات کر دیے ایک درم اپنے پاس نہ رکھا پس آپ کی باندی نے کہا کہ ہمارے لیے آپ نے ایک درم کا گوشت نہ خرید دیا تو فرمایا کہ اگر تو مجھے یاد دلاتی تو مین خرید دیتی. حدیث ابوہریرہ مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللھم اجعل رزق آل محمد کفافا. یعنے اے رب میرے کردے آل محمد کا رزق کفاف. یعنے اسقدر کہ ضروری حاجت سے کچھ فاضل نہووے. رواہ الشیخان وغیرہما. اور ایک حدیث مین ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے فرمایا کہ اسوقت تمہارا کیا حال ہوگا جب چند روز کے بعد تم مین کا آدمی صبح کو ایک سواری پر جاویگا اور دوسرے وقت دوسری سواری پر اور ایک دسترخوان پر ایک پیالہ لایا جائیگا اور دوسرا اُٹھایا جائیگا اور اپنے گھرون مین پردے لٹکاؤگے جیسے خانہ کعبہ کی پوشش کی جاتی ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم اسوقت کی نسبت اُسوقت اچھے ہونگے کہ فراغت سے عبادت مین مشغول ہونگے فرمایا کہ نہین بلکہ تم اب اس سے بہت اچھے ہو. رواہ الترمذی. اور امام بخاری کی صحیح مین کتاب الزہد دیکھو اور ایک حدیث کافی ہے کہ کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل یعنے دنیا مین ایسا رہ جیسے تو پردیسی ہے یا راہ گیر ہے. ف فی العرائس قولہ تعالے والذین ینقضون عہد اللہ. ان لوگون کا عہد اللہ تعالے عزوجل کے ساتھ بطوع نہ تھا بلکہ باکراہ تھا پس دنیا مین بھی کراہت سے اُس کو سجدہ کرتے ہین اور اسکے سواے کچھ اور نہین کرسکتے ہین پس یہ عہد بشرط توفیق نہ تھا کیونکہ اگر عہد اول مین انکو توفیق کی مساعدت ہوتی تو عہد توڑنے پر قدرت نہ پاتے کیونکہ جسکو توفیق دی گئی وہ نگہداشت آلہیہ کے ساتھ محفوظ ہوتا ہے. شیخ ابوالقاسم حکیم نے کہا کہ عہد توڑنا ایسی چیز کے ساتھ سکون و دل لگانا ہے جس سے کچھ بھی سکون نہ ہو اور فرحت ایسی چیز کے ساتھ جس سے کچھ فرح نہو. چنانچہ ان لوگون کا حال بیان فرمایا کہ عہد توڑا اور وہ اس طرح ہوا کہ دنیا کی محبت مین فرحت سمجھے بقولہ تعالے وفرحوا بالحیوۃ الدنیا الآیہ واضح ہو کہ جو کوئی مشاہدۂ آیات الٰہی عزوجل سے بے نصیب ہوا اسی کو دنیا کے ساتھ فرحت ہوگی کیونکہ شہود کی فرحت کے سامنے کسی چیز کی فرحت کچھ نہین ہے اور جس کو اپنے رب سبحانہ تعالے کے ساتھ فرحت نصیب ہوئی وہ تعجب ہے کہ کسی مخلوق کے ساتھ کیونکر فرحت پاویگا اگرچہ جنت کیون نہ ہو پس جب جنت کے مانند نعمت پر اس کو فرحت نہوئی تو بھلا دنیا مردار کیا چیز ہے کہ جس سے اُس کو فرحت ہو. واسطی رح نے کہا کہ دنیا ایک ڈھیلا مٹی ہے اور تجھ کو اس مین سے فقط ایک غبار کا ذرہ ہے اور جو کوئی اس ذرہ پر فرحت پاوے وہ خود اس ذرہ سے بھی حقیر ہے اور جسکو تمام دنیا ملجاوے اُسکو مچھر کا ایک پر یا اس سے بھی کم ملا اور جب اُس نے اُس کو فرحت دی تو اس کی قدر تم خود دیکھ لو. مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ اگر دنیا کی قدر اللہ تعالے عزوجل کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو اس مین سے ایک گھونٹ پانی نہ ملتا. واسطی رحمہ اللہ تعالے

نے کہا کہ دنیا کو چھوڑ دو کہ وہ تم کو اپنے عذاب کے سمندر میں غرق کر دے بلکہ تم اس کی گردن پکڑ کے اللہ تعالیٰ عزوجل کی
عظمت و وحدانیت کے سمندر میں غرق کر دو کہ تم کو اس میں سے کچھ نظر نہ آوے۔ شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہی دنیا
ہے جس سے نقض عہد پر آمادہ ہوئے پس دنیا کی حقیر حالت اُن کو بتلا دی تاکہ اُن کی آنکھوں میں خوار نظر آوے اور
چھوڑنا اُن کو ناگوار نہ ہو۔ پھر حق تعالیٰ عزوجل نے کافروں کے آیات و معجزات طلب کرنے اور یاد حق تعالیٰ و قرآن سے
مطمئن نہ ہونے وغیرہ کو فرمایا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن

يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ

اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ

لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ۝

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور کہتے ہیں جو لوگ کافر ہیں [illegible] وغیرہ جو ان کے اندر قباحت تک ہوئے لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ
آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ کیوں نہیں نازل کی گئی اس پر کوئی نشانی اُس کے رب کی طرف سے ہر ایک اپنی خواہش کی چیز
مانگتا ہے [illegible] کہ مکہ کے پہاڑ [illegible] اور بجائے پہاڑوں کے تیلے ملک کے شاداب سرسبز ہو جاوے اور [illegible]
سونے کا ہو جاوے [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردے زندہ کرنے کا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
طرح عصا سے اژدہا [illegible] اور بعضے کہتے کہ فرشتہ اُتارا جاتا اور بعضے کہتے کہ رسول کے لیے عمدہ دارالسلطنت
[illegible] سب [illegible] حق تعالیٰ [illegible] اور
اُس کی صفات سے غافل اور [illegible] سے انکار کرتے ہیں [illegible] دلائل کے محسوسات سے تجاوز
[illegible] اور تمام [illegible] ہیں [illegible] کا [illegible] ہوا کہ
حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم [illegible] قرآن کے طالب ہونے [illegible] اور اللہ تعالیٰ
عزوجل کی قدرت میں [illegible] حق تعالیٰ عزوجل [illegible] انتہا نہیں
[illegible] مخلوق [illegible] ایسے ہی ہیں اُس کے
قبضہ قدرت [illegible] آیات کہ سب [illegible]
[illegible] جاوے [illegible] ہو جاویں تو [illegible]
[illegible] تو اُن کی درخواست [illegible] تو ان کو [illegible]

ہلاک کردونگا اور اگر تو چاہے تو انپر توبہ ورحمت کا دروازہ کھول دوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ اے رب
تو انپر توبہ ورحمت کا دروازہ کھولدے۔ علمار نے کہا کہ یہ لوگ دعوے کرتے تھے کہ یہ معجزات دیکھکر ہم ضرور ایمان لاوینگے
لیکن درحقیقت اس کا نتیجہ یہ کہ اُس وقت ہم جہنمی ہوجاوینگے حالانکہ اللہ تعالےٰ عزوجل خوب جانتا ہے کہ اس نے کس
مخلوق کو کس واسطے پیدا کیا پس جسکا جو انجام علم آلہی مین ہے اُس سے وہی ہوگا اور اُس کے خلاف خواہ دعوے کرے یا
نہ کرے کچھ نہین کرسکتا اور اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا ولو اننا انزلنا الیہم الملائکۃ۔ اور اگر اُتار دیتے انپر ملائکہ۔ وکلمہم الموتے۔
اور مُردے اُنسے باتین کرتے۔ وحشرنا علیہم کل شئی۔ اور حشر کردیتے اُنپر ہر چیز۔ قبلا۔ روبرو۔ ماکانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن
اکثرہم یجہلون۔ تو اُن کی قدرت نہ تھی کہ ایمان لاتے مگر آنکہ اللہ تعالے عزوجل چاہتا ولیکن اکثر ان مین کے جہالت کرتے مین۔ اور
اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لایومنون ولو جاءتہم کل آیۃ۔ یعنے جن پر تیرے پروردگار کا کلمہ ثابت ہوگیا
وے ایمان نہین لاوینگے اگرچہ اُن کے پاس کل نشانیان ومعجزات آجاوین۔ اور چونکہ حکمت آلہیہ مین برابر جاری ہوا ہے
کہ جب کسی قوم نے بڑی ہٹ سے معجزہ مانگا اور پایا پھر انکار وکفر کیا تو وہ عذاب سے تباہ کیے گئے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے توبہ ورحمت قبول کی اور البتہ قریش واکثر عرب کی اولاد مسلمان جنتی ہونے والے تھے اور آیات توحید جسقدر قرآن مجید
مین مذکور ہین وہ انواع ہین کہ اس سے لاکھون آیات خود اپنے انفس مین ظاہر ہوتے ہین اور بکثرت وے دیکھ چکے پس اگر
آیات پر ایمان ہوتا تو ایک کافی تھی وقال تعالے وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لایومنون۔ یعنے جس قوم کے حق مین ایمان
نہین ہے اُس کو آیات ومنذرات کچھ بھی کفایت نہین کرتی ہین اور جو جنتی ہین اُن کو ایک آیت بہت زیادہ کافی ہے تو آیات
مانگنے پر ہٹ مت کرو بلکہ اللہ تعالے عزوجل سے ہدایت مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو
حکم دیا۔ قل کہدے اے محمد کہ اِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالے راہ نہین دیتا جسکو چاہے یعنے اللہ تعالے اپنی
مخلوق کا خالق واُن کی ماہیت وآغاز وانجام کا علیم ہے اُس نے جس کو ہدایت کے لیے نہین پیدا کیا وہ گمراہ ہوگا اور
قبضہ قدرت آلہی کا ذلیل ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا۔ وَیَہْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ۔ اور راہ دیتا ہے اُس کو جو اُس کی
طرف رجوع لاوے پس ہدایت دینا اور گمراہی دینا اللہ تعالے عزوجل کی قدرت مین ہے جو اُس سے سرکش ہوا گمراہ ہے
اور جو رجوع لایا وہ راہ پر ہے جیسے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کہ بدون معجزہ وغیرہ کے سچے ایمان سے سرفراز
ہوگئے اور مرتبہ صدیق کو پہونچے جو نبی کے بعد ہے۔ پھر شہید پھر ولی۔ ؎ بالتضرع باش تا شادان شوے ٭ گریہ کن تا
بے دہان خندان شوے۔ آدمی سخت غافل ہے اس کے اندر نفس دوست شیطان وشہوات اور پیچھے موت چلی آتی ہے
راہ دشوار اور شب وروز چلا جاتا ہے یہ نہین جانتا کہ جاکر جہنم مین گرے گا یا جنت نصیب ہوگی۔ عاجزی کے ساتھ نماز
مین دعا مانگے کہ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ پس یہ عاجزی البتہ ہدایت کی راہ ہے جو اللہ تعالے عزوجل کی
طرف رجوع لایا راہ پائی اُس کو معجزہ وغیرہ کی ضرورت نہین ہے چنانچہ اُن کا حال بیان فرمایا بقولہ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔
رجوع لانے والے راہ پانے والے وہ بندے ہین جو ایمان لائے۔ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُہُمْ بِذِکْرِ اللّٰهِ اور ٹھہرتے ہین
اُن کے دل اللہ تعالے عزوجل کی یاد کے ساتھ یعنے خوش وپاکیزہ ہوکر اللہ تعالے جل شانہ کی طرف رجوع لاتے ہین۔ ۲۸

Marfat.com

بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار ہو کہ اللہ تعالےٰ ہی کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ خوب جانتے ہیں کہ وہی پاک پروردگار ہمارا خالق و مالک اور سب قدرت والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یعنے جب قرآن پاک سُنتے ہیں تو اُن کے قلوب گڑگڑاتے اور مطمئن ہو جاتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ ذکر سے قرآن مراد لیا اور اللہ تعالےٰ عز وجل نے قرآن مجید میں جابجا ذکر سے قرآن کو یاد فرمایا ہے کقولہ تعالےٰ ہذا ذکر مبارک انزلناہ۔ اور قولہ انا نحن نزلنا الذکر الآیہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تطمئن بحرف مضارع دلالت کرتا ہے کہ بعد ایمان کے وقتاً فوقتاً طمانینت بڑھتی جاتی ہے۔ اور کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مضارع میں کبھی حال یا استقبال کسی زمانہ معین کا لحاظ نہیں کیا جاتا جیسے اس آیت میں ہے پس اسوقت مضارع بمعنے استمرار ہوتا ہے یعنے ہمیشہ کے معنے دیتا ہے جمل رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ جلالین میں کہا کہ یہ قاعدہ یاد رکھنا چاہیے کہ بہت سے مقامات پر تجھکو نافع ہوگا۔ اور زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کے ذکر سے یہ مراد ہے کہ جب اللہ تعالےٰ جل شانہ وحدہ لاشریک ذکر کیا جاتا ہے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے تو ان کے دل مطمئن ہوتے اور ایمان لاتے ہیں بخلاف کافروں کے بقولہ تعالےٰ واذا ذکر اللہ وحدہ اشمازت قلوب الذین لا یومنون بالآخرۃ۔ یعنے کافروں کا یہ حال ہے کہ جب ذکر کیا جاوے اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک لہ تو بھڑکتے ہیں نفرت کرتے ہیں دل اُن لوگوں کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں بعض نے کہا کہ طاعات آلہی سے بعض نے کہا وعدہ آلہی سے بعض نے کہا اُس کی رحمت کے ذکر سے۔ بعض نے کہا اسکے دلائل توحید سے۔ بعض نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم و اُن کے اصحاب سے مومنوں کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت اور تسبیح یعنے سُبحان اللہ وبحمدہ اور تکبیر و تہلیل یعنے اللہ اکبر و لا آلہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ۔ اور مانند اس کے یادِ حق تعالےٰ سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔ مسئلہ۔ ذکر و تلاوت زبان سے خواہ آہستہ ہو یا آواز سے ہو ثواب ہے ولیکن اس کے معنے جان لینا چاہیے اور قرآن مجید کے معنے پڑھنا چاہیے اور مترجم کے نزدیک اسقدر تو ہر شخص پر واجب ہے کہ جس سے نماز ادا ہو جاوے اور باقی تمام قرآن پاک کی تلاوت میں بھی ثواب عظیم ہے اگرچہ اُس کے معنے نہ جانتا ہو۔ یادِ حق جو دل سے ہو وہ بھی مترجم کے نزدیک موافق قول اولیاء اللہ کے ذکر اور بہتر ہے اور جو ذکر زبان سے ہو اگر دل حاضر نہ ہو تو وہ کچھ نہیں ہے۔ مسئلہ۔ جو اذکار حدیث شریف میں آئے ہیں وہ ہر حال میں اعلےٰ و افضل ہیں اور اُن کے بعد ذکر اللہ تعالےٰ عز وجل کی توحید و تسبیح کا ہو اچھا ہے جب کہ اس میں کوئی بات خلاف شرع نہو واضح ہو کہ جب بندے نے اللہ تعالےٰ عز وجل کی توحید پر یقین کیا اور زبان سے دل کی حاضری و ہوشیاری کے ساتھ معنے سمجھ کر ذکر کیا تو قلب بے شبہہ مطمئن ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالےٰ جل شانہ نے فرمایا ہے اور بعضے لوگ زبان اور انگلیوں سے ذکر کرتے ہیں اور کچھ معنے کا خیال نہیں اور دل میں غفلت بلکہ دل اور فکر دنیا میں لگا ہوا ہے تو یہ کچھ بھی نہیں بلکہ ایک بے ادبی و گناہ ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ افضل الذکر لا آلہ الا اللہ یعنے سب سے افضل ذکر کلمہ لا آلہ الا اللہ ہے۔ معنے اسکے یہ ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالےٰ کے۔ اور مومن جب ایمان لایا تو اس نے اللہ تعالےٰ عز وجل کی معرفت حاصل کر لی کہ وہ لا مثل وہ بے مانند ہے کسی چیز سے اس کی مشابہت نہیں اور کسی قیاس و وہم کو وہاں مجال نہیں وہی خالق ہر چیز و ہر آدمی و آدمیوں کے کاموں کا بھی وہی رازق ہر ایک مخلوق کا خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور جسطرح چاہتا ہے مخلوق کو رزق دیتا ہے چنانچہ اُسی کی قدرت سے

چیونٹی رینگتی اور دانہ لاتی اور کھاتی ہے اسی طرح ہر ایک کو وہی رزق دیتا ہے کسی وقت کسی حال مین کوئی چیز و کوئی مخلوق ہو اُس سے پوشیدہ نہین اور اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہین اور جو اُس نے مقدر کیا وہی جاری کیا وہی علیم و خبیر و حکیم ہے الغرض سب صفات توحید کے ساتھ جسطرح قرآن پاک و احادیث صحیحہ مین آئے ہین اپنے دل مین یقین کے نقش سے جما وے اور جب لاالٰہ الااللہ کہے تو اُسی یقین کو زبان سے بار بار دُہراوے اور دل برابر عظمت و پاکی و صفات پاک الٰہی عزوجل سے بھر جاوے پس یہ ذکر ہے اور جو کوئی خالی زبان سے یہ حروف نکالے اور نہ معنے سمجھے اور نہ دل مین ان صفات پاک کا اثر ہو تو وہ شخص بیہودہ ہے اور اگر صفات سے آگاہ نہو یا یقین نہ ہو تو وہ ابھی تک ایمان ہی نہین لایا ہے۔ **مسئلہ**۔ ایمان کی شناخت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل کی یاد سے قلب مطمئن ہو۔ امام غزالی وغیرہ علماء نے لکھا ہے کہ قلب کی غذا یاد الٰہی ہے ورنہ دل تاریک و مردہ ہوجاتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ مخلوقات مین عجائب صنعت الٰہی عزوجل دیکھکر بھی قلب مطمئن ہوتا ہے ایسے ہی معجزات رسول دیکھنے سے تو جواب یہ ہے کہ مخلوقات پر نظر اگر مخلوقات پر جمی تو خراب اور اگر خالق عزوجل کی صنعت پر جمی اور یہ ایک عاقل عالم کا کام ہے تو یہ درحقیقت اللہ تعالےٰ کی یاد ہے کیونکہ خالق کی یاد ہے پس جو کوئی اللہ تعالےٰ عزوجل سے منکر ہے تو وہ خالق سے بھی منکر ہے اس لیے کہ جب مثلاً نصرانی نے بیٹا بتلایا تو خالق عزوجل سے منکر ہوا کیونکہ خالق عزوجل تو وہ پاک ہی بیٹا وغیرہ سے عیسےٰ و اسکی مان وغیرہ سب اُسکے بندے مخلوق ہین ایسے ہی کفار مکہ سے جب پوچھا جاتا کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا تو کہتے اللہ تعالےٰ عزوجل نے ولیکن درحقیقت وہ اللہ تعالےٰ عزوجل پر ایمان نہین لائے تھے کیونکہ جہالت سے وہ جانتے کہ بتون کے ذریعہ سے وہان سفارش پہونچیگی جیسے بادشاہ کے وزیرون کا واسطہ ہوتا ہے پس یہ مخلوق کی تشبیہ مثل بادشاہ کے سمجھتے تھے اور یہ کفر ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ عزوجل خالق قیوم ہے علیم بصیر ہے اُسکے قبضۂ قدرت سے کسی دم کسی لحظہ کوئی چیز باہر نہین ہوسکتی اور کوئی چیز ذرہ برابر اُس کی مشیت و تقدیر کے خلاف کچھ نفع یا ضرر نہین دیسکتی ہے غرضکہ جو مومن ہے اور اُس نے اللہ تعالےٰ کی صفات پر یقین کیا وہ خوب جانتا ہے کہ توحید کے سوا ذرہ برابر تجاوز ہو تو اللہ تعالےٰ سے منکر ہو جائیگا۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن ہو یا تسبیح ہو یا اور طرح اللہ تعالےٰ عزوجل کی یاد ہو سب ذکر الٰہی ہے جس سے قلب مطمئن ہوتے ہین حتے کہ معجزات جنکو مشرکین مکہ مانگتے تھے انکو اگر اسطرح دیکھتے کہ سبحان اللہ وہ کیسا خالق قادر قوی ہے کہ جو چاہے وہ کرے ہر ایک چیز اُس کے قبضۂ قدرت مین ہے تو یہ ایمان تھا اور وہ معجزہ ہو یا کوئی اور معجزہ ہو سب نافع ہین اور اگر یون نہ دیکھتے تو خالی مخلوق پر نظر ہوتی جس مین اول کفر تو یہی تھا پھر کفر کے ساتھ جو ہوتا سب شیطانی ہوتا اسی وجہ سے صحیح معجزات کو سحر وغیرہ کہتے تھے اور قرآن پاک کو جادو بتلاتے تھے حالانکہ قرآن مجید سے قلوب مطمئن ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہے ایک مرتبہ ایک صحابی رات کو قرآن مجید پڑھتے تھے ایک سپید چیز مانند ابر کے اُنپر سایہ کیے ہوئے نزدیک ہوتی اور ان کا گھوڑا بھڑکتا اور جب انھون نے تلاوت موقوف کردی تو وہ غائب ہوگئی صبح کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سکینت تھی جو قرآن مجید کی تلاوت پر نازل ہوئی تھی۔ اور قولہ تعالےٰ انزل اللہ سکینتہ علےٰ رسولہ الآیہ کی تفسیر مین سکینت کی تفسیر گذری اور یہ طمانینت قلب کو شامل ہے اور سراج وغیرہ مین اس مقام پر لکھا کہ سورہ انفال مین فرمایا کہ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم الآیہ پس وہان تو ذکر الٰہی سے قلوب کا وجل ظاہر ہوتا ہے اور یہان ذکر الٰہی تعالےٰ سے طمانینت فرمائی پس معنے یہ ہین کہ وجل یعنے خوف زدہ تو اس وقت ہوتے ہین کہ عذاب و عقاب و

Marfat.com

قہر الٰہی یاد کرین اور مطمئن اُس وقت ہوتے ہین کہ اس کی رحمت یاد کرین۔ مترجم کہتا ہے کہ کوئی سوال وارد ہی نہین ہوتا اور وجل و طمانینت مین کچھ منافات نہین ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل کی یاد سے دلون پر طمانینت طاری ہوتی ہے اور اسی کو اپنا خالق و قادر و رب جاننے پر راضی و مطمئن ہوتے ہین اور معجزات و رسول و جنت و آخرت سب اُسکی قدرت کی مخلوقات جانتے ہین پھر اس اطمینان کو برابر ایمان کے ساتھ ساتھ بقا ہے کبھی زوال نہین مگر جب غفلت یا نفاق یا شرک خفی طاری ہو پھر اللہ تعالےٰ عزوجل پر ایمان خود اُس کی رحمت کی اُمید واری اور اُس کے استغنا و کبریا و عظمت و جلال و قہر کا خوف ہے پس جو اطمینان تھا اُس کو اس خوف سے کچھ منافات نہین جیسے رحمت کی امید کو قہر کے خوف سے کچھ زوال نہین تم نہین دیکھتے کہ جس نے اللہ تعالےٰ کو یاد کیا اور وہ اللہ تعالےٰ کی کبریائی و عظمت و جلال سے غافل ہے تو اُس نے اللہ تعالےٰ کو یاد ہی نہین کیا کیونکہ یہ تو اللہ تعالےٰ عزوجل کے صفات ہین پس غور سے سمجھ لینا چاہیے اور تعجب ہے کہ بزرگ مفسرین کو اسمین تردد ہی کیون ہوا واللہ تعالےٰ ہو الہادی الےٰ سبیل الرشاد۔ اور آیت کریمہ کے بعض اشارات کا بیان حدیث مین اس طرح آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم جانتے ہو اس آیت کے معنے اُنھون نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ و رسول اُسکا دانا تر ہے فرمایا کہ جس نے محبوب رکھا اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول کو اور رسول کے اصحاب کو رواہ الشیخ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ شخص کہ محبوب رکھے اللہ تعالےٰ کو اور اسکے رسول و اُسکے اہل بیت کو صدق کے ساتھ بدون بناوٹ کے اور دوست رکھے مومن کو حاضر و غائب خبردار ہو کہ اللہ تعالےٰ جل شانہ کی یاد سے باہم الفت کرتے ہین۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کیے کام نیک۔ طُوْبٰى لَهُمْ طوبےٰ ہے اُن کے لیے۔ وَحُسْنُ مَاٰبٍ۔ اور واپس جانے کا اچھا ٹھکانا۔ ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طوبا ہم عرب نہین بولتے یہ بنائی ہوئی بولی ہے اور فصیح زبان طوبیٰ لہم ہے۔ زجاج و ابو عبیدہ و اہل اللغتہ نے کہا کہ طوبےٰ بروزن فعلی تانیث اطیب ماخوذ از طیب ہے پس صفت جنت ہے اور یہ اسوقت بولتے ہین کہ کسی کے لیے نہایت درجہ کے شادمانی و خوشی و عیش ہو پس جس عیش و نعمت کو اللہ تعالےٰ عزوجل نے طوبےٰ فرمایا اُس کی مقدار بشر کے خیال سے باہر ہے اسی واسطے حدیث صحیح قدسی مین آیا کہ یقول اللہ تعالےٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علےٰ قلب بشر۔ یعنے حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ مین نے مہیا فرمایا ہے اپنے صالحین بندون کے لیے وہ کہ نہین دیکھا اُس کو کسی آنکھ نے اور نہ کوئی کان ہے جس نے سُنا ہو اور نہ کوئی قلب ہے جسکے خیال مین آوے۔ مترجم کہتا ہے کہ قدرت الٰہیہ مومن کے اعتقاد مین نہایت پاک و اعلےٰ ہے کہ ہرگز وہم مین نہین آسکتی خصوص جب کہ تمام کرہ زمین و آسمان ایک ذرہ کے برابر نہین اور ایک پتی کا پیدا کرنا تمام جہان کی وسعت سے باہر ہے اور دنیا ایک خرابہ کھنڈل ہے جسکو وہ مخلوق آراستہ کرتی ہے جسکو دنیا کی ہوس ہے پس کوئی خوبصورتی و نعمت آدمی کے قیاس مین نہین آتی ہے اور خوب سمجھو کہ جنت و باغ کا کوئی نمونہ دنیا مین نہین ہے جس پر تم قیاس کرو بلکہ عقلین وہان حیران ہین حتی کہ بہت سے بیوقوف اُس کی قدر صرف اپنے قیاس سے سمجھتے ہین بلکہ مراد اسقدر بیان سے جو قرآن پاک و احادیث مین وارد ہے یہ ہو کہ اس جہان آراستہ و عیش و راحت پر یقین کرو اور یہ مت سمجھو کہ دنیاوی عیش میوہ و دیگر اشیا اُس جہان مین نہین مل سکتے بلکہ یہ یقین کرو کہ یہان اگر خاک و کھاد بانس وغیرہ کے

اختلاط سے اس مٹی سے پیدا ہوتے ہین تو وہان بہی میوہ نہایت پاکیزہ اختلاط و پیدائش سے زندہ موجود ہین جیسے مثلاً کوئی شخص کاغذ کا
پھول گلاب کا کترے اور اُس کے مقابلہ مین باغ مین جاوے تو اصلی پھول زندہ خوشبودار نہایت نفیس پاوے اسی پر قیاس
کرو کہ یہ جہان گویا نقلی ہے اور وہ اصلی ہے اور جب حضرت خلاق علیم جل شانہ نے اپنی مخلوقات کی خبر دی تو ہم کو عقل سے
یقین کامل اعتقاد رکھنا فرض ہے اور عقل کسی حال مین اُس کو مشکل نہین سمجھی پس جو بیوقوف اس سے منکر و محال جانتے ہین ان کی
حماقت پر ہزار نفرین کہ عقل ملکوتی سے بے بہرہ ہین اور حواس بہی سے ادراک نہین کر سکتے پس انکار کرتے ہین ولیکن جن بندون کا
وصف حق تعالے عز و جل نے ان آیات مین بیان فرمایا وہ ہر حال مین قدرت حق عز و جل کو ایسا عظیم لا انتہا جانتے ہین کہ جنت کو
جس حد تک سمجھ سکو اس سے لاکھون درجہ بلکہ بیحد بہتر اسکے قبضۂ قدرت مین ادنے مخلوق ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین پھر
واضح ہو کہ آیت کریمہ مین طوبے کی تفسیر مین اقوال ہین اور شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طوبے مصدر از طیب ہے یعنے جیسا کہ اوپر
مذکور ہوا اور لکھا کہ یا طوبے ایک درخت ہے جنت مین کہ اگر سو برس تک سوار اسکے سایہ مین جاوے تو اُسکو طے نہ کر پاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ
شیخ نے التزام کیا تھا کہ جو قول سب سے زیادہ راجح ہوگا وہی ذکر کرونگا پس یہان ان دونون قول کو مساوی درجہ پا کر دونون کو ذکر کیا
اور شاید کہ ان دونون کے ذکر مین جس کو مقدم کیا اُس کو ارجح سمجھا ہو اور میرے نزدیک بھی یہی بات ہے اور سیاق اسی کو مقتضے
ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ طوبے لہم فرح لہم وقرۃ اعین یعنے اُن کے واسطے فرحت اور آنکھون کی ٹھنڈک ہے
یعنے ایسی نعمت کہ اُنکے قیاس سے باہر ہے اور بعض نے قول دوم کو ارجح خیال کیا بدلیل حدیث عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی
نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت مین فاکہہ ہے فرمایا کہ ہان اسمین ایک درخت ہے اُسکو طوبے کہتے ہین الے آخر الحدیث
الذی رواہ احمد وابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی والبیہقی وابن مردویہ۔ اور حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص
نے کہا کہ یا رسول اللہ طوبے لمن رآک وآمن بک۔ یعنے طوبے اس شخص کے لیے جس نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طوبے لمن آمن بی ورآنی ثم طوبے ثم طوبے ثم طوبے لمن آمن بی ولم یرنی یعنی فرمایا کہ ہان طوبے اُس کو جو
مجھپر ایمان لایا اور مجھے دیکھا پھر تین مرتبہ یعنی سہ چند طوبے اسکے لیے جو مجھپر ایمان لایا مگر مجھے نہ دیکھا پس ایک نے عرض کیا کہ طوبے کیا
یا رسول اللہ فرمایا کہ جنت مین ایک درخت صد سالہ راہ ہے اُسکے اکمام سے جنتیون کے لباس نکلتے ہین رواہ احمد وابن حبان
وابو یعلے وابن جریر وابن ابی حاتم والخطیب فی التاریخ۔ اگر کوئی کہے کہ اول شخص نے تو طوبے لمن رآک کہا تھا پھر دوسرے
پوچھنے والے نے کیون دریافت کیا تو جواب یہ ہے کہ آپ نے عیش و راحت کے اسباب مین نادیدہ ایمان لانے والون کا سہ گونہ
ثواب فرمایا حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم افضل الامۃ منصوص ہین تو اُس نے استفسار کر لیا کہ یہ باعتبار قبولیت و درجات قرب کے ہے
یا باعتبار ثواب و راحت کے ہے اور واضح ہو کہ دار آخرت مردہ نہین ہے بلکہ جاندار ہے کما فی قولہ وان الدار الآخرۃ لہی الحیوان لہذا
درخت طوبے اور اس سے لباس نکلنا اس شکل پر جو دنیا مین ہے قیاس نکرنا چاہیے۔ اور طوبے کے بارہ مین سلف صالحین سے
اقوال و آثار بہت ہین اور اصل صحیحین وغیرہ مین حدیث انس رضی اللہ عنہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت
مین ایک درخت ہے کہ سوار اُس کے سایہ مین سو برس تک چلا جاوے طے نہو اور تمہارا جی چاہے پڑھو قولہ تعالے وظل ممدود۔
اور بعض روایات مین ہے کہ وہی شجرۃ الخلد ہے اور بعض سلف نے کہا کہ یہ درخت جنت عدن مین ہے اور تمام جنتیون پر سایہ کیے

[illegible] ۱۲ منہ

Marfat.com

ہوئے ہیں۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ ان احادیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ آیت میں طوبےٰ لہم۔ کی یہ تفسیر ہے بلکہ احادیث میں فقط طوبےٰ درخت کا بیان ہے بلکہ صحیحین کی روایت میں آپ نے قولہ ظل ممدود آیت کی یہ تفسیر قرار دی نہ قولہ طوبےٰ لہم۔ کی اور معالم وغیرہ میں معاویہ بن قرہ سے باپ کے ذریعہ سے مرفوع روایت ہے کہ طوبےٰ درخت کو اللہ تعالےٰ عزوجل نے خصوصیت کے ساتھ دست قدرت سے اگایا اور اس میں روح پھونکی پس اس سے نہایت خوبصورت لباس و زیور پیدا ہوتے ہیں اور اس کی شاخیں دیوار جنت کے باہر سے نظر آتی ہیں۔ اور ایک روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ اس سے فرمادیگا کہ میرا بندہ جو کچھ چاہے وہ تیرے پھلوں سے پیدا ہوتے کہ گھوڑا مع زین آرائش جس طرح کا جس خوبصورتی کے ساتھ چاہے گا اس سے کھلکر نکل آویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ دار آخرت کے جسقدر حالات میں بہت ہی مختصر وارد ہوئے ہیں حتی کہ دوزخ تک کو زندہ و جاندار بیان فرمایا گیا ہے اور اسی واسطے امام غزالی وغیرہ نے لکھا کہ وہ عالم ایک ظہور وجود روحانی ہے اور جسمانیت وہاں تابع ہے۔ جیسے یہاں جسمانیت ظاہر و جان مخفی ہے اور وہ عالم ایسی خوبصورتی سے آراستہ ہے کہ جس کے مقابلہ میں عالم دنیا خرابہ کھنڈل اونچا نیچا پریشان ہے ولیکن نمونہ کے لیے حق تعالےٰ نے بہت سے درخت و گل بوٹے ایسے پیدا کر دیے ہیں کہ جس خوبصورتی و تراش و خراش و عمدگی سے وہ پیدا ہوتے ہیں آدمی کو حیرت و عجیب قدرت الٰہی نظر آتی ہے پس قیاس کرو کہ اس ویران کھنڈل میں تو یہ ظہور ہے پھر وہاں آراستہ و پیراستہ خوبصورت جہان میں کس خوبصورتی سے ظہور ہوگا اور خبردار ہو کہ اس زمانہ میں بہت کثرت سے ایسے ملحدین ہیں جو عقل سے بے نصیب مگر حواس واکل کے پابند ہو کر جو کچھ حقیقت بیان جنت وغیرہ کا وارد ہے اسکو حواس کے قیاسات پر محمول کرتے ہیں اور اسوقت انکو نظر آویگا جب ملائکہ عذاب انکی روح کھینچینگے اور آتش دوزخ بحکم نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ الآیہ۔ اُن کے سیاہ دلوں کو جھانک کر گرفتار کرے گی اور اسوقت تو مہلت و امتحان کی محنت میں گویا جنت میں ہیں ولیکن اہل ایمان کہ وہی اہل عقل ہیں ایمان لاتے ہیں اور ان کی عقل اس ہدایت و رحمت الٰہیہ پر اسکی حمد و شکر ادا کرتی ہے اور کیوں نہو کہ مسافر کو اپنے مبارک وطن کے ذکر سے فرحت ہوتی ہے اور شیخ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کو توضیح سے بیان کیا اور مضائقہ نہیں کہ جہاں تک مذکور ہوا اسکو اختصار سے اور باقی کو واضح ذکر کروں چنانچہ شیخ نے لکھا کہ قولہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات طوبےٰ لہم وحسن مآب۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فرح لہم وقرۃ اعین عکرمہ رح ای نعما لہم۔ ابراہیم نخعی ای خیر لہم۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کلمہ عربیہ ہے کہ طوبےٰ لہم ای حسنیٰ لہم۔ یہ سب اقوال ایک ہیں انمیں کچھ تفاوت نہیں ہے۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جنت کو پیدا کر کے مومنوں کے واسطے کر دیا۔ شہر بن حوشب نے کہا کہ طوبےٰ درخت جنت جس کی ہر قصر جنت میں شاخ ہے اور جنت کے باہر سے نظر آتی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ اور ایسا ہی ابوہریرہ و ابن عباس و مغیث بن شلیمان وابواسحٰق سبیعی اور بہتیرے سلف سے مروی ہے بعض نے کہا کہ الرحمن تبارک وتعالےٰ نے اسکو ایک دانہ موتی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ پھیل جاوے پس پھیلا جہانتک اللہ تعالےٰ عزوجل نے چاہا اور اس کی جڑ سے جنت کی نہریں شہد و شراب و پانی و دودھ کی جاری ہیں۔ پھر شیخ نے امام احمد کی حدیث ابی سعید خدری اور بخاری و مسلم کی حدیث سہل بن سعد اور بخاری کی حدیث انس اور مثل اس کے امام احمد کی حدیث ابی ہریرہ جو اوپر مذکور ہوئی ہیں باسانید ذکر فرمائی ہیں اور لکھا کہ محمد بن اسحاق نے اپنے اسناد سے حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہےٰ کا

Marfat.com

ذکر کیا اور فرمایا کہ اُسکی شاخ کے سایہ مین سو برس چلے یا کہا تھا کہ اُس کی شاخ کے سایہ مین ستّو سوار چلین اور فرش اُس کا سونے کا ہے اور پھل اُس کے قلال ہین۔ رواہ الترمذی۔ اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر وہب بن منبہ رح سے ایک اثر عجیب وغریب روایت کیا چنانچہ ابن منبہ نے کہا کہ جنت مین ایک درخت ہے اُس کو طوبےٰ کہتے ہین سوار اُس کے سایہ مین ستّو برس تیز روان ہو اور اُس کو طے نہ کر سکے۔ اُس کے شگوفہ ریاض ہین اور پتے برود ہین اور شاخین عنبر اور بطحا اُس کا یاقوت کا اور خاک اُس کی کافور اور وحل اُس کا مشک اُس کی جڑ سے انہار خمر و عسل و شیر جاری ہین وہ مجلس اہل جنت ہے۔ وہان کے واقعات مین سے ہے کہ ایک بار ملائکہ اُن کے پاس پروردگار تبارک وتعالےٰ کی جانب سے آوین گے اور سونے کی خوبصورت زنجیرون سے آراستہ نجیب بختی لادینگے جنکے چہرے مثل چراغ کے خوبصورت اور ان کی دبر مثل مرعزی ریشم کے نرم اور انپر رحال ہون گے جنکے الواح یاقوت کے اور دفوف سونے کے اور آرائش جامہ سندس واستبرق کی پس سلام کر کے کہینگے کہ رب الرحمن عزوجل نے ہمکو تمہارے پاس بھیجا کہ تم اس کے لقاء وسلام سے مشرف ہو پس انپر سوار ہونگے تو پرندون سے زیادہ تیز روان اور بستر سے زیادہ نرم بلا کلفت کے پس آدمی اپنے برابر کے آدمی سے باتین کریگا اور ایک کا پہلو دوسرے سے نہ ملیگا اور نہ سواری کا کان دوسری سواری سے اور راہ مین درختان خوشنما اُن کے سامنے سے یا شاخ اُن کے رُخ سے ایک طرف ہوجائے گی تاکہ انہین کسی کے نہ لگے اور جدا نہون پس وہ ایک مقام پر پہونچینگے جو کرامت دیدار کے لیے مشرف کیا گیا ہے پس حق تعالےٰ عزوجل اُنکے واسطے پردہ اپنی آنکھون سے مرتفع فرماویگا اور یہ لوگ دیدار کے وقت سجدہ کرنا چاہینگے اور اس سے بکرامت معاف رکھے جاوینگے پس کہینگے کہ اللھم انت السلام والیک السلام وحق لک الجلال والاکرام پس اللہ تعالےٰ عزوجل فرماویگا انا السلام ومنی السلام اور تم پر میری رحمت ومحبت ثابت ومستحکم ہوچکی مرحبا میرے بندو جنھون نے غائبانہ میری طاعت کی اور میرا حکم مانا۔ پھر عرض کرینگے کہ اے رب ہمارے ہم نے تیری عبادت جیسی چاہیے نہ کی اور جو تیری قدر ہے ہم نہ کر سکے ہم کو اجازت فرما کہ ہم تیرے واسطے سجدہ کرین۔ حق عزوجل فرماویگا کہ یہ محنت وعبادت ورنج وغم کا نہین ہے بلکہ یہ گھر بادشاہت ونعمت کا ہے اور مین نے تم سے محنت وعبادت برطرف کر دی تو مانگو مجھ سے جو کچھ اور چاہو تم مین سے ہر ایک کو اُسکی مراد عطا ہوگی پس ہر ایک اپنی اپنی مراد مانگیگا پھر انہین سے سب سے کم وحقیر مراد مانگنے والا یہ کہیگا کہ ای رب میرے دنیا والون نے اپنی دنیا مین جھگڑے اور افتخار پھیلائے تھے اور اُن کو تنگی دی گئی پس اے رب جب سے تو نے اسکو پیدا کیا اور جب تک ختم کیا جو کچھ تو نے پیدا کیا ہر ایک چیز کے مثل مجھے دیدے اللہ تعالےٰ عزوجل فرماویگا کہ تیری مراد بہت حقیر نکلی اور تو نے اپنے درجے سے کم مانگا اچھا تیرے لیے یہ تیری مراد ہے اور دس گونہ زیادہ ہے کیونکہ میری بخشش مین نہ تنگدستی اور نہ بخل وکمی ہے پھر فرماوے گا کہ میرے بندون پر وہ نعمتین پیش کر دو جو اُن کے خیال مین نہ آئی ہین پس پیش ہونے سے انکو اپنے نفس کی خواہشین حقیر نظر آنے لگینگی اور منجملہ ان نعمتون کے ایک دانہ یاقوت کا تخت آراستہ ونعمتہا بے قیاس اور حور عین نوجوان لڑکیان جنکو یہ اعتقاد ہوگا کہ ہمارے بادشاہ کو ہم پر ایسی فضیلت ہے جیسے آفتاب کو کنکرون پتھرون پر ہوتی ہے یا اس سے بھی زیادہ حالانکہ بندہ مومن جنتی کو ان حور العین کی فضیلت نظر آوے گی پس یہ حور اپنے خاوند کو نہایت سچے پیارے لگینگی اور کہینگی کہ واللہ ہم نہ جانتے تھے کہ اللہ تعالےٰ تیرے مثل پیدا کرے گا پھر ملائکہ بحکم باری تعالےٰ ہر ایک کو اسکی جنت کے گھر مین لیجاوینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ تم سے ہر شخص جنت کے اپنے گھر کو اس سے زیادہ جانتا ہے جیسا کہ دنیا مین نماز سے واپس ہو کر اپنا گھر پہچانتا ہے اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے بعد لکھا کہ اس

[illegible]

اس اثر کو ابن ابی حاتم نے بھی اپنی اسناد کے ساتھ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا اور اس مین اس قدر زائد ہے
کہ اُس کے بعد وہب نے کہا کہ پھر ملائکہ اُن کو پروردگار کی نعمتین دکھلا دینگے کہ دیکھو تم کو تمھارے پروردگار نے کیا کیا نعمتین
عطا فرمائی ہین پس بندہ مومن رفیق اعلیٰ مین قبہاے گوہر وزبرجد وغیرہ مین داخل ہوگا جنمین سونے کے کواڑ اور یاقوت کے
تخت جن پر سندس واستبرق کا فرش اور اُن مین نور کے ممبر ہون گے ان قبون کے دروازون وصحن سے نور جوش مارتا
ہوگا جسکے سامنے سورج کی روشنی ایسی ہے جیسے دن مین تارہ کی چمک ہوتی ہے اور اعلےٰ علیین مین وہ دیکھیگا کہ یاقوت کے
بلند بلند مکانات ہین جن کا نور تمام محیط ہورہا ہے اور اگر اسوقت اللہ تعالےٰ نے ان چیزون کو بندۂ مومن کے لیے مسخر نہ فرمایا ہوتا
تو آنکھون کی بینائی جاتی رہتی یعنی دنیا کی آنکھ ان چیزون کے دیکھنے کے لائق نہین ہے حتیٰ کہ اسوقت دنیاوی زندگی مین آدمی کی
بینائی جاتی رہے بلکہ مرجاوے اور وہان حق تعالےٰ عزوجل کے دوبارہ پیدا کرنے مین ایک ظہور قدرت کاملہ ہوگا کہ ہر طرح کے
نورانیات کو متحمل ہوگا بدلیل قولہ تعالےٰ فانشانا ہن انشاءً فجعلنا ہن ابکاراً۔ جو بوڑھی عورتون کے وہان نوجوان ہونے کے
بیارہ مین منصوص ہے فافہم۔ پھر وہب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان قصرہاے رفیع وبلند مین سے جو قصر یاقوت سُرخ کا ہوگا
اس مین سندس سبز کا فرش ہوگا اور جو یاقوت زرد کا ہوگا اسمین ارغوانی فرش ہوگا مشجر بزمرد سبز وطلاے سُرخ وسیم سپید
اور اُسکے قوائم وارکان جواہر کے ہون گے اور ان مکانون کے شرف پر موتی کے قبہ اور مرجان کے غرفہ ہونگے پس عطاے آلٰہیہ سے
اس مرتبۂ مشرف وممتاز ہوکر واپس ہونگے تو انکی سواری کے لیے گھوڑے پیش کیے جاوینگے اُن کی صفت بیان وقیاس سے برتر ہے
یاقوت سپید کا گھوڑا جسمین اللہ تعالےٰ عزوجل کی قدرت سے روح ہوگی اور غلمان اُنکے خادم ہونگے اور ان گھوڑون کی لگام وعنان
سپید چاندی کی جواہرات سے جڑاؤ ہوگی اور زین تختہاے موضونہ مفروش بسندس واستبرق ہونگے پس انپر سوار ہوکر
وسط ریاض جنت مین روان ہوکر مکانون پر جاوینگے پس جب اپنی منازل تک پہونچینگے تو دیکھینگے کہ نور کے منبرون پر ملائکہ ان کی
ملاقات کے انتظار مین کھڑے ہین تاکہ سلام کرین اور اُن کو مبارکباد دیوین پس جب اپنے مکانون مین داخل ہونگے تو وہ سب
آرزوئین ومرادین موجود پاوین گے اور ہر ایک قصر کے دروازہ پر چار جنت یعنے باغ ہونگے اے جنتان ذواتا افنان۔ دو
باغ با افنان۔ وجنتان مدہامتان۔ وفیہما عینان نضاختان وفیہما من کل فاکہۃ زوجان۔ وحور مقصورات فی الخیام پس جب
اپنے اپنے منازل مین جنکو وہ خوب پہچانتے تھے قرار پکڑینگے تو پروردگار عزوجل فرماویگا کہ تم نے وہ سب پا لیا جو کہ مین نے تم کو وعدہ
دیا تھا عرض کرینگے کہ ہان اے رب ہمارے تیری ذات پاک ہے۔ فرماوے گا کہ تم اپنے رب کے ثواب پر راضی ہو عرض کرین گے
کہ اے رب ہمارے ہم راضی ہین تیری رضا چاہتے ہین فرماویگا کہ میری رضا تمھارے لیے دائمی ہے تم اس مبارک ملک مین رکھے
گئے اور تم کو میرا دیدار نصیب کیا گیا اور میرے ملائکہ نے تم سے مصافحہ کیا مبارک مبارک تمھارے لیے یہ نعمت غیر منقطع ہے نہ اسمین کبھی
اُکتاؤ گے اور نہ کبھی کمی ہوگی پس یہ کرم پاکر کہینگے الحمد للہ الذی اذہب عنا الحزن واد خلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیہا
نصب ولا یمسنا فیہا لغوب ان ربنا لغفور شکور۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سیاق غریب واثر عجیب ہے اور
اس کے بعض مضامین کی صحت قوی کی شاہد ہر دو صحیحین یعنے صحیح بخاری وصحیح مسلم مین موجود ہین چنانچہ صحیحین مین ہے کہ جو شخص
سب سے آخر جنت مین داخل ہوگا اس سے اللہ تعالےٰ عزوجل فرماویگا کہ اپنی آرزو بیان کر پس وہ آرزوئین بیان کرے گا یہانتک

کہ جب اپنی حد بھر مانگ چکیگا تو اللہ تعالےٰ عزوجل فرماوے گا کہ یہ مانگ اور وہ مانگ یعنی خود اُس کو تعلیم فرماویگا پھر فرماویگا
کہ یہ تیرے لیے ہے سب اور اس سے دس گونہ زیادہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے اثر مذکور مین کسی مقام پر اس کو بڑھا دیا ہی بوجہ
اس کے کہ فضل آلہی سے صحیحین کی یہ روایت محفوظ تھی فلیعلم واللہ اعلم اور صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی روایت کی کہ اللہ تعالےٰ عزوجل فرماتا ہے کہ اے میرے بندو اگر تم سب ابتدا
سے انتہا تک جسقدر پیدا ہوئے ہو خواہ آدمی ہو یا جن ہو سب کے سب ایک میدان مین کھڑے ہو اور اپنی اپنی مراد (جو کچھ ہو وے)
مجھ سے دعا کر کے مانگو اور مین تم مین سے ہر شخص کو اُس کی مراد دیدون تو اس سے میرے ملک و بادشاہت مین کچھ کمی نہوگی مگر جیسے
کوئی شخص سمندر مین سوئی ڈبو لے اور اُٹھا وے دیکھے کہ اس مین سمندر سے کیا کمی ہوئی الحدیث بطولہ۔ اور خالد بن معدان رحمہ اللہ
نے بیان کیا کہ جنت مین ایک درخت ہے جسکو طوبےٰ کہتے ہین اور اس کی نفاست سے پستان ہین جنسے اہل جنت کے بچہ
دودھ پیتے ہین اور عورت کا گرا ہوا پیٹ جنت کی نہرون مین سے ایک نہر مین قیامت تک آرام سے کروٹین بدلتا ہے اور
قیامت کے روز چالیس برس کا اُٹھایا جائیگا۔ رواہ ابن ابی حاتم مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند
ابراہیم کے حق مین فرمایا کہ جنت مین اُس کی دودھ پلائی ہے کما فی البخاری۔ اور مترجم کہتا ہے کہ طوبےٰ خواہ درخت ہو یا جنت
ہو دار آخرت زندہ جاندار ہے پس اُس کی کیفیت کا سمجھنا اہل حواس کی سمجھ سے باہر ہے ولیکن اللہ تعالےٰ عزوجل کی قدرت ہر
شخص پر ظاہر ہے تو جو باتین و نعمتین بیان ہوئی ہین وہ سب اللہ تعالےٰ عزوجل کی ادنےٰ قدرت ہین اور اعلےٰ قدرت کی نعمتین بسبب
ہم لوگون کی کم ظرفی کے بیان نہین ہوئین بلکہ بیان فرمایا کہ وہ ایسے نعمتین ہین کہ نہ کسی آنکھ نے انکو دیکھا اور نہ کسی کان نے اُن کو سُنا
اور نہ کسی بشر کے دل پر انکا خطرہ آیا ہے اسی واسطے حق تعالےٰ عزوجل نے فرمایا طوبےٰ لہم وحُسن مآب۔ پس جسکو اللہ تعالےٰ طوبےٰ و
حسنیٰ فرماوے وہ کس درجہ بلند قدر ہوگی۔ مسئلہ۔ عہد توڑنا۔ نماز مین بے قدری سے کسل کرنا۔ جھگڑے نالش مین فجور کرنا۔ امانت
مین خیانت کرنا۔ جھوٹ باتین کرنا۔ یہ سب جمع ہون تو افعال مین منافق ہوگا اگرچہ روزہ نماز پڑھے۔ مسئلہ۔ ہدایت دینا و
گمراہی دینا اللہ تعالےٰ کی قدرت ہے پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ اللہ تعالےٰ عزوجل کے علم مین بندہ کی نسبت تھا وہی واقع ہوگا۔ مسئلہ
جو قلب گمراہ ہو اُس کو آیات و معجزات سے نفع نہین ہوتا اگرچہ ہزار بار دیکھے۔ مسئلہ۔ ذکر آلہی سے قلوب مطمئن ہو جاتے ہین پس
جسکا قلب مطمئن نہو وہ اپنے نفس مین غور کرے اور عالم و فقیہ سے دریافت کرے۔ مسئلہ۔ دنیا مین عزت و آبرو و مالداری و اولاد
سے آدمی کی خوبی پر کچھ بھی دلیل نہین ہے بلکہ اکثر ایسے لوگ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بدتر حقیر و خوار ہوتے ہین اور بہت سے محتاج
و فقیر جنکو لوگ حقیر جانتے ہین اور مصائب مین گرفتار رہوتے ہین وے اللہ تعالےٰ عزوجل کے نزدیک معظم و مکرم و آبرو والے ہوتے
ہین پس اصلی پہچان تقوےٰ و علم ہے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ان اللہ یضل من یشاء الآیہ۔ گمراہون کے بھٹکنے کے
جو سبب سمجھے جاتے ہین اُنکو کاٹ دیا اور اصل اُس کی اللہ تعالےٰ عزوجل کی قدرت ہے اور ہدایت الخفین مین منحصر رکھی جو اسکی
طرف رجوع لاتے ہین پس بعض نے علامات بیان کیے کہ جو اپنے نفس پر اعتماد کرتا ہے راہ سے بھٹکتا ہے اور جو تمام امور مین اپنے
رب کی طرف رجوع لاتا ہے اور اپنی طاقت و قوت سے پناہ اپنے رب کی طرف لاتا ہے وہ راہ پاتا ہے۔ جعفر رحمۃ اللہ علیہ
نے اشارہ کیا کہ جو کوئی اپنی قوت سے اسکی معرفت چاہے گمراہ ہوگا اور جو اسی سے اسکو چاہے وہ حقائق کو پہونچ جاتا ہے۔ واضح ہو کہ

Marfat.com

کافرون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ پایا تو آیات طلب کین حالانکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون آیت ہو سکتی ہے اور جنھون نے آپ کو دیکھ پایا وہ رسالت پر یقین لائے وقد قال الذین آمنوا وتطمئن قلوبہم بذکر اللہ الآیہ۔ اس مین بیان ہے کہ جنکو ہدایت ہوئی اُن کا یاد کرنا ایمان کے ساتھ ہے اول غیب پر ایمان لائے اور یقین کیا پھر یاد سے اُنکے قلوب مطمئن ہوئے۔ اللہ تعالےٰ عزوجل پر ایمان سے بسبب غیب کے اُن کو اطمینان نہ تھا بلکہ ذکر آلٰہی سے اطمینان ہوا اور اگر مشاہدہ کشف ہوتا تو ذکر کی حاجت واسطے اطمینان کے نہ ہوتی۔ اور مومنون کا ذکر کرنا دو معنے پر ہے ایک ذکر ظاہر اور دوم ذکر باطن۔ ذکر ظاہر کی دو قسمین ہین ایک ذکر زبان کے ساتھ اور ایک ذکر کان سے یعنے کسی دوسرے سے سنکر پس زبان وگوش سے جو ذکر ہو اس سے طمانینت براہ ترہیب وتوحید ہوتی ہے اور ذکر باطن کی بھی دو قسمین ہین ایک یہ کہ دل مین عظمت وجلال آلٰہی سما دے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل کی نعمتون وانعامات کو دیکھے اور اس کی مخلوقات ونشانیون مین فکر کرے اور یہ قلب کا فعل ہے اور دوم یہ کہ ذکر فعلی نہو بلکہ اللہ تعالےٰ کا ذکر اُس کے پاک بندون کے قلب مین آدے اور یہ اسطرح ہوتا ہے کہ واردات غیب وتجلیات خاصہ بطریق کشف پیدا ہون اور یہ ذکر خالص آلٰہی بدون سبب وعلت کے ہوتا ہے اور طمانینت قلب خالص یہی ہے اور اس کے سوائے جو ذکر ہین وہ معلول ہین اور یہ اسطرح بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل اپنے نیک بندون کو یاد فرماتا ہے پس وے اپنے رب کو یاد کرتے ہین کما فی الحدیث وان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر من ملاءہ پھر واضح ہو کہ ذکر جب محل ایمان مین ہوتا ہے تو اس سے رغبت ورہبت اور وجل وخوف وقلق وحیاء وحسن الظن باللہ پیدا ہوتا ہے اور جب ذکر ایمان محل یقین مین ہوتا ہے یعنے جنھون نے مشاہدہ ولقاء آلٰہی کا یقین کیا ہے پس وہ نور ایقان کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے ذکر کرنے والے ہین اور ایقان کا نور ایمان سے زیادہ روشن ہے جیسے صبح کاذب وصبح صادق کا فرق ہے پس اہل الیقین ذکر کی طمانینت مین بقدر انوار وتجلیات ہین پس جسقدر انکشاف وتجلیات مزید ہین اور وضوح زیادہ ہے اسی قدر ذکر مذکور زائد ہے پس انکے ذکر سے صدق واخلاص وتسلیم ورضا وتوکل وخالص عبودیت پیدا ہوتی ہے اور جب معنے آمنوا باللہ کے مشاہدہ آلٰہیہ ہون تو یہان طمانینت بکشف وجود ہے جیسے طلوع آفتاب بعد صبح صادق کے ہوتا ہے پس اول تو ایمان سے علم الیقین ہے اور دوم ایقان سے عین الیقین ہے اور سوم مشاہدہ آلٰہی سے حق الیقین ہے اور واضح ہو کہ مقام مشاہدہ مین بسبب استیلاء انوار عظمت آلٰہی کے ذکر زائل ہو جاتا ہے اور یہ مقام طمانینت کا نہین ہے بلکہ مقام فنائے قلب کا ہے بلکہ عظمت مین قلب وروح وعقل وعلم وفکر وذکر سب فنا ہو جاتے ہین اور اس سے محبت وشوق وعشق ومعرفت توحید وتجرید وتفرید وانس وفناء وبقاء پیدا ہوتے ہین اور معنے قولہ تطمئن القلوب یعنے اللہ تعالےٰ کی یاد سے ارواح مطمئن ہوتی ہین اور ذکر کا محل چار چیزین ہین ایک قلب اور یہ آیات کے دیکھنے سے ہوتا ہے اول اہل کفر ونفاق وعوام جو آیات کو نہین دیکھتے غافل ہین اور دوم عقل اور وہ مخلوقات ومصنوعات مین افعال آلٰہیہ کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اور سوم ارواح اور وہ دیدار انوار صفات سے ذاکر ہین اور چہارم اسرار جنکا ذکر بدیدار سبحات الذات ہے اور یہان ذکر مقصود ہے کیونکہ ذکر غیر متناہی ہے پس جب عارف نے صرف ذات پاک کا مشاہدہ پایا یہ دیدار فقط اُسکے وجود کی مقدار پر ہے اور حاشا کہ وہ محیط بہ ہویت وازلیت ہو جاوے کیونکہ پاک ہے وہ سبحان اللہ سبحان اللہ وقد قال تعالیٰ لا تدرکہ الابصار اگرچہ یہ ادراک ابصار نہین ہے مگر بصیرت اسرار کو بھی مجال نہین پس جسقدر عنایت لے اسکو نصیب کیا وہ بقدر اسکے وجود کے ہے اور محیط ہونا اسکی مجال نہین ہے پس جو غیر مکشوف ہے وہی اسکا مذکور ہے

اور یہ اسی کا ذاکر ہے اور اگر اسکے مشاہدہ مین ہو تو یہ مشاہدہ مذکورین ذکر ہے اور یہ ذکر عجیب ہی مین نے معرفت مین کوئی طریقہ اس سے زیادہ باریک نہین پہچانا اور نہ مین کسی کو دیکھتا ہون جس نے اس مقام کا اشارہ کیا ہو سوائے چند اکابر اولیاء اللہ کے جو مقدم گذرے ہین اور بھی اللہ تعالے فرماتا ہے کہ۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی جب اسکو دیکھا اور کشف ذات وصفات مین زیادتی چاہی اور جان گئے کہ ہم نے اُسکو اسکی قدر کے لائق نہین پہچانا اور اگر اسکو اُسکی قدر کے لائق پہچانتے تو ا مین فنا ہو جاتے تو جہانتک نہین پہچانا امین قلوب مطمئن ہوتے ہین اس امید پر کہ انکو وہان وصال نصیب ہو اور یہ زیادتی معرفت کی بے شبہہ متصور ہے اگرچہ احاطہ متصور نہین ہی۔ قال المترجم یعنے جیسا سابق مین ذکر فرمایا کہ وہان انتہا و حصر نہین ہی تو ہر حال مین زیادت متصور ہی اور احاطہ ہر حال مین محال ہی فافہم اور بھی قولہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کے یہ معنے ہین کہ ازل مین حق تعالے نے انکو اپنی ولایت ومعرفت کے لیے پسند فرمایا پس یہ طمانینت اُسکے لیے ابدالآباد تک باقی ہے بعض مشائخ نے فرمایا کہ قلب چار قسم پر ہوتے ہین اول عوام کے قلوب ہین کہ اللہ تعالے کی نعمتین وعافیت وسلامتی دیکھکر حمد وثناء وتسبیح سے مطمئن ہو جاتے ہین۔ دوم قلوب خواص کہ حسن اخلاق ہو توکل وشکر وصبر دیکھکر یاد الٰہی سے مطمئن ہوتے ہین۔ سوم قلوب علماء کہ اللہ تعالے کی صفات واسماء ونعوت کی یاد سے مطمئن ہوتے ہین پس نظر اُن بندون کی ان صفات واسماء پر اس راہ سے ہی کہ زمانہ مین ان صفات کے سبب سے اُسکے کیا ظہور ہوتا ہی۔ چہارم قلوب وحدین اور وے مثل غریق کے ہین کہ انکو کسی حال مین سکون نہین ہوتا ہی اور کیونکر اُسکے ذکر سے مطمئن ہون جس سے جاہل ہین اور کیونکر اُسکے ذکر سے مطمئن ہون جسنے انکو خوف دلایا ہی اور امون نہین کر دیا ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید مراد شیخ کی یہ ہی کہ جو طمانینت اوپر کی تینون اقسام کو حاصل تھی اس سے ہزار ہا گونہ زائد طمانینت انکو اس قسم کی حاصل ہی ولیکن اضطراب دوسری طرح ہی یعنے جیسے استسقاء کے مرض والا پانی پیتا چلا جاتا ہی اور کبھی سیراب نہین ہوتا اسی طرح انکا حال ہی ولیکن اصل یقین مین انکو کسی طرح کا شبہہ نہین ہے فافہم واللہ تعالے اعلم۔ شیخ حسین رح نے کہا کہ جو ازل مین یاد الٰہی مین آیا اور متحیر ہوا وہ ابتک اُسکے ساتھ مطمئن ہی۔ ہجویری رح نے کہا کہ اولیاء کے قلوب مواضع مطالع ہین جنکو کبھی حرکت واضطراب وگھبراہٹ کسی واقعہ وسانحہ سے نہین ہوتی ہی بلکہ مطمئن رہتے ہین بخوف اسکے کہ ناگاہ طلوع ہو اور اُسکو بے ادبی کے داغ سے مرسوم پاوے۔ بعض نے کہا کہ کمال مشغولی سے شہود فقط اُسی کا پاتے ہین تو کبھی انکو اضطراب وجنبش نہین ہوتی ہی واسطی رح نے کہا کہ اسکی چار قسمین ہین۔ اول قلوب عامہ کہ جب اسکو یاد کر کے دعا مانگی تو مطمئن ہوئے پس انکو یاد الٰہی سے فقط یہی نصیب ہی کہ دعائین قبول ہون۔ دوم قلوب ہین جنھون نے اسکی طاعت کی اور کامل تصدیق کی اور اس سے راضی ہوئے پس ایسے قلوب مقام زیادات مین بندھے ہوئے ہین پس انکا ملاحظہ کچھ تو شواہد مین ٹھیک ہین اور کچھ اپنی طاعات پر نظر کرکے فاسد ہین۔ سوم وہ قلوب ہین جو ایسے مرتبہ کے عارفون کے ہین جنھون نے اسماء وصفات کو پہچانا اور خطاب الٰہی تعالے کو سمجھا پس انکو اطمینان اللہ تعالے کی انکو یاد کرنے سے ہی نہ انکی اسکو یاد کرنے سے اور انکو اطمینان اسکی اُنسے راضی ہونے پر ہی نہ انکی اُس سے راضی ہونے پر۔ مترجم کہتا ہی کہ خطاب عام ہی اور مرجع وہی لوگ ہین جنکو فہم خطاب نصیب ہوئی بس وہی خطاب سے مراد ٹھہرے پس گویا انھین کو یاد فرمایا تھا اور یہ نشان رضامندی ہی پس جب بندہ کو ایمان صحیح ویقین واثق نصیب ہوا اُسکو کمال درجہ شکر کا مقام ہی کہ دونون جہان اس نعمت کے مقابلہ مین ہیچ ہین والحمد للہ علی ذلک۔ چہارم قلوب خاص الخاص جنکو کشف ذات وعلم صفات عطا فرمایا پس انکے لیے ذات کو صفات مین درج کر دیا اور آگاہی بحق الیقین دیدی کہ مخلوقات جس درجہ تک اپنی اپنی ہستی کی مقدار پر اسکی معرفت رکھتے ہین سب انکے خطرات ہین اور وہ تعالے شانہ ذو الجلال والاکرام ایسی معرفت سے پاک برتر ہی پس وہ جانتے ہین کہ انکے اسرار کو قدرت نہین کہ اس سے سکون پاوین اور جس شخص کا یہ حال ہو کہ جو انکا حال ہی وہ کس سے سکون پاوے اور کہان مطمئن رہجاوے

Marfat.com

جہان اور جب کوئی زیادت نے طلوع کیا اُسنے اسکو حجاب دیکھا کہ استطاعت کوئی ونعمت نہین پاتا لیونکہ حجاب مستور ہی پس اگر تو اس مقام مین آنا چاہے تو اپنے نفس کو راہ مستقیم پر روک دے اللہ تعالیٰ تجھکو جزائے عظیم عطا فرماوے۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ نہایت نفیس اشارہ ہی جس سے بہت سے مقامات مین علم حاصل کرنیوالے کو فیض پہونچتا ہو انجملہ ایک مشکل مقام ولایت احمدی کا ہو اور توضیح یہ ہو کہ جملہ اقسام ولایت مین سے ولایت احمدیہ سب سے افضل ہو اور یہ قسم اول صحابہ رضہ کو حاصل تھی حالانکہ کرامات وغیرہ کی انکو کچھ تلاش نہ تھی اور کشف کے طالب نہ تھے بلکہ انکی راہ فقط صراط مستقیم پر سنت طریقہ سے چلتا تھا حالانکہ اُنسے کم درجہ پیچھے ولی کو کشف وکرامت حاصل ہوتی ہو تو وجہ اسکی یہی ہو جو اس اشارہ سے ظاہر ہو کہ اصل کرامت تقویٰ وطاعت ہو اور کشف زیادت یقین یا حصول الیقین کیواسطے ہو اور یہ خود شعر ہو کہ درجۂ یقین مین قصور ہو اور وہان فیض نبوت سے یقین بدرجۂ کمال تھا اور تقویٰ بدرجۂ اعتدال تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ ایک قوم ہین جنکے دل ذکر آلہی سے مطمئن ہوئے پس ذکر سے اُن کی تسلی ہو اور ذکر سے صفائی ہو اور ایک قوم ہین کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے لطف سے یاد فرمایا پس طمانیت انکے دلون مین جما دی اور انھین انکی خصوصیت ہو کہا جاتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جب بندے کو یاد کیا تو اُسنے زندگی پائی پس اللہ تعالیٰ کی یاد سے خوش ہوکر مانوس ومطمئن ہو لیے۔ بعض نے کہا کہ اہل معرفت کے دل کسی چیز سے تسکین نہین پاتے سوائے اللہ تعالیٰ کے کیونکہ یہ قلوب ہی اُسکے محل نظر ہین۔ بعض نے کہا کہ قلوب نے سوائے اسکے کوئی رستہ پایا تو اسی سے مطمئن ومانوس ہوئے۔ شیخ رودباری رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے مطمئن ہوئے جسنے انکو منور ومسرور کر دیا۔ پھر واضح ہو کہ جن بندون کا حق تعالیٰ نے ایمان وطمانینت ذکر کا وصف فرمایا انہین صرف اسی وصف پر قصر نہین رکھا بلکہ اُنکے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی مقرون فرمایا بقولہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات طوبیٰ لھم الآیۃ۔ ان بندون نے چشم اسرار سے انوار ازل وابد دیکھے اور نور سے توحید یقین کر کے جو ہنوز وصول نہین ہوا اُسکے وصال پر حق الیقین کیا پس جو کچھ انہین ہو اسکو اداکر کے اسکو اختیار کیا یعنی فنا ہو کر اعمال صالحہ دیے جسکی جزا جمیل حق تعالیٰ نے بقولہ طوبیٰ لھم وحسن مآب بیان فرمائی۔ اصل ذات مرجع ومآب صفات ہو پس قول آلہی عین صدق ہو وطوبیٰ لمن حالہ مع اللہ ہذا سہ طوبیٰ لاعین قوم انت عینھم ہ فمن فی نعمۃ من وجہک الحسن جریری رح نے کہا اسکو طوبیٰ جسکا دل عمر بھر مین ایک لحظہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاکیزہ ہوا اور کبھی کسی وقت دل سے اپنے رب کیطرف رجوع لایا۔ شیخ جنید رح نے کہا کہ اوقات عارفین اپنے معروف تبارک تعالیٰ کے ساتھ طیب مین ابن عطا رح نے کہا کہ جب تک شرک وریا وعجب سے پاک ہوکر عمل صالح پر خوش ہوا اور تو نے رزق کی ضمانت فرمائی ہو اسپر بھروسا کیا تو اسکے لیے طوبیٰ ومبارکباد ہو۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ طیب اوقات مین انکے انفاس طیب ہین بعض نے خوب کہا کہ جن بندون کے لیے حق تعالیٰ نے طوبیٰ لھم فرمایا ہو انکو طوبیٰ مبارکباد ہو طوبیٰ انکے لیے فی الحال اور حسن مآب فی المآل ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر حق تعالیٰ نے عادت سابقہ پر

رسالت اور عظمت قرآن آلہی بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

اسیطرح تجکو بھیجا ہمنے ایک امت مین کہ ہوچکی ہین اُس سے پہلے امتین تا سنا دے تو انکو جو کچھ بھیجا ہم نے تیری طرف

وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝

اور وہ منکر ہوتے ہین رحمن سے تو کہہ وہی ہے رب میرا کسی کی بندگی نہین اُسکے سوائے اسی پر مین نے بھروسا کیا اور اسی کیطرف آتا ہون رجوع کر

حق تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر قرآن نازل فرمایا اور اہل ہدایت نے جسکا وصف و بیان ہوا اسکو حق جانا اور وہی اہل بصیرت اور نور قلبی سے منور اور حق کو باطل سے تمیز کرنے والے اپنے رب کی ازلی ہدایت وقبل وجود کے اُن کے پیٹ سے ایمان کی فضیلت پانے ہوئے ہین پس اس

[illegible]

نورِ معرفت کے ساتھ انکو کسی معجزہ کی ضرورت نہ ہوئی بخلاف کافرون کے جو دنیا کے لیے اور یہان سے جہنم کے لیے مخلوق ہوئے تھے
اس معرفت سے اندھے رہے اور عبرت کا مقام ہے کہ انھون نے ایسے معجزات پر ہٹ کی جنسے دنیاوی آرام و آسائش سے تن کو یا ابن جیسے
مکہ چوڑا ہو جاوے اور سرسبز شاداب نہرین جاری ہون اور پہاڑ سونے کا ہو جاوے غرضکہ دنیاوی زندگی کے سوا انکے نزدیک
کچھ نہ تھا پس معجزات سے انکی یہ غرض نہ تھی کہ انپر حق ظاہر ہو جاوے اور جنکی مراد حق تھی انکو قرآن مجید سے جو کچھ معرفت حاصل ہوئی
اُسکے سامنے تمام معجزات ابتدا سے انتہا تک جو کسی پیغمبر کو عطا ہوئے یا خیال مین آوین سب قدرت آلہیہ کا ادنیٰ نمونہ ہین کیونکہ معجزہ
ایک فعل ہے اور قرآن سے اصل صفت کی معرفت حاصل ہوئی اور دونون مین کتنا بڑا فرق عظیم ہے پس جو اس صفت کی بصیرت سے
اندھا رہا اُسکو فعل سے ہدایت کیونکر ہو سکتی ہے پس ہادی و مضل وہی رب تبارک تعالیٰ ہے مخلوق کا خالق ہے اور آنحضرت صلعم کی بشارت کے
لیے ہزارون انبیاء پہلے بھیجے گیے تھے اور حق تعالیٰ نے اپنی کبریائی و عظمت کو صاف ظاہر فرما دیا تھا کہ جسکو چاہا وہ ایمان لایا ورنہ کوئی معجزہ
و آیات کافر کو نافع نہ ہوئی پس حق تعالیٰ نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ اے مثل ذٰلک الارسال الذی سبق بارسال السابقین ارسلنٰک
یعنے مثل اس ارسال کے جو تجھ سے پہلے تیری خوشخبری سنانے والے پیغمبرون کے بھیجنے مین ہو چکا ہے ہمنے تجھکو بھیجا۔ اقول یہی بیضاوی و
سراج و معالم و جلالین وغیرہ سے مفہوم ہے اور شیخ عکبری رح نے تبیان مین کہا کہ کذٰلک ای الامر کذٰلک یعنی بات یون ہی ہے۔ اقول وجیہ
نہین ہے اور بعض نے کہا کہ یہ ارسال کی عظمت شان کا بیان ہے اور مرجع اسکا اظہار عظمت و کبریا آلہیہ ہے کہ مخلوق مین دو قسم کرکے ایک صالحین
اہل جنت موصوف بصفات مذکورہ بالا خاص اپنی ہدایت سے کر دیے اور دوم اُنکے خلاف یعنی اہل جہنم بھی خاص اپنی قدرت سے بسبب مشیت کر دیے
کیونکہ جو افعال اہل جہنم سے سرزد ہوئے اور جن حرکات پر مرتے دم تک قائم رہے ہین اُنکا خالق تبارک و تعالیٰ انکے پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا اور جو وہ
جانتا تھا اُس سے خلاف نہین ہو سکتا تھا پس دیگر اقوال کہ تشبیہ بمضمون قولہ افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق الآیہ ہے یا بمضمون ہدایت و
اضلال ہے یا بانعام سابقین ہے یا بقول ابن عطیہ اجراے عادت یا ثابت ہے بمعجزات مقترحہ وغیر ذالک سب اسمین داخل ہین اور مقتضیٰ یہ ہین کہ ایسی ہی
عظیم الشان قدرت کی ارسال کے ساتھ ہمنے تجھکو اے محمد بھیجا۔ فِیْٓ اُمَّةٍ ایک ایسی امت یعنی گروہ عظیم مین جو موجود عرب و عجم ہین اور قیامت تک
ہونگے جنکی یہ صورت ہے کہ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ گذر چکی ہین اس امت سے پہلے بہت سی امتین یعنی آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک جنکے پاس اُنکے
رسول بھیجے گئے تھے جنھون نے انکو انکے رب کی معرفت معارف سکھلانے مین بہت پوری کوشش کی پس تیرے بھیجنے کے لیے یہ سب مقدمہ ممہد ہو چکا اور اُنکے
واقعات عبرتناک انپر گذر چکے تاکہ آیندہ آخری مرتبہ والے متواتر عبرتناک واقعات سے جہل مین مبتلا ہون اور قدرت کاملہ و صفات آلہیہ سے آگاہ
رہین اور تیری رسالت خاتمہ فاضلہ کو نیا معاملہ خیال نہ کرین بلکہ محامد آلہیہ سننے کے لیے اور کمال علم و تصدیق کے لیے تیار ہین وحی خالص پاکیزہ کے
ساتھ جسمین علوم اولین و آخرین مجموع ہین۔ لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ تاکہ تو پڑھ سنا دے انکو وہ قرآن جو ہمنے تجھپر وحی فرمایا یعنی جسمین
آدمی کی ابتداء و انتہا اور درمیانی خطرات جہالت سے بچاؤ اور تکمیل النفس کے طریقے اور انجام کی سعادت اور اپنے رب کی معرفت سب کچھ توحید موجود
ہے جیسے انبیاے سابقین نے اعتقاد و معرفت آلہی کی سب سے ایک توحید لا الٰہ الا اللہ سے آگاہ کر دیا اور ہر اُمت کو اسکی تکمیل نفوس کے اعمال و افعال
موافق خلقت اُنکے قلوب و اجسام کی گونہ مختلف تعلیم فرمائی۔ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ مگر اس آخری امت کی حالت یہ ہے کہ وے الرحمٰن سے
منکر ہین۔ یعنے ان لوگون کی جہالت عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے آگاہ نہوئے جسنے انپر اس سامان عظیم سے کتنی بڑی رحمت فرمائی بلکہ اس نعمت
عظیمہ کے مقابلہ مین ناشکری کی حالانکہ تیرا آنا و قرآن نازل ہونا جس سے آدمی درواقع ناپاک عادات سے بچکر بزرگ اخلاق محمودہ سے آراستہ

Marfat.com

ہو کر دنیا اور دین مین کامل بکرم ہوجاتا ہے مگر وے لوگ ایسی جہالت مین تھے کہ الرحمن سے منکر تھے چنانچہ معالم مین ہر کہ ابوجہل لعنہ اللہ نے
سنا کہ محمد رسول اللہ صلعم دعا کرتے یا اللہ یا رحمن پس دوسرے مشرکون کے پاس جاکر بولا کہ محمد اللہ کو پکارتا ہے اور اسکے ساتھ دوسرے
معبود کو بھی جسکا الرحمن نام لیتا ہر اور رحمن تو کوئی اس نام کا معلوم نہین سوائے رحمن الیمامہ کے (یمامہ کے بادشاہ مسیلمہ کو اُس کے لوگ
رحمن الیمامہ کہتے تھے) یعنی یمامہ والے کا نام اگرچہ رحمن الیمامہ ہمکو معلوم ہر ولیکن وہ معبود نہین ہر تو محمد کس معبود کو رحمن کہتا ہر! ابن عباس رض
سے ضحاک نے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلعم نے قریش کو اللہ تعہ کی رحمتین نعمتین یاد دلاکر کہا کہ الرحمن کو سجدہ کرو تو الرحمن سے انکار و
نفرت کرنے لگے کما فی قولہ قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا حالانکہ الرحمن کا بندہ کہلانے مین اللہ تعہ سے نہایت اُمیدواری ہے
جیسے اللہ تعہ کا بندہ کہلانے مین اچھا اخلاص ہر دیکھو حدیث صحیح مسلم مین عبد اللہ بن عمر رض سے مروی ہر کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعہ کو
زیادہ محبوب بندون کے نامون مین سے نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہر۔ اور اسی طرح واقعہ صلح حدیبیہ ہر کہ قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو
آیا اور مومنین سے صلح قرار پائی پس آنحضرت صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم کیا کہ صلحنامہ لکھنا شروع کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم تو سہیل بن عمرو
نے کہا کہ ہم تو سوائے یمامہ والے کے اور رحمن نہین جانتے ہین تم ویسے ہی لکھو جیسے ہم لکھتے ہین کہ باسمک اللہم۔ اور یہ پورا قصہ صحیح بخاری وغیرہ مین
موجود ہے اور بعض علما مانند حضرت قتادہ وغیرہ نے اسکو شان نزول قرار دیا اور میرے نزدیک یہ اُس معنے مین شان نزول ہر جو حاشیہ مین لکھے
دیتا ہون واللہ اعلم۔ بالجملہ یہ عجب تھا کہ ابوجہل اسقدر شرک مین ڈوبا تھا کہ جہالت سے الرحمن دوسرا خدا سمجھا اور قریش نے اللہ کو نہ پہچانا تو
الرحمن کو نہ جانا حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہر قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی یعنے بتلادے ان جاہلون کو کہ دعا مین اللہ پکارو
یا رحمن پکارو جو نام پکارو ٹھیک وہی خالق وحدہ لاشریک ہر کہ اُسکے پاک نام بہت ہین چنانچہ اس آیت مین بھی فرمایا کہ قُلْ هُوَ رَبِّي تو کہدے
کہ الرحمن میرا رب ہر یعنی اللہ تعہ بڑا رحم والا ہر کہ کافرون ومشرکون وجورو بیٹا بنانے والون اور اسکو چھوڑ کر غیرون کی پرستش کرنے والون اور سخت
نافرمانی کرنے والون سب کو فراخی کے ساتھ رزق دیتا ہر کیتنی بڑی اسکی رحمت ہر چاہے تو ایک آن مین سب کو نیست ونابود یا سخت تکلیف و
مصیبت مین گرفتار کرے مگر وہ سب پرورش کرنے والا بیشک الرحمن الرحیم ہر حالانکہ تم اُس سے انکار کرتے ہو مگر مین اقرار کرتا ہون یعنے تم کو سمجھانے و
تعلیم کرنے کو زبان سے کہتا ہون ورنہ مین تو کمال الیقین وحق الیقین سے جانتا ہون کہ وہ میرا رب ہر۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اُسکے سوائے کوئی معبود نہین
ہر۔ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ اسی پر مین نے بھروسا کیا یعنی اپنے تمام کامون مین میرا بھروسا اسی پر ہر اگرچہ تمھارا نہو کیونکہ تم منکر ہو۔ وَاِلَیْہِ مَتَابِ اور اسی
کیطرف مرجع ہر یعنی جسکی طرف رجوع لائی جاویگی وہ وہی ہر اسکے سوائے کوئی نہین ہر خواہ مین اخذ یا تم ہو سب کا وہی مرجع ہر اور متاب اسم ظرف
از توبہ ہر یا مصدر میمی بمعنے ظرف ہر اور متاب خاص اپنے لیے مانند توکلت کے نہین فرمایا کیونکہ متاب سب کا اسی کی طرف ہر اور اسمین عمدگی سے
انکو توبہ کی طرف راہ بتلائی کہ جب تم مقہور ہو کر اسی کی طرف موت سے بلا اختیار کے رجوع کروگے تو ڈولکہ کفر کا طوق لعنت گردن مین ہو اور قبل موت
کے اُسی کیطرف رجوع لاؤ کہ تاج رحمت سر پر زیب دیے حضرت الرحمن مین حاضر ہو۔ ف فقہا نے کہا کہ بندہ کو چاہیے کہ اپنا توکل ہر کام مین
الرحمن الرحیم اپنے رب پر رکھے اور تو خیال کرتا ہر کہ جب تو نے الرحمن پر بھروسا کیا تو وہ تجھکو عذاب مین ڈالے لا الٰہ الا ہو الرحمن الرحیم۔ و لیکن بندہ کو چاہیے
کہ جب تک زندہ ہر اُسکے خوف سے بھرا ہو اور یہ خیال رکھے کہ وہ پاک بے پرواہ ہر چاہے تمام مخلوقات فنا کردے اور چاہے سب کو جہنم مین ڈالدے
اور اگلی امتون مین سے جن قومون کو دم کے دم مین عذاب وقہر سے ہلاک کر دیا اُنسے تجھکو کون امتیاز ہر اسمین کہ تم سب ادنی مخلوق ہو چنانچہ
غزوہ تبوک جاتے ہوئے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم قوم صالح پر گذرے تو صحابہ رض کو یون ہی منع فرمایا اور غور سے دیکھ کہ کرم بندگان حق تعہ مانند رسولون

Marfat.com

ولا ئکہ کے بحکم قولہ بل عباد مکرمون الآیہ وقولہ وہم من خشیتہ ربہم مشفقون ۔ اپنے رب کی صمدیت وپاک بے پروائی سے ڈرتے رہتے ہین لیس زندگی بھر دلی محبت کے ساتھ اپنے رب کی خشم ونا راضی سے ڈرا ہوا ہے اور جب آخری وقت آجاوے یعنی موت کا تو اسوقت اپنے آپ کو اپنے پیدا کرنے والے پالنے والے پاک الرحمن الرحیم کے سپرد کر دے وہ ارحم الراحمین ہے جنے اسپر بھروسا کیا اس بھروسے کی قدر مجال عقل سے باہر ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین خاص تاکیدی حکم ہے کہ موت کیوقت اپنے رب تبارک وتعالے سے نیک گمان رکھے اور واضح ہو کہ جاننا تک ظاہر ہوا لا الہ الا ہو ضروری اعتقاد ہے پس شرک سے قطعی اجتناب ہے ورنہ الرحمن پر توکل ناتمام ہوگا اللہم انی اعوذ بک من ان اشرک بک فیما اعلم واستغفرک لما لا اعلم وانی اعوذ بک من سوء الظن بک وانت ارحم الراحمین ۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ قل ہو ربی لا الہ الا ہو الآیہ ۔ حق تعالیٰ کی درگاہ مین عارف وحدانیت وحقائق توحید رب مخلوق سے بالاتر بندہ اخص الخاص سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلعم برسالت ہے جسکو حکم دیا کہ بزبان حقیقت اسکی تنزیہ بیان کرے قل ہو ربی لا الہ الا ہو ۔ ربوبیت کا اقرار کیا کہ متوحد ذات وصفات تربیت فرمائی اور غیر کی نفی بیان کی اور حقیقت مین غیر کا وجود ممکن ہی نہین تو لا الہ سے دریاے عدم مین غوطہ لگایا اور سوائے ہو کے کچھ نہ پایا پس دائرہ ہو مین سر باطن کو ڈر ہوا اور اپنے وجود سے مضمحل ہوئے پس اصل کی طلب مین سری حرکت ہوئی مگر عرفان کے ساتھ کہ نابود کو بذات خود ادراک محال ہے پس اسکی معرفت مین اسی پر بھروسا کیا علیہ توکلت ۔ اور جملہ مخلوق جب اس معانی کے تحمل سے عاجز ہوئے اور اس سردار والاشان نے اپنے رب کی اصطفائیت سے اسکو اٹھایا تو عالم مین کل کی غرض ہوگئے والہذا مروی ہے کہ لولاک لما خلقت الخلق ۔ اور جب قائم بمقام کل ہوئے تو حضرت خلاق الکل نے کل کی کچھ پروا نہین فرمائی کہ بجاے کل کے اس فرد مفرد کو پیدا کر دیا والنعم ما قیل ؎ وکنت ذخرت انکاری لوقت ؛ فکان الوقت وقتک والسلام ؛ وکنت اطالب الدنیا بحر ؛ فانت الحر وانقطع الکلام ۔ اور پھر ہوش سے امتحان مین آؤ اور دیکھو کہ باوجود اس شان عالی مکان کے کہ عرش کم پایہ ہے مقام امتحان کا ظہور اس شان سے ہے کہ اہل بصیرت وذوی الالباب کے سوائے گروہ عمیان نے نہ پہچانا اور در واقع نہ دیکھا پھر کیونکر پہچانتے اور دیکھتے کیونکر کہ نور بصیرت قرآن سے محروم ہے کیونکہ بصیرت پاتے تو اس نور اور روحانی معجزہ کو چھوڑ کر عالم اسفل مجسمات کے معجزات دنیاوی ہرگز نہ مانگتے حالانکہ انھون نے معارضہ کیا کہ اگر رسول اللہ ہو تو مکہ کی سرزمین سے پہاڑ اڑا دو کہ زمین صاف ہوجاوے اور بجاے انکے نہرین بہا دو کہ پیٹ کے لیے آدمی کھیتی کرے اور میوہ دار درخت لگاوے اور کہتے ہو کہ آدمی مرکر دوسری زندگی پاوینگے تو ہمارے اگلون مین سے بعض کو جو زمانہ جاہلیت مین مرچکے ہین بلا دو کہ ہم انسے پوچھین کہ تم نبی ہو چنانچہ مروی ہے کہ علوم آلہیہ مین سے آیات کا نزول ہوا ۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ

اور اگر ہوتا قرآن کہ ہٹادیے جاتے اسکے سبب پہاڑ یا شق کی جاتی اسکے سبب سے زمین یا باتین کرلئے جاتے اسکے سبب سے مردے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کیلیے ہے امر

جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ

سب کا سب سو کیا مایوس نہین ہوئے جو لوگ ایمان لائے ہین کافرون سے اگر اللہ چاہتا تو ضرور ہدایت دیتا لوگون کو سب کو اور ہمیشہ کافر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ

کافر ہوتے ہین برابر پہونچیگی انکو بوض اسکے جو انھون نے کیا ہے کوئی دھاک یا اتریگی انکے دیار کے قریب مین یہانتک کہ پہونچ جاوے

وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۟

وعدہ اللہ تعالیٰ کا بیشک اللہ تعالیٰ خلاف نہین کرتا ہے میعاد مقرر کو

ع ۵

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ یعنی اگر اگلی کتابون مین سے کوئی کتاب ایسی ہوتی کہ جسکے سبب سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیے جاتے۔ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ یا اُسکے ذریعہ سے زمین شق کیجاتی کہ اس سے نہرین جاری ہون۔ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى یا اُسکے سبب سے مردون سے باتین کرائی جاتین کہ وے اپنی قبور مین سے بولتے یا اُٹھکر قبر سے باہر آتے اور لوگون سے باتین کرتے تو یہی قرآن اس وصف سے موصوف ہوتا بہ نسبت اگلی کتابون کے یا اسی قرآن کے لیے بدرجہ اولی یہ وصف رکھا جاتا کیونکہ ایک تو یہ قرآن تمام قرآنہاے سابقہ کا جامع ہے اور دوم اس مین وہ اعجاز ہے کہ بشر کی خلقت اور تمام نظام عالم کی حکمت اور اس عجائب خانۂ دنیا کا تعلق آخرت سے جسطرح ہے اور اس مین فرشتے و جن و بشر جسطرح قبضۂ قدرت الٰہیہ مین مسخر ہین اور ہر ایک عدم و ہلاکت کی راہ چلتے ہین اس قرآن سے آبِ حیات ابدی و زندگانی جاویدی کی راہ دکھلائی گئی اور عجیب قدرت قلب بشر کو یہین سے ظاہر ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے رب پر مطمئن اور عجائب قدرت پر متحیر رہتا ہے اور بعد موت کے واصل بانعام و رضوان الٰہی ہوتا ہے کہ اسکے انتہا عقل دور اندیش سے محال ہے اور جو کوئی اُسکے علوم سے آنکھین نہین روشن کرتا اور اپنی خلقت مین جانورون سے بدتر ناپاک رہتا ہے تو آج اسکے لیے زیادہ لائق اور بعد موت کے وہ پردۂ عجیب مین سرگردان و سخت غمناک ہوگا اور کوئی تحمیل اُسوقت نہین کرسکتا پس اس قرآن مین عجیب اعجاز ظاہری و باطنی ہے کہ آدمی و جن ابتدا سے انتہا تک مجتمع ہون اور تمام کوشش کرین تو اسکے مثل ہرگز نہین لاسکتے ہین اور عاقل سمجھ جائیگا کہ کیونکر لاسکین کہ جو علم و حکمت الٰہی سبحانہ تعالیٰ ہے اسکے مثل خواہ سب جمع ہون یا اُنسے ہزار گونہ جمع ہون ہرگز نہین پاوینگے تو قرآن پاک کے مثل بھی ہرگز نہ لاوینگے ولیکن تاریکی و ضلالات نفس کی گرفتاری کے سبب کافر لوگون کچھ سوجھتا نہین تو باوجود اس عظمت و شان کے اندھے ہوکر دوسرے معجزات ڈھونڈتے ہین جو اس سے بدرجہا کمتر ہونگے اور اس سے ظاہر ہے کہ جب ایمان لانا انکو نصیب نہوا تو دوسرے معجزات سے کیا فیض پاوینگے۔ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا بلکہ امر تو سب کا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تمام مخلوقات اُسنے پیدا کی اور ہر مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے وہ اسکا علیم و خبیر تھا پس جو اُس نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہین ہوگا پس جسکو ہدایت دیدی اور قرآن سے اس کی آنکھین روشن کردین وہ اسکے بعد کسی ادنیٰ معجزہ کا مثل مردہ زندہ کرنے و عصا کے اژدہا بنجانے و پہاڑ سے اونٹنی پیدا ہونے وغیرہ کسی کا طالب نہین کیونکہ جس صفت الٰہیہ سے یہ باتین ہون اسکا عارف ہوگیا تو ان باتون سے ہزار گونہ بے انتہا۔ زائد اسکی بصیرت کے سامنے ہے اور جسکو اُسنے اندھیرے مین ڈالدیا اور کفر و ضلالت اور بد افعال کرنا اسکے لائق کردیا تو وہ اُسی دین خوش ہے اور کوئی دوسرا خالق نہین جو اس خلقت کو بدلدے فانہ لا الٰہ الا ہو تبارک اللہ رب العالمین۔ وہ چاہتا تو سب مخلوق کو ہدایت فرماتا جیسے اگر وہ چاہتا تو تمام زمین ہموار اور سب قابل زراعت و سبز ہر قسم کے میوہ اُگانے والی پیدا کرتا اور سب مخلوقات کو اپنی اپنی ضرورات بدون محتاجی وغیرہ کے دیتا پس ضرور معلوم ہوا کہ یہان اُسکی حکمت بالغہ ہے اور اس حکمت پر مطلع ہونا ایک مخلوق و داہی کا کام نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسی طرح اس کلام کی تفسیر لکھی جسکو مین نے توضیح سے بیان کردیا اور لکھا کہ قرآن کا اطلاق کبھی اگلی کتابون پر آتا ہے کیونکہ مشتق از جمع ہے و امام احمد نے بسند صحیح ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہلکا کردیا گیا تھا داؤد پر قرآن پس حکم دیتے کہ انکی سواری کا جانور زین کسا جاوے پس قرآن پڑھ لیتے قبل اسکے کہ جانور تیار ہوجاوے اور کھانا نہ کھاتے مگر اپنے ہاتھ کے کام سے رواہ البخاری اور مراد یہان قرآن سے زبور ہے۔ اور حاصل یہ کہ نفس کی تاریکی دور ہونے اور عقل کی آنکھین روشن ہوجانے اور روح کی اعلیٰ معرفت کیواسطے کوئی معجزہ خواہ پہلے اسکی نظیر گذری ہو یا جاہل کفار ایسے منکرین اس قرآن سے بڑھ کر نہین کہ اگر پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو خشیۃ اللہ کے سبب شق و پارہ ہوجاتے پس جب اسنے کافرون مین اثر نہ کیا تو انکو کسی معجزہ سے کچھ نفع نہوگا بلکہ یہ ضلالت وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے تمام مخلوقات کا اختیار اللہ تعالیٰ جل شانہ کو ہے پیدا کیا اور جن کامون و انجام کے لیے انکو خلق کیا اسی کے علم و

حکمت مین ہو لہذا فرمایا۔ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا پس کیا مایوس وناامید نہین ہوئے وہ بندہ جو ایمان لائے ہین تمام مخلوقات کے ایمان لانے سے کیونکہ اہل ایمان کو تو معرفت و نور عقل حاصل ہو چکا اگرچہ نہایت شفقت و کمال رحم سے انکو یہی تمنا ہو کہ یہ قوم کافر بھی اس نعمت کو پاوین مگر چاہیے کہ وہ جان جاوین اور خلاف حکمت آلہیہ سے منھ موڑ کر کھلا ہو الیقین کر لین کہ۔ اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا۔ اگر اللہ تعالے چاہتا تو راہ دیتا لوگون کو سب کو بلکہ یہ عجیب قدرت دیکھین کہ ایسے اعلیٰ معجزہ قرآن مجید سے کیونکر یہ کفار منکر ہوتے ہین اور اگر کوئی آدمی آفتاب کو دیکھکر روشنی سے انکار کرے تو کتنا بڑا تعجب ہوگا حالانکہ عارف کی نگاہ مین قرآن سے انکار اس سے کہین زیادہ تعجب کا مقام ہو پس صاف کھل گیا کہ عجیب قدرت و حکمت آلہیہ ہو اُسنے نہین چاہا کہ اس مخلوق کافر سے وہ ثمرہ پیدا ہو جو مخلوق مومن سے ہوتا ہو جیسے تھوہر سے انگور نہین ہوتے اور کھاری پانی سے باران رحمت و آب شیرین کی کیفیت نہین ہوتی اور جیسے باوجودیکہ باران رحمت کے زمین شورہ سے کچھ بھی گل بوٹے نہین اُگتے اور زمین پاکیزہ شیرین کا لطف بے اندازہ ہو پس ایسا عظیم معجزہ قرآن سے یہی حال ہو اور صحیح مین آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ نہین کوئی پیغمبر مگر انکہ اسکو دیا گیا ایسا معجزہ کہ ایمان لایا بشر اسکے مثل پر اور جو مجھے دیا گیا وہ تو خالص وحی ہو جو اللہ تعالے نے مجھ پر وحی فرمایا پس مجھے امید ہو کہ قیامت کے روز میرے تابعین سب سے زیادہ ہون۔ شیخ امام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ ہر نبی کا معجزہ ایسا تھا کہ جب تک وہ رہا لوگ دیکھکر ایمان لائے پھر اسکی موت سے وہ معجزہ بھی جاتا رہا اور مجھے خالص وحی کا معجزہ یہ قرآن عطا ہوا جو ابد الآباد تک باقی ہو اسکے عجائب کبھی کم نہین ہوتے اور متواتر قرات سے کبھی پرانا نہین ہوتا اور علماء کو کبھی اس سے سیری نہین ہوتی یہ فصل الخطاب ہو ہزل نہین اور جس کسی جابر نے اسکو متروک کرنا چاہا اللہ تعہ اسکی پیٹھ توڑ دیگا اور جس کسی نے اسکے سوائے دوسری چیز سے ہدایت ڈھونڈھی اُسکو اللہ تعہ گمراہ کر دیگا۔ شیخ حافظ رح نے بعد اسکے ابن ابی حاتم کی تخریج سے ابو سعید رض سے سبب نزول آیات کا مشرکین کے وہ سوالات جو سابق مین ذکر ہوئے اور آیت مین مذکور ہین بیان کیا اور لکھا کہ ایسا ہی ابن عباس و شعبی و قتادہ و ثوری اور بہتون سے سبب نزول مروی ہو اور قتادہ رح نے کہا کہ اگر سوائے اس قرآن کے دوسرے قرآن سے ایسا کیا گیا ہوتا تو تمھارے اس قرآن سے بھی کیا جاتا اور قولہ بل للہ الامر جمیعا یعنی اس مین سے جو چاہے کرے اور جو اسکی حکمت و مشیت مین نہو اس سے تمھارا دعوے کہ ہم ضرور ایمان لاوینگے آیندہ حالت کا دعوے ہو جس سے تم آگاہ نہین ہو پس وہ نہین کریگا کذا قال ابن عباس پھر اللہ تعالے نے اس قوم کفار کے ساتھ جو اس عظیم معجزہ سے ناشکری کرتے تھے یہ چاہا جو بیان فرمایا بقولہ۔ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ یعنے جو کافر ہوئے ہین اور اللہ تعالے کے رسول و قرآن سے ناشکری کرتے ہین اُنکے فعل پر اُن کو برابر پہونچیگی قارعہ یعنی ایسی مصیبت جو اُنکو دھمکا دے اور کوفتہ کرے اور ان کی بنیاد کو ہلا دے کہ گر جاوے۔ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ یا قارعہ اتریگی اُنکے دیار سے قریب یعنی اُنکے گرد و نواح والون پر ایسی مصیبت آویگی تاکہ عبرت و نصیحت پاوین مانند قولہ تعہ ولقد اهلكنا ما حولكم من القرى وصرفنا الآيات لعلهم يرجعون۔ قتادہ رح نے حسن بصری رح سے روایت کی تحل قریبا یعنی القارعہ۔ اور یہی ظاہر سیاق ہو اور ابو داود طیالسی نے اپنی اسناد کے ساتھ قتادہ کی روایت سعید بن جبیر سے اسنے ابن عباس رض سے روایت کی کہ تصیبہم بما صنعوا قارعۃ یعنے چھوٹے چھوٹے لشکر بسرداری بعض اہل ایمان کے انپر جہاد کرینگے اور تحل قریبا من دارہم یعنے اے محمد صلعم تو اُتریگا اُن کے دیار کے قریب۔ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ یہانتک کہ اللہ تعہ کا وعدہ آجاوے یعنی فتح مکہ کا وعدہ وقت آجاوے۔ ایسا ہی عکرمہ و سعید و مجاہد سے مروی ہو اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ قارعہ یعنی آسمان سے عذاب نازل ہو اور تحل قریبا یعنی رسول اللہ صلعم مع لشکر کے انپر جہاد کے لیے اُترین۔ ایسا ہی ایک روایت مجاہد و قتادہ وغیرہ سے مروی ہو اور سب نے کہا کہ وعد اللہ یعنی فتح مکہ اور ابن عباس نے کہا کہ قارعہ یعنی نکبت۔ اور حسن بصری نے کہا کہ

Marfat.com

وعد اللہ یعنی قیامت مترجم کہتا ہو کہ حاصل کلام یہ ہو کہ آیت کریمہ مین حکم عام کافرون کے لیے ہو یا خاص انھین کو جو قرآن کے سوا دیگر معجزات
کی ہٹ کرتے تھے پس بعض نے کہا کہ واقعی یہ حکم عموماً کافرون کے ساتھ ہو تو معنے یہ مین کہ اہل کفر بوجہ اپنے کفر و بداعمالیون کے دنیاوی تن پروری
مین بھی ہمیشہ قلق و اضطراب مین بسبب بلاے آسانی کے گرفتار رہینگے یا نزول بلا انکے جوار مین ہوگا جس سے شرارات انکے اضطراب کا باعث ہون
پس دنیا مین انکو بے آرامی ہوگی اور آخرت سے منکر مین اور وہان انکے لیے اس سے بدتر تکلیف ہو پس انھون نے دونون جہان برباد کر لیے۔ قال
البیضاوی رح اور بعض نے کہا کہ آیت درحق کفار مکہ ہے کہ جو انھون نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ کیا اسکی سزا مین برابر مصیبت مین گرفتار رہینگے
چنانچہ آنحضرت صلعم برابر انپر یکے بعد دیگرے لشکر بھیجتے تھے جو انکے دیار و حوالی کو غارت کرتے اور ان کی مویشی گرفتار کر لیتے تھے و قال ایضاً و علے
ہذا جائز ہے کہ قولہ تحل قریباً بصیغہ خطاب ہو اور مخاطب رسول اللہ صلعم مین یعنی اے رسول تو انکے دیار سے قریب نزول کرے چنانچہ سال حدیبیہ
مین آنحضرت صلعم مع لشکر کے انپر اترے اور آخر انھون نے اضطراب کے ساتھ آپ سے صلح کر لی مترجم کہتا ہو کہ یہان اللہ تعالے نے مشرکون کے
معجزات طلب کرنے کے جواب مین انکو فہمائش کی اور قرآن مجید کے فضائل سے انکو متنبہ کیا کہ یہ مجموعہ معارف الٰہیہ ہو اور ہوشیار کر دیا کہ جو معجزات
مانگتے ہین اس سے انکو کچھ نفع نہوگا جب تک کہ مشیت الٰہی مین انکا ایمان نہو اور جنکے واسطے ایمان مقدر فرمایا ہو انکو ان معجزات کی حاجت نہین ہے و
لیکن بجاے ان معجزات کے انکو علوم غیب مین سے انکے دعوی کے برخلاف بطور معجزہ کے انکا انجام ظاہر کر دیا کہ اہل کفر کے حق مین بعوض ناشکری کے یہ ہوگا
کہ انکو قارعہ مضطرب کرنے والی برابر پہونچتی رہے یا انکے نواح مین حلول کرے اور مراد اس سے شک نہین ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ ان دونون باتون مین کبھی کوئی
اور کبھی کوئی ہوتی رہیگی چنانچہ آخر مین ہوبکر کے واقعہ مین قریش کی شرکت سے عہد ٹوٹ گیا اور بنہایت اضطراب کے ساتھ انھون نے آنحضرت صلعم سے
مکرر منت و سماجت سے صلح کی درخواست کی و لیکن نامنظور ہوئی پس سچ فرمایا اللہ تعہ نے انکا انجام کہ برابر قارعہ انکو پہونچیگی یا انکے قریب حلول کریگی
حتی کہ جو وعدہ اللہ تعہ نے مقدر فرمایا ہو وہ آجاوے یعنی مکہ فتح ہوجاوے اور کفر کی جڑ کٹ جاوے چنانچہ سال حدیبیہ مین صلح کے بعد سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی
حالانکہ اسوقت صلح اسطرح ہوئی تھی کہ جو شخص مشرکین کیطرف سے بھاگ کر بغرض ایمان کے مدینہ آوے اسکو آنحضرت صلعم جگہ نہ دین اور جو شخص اسلام سے
مرتد ہوکر مشرکون مین ملجاوے اسکو مشرکین واپس نہ دینگے چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب کو یہ شرط ناگوار گذری تھی و لیکن حق تعہ نے اسکے بعد سورۂ فتح
نازل فرمائی پس عجب قدرت الٰہی کا ظہور ہوا کہ جب صلح کیوجہ سے مشرکین پر قارعہ کا حلول نہوا تو انکے دیار کے قریب حلول ہوا جسکے شرار مین قریش بھی
گرفتار ہوئے اور یہی فتح مکہ کا باعث ہوا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ بیشک اللہ تعہ خلاف نہین کرتا میعاد کو۔ اسکے کلام مین دروغ ہونا محال ہو پس
جب قریش نے ایک قوم پر چڑھائی کی جو آنحضرت صلعم کے معاہدہ مین تھی اور قریش نے بدعہدی کی تو بحکم الٰہی آنحضرت صلعم نے اپنے معاہدہ کی قوم کے ساتھ
عہد پورا کیا اور مکہ فتح ہوگیا اور لوگ ہر طرف سے گروہا گروہ آکر اسلام مین داخل ہوتے گئے اور کافرون کی ہٹ دہرمی ختم ہوگئی اور جو حالت اللہ تعہ نے
مقدر فرمائی تھی اور جس سے اس آیت مین آگاہ فرما دیا تھا وہ سب پورا ہوگیا والحمد للہ علی ذلک۔ ف قرآن پاک مین علوم عجیبہ اور قیامت تک کے
واقعات مین و لیکن اس قرآن پاک کے بطین مین اور قلب پر حجاب ہین پس حسن طاعت و معرفت سے جسقدر تاریک حجاب مرتفع ہون اسیقدر بطون کا ظہور
ہوتا جاوے اسی واسطے علما و حکما اسکے علوم سے کبھی سیر نہین ہوسکتے ہین اور اسرار تقدیر و علوم الٰہیہ اسمین کس اعجاز کے ساتھ حضرت خلاق علیم جلشانہ نے
مجموعہ فرمائے ہین کہ علما متحیر ہین اور باواز بلند لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کہتے ہوئے اسکی حمد و ثنا کرتے ہین کہ ایسی کی قدرت کاملہ ہو کسی مخلوق کی طاقت
نہین کہ اسمین سے ایک آیت کے مثل لاوے فسبحان اللہ بحمدہ اللّٰھم اجعلنی ممن جعلت القرآن ربیع قلوبہم وانت علی کل شئی قدیر۔ ف فی العرائس قولہ افلم ییئس الذین
آمنوا ان لو یشاء اللہ لہدے الناس جمیعا اس کلام پاک سے مومنین کو اخلاص مراد الٰہی تعالے عز و جل کے تنبیہ کی کہ حضرت رب تبارک و تعالے

جل شانہ کے دیدار سے معادن ارواح پر نظر کرکے پہچانین کہ برگزیدہ کون ہین اور مطرود کون ہین پس جو مردود ہین وہ حجاب مین ڈالے گئے ہین اس خلقت مین وہ ایمان لانے پر مطیع نہونگے اور کسی کو استطاعت نہین ولقد قال تعالے وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین پس تقدیر کا بھید کافرون کو ایمان لانے سے اندھا رکھتا ہے اور جمال آلہی کے مطالعہ سے محروم۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بنا بر تقدیر ہے کہ جو اسکے حکم کی تقسیم اور قبضۂ قدرت کی تعقید ہے اور حق سبحانہ تعالے عز وجل کے نزدیک قول مین تبدیلی نہین ہوتی ہے۔ پھر واقعہ تقدیر مین مہلت اور حق کی عزت اور جل شانہ کی قوت اولیاء و اعداء کا انجام بیان فرمایا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ

اور یقین جانو کہ ٹھٹھا کیا گیا تھا تو سے انگلے رسولون سے سو ڈھیل دی مین نے انکو جو کافر ہوئے پھر پکڑا مین نے انکو پھر کیسا ہوگیا

كَانَ عِقَابِ ۝ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ

عذاب ہوا بھلا جو کوئی کہ وہ ہر ایک جان پر رقیب ہے جو اُسنے کمایا اور ان کافرون نے اللہ تعالے کے شریک بنالئے ہین

قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ

تو کہہ کہ انکے نام لو بھلا تم اسکو خبر دار کرتے ہو جسکو وہ نہین جانتا زمین مین یا یہ ظاہر مین باتین بناتے ہو نہین بلکہ رجھادیا گیا

كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ لَهُمْ عَذَابٌ

کافرون پر انکا مکر اور وے روک دیے گئے راہ سے اور جسکو گمراہی دیدے اللہ تعالے تو پھر اسکا کوئی ہادی نہین ان کافرون کے لیے

فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ

عذاب رکھا ہے دنیاوی زندگی مین اور یقین جانو کہ آخرت کا عذاب بڑا سخت ہے اور انکا کوئی بچانے والا نہین عذاب الٰہی سے صفت اس جنت کی

الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ

جسکا متقی بندون کو وعدہ دیا گیا ہے جاری ہین اسکے نیچے بہت نہرین اسکے میوہ ہمیشہ ہین اور ہمیشہ اسکا سایہ یہ آخرت کا گھر ان بندون کا ہے جنہون نے

اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝

تقوی کیا اور کافرون کا عقبیٰ تو آگ ہے

ولقد استھزئ برسل من قبلك اور بیشک ٹھٹھا کیا گیا بہت رسولون سے جو تجھ سے پہلے گذرے یعنے اُن کی باتون کو یقین نہ کیا گیا اور اُن کو ضحکہ مین اُڑایا گیا اور اُن کی اطاعت نہ کی گئی پس جو کوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو غور سے نہ سُنے اور سُنانے یا اُسکو حقیر جانے وہ مستہزی کا عذاب پاویگا۔ اور برسل کی تنکیر واسطے کثرت کی ہے جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تقدیر کے بھید سے آگاہی اور تسلی فرمائی یعنے جیسے تیری رسالت سے یہ لوگ منکر ہوتے اور نہین مانتے ہین ویسے ہی سابق بہت انبیاء سے بھی استہزاء ہو چکا ہے جس کا انجام کافرون کے حق مین دنیا و آخرت دونون مین خراب ہوا مگر اس کا وقت مقدر ہے چنانچہ فرمایا۔ فاملیت للذین کفروا پس مدت تک ہم نے انکو مہلت دی جو منکر ہوئے اور جن کافرون پر دنیاوی عذاب آنے والا تھا انکو جس قدر انکار و استہزاء مین زیادتی کرتے گئے اسی قدر زیادہ امن و عافیت دی۔ ثم اخذتھم پھر اُن کو اچانک گرفتار کیا۔ جیسے دوسری آیت مین فرمایا وکاین من قریۃ املیت لھا وھی ظالمۃ الآیہ۔ فکیف کان عقاب پھر کیسے عذاب ہوا یعنے بڑے سخت عذاب مین

پڑے گئے صحیحین مین ہے کہ اللہ تعالے عزوجل ظالم کو مہلت مین چھوڑ دیتا ہے یہانتک کہ جب اسکو پکڑتا ہے تو پھر نہین چھوڑتا اور پڑھی یہ آیت وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القرے وہی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید۔ اور واضح ہو کہ یہ کفر واستہزا اس طور پر ہوتا ہے کہ اللہ تعہ عزوجل انکی عقول کو مضمحل اور غلاف مین کر دیتا ہے اور خالی حواس رہ جاتے ہین یہ لوگ جانتے ہین کہ فہم فقط اسی قدر حواس پر ہے اور امر آخرت و غیب کا ادراک عقل سے تھا نہ حواس سے پس منکر ہو جاتے ہین اور چونکہ افعال الٰہی اس خلقت مین اسطرح ظاہر ہین کہ حواس اس سے منکر نہین ہو سکتے ہین تو اللہ تعہ کے قایل ہونے مین حواس پر مدار ہوتا ہے پس دنیاوی بادشاہ یعنے مخلوق پر خالق کا قیاس کرکے گمراہ ہوتے ہین اور جو اسباب ظاہری ہین انکو مؤثر اور شرکار کو مانند وزیرون کے قرار دیتے ہین اور حق تعالے عزوجل نے قرآن پاک مین پوری معرفت عطا فرمائی پس جو سمجھا وہ راہ پر ہے اور جس نے انکار کیا وہ گمراہ ہوا چنانچہ اس مقام پر فرمایا۔ أَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ۔ بھلا کیا وہ پاک خالق جو ہر نفس کے کسب پر قائم ہے وہ تمہاری خیالی صورت کے مانند یا تمہارے بتون و شرکار کے مانند ہے۔ یعنے اللہ تعالے عزوجل خالق اور ہر نفس پر حافظ و رقیب ہے جو مخلوق جو کچھ کرے اسکے علم و تقدیر سے ہے ایک ذرہ اُسپر پوشیدہ نہین ہے کما قال تعالے وما تکون فی شان وما تتلو منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ وقال تعالے وما من دابۃ فی الارض الا علے اللہ رزقہا ویعلم مستقرہا ومستودعہا الآیہ۔ قال تعالے سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ الآیہ۔ وقال تعہ وہو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر۔ وقال تعالے وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا۔ پس جو پاک خالق کہ اپنی تمام بے انتہا مخلوق جاندار و بے جان مین ہر ذرہ ذرہ سے ہر وقت رات و دن مین آگاہ اور کوئی ذرہ بغیر اُس کی قدرت کے جنبش نہین کرتا اور کوئی چیز بغیر اُس کی مشیت کے کچھ حرکت نہین کر سکتی ہے تو اپنے خالق عزوجل کو تم کیا خیال کرتے ہو کیا وہ تمہارے عقول مین آگیا کہ جس طرح تم اُس کو خیال کرو اسی طرح ہے یا وہ رب تبارک و تعالے تمہارے بتون یا شرکار جیسے وغیرہ کی طرح ہے کہ نہ اُن کو نفع پہونچانے کی قدرت اور نہ ضرر دینے کی طاقت حتی کہ جو اُن کی عبادت کرتے ہین ان عابدون جانورون سے اُن کو خبر بھی نہین ہے اور حق تعالے عزوجل تمہارے ہر فعل سے آگاہ اور وہی درحقیقت تم کو رزق دیتا ہے اور کرورون مخلوقات بے انتہا مین سے کسی سے اس کو کچھ غرض نہین مگر تم دیکھو کہ تم نے رب تبارک و تعالے کو چھوڑ کر کس جہنم جہالت مین اپنے آپ کو ڈالا۔ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ اور بنائے ہین ان کافرون نے اللہ تعالے کے شریک۔ یعنے جو علم و قدرت و صفات پاک اس کی ذات کبیر متعال کے ہین وہ تو کسی مخلوق وغیرہ مین اُس کے سوائے نہین ہین حتی کہ شیطان کو خود کچھ قدرت نہین بلکہ جو کوئی قہر مین گرفتار ہو اُس پر شیطان مسلط کیا جاوے تو کسی صفت آلٰہیہ کو کسی مخلوق مین تصور کرنا شرک تھا اور یہان تو ان کافرون نے ظلم کھلا بتون و آفتاب ومہادیو اور جیسے چاند اور مردون اولیاء وغیرہ کی پرستش شروع کی اور جو کوئی مراد اُن کو حاصل ہوئی اس کو ان لوگون کی طرف سے سمجھے یا دنیاوی بادشاہ مخلوق پر قیاس کرکے ان لوگون کو حضرت کبیر متعال القیوم مین سفارشی سمجھے جو کہ منکر دوسرے کا کام کرا دیتا ہے حالانکہ سفارش و شفاعت ظہور رحمت آلٰہیہ ہے لہذا باجازت الٰہی عزوجل ہوتی ہے اور قیامت مین حضرت رسول اللہ محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے یقینی ہے اور وہ مخصوص ان بندون کے لیے ہے جو شرک سے پاک ہون پس اللہ تعالے مشرکون کی خجالت و اُن کی بے عقلی ظاہر فرماوے گا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کرامت و فضیلت و مومنون پر رحمت کریگا چنانچہ مشرکین خوار ہونگے جن کو بتون وغیرہ سے سفارش کا اعتقاد تھا اور انکو اللہ تعالے عزوجل کی صفات پاک مین شریک بتاتے تھے

Marfat.com

جیسا کہ یہاں فرمایا کہ ان کافرون نے اللہ تعالے کے شرکا بنائے ہین اور یہ نہایت سخت جہالت ہے اول تو اللہ تعالے عزوجل کو
نہ پہچاننا دوم اپنے نفس کی خوشی پر کسی کو سفارشی اور کسی کو اپنے گناہون کا کفارہ بنانا حالانکہ بغیر حکم الٰہی کے یہ علم نہین ہوسکتا تو
علم غیب کا دعوے اور اپنے گمان کی تابعداری اور کسی چیز کو جو چاہتا بنا دیتا حالانکہ بنانے والا وہی خالق تبارک وتعالے ہے
ورنہ اگر کوئی ذرہ کو آفتاب بنا دے تو وہ بن نہ جاوے گا بلکہ بنانے والا احمق ہے۔ سوم جو صفت قدرت وغیرہ اللہ تعالے مین
ہے وہ اللہ تعالے عزوجل کی مخلوقات مین سے کسی کے لیے ثابت کرنا حالانکہ ثابت نہو جائے گی مگر اعتقاد کرنے والا احمق ہے
چہارم اللہ تعالے عزوجل ذرہ ذرہ مخلوق کا علیم خبیر ہے اور جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس سے انکار کرنا اور جہالت سے
نہ جاننا۔ پنجم مخلوق مین یہ اعتقاد کرنا کہ اس نے جو چاہا ہمارے لیے وہ ہوجائے گا مثلاً ہمارے گناہون کا کفارہ بننا چاہا تو وہ
مختار ہے بن گیا اور بتون نے ہمارے اوپر مہربانی چاہی تو سفارش کر کے ہماری مراد پوری کر دی اور بیٹا دینا چاہا دیدیا اور نوکری
دینی چاہی دیدی حالانکہ یہ جہالت سخت ہے۔ ششم خالق عزوجل کو غافل جاننا اور دوسرون کی آڑ سے اُس کا آگاہ ہونا خیال کیا
اور یہ خیال دوڑایا کہ دوسرے آڑے آجاوین اور کفارہ ہوجاوین تو اللہ تعالے کا عذاب ہم کو نہ پہونچ سکیگا۔ ہفتم آدمی تمام مخلوق
مین اشرف ہے اُسکے لیے پتھر بلکہ چاند سورج کا نفع ہے اس نے اپنے آپ کو ان سب کے سامنے انکا بندہ بنایا اور حقیقی خالق عزوجل سے
منھ موڑا یا شرک کر لیا۔ اب ان باتون کو غور کرو کہ کس درجہ جہالت اور اپنے خالق عزوجل کی نافرمانی اور بالکل اُسکو نہ پہچاننا اور نہایت
درجہ کی خواری اپنے اوپر خوشی سے قبول کرنا اور انتہا درجہ کی حماقت جانورون سے بدتر ہے پس اگر خالی ساتوین وجہ ہوتی تو ظاہر تھا کہ
یہ جانورون سے بدتر اور بے انتہا احمق اور اپنے آپ کو خوار کرنے والے ہین جو کسی طرح جنت کے لائق نہین کیونکہ جنت نورانی عقول
والے مکرم ومعظم بندگان خالق عزوجل کے اکرام ومنزلت کا مقام ہے اور ایسے احمق لوگون کی جگہ نہین جو حماقت سے مخلوق کو خالق
جانین اور جو مخلوق کے بندے بنکر خوار ہون اور جو ایسے احمق کہ پتھرون کو اپنا معبود وقادر قوی خیال کرین اور اپنے آپ کو اُن کے قبضہ
قدرت مین مقہور وانھین سے زندگی موت نفع وضرر سمجھین لہذا حق سبحانہ تعالے شانہ نے فرمایا۔ قُلْ سَمُّوْهُمْ تو کہدے کہ تم اُن کے
نام لو۔ اصلی نام لینے سے معلوم ہوگا کہ یا تو یہ مورتین پتھر ہین جن کی حالت انسان سے بھی بدتر ہے کہ آدمی انکی چوکھٹ ڈھونڈھے بناتا ہے
اور یا آدمی وغیرہ کے نام ہین جو اللہ تعالے عزوجل کی مخلوقات مین سے ہین اُنکو کوئی ایسی صفت حاصل نہین جس سے خالق عزوجل
کے ساتھ شریک کیا جاوے پس تم اپنی حماقت پر نادم ہو کر اُن کی نسبت شرک سے منھ موڑو اور اللہ تعالے کی توحید پر اقرار کرو گے پس
آیا تم نے نام لے کر اللہ تعالے کی توحید کا اقرار اور اُن کی عبودیت کا اعتقاد کیا۔ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي
الْاَرْضِ یا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالے عزوجل کو ایسی بات سے جو وہ زمین مین نہین جانتا تھا۔ یعنے اللہ تعالے عزوجل تو
عالم الغیب والشہادۃ ہے اُس کے علم سے ذرہ پوشیدہ نہین نہ رات مین نہ دن مین پس اسکا علم تو محیط ہے تو کیا تم ان شرکاء کے وجود
سے اس کو آگاہ کرتے ہو اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین اُس نے اُن کو پیدا نہ کیا ہوگا کیونکہ اُن مین خود اُس کے مقابلہ کی صفت ہے
(نعوذ باللہ من ذلک) پس تم آگاہ کرتے ہو کہ زمین مین سوائے اُس کی مخلوق کے اُس کے شرکاء موجود ہین اور یہ باطل ہے۔ اَمْ
بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ یا ظاہری بات بناتے ہو یعنے کوئی بات جو اوپر مذکور ہوئی وہ تو نہین ہے پھر کیا خالی منھ سے انکو آلہ وقدرت والا
اور تمہاری مرادین برلانے والا اور مانند اُسکے کہتے ہو مگر دل مین ایسا اعتقاد نہین کرتے ہو

Marfat.com

کیونکہ کوئی بات ہوجانے یعنے وجود مین آجانے کے واسطے تو فقط قدرت الٓہی کا انحصار ہے یعنے کوئی قول اور کوئی فعل ایک ذرہ برابر بھی کسی دوسرے کی خلق وایجاد سے نہین ہوتا بلکہ خالق عزوجل کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے اور ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالےٰ عزوجل نے چاہا پس جو اس نے نہ چاہا وہ نہ ہوگا اور جو اس کا ارادہ ومشیت ہے اُس کو کوئی روک نہین سکتا اور جس گنہگار کو وہ گناہ مین سزا دینا چاہے دوسرا کوئی نہین جو اُس کے عوض مین کفارہ بنے تو معلوم ہوا کہ جن لوگون وبتون وغیرہ کی نسبت جو کچھ گفتگو ہے سب زبانی ہے اعتقاد مین سچ ماننے کے لائق نہین کیونکہ عقل اس کو تسلیم نہین کرسکتی پس کیا تم ظاہر مین باتین بناتے ہو جبکہ حقیقت مین کچھ نہین ہوسکتا۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگون نے اللہ تعالےٰ عزوجل کے ساتھ صفات مین شریک بنائے ہین یعنے اپنے اعتقاد مین ان لوگون نے شرکاء کی نسبت ایسے باطل اعتقادات کیے جن کو اپنی حماقت سے ان شرکار کی تعظیم وبزرگی وقبولیت وقدرت سمجھتے ہین اور ظاہر وباطن مین اللہ تعالےٰ جل جلالہ کی صفت ان لوگون مین ثابت کرتے ہین حالانکہ اُن کے اعتقاد سے یہ تو ممکن نہین کہ خالق تعالےٰ شانہ کی صفت کسی مخلوق مین ہوجاوے مگر ایسا اعتقاد کرنے والے مشرک وجاہل مردود ہوجاتے ہین پس اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنے رسول صلعم کو حکم دیا کہ تو اُن سے کہدے کہ تم اُن شرکار کے نام لو یعنے سمجھے کہ یہ تو اللہ تعالےٰ جل شانہ کی مخلوقات ہین پس کیا اب تم اس حماقت کے اعتقاد سے پھر کر اپنے رب کی طرف رجوع لائے یا نہین ابھی اُن کو شرکار بنائے جاؤگے تو کیا تم عالم الغیب والشہادۃ خلاق علیم کو جس پر کوئی ذرہ کسی حال مین پوشیدہ نہین ہے آگاہ کرتے ہو کہ زمین مین کوئی اُسکا شریک موجود ہے یعنے وہ نہ جانتا تھا تم بتلائے دیتے ہو یا تمھاری یہ غرض ہے کہ تم زبانی یہ لفظ بکتے ہو اُس کے معنے کا کچھ خیال نہین ہے کیونکہ معنے تو بالکل جہالت وسخت حماقت ہین۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ کلام پاک اس قدر مختصر مگر نہایت مرتبہ اعجاز پر واقع ہوا کہ اس نے عقل کو منور کیا اور کافرون مشرکون کی جڑ کاٹ دی۔ رازی وخطیب وجماعۂ علماء بیان نے بھی ایسی شہادت دی۔ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بلاغت وبیان سے بھی معجزہ ہے چنانچہ اول قولہ افمن ہو قائم علی کل نفس الخ مین اُن کو ملامت ہے کہ تم نے اللہ تعالےٰ عزوجل کی شان مین دنیاوی بادشاہ یعنے مخلوق کا قیاس کیا حالانکہ خالق ومخلوق مین قیاس کی وجہ بالکل دائر نہین یہ سخت جہالت ہے۔ دوم جعلوا اللہ بجاے جعلوا لہ کے تشنیع وتہدید ہے کہ اس پاک نام کا کوئی شریک نہین تو ذات وصفات کبیر متعالی ہین یہ وہم بالکل باطل ہے۔ سوم قل سموہم۔ وجود شرکار بالدلیل باطل فرمایا اور کیسے مختصر طور پر کیونکہ نام سے مراد علم ہے یعنے مخصوص نام بتلاؤ کیونکہ موجود ہے تو نام مخصوص ہوگا اور جب ندارد تو وجود بھی ندارد اور یہ عموماً معروف ہے کہ اگر مثلاً وہان کوئی قاضی ہے تو اسکا نام بتلاؤ یعنی نہین ہے۔ چہارم ام تنبؤنہ بما لا یعلم۔ یہ کنایہ ہے وجود شرکار کی نفی سے یعنے جو پاک خالق علیم وخبیر کہ اسپر کوئی ذرہ پوشیدہ نہین ہے جب اُسکے علم مین کوئی شریک نہین تو قطعاً شریک کا وجود نہین ہے۔ پنجم ام بظاہر من القول بطریق استدراج باطل کیا یعنی بغیر فکر وسمجھ کے زبان سے ایسی بات نکالتے ہو ذرا غور کرو تو صاف معلوم کرلو کہ اللہ تعالےٰ جل شانہ کی جناب مین شرک ممکن ہی نہین ہے۔ ششم ان تمام اضرابات مین تدریج ہے ایسی لطیف وجہ سے کہ اس سے بڑھکر ممکن نہین ہے چنانچہ جو شخص علوم عقلیہ سے واقف ہے وہ بیان حسن استدلال مین متحیر ہے پس اس اختصار کے ساتھ ایسے بدیع اسلوب سے احتجاج نہایت صریح ہے کہ یہ بشر کا کلام نہین بلکہ اعجاز ہے انتہی مترجم مترجم کہتا ہے کہ اگر ہر استدلال کے واسطے طویل توضیح سے مجھے سمجھانا نہ پڑتا تو بفضل تائید الٓہیہ مین ہر استدلال کو بسط سے بیان کردیتا کہ علوم عقلیہ اُس کے سامنے مکتب کے اطفال ہین ولیکن نور بصیرت کافی ہے واللہ تعالےٰ عزوجل ہو الہادی

وہو العلیم الخبیر الکامل حق سبحانہ تعالیٰ عز وجل نے ہر طرح کافرون کے دعوے شرکا کو رد کر دیا اور صاف ظاہر ہو گیا کہ نہ وے انکے تام جانتے ہین جو الوہیت کے ہون بلکہ مخلوق کو خالق بتاتے ہین اور نہ اللہ تعالیٰ عز وجل علیم وخبیر کے علم مین ان کا وجود ہے تو ضرور باطل ہین اور رہا یہ کہ کافر لوگ ظاہری قول سے شرکا کہتے ہین اور واقعی کچھ وجود ان کی قدرت وتاثیر کا نہین ہو سکتا تو یہ جہالت ہوگی پھر اس سے بھی اضراب فرمایا لقولہ۔ بَلْ یعنے یہ بھی کچھ نہین بلکہ کافرون کی خلقت باطل کے لیے ہے اور وہ مقہور تحت قبضۂ قدرت خالق عز وجل ہین۔ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ مزین کر دیا گیا کافرون کے لیے اُن کا مکر یعنے جانورون سے زیادہ بدتر حماقت اُن کو عقل سے زیادہ مزین نظر آتی ہے اور یہ فعل حضرت خالق عز وجل کا ہے جس نے شیطان کو اُن پر مسلط فرمایا وَ صُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ۔ اور روکے گئے راہ سے اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بعض سلف سے نقل کیا کہ انہون نے زین وصد وا بصیغۂ معروف پڑھا یعنے خالق عز وجل نے معروف حکمت کے ساتھ مزین فرمایا اس طرح کہ شیطان کو انپر مسلط کر دیا اور اُن کے نفوس کے قبضہ مین اُن کو چھوڑا پس شیطان نے باطل کو مکر کے ساتھ اُن کے نفس پر مزین پیش کیا جس نے قبول کیا اور گمراہ ہوئے پس صراط مستقیم سے اُن کو مردود کیا۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ عز وجل گمراہ فرماوے فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ تو اُس کا کوئی ہادی نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سابق آیت مین بیان فرمایا تھا کہ ان اللہ یضل من یشاء ویہدی الیہ من اناب. یعنے اللہ تعالیٰ خالق عز وجل ہی ہر چیز وہر فعل کا خالق ہے جیسا اس نے مخلوق کی ذات کو پیدا کیا ویسے ہی مخلوق کے افعال وصفات کو وہی پیدا کرتا ہے اور لقولہ اللہ یعلم ما تحمل کل انثی۔ بیان فرما دیا تھا کہ جب مخلوق اپنی ماں کے پیٹ مین تھا اور پیدا بھی نہ ہوا تھا اس سے پہلے حضرت خالق عز وجل ہر مخلوق کے افعال کو جانتا تھا تو اُس کا علم قدیم ہے پس ان آیات مین اہل ایمان واہل عقل کو ایک عجیب دلیل معائنہ کرا دی کہ دیکھو اسطرح اللہ تعالیٰ عز وجل مخلوق کی ذات وافعال کا خالق ہے کہ جو کافر شرک کرتا ہے اُس کے پاس کوئی دلیل شرک کی نہین ہے حتے کہ تم تعجب کرتے ہو کہ اس طرح وحدانیت الٰہی ظاہر ہے پھر حضرت حق تعالیٰ عز وجل کی مشیت وقدرت کو دیکھو کہ جس کافر کو شرک ونفاق وغیرہ سے گمراہ کیا وہ اپنے شرک ہی کو مزین ومقبول جانتا ہے پس اہل عقل وایمان ان آیات سے یقین وعلم زیادہ پاتے ومنور ہوتے ہین اسی واسطے قرآن پاک کی صفت مین فرمایا کہ شفاء ورحمۃ للمؤمنین۔ اور فرمایا کہ زادتہم ایمانا۔ اور فرمایا وہدی ورحمۃ لقوم یؤمنون۔ اے پروردگار پاک ہم کو اپنی بندگی وایمان پر رکھیو اور ہم تجھ سے کفر وشرک ونفاق سے پناہ مانگتے ہین یا ارحم الراحمین۔ واضح ہو کہ ہاد مین دو قرارت سبعیہ متواترہ ہین ایک ہاد بدون یاء اور یہی فصیح بکثرت مستعمل ہے اور دوم ہادی بیاء اور یہ بنا بر اصل کے ہے پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اہل ایمان کو آگاہ فرمایا کہ جیسے پیدا کرنے مین اُس کی مشیت وحکمت کاملہ ہے ویسے ہی بعض کو مومن اور بعض کو کافر کرنے مین اُس کی خوشی وحکمت ہے کیونکہ نعوذ باللہ تعالیٰ وہ خالق عز وجل کسی مخلوق سے جاہل نہین ہے تو ہر مخلوق اُسی کے علم وقدرت مین مقہور ہے پس جیسے اُس کا علم وحکمت بالغہ کافرون ومومنون کی تقسیم مین ہے حتے کہ ایسے صاف واضح دلائل کے باوجود کافر اپنے کفر وشرک کو اچھا سمجھتا ہے اور راہ پر نہین آتا جس سے مومن متعجب ہو کر اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی عظمت وقدرت پر تسبیح پڑھتا ہے ویسے ہی خالق جل شانہ نے کافرون کا ٹھکانا وانجام دنیا وآخرت کا بیان فرمایا بقولہ۔ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ کافرون کے لیے عذاب ہے دنیاوی زندگی مین۔ واضح ہو کہ دنیاوی زندگی مین عجیب امتحان ہے کہ آدمی یہان حواس سے عذاب وثواب کا ادراک بخوبی نہین

کر سکتا۔ بلکہ جس بات سے جسم کو تکلیف ہو اُس کو عذاب سمجھتا ہے پس کافرون کے لیے دنیا مین عذاب دو طرح پر ہے اول یہ کہ قتل و
قید و مرض و خانہ بربادی وغیرہ ایسی وجہ پر ہو جو حواس سے ظاہر ہے تو آیت کریمہ مین وقت نزول کے جو کافر عرب یا عجم وغیرہ مین
موجود تھے اُن کے لیے یہی ظاہر عذاب بطور اخبار غیب کے بیان فرمایا پس مشرکین عرب بت پرست و یہود اور نصاریٰ سے
سب اس عذاب مین مبتلا کیے گئے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ان مین ہوا اور انھون نے انکار و کفر کیا۔ دوم عذاب جو
محسوس نہو جیسے قولہ تعالے انما یاکلون فی بطونہم نارا۔ اور قولہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا۔ الآیہ۔ یعنے اموال و اولاد کو کافرون کے
حق مین عذاب فرمایا کیونکہ اللہ تعالے سے انکار کفر و شرک کے ساتھ جو تصرف ہو سب عذاب ہے اگرچہ ظاہر مین تن پروری
و آرام ہو بخلاف اسکے مومنون کو اگر فقر و فاقہ پہونچے تو عین ثواب ہے اور یہ بات سمجھدار ایمان و عقل والا خوب سمجھتا ہے ولیکن عام سمجھ
کے لیے یون کہا جاتا ہے کہ آیت کریمہ مین اللہ تعالے عز وجل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کے کافرون و مشرکون کو
آگاہ فرمادیا کہ تم کو دنیا مین بھی عذاب پہونچیگا ولیکن قولہ لہم عذابٌ۔ کو نکرہ کرکے فرمایا تو اُسکے یہ معنے کہ اُنکے لیے دنیا مین کسی قسم کا
عذاب ہوگا خواہ قتل و قید و خانہ بربادی کا ہو یا مرض یا مال و اولاد کی پریشانی و اُسکے جمع کرنے کی مصیبت اور پھر چھوڑ جانے کا
قلق ہو کیونکہ دنیا درحقیقت دار محنت ہے نہ ملک راحت پس مشرکون کے لیے ہر حال مین کوئی نہ کوئی عذاب ہے وَلَعَذَابُ
الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ اور یقین کرو کہ بے شبہہ عذاب آخرت بہت شاق ہے۔ کیونکہ دنیا مین تو ظہور جسمانی ہے اور قوی و عقل و روح
مخفی ہے اور وہان ظہور روحانی اسی واسطے دار آخرت حیوان یعنی جاندار ہے اور جہنم کے بیان مین اُسکے جاندار اوصاف مذکور
ہوئے ہین وقال تعالے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علے الافئدۃ۔ یعنی وہ آگ اللہ تعالے عز وجل کی پیدا کی ہوئی دہکتی ہوئی جو دلون کو جھانک
لیتی ہے۔ اور روح باقی ہے اُسکو فنا نہین ہے تو عذاب دنیا چند روزہ ہے اور ضعیف ہے اور عذاب آخرت دائمی اور سخت ہے وہ آگ
یہان کی آگ سے ستر گونہ زیادہ ہے وقال تعالے زدناہم عذابا فوق العذاب۔ یعنی عذاب پر عذاب بڑھتا جائیگا۔ آتشی سانپ و
بچھو اور آتشی نہرین ہین۔ یہ بد انجام ان لوگون کا ہے جو اپنے رب تبارک و تعالے سے منکر یا اس کو نہین پہچانتے بلکہ اُس کے لیے
جورو اور بیٹا بتلاتے اور شرک کرتے ہین۔ اور عقل کو خوار کرتے اور جسم و حواس کی خواہش نفسانی سے پرورش کرتے ہین پس وہی جسم و
نفس امارہ اُن کو اس عذاب مین مبتلا کریگا۔ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ۔ اور اللہ تعالے عز وجل کے عذاب سے انکا
کوئی بچانے والا نہین ہے۔ چاہے وہ اپنی نافہمی سے دنیا پر قیاس کرکے جنون کو یا حضرت عیسے علیہ السلام کو بچانے والا سمجھین مگر
جب عاقل سے بیان کرین تو وہ اُن کی حماقت پر تعجب کریگا کیونکہ کوئی بچانے والا تو ممکن ہی نہین ہوسکتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ یہ عذاب
تو ان بیوقوفون کے لیے ہے اور جو لوگ عقل کے تابع ہوئے اور اللہ تعالے عز وجل کی فرمانبرداری کی اور اپنے رب تبارک و تعالے کی
معرفت موافق تعلیم رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پائی اور اللہ تعالے عز وجل کے سب انبیاء و رسولون علیہم السلام پر ایمان لائے اور
دار آخرت کو سچ مانا اور نیک اعمال کیے جیسا کہ اللہ تعالے جل شانہ نے سابق آیات مین بیان فرمایا ہے تو وے لائق انعام
کے ہین ان کا ٹھکانا اور منزلت جنت ہے چنانچہ اس کا حال بیان فرمایا۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔ یعنے
متقی بندے جنھون نے شرک سے اپنے آپ کو بچایا اُن کے لیے جس جنت کا وعدہ دیا گیا ہے اُس کی صفت یہ ہے تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ جاری ہین اُس کے قصر و عالیشان مکانات کے نیچے نہرین۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث

سے لکھا کہ اہل جنت جہان چاہینگے نہرو ہین پھر جائیگی اور جس جگہ چاہینگے جاری ہو جائے گی بتر جسم کہتا ہے کہ جو مشقت اس مکدر دنیا کی خاک وکیچڑ وبیجان چیزون واونچے نیچے نالہ غارون وغیرہ مین ظاہر ہے وہان اس سے نجات وآرام ہے اور اللہ تعالے عزوجل نے باوجود کمال عزت وقدرت کے اس دنیا کو ایسا ہی خرابہ کھنڈل پیدا کر دیا جس سے عقلا سمجھ گئے کہ یہ جہان اکرام ومنزلت وآباد کرنے کو نہین ہے اور جو خالق جل شانہ کمال قدرت والا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے پس سوائے احمق آدمی کے جو اپنی خلقت بھول گیا اور اپنے خالق عزوجل سے منکر ہوا کوئی عاقل اس سے منکر نہین ہو سکتا۔ پس جنت مین نہرین ودریا ہین بعضے خالص شیرین پاک صاف پانی سے خوبصورت مثل موتی کے جسکا قیاس دنیاوی چیز پر بالکل نہین ہو سکتا اور بعضے سپید دودھ کے مانند جو ہر وقت نہایت لطیف پاکیزہ ہین اور بعضی نہرین شراب طہور کی اور بعضی پاکیزہ شہد کی اور وہان ہر قسم کے میوہ جات جو کچھ چاہین اور سوائے زیادتی کے کبھی کمی نہین ہے۔ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ہمیشہ ہے اُس کے پھل اور اسکا سایہ۔ یعنے اس کے ثمرات کبھی منقطع نہین ہوتے کیونکہ ان کا وجود ان اسباب باران وبہار وآفتاب وماہتاب پر نہین ہے کیونکہ جنت مین آفتاب وچاند واندھیرا وغیرہ کچھ نہین بلکہ ظل ممدود ہے اسی وجہ سے اُس کے سایہ مین کمی بیشی نہین اور کبھی خزان نہین ہے اور ہمیشہ انواع اکرام سے نہایت دلچسپ وبہار بے خزان ہے۔ اس آیت مین فرقہ جہمیہ کے خیالات مردود ہوتے ہین جنکا قول ہے کہ جنت کی نعمتین فنا ہونگی۔ بعض علماء نے زعم کیا کہ اکلھا دائم سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت کی حرکات کبھی دائمی سکون کی جانب متبدل نہونگی بتر جسم کہتا ہے کہ یہ استنباط عجیب ہے اور مین کہتا ہون کہ ابو الہذیل معتزلی کا رد ہوا جو اس کا قائل ہے کہ آخر اہل جنت کو دائمی سکون ہوگا اور صواب یہ ہے کہ نعمہائے الٰہی مثل اُس کی قدرت کے غیر متناہی ہین تو ہمیشہ نعمتون مین ظہور مزید ہو گا اور اہل جنت کی فرحت بڑھتی جائیگی تِلْكَ عُقْبَى یہ آخرت کا گھر ہے الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ان بندون کا جنھون نے شرک سے تقوے کیا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ اور کافرون کا آخرت کا گھر جنھون نے اللہ تعالے عزوجل سے انکار اور اسکے ساتھ شرک کیا ہے۔ النَّارُ دوزخ ہے یہان سے معلوم ہوا کہ آخرت کے فقط مقام دو ہین۔ ایک جنت وایک دوزخ اور مخلوق مین بھی دو قسمین ہین ایک اللہ تعالے عزوجل پر ایمان لانے والے جو اللہ تعالے جل شانہ کو انھین صفات وقدرت وکمال کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہین جو اس کی شان عالی متعالی ہے اور دوم وہ جو اللہ تعالے عزوجل پر اسطرح ایمان نہین لاتے ہین خواہ بالکل اسی سے منکر ہون جیسے دہریہ وغیرہ خواہ مشرک ہون جیسے بت پرست وآفتاب پرست ونجومی وغیرہ اور خواہ نام سے اللہ تعالے کا اقرار کرتے ہون مگر صفات ایسے گمان کرتے ہین جن سے اللہ تعالے پاک ہے جیسے جورو بیٹا وغیرہ تو یہ سب کافرون مین داخل ہین کیونکہ نصرانی ویہودی اگرچہ نام کو اللہ تعالے عزوجل کا قائل ہے لیکن درحقیقت وہ اپنی خیالی تصویر کو مانتا ہے کیونکہ وہ اپنا معبود اور خالق اُس کو مانتا ہے جس کا بیٹا حضرت عیسے علیہ السلام ہے یا جس کا بیٹا عزیر ہے اور خوب معلوم ہے کہ حضرت خالق عزوجل اللہ تعالے جل شانہ اس سے پاک ہے تو معلوم ہوگیا کہ وہ اللہ تعالے پر ایمان نہین لایا اور ایسے ہی نصرانی اس عیسے کا قائل ہوا جو اللہ تعالے کا بیٹا ہے یا یہودی اس عزیر کا جو اللہ تعالے کا بیٹا ہے حالانکہ حضرت عیسی وعزیر علیہما السلام جو رسول تھے وہ اللہ تعالے عزوجل کے بندے ومعزز پیغمبر تھے پس وہ عیسے وعزیر پیغمبرون کا بھی قائل نہین رہا پس معلوم ہوگیا کہ یہودی یا نصرانی درحقیقت نہ اللہ تعالے جل شانہ کا قائل ہے اور نہ عزیر وعیسے علیہما السلام کا قائل ہے اسی واسطے اللہ تعالے عزوجل نے اہل کتاب کی نسبت قرآن مجید مین

Marifat.com

مصرح فرمایا۔ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ الے قولہ وہم صاغرون الآیہ۔ ف
فے العرائس قولہ افمن ہو قائم علے کل نفس الآیہ۔ اللہ تعالےٰ عز وجل قیوم ہے پس قیام تمام جہان کا اسی کی پاک ذات سے
ہے ولیکن سوائے انسان کے باقی مخلوقات امانت عظمیٰ کی برداشت سے محروم ہین پس اُن کا کسب اُس کے سوائے ہے اور انسان
ایک ترکیب خاص اور صنعت آلہیہ عجیب ہے اور اُس کے کسب مین قیوم تعالےٰ شانہ نے امانت عظمیٰ کا حصہ عطا فرمایا ہے
پھر مترجم کہتا ہے کہ نفوس انسانی مین دو قسمین ہین ایک وہ جن کا اکتساب قہر ہے اور قیوم عز وجل ان نفوس کا قیوم اسطرح
ہے کہ قہریات سے ان کا حصول ہے اور مراتب ظہور قہریات سے ہر ایک کا اکتساب متفاوت ہے اور شیخ رہ نے دوسری
قسم کو بیان فرمایا کہ ہر نفس بقدر قوت کے ربوبیت کی عظمت اٹھاتا ہے پس بعض نفس پر قیوم تعالےٰ شانہ اپنے فعل سے قائم ہے اور
بعض پر بسبب کشف صفت قائم ہے اور بعض پر بسبب کشف سبحات الذات قائم ہے پس اگر نفس نے اُس کی عبودیت کسب کی تو افعال
الٰہی تعالےٰ کے نور سے اُس کو مشاہدہ ہے اور اگر اس کی محبت کسب کی تو انوار صفات سے مشاہدہ پایا اور اگر معرفت و توحید کمائی
تو سبحات الذات تعالےٰ جل شانہ سے دیدار ہے اور اگر قسم اول یعنے نفس کاسب عبودیت نے تقصیر کی مثلاً اسطرح کہ اپنے حظوظ کیطرف
التفات کیا تو اللہ تعالےٰ اُس کو مجاہدہ کے عذاب مین گرفتار فرماتا اور اگر قسم دوم نے محبت مین تقصیر کی مثلاً اپنے ذوق و شوق
مین طلب سے باز رہا تو اللہ تعالےٰ لذت کو اس سے چھین کر حجاب و فتور مین چھوڑ دیتا ہے اور اگر قسم سوم نے قصور کیا تو اللہ تعالےٰ
اسکو دریائے نکرت مین غوطہ دیتا ہے اور اس کا قصور یہ ہوتا ہے کہ وہ گمان کر جاوے کہ مین عین حقیقت تک پہونچ گیا ہون ولیکن
جاننا چاہیے کہ قسم سوم مین جو مواخذہ ہے وہ عقوبت نہین بلکہ معرفت بڑھانے کے لیے ہے کیونکہ حق سبحانہ تعالےٰ اپنے بندہ عارف پر
بہت مہربان ہے پس اللہ تعالےٰ عز وجل ان نفوس کا قیوم اسطرح ہے کہ صراط مستقیم پر رکھتا ہے اور انکے انفاس کو ان کی طلب حق مین
محفوظ فرماتا ہے۔ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ جل شانہ ہی کے ساتھ اشیاء کا قیام ہے اور اسی کے ساتھ فنا ہے اور
اسی کی تجلی سے نیک کی خوبی ہے اور اُسی کی بزرگی سے بد کی بدشتی ہے۔ شیخ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت کی کہ اس آیت کو
پڑھ اور مت غافل ہو اُس پاک خالق قیوم سے جو تجھ سے غافل نہین ہوتا اور اسی کا مراقبہ رکھ اور ہوشیار رہ۔ شیخ نے کہا کہ جس
نفس نے خالق قیوم محیط بکل شی کو نہ پہچانا تو یہ اسی کے قہر سے ہے کہ کفر کو اُس کی نظر مین زینت دیدی کما قال تعالےٰ بل زین للذین
کفروا مکرہم۔ اللہ تعالےٰ عز وجل نے کافرون کی نظر مین ان کے مکر کو مزین کیا اسطرح کہ ازل مین اپنے علم محیط کے ساتھ جو کچھ
نظام حکمت سے چاہا وہی اُن کے حق مین مقدر فرمایا پس کوئی معجزہ اور کوئی آیت اگرچہ سورج کی طرح روشن ہو اُن کو نفع
نہین دیتی بلکہ خالق جل شانہ سے مُنہ موڑ کر شرک کی طرف جھکتے ہین اور جو چیز بدتر سے بدتر ہے اسکو اچھا سمجھتے ہین حالانکہ یہی اُنکے
مکر ذلیل خوار کا مقام ہے یہی خیال و اعتقاد جسکو بہت اچھا سمجھتے ہین نہایت قبیح اور اُنکی گردن مین زنجیر جہنم ہے اسی کی وجہ سے
معرفت حق سبحانہ تعالےٰ سے جاہل اور اُس کے حُسن مشاہدہ سے غافل ہین اور کیونکر مکر الٰہی سے انکو نجات ہوگی حالانکہ اپنے مکر کو
معرفت و حسن عقیدت خیال کرتے ہین اور کیونکر جہنم کی زنجیر سے رہا ہون جسکو وہ جنت کا زیور سمجھے ہین یہ فقط تزئین الٰہی عز شانہ ہے جو
چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کرے اُس کا کوئی ہادی نہین ہے ونعوذ باللہ من الضلال وسوء المآل مترجم کہتا ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے
بلیغ خطبہ سے نصیحت فرمائی ہے اور ہمارے زمانہ کے جاہل جو اسلام کا دعوے کرتے ہین ہوشیار ہون اور اپنی پسندیدگی سے ایسے حُسن

Marfat.com

عقیدت پر نہ جاویں جس سے توحید و معرفت چھوڑ کر گمراہ ہوجاویں۔ شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حدیث میں ہے
کہ کافر کی پیدائش مومن کے گناہ سے ہے۔ واضح ہو کہ یہی جہالت ہے جو جہنم کے لائق ہے اور ہمارا حیف کہ ہم سب جہالت
و حماقت میں پڑے ہیں اے سب ہمارے اپنے فضل عمیم سے ہم کو اہل عقل میں سے کر دے۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ
مثل الجنۃ التی وعد المتقون الآیہ۔ چونکہ جنت کی مثال دنیاوی مکدر و غلیظ مادیات میں تو کیا بلکہ آئینہ خیال میں بھی نہیں ہے
لہذا مثل الجنۃ سے مراد صفت جنت ہے یعنے یہ صفت ایسی عجیب و غریب ہے کہ گویا حواس انہی کو ایک تعجب کی چیز کے مانند
بطور مثل کے سمجھیں پس متقین کے مساکن یہی جنت ہیں اور اس آیت کے اشارات میں سے ہے کہ جو کوئی سوائے حق تعالےٰ کے
جملہ اشیاء دو جہان سے تقوےٰ کرے اور سوائے رب تبارک و تعالےٰ کے کسی چیز کی طرف التفات نہ کرے تو وہ ایسی جنت
پاوے کہ جنت اُس کی مخلوقات میں سے ادنیٰ چیز ہے یعنے مشاہدہ جنت ذات کہ اس سے انہار صفات جاری ہیں اور اسکے آثار
علوم و افعال ہیں جو صفات و ذات کے پھل ہیں اور حاشا کہ یہاں وہم و قیاس کچھ بھی کارآمد ہو بلکہ بیان یہ کہ ماسوائے
او تعالےٰ کے سب سے فنا ہو جاوے تو پاوے جو کچھ پاوے مگر وہ پاوے گا جو تمام مخلوقات سے متجرد و متفرد ہو جاوے
اکلہا دائم وظلہا یعنے حصول دیدار بلا پردہ اور زندگانی سایہ تجلی میں بلا فترت ہوگی۔ یہ مقامات و منازل عالیہ ان بندوں
کے لیے ہیں جو شرک و نفاق سے پاک اور مشتاق دیدار حضرت علیم خلاق جل شانہ ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اولیاء کے مدارج
و مراتب عالی ہیں اور حق تعالےٰ عزوجل نے فرمایا کہ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ چنانچہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود
اور بہت سے سلف رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انکو دیکھا جاوے تو اللہ تعالےٰ یاد آوے۔ اور امام
حافظ بزار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدثنا علی بن حرب الرازی حدثنا محمد بن سعید بن سابق حدثنا یعقوب بن عبد اللہ الاشعری
القمی عن جعفر بن ابی المغیرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال رجل یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اولیاء اللہ قال
الذین اذا رأوا ذکر اللہ۔ یعنے اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جب دیکھے جاویں تو اُن کی صورت دیکھکر اللہ تعالےٰ عزوجل یاد آوے
قال الامام البزار رحمۃ اللہ علیہ قد روی عن سعید مرسلا۔ یہ روایت سعید رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل بھی مروی ہے اور قال ابن جریر
رحمۃ اللہ علیہ حدثنا ابو ہشام الرفاعی حدثنا ابو فضیل حدثنا ابی عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعۃ بن عمرو بن جریر البجلی
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان من عباد اللہ عبادا یغبطہم الانبیاء والشہداء قیل من ہم
یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعلنا نحبہم قال ہم قوم تحابوا فی اللہ من غیر اموال ولا انساب وجوہہم نور علی منابر من نور لا
یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس ثم قرأ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل کے بندوں میں سے بعضے ایسے بندے ہیں کہ انپر انبیاء و شہداء رشک کریں گے۔ بعض
صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وے کون ہیں شاید ہم اُنسے محبت کریں فرمایا کہ وے ایک قوم ہیں کہ انھوں نے
باہم اللہ تعالےٰ عزوجل کی شان میں محبت کی نہیں اموال و نسب کا لگاؤ نہ تھا اُن کے چہرے نور ہیں وہ نور کے منبروں پر ہونگے
جب لوگوں کو خوف گھیرے ہوگا اس وقت اُن کو خوف نہ ہوگا اور جب لوگ محزون ہوں ان کو کچھ حزن نہ ہوگا پھر یہ آیت پڑھی
الا ان اولیاء اللہ الآیہ۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے بھی روایت کیا اور اسناد میں ابو زرعہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

لہ قال الامام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ رجالہ ثقات و جمیع ۱۲ منہ

نسخہ

زرعہ

سے مرفوع روایت کی اور امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ اسناد بھی جید ہے ولیکن ابوزرعہ و عمر بن الخطاب کے درمیان واسطہ کا راوی مذکور نہیں ہے اور امام احمد کی اسناد سے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع یہی معنے روایت کیے اور لکھا کہ حدیث طویل ہے اور اسمیں تفسیر موجود ہے کہ یہ لوگ متفرق قبائل سے ہونگے جنمین ناتے و رشتہ کا تعلق نہوگا بلکہ اللہ تعالے عزوجل ہی کے واسطے محبت ہوگی اور واضح ہو کہ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ولی کی تفسیر خود اللہ تعالے عزوجل نے فرمائی کہ وہ متقی ہوتا ہے پس جو شخص متقی ہو وہی ولی ہوگا اور اسکی شناخت اور اسکے مراتب عالیہ ان ... ات مین مذکور ہین فافہم واللہ تعالے اعلم باولیائہ اللہم اجعلنی ممن احبہم وانت ارحم الراحمین۔ پھر اللہ تعالے نے جو کچھ آیات سابقہ مین طریق ہدایت و معرفت بیان فرمایا اسکی شہادت اگلے پیغمبرون کے حالات سے دیدی بقولہ

وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ

اور وہ لوگ جنکو ہم نے دیدی کتاب (یعنی توریت و انجیل) خوش ہوتے ہین اس سے جو اتارا گیا تجھ پر اور احزاب مین سے

مَنْ يُنْكِرُ بَعْضَهُ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ إِلَيْهِ

بعض وہ ہین جو بعض بات کا انکار کرتا ہے تو کہدے کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا کہ عبادت کرون اللہ تعالے کی اور نہ شریک بناؤن اسکے ساتھ اسی کی طرف

أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ ۝

بلاتا ہون اور اسی کی طرف مرجع ہے

وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ اور جن لوگون کو ہم نے کتاب دیدی یعنے علم توریت و انجیل دیا اور یہ وہی گروہ یہود اور نصاریٰ کا تھا جس نے کتاب آسمانی سے عقل پائی اور باقیون کی یہ کیفیت تھی کہ کتاب انکو دی گئی مگر اس سے کچھ نفع نہ پایا جیسے اسلام مین قرآن مجید سب کے پاس ہوتا ہے ولیکن وہ دنیا کے واسطے عالم ہوتے ہین اور کچھ عقل نہین پاتے ہین پس جہان قرآن مجید مین الذین اوتوا الکتاب آیا ہے وہان عموماً یہود و نصاریٰ سے مراد ہین خواہ ان کو نفع ہوا ہو یا نہوا ہو اور بعض مقامات پر آتیناہم الکتاب سے وہی مراد ہین جنکو کتاب دی گئی اسطرح کہ انھون نے اس سے ہدایت پائی جیسے اس مقام پر ہے پس معنے یہ ہونگے کہ توریت و انجیل سے جنھون نے نفع پایا۔ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وے خوش ہوتے ہین قرآن پاک سے جو تجھ پر اتارا گیا۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یعنے اہل کتاب مین سے جو لوگ اسلام لائے مانند حضرت عبداللہ بن سلام و اُن کے ساتھیون کے اور جو لوگ نصاریٰ سے ہین سے ایمان لائے اور وے اسی آدمی تھے ... نجران مین سے اور آٹھ یمن کے اور بتیس حبشہ کے مع بادشاہ کے پس اُن کو قرآن پاک سے فرحت ہوئی ... اہل کتاب مراد ہون کیونکہ جو بات اُن کی کتابون سے موافق ہوتی اُسی سے خوش ہوتے اور مترجم کہتا ہے کہ ... ارجح قول اول ہے اور یہی شیخ مفسر رحمہ نے اختیار کیا کیونکہ اصل فرحت بسبب معرفت شان الٰہی و توحید کے ہے اور یہ ... انھین کو حاصل تھی جنکو کتاب توریت و انجیل درحقیقت دی گئی تھی کیونکہ جنکو کتاب سے یہ فہم نصیب نہوئی انپر قرآن حجت ہے نہ انکے لیے حجت چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ القرآن حجۃ لک او علیک یعنے اگر قرآن سے ہدایت و نفع پایا تو قرآن پاک تیرے لیے حجت معرفت و منزلت ہے اور اگر دنیا کے لیے اسکو لیا تو تیرے اوپر عذاب و خواری کی حجت ہے اور قولہ تعالے ومن الاحزاب

Marfat.com

مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَہٗ کے معنے یہ ہین کہ احزاب مین سے بعض شخص وہ ہے جو قرآن پاک مین کچھ تھوڑی بات کا انکار کرتا ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت اور قرآن پاک کی وحی خالص ہونے کے واسطے عرب کو سمجھایا کہ ہم نے ابتدائے آدم سے اسی طرح رسول بھیجے اور کتابین نازل فرمائین چنانچہ اس وقت تمھارے روبرو یہود و نصاریٰ سے موجود ہین جنکو توریت وانجیل دی گئی مگر ان کی یہ حالت ہوئی کہ اس کو دنیا کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا و لیکن بعضے اُن مین سے منتفع ہوئے پس جنکو انتفاع ہوا وہ توحید پر قائم ہوتے ہین اور قرآن پاک کے نزول سے فرحت پاتے ہین اور جنکو انتفاع نہ ہوا بلکہ کتاب اپنے اوپر لادے ہین ان کی بھی یہ کیفیت ہے کہ رسالت اور وحی کے طریقہ سے کچھ انکار نہین کرتے بلکہ بعض بات کا انکار کرتے ہین۔ احزاب جمع حزب یعنی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جماعتین جنھون نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم و قرآن پاک سے کفر کیا اور دنیا کے لالچ مین آپ کی عداوت مین جماعتین جتھے قائم کیے جیسے کعب بن اشرف مع اپنے ساتھیون کے اور اُسید مع اپنی جماعت کے اور عاقب مع اپنے گروہ کے پس یہ لوگ پرانی تحریف پر قائم تھے اور اسلام کی صفت اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت کو کتاب مین محرف کرتے تاکہ دنیا حاصل کرین اور جب نصرانیون نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت بیٹا ہونے کا قول نکالا تو انھون نے انکے مقابلہ مین عزیر علیہ السلام کی نسبت یہی قول نکالا اور عموماً دونون فریق نے یہ اصل بنائی کہ عالم کا قول ماننا فرض ہے اور اس کو اختیار ہے کہ مثلاً روزہ جس شخص کو چاہے معاف کردے اور چاہے وقت بدل دے اور یہ سب شرک ہے لہذا توحید کا حکم دیا بقولہ۔ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَآ اُشْرِكَ بِہٖ تو کہدے کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بندگی کرون اور اُس کے ساتھ کچھ شرک نہ کرون۔ پس ثابت کردیا کہ حکم فقط اللہ تعالےٰ عزوجل ہی کا ہے اور پیغمبر کو بھی تحریف وتبدیل کا اختیار نہین بلکہ حکم الٰہی تعالےٰ بیان کردے اور بیٹا و جورو بنانا اور شریعت بنانا شرک ہے۔ اِلَیْہِ اَدْعُوْا اللہ تعالےٰ عزوجل ہی کی طرف مین بلاتا ہون نہ کسی غیر کی جانب۔ وَاِلَیْہِ مَاٰبِ اور اسی کی طرف مرجع ہے۔ ہر حکم و ہر ثواب وعذاب کا مرجع اسی کے اختیار مین ہے۔ اسی قدر توحید کا اعتقاد ہے جس پر تمام انبیاء متفق ہین اور رہے اعمال و افعال عبادت تو وہ شرائع مین مختلف ہوتے آئے ہین ان کی وجہ سے انکار نہین ہوسکتا چنانچہ توریت مین بعض چربی و شراب وغیرہ حرام تھی اور انجیل مین حلال ہوئی اور توریت مین جہاد فرض تھا چنانچہ حضرت موسےٰ و یوشع و سلیمان و داؤد وغیرہم انبیاء علیہم السلام نے خوب خوب جہاد کیے جس سے انکار ممکن نہین ہے حالانکہ انجیل مین جہاد ممنوع ہوگیا پس یہ حکم اللہ تعالےٰ عزوجل کے اختیار مین ہے کہ اعمال شریعت جسطرح جس امت پر چاہے مقرر کرے اور توحید و معرفت بالکل یکسان ہے اس مین اختلاف ممکن نہین ہے ف فی العرائس قولہ تعالےٰ قل انما امرت ان اعبد اللہ الآیہ کمال استقامت ہے کہ ظہور انوار ربوبیت مین بھی بدار ہمال عبودیت مستقیم رہے کیونکہ یہ ظہور درحقیقت مکر حقیقت ہے چنانچہ جس نے اپنے نفس مین عبودیت سے بجانب ربوبیت دیکھا وہ مشرک ہے کیونکہ دھوکے مین پڑگیا۔ شیخ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ جو عبودیت واسطہ ہے اُس کو بالکل چھوڑ دے اور جو تجھ کو حکم دیا گیا اُس کو لازم پکڑ۔ شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عبودیت یہ ہے کہ تمکن دین۔ وقت مشاہدہ کے ساتھ حکم کی تعمیل کرے۔ شیخ ابن عطاء اور جنید رحمہما اللہ تعالےٰ نے کہا کہ کوئی شخص ان پہونچنے درجات مین سے کسی درجہ پر نہین پہونچتا جب تک کہ ابتدائے حال مین حکم الٰہی عزوجل کا پابند نہو اھ

Marfat.com

یہ احکام فرض وواجبات وسنن ومستحبات کی بجاآوری ہے اور ہر حال مین فضل پر بھروسا کرے اور ادنے درجات اجازت سے اعلے درجات عزم پر ہمت کرے پس جب ابتدا مین اسطرح رہا تو آگے اللہ تعالے اُسپر اپنا فضل کرتا ہے بنرجسم کتاہی کہ اجازت سے عزم پر ہمت کرنے کی یہ مثال ہے کہ مثلاً موزے پر مسح کرنا رخصت واجازت ہے ولیکن پاؤن دھونا عزم واعلے ہے پس لازم ہے کہ پاؤن دھووے کیونکہ یہ طہارت اتم واکمل ہے والاصل فیہ قولہ تعالے وأمر قومک یأخذوا باحسنہا سأریکم دار الفاسقین۔ اب اللہ تعالے عزوجل نے منکرین اہل کتاب ومشرکین کو سمجھایا بقولہ

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا

اور یون ہی ہم نے اسکو نازل فرمایا حکم عربی اور اگر تو پیروی کرے اُنکی ہوائی باتون کی بعد اُسکے

ع ۱۱ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا

آچکا ہے تیرے پاس علم آلہی سے تو نہوگا تیرے لیے اللہ تعالے سے کوئی ولی اور نہ بچانے والا اور بیشک ہم نے بھیجا ہے رسولون کو

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ

تجھ سے پہلے اور کیے تھے اُنکے لیے جوڑے اور اولاد اور نہین ہوسکتا تھا کسی رسول کے لیے کہ

يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ

لادے کوئی آیت مگر اللہ تعالے کی اجازت وحکم سے ہر مدت کے لیے تحریر ہے میٹ دیتا ہے اللہ تعالے جو چاہے اور ثابت رکھتا ہے

وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝

اور اسی کے پاس اُم الکتاب ہے

اور بیان فرمایا کہ اگلی کتابین اسی قرآن مجید کے موافق ہین توحید ومعرفت مین جو اصل ہے اور اہل عقل جنکو اگلی کتاب ملی ہے قرآن پاک کے نزول سے مسرور وخوش ہوتے ہین اور بعضے جہالت سے بسبب شریعت کے اختلاف کے کسی کسی بات کے منکر ہوجاتے ہین حالانکہ یہ افعال کا اختلاف ہر رسول کی رسالت مین پہلے بھی مطابق حکمت آلہی کے کسی قدر مختلف ہوا ہے ولیکن اصل توحید ورسالت ووحی مین وہی طریقہ سابق ہے چنانچہ فرمایا وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا یعنے جیسے سابق احکام سریانی وعبرانی مین اُتارے تھے اسی طرح ہم نے اس حکم یعنے قرآن پاک کو عربی خالص اُتارا پس اہل کتاب پر اسکا اتباع فرض ہے جبکہ انکو ہم نے اگلی کتاب بھی دیدی ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین آیا کہ تین آدمیون کے لیے دونا ثواب ہے ایک اہل کتاب جو اگلی کتاب وپیغمبر پر ایمان لائے پھر سب کتابون کا سچا بنانے والا اور تحریف دور کرنیوالا قرآن مجید اُترا اُسپر اور خاتم المرسلین پر ایمان لائے اور دوم مملوک جس نے اپنے آقا کی خدمت کی اور اللہ تعالے کے احکام بجالایا اسکو دونا ثواب ہے اور سوم کسی مرد آزاد کے پاس لونڈی تھی اُس نے اُس کو اچھی طرح تعلیم دی پھر اللہ تعالے عزوجل کے واسطے اُس کو آزاد کردیا پھر اُس سے نکاح کرلیا تو اس کے لیے دونا ثواب ہے۔ کما فی الصحاح۔ پس اس مین اہل کتاب کو فہمائش اور مشرکون کو ہدایت ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن پاک کا نزول کوئی نیا طریقہ نہین ہے چنانچہ یہود ونصارے کیسی خوشی کے ساتھ ایمان لاتے ہین مگر جو لوگ انہین سے دنیا کے سبب سے اندھے وبہرے بنتے ہین وہ عداوت باندھتے ہین۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ اور اگر اے محمد بالفرض تو انکی

نفسانی خواہشون کا پیرو ہو جاوے۔ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اسکے کہ تیرے پاس علم الٰہی آچکا ہے اور تو حق و باطل پہچان چکا ہے تو مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ تیرا کوئی متولی و بچانے والا اللہ تعالےٰ عزوجل کے عذاب سے نہین۔ اس کلام سے جاہل یہودیون اور اجہل مشرکون کا گمان توڑ دیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانو اور عداوت کرو تو باپ دادا کے طریقہ پر ہو جاوینگے۔ اور سب اہل عقل کو تعلیم ہے کہ جب ادنیٰ غور سے تمکو معلوم ہوگیا کہ دین توحید حق ہے تو اسکی مخالفت اگر بالفرض رسول کرتا تو کوئی اُسکا بچانے والا نہوتا تو تم کو بچانے والا کون ہو سکتا ہے۔ پس یہود کا زعم توڑ دیا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام و دیگر پیغمبران بنی اسرائیل علیہم السلام اپنے اللہ تعالےٰ کی رضامندی اور اسکی فرمانبرداری و محبت کرینگے اور اُس کے محبوب رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کرینگے اور تم فاسق لوگون کے وے بھی دشمن ہین اور تمام قدرت و طاقت اللہ تعالےٰ عزوجل ہی کو ہے اور نصاریٰ کا گمان میٹ دیا کہ تم اپنے رب تبارک و تعالےٰ کی صفات پاک و توحید سے جاہل اور شرک مین گرفتار ہو اور اُسکے محبوب رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم و اُسکے کلام پاک قرآن مجید سے منکر و دشمنی کرتے ہو تو رسول اللہ عیسےٰ علیہ السلام اپنے رب جل جلالہ و اپنے بھائی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت مین تمہارا دشمن ہوگا اور جو خیالات باندھتے ہو محض جہل ہے تم نے نہ جانا کہ جو اللہ تعالےٰ چاہتا ہو وہی ہوتا ہے۔ مسئلہ۔ جو شخص جان بوجھکر خواہش باطل کی پیروی کرے اُسکو زیادہ عذاب ہے اسی واسطے حدیث مین اول جن لوگون سے جہنم بھڑکیگی تین فریق ہین از انجملہ ایک عالم جس نے دنیا کے لیے علم سیکھا الحدیث۔ مسئلہ۔ علم وہ نعمت ہے جس سے رسول علیہ السلام پر منت رکھی گئی۔ مسئلہ۔ جو کوئی اللہ تعالےٰ عزوجل کی فرمانبرداری چھوڑ کر ہوا و ہوس کے اعتقاد و افعال اختیار کرے اور زعم کرے کہ فلان بزرگ مجھ کو بچالیوینگے جیسے نصرانی سمجھے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یا رافضی سمجھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کوئی سُنّی کسی پیر کو یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یا دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو تو یہ جہالت ہے بلکہ شرک و بداعتقادی سے بچے اور ایسے اعمال پر نیت رکھے جس سے اللہ تعالےٰ عزوجل اپنے فضل سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا دوسرے نیک بندون کی شفاعت اُسکو نصیب ہو۔ الحاصل سمجھا دیا کہ رسالت محمدی و نزول قرآن مجید و تعلیم توحید و اختلاف شریعت مثل سابق ہے اُس سے انکار کرکے جاہل مت ہو اور جان بوجھکر کفر و شرک کرکے عذاب الٰہی سے کسی طرح نہ بچوگے۔ اب اہل کتاب نے یہ الزام لگایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت بیبیان ہین چنانچہ تمام تعلیم توحید و معرفت صفات و علوم الٰہیہ و معجزات سب بھول گئے اور اس الزام پر جم گئے اور مشرکین عرب کہتے کہ رسول ہوتا تو فرشتہ ہوتا۔ پس حق تعالےٰ نے سمجھایا کہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ اور بیشک ہم نے تجھ سے پہلے بہت رسول بھیجے ہین۔ سب کے سب آدمی تھے عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ کھاتے پیتے بازارون وغیرہ مین چلتے پھرتے تھے۔ کوئی فرشتہ نہ تھا اور اگر ہوتا تو آدمی کی شکل مین اسی لباس مین ہوتا اور ہر طرح کھانے پینے وغیرہ کے اعمال و مسائل اُن کو تعلیم دیتا اور استنجا کرنا و طہارت و تجارت وغیرہ سب قسم کے مسائل سکھلاتا لہذا قدرت الٰہیہ ہے کہ فرشتون کے لیے فرشتہ رسول کیا اور آدمیون مین انھین مین سے آدمی رسول بھیجے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا اور کر دیے اُن کے لیے جوڑے یعنے مثل آدمیون کے اُن کے جوڑے عورتین کر دین اور جیسے یہ مرد پاک تھے اسی طرح انکی عورتین بھی زنا و فواحش سے پاک بنائین۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ایک بی بی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک بی بی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیبیان یا چھ تھین اور ابراہیم علیہ السلام کی دو اور داؤد و سلیمان کی

ننانوے اور زیادہ تھین۔ وَّذُرِّیَّةً اور اولادین کردین چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بارہ اور اُن سے تمام بنواسرائیل کرورون ہوئے۔ اور قولہ جعلنا لهم مین صریح دلیل ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ عزوجل کے فعل پاک سے ہوا اور وہی بندون کے افعال کا خالق ہے جیسے اُس نے ان رسولون کو پیدا کیا ویسے ہی ان کو رسول کیا اور ویسے ہی انکے جوڑے کردیے اور ویسے ہی اُن کی اولادین پیدا کردین پس خالق نرالا وہی ہے کوئی مخلوق کسی چیز کی خالق نہین ہے پس فرشتہ نہین بھیجے کر وے سب آدمیون سے الگ تھلگ نہ نکاح کرین اور نہ اولاد ہو اور نہ کھانے کی مشقت اور نہ نکاح کے احکام اور نہ اولاد کی پرورش حتےٰ کہ کہنے والے کہتے کہ ہم کو یہ سب باتین مشکل بتلاتے ہو اور خود کرنا پڑتی تو معلوم ہوتا اور آدمیون کے رسول ہین سب امت کو یقین واثق ہے کہ ان شہوات وخواہشون مین درجہ اعتدال موافق حکم الٰہی بجالانے مین عجائب علوم ومعارف حاصل ہوتے ہین۔ بالجملہ سلیمان علیہ السلام کے تین سو بیبیان اور سات سو چھوکریان تحت مین تھین پھر آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت مین چند پاک بیبیون سے کیون الزام لگاکر عقل سے جاہل بنتے ہو حالانکہ رات مین بیدار واللہ تعالیٰ عزوجل کی عبادت کرتے ہین کمال جوش اور دن مین روزہ دار رہنا اور نمازون کو نہایت خوبی سے قائم کرنا اور شریعت الٰہیہ جسکو نہایت شاق سمجھتے ہو اسپر قائم رہنا اور صدق واخلاق حسنہ وتعلیم قرآن پاک اور مانند اس کے جو باتین اللہ تعالیٰ عزوجل کے محبوب اور نفس وشہوت انسانی پر شاق ہین سب پر تمام خوبی قائم تھے اور دنیاوی عیش ولذات سے بالکل کنارہ فرمایا تھا اور اموال وخزائن بے شمار سب تقسیم فرمادیتے تھے پھر کس درجہ حد سے بڑھی جہالت تم لوگون مین ہے کہ عقل سے بالکل اندھے ہوکر اپنے آپ کو جانورون سے بدتر خوار کرتے ہو اور نصرانیون سے تعجب ہے کہ تمام جہان کے فسق وفجور زنا وبدکاری وغیرہ کرین اور اپنے خیال سے عقیدہ بنالیا کہ عیسےٰ مسیح ہم لوگون کے لیے کفارہ ہوگیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کا خالق اور سب کے افعال کا خالق ہے جب اس کا غضب ہو تو کسی کے اختیار مین کوئی فعل نہین جو بچاوے۔ اور آخر یہی کیون نہ ہوا کہ وہ تم کو گناہ سے بچا لیتا کہ کفارہ ہونے کی ضرورت نہوتی مگر یہ لوگ عقل سے بے بہرہ اور اللہ تعالیٰ کو بالکل نہین پہچانتے اور ہوا وہوس کے پابند ہین مگر حواس بہت تیز دیے گیے ہین جیسے اکثر جانورون کو دیے جاتے ہین اسی واسطے غیر محسوسات سے بالکل انکار کرتے ہین اور حواس سے عجیب عجیب کام کرتے ہین اور عقلی دلائل ومضامین سے بالکل مبہوت ہوجاتے ہین الحاصل اللہ تعالیٰ عزوجل نے سمجھایا کہ ہم نے تجھ سے پہلے بہت رسول بھیجے وے فرشتہ نہ تھے بلکہ آدمی تھے اور اُن کے لیے ہمنے جوڑ دین واولاد کردی تھین پس رسول کی جورو اور اولاد ہونے سے اُس کی رسالت مین فرق نہین آتا اور حق تو یہ ہے کہ اس سے کمال رسالت ہوتا ہے مگر بے عقل لوگ نہین سمجھتے ہین۔ حسن بصری رح نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تبتل سے منع فرمایا۔ رواہ ابن ماجہ والطبرانی وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ۔ تبتل کے معنے انقطاع لیں تبتل وہ مرد یا عورت جو سب سے الگ ہوجاوے اور جنگل وغیرہ مین تنہا مشہور رہے جیسے اگلے زمانہ مین راہب ہوتے تھے لیں نکاح بیاہ وغیرہ سے منقطع ہوجاتے تھے اور یہ منع ہے اور خصی وہیجڑا ہونے کو بھی کبھی تبتل کہتے ہین اور یہ کبیرہ گناہ ہے اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف میلان کو بھی تبتل کہتے ہین اور اس مین مضائقہ نہین بلکہ محبوب ہے جبکہ شریعت وسنت پر قائم رہے اور عورت کو طلاق دینے مین جو لفظ بتلہ مستعمل ہے وہ بھی انقطاع کے معنے مین ہے اور واضح ہو کہ ہندوستان مین اگر

کوئی شخص عورت کو بتلہ کہے تو اس سے طلاق بدون نیت کے نہ ہوگی اگرچہ عرب کی زبان مین وہ معروف ہوگیا تھا اور قولہ تعالے وتبتل الیہ تبتیلا۔ مین مراد اللہ تعالے عزوجل کی طرف رجوع اور ماسوائے ان کے دنیا سے انقطاع ہے اور یہ مرغوب و محبوب ہے پس اسلام مین جو ترک دنیا کا لفظ بولتے ہین وہ بھی طریقہ سنت یہ ہے کہ سب کام کرے مگر دل سے سوائے اللہ تعالے عزوجل کے کسی سے تعلق نہو فافہم۔ سعد بن ہشام نے کہا کہ مین حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مین حاضر ہوا اور مین نے عرض کیا کہ مین چاہتا ہون کہ تبتل اختیار کرون فرمایا کہ ایسا مت کر کیا تو نے نہ سنا کہ اللہ تعالے عزوجل فرماتا ہے ولقد ارسلنا رسلا من قبلک الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ۔ اور کثرت سے احادیث نکاح کی ترغیب اور تبتل سے ممانعت مین وارد ہوئی ہین۔ مسئلہ۔ علماء حنفیہ کے نزدیک جب آدمی کو جوش اشتیاق ہو تو اس پر نکاح کرلینا واجب ہوجاتا ہے اور جس کو مہر وغیرہ کی طاقت نہ ہو اُس کو روزے رکھنا چاہیے۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سات اولاد ہوئین تین لڑکے اور چار لڑکیان اس ترتیب سے کہ حضرت ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد اول بی بی سے اول قاسم پیدا ہوا جس سے آپ کی کنیت ابو القاسم ہے پھر زینب پیدا ہوئی پھر رقیہ پیدا ہوئی اور یہی دونون حضرت عثمان ذی النورین کے نکاح مین مری ہین پھر سیدۃ النساء فاطمہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح مین بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چھ مہینہ زندہ رہ کر مری ہین پھر ام کلثوم پیدا ہوئی پھر عبد اللہ طیب پھر طاہر اور مصری ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم پیدا ہوئے اور سوائے سیدۃ النساء کے سب نے آپ کی حیات مین انتقال فرمایا پھر اللہ تعالے عزوجل نے اپنی قدرت کاملہ ومشیت پر ایمان لانے کی تعلیم فرمائی بقولہ۔ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ۔ یعنے کسی رسول کو یہ قدرت نہین کہ کوئی معجزہ لاوے الا اس صورت مین کہ اللہ تعالے عزوجل کا حکم ہو پس جب اُس نے چاہا اسی وقت رسول کے ہاتھون وہ معجزہ ظاہر ہوگیا اور یہ فضیلت رسول کو عطا ہوئی اور یہی حال اولیاء کی کرامت مین ہے کہ ان مین سے کوئی کچھ نہین کرسکتا حتی کہ خواہش بھی نہین کرسکتا مگر جب اللہ تعالے جل شانہ چاہتا ہے تو یہ بندے بھی دعا کرتے ہین اور اُن کے ہاتھون کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ یعنے ہر امر جسکو اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے اسکے جاری ہونے کا وقت لکھا ہوا ہے یا ہر وقت جس مین کوئی بات ہونے والی ہے وہ مقدر وقت ہے۔ پس اس حکمت بالغہ سے انکو آگاہ کیا تاکہ عقل کی راہ پر آوین اور اپنے نفس کو پاک کرکے جنت کے لائق بناوین اور رسول سے توحید و معرفت رب تبارک وتعالے حاصل کرین اور رسول اس لیے نہین ہے کہ اس سے کھیل کرین اور معجزات مانگین کہ یہ ہوجاوے اور وہ ہوجاوے کیونکہ انکے چاہنے پر نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالے عزوجل کی حکمت بالغہ مین ہر چیز مقدر ہے حتی کہ یہ دعوے کرنا بھی جہالت ہے کہ یہ معجزہ لاؤ تو ہم ایمان والے ہوجاوین کیونکہ اللہ تعالے جل شانہ نے مقدر نہین فرمایا تو ہرگز نہونگے اگرچہ کل آیات لاوے اور اگر ایمان مقدر ہے تو بلا معجزہ ہوجاوینگے اور اسی وقت ہون گے جو وقت لکھا گیا ہے اور یہ بھی سمجھا دیا کہ فی الحال جو تم کفر کرکے عذاب مانگتے ہو یہ بھی وقت مقدر پر ہوگا لیکن انتہائے وقت اسکا تمھاری موت ہے اور اسکو دور مت سمجھو اور ڈرو کہ اس وقت ایسے عذاب میں پڑوگے کہ سارے حواس کی تیزی اور کلون کا ایجاد کرنا سب خاک مین ملجاویگا اور اسوقت تم مہلت مین ہو اور غور سے دیکھو کہ تم کو سوائے معرفت و توحید و نیک اخلاق کی کوئی بری بات نہین سکھلائی جاتی ہے پس خوبی کو چھوڑ کر ایسے عذاب مین پڑنا بالکل وحشت و حماقت ہے

اجل سے مراد موجود کا زمانہ یا خود موجود ہے یعنے زمانہ مقدر مکتوب ہے یا موجود مقدر ہے جس زمانہ مین ہوگا ظاہر ہوگا اس مین کمی بیشی نہ ہوگی اور کتاب ایک امر اسرار الٰہیہ مین سے ہے اور وہ لوح محفوظ سے تعبیر کی جاتی ہے اور اس قدر عقل مین آسکتا ہے کہ اس مین صفت کتابت و تحریر ہے اور اس سے زیادہ کتابت کی کیفیت و قیاس و اٹکل نہین ہوسکتا کیونکہ جب آدمی کے اندر روح کی کیفیت مخفی ہے اور مریم کی کیفیت خیال مین نہین سماتی ہے تو جہان خیال کبھی نہین پہونچا اس کی کیفیت اپنے حواس سے دریافت کرنا یا کوئی صورت سمجھ لینا جہالت ہے۔ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ۔ الایۃ۔ یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل قادر مختار ہے اور مخلوق اگرچہ اپنی عقل سے اتنا جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عادل کریم رحیم و قاہر شدید العذاب ہے پس اُس کی پاک صفات مین کوئی عیب ممکن نہین ہے ولیکن کسی واقعہ کی نسبت یہ نہین کہہ سکتا ہے کہ اس مین کیا حکمت ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ عزوجل کا علم محیط و حکمت غیر متناہی اور کامل ہے اس کا ادراک بشر کی مجال سے باہر ہے۔ اور چونکہ یہ آیت خاص اسرار صفات سے متعلق ہے اور بشر کسی حال مین اُس کی ماہیت نہین سمجھ سکتا البتہ جسقدر نفس پاک و روح کا انکشاف اور عقل کی تجلی ہو اسی قدر اسپر یقین واُس کے انوار صدق سے اطمینان ہوگا اسی واسطے علماے سلف صالحین کو اُس کے سمجھانے مین دقت ہوئی اور مختلف اقوال اُن سے مروی ہین پس اول مترجم ایک بات بطور تمہید کے ذکر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ علم الٰہی سبحانہ تعالےٰ قدیم و پاک ہے وہ کسی وقت کسی حال مین نعوذ باللہ جاہل نہ تھا اسی واسطے رافضی فرقہ کا گمان مردود ہے جو کہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ عزوجل کو کبھی کوئی بات ظاہر ہوئی پھر دوسری بات ظاہر ہوئی تو دوسری کے موافق ہوا پھر تیسری و چوتھی حتےٰ کہ بعضے لوگ ان مین سے زعم کرتے ہین کہ بعد کو نبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے ظاہر ہوئی اور یہ سب کفر و جہالت ہے بلکہ حق صریح و عقل صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ علیم حکیم قدیم ہے جو اس کا علم ہے سب صحیح اور وہ کبھی جاہل نہ تھا۔ اور جو اس نے مقدر فرمایا وہ حق ہے اور ہر ایک چیز کے لیے قائم ہین پس کبھی کوئی آدمی یہودی یا نصرانی یا بت پرست ہوتا ہے اور اسی اعتقاد کے موافق کام کرتا ہے پھر اس کو معرفت توحید و راہ عقل نصیب ہوتی ہے پس جو افعال گناہ و معصیت کے پہلے سرزد ہوئے تھے اللہ تعالےٰ عزوجل انکو محو فرماتا ہے اور بجاے انکے نیکیان کر دیتا ہے اور یہ سب مقدر تھا اور اس سے ظاہر ہوا کہ درحقیقت اس شخص کے لیے سعادت مقدر تھی اور ظاہر مین شقاوت تھی پس شقاوت اللہ تعالےٰ جل شانہ نے محو فرمائی اور سعادت لکھی اور یہ وقت مقرر پر ہوا اور اعمال کفر و جہالت کے اللہ تعالےٰ عزوجل نے محو فرمائے اور بجاے ان کے نیک اعمال بدل دیے حالانکہ مثلاً ایمان سے دس سال پہلے کسی مہینہ کے کسی روز کسی وقت مین اس نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بیٹا کہنے مین مبالغہ کیا یا بت کو سجدہ کیا تھا یا اور کوئی فعل گناہ کا کیا تھا اور اب دس برس بعد اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنے فضل و رحمت سے اس کی برائیان بدلکر نیکیان کر دین تو اسی وقت پر تبدیلی واقع ہوئی اور اس مین نہ مقدر کے خلاف اور نہ علم الٰہی کی تبدیل ہے اور نہ کوئی تغیر ہے۔ اب مین روایات کو لکھتا ہون حضرت مجاہد رحہ سے مروی ہے کہ نزول اس کا قریش کی تہدید کے لیے ہے کہ ہم جو چاہین کرین اور کہا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل ہر رمضان مین دوسرے رمضان تک جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے پس جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے بندون کے رزق و مصائب و انعامات اور مقسومات سے۔ اور شیخ ابن کثیر رحہ نے ذکر کیا کہ ضحاک بن مزاحم نے فرمایا کہ قولہ لکل اجل کتاب یعنی لکل کتاب اجل اور مین کہتا ہون کہ لکل اجل کتاب سے بھی یہی معنے حاصل ہین اور توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے دنیا کے لیے زمانہ مقرر فرمایا

Marfat.com

اور ہر زمانہ کے لیے ایک کتاب مقرر فرمائی ہیں وہ کتاب آسمان سے نازل فرمائی اور اُس کی مدت وہی ہے جو اللہ تعالے نے رکھی ہو پس جب دوسرا زمانہ آیا جو علم الٰہی مین دوسری کتاب کے لیے مقدر ہے تو پہلی کتاب مین سے جو چاہا وہ محو فرمایا اور جو چاہا ثابت رکھا یہان تک کہ جب قرآن پاک کا زمانہ آیا تو اگلے کتب توریت وانجیل کو منسوخ فرمایا اور قرآن مجید کو مستقل نازل فرمایا پس جو کچھ اہل کتاب واحزاب اُس کے نزول مین پاتے ہین وہی قیامت تک رہیگا اور اگلی کتابون سے جہان تک اُسکے موافق پادین وہ ثابت رکھا گیا اور جہان اُن مین مخالف ہے وہ منسوخ ومحو کردیا گیا۔ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت۔ اللہ تعالے جل شانہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ اور اس کے پاس ام الکتاب ہے جسمین اگلی کتابین سب موجود ہین اور قرآن پاک بھی موجود ہے وہان کچھ نسخ وتغیر وتبدیل نہین ہے اور اس مین ہر زمانہ کے لیے ایک کتاب ہے پس جسقدر زمانہ گذرے جہان تک محدود زمانہ کے لیے جو کتاب اللہ تعالے عزوجل نے ام الکتاب مین مقرر فرمائی تھی وہ اس زمانہ مین نازل اور ثابت رہی پھر ام الکتاب مین دوسرے محدود زمانہ کے لیے دوسری کتاب نازل ہوئی جیسے زمانہ حضرت موسے علیہ السلام سے زمانہ بعثت حضرت عیسے علیہ السلام تک توریت رہی پھر زمانہ حضرت عیسے علیہ السلام آیا تو توریت مین سے کچھ محو فرمایا اور کچھ ثابت رکھا اور انجیل مین جو احکام چاہے وہ ثابت فرمائے لہذا حضرت عیسے علیہ السلام سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک وہی رہا پھر زمانہ خاتم المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم آیا تو اگلی اُمتون کی نحوست وبد دیانتی سے اگلی کتابین جو انھون نے اپنی بداعمالیون سے تحریف کردی تھین منسوخ فرمائین اور نہایت اعلے معارف وکمال تقوے کے علوم اس قرآن پاک مین نازل فرمائے۔ پس نسخ کے یہی معنے ہین کہ اللہ تعالے عزوجل نے ام الکتاب مین جو احکام یا کوئی حکم ایک زمانہ کے لیے محدود فرمایا وہ اس وقت تک رکھا پھر دوسرے زمانہ کے لیے دوسرا حکم جو ام الکتاب مین ہے نازل فرمایا چنانچہ توریت مین شراب حرام وبعض چربی واونٹ کا گوشت حرام تھا اور جس کپڑے پر نجاست جہان لگجاوے اُسس کا کتر ڈالنا فرض تھا اور جہاد کافرون پر اس طرح فرض تھا کہ بعد فتح کے ان سب کو قتل کرڈالو اگرچہ اطاعت کا اقرار کرین اور اموال غنیمت کو دفن کردو اور مانند اس کے سنیچر کے روز کوئی کام نہ کرو خالی عبادت کرو پھر انجیل مین سب حلال ہوگئے اور جہاد منسوخ ہوا اور نمازون کی اوقات مین کمی ہوگئی صرف صبح وشام کے دو وقت رہے ولیکن ان امتون یعنے یہودیون ونصرانیون نے اپنی کتابون کو تحریف کرڈالا اور ان مین عجیب عجیب تغیرات کیے پس یہ حالت نہایت بدتر ہوگئی کیونکہ گناہ کرنا اور کتاب پر نہ چلنا بڑا گناہ تھا اور یہ بے انتہا ہوگیا کہ کتاب ہی کو اپنی خواہش کے موافق تبدیل بدل کرلیا پس اصلی حکم ہی نہ رہا لہذا اللہ تعالے عزوجل نے بنواسرائیل کو مغضوب علیہم والضالین کردیا اور نبوت کا خاتمہ بنواسمٰعیل مین عطا فرمائی اور تمام معارف الٰہیہ و احوال آخرت جس مین عقل بذات خود کچھ نہین جان سکتی بدون اس کے کہ اللہ تعالے جل شانہ آگاہ فرماوے انکو ایسے طور پر نازل فرمایا کہ ادنے سمجھ والے کو ذرا بھی شک نہین ہوسکتا کہ یہ شخص جسپر نازل فرمایا اللہ تعالے کا رسول ہے کیونکہ وہ محض اَن پڑھ اور اس کی قوم بالکل جاہل جس مین کبھی کوئی رسول نہین گذرا اور بنواسرائیل کے اہل کتاب برابر تصدیق کرتے ہین کہ ہان یہی اگلی کتابون مین نازل ہوا ہے اور یہی معرفت وصفات الٰہی واحوال آخرت توریت وغیرہ مین بیان ہوئے ہین جنکی زبان عبرانی و سُریانی تھی پس مشرکین کا انکار عجب حماقت تھی اور اہل کتاب مین سے بعضے احزاب جملہ معارف وصفات واحوال آخرت مین تصدیق کرتے تھے

اور یہی اُن کی تصدیق کے لیے کافی تھا ولیکن دنیاوی لالچ سے صرف یہ بہانہ نکالا کہ اعمال ہاتھ پاؤن کے اداکرنے والے نماز روزہ وغیرہ مین فرق ہے پس اللہ تعالےٰ عزوجل نے سمجھایا کہ جو امور تم شرک کرتے ہو اُس سے بیزاری ہے اور ہر کتاب ایک معین زمانہ کے لیے تھی اللہ تعالےٰ جل شانہ ہر زمانہ کے لیے جو چاہتا ہے احکام حلال وحرام سے محو فرماتا اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے اور ام الکتاب جس میں آخر زمانہ تک کے واسطے سب لکھا ہوا ہے وہ اسی کے پاس ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے اظہر واصح ہین اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن عباس کی اقوے طرق یعنے علی بن ابی طلحہ سے روایت کی کہ ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ یمحو اللہ ما یشاء یعنے جو چاہتا ہے اپنے علم سے تبدیل فرماکر منسوخ فرماتا ہے۔ ویثبت۔ اور جو چاہتا ہے نہین تبدیل فرماتا ہے۔ وعندہ ام الکتاب یعنی ناسخ ومنسوخ دونون اسکے علم ام الکتاب مین ہین قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قولہ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت۔ بمانند قولہ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا الآیہ ہے یعنے مانند قول ضحاک کے اللہ تعالےٰ عزوجل نے جو کتاب آسمان سے اُتاری اسکی ایک مدت اللہ تعالےٰ کے نزدیک مقرر تھی کہ یہ احکام عملی اس مدت تک جاری ہین پھر دوسری کتاب اُتاری اور اپنی مشیت وحکمت بالغہ سے اس زمانہ کے لیے جو احکام چاہے تبدیل فرمائے اور جو چاہے باقی رکھے یہان تک کہ کل کتابین سابقہ اس قرآن مجید سے منسوخ فرمائین اور ختم کردیا کہ اب آیندہ قیامت ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر مطابق و مناسب سیاق وصریح کلام ہے اور اس سے مشرکین عرب وکفار اہل کتاب دونون کو تفہیم فرمائی کہ امر آخرت کی راہ مستقیم عقل پر مشکل ہے پس اپنے فضل سے انبیاء بھیجے اور یہ آدم سے لیکر شروع ہوا اور شرائع نازل فرمائے اور توحید وصفات مین سب انبیاء علیہم السلام کی ایک تعلیم تھی اسمین کچھ بھی فرق نہین ہے اور اعمال وشرائع ہر زمانہ کے لوگون کے مناسب کچھ مختلف فرمائے پس کوئی شخص تم مین سے احمق وجاہل نہ بنے اور یہ نہین سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے کبھی ایک امر کا حکم دیا پھر اسمین کچھ نقص کی وجہ سے دوسرا حکم دیا بلکہ اللہ تعالےٰ خالق عزوجل ہر ایک چیز کے آغاز وانجام وماہیت کو بعلم قدیم جانتا ہے اور جو پہلا حکم تھا وہ حکمت کاملہ سے ایک زمانہ معین کے لیے تھا پھر دوسرا حکم دوسرے زمانہ کے لیے پہلے سے مقرر تھا اور وہ سب ام الکتاب میں مذکور ہین پس زمانہ توریت اسوقت ختم ہوگیا جب انجیل نازل فرمائی اور انجیل کا زمانہ اسوقت ختم ہوگیا جب قرآن مجید نازل فرمایا پس اعمال کے اختلاف کی وجہ سے قرآن پاک وخاتم المرسلین سے انکار کرنا محض جہل ونادانی ہے۔ اب مترجم کہتا ہے کہ یہ محو واثبات تو ایسے احکام مین ہے جو اعمال جوارح واعضائے جسم سے متعلق ہین اور یہ تمام انواع مکلفین کے لیے عام ہین اور رہا یہ بیان کہ خاص خاص افراد یا دیگر اقسام کے احکام مین بھی محو واثبات ہوتا ہے یا نہین تو یہ ایک قسم کا استنباط بطریق اشارہ ہے اور بعض علمائے سلف سے یا اشارات کچھ مروی ہین لیکن غالباً راوی کو فہم مراد مین اشکال ہوا اور مقصود کو ادا کرنے مین تکلف ہوا مگر مین چند اقوال جو شیخ ابن کثیر وغیرہ نے لکھے ہین ذکر کرتا ہون قال البیضاوی قولہ تعالےٰ لکل اجل کتاب ہر ایک وقت وزمانہ معین کے لیے ایک کتاب ہین بندون کے لیے احکام لکھے گئے جو بندون کی بہتری کی اقتضا پر رہے۔ ایسا ہی معالم وسراج وکبیر وغیرہ مین ذکر کیا اور مترجم کہتا ہے کہ بمقتضائے اصلاح عباد کا لفظ جو بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا غالباً کشاف کے تبعیت مین واقع ہوا اور مترجم کہتا ہے کہ اکابر علمائے حق وفقہائے ربانی کے کلمات کے موافق تحقیق مقام یہ ہے کہ ہر ایک اُمت کے لیے جو کتاب نازل فرمائی وہ مشیت کے موافق تھی اور یہ ضرور نہین ہے کہ ہر ایک سے منزلت ومرتبۂ معرفت یکسان ہوا اور اس سے میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل علیم وحکیم قادر مختار ہے پس اگر توریت کے

احکام مین بحکم قولہ فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم کل ذی ظفر الآیہ تشدید فرمائی اور انجیل والون پر آسانی کی پس اکثر اہل توریت
نافرمانی مین ناقص رہے اور اہل انجیل باوجود آسانی کے گمراہ ہوئے اور باوجود اس سب کے انہلے عروج اور ثواب کم رکھا
تو یہ مشیت واختیار مطلق اپنی مخلوقات پر ہے اور دلیل اسپر حدیث صحاح ہے جس مین یہ مضمون ہے کہ یہود ونصاریٰ نے ظہر تک
کام کیا اور مزدوری کم پائی اور اہل توحید نے عصر سے غروب تک کام کیا اور مزدوری بہت پائی پس اول نے شکایت کی تو
جواب پایا کہ تمھاری مزدوری مقرر مین کچھ ظلم کیا گیا تو کہنے لگے کہ نہین تو حکم ہوا کہ پھر مالک کو اختیار ہے کہ اس نے عصر سے غروب تک
والون کو جو چاہا دیا۔ پس جس امت پر جو احکام مقرر فرمائے وہ اس مشیت کے موافق تھے جو اس امت کی نوع بلکہ ہر ایک فرد کے
انجام سے چاہا گیا حتے کہ مثلاً زید نے یہودیت ماننے سے انکار کیا تو صرف اس جوش خواہش سے جو اُس کے نفس مین دربارہ دائمی
اختلاط عورتون و بچھڑے کے گوشت و شراب کے تھے جس سے یہودیت پر قیام ممکن نہ تھا یا نصرانیت سے انکار بوجہ عدم اتباع
سنت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے یا مثلاً اسلام و توحید سے نیچر اس وجہ سے انکار کرتے ہین کہ شراب کا شوق و دنیاوی
زندگی مین ہوا و ہوس کی آزادی و آرایش اُن کے نفوس مین ایسے جوش کے ساتھ ہے کہ ترک اسلام ان کو کچھ ناگوار نہین
بلکہ نہایت مرغوب ہے اور چونکہ قدرت صنعت آلہیہ اس جسم و روح و عقل مین عجیب ہے کہ جب تک جسم کی پرورش
اپنی خواہش سے ہو روح و عقل پر تاریکی کا پردہ ہوتا جائیگا حتے کہ بحکم قولہ ختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم الآیہ اور قولہ صم بکم عمی
الآیہ اور قولہ لہم قلوب لایفقہون بہا الآیہ بالکل عقل و اُسکے علوم سے بعید اور کند ذہن ہوکر حواس کے قوی و تیز و دستکار و صناع
ہوجاتے ہین چنانچہ یہ کتابین معقولات سامنے موجود ہین جسطرح چاہو بڑے مشہور نیچریا بڑے مشہور یورپی دانشمند کا امتحان کرلو
اور اگر وے لوگ جسم کو موافق اتباع شریعت کے تر و تازہ کرتے تو کچھ مضر نہوتا اور عقل سے بے بہرہ نہ ہوتے۔ اور اہل الیقین کے لیے
اس واقعہ کی خبر بطور معجزہ کے احادیث مین حضرت مخبر صادق علیہ السلام نے اول سے دیدی تھی چنانچہ صحاح کی حدیث مین
ہے کہ آخر زمانہ مین نصرانی روے زمین پر سب سے زیادہ ہونگے اور اموال و اولاد اور کثرت مین سب پر غلبہ ہوگا اور دوسری
حدیث مین موجود ہے کہ اسوقت روے زمین کے بادشاہ گونگے بہرے ہونگے۔ یعنے حواس کے سواے عقل و اُس کی نور سے
بالکل غافل ہونگے اور اس کی تاویل اسطرح ظاہر ہوئی جیسے دیکھتے ہو کیونکہ بظاہر اُس زمانہ والون کو تردد ہوتا ہوگا کہ گونگے
بہرے لوگ کیونکر سب پر غالب ہوسکتے ہین اب ظاہر ہوا کہ حواس کی تیزی سے آلات حرب و کلین وغیرہ پیدا ہوئین باوجودیکہ
عقل کی یہ کیفیت ہے۔ اور حدیث صحیح مین آخر زمانہ کے حال مین مذکور ہے کہ لوگ اسوقت مین مال کو ہر طرح کھینچنے اور دے لینے
مین حریص اور نفس کی خواہشون کی آرایش و پورا کرنے مین مطیع ہونگے اور ہر آدمی اپنی راے پر نازان ہوگا یعنے اللہ تعالےٰ عز وجل و اُس کے
رسولون کی نصیحت و اخبار و آیات سے اور عقلاء و حکماے سابقین کے اقوال سے بے پروائی و انپر نکتہ چینی ہوگی اور اپنی راے پر ناز ہوگا
مترجم اپنے رب تبارک و تعالےٰ عز وجل سے اپنے لیے و مومنون کے لیے ان فتنون سے پناہ مانگتا ہے۔ اور یہ مضامین درمیان مین
جمل معترضہ واقع ہوئے پھر مین سلف کے اقوال جو اس آیت کے اشارات مین ہین نقل کرتا ہون۔ سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے
روایت کی حق تعالےٰ اپنے علم غیب سے ایک سال کی تدبیر فرشتون کو رمضان سے رمضان تک دیتا ہے پس جو چاہتا ہے محو
کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اثبات کرتا ہے سواے شقاوت و سعادت و موت و حیات کے کہ انسے قلم فراغت ہوچکی ہے۔ مترجم

Marfat.com

کہتا ہے کہ قولہ تعالےٰ اللہ یعلم ما تحمل کل انثی وما تغیض الارحام الآیہ کی تفسیر مین گزرچکا کہ پیٹ کے اندر روح پھونکتے وقت فرشتہ کو آگاہ فرمادیتا ہے۔ ایسا ہی قول مجاہد رح سے مروی ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ یہ باتین متغیر نہین ہوتی ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر لوگون مین مشہور ہے کہ شعبان کی رات پندرہ تاریخ یعنے شب برات کو ہر بندہ کے سال بھر کے اعمال وارزاق وموت وحیات لکھی جاتی ہین اور امام ترمذی کی حدیث سے جس کی اسناد ضعیف ہے استشہاد کیا جاتا ہے اور اصح یہی رمضان کی شب قدر معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم وعلیٰ ہذا ہر رمضان مین شب قدر ضرور ہوتی ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور شاذ قول اسکے خلاف ہے فافہم اور منصور نے کہا کہ مین نے مجاہد رح سے دریافت کیا کہ اگر ہم مین سے کوئی دعا کرے کہ اے رب ہمارے اگر میرا نام تونے اہل سعادت مین لکھا تو ثبت فرمادے اور اگر تونے اہل شقاوت مین لکھا تو محو فرما کر اہل سعادت مین لکھدے تو فرمایا کہ ہان ایسی دعا اچھی ہے پھر مین ایک سال یا اس سے زیادہ کے بعد اُن سے ملا اور مین نے یہی مسئلہ اُنسے دریافت کیا تو آپ نے دو آیتین قولہ تعالےٰ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ الآیتین پڑھین اور کہا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل شب قدر مین ایک سال کی تدبیر کا جو ہر ایک کے رزق یا مصیبت کے متعلق ہے حکم فرماتا ہے پس جو چاہتا ہے تقدیم وتاخیر کرتا ہے ولیکن سعادت وشقاوت تو وہ ثابت ہے اسمین تغیر نہین ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اول مرتبہ منصور نے اُنسے صرف دعا کرنا پوچھا تو آپ نے جائز فرمایا اور یہ صحیح ہے کیونکہ بندہ کو اپنے حال کی عاجزی واللہ تعالےٰ عزوجل کی ہرطرح قدرت واُسکے غضب سے پناہ واُس کی رضاء کی درخواست کرنا بہتر ہے پس بہت ثواب پاویگا انشاء اللہ تعالےٰ اگرچہ مقدر الٰہی تعالےٰ جو اُسکے حق مین ہے وہ نہ بدلے ولیکن قدرت الٰہی ہرطرح ثابت ہے اور دوسری مرتبہ شاید یہ پوچھا کہ کیا اس دعاء سے سعادت وشقاوت بدل جاتی ہے تو اس سے انکار کیا اور کہا کہ اس مین تغیر نہین ہوتا ہے اور واضح ہو کہ یہ دعاء بھی انابت بجناب باری تعالےٰ ہے پس صدق یقین وکمال ایمان سے اس دعاء کا کرنے والا اخود اہل سعادت سے ہوگا وقد قال تعالےٰ ویہدی الیہ من اناب۔ اور جسکے حق مین شقاوت ہے وہ یہ دعا ہی نہین کریگا۔ اور اہل السنۃ کا اجماع ہے کہ آدمی خود مختار وموجد وخالق افعال نہین ہے پس ہوشیاری وعقل سے سمجھنا چاہیے اور صفات الٰہی عزوجل مین عقل کی مجال تنگ ہے فافہم۔ اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ بہت کثرت سے اسطرح دعا کرتے کہ اللہم ان کنت کتبتنا اشقیاء فامحہ واکتبنا سعداء وان کنت کتبتنا سعداء فاثبتنا فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب۔ یعنے اے رب ہمارے اگر تونے ہم کو اشقیاء لکھا ہو تو اے رب اسکو محو فرمادے اور ہم بندون کو سعید لکھدے اور اگر تونے ہم کو سعداء لکھا ہے تو اسکو برقرار وثابت رکھیو اے رب ہمارے تو جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے اور جو چاہے ثابت فرماتا ہے اور تیری قدرت مین ام الکتاب ہے رواہ ابن جریر۔ اور ابو عثمان النہدی رح نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ معظمہ کا طواف کرتے اور روتے جاتے اور رو رو کر یہ کہتے جاتے اللہم ان کنت کتبت علی شقوۃ او ذنبا فامحہ فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب واجعلہ سعادۃ ومغفرۃ۔ اے رب میرے اگر تونے کوئی شقاوت یا کوئی گناہ مجھپر لکھا ہے تو اسکو مجھ سے محو فرمادے کہ تو جو چاہے محو فرماتا ہے اور جو چاہے ثابت رکھتا ہے اور تیری ہی قدرت مین ام الکتاب ہے پس اسکو سعادت اور مغفرت کردے۔ رواہ ابن جریر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی دعا کرنا صحیح ہوا ہے۔ اور ابن جریر رح نے کہا کہ حدثنی حجاج ح ثنا خصاف عن ابی حمزۃ عن ابراہیم ان کعبا قال لعمر بن الخطاب یا امیر المومنین لولا آیۃ فی کتاب لانباتک بما

Marfat.com

ہو کائن الی یوم القیامۃ قال وما ہے قال قول اللہ تعالیٰ یمحو اللہ ما یشاء الآیہ۔ یعنے کعب احبار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے
کہا کہ اگر کتاب الٰہی میں یہ آیت یعنے قولہ یمحو اللہ ما یشاء الآیہ نہوتی تو میں آپ کو قیامت تک کے واقعات سے آگاہ کرتا۔ شیخ
ابن کثیر رح نے کہا کہ ان اقوال کے معنے یہ ہیں کہ مقدرات میں سے اللہ تعالیٰ عزوجل جو چاہتا ہے منسوخ فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے
ثابت رکھتا ہے۔ اور لکھا کہ اس قول کی تقویت کبھی اس حدیث سے لیجاتی ہے جو امام احمد وغیرہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی آدمی بسبب گناہ کے جو اُس کو پہونچ جاتا ہے رزق سے محروم
رہتا ہے اور مقدر کو کوئی چیز نہیں پھیرتی سوائے دعاء کے اور عمر میں کوئی چیز نہیں بڑھاتی سوائے نیکوکاری کے۔ رواہ
النسائی وابن ماجہ ایضاً۔ اور صحیح میں ثابت ہوا کہ صلۃ الرحم عمر کو بڑھاتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ دعاء و
قضاء دونوں آسمان و زمین کے درمیان معتلج رہتی ہے بندہ مترجم کہتا ہے کہ یہ اصل مسئلہ تقدیر کا ہے اور میں نے بار احادیث کا
حکم نقل کر دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کے اندر خوض کر کے کوئی امر اپنی عقل میں فیصلہ کر لینے سے سخت زجر کے ساتھ
منع فرمایا اور میں نے اس پر عقلی دلیل بھی ذکر کی کہ تقدیر جب علم و حکمت آلہیہ ہے اور وہ عین صفت جناب باری تعالیٰ ہے
لا انتہاء بلکہ انتہاء و لا انتہاء دونوں سے بلند تر ہے تو مخلوق کی عقل مخلوق میں یہ کہاں تاب و طاقت و مجال ہے کہ صفات باری تعالیٰ
کو محیط ہو جاوے اور اسکی کنہ دریافت کرے حالانکہ اگر کسی ہم جنس آدمی کے سامنے جو قصبہ کا رہنے والا ہو گھڑی کے پرزے علحدہ کر کے
ڈال دیئے جاویں تو وہ اُس کی ترکیب و ترتیب سے جاہل ہو گا حالانکہ یہ اسی کے جنس کے آدمی نے بنائے ہیں اور بہت کثرت سے
احادیث و آیات صحیحہ میں صریح بیان ہے کہ انجام مقدر میں تغیر نہیں ہے اور رہا یہ سوال کہ پھر یہاں جو احادیث آئی ہیں انکے کیونکر
سمجھیں تو جواب یہ ہے کہ انمیں جو حکم تم کو دیا گیا کہ مثلاً گناہ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ عزوجل سے دعا بہت مانگو اور نیکی و صلۃ الرحم کرو
انکو بجا لاؤ اور دوم یہ کہ ان احادیث میں یہ بیان نہیں ہے کہ قضاء مقدر ٹل جانے کے لیے دعا اس شخص سے صادر ہوگی یا نہیں
کیونکہ جب وہی مقدر ہو گا تو دعاء کا وجود ہی نہو گا اور جب دعاء کا وجود ہو گا تو وہ آخری مقدر ہی نہ ہو گا جیسے قوم یونس پر دنیا میں
عذاب الخزی کا وقوع مقدر نہ تھا اور گناہ سے رزق میں کمی در واقع مقدر تھی پس لامحالہ گناہ کا صدور ہوا اور بیان کا فائدہ
فقط معرفت ہے اور وہ اعلے کمال ہے جس کی قدر بعد موت کے ظاہر ہو گی اگر اسوقت ظاہر نہوئی۔ اور رہا بیان معرفت تو
تو یہ ہے کہ مثلاً کوئی بُرائی پہونچنا مقدر ہے تو کثرت نماز و روزہ سے اس شخص کو ثواب ملیگا جیسے کہ اگر مصیبت پر صبر کیا تو ثواب
اور زیادہ ہو جائیگا مگر کوئی ایسی بات نہیں ہوئی کہ بُرائی نہ پہونچے اور نہ صرف دعا میں ہوتا ہے کہ الٰہی مجھکو ہر فتنہ و مصیبت و
بُرائی سے محفوظ فرما دے پس دعا ایسی چیز ہے کہ اُسکا مقابلہ قدر سے ہوتا ہے اور دوسری عبادات چاہے اُنمیں کسی قدر ثواب
مزید ہو مگر وے بعض طاعات ہیں اُن میں قدر کا مقابلہ نہیں ہے۔ اور مثلاً ایک شخص ہے کہ اُسکی موت دس برس کے بعد مقدر ہے تو
درمیان میں کسی بیماری سے وہ نہ مریگا لیکن ممکن ہے کہ درمیان میں اسکو بیماریاں پہونچیں جن سے تکلیف اٹھاوے پس اگر مقدر ہے
تو دعا کرے گا کہ بیماری نہ پہونچے اور نہیں تو دعا نہ کریگا باوجودیکہ طاعات بہت کرے اب میں کہتا ہوں کہ کعب احبار کی روایت اگر
صحیح ہو تو مراد اخبار تا قیامت سے یہی ہے اور میں نے بعض اکابر سے سنا کہ بعض اولیاء اللہ تعالیٰ عزوجل کا کشف بعض وقائع میں اسی
وجہ سے غلط ہو جاتا ہے کہ درمیان میں جو محو و اثبات واقع ہوا اسوقت نہ تھا تو عارف نے اسی وقت کا علم بیان کیا پس غلط ہو گیا

[illegible]

وقد قال تعالے کل یوم ھو فی شان - اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو دعا فرمائی اُس کو مین سابق مین بیان کرچکا کہ دعا رکے
فضائل مین سے ہے کہ اگر ایسی دعا ہو جو خلاف تقدیر ہے تو اللہ تعالے عز وجل اُسکے مثل اُسکو مقدرسے عطا فرماتا ہے اور اس
مقام پر تعادل ہی عین مقصود ہے پس اگر جہنم مین ڈالا گیا اور مثل آتش ابراہیم کے جنت کا آرام پایا کیونکہ مقام جہین آگ کا نہین یا
مثل تمام مخلوقات کے بحکم قولہ وان منکم الا واردھا الآیہ داخل ہوا اور تعادل ہو گیا تو بھی مراد حاصل - علاوہ برین دعا رکے خاص
رکن صدق یقین وانابت ہے اور یہ اُسی کو حاصل ہوگا جو ہدایت پایا ہے لقولہ تعالے ان اللہ یضل من یشاء ویھدی الیہ من اناب -
پس اُسکے واسطے سعادت ہے بمنزلہ قولہ اہدنا الصراط المستقیم - علاوہ ازین یہ آخری قسم کا بیان نہین ہے اور خود حضرت عمر
رضی اللہ عنہ وابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم سے جن سے ایسی دعا مروی ہے یہ اشارہ پایا جاتا ہے مثلاً کہا کہ شقادۃ او ذنبا یعنے
بحرف نکرہ بیان کیا اور ممکن ہے کہ آدمی اپنی عمر کی اوقات مین مرتد ہو جائے یا دیگر اقسام کے شرک وکفر مین مبتلا ہو پھر آخر انجام مین
سعادت مقدر پر آجاوے پس ان حضرت صحابہ وتابعین نے اس سے بھی پناہ مانگی کیونکہ اول تو اس سے تمام نیکیان مٹ جاوین گی
اور دوم جسقدر زمانہ ایسی حالت مین گذریگا وہ بالکل تباہ وبرباد ہوگا کہ کرورون سانس جو اُسکے واسطے نیکیان ہوتین لگان گئین
بلکہ کافر ومشرک کی یہ سانس اُسکے حق مین برائیان ہین پس کرورون برائیان نامۂ اعمال مین درج ہوئین علاوہ برین غلبہ عظمت و
کبریائے الٰہی عز وجل سے بحکم قولہ وہم من خشیۃ ربہم مشفقون نیک بندے خائف ہوتے ہین اور بیشک اللہ تعالے عز وجل پاک بے پروا
ہے وقد قال تعالے ان اللہ لغنی عن العالمین پس انکو صرف خوف کا غلبہ نہ تھا بلکہ واقعی ظہور صفت استغناء وعظمت وکبریائی کا تھا
اور یہ بے انتہا خوف کا مقام ہے اور خود مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے جاتے تھے - اور حدیث صحیح مین یہ مضمون
صریح ہے کہ اگر تمام مخلوق جن وانس مثل شیطان کے ہوجاوین تو اللہ تعالے عز وجل کی ملک وبادشاہت مین سے ذرہ برابر کم نہ ہو
اور اگر سب کے سب ایسے ہوجاوین جیسا اللہ تعالے کا ایک بندہ سب سے زیادہ متقی ہے تو اسکی بادشاہت مین کچھ بڑھ نہ جاوے
پس جسکی شان عظمت وکبریائی کا یہ ادنے بیان ہے اور بیان کو طاقت کیا کیونکہ ایک ادنے مخلوق سے بیان مخلوق ہوا ہے
تو وہ پاک خالق کی عظمت کیا بیان کرسکتا ہے پس اسکی عظمت وکبریائی بے قیاس بلکہ جیسا وہ پاک ہے اُسکے سامنے محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کے مثل بندہ جب اپنی یہ حالت پہچانے اور پھر کہے کہ مین نے تیری عظمت نہ پہچانی اور اپنی حقارت نہ جانی تو بھلا کون دوسرا
ہے کہ اپنی نسبت کچھ خیال کرسکتا ہے - علاوہ اس کے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالے قادر مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے
سب مخلوق اسی کی بنائی ہوئی ہے کوئی نہین جو اُس سے سوال کرے تو سوائے گمراہ فرقون کے کوئی عارف اہل السنہ مین سے
یہ اعتقاد نہین کرتا کہ اللہ تعالے اب مجبور وپابند ہے نعوذ باللہ تعالے عز وجل پس کوئی ایسی بات نہین جسپر اُسکو قدرت نہو اور اگر
وہ چاہے تو ہزارون شقی کو جنت دیدے اور ہزارون جنتی کو دوزخ مین ڈالدے کیونکہ اُسکے سوائے کوئی خالق نہین اور اس کے
سوائے کسی کی مخلوق نہین ہے اور چاہے جس شخص کو موت دیدے اگرچہ اُسکی عمر باقی ہو اور چاہے جسکی حیات بڑھا دے اگرچہ زمانہ آگیا ہو -
ع - او دست سلطان ہرچہ خواہد آن کند - اور حدیث صحیح مین دو بادشاہون کا قصہ آیا ہے دونون سگے بھائی مگر ایک ظالم
تبہ کار اور دوسرا عادل نیکوکردار تھا اور عادل کی عمر کا زمانہ منقضی ہوا مگر حق تعالے عز وجل نے ظالم کو موت دیدی اور یہ عادل
زندہ رہا فافہم واللہ سبحانہ تعالے اعلم - شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ کلبی رحمہ نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ بندہ کے سب اقوال لکھے جاتے

Marfat.com

مین یہان تک کہ جب جمعرات کا روز ہوتا ہے تو نامہ اعمال مین سے ہر ایسی چیز جس مین کچھ ثواب و عذاب نہین ہے طرح دیجاتی ہے جیسے تو نے سچ کہا کہ مین نے کھایا اور مین نے پیا اور مانند اس کے دیگر اقوال جو صحیح ہون اور رہے وہ اقوال جن مین ثواب یا عذاب ہے وہ ثابت رکھے جاتے مین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس اشارہ سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ مباحات نامہ اعمال سے مطروح ہونگے ولیکن اس کو تفسیر آیت سے تعبیر نہ کرنا چاہیے پھر اگر یہ بات ثبوت قطعی کو پہونچے تو اعتقاد کیجاوے ورنہ یہی اعتقاد ہے کہ ہر فعل و قول نامہ اعمال مین ثبت ہوتا ہے اور آیا اس مین سے کچھ طرح دیا جاتا ہے یا نہین تو اسکے لیے قطعی ثبوت چاہیے اور واضح ہو کہ یہ قول بنا بر آنکہ مباحات مین ثواب نہین ہے اور یہی ظاہر حدیث ہے اور اسی واسطے کامل الایمان آدمی مباحات سے احتراز کرتے ہین اور زیادہ تحقیق اس کی مترجم نے مقدمۂ فتاوی ہندیہ مین لکھی ہے واللہ تعالے اعلم۔ اور عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ اس سے بیان ہے ایسے آدمی کا کہ ایک زمانہ تک اُس نے طاعت آلہی پر عمل کرنے کے بعد معصیات شروع کین پھر گمراہی پر مر گیا تو وہی محو فرمایا جاتا ہے اور دوسرا آدمی ایک زمانہ تک معصیات کرتا رہا اور آخر مین چونکہ اُس کے لیے نیکی مقدر تھی تو اللہ تعالے عز وجل کی طاعت پر مرا پس وہ ثابت رکھا جاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ لطیف ہے اور صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ جس نے زمانہ جاہلیت مین نیک کام کیے پھر اسلام لایا اور نیک کام کیے تو فضل آلہی سے اگلی نیکیون پر بھی ثواب پاویگا اور جو اسلام نہ لایا اور جاہلیت مین بہت معصیات کر چکا ہے وہ اگلی پچھلی سب پر ماخوذ ہوگا۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو شخص اسلام لایا اُسکے اگلے گناہ چاہے جسقدر کبیرہ ہون معاف ہوجاتے ہین۔ سعید بن جبیر نے اس آیت مین کہا کہ یہ بمنزلہ قولہ تعالے یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علے کل شئ قدیر۔ یعنے جسکے لیے مغفرت فرمائی تو اُسکے گناہ کو محو فرما دیا اور جس سے مواخذہ ہونا چاہا اُسکے نامۂ اعمال سیاہ رکھے اور اُسکو سب قدرت ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے عز وجل بندۂ مومن کو نزدیک فرما کر اُسکے گناہ ایک ایک اُسکو یاد دلا دیگا حتے کہ وہ بہت مضطرب ہوگا پھر فرماویگا کہ مین آج انکو تیرے لیے میٹ دونگا پس بجائے انکے ثواب پاویگا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس شخص کی موت آئی وہ گیا و محو ہوا اور زندہ ثابت ہوا یہان تک کہ اُسکے مقدر موت کا وقت آوے۔ شیخ حافظ رح نے کہا کہ ابن جریر نے اسی قول کو اختیار کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی اشارہ ظاہر ہوتا ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جو مومن مرتا ہے آسمان سے اُسکے رزق کا دروازہ بند ہوتا ہے اور آسمان روتا ہے اور تمام حدیث انشاء اللہ تعالے تحت قولہ فما بکت علیہم السماء والارض الآیۃ آویگی۔ اور لکھا کہ قولہ وعندہ ام الکتاب۔ کہا کہ یعنے حلال و حرام۔ اور قتادہ رح نے کہا کہ یعنے جملۃ الکتاب و اُسکی اصل۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ رب العالمین کے پاس کتاب ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ حسن بصری رح قتادہ رح وغیرہ کی تفسیر حلال و حرام کی بطور اصل تفسیر کے ہے اور معنے یہ مین کہ اہل کتاب جو بعض احکام حلال و حرام مین بسبب مخالفت توریت کے یا نصرانی بسبب مخالفت انجیل کے قرآن پاک سے منکر ہوتے تھے یا کفار قریش کہتے کہ کبھی ایک حکم آتا ہے کبھی دوسرا تو معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کہتا ہے پس یہ شبہہ دور کردیا کہ اگلی کتابون مین بھی یہ اختلاف موجود ہے اور انبیاء سابقین کے شرائع عملی ہمیشہ مختلف رہے اصل معرفت و توحید مین سب کا اتفاق رہا اور اہل کتاب اس قرآن پاک کے نزول سے فرحت پاتے ہین کیونکہ محض اُمی شخص ایسے اعلے معارف و احکام و صاف صاف حالات و واقعات انبیاء سابقین تلاوت فرماتا ہے تو قطعی یہ احکام و معارف انجانب رب تبارک و تعالے ہین پس

Marfat.com

جب یقین ہو گیا کہ قرآن وحی آلہی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے صادق رسول ہیں تو خالی اختلاف احکام کا بھید یہ ہے کہ ہر زمانہ کے لیے ایک کتاب مخصوص تھی۔ لکل اجل کتاب۔ پس ایک کتاب و زمانہ سے دوسرے زمانہ کی کتاب میں اللہ تعالےٰ جو چاہتا محو اور جو چاہتا ثابت فرماتا ہے۔ بلکہ ایک ہی وقت میں ایک حکم کسی مدت معلوم کے لیے دیا گیا اور اُس کے گزرنے پر دوسرا حکم مقدر دیا گیا یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت۔ اور جملہ کتابیں اور جملہ احکام سب ام الکتاب میں مجموع ہیں۔ وعندہ ام الکتاب اور اللہ تعالےٰ علیم حکیم تمام بندوں و اُن کے اعمال کا خالق اور اُن سے خوب آگاہ ہے اور اس کی حکمت سے آگاہی اُسی کو ہے پس اُس نے ہر ایک حکم ہر زمانہ میں کمال حکمت و علم سے مقدر فرمایا ہے اور کوئی بات نئی نہیں ہے کہ آج کچھ اور کل کچھ ہو بلکہ اُسکے علم قدیم میں ہر ایک حکم ایک زمانہ معلوم معین تک کے لیے مقدر ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وقال سنید بن داؤد حدثنی معتمر عن ابیہ عن یسار عن ابن عباس انہ سأل کعبا الخ۔ یعنے ابن عباس رضہ نے کعب احبار رحمہ سے پوچھا کہ ام الکتاب کی تفسیر فرمایئے تو کعب احبار نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کے علم میں تھا جو وہ پیدا کرنے والا ہے اور جو کچھ اُسکی مخلوق عمل کرنے والی ہے پس اُس نے اپنے اس علم کو فرمایا کہ تو کتاب ہو جا پس وہ کتاب ہو گیا۔ ابن جریج نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ام الکتاب وہ ذکر ہے۔ شیخ سیوطی رح نے ذکر کیا کہ ابو الدرداء رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ جب رات کی تین ساعات باقی رہتی ہیں نزول فرماتا ہے پس ساعت اولیٰ میں ذکر کی حضوری ہے جسمیں سوائے اسکے کوئی نہیں دیکھ سکتا پس جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے الیٰ آخر الحدیث۔ رواہ الطبرانی وابن ابی حاتم وغیرہما۔ واضح ہو کہ روافض نے اس آیت کو پیش کیا کہ اس سے بدا کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یعنے روافض کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو کبھی ایک بات اچھی معلوم ہوئی وہ حکم ہوا پھر دوسری بات اچھی معلوم ہوئی تو پہلا حکم محو اور دوسرا ثابت کیا اور جواب یہ ہے کہ یہ محض جہالت ہے کیونکہ علم تو اللہ تعالےٰ کی صفت قدیمہ ازلیہ ہے اسمیں تغیر و تبدیل بالکل محال ہے وہ تو اپنی مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا کہ او تعالےٰ جل جلالہ کہ یہ قسم مخلوق پیدا کریگا اور ہر ہر فرد فلاں فلاں وقت اس اس طرح پیدا کرے گا اور ہر فرد اپنی تمام عمر میں ایسے ایسے یہ یہ کام کریگا پس نعوذ باللہ تعالےٰ وہ کبھی جاہل نہ تھا بلکہ علیم حکیم ہے ہر مخلوق کی ماہیت سے وہی آگاہ اور وہی تو اُسکا پیدا کرنے والا ہے پس بدا کا اعتقاد بالکل کفر ہے اور آیت میں جو محو اور اثبات ہے وہ موافق علم قدیم کے اور یہ بھی مقدر معلوم آلہی تعالےٰ ہے عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ ف فی العرائس قولہ وکذلک انزلناہ حکما عربیا۔ جیسے سابق کتابیں سُریانی و عبرانی وغیرہ میں بطریق وحی و رسالت نازل ہوئیں کہ توحید و معرفت یکساں تھی اور اعمال ہر امت پر بحسب مشیت و علم آلہی مختلف تھے جہاں تک جس امت کو ثواب نہ کشف دینا چاہا پس اسیطرح یہ قرآن عظیم حکم عربی نازل فرمایا۔ اور شیخ نے اشارات میں لکھا کہ یہ حکم وہ ہے جو ہم نے ازل میں دیا یعنے قدیم ہے کہ تو اے رسول عربی صلعم تمام خلق سے اشرف اور قرآن عربی تمام کتب سے اعلیٰ ہے اور ہم نے تجھ کو استعداد دی کہ متصف بخلق عظیم ہوا یعنے بقرآن عظیم قولہ مازاغ البصر وما طغیٰ۔ تو نے سوائے دیدار قدم کے کسی طرف التفات نہ کیا پس یہ توحید عربی ہے ہم نے نازل فرمایا کہ تیری اُمت تیرے خلق سے متصف ہو بعض نے کہا کہ احکام عرب کے سخاوت و شجاعت ہے حسین بن الفضل نے کہا کہ عرب قیافہ میں منفرد ہیں پس حکم قیافہ کی تصحیح ہوتی ہے قال المترجم یہ حکم شاید بر بنائے شافعیت ہو ورنہ حنفیہ کے نزدیک شرعی احکام میں قیافہ کا اعتبار نہیں ہے ولیکن اطمینان خاطر کے لیے موافق ظاہر کے ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ مدلجی قائف نے جب اسامہ رضہ وغیرہ کے خالی قدم دیکھکر کہا تھا کہ ہذہ الاقدام بعضہا من بعض تو آنحضرت صلعم خوش ہوئے اور حضرت ام المومنین صدیقہ رضہ سے اُسکو بیان کیا پس یہاں ظاہری حال بھی

نسب کا یہی تھا اور قائف نے بھی یہی کہا اور طعن کرنا خلاف ظاہر ہے اور شاید کہ آنحضرت صلعم اس بات پر خوش ہوئے ہون کہ آپکی امت مین ایسے لوگ ہین جنکو باطنی ادراک ایسا دیا گیا ہے پس معرفت الٰہی مین انکو نافع ہوگا واللہ اعلم کیونکہ اصلی حالت خود آپ کو اعلیٰ انکشاف و معرفت سے حاصل ہوسکتی تھی اور جب لوگ آپ سے سوالات کرتے تو ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ حذیفہ حالانکہ لوگ طعن کرتے تھے اور بہتان لگاتے تھے پس انھون نے جاکر اپنی ماں سے بیان کیا انھون نے کہا کہ ارے تو کیسا لڑکا ہے اگر خدانخواستہ کوئی اور بات ہوتی تو مجھے فضیحت ہونا پڑتا کیونکہ زمانہ جاہلیت مین عورتون و مردون کی کیفیت مثل جانورون کے تھی پس انھون نے کہا کہ اے ماں اگر آنحضرت صلعم مجھے کسی حبشی غلام سے لاحق کرتے تو مین اسکے ساتھ لاحق ہوجاتا۔ مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ کیا سچا یقین اور کسقدر اپنے نفس کی پیروی سے دور یہ لوگ تھے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ قولہ تعالیٰ ولقد ارسلنا رسلا من قبلک الآیہ۔ اس مین آنحضرت صلعم کی تکین کا بیان ہے کہ معارف الٰہیہ و کمال قرب مین اولاد و ازواج مانع نہ تھے بلکہ معین تھے اور اگر بیبیان نہوتین تو یہ کشتی ہوا سے ازل مین اُڑ جاتی اور کوئی شخص ایمان سے فلاح نہوتا اور دیکھتا نہین کہ کیونکر یا حمیرا یعنے صدیقہ عائشہ رضہ کو مخاطب کیا اور اُسکی بابت یہ تھی کہ حق تعالےٰ نے چاہا کہ اپنے حبیب رسول صلعم کو مخلوقات کے درمیان باقی رکھے تاکہ مخلوق پر رحم فرماوے اور اُنکے گناہون سے درگذرے اور اُسکی برکت سے انکو عذاب نہ کرے لقولہ تعالےٰ ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم واضح ہو کہ اس آیت سے جاہلون و مشرکون کو آگاہ فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ عزوجل کسی بندے کو ولی و صدیق بناتا ہے تو بشری احکام جاری نے وازدواج و اولاد و عیش اُسکو کچھ مضر نہین ہوتا اگرچہ تمام دنیا اسکو دیدیجاوے۔ محمد بن الفضل رح نے کہا کہ اس مین مدح ہے کہ ہم نے انکو ازواج و اولاد عطا فرمائین مگر یہ شغل اُنکو اداے رسالت و قیام نصیحت و اظہار شریعت سے مانع نہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل کے ساتھ مشغول ہوا اُسکو کثرت عیال و تراکم اشغال کسی حال مین مضر نہین ہوتا پھر حق تعالےٰ عزوجل نے بیان فرمایا کہ انبیاء کے معجزات و اولیاء کی کرامات انکی تاثیر و اختیار سے خارج ہین اور اسمین مخلوق کا کچھ دخل نہین ہوتا لقولہ ما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ الآیہ۔ مریدون کے خیالات اس سے بیٹ دیے کہ مجاہدہ و ریاضت بغرض کشف و کرامت کیا کرین اور پھر بیان کردیا کہ یہ سب امور بوقت مقدر و بوجہ مقدر معلوم ہین لقولہ لکل اجل کتاب۔ اسمین اشارہ ہے کہ جو شخص ازل مین برگزیدہ ہو وہ اپنے مراتب و مقامات کو وقت سے پہلے نہین پاتا اور مقام اپنے وقت مقدر پر ملتا ہے پس استقامت چاہیے وقد قال تعالےٰ ولما بلغ اشدہ آتیناہ حکما و علما الآیہ اور ہر کشف صفت کے لیے مراد الٰہی کے موافق یہ صفت ہونا چاہیے کہ قلب سے موصفات بشریت ہوا اور اثبات صفات عبودیت ہوا اور نور ربوبیت سے عرفان ہو۔ اور نیز اشارہ ہے کہ معرفت ربوبیت و ظہور عبودیت اور ہر نعمت و ہر بلیت کے لیے علم الٰہی مین موافق حکم ازل کے ایک مقدر وقت ہے اور یہ بات اُسی وقت پر ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ دیکھو شیخ رح نے اس معنے کو آیت کے اشارات مین داخل کیا اور یہ تائید صریح اس بیان کی ہے جو مترجم نے تفسیر مین ذکر کیا ہے والحمد للہ علی ذلک حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے اشارہ مین کہا کہ دیدار کا ایک وقت ہے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ ہر علم کے واسطے بیان ہے اور ہر زبان کی عبادت اور ہر عبادت کا طریقہ اور ہر طریقہ کا آدمی ہے پس جو آدمی کہ ان احوال مین تمیز نہ رکھتا ہو اُسکو معارف و حقائق مین گفتگو نہ کرنا چاہیے اور واضح ہو کہ اشارہ کا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ازلی دو صفات سے آگاہ فرمایا ہے اور وہ دونون صفت ارادہ اور علم ہے یعنے ہر ارادہ کے لیے قضاء و قدر نافذ کرنے مین ذات باری تعالیٰ مین علم ہے کہ امور ربوبیت مین سے جس امر کے وقوع کا ارادہ فرمایا وہ کس کیفیت سے واقع ہوگا پس کتاب تو علم ذات ہے ارادہ اسکے علم مین جو چاہتا ہے ثابت فرماتا

اور جو چاہتا ہے قضاء و قدرت سے محو فرماتا ہے پس کتاب جیسی تھی ویسی باقی رہتی ہے اور ارادہ جیسا تھا ویسا باقی رہتا ہے اور بندون کے حق مین قضاء و قدر و علم و ارادہ متغیر ہوتے ہین کما قال تعالےٰ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت۔ اور واضح ہو کہ بندگان حق تعالےٰ کیلئے تنبیہ ہے کہ اپنے ارادات و علم سے خارج[۱] ہون پس او تعالےٰ بارادہ قدیمہ نفس سے صفات بشریہ محو اور صفات روحانیہ ثابت فرماتا ہے اور اہل محبت سے معارضہ امتحان محو اور نور ایقان کی حقیقت ثبت فرماتا ہے اور اہل عرفان کے اسرار سے اوصاف عبودیت محو اور اوصاف ربوبیت ثبت فرماتا ہے۔ اشارہ ہے کہ لوح عقل سے افکار دور اور اذکار ثابت فرماتا ہے اور قلوب سے علم حادث دور اور علم عرفان ثابت فرماتا ہے اور مانند اسکے اشارات ہین کہ ایمان بآیات و خطرات کو محو اور انوار صفات و استقامت کو ثبت کرتا ہے اور اسرار مین حق قدم سے فنا کو بقا پر غلبہ اور حق ابد سے بقا کو فنا پر غلبہ بظہور نور ذات و انوار صفات سے مقام تحیر بتوحید ہو وقال تعو وعنده ام الکتاب مقدورات کی ام الکتاب افعال و صفات مین اور صفات کی ذات مین اور سب کا مبدء و مرجع وہی ہے اور ذات و صفات محو و اثبات سے پاک ہے واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بعض بندون کو حق تعالےٰ عزوجل نے انکے نفوس سے بذات پاک جذب و محو فرمایا تو انکی ذات کیا بلکہ ربوبیت سے بھی فنا ہوئے اور بعض کے قلوب پر شاہد حق سبحانہ تعالےٰ عزوجل کا قیام ہے کہ سوائے حق تعالےٰ جل شانہ کے کچھ نہ دیکھے اور بعض پر ظلمات مشاہد کا تراکم ہے کہ ہمیشہ اپنے رب سے غائب ہین۔ ذو النون ؒ سے مثل اسکے خواص عباد کے حق مین اور متوسط درجہ والون کے حق مین آیا اور ایک تیسرا درجہ عوام کا بیان فرمایا جو قبضہ عبودیت مین تا ابد باقی ہین اور جو ہمیشہ غائب ہونے والے ہین وہ دلے مومنین کے ہین شیخ سہل رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ قضاء مبرم ام الکتاب ہے جسمین کمی و بیشی نہین اور اسباب مین محو و اثبات ہے شیخ استاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مشیت کا تعلق صرف حدوث سے ہوتا ہے اور اسی حدوث کے اوصاف سے محو و اثبات ہے اور کلام الٰہی و علم و ارادہ جو اسکی صفات قائمہ متعالیہ مین انمین کچھ محو و اثبات کو دخل نہین ہے بلکہ صفات فعل مین محو و اثبات ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے آیا نہین دیکھتے کہ ہر مخلوق طفلی و شباب و جوانی و پیری و موت سے متغیر ہوتا ہے حالانکہ ہر حال مین تعلق بقا بصفت فعل الٰہی ہے کیونکہ خود اسکو کسی حال مین بقا نہین ہے حالانکہ صفت کو کچھ تغیر نہین اور ممکن ہے ایسے ہی محو و اثبات مین کوئی اشکال نہین فافہم پھر باعجاز قرآنی زوال کفر اور ازدیاد اسلام سے آگاہ فرمایا۔

وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

اور یا تو ہم تجھے دکھلاوینگے بعض بات جسکا ہم انکو وعدہ دیتے ہین یا ہم تجھے وفات دیدینگے پس تجھ پر تو یہی ہے کہ تو انکو حکم پہونچادے

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ وَاللَّهُ

اور ہمین پر انکا حساب ہے کیا انھون نے نہ دیکھا کہ ہمارا حکم آتا ہے زمین پر اسکو ہم کم کرتے ہین اسکے اطراف سے اور اللہ

يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

حکم دیتا ہے کوئی توڑنے والا نہین اسکے حکم کا اور وہ جلد حساب کرنے والا ہے اور ضرور مکر کیا تھا ان لوگون نے جو ان سے پہلے گزرے

فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ۖ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝

سو اللہ ہی کے لیے ہے کہ سب کا سب وہ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر نفس اور عنقریب جانینگے کفار کس کے لیے ہے آخرت کا گھر

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

اور کہتے ہین وہ کافر ہوئے کہ تو نہین ہے بھیجا ہوا کہدے کہ کافی ہے اللہ شاہد ہونے کو میرے اور تمھارے درمیان

---

[۱] قولہ خارج ہون در حقیقت دخل نہین ہے تو خروج کیا ہوگا اور واضح ہو کہ یہ تعلیم و تفہیم ہے مقام فہم سے عالی ہے واللہ تعالےٰ ہو الہادی فافہم ۱۲ م

Marfat.com

ع ۶ ۱۲

وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝

اور وہ جسکے پاس ہے علم کتاب کا

اول مین کافرون کے حق مین وعدہ دیا کہ لہم عذاب فی الحیوۃ الدنیا۔ اور فرمایا ولا یزال الذین کفروا تصیبہم بما صنعوا قارعۃ الآیہ پس یہان اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کافرون کو تہدید فرمائی باین طور کہ ہر عذاب و آیات بتقدیر الٰہی ہے اس نے جو خلق پیدا فرمائی اور جو کچھ اُنکے اعمال ہونگے سب وہ جانتا ہے۔ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ ما زائدہ ہے اور معنے یہ کہ اور اگر ہم نے تجھ کو دکھلا دیا۔ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ بعض وہ واقعہ جو ہم کافرون کو وعید دیتے ہین تو تیرے روبرو ظاہر ہو جائیگا اور اہل الکفر خوار ہونگے۔ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم تجھے وفات دینگے قبل دکھلانے کے تو تجھپر کوئی بازپرس نہین۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ کیونکہ تجھپر تو یہی واجب تھا کہ تو ہماری توحید و احکام انکو پہونچادے پس تو نے پہونچا دی۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور محاسبہ لینا انکا کہ جنھون نے نہ مانا و کفر کیا وہ ہمپر ہے اور حاصل یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیری کرامت و بزرگی و تیرا فرض منصب یہی ہے کہ تو انکو ہماری رسالت پہونچادے اور باقی تجھپر یہ نہین کہ جو کوئی ہمارے ساتھ شرک کرے اور نہ مانے اُسکو تو عذاب دیوے بلکہ یہ ہمین پر مخصوص ہے اور جیسا ہم نے حکم دیا وہ ضرور ہوگا اور اسکا وقت دنیا و آخرت مین علم الٰہی مین مقدر و معلوم ہے پس جو کوئی عذاب ایسے وقت انپر ہوا کہ تو اسوقت زندہ ہے تو دیکھ لیگا او جو اسکے بعد ہوا تو اپنے وقت مقدر پر ہوگا۔ واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رحمت الٰہی تھے حتے کہ ظاہری عذاب استیصال سے آپ کی برکت سے کفار بھی بچائے گیے اور یہ بھی واضح رہے کہ کفار عرب و قریش مین سے سوائے چند بدبختون کے جو دنیا مین طرح طرح کے عذاب سے ہلاک کیے گیے باقیون کے حق مین ایمان و سعادت مقدر تھی پس بدبخت اشقیا جو عذاب مانگتے تھے وہ کیونکر نازل ہوتا جبکہ انہین بہت سے اہل سعادت موجود بلکہ اشقیاء کے اصلاب مین نطفۂ اہل سعادت موجود تھے لہذا اللہ تعالے عزوجل نے معجزات عقلی و آیات سے سمجھایا اور فرمایا۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ۔ کیا وے نہین دیکھتے کہ ہم آتے ہین زمین پر یعنے ہمارا حکم جاری ہوتا ہے کافرون کی زمین پر اس طرح کہ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہم اسکو کم کردیتے ہین اُسکے اطراف و جوانب سے یعنی کسطرح ہم نے اوقات پر مقدر فرمایا ہے کہ آہستہ آہستہ کفر کی زمین فتح ہو کر حوزۂ مسلمین مین داخل ہوتی جاتی ہے۔ اس مین اول تو کافرون کی مقہوری و مجبوری بیان فرمائی کہ ہم نے اسلام کے اقبال و ظہور توحید کا حکم دیدیا وہ کسی طرح نہین مٹ سکتا۔ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ اللہ تعالے عزوجل حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ کوئی بھی ایسا نہین جو قصد کرکے اُسکے حکم کو پھیرے یا میٹ دے پس کافر لوگ نہین دیکھتے کہ برابر یہ حکم بڑھتا چلا جاتا ہے جسطرح حکم فرمایا ہے کہ کسی بت و شرک کی مجال نہین کہ اس مین کچھ کرسکے دوم اس مین اہل ایمان کے صدق اور منافقون کے کذب کا امتحان تھا سوم اہل آخرت اپنے تقوے و فنائے دنیا سے آہستہ آہستہ مکمل ہو کر داخل دار القرار و قرب مزید و نعمت لازوال ہوتے جاتے تھے اور چہارم قریش کی اصلاب سے نطفہاے سعادت پیدا ہوتے جاتے اور پھر پس الکفر خواری و ذلت و عذاب دنیاوی اُٹھا کر مارے جاتے تھے اور پنجم تمام زمین دوسرون کے فتوحات مین یکبارگی نہین دی کہ قریش کی ریاست بحکم الائمۃ من قریش۔ باقی رکھنی مقدر تھی۔ اور ششم توحید و معارف جو اصل مقصود تھا اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کامل و مکمل ہوتے جاتے اور عرب منکرین رفتہ رفتہ آدمیت و فکر حاصل کرتے جاتے تھے حتے کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ کا وقت آگیا پس یہان اسکی قدر انکو عاجز کرنے والا حکم سنادیا کہ تمام زمین عرب بہ بتون کو لیے ہوئے دشمنی پر آمادہ اور ہر طرح تخریب کے درپے ہو و لیکن دیکھو کہ اللہ تعالے عزوجل نے حکم دیدیا کہ

زمین کفر اطراف و جوانب سے گھٹتی جاوے اور جزیرۂ اسلام میں داخل ہوتی جاوے پس برابر یہی ہوتا جاتا ہے تو کیا یہ کافر لوگ عبرت
نہیں پاتے کہ ہم نے سچ وعدہ دیا اپنے رسول و مومنوں کو کہ اسلام ظاہر ہوگا ولو کرہ المشرکون اگرچہ مشرک پڑے بُرا مانا کریں شیخ ابن کثیر
رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا کہ یہ تفسیر ایک جماعت مفسرین سے مروی ہے اور بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول پر اکتفا کیا اور یہی
واحدی و رازی وغیرہم نے اختیار کیا اور دیگر اقوال کو بطور اشارہ قرار دینا احسن ہے پس اشارہ اس میں یہ ہے کہ زمین کو اشراف
بندوں اور نیکوں سے خالی اور خراب فرما کر اپنے وقت پر قیامت سے تہ و بالا فرما دیگا چنانچہ ابن عباس رضہ نے کہا کہ ننقصہا
من اطرافہا زمین کو اُسکے اطراف سے ناقص کرنا علما و فقہا و نیک بندوں کی موت دینے سے ہے۔ مجاہد رحمہ سے اسی کے مانند
مروی ہے قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اطراف یعنے اشراف ہوا اور لغت عرب میں مرد کریم کو الطرف بولتے ہیں جیسا کہ ابن الاعرابی نے
نقل فرمایا ہے۔ اور قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ قول تفسیر ہونا بعید ہے کیونکہ آیت کریمہ سے تو یہ مقصود ہے کہ ہم کافروں کو انکے امر میں نقصان
دکھلاتے جاتے ہیں اور کچھ انکے بتوں سے نہیں ہوسکتا تاکہ انکو شرک کے باطل ہونے کا یقین ہو اور جان جاویں کہ فی الفور عذاب نہ آنا اور
اُسمیں تاخیر ہونا کسی عاجزی کی وجہ سے نہیں ہے۔ اور ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و شعبی و عطار و ایک جماعت سے مروی ہے کہ یعنے ہم
زمین کو خراب و اُسکے لوگوں کو ہلاک کرتے ہیں پس خوف نہیں کرتے کہ انکے ساتھ یہی کیا جاوے۔ اور یہ بمانند قول تعالےٰ ولقد اہلکنا ما حولکم من القریٰ
الآیہ ہے اور یہی ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا لذا قال ابن کثیر اور کہا کہ اول قول بہتر ہے یعنے مراد اس آیت سے مسلمین کا غالب ہونا مشرکین
پر رفتہ رفتہ گانوں گانوں کر کے۔ اور دیگر معانی مانند علما کے موت دینے اور پیداوار کی کمی و برکات زائل کرنے وغیرہ کے تو آیت کی دلالت
واشارت ہے۔ اور مسلمین کا مشرکوں پر غالب ہونا جس سے انہیں کے سرغنہ ہلاک ہوں اور ذمی لوگ ذلت میں رہیں یہ بھی ایک قسم کا
دنیاوی عذاب ہے ولہذا قال تعالےٰ۔ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ اور اللہ تعالےٰ عزوجل سریع الحساب ہے یعنے اے محمد صلعم تجھ پر
رسالت پہونچانا فرض تھا اور انکا حساب ہم پر ہے اور ہم نے جو انکو بحالت کفر عذاب کا وعدہ دیا پورا کرینگے اور تاخیر تو کفار لوگ خیال
کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ عزوجل سریع الحساب ہے اور یہ انکی نفوس کا ایک مکر ہے جس میں وہ بسبب قہر الٰہی کے مبتلا اور اپنے نفوس کے مکر
سے غافل ہیں۔ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور البتہ مکر کیا تھا انسے پہلے والوں نے یعنے رسولوں کی رسالت سے انکار کیا
اور عذاب الٰہی پر خوف نہ لائے اور اپنے خیالات میں بتوں وغیرہ کو سفارشی اور حق تعالےٰ کو غافل جانا اور رسولوں کو جھٹلایا اور انکو
اپنے ارادوں سے ایذا پہونچانی اور نکالنا چاہا جیسے نمرود نے حضرت ابراہیم ؑ سے اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
اور یہودیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے۔ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا یعنے اُنکے نفوس بد کار کی کچھ تاثیر نہیں ہے بلکہ انکے افعال
مکر کا نتیجہ وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالےٰ عزوجل چاہے اور حق تعالےٰ عزوجل آخر کار اہل تقوےٰ کو فتح و نصرت عطا فرماتا ہے اور کافروں کو ہلاک و عذاب
میں گرفتار کرتا ہے پس کافروں نے کیا چاہا اور اسکا کیا نتیجہ نکلا اسی واسطے فرمایا کہ مکر سب کا سب اللہ تعالےٰ عزوجل کے اختیار میں ہے یعنی تاثیر
کسی فعل کی ہو اُسی کے قبضہ میں ہے تو انکے مکر کا بد انجام انھیں پر ہوا حالانکہ انکو شعور نہ ہوا اور مکر کے یہی معنے ہیں کہ ایسے طریقہ سے برائی پہونچانا
کہ خبر نہ ہو پس اللہ تعالےٰ نے بدعمل کافروں کو جو رسولوں کی نیک نصیحت کا بدلا اُنکے ساتھ برائی چاہتے تھے اپنی تاثیر سے الٹا انہیں کے حق
میں کر دیا کیونکہ وہ علیم خبیر ہے۔ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس جو کچھ کرتا ہے اسکو وہ جانتا ہے پس کافروں کے نفس نے نیکیوں کی
نیکی کے عوض اُن کے ساتھ بدی چاہی پس خالق علام الغیوب نے انکے فعل کا ایجاد کیا اور تاثیر یہ عطا فرمائی کہ کافر لوگ خود اپنے

Marfat.com

مکرین ہلاک ہوئے۔ اور واضح ہو کہ جس شخص نے رسول وکتاب الٰہی سے انکار کیا اُسکے نفس نے رسول صلعم سے مکر کیا خواہ رسول زندہ ہو
یا نہ ہو اگر زندہ ہو اور اُسکے ساتھ جسمانی آزار دینا چاہا تو کافر جسمانی عذاب میں پڑا ورنہ اُنکی مہلت پاویگا کہ موت کا وقت مقدر آوے
اور یہ عنقریب ہے وقال تعالیٰ۔ وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ اور قریب وقت میں کفار جان جاوینگے کہ عقبےٰ کا
گھر دائمی راحت بے قیاس کس کے لیے ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جب مشرکین نے بدر کے واقعہ میں عذاب اٹھایا اور قلیب میں اُنکے
مردے ڈالے گیے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو خطاب کیا کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا ہم نے پایا اور تمکو جو عذاب کا (تمکو ۱۲)
وعید دیا تھا وہ تم نے پالیا۔ کما فی البخاری اور افسوس ہے کہ یہ اسوقت جانا جب کچھ نہیں ہو سکتا اور وہ عذاب برابر باقی رہیگا نعوذ باللہ
من عذاب القبر وعذاب الآخرة۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نصیحت وکتاب الٰہی کی تعلیم پر آدمی ذرا غور کرے تو یقین جانے
کہ عین فائدہ کے سوائے کچھ لگاؤ خودغرضی کا نہیں ہے ولیکن محض انکار کرتے ہیں اور یہ عذاب اٹھاتے ہیں۔ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا
لَسْتَ مُرْسَلًا اور کہتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا کہ تو بھیجا ہوا رسول نہیں ہے حالانکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جس شان وحال وتعلیم
توحید وعجائب آیات ودلائل صفات کے ساتھ مع معجزات وآیات بینات مبعوث ہوئے تھے اس میں کچھ بھی انکار کی مجال نہ تھی۔
قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا کہدے کہ کافی ہے اللہ تعالیٰ عزوجل شاہد۔ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمھارے درمیان
وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ اور وہ شخص جس کے پاس علم الکتاب ہے۔ پس جو کوئی سابق کتب آسمانی مثل توریت وانجیل کا
علم رکھتا ہے وہ صاف گواہی دیگا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی توحید تمام پیغمبر لائے اور وہ یہی ہے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم تعلیم فرماتے ہیں اور
نزول وحی وظہور رسالت یون ہی ہوتا ہے جیسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا اور انکا ذکر مع حلیہ وصفت کے اگلی کتابوں میں موجود ہے
اور جندب رضی اللہ عنہ سے واقعہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں مروی ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آئے اور قوم گمراہ سے
کہا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی قسم دلاتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ میرے حق میں یہ آیت اُتری ومن عندہ علم الکتاب۔ بولے کہ ہاں قسم ہے
اللہ تعالیٰ جل شانہ کی الیٰ آخر القصہ۔ اور اس میں تامل کیا گیا کہ سورت مکیہ ہے اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ میں اسلام
لائے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ اسکے دو جواب ہو سکتے ہیں اول آنکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مشرکین مکہ کو راہ بتلائی کہ علمائے توریت و
انجیل سے نبوت سابقین اور صفات محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت لے لو جبکہ تم کو انکار ہے کہ آدمی رسول نہیں ہو سکتا اور نہیں عبداللہ
بن سلام اصل میں۔ دوم یہ کہ یہ آیت مدنیہ ہے اور یہی جواب شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ولیکن میں اُنکی پوری تفسیر و آخر میں جواب
نقل کرتا ہوں۔ قال الحافظ۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ اور یہ قول غریب
ہے کیونکہ آیت مکیہ واسلام عبداللہ اول قدوم مدینہ میں ہوا ہے۔ اور اظہر وہ ہے جو عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
نقل کیا کہ یہ لوگ علمائے یہود ونصاریٰ میں سے ہیں اقول لفظ مَن عندہ۔ باعتبار لفظ کے مفرد وضمیر مفرد ہے اور باعتبار معنے کے
جمع ہے۔ اور قتادہ نے کہا کہ انھیں میں سے عبداللہ بن سلام وسلمان فارسی وتمیم الداری ہیں۔ سعید بن جبیر اس آیت کو حرف مِن سے
پڑھتے اور عندہ کو مجرور یعنے اور اسی کے پاس سے ہے علم الکتاب۔ اقول اور اسیکو زجاج نے اختیار کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنی شہادت پر اکتفا
کیا اور بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ شاہد ہے کہ میں رسول ہوں اور یہ علم الکتاب یعنی لوح محفوظ سے علم قرآن اسی کے پاس سے ہے یہی قراءۃ مجاہد وحسن بصری
کی ہے اور لکھا کہ صحیح مَن موصولہ کی قراءۃ پر معنے یہ ہیں کہ تمام علمائے توریت وانجیل کو شامل ہے جنکے پاس پرانی کتابوں میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت

اگلے انبیاء کی بشارات سے موجود تھی کما فی قولہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل الآیہ۔ وفی قولہ اولم یکن لہم آیۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل الآیہ یعنی کفار عرب کے لیے یہ نشانی کافی نہو ئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو علماء بنی اسرائیل بیقین جانتے ہیں۔ اور لکھا کہ حدیث الاحبار میں عبداللہ بن سلام سے روایت آئی ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ قبل ہجرت کے مکہ میں ایمان لا چکے تھے چنانچہ دلائل النبوۃ میں جو جلیل الشان کتاب ہے امام حافظ ابونعیم اصبہانی نے فرمایا ہے کہ حدثنا سلیمان بن احمد الطبرانی حدثنا عبدان بن احمد حدثنا محمد بن مصفی حدثنا الولید بن مسلم عن محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبداللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال لاحبار الیہود انی اردت ان احدث بمسجد ابینا ابراہیم واسمٰعیل عیدا الے آخرہ یعنے محمد بن حمزہ نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا یوسف سے جو عبداللہ بن سلام کے بیٹے ہیں روایت کی کہ عبداللہ بن سلام نے احبار یہود سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دادا حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی مسجد یعنی خانہ کعبہ کی مسجد الحرام میں عید کروں پس مدینہ سے روانہ ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں آئے دیکھا کہ لوگ حج سے واپس ہو لیے ہیں اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ لوگ گھیرے ہوئے ہیں پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو دیکھا تو فرمایا کہ تو عبداللہ بن سلام ہے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ ہاں پس فرمایا کہ میرے قریب ہو پس قسم دلائی کہ اے عبداللہ سچ کہہ کیا تو مجھے توریت میں رسول اللہ نہیں پاتا ہے میں نے عرض کیا کہ آپ ہمارے رب تبارک تعالےٰ کی صفت فرمائیے تو کہنا چاہتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ سورۂ اخلاص پڑھ دے پس آپ نے قل ہو اللہ احد اللہ الصمد آخر تک پڑھی پس عبداللہ بن سلام نے کہا کہ میں شہادت ادا کرتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ پھر عبداللہ بن سلام مدینہ واپس آگئے اور لوگوں سے اپنا اسلام مخفی رکھا پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کو ہجرت کرکے تشریف لائے تو اسوقت میں اپنے ایک خرما کے درخت پر چڑھا ہوا تھا پس خوشی میں کود پڑا تو میری ماں بولی کہ اگر موسےٰ بن عمران ہوتا تو درخت پر سے تجھ سے نہ کودا جاتا میں نے کہا کہ ہاں واللہ مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے میں موسےٰ بن عمران سے زیادہ خوشی ہے۔ قال الحافظ ہذا غریب جدا ف فی العرائس قولہ اولم یروا انا ناتی الارض الآیہ۔ ظاہری تفسیر اس آیت کی معروف ہے کہ بلاد کفر کو اسلام کے لیے فتح فرمایا اور اشارہ اس میں عجیب ہے کہ جب اللہ تعالےٰ عزوجل اپنے جلال سے کسی عارف بندہ کی زیارت چاہتا ہے تو ذات وصفات سے اسکے لیے تجلی فرماتا ہے اور آثار اس تجلی کی عظمت وکبریائی کی صفت سے زمین پر واقع ہوتے ہیں پس اسکی ہیبت وجلال سے زمین آپس میں سمٹ جاتی ہے یہانتک کہ رائی کے مثل ہو جاتی ہے اور یہ امر خلق سے پوشیدہ ہوتا ہے وقد قال تعالےٰ واشرقت الارض بنور ربہا کاش اگر مشتاقین اسکو دیکھتے تو فرحت سے اڑجاتے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ اولیاء سے موت کم کرتے ہیں کیونکہ اولیاء و اوتاد اطراف ارض میں ہوتے ہیں جب کوئی مرا تو طرف میں نقص ہوا اور تو نہیں دیکھتا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں صاحب سنۃ موافق نہو گا مگر اطراف زمین میں اور ہر ایک کے لیے ہر روز سو شہید کا ثواب ہو گا اور جب اللہ تعالےٰ عزوجل چاہے کہ زمین خراب کرے تو اولیاء کو اپنے پاس جگہ دیگا پھر پیچھے سب زمین والے ہلاک ہوں کیونکہ انکی دعا و برکت سے اہل زمین عافیت میں رہتے ہیں اور یہ بسبب غیرت الٰہی تعالےٰ عزوجل کے ہے جسکا کوئی دفعیہ نہیں ہے واللہ یحکم لا معقب لحکمہ۔ محمد بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اہل ولایت کے جانے سے زمین خراب ہو گی پس متواتر مصیبتیں جاری ہوں گی اور شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ کے بندوں کو نصیحت کرتے اور انکو اللہ تعالےٰ عزوجل کی بندگی پر آمادہ کرتے ہیں جب وہ سدھارینگے تو لوگ بھی مردہ ہو جاوینگے۔ شیخ ابوبکر شاشی رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ آخر زمانہ میں رزق بہت دیگا مگر برکت اُن سے

[illegible]

دور کردیگا۔ ابن عطار رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ احکام الٰہی اسکی مخلوقات پر جاری ہین خواہ کوئی خوش ہو یا ناراض ہو نفع کے ہون
یا ضرر کے ہون۔ جو اُس نے حکم دیدیا اُس کا کوئی توڑنے والا نہین ہے اور جسکو اُس نے گمراہ کیا اُس کا کوئی ہادی نہین ہے اور اُستاد
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اہل اشارہ و اولیا راس سے اہل معرفت کی موت سمجھتے ہین حتی کہ مسترشد آویگا اور کسی کو نہ پاویگا جو اسکو راہ بتلاوے
قولہ تعالے فللہ المکر جمیعا۔ ہر ایک مکر اپنی حد تک منتہی بلا اثر ہے اور اوتعالے ہر نفس کی تدبیر پر قائم ہے پس وہی ہوتا جو وہ چاہے
باقی سب ساقط ہے اور ہر قوم کا مکر ہے پس مریدین کے لیے اعمال طاعات کو مزین کیا جس سے انکو سرور ہے اور یہ مکر ہے اور محبین اپنی
وجدین مسرور اور مکور ہین کہ آگے نہین بڑھتے اور عارفین کے ساتھ مکر یہ ہے کہ جو پایا اسپر قانع ہوئے اور گمان کیا کہ آگے نہین ہم واصل
ہوگئے اور موحدین کا مکر یہ ہے کہ انکو دریاے بقا مین غرق کردیا اور ابدی مشاہدہ مین کبھی انپر فنا نہین جو نکرت ہوا اور جو کوئی
دریاے نکرت مین غرق ہوا تو رجوع بقا رسے پاس ہے اور سب اُس کے مکر مین ہین حیلہ جوئی کرتے ہین کہ اس سے نکل جاوین
مگر بغیر اس کے مکر کے نہین نکل سکتے ہین شیخ حسین رحہ نے کہا کہ حق تعالے عزوجل کے مکر سے واضح تر کوئی مکر نہین ہے کیونکہ
بندے وہم مین ڈالے گیے کہ ہم کو کسی حال مین اس کی طرف راہ ہے اور حدوث کو قدم کے ساتھ اقتران ہے حالانکہ حق تعالے
عزوجل تمام مخلوق سے بائن ہے اور اسکی صفات بالکل پاک ہین اگر مخلوق نے یاد کیا تو اپنی ذات کے لیے اور اگر شکر کیا تو اپنی ذات کے لیے
اور اگر اطاعت کی تو اپنی نجات کے لیے اس سے حق عزوجل پاک ہے کیونکہ وہ غنی قہار ہے۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حقیقی مکر وہ ہے
جو حق تعالے عزوجل چاہتا ہے وہی ہوتا ہے قولہ تعالے قل کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم الآیہ۔ اسمین ایک عجیب اشارہ ہے کہ اگر کوئی شاہد طلب کرتے ہو
تو دیکھو کہ مین مظہر جمال الحق عزوجل ہون پس عین حقیقت سے نظر کرو تو جمال وجلال حق سبحانہ تعالے دیکھو اور نیز اسکے شاہد اولیا و صدیقین
ہین جنکو علم ذات وصفات مکشوف ہوا اور تصدیق اسکی اشارہ قولہ علیہ السلام من رآنی رای الحق ومن عرفنی عرف الحق جس نے
مجھے دیکھا حق دیکھا اور جس نے مجھے پہچانا حق پہچانا نیز کلام کتاب ہین اشارات اور حروف متشابہ مین آیات ہین جس نے انکا
علم پایا اُس نے وقائق اسرار ملکوت وجبروت کو پایا اور جس نے فہم خطاب کو پایا اور بلاواسطہ براہ کشف والہام پایا تو محقق ہوا
اور رسول سفیر حق بخلق ہے اُس کی زبان عموم عجائب علوم آلیہ ہے اور زبان خصوص توحید ومعرفت ہے اور خصوص الخصوص کی
زبان صفات وغیب الغیب کا بیان ہے اور اولیا راسکی آیت ہین وقال علیہ السلام ان فی امتی مکلمین محدثین وان عمر منہم۔ اور اس کی
زبان عموم علم مقامات ہین صدق واخلاص وفرق الہام ووسواس وریاضات ومجاہدات وعلاجات بیان کرتی ہے۔ اور وہ زبان حق
ہے کیونکہ حق کا تکلم اُسی سے ہے اور سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ علم الکتاب عزیز اور اُسپر عمل زیادہ عزیز ہے اخلاص عزیز اور اسپر عمل اعز ہے اور
مشاہدہ عزیز اور اسپر موافقت اعز ہے اور اُس عزیز اور آداب اُس اعز ہین فافہم مترجم کہتا ہے کہ کشف مین لکھا کہ اس سورہ رعد کا مدار یہ ہے کہ
کتاب مجید حق ہے اور اسمین نصائح ومکارم اخلاق وعلوم صفات کا بیان ہے اُس سے آدمی کو دنیا وآخرت کی زندگی بھلائی کے ساتھ
حاصل ہے اور سعید وہ ہے جس نے اُسی کو مضبوط پکڑا اور شقی وہ ہے جس نے اس سے اعراض کیا اور استقامت اصل ہے اور موت تک حد
ہے اور دنیا ایک محل امتحان درمیان زندگانی لقاء کے ہے جس نے یہان جہل کیا وہ مردہ عذاب مین گمراہ ہے اور جس نے یہان زندگی پائی
وہ زندہ جاوید ہے خفاجی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ الٰہی ہم کو بھی ایسا کردے کہ ہم تیری ہی کتاب سے تمسک کرین اور اسی کی ہدایت پر
چلین کہ گمراہ نہون مترجم کہتا ہے کہ اس سورہ مین ہر مقام پر بے انتہا علوم خزانہ غیب سے عجائب زبان کی بین کو ہین اور جو کچھ بیان ہوا

Marfat.com

وہ سمندر میں سے ایک قطرہ ہے اور اولیاء الٰہی و مفسرین صالحین کیونکر زبان سے ادا کریں جبکہ ہم عوام لوگ ظاہری علوم کے فہم سے عاری ہیں
اللہم اجعلنا من عبادک المؤمنین وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً

شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سورہ مکیہ ہے باستثناء قولہ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفراً دو آیت تک۔ اور اُس کی آیات کا شمار پچاس پر ایک یا دو چار یا پانچ زائد ہے۔ اور بیضاوی رح نے صرف اکاون ذکر فرمائی ہیں اور مکیہ ہونا بیضاوی و سراج و ابن کثیر وغیرہ سب میں مذکور ہے اور یہی ابن عباس و زبیر و جابر بن زید و قتادہ و عکرمہ و حسن وغیرہم سے مروی ہے اور بعض نے بجائے دو آیت کے تین آیات کو مستثنےٰ لکھا ہے جو مشرکین قتال کرنے والوں کے حق میں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ شمار آیات میں فرق ہے ورنہ الم تر الی الذین سے فان مصیرکم الی النار تک استثناء ہے اور ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ سورہ مکیہ ہے سوائے دو آیت کے جو مشرکین کے مقتولین بدر کے حق میں نازل ہوئیں اور میں کہتا ہوں کہ اس میں کچھ اختلاف نہیں ہوا بلکہ وہی آیات ہیں جو اول مستثنےٰ ہوئیں اور سراج میں کہا کہ باون آیات ہیں اور کلمات آٹھ سو اکتیس ہیں اور حروف تین ہزار چار سو چونتیس ہیں۔ اور مترجم نے بارہا لکھ دیا کہ آیات اگرچہ توقیفی ہیں لیکن مقصود بالذات نہیں کما تقدم فی اول البقرۃ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ
یہ کتاب ہم نے اُتاری تیری طرف تاکہ تو باہر لاوے لوگوں کو گمراہیوں سے طرف نور کے بحکم ان کے

رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
پروردگار کے اس راہ پر جو راہ ہے سب پر غالب قابو والے تعریف والے کی وہ اللہ کہ جس کا ہے وہ سب جو آسمانوں میں ہے اور جو

فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ
زمین میں ہو اور بڑا عذاب پھٹکار کا منکروں کے لیے ہے سخت عذاب سے جو لوگ کہ دل سے چاہتے ہیں

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ
زندگانی دنیا کو آخرت پر اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور ڈھونڈھتے ہیں اسکو ٹیڑھا

اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ
ایسے ہی لوگ پڑے ہیں دور کی گمراہی میں

الٓرٰ سابق میں سورۂ بقرہ وغیرہ میں ان حروف مقطعات متشابہات میں مفصل کلام ہو چکا اور یہاں بھی شیخ مفسر سیوطی رح نے فرمایا کہ اس کی مراد سے اللہ تعالیٰ عز وجل ہی واقف ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ مفسر کا مقصود یہ ہے کہ انجام کو جو ظہور ہوگا وہ

علم مین منحصر ہے جیسے قبر کا عذاب معلوم مگر تحقیق اس کی اس کافر پر ہے جو مر کر اس عذاب مین مبتلا ہوا اعوذ باللہ من عذاب القبر و
عذاب النار پس جن علما رنے مانند شیخ ولی اللہ دہلوی اور متقدمین کے بیان کیا کہ علماے راسخین کو اسکا علم ہوتا ہے یہ صحیح ہے ولیکن
حقیقت د ما یؤول الیہ الامر فقط علم الٰہی مین ہے اور حاصل یہ ہے کہ اسکے معنے دو طرح ہین اول ما یؤول الیہ الامر پس بالاجماع سب کے
نزدیک یہ متشابہ ہے اور دوم اسکا علم تو یہ علما راسخین کو حاصل ہوتا ہے اور دوسرون کے فہم مین نہین آسکتا ہے فافہم۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے مخلوق کو اس جسم مین روح کے ساتھ تاریک پردون کے حسن صنعت وکمال قدرت سے پیدا کر دیا اور وے مردہ اندھے کی طرح
ہین اور انپر رسول بھیجے اور کتاب نازل فرمائی جنھون نے راہ بتلائی پس جو اس راہ معرفت پر چلے اور کجی نہ اختیار کی ان سے تاریکیان
دور ہو کر راہ کشادہ ہوئی اور آخر دے نہایت عیش وراحت ونعمت مین گئے اور جنھون نے نہ مانا انھون نے اپنے حق مین اور زیادہ
وبال اُٹھایا اور عذاب شدید مین پڑے پس اب کلام الٰہی پر دل سے متوجہ ہو فرمایا۔ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ یہ قرآن پاک ایک عظیم
الشان کتاب ہے جو ہم نے اے محمد تجھپر نازل فرمائی۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ تاکہ تو باہر لاوے لوگون کو مِنَ الظُّلُمٰتِ تاریکیون سے
ہر طرح کی جہالت وطرح طرح کے کفر وشرک وبدعات سے اِلَى النُّوْرِ طرف ایک راہ نور کے وہ صراط مستقیم ہے۔
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ باہر لانا اُن کے رب کے اذن وحکم سے ہو گا حتے کہ جن لوگون کے بدنصیب مین نور نہین ہے وہ پروردگار کی
طرف رجوع نہ لاوینگے ہر چند کہ تو اُن کو سب طرح کوشش سے بلادے۔ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ وہ راہ نور وصراط مستقیم یہ
راہ رب عزیز کی ہے جو سب مخلوق پر قاہر وغالب ہے جسکی ہدایت کے بغیر کچھ نہین ہو سکتا۔ اَلْحَمِيْدِ وہ رب حمید ہے کہ ہر طرح
اسی کی تعریف ہے جو وہ کرتا ہے اور جسطرح اُس نے مخلوق کو پیدا کیا سب اُسی کی تعریف ہے کوئی چیز اُسکے قبضۂ قدرت سے باہر
نہین ہے۔ اسمین علوم وفوائد مین اول آنکہ تمام مخلوقات تاریکیون کے پردہ مین ہے اور حق تعالے عزوجل کا نور ظاہر ہے حتے کہ جب اپنے
مخلوق سے یہ حجاب دور کیے تو وے نور کے پردے مین ہوتے ہین اور وہ صراط مستقیم ہے اور بعضے کافر یہ گمان کرتے ہین کہ نعوذ باللہ
اللہ تعالے پردہ نور مین ہے اور یہ کفر وجہالت ہے کیونکہ نور وغیرہ کوئی مخلوق اُسکو نہین پردہ کر سکتی ہے بلکہ پردہ مخلوق پر ہے اور
حدیث صحیح مین آیا کہ حجابہ النور الحدیث تو اُسکے یہی معنے ہین کہ مخلوق پر نور کے حجاب ہین اور یہ خالص مومنون پر ہے اور کافرون پر بکثرت
تاریکی کے پردے ہین اور امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالے نے حدیث دیدار مین ذکر فرمایا کہ فیکشف الحجاب کے یہی معنے ہین کہ انکی نظرون سے
حجاب دور فرمادیگا ورنہ حق سبحانہ تعالے ظاہر ہے وقد قال تعالے اللہ نور السموات والارض۔ اور طبرانی کی حدیث مین ہے لہ
اللہ تعالے عزوجل کے ستر ہزار حجاب نور کے ہین۔ رازی رحمہ اللہ تعالے نے کبیر مین کہا کہ النور فقط راہ مستقیم واحد ہے اور الظلمات
باطل راہین ہین اور دلیل صریح ہے کہ سوائے راہ مستقیم کے کفر کی راہین بہت کثرت سے ہین۔ اور بعض علما رنے اس عجیب صنعت آلٰہیہ
مین کہا کہ صراط مستقیم کی انتہا جنت مین ہے اور وہ محل نور ورضوان الٰہی ہے اور ظلمات کی راہین سب کی انتہا دوزخ مین ہے اور
دنیا مین دونون کے آثار ہین پس راہ نور کے آثار مین سے صدق ویقین وایمان برب تعالے عزوجل واتباع طریقۂ سنت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی خوشی اور نیک چال چلن جسکو حق سبحانہ تعالے عزوجل نے پسند فرمایا ہے اور
جہنمیون کے آثار مین سے ہے کہ اللہ تعالے عزوجل ورسول صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار یا شک اور دنیا کی رغبت واپنی خواہش اور اپنی رائے کی
پیروی اور آخرت سے بے رغبتی وبداعمالیان نعوذ باللہ من ذلک اور آیت مین بیان ہے کہ قرآن مجید ہدایت اس راہ نور کی ہے جو کوئی قرآن مجید پر

لہ [illegible] ۱۲

عمل کرے یہ راہ یاد رہے جو صراط العزیز الحمید ہے اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ یعنے عزیز حمید جس کی عزت وقہاری کی
عظمت اور حمید جسکی محبت ورحمت کے جوش سے راہ ایمان نور درمیان خوف وامید کے ہے یہ عزیز حمید وہی اللہ ہے کہ اسی کا ہی
سب جو کچھ آسمانون مین ہے تمام مخلوقات سماوی سب اسی کے خلق وملک وعبید ہین۔ وَمَا فِی الْاَرْضِ اور یون ہی سب
جو کچھ زمین مین ہے اسی کی مخلوق ومملوک وعبید ہین۔ ان مین جسطرح چاہے تصرف کرے کسی کو یہ مجال نہین کہ اُس سے سوال کرے
وہی قادر مختار ہے اور صراط کو اپنی جانب اضافت فرمانے مین بقول بیضاوی رحمہ اللہ تعالےٰ تنبیہ ہے کہ اس راہ سے مقصود ومطلوب
وہی رب تبارک وتعالےٰ ہے جسکی عزت وعظمت سے بندہ ڈرتا ہے اور اُسکے وصف جمیل سے فضل کے ساتھ محبت مین رہے اور
تنبیہ ہے کہ اس راہ کو وہی پاک پروردگار بندہ پر ظاہر فرماتا ہے اور عزیز کے وصف سے اشارہ ہے کہ جو بندہ اس راہ پر ہو اُسکو
اللہ تعالےٰ عزوجل ذلیل نہین فرماتا اور حمید سے اشارہ ہے کہ جو بندہ اپنے رب تعالےٰ سے اس راہ کی درخواست کرے اُس کو وہ
حمید مجید [illegible] نہین فرماتا۔ وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ اور بربادی ہے اُن مخلوقات کی جنھون نے انکار کیا سخت
عذاب [illegible] سا تو یعنے آدمی اور جن مین سے جنھون نے اس کتاب سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور تاریکیون سے
بجانب راہ نور کے نہ نکلے اُنکی سخت عذاب سے بربادی ہے۔ حدیث ترمذی مین ہو کہ ویل ایک وادی ہو جہنم مین جسکے غار کے اندر
کافر ستر خریف تک چلا جاویگا۔ مترجم کہتا ہو ایک خریف کی تعداد بعض نے کہا کہ ستّو برس اور بعض نے کم وبیش واللہ اعلم عند اللہ تعالےٰ۔ اور
سنن وفضائل القرآن کے آثار وبعض احادیث مین ہو کہ الویل کل الویل لمن اعرض عنہ بربادی پوری خواری عذاب کی اُس شخص کے
حق مین ہے جس نے قرآن پاک سے مُنھ موڑا اور یہان معنے اول ظاہر ہین۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ویل دراصل مصدر اور یہان
مفعول مطلق کے مقام پر ہو جس سے نصب ہوتا ولیکن بلاغت سے اسکو رفع ہوا تاکہ ہمیشگی سمجھی جاوے یعنی جملہ اسمیہ کردیا گیا تو سمجھا گیا کہ یہ
ویل ان کافرون کے لیے دائمی ہو۔ سراج مین کہا کہ ویل اس مقام پر بمنزلۂ بددعا کے ہو جیسے مومنون کے حق مین سلام علیکم بما صبرتم الآیہ
ف۔ اول آنکہ قولہ صراط العزیز الحمید اللہ الذی یہان قراءۃ اللہ مین نافع وابن عامر کی قراءۃ پیش کے ساتھ ہو یعنے اللہ ہو الخالق الذی الخ
اور باقیون کی قراءۃ مین العزیز الحمید کا عطف بیان ہو کیونکہ اللہ بمنزلۂ علم کے ہو یعنے معبود برحق کا گویا خاص نام ہو کذا قال البیضاوی
سراج مین کہا کہ محققین کی ایک جماعت کا یہی قول ہو اور ایک قوم کے نزدیک الٰہ سے مشتق ہو۔ رازی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ
ہمارے نزدیک قول اول اصح ہو کیونکہ اُمت کا اجماع ہو کہ لا الٰہ الا اللہ سے توحید ہو تو معلوم ہو گیا کہ اللہ یعنے معبود مقصود نہین بلکہ بجائے علم کے
ہو اور اللہ تعالےٰ عزوجل نے فرمایا ہل تعلم لہ سمیا یعنی کیا تو اُسکے نام کا کوئی اور جانتا ہو یعنے اللہ کسی اور کا نام نہین ہو۔ اعتراض ہوا کہ پھر دوسری
قراءۃ کیونکر عمدہ ہوگی کیونکہ پہلے صفات پھر علم آیا تو جواب یہ کہ اسمین خوبی وہی ہو جو تفسیر کے اشارہ مین بیان ہوئی۔ دوم فائدہ یہ کہ رازی
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ بندون کے افعال پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالےٰ ہو دلیل یہ کہ لہ ما فی السموات وما فی الارض
سے اسی کا سب معلوم ہوا اور یہ حصر ہو کہ وہی مالک اور وہی حاکم اور وہی خالق ہو اور زمین کی جو چیزین ہین انہین بندون کے اعمال بھی
ہین تو وہ بھی اُسی کے ہوئے اور معنے یہ کہ اُسی کے مقدور ہوئے تو اُسی کی قدرت سے پیدا ہوئے ورنہ لازم آویگا کہ اُسکی مقدور کو بندہ نے
پیدا کیا اور یہ کفر ومحال ہو۔ واضح ہو کہ جو کوئی تاریکیون سے نور کی طرف آیا اُسکو اللہ تعالےٰ جل شانہٗ بحکم قولہ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔ پاکیزہ زندگی سے
زندہ رکھتا ہو یعنے برزق حلال واعمال صالحہ۔ کما روی عن ابن عباس وجماعۃ وبقناعت کذا روی عنہ رضی اللہ عنہ والحسن وجماعۃ۔ اور

Marfat.com

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قد افلح من اسلم الحدیث یعنے بیشک فلاح پائی اُس نے جو اسلام لایا اور اسکو بقدر کفاف رزق دیا گیا اور جو دیا اُسپر اسکو قناعت عطا فرمائی رواہ احمد ومسلم والترمذی وابن ماجہ اور اسی کے مانند فضالہ ابن عبید رضی اللہ عنہ سے ترمذی ونسائی نے روایت کی۔ اور واضح ہو کہ تاریکیوں سے نور میں نکل آنا یہی ہدایت وایمان ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت اور قرآن مجید پر آپ کی تعلیم کے موافق عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور اصل اس میں یقین ہے جسکے ساتھ کچھ شک نہو اور ولی جو کمتر درجہ کا ہو یہی ہے جو ابتدائی پردۂ نور پر ہو اور انتہائی پردۂ نور قیامت میں رفع ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم اور کفار یا مشرکین ان تاریکیوں سے باہر نہیں ہوتے ولیکن بعضے قسم کے منافق ایسے تھے کہ کبھی اُنکو یقین آیا پھر مشکوک ہو گئے اور کہا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل ہی جانے کہ کیا معاملہ ہے تو انھیں کا حال قیامت کا حدیث صحیح میں آیا کہ بھی نور اُنکے آگے چمکیگا کہ صراط پر چلینگے پھر اندھیرا ہو جائیگا اور چونکہ وہ نور کی طرف نہ نکلا تو وہ کافر ہی رہا وہ ایمان سے خارج ہے اور ہر دو قسم کے کافر اُن کے ساتھ تاریکی جہنم میں گرینگے اور وہاں عذاب شدید ہے اور یہ لوگ واویلاہ اور وامصیباہ کہینگے چنانچہ قولہ ویل للکفرین من عذاب شدید کی تفسیر میں بعض نے ویل کے بھی نالۂ واویلاہ کے معنے بیان کیے پھر اللہ تعالےٰ نے اُن کی پہچان بیان فرمائی بقولہ الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ایسے لوگ ہیں جو محبوب رکھتے ہیں زندگانی دنیا کو آخرت پر یستحبون بمعنے یحبون ہے ولیکن استحباب کے معنے میں طلب محبت ہے پس اس میں لطیف اشارہ ہے کہ جیسے ایمان والا بندہ اپنے رب تبارک تعالےٰ کے قرب جنت کی محبت پیدا ہونے کی جستجو و کوشش اسطرح کرتا ہے کہ کسی عارف وولی کی صحبت ڈھونڈھتا اور دنیا کی بُرائیاں سُنتا ہے تاکہ اس سے دل پھرتا جاوے اور آخرت کی محبت آتی جاوے اسی طرح کافر لوگ اُسکے برعکس کرتے ہیں اور ایسے ایسے سامان ڈھونڈھتے اور ایسے لوگوں کی ملاقات وباتیں سُننے میں کوشش کرتے ہیں جو سوائے دنیاوی زینت وعیش خوار کے آخرت سے منکر وجاہل ہیں۔ اور جس شخص کے دل میں نفاق ہوتا ہے اگرچہ بظاہر مسلمان ہو اُسکا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ جب دنیا اور آخرت کا کام جمع ہوا تو وہ دنیا کو مقدم کرتا ہے اور مقدم کرنے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً روزہ رکھنے کا حکم دیا تو وہ نعیم آخرت ورضائے حق عز وجل کو ترک کرتا ہے اور دنیا کی غذائیں کھاتا اور روزہ نہیں رکھتا ہے پس سب قسم کے کافروں کی بدخصلتوں میں سے اول یہ کہ آخرت پر دنیا کو مقدم کرتے ہیں حتی کہ بعضے آخرت سے بالکل منکر ہی ہوتے ہیں اور بعضے اپنی رائے کیے موافق کچھ سمجھ لیتے ہیں جو باطل ہے اور بعضے شک میں ہوتے ہیں تو آنکھوں والا ان اندھوں کی نسبت بالیقین یہ کہتا ہے کہ افسوس یہ مردود لوگ ہیں کہ آخرت کو نہیں لیتے ہیں بلکہ دنیا پر شیفتہ وفریفتہ ہیں۔ اور دوسری بدخصلت بیان فرمائی بقولہ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکتے ہیں اللہ تعالےٰ عز وجل کی راہ سے پس بعضے تو کفر وشرک کے خیالات واپنی رائیں عام طور پر بیان کرتے ہیں جس سے عوام جو بدبخت ہے اُن کے ساتھ ہو جاتا ہے اور بعضے قارون کے مثل اور فرعون کی وضع بناکر لوگوں کو دنیا کا بندہ بناتے ہیں اور بعضے دوسروں سے اپنی پیروی لیتے ہیں اور بہت ایسے ہیں کہ جھوٹی راہ وباطل اعتقاد کی طرف بلاتے اور دنیاوی لالچ دیتے ہیں جیسے نصرانی پادری وغیرہ اور بعضے کچھ شیطانی کرشمہ دکھلا کر عوام کو اپنے اعتقاد میں لاتے ہیں اور کرامت والے پیر مشہور ہوکر خلق کو راہ راست وطریقہ شریعت وسنت سے روکتے خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آخر زمانہ میں لوگ ہونگے کہ ایسی حدیثیں وباتیں لاوینگے جنکو نہ تم نے سُنا اور نہ تمہارے باپ داداؤں نے سُنا یعنے یہ لوگ جھوٹے دجال گمراہ کرنے والے ہونگے۔ اور تیسری بدخصلت کافروں کی یہ ہے۔ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور چاہینگے راہ کو ٹیڑھا یعنے راہ حق کو اپنی خواہشوں وخراب مرادوں اور غرضوں کے موافق چاہینگے

یہ خصلت نہایت درجہ کی گمراہی و جڑ ہے۔ پس بعضے تو اپنی خوشی و خواہش نفس کے فریب مین اپنی راے کے موافق بت پرستی اور ہزارون
قسم کے شرک جیسے تیسری تاریخ کے چاند سے رنج پہونچتا ہے اور چھینک دینا کھوٹ ہے اور بلّی کا راستہ کاٹنا او رسانڈ انکے بکثرت
باطل خیالات کو راہ بنانا چاہتے ہین اور بعضے تمام قدرت آلہیہ و مخلوقات کی صنعت کو اپنے حواس مین محصور جانتے ہین اور انبیاء کے
معجزات و شیطان کے وجود اور آسمان وغیرہ سے انکار کرتے ہین اور جسقدر اُنکے حواس مین آوے اور جو انکی راے قائم ہو اسی کو راہ
بناتے اور ٹیڑھی راہ کو چاہتے ہین کہ یہی راہ مستقیم ٹھہراوین اور بعضے حضرت عیسے علیہ السلام و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان مین اپنے
خیالات قائم کرکے راہ مستقیم کو ان خیالات پر مطابق یعنی بالکل کج و بیراہ چاہتے ہین اور بعضے اپنی خود غرضیون و دنیاوی خواہشون کے لیے
شرک و بدعت و تقلید و غیر مقلدی و جدال و قتال و کفر و طعن و لعن کو راہ اسلام بناتے ہین۔ ایسی صورتون مین راہ حق کو ٹیڑھا خواہش کرنے
مین داخل ہین اور خلاصہ اسکا یہ نکلا کہ نفس کے ظاہر فریب یا خفیہ مکر والے تاریک کا اتباع کرکے راہ مستقیم اُسی کو چاہتے ہین اور اگر اسلام
پر ہوتے تو راہ الٰہی جو قرآن پاک کے موافق حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی اسکا اپنے نفس کو مطیع و تبیع بناتے اور
حدیث صحیح مین ہے لا یؤمن احدکم حتے یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ۔ رواہ البخاری وغیرہ ولہ یعنے تم مین کوئی ایمان والا نہوگا یہان تک کہ
اُسکی خواہش تابع ہو جاوے اُسکے جو مین لایا ہون پس ہون کی تو بیا کیزہ شان ہے کہ تمام تاریکیون کے ہر طرف ہجوم و تراکم ہے جہان مثل
اندھے کے وہ ہر طرف جہنم کے بکثرت غارون مین پھنسا تھا کہ ذرا اگر قدم بیراہ پڑا اور وہ جہنم مین گرا تو عین فضل و ہدایت الٰہی جل شانہ سے
اُس نے حضرت ہادی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کلام سے ہوشیار ہو کر آپ کے پیچھے پیچھے سیدھی راہ سے وہ مقام نور مین آگیا جہان
آفتاب ایک ذرہ ہے اور اب روز بروز بلکہ ہر وقت نیکی کے اعمال سے اسکو عروج ہوا اور نورانی حجاب مین سیر کرتا چلا جاتا ہے اور وہ اپنے
نفس کو پہچان گیا کہ تاریکی مین کس طرح بند ہا ہوا تھا جسکی خوشی وہین بلکہ زیادہ بدتر جگہ جانے کی تھی اور کچھ اسکو نہ سوجھتا تھا پس بالکل اُس نے
اپنے نفس سے منہ موڑا اور مردانہ ہمت سے اُس نے نفس کو بلا حجت و بغیر اجازت گفتگو کے ایک آواز سے کہدیا کہ کتاب الٰہی و سنت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم پر مطیع رہے اور رہے کافر لوگ جنکی ہزارون قسمین ہین وے سب اُسکے برعکس ہین کہ انھون نے شیطان کو پیشوا بنایا اور بے تکلف
کودتے و اچھلتے ہر طرف جہنم مین گرتے ہین اور جسقدر نفس و شیطان کی پیروی اور قرآن پاک کا انکار زیادہ اسیقدر تاریکی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور
نور سے نہایت دور پڑتے جاتے ہین چنانچہ حق تعالیٰ عز و جل نے فرمایا۔ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ یعنے ایسے لوگ کافر جنکی یہ خصلتین ہین بعید گمراہی
مین ہین یعنے حق و نور سے بہت دور ہین۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعضے کافر جنمین اصل اصول وغیرہ جمع نہون تو قریب اول طبقہ دوزخ مین ہون
ایسا ہی بعض مفسرین نے کہا ہے اور حق یہ ہے کہ کلام مین یہ دلالت نہین ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس آدمی مین یہ صفت ہو کہ حیات دنیا کا محب ہو
یعنے نفس سے چاہے کہ مجھے تمام چیزون سے یہی زیادہ محبوب رہے اور راہ حق سے باز رہے اور باز رکھے اور اپنی خواہش کے موافق اُسکو ٹیڑھا چاہے جیسے
اس زمانہ مین نیچر فرقہ دشمن اسلام ہے تو ایسا شخص حق سے بہت دور پڑا اس سے یہ امید مت کرو کہ ایسی حالت پر قائم ہو کر کبھی نور کی رونق و جھلکی
پاویگا اور یہ قدرت قاہرہ الٰہیہ ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ الٓرٰ الف لام را۔ الف مین تین حرف آل ف پس اول اشارہ الفت
الٰہی بقلوب اولیاء خود ہے اور لام ولایت ہے گویا وہ الیف برائے اولیاء خود ہے اور را اشارہ برحمت سابقہ ازلیہ ہے جس سے انکو
برگزیدہ فرمایا پس آیہ سے اشارہ فرمایا کہ مین نے ازلی رحمت سے اپنے اولیاء کو مختار فرمایا کہ تجھے انھین کا سردار بنایا ہے انھین کہ تیری محبت اور
وہی کتاب سے مقصود ہین قولہ کتاب انزلناہ الیک۔ اس سے تیری فضیلت اور تجھپر فدا ہونے والے میرے اولیاء کی فضیلت ہے جو مقصود

Marfat.com

ہین قولہ لتخرج الناس من الظلمات الی النور۔ یہ اخراج باذن ربہم ہے پس قلوب مین تر و تازگی و پیدا وار فہم و عقل اسی اختیار کا ظہور ہے اول حدیث صحیح کی دعا مین ہے کہ اے رب قرآن کو میرے قلب کی ربیع فرماوے۔ اور امثال و نصوص و اشارات جا بجا سابق مین مذکور ہوئے ہین قال الشیخ یعنے طبیعت کی تاریکیون سے تبعیت کے انوار مین لاوے اور حاصل یہ کہ سوائے نفس نفیس حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دیگر نفوس ایک خاص صنعت آلیہ سے برعکس میل کرتے ہین پس اتباع حق سے خلاف نفس و طبیعت ہوتا ہے اور وہی راہ نور ہے اسی واسطے جو لوگ نفس و طبیعت کی پیروی کرتے ہین وہ برعکس راہ چلتے ہین اور ہر دم دوری زیادہ ہوتی جاتی ہے نعوذ باللہ من الضلال اور لکھا کہ یہ اخراج بہت سی حالات کو شامل ہے مثلاً نفس کی پیروی سے اتباع کے نور مین لاوے اور گمان وہم کی پابندی سے نور یقین مین اور حالت مردگی سے بحالت زندگی۔ اور تاریکہائے نفس امارہ سے بنور مشاہدہ اور تاریکی جحد سے بنور مکاشفہ و دید اغیار سے بدیدار نور توحید لاوے۔ امام جعفر نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس نور کتاب سے مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق کے واسطے عہد کر دیا کہ اگلی اُمتون کا بیان اور اس امت کی نجات ہے کہ ظلمات کفر و بدعت سے نکلکر راہ سنت پر آوین اور اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جہالت سے نور علم مین لاوے اور قولہ باذن ربہم سے بیان فرمایا کہ یہ فعل منوط باسباب نہین ہے بلکہ فقط قدرت و اختیار الٰہی عز و جل ہے و قولہ الی صراط العزیز الحمید۔ یہ راہ طریقہ عبودیت ہے کہ ہر ایک بندہ برگزیدہ کے لیے اسکی مقدار کے موافق ربوبیت کی معرفت کے لیے ازلی مشیت مین جاری ہوا پس اسمین بندہ کی مقدار ہے نہ قدر حق عز و جل کیونکہ وہ تعالے پاک برتر ہے کہ حقایق قدم کو حوادث مخلوق مطالعہ کرے وہ عزیز ہے اور اپنے افعال و صفات مین محمود ہے اسی سے ابتدا ہے اور اُسی کی طرف مرجع ہر ماضی و مستقبل و حاضر کا ہے تمام ملک و ملکوت اُسی کے قبضہ و تصرف مین ہے قال تعالیٰ اللہ الذی لہ ما فی السموات الآیہ۔ ولیا صادق الایمان کے واسطے اشارت ہے کہ سب آسمان و زمین میرا ہے جو کچھ چاہو مجھی سے طلب کرو نہ دوسرے سے اور جو مجھے چاہے وہ دوسری چیز طلب نہ کریگا واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تمام خلق عالم جو کچھ ہے اسی کا ہے جسنے خلق مین سے کچھ چاہا تو اپنی کرامت سے گر کر خلق کی جستجو مین ہے اور جسنے وحدہ لا الٰہ الا اللہ خالق عز و جل کو طلب کیا تو وہ تمام خلق اُسکے واسطے مسخر فرماتا ہے۔ پھر حق تعالے عز و جل نے کافرون کا حال بیان فرمایا یعنے رحمت اور قہر و صفات پاک کا ظہور دو قسم مین ہے اول اولیا مومنین طالب فنا و آخرت پس انکا حال بیان فرما دیا اور دوم اعدا مقہورین کافرین پس انکو بیان فرمایا بقولہ الذین یستحبون الحیوۃ الدنیا علے الآخرۃ۔ اسمین اشارات ہے کہ ریاکار شریر جو بظاہر لباس ایمان کے پردہ مین دنیا کی دولت و عزت و حرمت چاہتے ہین وہی خود گمراہ اور ایسے مرید ہونے والون کجفہمون کو گمراہ کرتے ہین۔ اولئک فی ضلال بعید یعنی قہر کی تاریکی مین گرفتار ہین اس سے کبھی نہین نکل سکتے ہین اور شیخ ابو علی جوزجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جسنے دنیا کو محبوب کر لیا اسپر راہ آخرت مسدود اور وہ اسکی راہ سے محروم کیا جاتا ہے اور جس نے آخرت ہی طلب کی اور اُسی کو اپنا مقصود ٹھہرایا تو وہ اپنی نجات کی طلب سے محروم کیا جاتا ہے اور جس نے راہ نجات کو طلب کیا تو وہ فضل تک پہونچنے سے محروم کیا جاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ دقیق اشارہ نہایت قدر کے قابل ہے اللہم اہدنی و اغننی بہا و انت المطلوب انت ارحم الراحمین۔ پھر چونکہ عرب والے رسول کو کوئی فرشتہ اور کتاب کوئی غیر معروف زبان اور رسول کے لیے دنیا بھر کا مال و عیش اور ہدایت و معجزات رسول کے اختیار مین جانتے تو فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ

اور نہین بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسکی قوم کے زبان کے ساتھ تاکہ انکے لیے بیان کرے پھر گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس شخص کو چاہے اور

Marfat.com

وَيَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ہدایت فرماتا ہے جسکو چاہے اور وہی سب قوت قدرت والا اور سب حکمت والا ہے

یعنی کتاب الٰہی اور وحی آسمانی رسول کی قوم کی زبان میں سنت الٰہی جاری رہی اور رسول فقط حکم بیان کرنے والا ہوتا ہے اور کسی مخلوق میں ہدایت پیدا کرنا یعنی تاریکیوں سے نور کی طرف نکل آنا یا منکر ہوکر اور زیادہ تاریکیوں کی طرف جانا اور کتاب جو نازل ہوئی اس سے فیض نہ پانا تو یہ ایجاد و پیدا کرنا صرف اللہ تعالیٰ عز و جل کی قدرت میں ہے اور اسکی مشیت پر ہے اور یہ مشیت سراسر حکمت ہے جس سے مخلوق عالم نہیں ہو سکتا چنانچہ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا میں حرف مِنْ زائدہ تاکید نفی و استغراق کے لیے مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ یعنی ہم نے کسی زمانہ میں کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسکی قوم کی زبان میں۔ اس سے یہ ظاہر کر دیا کہ کبھی اللہ تعالیٰ عز و جل نے آدمیوں کے لیے کوئی جن یا فرشتہ رسول نہیں کیا بلکہ ہمیشہ آدمی ہی رسول بھیجا اور یہ کہ رسول بھیجنا برابر ہمیشہ سے جاری ہے اور جو آدمی رسول بنایا وہ احکام الٰہی کو اپنی قوم کی زبان میں لایا اگرچہ اللہ تعالیٰ عز و جل کا کلام صفاتی حروف وغیرہ سے پاک ہے لیکن جو وحی و کلام نزولی رسول لایا وہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام نزولی ہے حتیٰ کہ اس کا منکر کافر مردود ہے۔ مسئلہ قرآن مجید کی نسبت اگر کوئی شخص کہے کہ یہ آدمی کا کلام ہے تو کیا حکم ہے۔ جواب یہ کہ یہ شخص کافر ہے اور یہی حکم اس توریت کا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور انجیل کا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی ولیکن جو ترجمہ و تحریف شدہ اسوقت یہودیوں و نصرانیوں کے پاس ہے اسکا یہ حکم نہیں ہے اول تو بلاشبہ اصلی تحریف ظاہر ہوئی اور دوم اپنی رائے کے ساتھ اسکا ترجمہ کرکے قطعی محرف کر دیا۔ اب رہا یہ فائدہ کہ اسکی قوم کی زبان میں کیوں بھیجا تو فرمایا لِيُبَيِّنَ لَهُمْ تاکہ قوم والوں کے لیے صاف واضح بیان کرے یعنی قوم اس سے اچھی طرح نصیحت حاصل کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر مفسرین کو اس مقام پر اشکال نظر آیا اسطرح کہ قرآن پاک جب زبان عرب ہے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں بلغت قریش ہے تو آپ کی بعثت فقط قریش یا عرب کے واسطے ہوئی حالانکہ بالیقین آپ تمام مخلوقات آدمی بلکہ جن کے لیے مبعوث تھے پس اول میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ آپ کی بعثت عام تھی پھر مفسرین کے جوابات اور تحقیق ذکر کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بیان اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل نے فرمایا قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اے لوگو بیشک میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا بھیجا ہوا ہوں تمہاری طرف سب کی طرف پس جمیعاً سے قطعی تاکید کرکے یہ احتمال دور کر دیا کہ شاید الناس سے مراد فقط عرب ہوں کیونکہ یہ معنی مجازی ہیں اور تاکید سے حقیقی معنے لینا قطعی ہو جاتا ہے جیسا کہ بلاغت عرب میں بیان ہوا اور اس قاعدہ پر اجماع ہے۔ قولہ تعالیٰ وما ارسلناک الا کافۃ للناس یعنے نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر تمام سب لوگوں کے واسطے۔ دیکھو اس میں کافۃ سے نہایت سخت تاکید فرمائی کہ کوئی فرد بشر اس سے نہیں چھوٹتا اور کلام کو بطریق حصر کے فرمایا کیونکہ یہی تیری رسالت ہے اور کسی طرح احتمال نہیں ہے اور آیات دیگر قطعیہ موجود ہیں جن میں ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک تمام عالمین کے ذکر ہے کقولہ تعالیٰ ان ہو الا ذکر للعالمین۔ اور مانند اسکے شواہد و آیات بہت ہیں اور تحدی بقرآن جیسے آدمیوں کے ساتھ ہے ویسے ہی جن کے ساتھ ہے لقولہ تعالیٰ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ اور کثرت سے جنوں کو عدم ایمان پر ملامت فرمائی اور نصیبین کے جنوں کا ایمان منصوص ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ بعثت الی الاسود والاحمر میں کالوں و گوروں سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور جابر رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں عطا ہوئی تھیں ایک مہینے کی راہ تک

مین رعب سے فتح دیا گیا اور تمام زمین میرے لیے مسجد اور طہارت کی چیز کردی گئی اور غنائم جہاد میرے لیے حلال کردیے گئے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ کیے گئے تھے اور مجھے شفاعت عطا کی گئی اور پہلے نبی فقط اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مین تمام لوگون کی طرف بھیجا گیا۔ مترجم کہتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل بادشاہ روم کو اور بادشاہ فارس وغیرہ کو خط لکھا اور ہدایت فرمائی چنانچہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی صدق کے ساتھ ایمان لایا اور ہرقل نے تعظیم کے ساتھ کہلا بھیجا کہ حاضری سے معذور ہون اگر وہان ہوتا تو مین قدم دھوکر پیتا اور بادشاہ فارس نے خط چاک کردیا اور قاصد کو جھڑکا چنانچہ جب قاصد نے آکر حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مجوس اسی طرح پارہ پارہ کیے جاوینگے جیسے میرے خط کو چاک کیا چنانچہ اسی زمانہ مین ملک مین فساد ہوا اور تمام پارہ پارہ ہوئے یہان تک کہ اہل اسلام نے ایک عرصہ کے بعد ملک پر جہاد کرکے فتح کیا اور لوگون کو راہ اسلام کی ہدایت فرمائی۔ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین وغیرہم اس بات پر متفق تھے ان مین کچھ بھی دوسرا قول نہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف رسول ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالے عز وجل نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمان والون اور انبیاء سب پر فضیلت دی تو لوگون نے پوچھا پس فرمایا کہ آسمان والون کے حق مین کہا ہے ومن یقل منہم انی الٰہ من دونہ فذلک نجزیہ جہنم۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ پس آپ کے لیے پہلے سے برات لکھدی پھر لوگون نے پوچھا کہ انبیاء پر فضیلت بھی اپنی زبان سے بیان کردیجیے تو کہا کہ اللہ تعالے عز وجل فرماتا ہو وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ ہر ایک پیغمبر کو اُسی کی قوم پر مخصوص رکھا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس پس آپ کو تمام آدمیون وجنون کی طرف رسول بناکر بھیجا۔ بالجملہ یہ امر قطعی اجماعی ہو کہ آپ کی بعثت عام ورحمت تمام ہو۔ پھر مفسرین کو جو اشکال نظر آیا کہ قرآن پاک بزبان عربی ہونے سے آپ کی بعثت خاص لازم آتی ہو اور انھون نے جوابات ذکر کیے وہ یہ ہین کہ قوم سے مراد وہ لوگ ہین جنکو اُس نے راہ حق کی دعوت کی اور یہی جواب کو رازی وسراج وغیرہ مین اختیار کیا اور بیضاوی نے لکھا کہ قولہ الا بلسان قومہ یعنی اپنی قوم کی زبان مین جنمین سے وہ خود تھا اور انہین مبعوث ہوا تھا لیبین لہم۔ جو حکم دیا گیا اسکو انسے صاف بیان کردے تاکہ آسانی وجلدی سے اسکو سمجھ کر سیکھ لیوین پھر اسکو نقل وترجمہ کرکے دوسرون کو سمجھاوین کیونکہ قوم والے بہ نسبت غیرون کے رسول سے اولے واقرب ہین کہ پہلے انھین کو دعوت کرے اور پہلے انھین کو راہ راست پر لاوے اور رب تبارک وتعالے کی معرفت سکھلادے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بحکم قولہ وانذر عشیرتک الاقربین سب سے پہلے حکم ہوا کہ اپنے قرابتیون کو انذار فرماوے اور اگر ایسا منظور ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو مختلف اُمتون وتمام عالمون کی طرف بھیجے گئے تھے اُن پر مختلف زبانون کی کتابین نازل کیجاوین کچھ مشکل نہ تھی بلکہ ایک طرح کے معجزہ سے یہ بہت سہل کام تھا ولیکن اس سے کلمات مین اختلاف ہوتا اور الفاظ ومعانیہا کے حاصل کرنے اور اصول وفروع سیکھنے وکمال ثواب کے لیے اجتہاد کی قوت مین نفس کو تعب ورنج دینے کا موقع ضائع ہوجاتا۔ مترجم کہتا ہے کہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالے نے کچھ اشکال ذکر نہین کیا۔ اور جمل حاشیہ جلالین مین کہا کہ اولے یہ ہو کہ قوم کے معنے یہ لیے جاوین کہ رسول جن لوگون کی طرف بھیجا گیا پس دیگر انبیاء علیہم السلام کے حق مین یہ قوم اُسکی قرابتی ہونگی اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت تمام عرب وعجم ومخلوق ہوگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر قوم سے اسکی زبان مین خطاب کرتے اگرچہ یہ ثابت نہین ہوا کہ آپ نے ترکی زبان مین کلام کیا کیونکہ کبھی کسی ترکی سے بات کرنے کا اتفاق نہین ہوا اور اگر ہوتا تو آپ اُس سے ترکی مین کلام کرتے اس جواب کو غور سے سمجھ لینا چاہیے انتہے مترجما۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب بچند وجہ مخدوش ہے اول یہ کہ حضرت موسے علیہ السلام فرعون کی جانب

بھیجے گئے حالانکہ وہ اُنکی قرابت مین سے نہ تھا اور نہ اسکی زبان مین کتاب نازل ہوئی اور اگر کہا جاوے کہ فقط اسواسطے بھیجے گئے تھے کہ بحکم قولہ ان ارسل معنا بنی اسرائیل الآیہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ کردے تو خلاف منصوص ہو کیونکہ صریح اسکو ہدایت کرنے کا حکم ہے اور ارسال بنی اسرائیل ایک ضمنی یا علیحدہ حکم تھا۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھا وہ عربی مین تھا اور کتاب کا خطاب خلاف حکم مثل کلام کرنے کے ہے۔ سوم یہ کہ اہل حبشہ سے کلام کیا مگر وہی نہین کہ زبان حبش ہو۔ علاوہ برین علماء کا اجماع بلکہ تمام کفار یہود و نصاریٰ کا اجماع ہے کہ آپ محض اُمّی تھے اور صریح دلیل وحی قرآن کی ہے کہ آپ نے تمام اخبار امم ماضیہ و وقائع انبیاء وحی صریح سے بیان فرمائے وقال تعالے لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وھذا لسان عربی مبین۔ پس آپ عجمی زبانون سے واقف نہ تھے اگرچہ شان نبوت اور قدرت معجزات آلٰہیہ مین یہ کچھ بھی چیز نہین کہ آپ تمام جہان کی زبانون مین کلام کرتے جیسے اللہ تعالے عز وجل چاہتا تو تمام جہان کو راہ راست دیدیتا ولیکن ایسا نہین فرمایا ہے۔ اب مترجم کہتا ہے کہ صواب صریح و درحق صحیح میرے نزدیک یہ ہو کہ یہان کوئی اشکال ہی وارد نہین ہوتا کیونکہ سیاق آیت کریمہ کا اصلی مقصود یہ ہے کہ رسول کو حق تعالے اسواسطے بھیجتا ہے کہ قوم کو صاف بیان سے سُنا دے پھر ہدایت دینا اور نہ دینا اُسکے قبضہ مین نہین بلکہ فقط اللہ تعالے کی مشیت مین ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عام بعثت اس طرح مقدر ہوئی تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی تعلیم سے کامل مکمل ہو کر خلق کو ہدایت فرماوین جیسے قوم موسے علیہ السلام مین بحکم قولہ ومن قوم موسے امۃ یھدون بالحق الآیہ اور ایسا ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا ہے اور انکی صفت مین تامرون بالمعروف الی آخر الآیہ فرمایا اور اسی واسطے جہاد مین انپر فرض تھا کہ جس قوم پر جاوین اُسکو راہ حق کی طرف بلاوین اور سُننے و سمجھنے و ہر طرح اطمینان کرنے کی طرف توجہ دلاوین اور بلاوین پھر اُنسے جزیہ طلب کرین پھر جب کسی طرح نہ مانین تو تلوار نکالین اور فتاوے فقہ مین تعلیل بیان کی کہ اس زمانہ مین یہ دعوت اسوجہ سے واجب نہ رہی کہ اسلام و توحید سے سب لوگ خبردار ہو چکے ہین اور ظاہر ہے کہ بیان یہی ہو اور معجزہ خواہ قرآنی ہو یا اور کوئی ہو ہدایت کے لیے مشروط نہین یعنے آنکو ملازمت نہین ہے چنانچہ بکثرت کافرون نے امم ماضیہ و حال مین سے معجزات دیکھے اور انکو ہدایت نہ دی گئی اور کرورون مخلوق نے رسول کو نہ دیکھا اور ایمان سے مشرف ہوئے اور بکثرت علماء عرب نہ تھے جنھون نے قرآن مجید کے معجزہ کو صریح پہچانا بلکہ کتابین تصنیف فرمائین اور مشرکین کی ہاتھی مین اسلام چھوڑ کر دنیا و جہنم نہ اختیار کی پس حاصل یہ ہو کہ آیت مین قصر از جانب لسان ہو یعنی ارسال مقصور بزبان قوم تھا اور دونون طرف سے قصر نہین ہو تاکہ قوم مقصور بزبان ارسال ہو جنکے کہ جو زبان رسول کی ہو اسی زبان والے امت رسول ہون پس کچھ اشکال نہ ہوا کہ زبان عربی ہو اور جنکے اوپر ایمان لانا فرض ہو وہ عرب و عجم و جن تمام اصناف خلق ہین جیسے حضرت موسے علیہ السلام کی رسالت مین ظاہر ہوا البتہ آیت کریمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ہر رسول اپنی قوم قرابتی کی زبان پر مبعوث ہوا تھا اور امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے مجاہد کے طریق سے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین بھیجا اللہ تعالے نے کسی نبی کو مگر اسکی قوم کی زبان کے ساتھ یعنی ہر نبی اپنی قوم ہی کی لغت پر مبعوث ہوا ہو اور اسی طرف بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا بقولہ الذی ہو منہم یعنے اس قوم کی زبان مین جن مین سے رسول کی نسبی قرابت ہو۔ اور یہ اسواسطے کہ اول انذار انھین کو فرض ہو جیسا کہ بیضاوی سے نقل ہوا اور اسی وجہ سے فقہ و حدیث مین جہاد کی تفریع یہی ہو کہ عرب کا جہاد سب سے اول روم پھر فارس پھر آگے ہو قال تعالے قاتلوا الذین یلونکم من الکفار یعنی ان کافرون پر جہاد شروع کرو جو تم سے متصل ہین واسلئے عرب و فتح مکہ سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے روم پر توجہ نہین فرمائی پس اب معنے کلام آلٰہی کے ظاہر ہو گئے کہ اللہ تعالے عز وجل نے کوئی رسول نہین بھیجا مگر اسی کی قوم قرابتی کی بان بول چال

کے ساتھ تاکہ وہ انسے صاف صاف حکم الٰہی بیان کردے فَیُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ یَّشَآءُ یعنے پھر انذار و بیان کے بعد اور حجت الٰہیہ قائم ہونے
کے بعد جسکو اللہ تعالےٰ عز اسمہ چاہے گمراہ کرتا ہے یعنے ہدایت و سمجھ اور دل کی تاریکی نہیں کھولتا پس بحکم قولہ یہلک من ہلک عن
بینۃ۔ جو ہلاک ہوا وہ واضح بیان و حجت کے انکار سے ہلاک ہوا۔ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے
یعنے ہدایت اُس میں پیدا کرتا ہے و قولہ یحییٰ من حی عن بینۃ۔ کا مصداق کردیتا ہے پس رسول نے اپنا کام ابلاغ کا پورا کیا اور باقی
اختیار حق عز و جل قائم ہے جسکو چاہا وہ حق و باطل سے تمیز کرکے راہ نور پر آیا اور جسکو چاہا مردود فرمایا نعوذ باللہ من الضلال فائدہ
لطیفہ فراء رحمہ نے کہا کہ زبان عربی میں جب ایک فعل کے بعد دوسرا فعل ذکر کیا گیا پس اگر سیاق یکسان نہو یعنے دوسرے کا شکل اول نہو
تو دوسرے کو اعراب رفع بربنا استیناف ہوگا یعنے دوسرے فعل سے جدید جملہ شروع ہوگا اور یہی ایک صورت متعین ہوگی مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ
کہ اول پر دوم کا عطف روا نہیں ہے کیونکہ معطوف بحکم معطوف علیہ ہوتا ہے اور فرض یہ کیا کہ نسق واحد نہیں ہے اور یہی آیت کریمہ میں ہے کیونکہ ارسلنا و لیبین کے
بعد فیضل دوسرا فعل ہے جو اول پر عطف نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول کا بھیجنا واسطے بیان کے ہے نہ واسطے گمراہ کرنے کے مترجم کہتا ہے کہ اسی واسطے
ارسلنا بصیغہ تکلم ہے اور فیضل بصیغہ غائب چنانچہ ظاہری صنعت التفات از تکلم بغیبت کے ساتھ معنوی بلاغت اعجاز یہ کہ فعل اول نہیں
رحمت ہے بدلیل قولہ تعالےٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور اسکو بشان تکلم بیان فرمایا اور دوم یعنے فقط فیضل۔ شان قہر ہے تو اسکو بصیغہ
غائب کردیا اور اسم اللہ علم الذات فاعل مختار فرمایا اور یہ اسم اعظم جامع رحمت و غضب اور لطف و قہر ہے اور یہیں سے بعضے اکابر نے کہا
کہ آدمی دعا میں اوصاف الرحمن الرحیم الغفور الشکور و مانند انکے ذکر کرے صرف یا اللہ پر اکتفا نہ کرے کہ ذات باری تعالےٰ عز و جل پاک عالی متعالی
بے پروا اور تمام مخلوقات سے مباین ہے زجاج رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اس مقام پر نصب فیضل بھی جائز ہے اور لیبین کا لام بمعنے انجام کار لیا جاے
یعنے ارسال رسول کا انجام بیان راہ نور اور راہ ظلمت ہے اسی لغت و زبان میں جو قوم سمجھتی ہے حتی کہ انھوں نے رسول کا بیان سمجھ لیا اور باوجود
اسکے مضل و ہادی وہی اللہ تعالےٰ سب مخلوق خالق ہے اور بیان کو ہدایت لازم نہیں ہے لیکن جب ہادی عز و جل اسکو سبب کردے مترجم
کہتا ہے کہ تفسیر لغت و بیان کے یہی معنے ہیں اور اس سے ایک لطیف بات معلوم ہوئی کہ تفسیر و فہم میں بڑا فرق ہے چنانچہ ہو اللہ احد کی تفسیر
لغت بالکل ظاہر ہے اسکے سمجھنے سے کوئی معذور نہیں اور ترجمہ اسکا کہ وہ اللہ اکیلا۔ ہے بالکل ظاہر و لیکن کفار کی فہم میں نہ آیا یہ معنے کہ
حق تعالےٰ عز و جل جو خالق افعال ہے اُس نے کافر کی عقل پر یہ فعل فہم کا پیدا نہ کیا اور مومن سمجھ گیا کہ سبحانہ تبارک تعالےٰ نے اسکے فہم کو اس کلمہ
کے ساتھ پیدا فرمایا۔ یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ فیضل کو یہدی پر مقدم کرنا اسی لیے ہے کہ رسول کا بیان ایسے آدمی کے واسطے ہوتا ہے جو گمراہ و
کج فہم ہو گیا پس جب عالم قدیم سبحانہ تعالےٰ نے اس بہوت کو نہ چاہا تو اسکے حال پر باقی رکھا اور جسکے لیے چاہا اُسکے اندر فہم و ہدایت
پیدا کردی۔ وَھُوَ الْعَزِیْزُ اور وہی عزیز ہے یعنے ایسا غالب زبردست کہ ممکن نہیں جو کوئی دوسرا اُسکے ملک میں تصرف کرسکے
جو اس نے چاہا وہی ہوگا من یضلل اللہ فلا ہادی لہ۔ جس مخلوق کی نسبت اس نے چاہا کہ تاریکی میں اندھا بھٹکے اسکو نور کی طرف
لانے والا کوئی نہیں۔ و من یہدہ اللہ فلا مضل لہ۔ اور جسکو اللہ تعالےٰ عز اسمہ نے راہ نور پر لانا چاہا اسکو بھٹکانے والی کوئی چیز نہیں ہے
پس وہی ہے عزیز۔ اَلْحَکِیْمُ بڑا حکمت والا۔ پس یہ عین حکمت ہے جو وہ فرماتا ہے و لیکن مخلوق کی عقل ادنےٰ مخلوق اسکو کیا مجال ہے کہ خالق
عز و جل کی عجیب صنعت کو پہچانے پھر کافروں کی نادانی ہے جو اسمیں ہاتھ پاؤن مارتے ہیں کیونکہ آسمان چھو لینا آسان اور یہان مجال کوشش
محال ہے۔ ف فی العرائس قولہ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم۔ اس میں اشارہ ہے کہ اولیا کے لیے علحدہ علحدہ اشارات و اصطلاحات

Marfat.com

بیان ہین کہ اہل محبت کو انکے فہم کے موافق بیان سے معرفت مین لاتے ہین اور اگر انسے ابتدا مین بزبان حقیقت کلام کرین تو وہ بالکل نہ سمجھین
پس ہلاک ہو جاوین پھر حقائق جس مرید کا نصیب اچھا ہو اُسپر کشادہ ہوتے ہین اور بعض پر بسبب غیرت کے نہین کھلتے ہین ہم کلام پھر بعثت و
بیان اور بعد اقرار کے اخراج بنور اور عظمت و کبریا آلٰہی تعالے کو آیندہ آیات مین بیان فرمایا

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ
اور بیشک ہمنے بھیجا تھا موسیٰ کو اپنی نشانیون کے ساتھ کہ نکال اپنی قوم کو تاریکیون سے طرف نور کے اور یاد دلا ان کو

بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝
ایام اللہ تعالے کے بیشک اس مین نشانیان ہین ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لیے

یہ طریقہ رسول بھیجنے کا اور معجزات کے ساتھ راہ ظلمات سے نور کی طرف لانے کا اور باوجود بیان کے اکثرون کا منکر ہونا اور تاریکیون مین سے باہر آنے سے انکار کرنا موافق مشیت آلٰہی تعالے کے واقع ہوا چنانچہ جامع واقعات عجیبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مین غور کرنے کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور بیشک ہم نے بھیجا جیسے تجھ کو افضل الرسل کرکے بھیجا ہے تجھ سے پہلے مُوْسٰى موسیٰ بن عمران کو بطور اصل کے اور ساتھ ہارون کو بطور وزیر کے۔ بِاٰيٰتِنَآ اپنی آیات کے ساتھ یعنے توریت و انواع معجزات و واقعات کے ساتھ جن کا بیان اول مین مفصل ہو چکا ہے اور بیان ارسال یہ کہ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ باہر لا اپنی قوم کو۔ یعنے طریقہ و اداب و اعتقادات و شب و روز کا برتاؤ اور قلب کی حفاظت و دنیا مین آسانی و پاکیزگی کے ساتھ بسر کرنے کے باوجود رجوع بآخرت سب ان کو بتلا دے تاکہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف رجوع لاوین مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ تاریکی سے نور مین ف یعنے سب تاریک پردے حسب مشیت رفتہ رفتہ دور فرما دے اور نور کی طرف سے لوگ آجاوین۔ واضح ہو کہ حق تعالے عز وجل نور و ظلمت سب سے پاک ہے ولیکن مخلوقات سے جب سیاہ پردے دور ہوتے ہین تب نور کے پردے نظر آتے ہین اور یہ قبولیت و قرب حق تعالے ہے جہان تک نور کے پردے اُٹھتے جاوین پھر او تعالے نیک بندون سے نور کے پردے قیامت کو اُٹھا دیگا وسبحان اللہ والحمد للہ ولا آلٰہ الا اللہ۔ حاصل یہ کہ جیسے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آیات کتاب کے ساتھ اپنی قوم کی زبان مین بھیجا کہ اس سے اول قریش پھر عرب پھر تمام مخلوقات عالم تاریکیون سے باہر آکر نور مین آوین ایسے ہی متواتر ثابت ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آیات توریت و معجزات حسی کے ساتھ اسکی قوم کی زبان عبرانی مین بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو ظلمات سے نکالکر نور کی طرف لا۔ ف حضرت موسے علیہ السلام جن لوگون کی طرف بھیجے گئے وہ قبطی قوم فرعون اور بنو اسرائیل تھے اور چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل مین سے تھے تو زبان اور توریت آپ کو عبرانی عطا ہوئی پس ظاہر ہوا کہ ہر رسول کو زبان اسکی قرابتی قوم کی ملی اگرچہ جن لوگون کی طرف بھیجا گیا وے مختلف اقوام و مختلف زبان ہون پس زبان رسول مخصوص بقوم قرابت ہو اور ارسال مخصوص بقوم قرابت نہین ہوتا چنانچہ ارسال حضرت موسیٰ علیہ السلام بجانب فرعون بھی تھا چنانچہ اوپر اسکی تحقیق بیان ہو چکی ہے فافہم۔ پھر چونکہ انسان پر غفلت آجاتی ہے لہذا حضرت موسے علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا کہ۔ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ اور یاد دلا انکو ایام آلٰہی یعنے جن ایام مین حق تعالے عز وجل نے وقتاً فوقتاً انپر متعدد انعام کیے اور طرح طرح کے معجزات قاہرات سے دشمنون کو زیر کیا جیسے عصاء موسے سے فرعون کا مغلوب ہونا اور ساحرون کا ایمان لانا اور طوفان و جراد و قمل و خون و سرطان وغیرہ سے فرعونیون کا مقہور ہونا اور آخر بحیرۂ قلزم مین عجیب قدرت و انعام

دکھلایا کہ انکو نجات دیکر فرعون کو غرق کردیا پھر تظلیل غمام و انزال من و سلوے وغیرہ سے انعامات فرمائے غرضکہ انکو انعامات سے بجانب محبت خالق عز وجل و تفکر پاک شان حق تعالے عز وجل کی طرف نکالا اور حضرت مجاہد و قتادہ وغیرہم نے کہا کہ ایام اللہ یعنے ایام انعام الٰہی سبحانہ و ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایام اللہ یعنے اللہ تعالے عز اسمہ کی نعمتین اور ابن کثیر رح نے کہا کہ مرفوع حدیث مین بھی یہ تفسیر آئی ہی کہ رواہ ابن جریر وغیرہ اِنَّ فِي ذٰلِكَ بیشک اس معاملہ مین یعنے جو نیک بندون بنی اسرائیل کے ساتھ نجات و فضیلت دینے کا کیا اور بدکارون فرعونیون کے ساتھ ہلاک کرنے کا کیا ہے لَاٰيٰتٍ نشانیان ہین یا عبرت ہین لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر بندہ صبر کرنے والے کے لیے جو سختی و مصیبت مین ایمان توحید پر ثابت رہے جیسے بنو اسرائیل باوجود قتل اولاد اور تنگی رزق و طرح طرح کے مصائب کے صابر رہے۔ شَكُوْرٍ ہر بندہ شکر گزار کے لیے جو راحت و نعمت مین حق تعالے کا شکر ادا کرے۔ صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے کہ مومن کا معاملہ سب کا سب عجیب عمدہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل اُس کے لیے جو کچھ جاری فرماتا ہے وہ اُسکے حق مین بہتر ہی ہوجاتا ہے اگر اسکو کوئی مضرت پہونچی اُس نے صبر کیا تو اُسکے لیے بہتر ہوگئی اور اُسکو بھلائی پہونچی اُس نے شکر کیا تو اسکے لیے بہتر ہوگئی قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بہت اچھا وہ بندہ ہے کہ جب مبتلا ہوا تو صبر کیا اور جب انعام پایا تو شکر کیا۔ شیخ ابن جریر وغیرہ نے کہا کہ قولہ تعالے وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ۔ تمام گذشتہ امتون سے تا زمان حضرت موسیٰ علیہ السلام جو وقائع گذرے تھے سب مراد ہین کیونکہ جب انکو کافرون کا ہلاک کرنا اور نیکون کا نجات دینا سنایا جاوے تو خوف و عبرت سخت ہوگی۔ اور صبار شکور کو خاص کرنا اسواسطے کہ اسی کو انتفاع ہوگا اور شاید کہ بندہ مومن کی ابتدائی دونون صفات کو ذکر فرمایا واللہ تعالے اعلم۔ ف فی العرائس قولہ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ مجملا اشارات کے شیخ نے ذکر کیا کہ اس سے ایام القدم اور ایام البقاء کا اشارہ ہے پس ایام القدم اولیت اولیہ ہی جو زمانہ و آثار سے پاک ہے وجود در وجود قبل وجود تھا اور ویسا ہی تھا جیسا کہ اب ہی پس خود بخود عاشق ہوا اور وجود مین جز وجود کچھ نہ تھا پس ایام قدم اسپر گذرے گئے کہ بالا عشق لہوف و بغیر محب معروف و بدون حیران سکران و عارف مکاشف و مونس مستانس تھا سے مضت فرص الوصال وما شعرنا۔ الا لعسا لا ایام الفراق سے فذکرت ایاما و دہرا صالحا۔ فبکیت من حزنا فناجت حزنی۔ اور رہا ایام البقاء تو آخریت آخریہ بلا مرور حدوث و علت اکوان ہین وہ بقاء سرمدی ہی وہ جمال احدی و وصال ابدی ہی کہ عشاق کے شہود و اہل شوق کے مطالعہ کا بقاء ہی۔ گویا اشارہ ہی کہ انکو ایام قدم یاد دلاوے کہ دائمی وجود سے فرح و سرور پاوین نیز اشارہ ہی کہ انکو ایام قدم یاد دلاوے کہ حسرت مافات انکو جوش مین لاوے یعنے ایام وصال عالم ارواح بخطاب ازلی یاد کرین نیز انکو یاد دلاوے فرحت وصال اور خوف ہجران و بعد کیونکہ ان دونون کی شان عظیم و خطر جسیم ہی پھر حق سبحانہ تعالے عز اسمہ نے ایام قدم کے فراق کی قدر اُن بندون کے ساتھ مخصوص فرمائی جو صابر و شاکر ہین کہ فراق مین ہر مصیبت پر صبر کرتے ہین اور لطف فراق مین امید وصال باقی ہونے پر جان فدا کر کے شکر کرتے ہین بقولہ تعالے اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ بعض مشائخ نے کہا کہ ایام اللہ وہ ایام ہین کہ جب اجسام مین حلول سے پہلے انکی ارواح صافی اور توحید مین فرحت کے ساتھ باقی تھین۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ شکر بندے کی عاجزی ہی کیونکہ ہر شکر توفیق و انعام الٰہی ہی تو ہر شکر کے لیے شکر ہی پس مین اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے شکر کو عاجزی سے ادا کرتا ہون اور بعض نے کہا کہ ہر فہم و طاعت و ایمان جس سے فضل وصال و نعمت کمال کی امید ہو اور بندہ راہ مستقیم پر قائم ہی ہمیشہ اسکا شکر ختم نہین ہوسکتا۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث صحیح افلا اکون عبدا شکورا مین صریح اشارہ ہی کہ باوجود تمام گناہ اول و آخر بخشے جانے کے آپ استغفار کرتے اور فرماتے کہ بندہ شکر گزار بنتا ہون پس یہ معنے شکر کے ہین اور ہر حمد پر مزید نعمت ہوتی جاتی ہی اور یہ شکر قدیم ہی سوائے اسکے جسکو

اللہ تعالیٰ عزوجل معصوم فرما دے کہ وہ عاجز ہی بڑھاتا جاتا ہے اسلام پر ایمان واسپر احسان واسپر معرفت واسپر توحید ہے اور کافروں کی بحث
یہ سب بعید ہے واللہ ہو العزیز الحمید پھر استنارو ظلمت بیان فرمایا بقولہ

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنجَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ

اور یاد دلا کہ جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ یاد کرو نعمتیں اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر کہ تم کو چھٹکارا دیا فرعون والوں سے

يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي

کہ پہنچاتے تھے تمکو دیتے سخت عذاب اور ذبح کر ڈالتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور چھوڑ رکھتے تھے تمہاری بیٹیوں کو اور اسمیں

ع ۶ ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَ

تمہارے رب کی طرف سے انعام عظیم ہے اور جب صاف حکم دیدیا تمہارے رب نے کہ جب تم شکر کروگے تو میں تمہیں زیادہ دونگا اور

۱۳ لَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ وَقَالَ مُوسَىٰ إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن

اگر تم کفر کروگے تو بیشک میرا سخت عذاب ہے اور کہا موسیٰ نے کہ اگر کفر کرو تم اور جو کوئی

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

زمین میں ہے سب کے سب تو اللہ تعالیٰ بیشک غنی بے پروا تعریف کیا گیا ہے

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ یعنے اور جب حضرت موسے علیہ السلام نے اپنی اس قوم سے کہا جسکی طرف ارسال مقصود تھا اور وہ بنو اسرائیل تھے اور یہ اس وقت کہا کہ جب فرعون و قبطیوں کے ہلاک ہوجانے کے بعد یہ لوگ خود سلطنت کے مالک کیے گئے تھے کہ۔ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ عزوجل کی نعمتیں۔ إِذْ أَنجَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ جب تم کو آل فرعون یعنے قوم فرعون سے نجات دی جن کا یہ حال تھا کہ۔ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ تلاش کرتے و خواہش کرتے تمہارے لیے بُری طرح کا عذاب۔ چنانچہ ابتدائے سورۂ بقرہ میں بیان ہوچکا کہ بالکل قتل کردینا نہ چاہتے بلکہ طرح طرح کے بُرے کام لیتے و خوراک کم دیتے اور خاصکر بڑا عذاب یہ تھا جو بطریق عطف کے بیان فرمایا کہ۔ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ اور جو لڑکا تمہارے یہاں پیدا ہوتا اسکو قتل کر ڈالتے کیونکہ کاہنوں نے فرعون سے کہدیا تھا کہ بنو اسرائیل میں ایک لڑکا ہوگا جو فرعون کی ادشاہت تباہ ہونے کا سبب ہوگا اور پیچھے کو فرعون نے خدائی دعوے کرلیا اور حضرت موسے علیہ السلام کی رسالت کے بعد بھی فرعون نے ان میں یہ قاعدہ جاری رکھا کہ لڑکے کو قتل کرلے۔ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے بلکہ چاہتے کہ لڑکیاں زندہ رہیں کہ حتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ انکو لونڈیاں بنا کر خدمت لیتے اور شوہروں سے جدا رکھتے۔ باوجود اس کے بنو اسرائیل کو توفیق عطا ہوئی تھی کہ ایمان پر قائم تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ عزوجل نے انکو دنیا میں بھی تمام اسوقت کے اہل عالم پر فضیلت دی کہ کوئی انپر غالب نہ ہوسکتا تھا۔ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ اور اس معاملہ میں تمہارے رب کی طرف سے بلاء عظیم ہے۔ یعنے انعام عظیم ہے اور لغت میں بلاء بمعنے انعام مستعمل ہے پس بنظر انجام کار بعض علماء نے انعام سے تفسیر فرمائی ہے یعنے نجات دینا اور اس عروج پر پہونچانا جز انعام ہے اور بعض نے بنظر ابتدائی حالت جسکا بیان ہوا بلاء بمعنے ابتلا لیا یعنے اس مصیبت کے تم کو پہونچنے میں تمہارے رب کی طرف سے بڑا امتحان تھا مترجم کہتا ہے کہ بہر صورت اللہ تعالیٰ عز اسمہ کا فضل وانعام ظاہر تھا کہ فرعونیوں کی

سختی مین انپر صبر و تسکین دی اور ثواب آخرت مہیا کر دیا اور بعد نجات کے سلطنت مین عدل و استقامت و شکر گزاری و طاعت تھی اور ایک مقام پر بنواسرائیل کے حق مین فرمایا۔ وبلوناھم بالحسنات والسیئات لعلھم یرجعون یعنی ہم نے انکو بھلائیون کے ساتھ اور برائیون کے ساتھ دونون طرح امتحان مین مبتلا کیا کہ وے رب تعالے کی طرف رجوع لاوین۔ اسی واسطے حضرت موسی علیہ السلام کا قول بیان فرمایا۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ اور جب اعلان دیدیا صاف صاف تمھارے رب تعالے نے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ یعنے قسم اگر تم شکر کروگے اے بنواسرائیل تو مین تمھارے لیے بڑھاونگا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اور اگر تم ناشکری کروگے۔ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ تو میرا عذاب سخت ہے اسکے لیئے جو ناشکری کرے۔ انجام کار جو معاملہ بنواسرائیل مین واقع ہوا وہ یہ تھا کہ ایک مدت تک صلاحیت و پرہیزگاری پر رہے انکے علما و فقرا و بادشاہ نیک نہاد صالح عادل رہے پھر یہ لوگ بگڑتے گئے اور شہوات و فتنہ پھیلتے گئے اور پہلا فتنہ ان مین عورتون سے پھیلا کر زناکاری و فجور و نافرمانی و ترک نماز و بد اعتقادی بڑھتی گئی اور اسوقت سخت عذاب مین کئی بار مبتلا ہوئے اور آخر مین ہمیشہ کے لیے خوار کر دیے گئے۔ ربیع بن انس رح نے فرمایا کہ حضرت موسے علیہ السلام نے انکو آگاہ کیا کہ اگر تم اپنے رب کا شکر مانوگے تو تمھارے لیے اپنا فضل بڑھاویگا اور رزق مین برکت و وسعت دیگا اور عالم پر تم کو غالب کریگا اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تمھارے لیے اس آیت مین تم کو دنیا کے مال و متاع پر نہ لے جاوین یعنے رب تبارک تعالے نے دنیاوی مال و متاع و عیش و راحت کی اسقدر قدر نہین کی کیونکہ دنیا اللہ تعالے عز وجل کے نزدیک اس سے کہین زیادہ حقیر ہے بلکہ یہ معنے ہین کہ اگر تم طاعت و حسن معرفت کا شکر کروگے تو مین زیادہ معرفت دونگا۔ شیخ عز الدین نے کئی ایک مشائخ سے یہ معنے بیان کیے ہین اور یہ امر ظاہر ہے کہ دنیا کی وسعت و سلامتی مرد آخرت کو اسی وجہ سے زیادہ مرغوب ہے کہ وہ طاعت مین فارغ البال ہوتا ہے اور جس نے ایمان و معرفت کی قدر نہ جانی وہ دنیا کی قدر کرنے مین جاہل ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر میری نعمت کا شکر کروگے تو مین بڑھاونگا اور اگر کفر کروگے اسطرح کہ نعمت چھپاؤ اور انکار کرو تو عذاب دنیا اسطرح ہوگا کہ وہ تم سے چھین لیجاوے اور عذاب دیا جاوے اور لکھا کہ حدیث مین آیا ہے کہ بندہ کبھی گناہ کے سبب سے جو اُس نے کیا یا رزق سے محروم ہو جاتا ہے وقال الامام احمد حدثنا اسود حدثنا عمارة بن زاذان الصیدلانی عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سائل گذرا آپ نے اسکے لیے ایک چھوہارے کا حکم دیا اُس نے حقارت سے نہ لیا پھر دوسرا آیا اسکے لیے آپ نے چھوہارے کا حکم دیا اُس نے عزت سے لیکر کہا کہ سبحان اللہ یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے تب آپ نے باندی کو فرمایا کہ ام سلمہ کے پاس جا کر چالیس درم جو انکے پاس ہین لاکر اُسکو دیدے۔ قال الحافظ تفرد بہ احمد وعمارة بن زاذان رجل وثقہ ابن حبان واحمد ویعقوب بن عثمان وقال ابن معین صالح وقال ابو زرعة الرازی لا باس بہ۔ وقال ابو حاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ لیس بالمتین قال البخاری ربما یضطرب فی حدیثہ۔ وروی عن احمد ایضاً انہ قال روی عنہ احادیث منکرة وقال ابوداود لیس بذاک وضعفہ الدارقطنی وقال ابن عدی لا باس بہ انہ ممن یکتب حدیثہ۔ اور تفسیر قول لئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ اے لئن کفرتم لاعذبنکم عذابا شدیدا ان عذابی لشدید پس ادب سکھلایا کہ کفران و نافرمانی پر فوراً عذاب مت کرو چنانچہ یہ نہین فرمایا کہ اگر کفران کروگے تو تم کو عذاب کرونگا جیسے فرمانبرداری و شکر کی صورت مین اظہار فرمایا ہے بلکہ یون فرمایا کہ خوف کرو کہ میرا عذاب سخت ہے پھر حضرت موسے علیہ السلام نے تصریح کردی کہ یہ شکر یا عدم شکر تمھارے حق مین ہے اور اللہ تعالے عز وجل تمھاری طاعت و معصیت سے پاک ہے کما قال تعالے۔ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اور کہا حضرت موسے علیہ السلام نے کہ اگر تم کفر کرو۔ بلکہ اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

تم اور زمین پر جو رہتا ہی یعنی تم اور تمام عالم جمیعًا یعنی سب کے سب ناشکرے وکافر ہوجاؤ تو تم اپنا ہی برا کروگے۔ اللہ تعالےٰ تمہارے شکر وناشکری سب سے پاک ہی۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ اللہ تعالےٰ عزوجل بے شبہہ مستغنی وتعریف کیا گیا ہی اور صحیح مسلم مین حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تبارک وتعالےٰ کا فرمان ہمکو سنایا اور اسمین ہی کہ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے وپچھلے وآدمی وجن سب کے سب تم مین سے سب سے متقی ایک مرد کے قلب پر ہوجادین تو اس سے میری بادشاہت مین کچھ نہین بڑھیگا۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے وپچھلے وانسان وجن سب کے سب ایک وسیع میدان مین کھڑے ہون اور ہر ایک آدمی اپنی اپنی آرزو مین مانگے کہ مین ہر ایک کو اُسکی مرادین دیدون تو میرے خزانۂ غیب مین اس سے کچھ کمی نہوگی مگر جیسے سمندر مین سوئی ڈبونے سے پانی مین کمی ہو یعنی کچھ بھی نہین الحدیث پس پاک ہی وہ غنی حمید اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالےٰ نے تاریخ مین اور ضیاء نے مختارہ مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم روایت کیا کہ جو کوئی پانچ باتون کی توفیق دیا گیا وہ انکے مقابلہ مین پانچ نعمتون سے محروم نہوگا از انجملہ ایک یہ کہ جو کوئی شکر کی توفیق دیا گیا وہ زیادت سے محروم نہوگا اور حکیم ترمذی نے نوادر مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ جسکو شکر کی توفیق ہوئی وہ زیادتی سے محروم نہوگا۔ اور واضح ہو کہ مرد آخرت اول اپنے انعامات ایمان واحسان ومعارف وطاعات کو مقدم کیے شکر کرتا ہی پھر دنیاوی صحت وفراغت وجملہ نعمتون کا شکر کرتا ہی پس رب تبارک تعالےٰ سب مین زیادتی فرماتا ہی ف فی العرائس قولہ ان تکفروا انتم الآیہ۔ بیان فرمایا کہ ذوالجلال والاکرام پاک بے پرواہ ہی شاکرون کے شکر وکافرون کے کفر دونون سے اور شیخ نے لکھا کہ اسمین اشارت ہی کہ جب کہ اوسبحانہ تعم مخلوقات سے مستغنی ہی تو پروا نہین کہ انکو بخشدے اور سب کو دریاے رحمت مین غرق کردے کہ محمود قبل وجود خلق کے بذات پاک ہی اور مخلوق اسکی حمد وشکر سے عاجز معلوم ہی شیخ ابو صالح رح نے کہا کہ غنی وہ ہی جو ہمیشہ تھا اور ہمیشہ ہی اور مخلوق سے اسکا غنا بڑھا نہین بلکہ مخلوق محتاج کو غنی کردیا اور وہ بذات پاک غنی حمید ہی شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ایمان مین تاثیر قرب حق تعالےٰ کی نہین اور کفر مین تاثیر دور کرنیکی ولیکن جاری ہوچکا جو ہوچکا سعادت وشقاوت سے ازل مین پس ظاہری کفر وایمان کی صورت ہی نہ حقیقت اور درحقیقت حقائق وہ ہر فرد کے احکام ہین جو زمانہ سے پہلے جاری ہوچکے۔ پھر حق سبحانہ تعالےٰ نے مشہور متواتر علم کے موافق شاکر وکافر کے اعتبار کرنے کو فرمایا۔

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۙ وَالَّذِیْنَ

کیا تم کو نہین پہونچین خبرین اُن لوگون کی جو تم نے پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور وے جو

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا

انکے پیچھے ہوے کوئی انکو جانتا نہین سواے اللہ کے لائے تھے انکے پاس ان کے رسول کھلی نشانیان پھر پھیر لیے اُنھون نے

اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ

اپنے ہاتھ اپنے مونھون مین اور بولے کہ ہم منکر ہین اس چیز سے کہ تم بھیجے گئے ساتھ اُسکے اور بالضرور ہمکو تو شک ہین

مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

ڈالنے والا شک ہے اس سے جسکی طرف تم ہم کو بلاتے ہو انکے رسولون نے انسے کہا کہ کیا اللہ تعالےٰ مین تم کو شک ہی وہ پیدا کرنے والا آسمانون

وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ

وزمین کا وہ تم کو بلاتا ہی تاکہ تمہارے گناہون کو بخشدے اور تم کو باقی رکھے مقرری میعاد تک

Marfat.com

قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

بولے کہ تم نہیں ہو مگر بشر ہمارے مثل کہ چاہتے ہو کہ ہم کو روک دو ان چیزوں سے جنکو پوجتے رہے

آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

ہمارے باپ دادے پس لے آؤ کوئی کھلا غلبہ ہمارے پاس جواب دیا انکو انکے رسولوں نے کہ بیشک نہیں ہیں ہم مگر بشر مثل تمہارے

وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ

ولکن اللہ تعالیٰ احسان کرتا ہے جسپر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور ہم کو یہ کہاں پہونچتا ہو کہ ہم تمہارے پاس لادیں کوئی سلطان

إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ

مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے کہ ایمان والے بھروسا کریں اور ہم کو کیا ہوا کہ ہم توکل نہ کریں

عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ

اللہ تعالیٰ پر اور حال یہ کہ اُس نے ہم کو ہماری راہ دکھلائی اور قسم اللہ تعالیٰ کی کہ ہم صبر کرینگے اسپر جو تم نے ہم کو اذیت دی اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝

کہ بھروسا کریں بھروسا کرنے والے

شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ اپنی قوم سے کہا تھا اسی کا تتمہ یہ کلام بھی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے قولہ وذکرہم بایام اللہ کی تفسیر انعام اللہ اختیار کی تھی اور یہ بھی عرب کی بول چال میں مستعمل ہے پس جو حکم تھا کہ بنو اسرائیل کو ایام اللہ یاد دلادے یعنی اللہ تعالیٰ عز وجل نے اگلی امتوں قوم نوح وغیرہ پر دنیا کی صحت و نعمت وغیرہ کے اور رسولوں کے بھیجنے کے احسان کیے مگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا اور کفر کیا پس اللہ تعالیٰ عز وجل نے جو عزیز منتقم ہے انکو کس طرح ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کو یہ اخبار متواتر پہونچے پس انکو یاد دلانے سے عبرت ہوگی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ قصص بیان کیے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس قول میں تامل ہے اور مجاہد وغیرہم سے ایام اللہ کی تفسیر انعام الٰہی مروی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں سے اللہ تعالیٰ عز اسمہ نے عرب کے لیے عبرت فرمائی ہے اور مؤید اسکا یہ ہے کہ کہا گیا کہ توریت میں عاد و ثمود کا قصہ نہیں ہے اور مترجم کہتا ہے کہ توریت میں نہونا کچھ مضر نہیں جبکہ رسول نے انکو آگاہ کیا اور وہ ایک امر انمیں متواتر معروف تھا ولیکن اظہر یہی ہے کہ یہاں سے کلام مستانف ہے پہلے عرب کو انکے سامنے موجود رسالت حضرت موسیٰ علیہ السلام وان کا غائت مقصود کہ قوم کو ظلمات سے نور کی طرف لاوے بیان کیا جیسے قرآن مجید و رسالت خاتمہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصود ہے اور کفران نعمت مستوجب خسران ہونا اور اللہ تعالیٰ عز وجل کا غنی حمید ہونا ظاہر فرما کر عرب کو انکے ادہام پر ملامت فرمائی بقولہ۔ اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ کیا نہیں پہونچی تمکو خبر ان لوگوں کی جو تم سے پہلے تھے۔ یعنے خوب ظاہر متواتر خبر تمکو معلوم ہے اور ان کا آغاز و انجام و انکا واقعہ عبرت ناک یاد کرو اور بیان کیا کہ اگلی قَوْمِ نُوحٍ ایک قوم نوح تھی وَّعَادٍ اور دوسری عاد جن میں حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے وَّثَمُودَ اور تیسری ثمود قوم جنمیں حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور یہ عرب ہی میں تھے اور اسوقت تک انکی بستیوں کے نشان پائے جاتے تھے چنانچہ تبوک جاتے ہوئے قوم ثمود کی ویران بستی صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھی اور آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم نے انکوارشاد فرمایا کہ اس قوم پر جانے مین دلیری مت کرو روتے ہوئے وہان جاؤ اللہ تعالے غنی حمید ہے اور جن لوگون نے
قوم کے کنوین سے پانی بھر کر آٹا گوندھا اور ہانڈیان چڑھائی تھین جب پیچھے سے آپ مع اکابر صحابہ تشریف لائے تو ہانڈیون کی نسبت
حکم دیا وہ لوٹ دی گئین اور آٹا جانورون نے کھایا اور لشکر کو حکم دیا چنانچہ روانہ ہو کر ایک کوس کے فاصلہ پر ایک کنوین پر اُترے
اور فرمایا کہ یہ کنوان وہ ہے جس سے حضرت صالح وانکے ساتھی پانی پیتے تھے اور تالاب مین ناقہ کی راہ نالہ سے آمد اور دوسرے نالہ
سے لوٹ جانے کی لوگون کو دکھلائی پس عرب ان آثار سے خوب آگاہ تھے اور واقعہ عاد اور ثمود انمین معروف متواتر تھا صرف
جہالت یہ تھی کہ انکو وجہ ہلاکت وغیرہ سے علم نہ تھا اور یہ بسبب کمال جہالت اہل عرب کے تھا جو جانورون سے کسی طرح برتاؤ مین
کم نہ تھے سوائے اسکے کہ سخاوت وشجاعت اور صدق وامانت انمین ذاتی جواہر بیش قیمت تھے۔ ابو مجلز سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ مین انساب عرب خوب جانتا ہون فرمایا کہ تو نہین بتا سکتا اُسنے کہا کہ نہین بلکہ مین بتلا سکتا ہون فرمایا کہ بھلا
عاد وثمود اور اصحاب الرس اور درمیان کی بستیان جانتا ہے اُسنے کہا کہ مین ان سب کے انساب محفوظ رکھتا ہون پس آپ نے پڑھا
قولہ تعالے۔ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اور وہ لوگ جو ان اقوام نوح وعاد وثمود کے بعد ہوئے جنکو کوئی نہین جانتا
سوائے اللہ تعالے عزوجل کے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسکو پڑھا تو وہ شخص چپ ہو گیا۔ اور یہ بات بالکل یقینی ہے کہ کرورون آدمیون
کے ہزارون جھنڈ کون محفوظ کر سکتا ہے سوائے اللہ تعالے عز اسمہ کے لیکن اصول معروفین کا حال البتہ خاص خاص واقعات کا جو عام شہر
ہون بطور متواتر پہونچتا ہے اسی واسطے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ علم نسب کا دعوے کرنے والے جھوٹے ہین عروہ بن الزبیر
نے کہا کہ مین نے کسی کو نہ پایا جو معد بن عدنان کے اوپر نسب کے اجداد پہچانتا ہو یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اوپر قریب آٹھ پشت کے بعد
جہانتک بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے اس سے اوپر نسب معروف نہین ہے اور ابن عباس نے کہا کہ عدنان سے اوپر حضرت اسمٰعیل
علیہ السلام تک تیس اجداد ہین کہ نسب انکا معروف نہین ہوتا۔ اگر کہا جاوے کہ پھر قوم نوح وعاد وثمود کی خبر سے کیونکر انکو عبرت دلائی تو جواب
یہ ہے کہ عاد یا ثمود کے روساء اور ان کی نسبی قرابت نہ معلوم ہونے سے یہ نہین لازم آتا کہ عاد یا ثمود کا حال نہ معلوم ہو جیسے مثلاً کئی ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم
معلوم ہین اور ہر ایک کے انساب کی تفصیل ہم کو ٹھیک نہین معلوم ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء وغیرہم بوجہ خبر متواتر
کے قطعی معلوم ہین مگر اولاد ہر ایک کی جو اسوقت تک ہوئی فقط علم الٰہی عزوجل مین ہین کوئی نہین جانتا ہے بالجملہ عاد وثمود کا واقعہ ایسا ہولناک تھا
کہ برابر مثل طوفان نوح کے متواتر مشہور رہا اور بعد کے درمیانی قرون مین بھی شاید رسول آئے جنکا علم اللہ تعالے عزوجل کو ہے پس اللہ تعالے
عز اسمہ نے ان سب کا عبرتناک حال اسطرح بیان فرمایا کہ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اُنکے پاس انکے رسول مع بینات
کے آئے یا بینات لائے جس سے صاف صاف حق راہ نور اور باطل راہ ظلمات ظاہر کر دی اور معجزات قاہرہ دکھلائے پس انھون نے
رسالت صاف بیان کر دی۔ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ پس ان قومون نے اپنے اپنے رسول کو جھٹلایا۔
ابو عبیدہ نے کہا کہ جب کوئی شخص نہین مانتا اور جواب نہین دیتا تو کہتے ہین کہ ردیدہ فے فمہ۔ اپنے منھ پر ہاتھ رکھ لیا پس
ضرب المثل ہو گیا اور معنے یہ کہ قوم ایمان نہ لائی اور رسول کی بات نہ مانی۔ اخفش نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ قتیبی نے اس محاورہ مین
کلام کیا اور کہا کہ مراد یہ ہے کہ قوم نے دانتون سے اپنے ہاتھ دبائے اور یہ بسبب غیظ وغضب کے ہوا کیونکہ رسول نے شرک کو برا کہا اور اُن کے
بتون کو باطل بتلایا اور انکے افعال کو مذموم وقبیح کہا اور یہ بمنزلہ قولہ تعالے عضوا علیکم الانامل من الغیظ۔ اور یہان بجائے انگلیون کے ہاتھ

فرمایا جسمین دلالت ہے کہ سخت غصہ مین ہاتھ چباتے تھے اور باطل خیالات واعتقادات پر ایسے جمے تھے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے
یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بروایت ابوالاحوص وابوہبیرہ نقل کی اور کہا کہ اسی کو عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے
اختیار کیا۔ اور لکھا کہ مجاہد ومحمد بن کعب وقتادہ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ قوم نے رسول کو جھٹلایا اور اپنے مُنھ سے اُن کے نصائح کو رد
کر دیا۔ ابن جریر نے کہا کہ فی افواہھم اس صورت مین بمعنے بافواہھم ہے اور اسپر شعر عرب سے شاہد نقل کر دیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے
کہا کہ اس قول کی تائید آخر آیت سے ظاہر ہے کہ خاتمہ کلام پر فرمایا۔ قالوا انا کفرنا بما ارسلتم بہ وانالفی شک الآیہ پس گویا فردوا ایدیھم فی
افواہھم کی یہ تفسیر ہے عوفی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب قوم نے اللہ تعالےٰ کا حکم وکلام سُنا تو اس سے مضحکہ و
تعجب کیا اور اپنے ہاتھ اپنے مُنھون پر رکھ لیے اور جواب دیا۔ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ
شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ یعنے جو تم لائے ہم اُس کی تصدیق نہین کرتے کہ ہین اس مین قوی شک ہے بعض نے
کہا کہ قوم نے اپنے ہاتھ اپنے منھ پر رکھکر رسولون کو اشارہ کیا کہ خاموش رہو بعض نے کہا کہ اپنے ہاتھ رسولون کے منھ پر رکھے کہ مت کہو۔
مترجم کہتا ہے کہ قول اول یا دوم اقرب ہے۔ پھر اگر کہا جاوے کہ انھون نے اول کفر ظاہر کر دیا پھر کہا کہ شک قوی ہے۔ تو جواب یہ کہ انکار کیا
اور آخری مرتبہ یہ کہ قوی شک سے خالی نہین ہے اور مترجم کے نزدیک انکار وکفر تو انکو رسول کے ساتھ تھا اور شک اللہ تعالےٰ کے
ساتھ تھا اور یہ خود مصرح ہے پھر پریشان جوابات بیکار ہین۔ آیت سے ظاہر ہے کہ ان اقوام مین ویسی ہی جہالت تھی جیسے اسوقت نیچر کے
خیالات والے ہین جو اللہ تعالےٰ کے وجود سے منکر ہین اور عاقل اس مقام پر قطعی الیقین کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی قدرت کا تماشا دیکھتا ہے کہ
بیشک ہدایت اسی کی عجیب نعمت ہے کہ اسقدر ظاہر سے یہ لوگ منکر ہین۔ لہذا جواب مین رسولون نے بیان فرمایا۔ قَالَتْ رُسُلُهُمْ انکے رسولون نے
کہا اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ کیا تمکو اللہ کے لیے مین شک ہے۔ نہایت تعجب وملامت سے فرمایا۔ اسی واسطے تو دیکھتا ہے کہ امام الموحدین ابوحنیفہ
رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا ہے کہ توحید پر ایمان نہ لانے مین کوئی عذر نہین ہوسکتا۔ کیونکہ وہ نہایت واضح ہے پھر اسکے ساتھ دلالات محسوسات سے
تعریف فرمائی بقولہ۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عدم سے وجود مین لانے والا آسمانون وزمین کا۔ یعنے سب چیز محسوس کا جو
ان دونون کے درمیان مین ہے پس اپنے خالق ذوالجلال سے انکار کیونکر کرتے ہو جس نے تم کو عدم سے پیدا کیا اور ہوش گوش
مال واولاد سے تمپر احسان کیا۔ یَدْعُوْكُمْ وہ تم کو بلاتا ہے اپنی راہ نور کی طرف لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ تاکہ بخشدے
تمھارے ہی لیے تمھارے گناہون کو۔ یعنے ہم تم کو نہین بلاتے بلکہ ہماری رسالت سے وہی تم کو ایمان توحید کی طرف بلاتا ہے اور
حرف مِن بقول ابوعبیدہ صلہ زائدہ ہے پس اگلی امتون کے واسطے بھی ایمان سے سب گناہ معاف ہوجاتے تھے جیسے اس امت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے ہے لقولہ تعالےٰ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا اور یہی اخفش رحمۃ اللہ تعالےٰ کا قول ہے سیبویہ وجمہور بصریین نے جملہ مثبتہ مین
مِن زائد نہین جانا تو تبعیضیہ ہوا پس اس صورت مین یا تو بعض کے ذکر سے سب گناہ کی بخشش مراد ہو یعنے تم سے جو اسوقت تک شرک
ہوا اسکو بخشدے تو باقی گناہ بدرجہ اولےٰ بخشے جاوینگے اور یا یہ ہو کہ تمام گناہون کی بخشش مخصوص اس امت سے ہو اور اگلون کے بعض
معاف ہوتے ہون اور بعض نے کہا کہ مِن نہ زائدہ ہے نہ تبعیضیہ ہے بلکہ بدل کے معنے مین ہے یعنے تم کو بخشدے بعوض تمھارے گناہون کے یعنے
عذاب کے عوض تمپر رحمت فرما دے پس سب گناہ معاف ہونا لازم ہوگا اور امت محمدیہ کے لیے صریح آیات واحادیث مین منصوص ہے
کہ کافر نے چاہے کوئی گناہ کیے ہون اسلام سے معاف ہوجاتے ہین ولیکن قرضہ ادا کردے اور اگر وسعت نہ پائے تو امید ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت مین

Marfat.com

اس سے بھی اسکو نجات دیوے جیسا کہ احادیث مین دلیل موجود ہے بالجملہ رسولون نے قوم سے کہا کہ تم کو اللہ تعالےٰ مین شک کی گنجائش نہین اور ہمارے رسول ہونے مین بھی شک مت کرو ہم اپنی طرف سے نہین کہتے ہین بلکہ وہی ہماری زبان سے تم کو اپنی راہ کی طرف بلاتا ہے تاکہ گناہون کے عذاب کے بدل تمپر رحمت و مغفرت فرماوے وَيُؤَخِّرَكُمْ اور تاخیر دے تم کو بدون عذاب دنیاوی کے۔ اِلٰٓى اَجَلٍ ایک مدت تک مُّسَمًّى جو علم الٰہی مین تمھارے نیک چال چلن کی صورت مین مقدر فرمائی ہے یعنی اگر نہ مانوگے تو اس مدت سے پہلے ہی تمپر دنیاوی عذاب کا خوف ہے پھر کبھی عذاب سے رہائی نہ پاؤگے۔ اس جواب پر قوم نے یہ شبہہ کیا کہ اللہ تعالےٰ اگر رسول بھیجتا تو ملائکہ وغیرہ کو بھیجتا اور اُسکے لیے سلطنت و دولت و عیش و آرام ہوتا اور سب پر اُسکو غلبہ و شوکت و سلطنت ہوتی چنانچہ انکا جواب یہ ہے۔ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہنے لگے کہ نہین ہو تم مگر آدمی ہمارے مثل۔ اور اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو ملائکہ بھیجتا تم کو ہمپر کچھ فضیلت نہین بلکہ تم تو ہم سے زیادہ مفلس ہو جیسے قریش کہتے کہ اللہ کو قرآن اتارنا تو مکہ یا مدینہ مین سے کسی بڑے رئیس مالدار سلطان پر اتارتا۔ اور یہ نہین دیکھا کہ رسول کو دنیا کی کچھ خواہش نہین ہے وہ مفت خلوص کے ساتھ نیک اخلاق و اعمال بتلاتا ہے بلکہ یہ وہم کیا کہ ہم جو طرح طرح کی بداعمالیون سے خوب روپیہ کماتے ہین اور بتون کی مہربانی سے خوش و خرم ہین اُس سے ہم کو روکین چنانچہ صاف کہا کہ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا تم چاہتے ہو کہ ہم کو روکو یعنے جن دیوتاؤن کے ہمارے باپ دادا معتقد تھے اور پوجا کرتے تھے بس سے ہمکو باز رکھو اور تم بزرگ بن بیٹھو ہم تمھاری بات کبھی نہ مانینگے۔ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ یعنے اگر تم سچے ہو تو ہمپر کوئی کھلی حجت و غلبہ ظاہر لاؤ اور ہر ایک نے اپنی اپنی ہوسات کے موافق مانگا جیسے مثلاً قوم ثمود نے اونٹنی پہاڑ سے اور مانند اسکے حالانکہ انبیاء معجزات لائے تھے مگر عناد سے انپر التفات نہ کیا۔ اور اگر عقل ہوتی اور قسمت مین سعادت ہوتی تو انکی راہ سمجھکر عظیم قدرت سے دیکھتے پھر عجب کہ اونٹنی وغیرہ جن معجزات پر ہٹ کی تھی اسپر بھی ایمان نہین لائے تب عذاب سے ہلاک کیے گئے کیونکہ حق تعالےٰ نے حکم کر دیا کہ جو قوم اپنی ہٹ مانگے پھر دیے جانے پر ایمان نہ لاوے تو عذاب کیجاوے بالجملہ رسولون کا جواب نقل فرمایا۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ انکے رسولون نے انکو جواب دیا کہ۔ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ہم نہین ہین مگر تمھارے مثل آدمی یعنی صورت و ہیات مین بلاشبہہ ہم بھی تمھاری طرح ہین اس سے ہم انکار نہین کرتے ہین۔ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۞ ولیکن اللہ تعالےٰ عز اسمہ احسان کرتا ہے جسپر چاہتا ہے اپنے بندون مین سے۔ پس اُسکو اپنی قدرت سے جسطرح چاہتا ہے نبوت و رسالت دیدیتا ہے اس مین رسول کی عبادت وغیرہ کو کچھ دخل نہین بلکہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے۔ اس کلام سے صریح معلوم ہوا کہ جن بیوقوفون نے زعم کیا کہ آدمی کی نیکوکاری و فرمانبرداری سے اسکو نبوت ملجاتی ہے محض کفر و حماقت ہے بلکہ نبوت و رسالت کا درجہ فقط اللہ تعالےٰ کا فضل و امتنان و رحمت و احسان ہے کیونکہ نبوت کا حکم قدیم تھا جتنے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو نبوت کس وقت پر ہوئی آپنے فرمایا کہ مین نبی تھا اسوقت کہ ہنوز آدم درمیان پانی و مٹی کے تھے پس ظاہر ہے کہ اسوقت اعمال و طاعات کہان تھین اور اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالےٰ کا اسپر اجماع ہے اور صریح آیات اسپر دلیل ہین حتے کہ جو کوئی سمجھے کہ نبوت اپنی کوشش سے حاصل ہو سکتی ہے وہ کافر ہے۔ واضح ہو کہ جاہلون نے انبیاء کو صورت و شکل دیکھکر اپنے مثل خیال کیا حالانکہ یہان زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے مولوی روم رحمۃ اللہ تعالےٰ نے خوب کہا ہے۔ ہمسری با انبیاء برداشتند ۔ اولیاء را ہمچو خود پنداشتند۔ اور یہ ایک عجیب صنعت الٰہیہ ہے جہان عارف و عاقل کی عقل حیران ہے اور چونے کے پانی اور دودھ مین صورت باہم یکسان ہو مگر بڑا فرق ہے اس سے کہین زیادہ فرق کو فرمایا ان مین

Marfat.com

ہے اور وہ بغیر عقل وہدایت الٰہی کے ظاہر نہیں ہوتا لہذا انبیاء علیہم السلام نے کافروں کو سمجھایا کہ ہاں صورت میں ہم تم یکساں ہیں ولیکن معنے کو بھی غور کرو اور وہ اللہ تعالےٰ کی منت وفضل ہے جو اُسنے اپنے بندہ رسول پر فرمایا پھر معجزات کا جواب دیا کہ۔ وَمَا كَانَ لَنَا اور ہمکو یہ نہیں پہونچ سکتا کہ اَنْ نَّأْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ ہم تمہارے پاس کوئی سلطان یعنی معجزہ لاویں۔ یا جو آیات واحکام ومعجزات ہم لائے ہیں یہ ہماری طرف سے نہیں ہیں۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر باجازت وحکم الٰہی یعنی خالق قادر مختار وہی ہے جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے پس اس میں انکو صحیح معرفت و توحید سکھلائی کہ بندہ خالق ومختار نہیں ہے بلکہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالےٰ عزوجل چاہتا ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ اور فقط اللہ تعالےٰ ہی پر۔ فَلْيَتَوَكَّلِ چاہیے کہ توکل کریں۔ الْمُؤْمِنُوْنَ وہ بندے جو ایمان لائے ہیں۔ مومنوں کو اس سے تعلیم توحید مقصود ہے اور خود انبیاء علیہم السلام نے اپنی ذات کو بھی انھیں میں داخل کیا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا لَنَا اور ہم کو کیا ہے کہ۔ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ بھروسا نہ کریں اللہ تعالےٰ پر۔ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا حالانکہ اس نے ہم کو ہماری راہ کی ہدایت کی۔ یعنے راہ مستقیم جس سے ہم اُس کی رضوان ورحمت کو پاویں پس جیسے اُس نے ہم کو اس راہ کی ہدایت فرمائی ویسے ہی ہم اسی پر بھروسا کرتے ہیں کہ وہ ہم لوگوں کو تمہارے فتنہ وفساد سے بچاوے گا کیونکہ تمہارا مکر خود تمہارے حق میں وبال ہوگا اور ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے لہذا فرمایا۔ وَلَنَصْبِرَنَّ اور قسم ہے کہ ہم ضرور صبر کریں گے۔ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا اس اذیت پر جو تم سے ہم کو پہونچتی ہے۔ جیسے جھوٹا بنانا اور عناد وہر طرح کی دشمنی اور ٹھٹھول وزبان وہاتھ سے ہر طرح کی تکلیف دہی وغیرہ پس تمہارے نفوس ان بد اعمال کے کاسب ہیں جن کا انجام قہر الٰہی ہے اور مومنوں کے حق میں یہ امتحان ہے جسپر صبر کرنے سے انکو رضوان ورحمت ہے پس مضبوط عزم بیان کیا کہ ہم تمہاری اذیت پر صبر کرینگے۔ وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالےٰ ہی پر۔ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ چاہیے کہ بھروسا کرنے والے بھروسا کریں۔ پس معنے توکل کے یہ ہیں کہ نتیجہ وانجام کی اللہ تعالےٰ کی طرف سے دیکھی ہوتا۔ اور ظاہری بول چال میں یہ گفتگو رواہے کہ تم نے ہم کو ایذا دی ولیکن یقین رہے کہ خالق اللہ تعالےٰ ہے اور موذی کا نفس کاسب فعل ایذا رہی ہے بعض نے کہا کہ مومنوں کے توکل سے یہ مراد کہ اپنے دل میں یقین لاویں اور دوسرے مقام پر متوکلین کے توکل سے یہ مراد کہ پھر کسی آزار وایذا رہ پہونچنے سے توکل میں اضطراب نہو بلکہ خالق عزوجل پر بھروسا برقرار رکھیں۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ فاطر السموات والارض الآیہ۔ علم الٰہی محیط ہے کہ حوادث مخلوقات میں کوئی آنکھ نہیں جو قدم کو دیکھ سکے پس اپنی قدرت سے نشانیاں ہر طرح کی پیدا فرمائیں تاکہ قدرت کے واسطے سے چشم مخلوق اسکو پردہ التباس سے دیکھے چنانچہ اس قدرت کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ فاطر السموات الآیہ۔ پس انکو اپنی قدرت سے بصنعت عجیب پیدا کیا اور آثار عزت سے انکو چشم انسان میں اعتبار عظیم کر دیا اور جب ایمان باللہ عزوجل سے قلب کی آنکھ کھلی اور اُسنے دیکھا تو کہتا ہے ربنا ما خلقت ہذا باطلا بلکہ عجائب انوار قدرت اس سے ظاہر ہوتے ہیں وقولہ یدعوکم لیغفر لکم تمہارے نفوس سے تمکو اپنے آثار قدرت دیکھنے کو بلاتا ہے پس بندۂ مومن اپنے نفس کو مطیع کرتا ہے اور کافر اپنے آپ کو نفس کا مطیع رکھتا ہے پس دعوت حق تعالےٰ عزوجل اُسنے قبول کی جس نے نفس کی پیروی چھوڑ کر قدرت کاملہ میں نظر کی اور قلب حاضر کے ساتھ یقین بڑھا اور حق عزوجل نے عارف کو درجات صفات سے ترقی دیکر مشاہدہ آیات قرب کو پہونچایا پس قولہ یدعوکم لیغفر لکم کے یہ معنے ہیں ساتھی بات پر مغفرت فرمائی کہ ان آیات کے واسطے سے اسکو انھوں نے دیکھا حالانکہ بنظر فکر دیکھو تو کون گناہ اس سے بڑھ کر ہے کہ او سبحانہ ذوالعظمة والکبریاء خلاق علیم کو کسی واسطے سے طلب کیا جاوے سبحان اللہ دیکھو تمام وجود اسکے وجود میں حیران ہے اور اسکی بخشش جو تمام وجود میں غائب ہے اور یہ تبارک الاکبر جو جہتہ میں پیدا فرمایا ہے پھر غور کرو کہ یہ اشارہ ہے کہ تمکو بلاتا ہے اس لیے کہ اسکو پہچانو اسطرح کہ اپنے نفوس کو پہچانو اور دیکھو وہ

Marfat.com

سرا سرگناہ ہے اور جب تم نے اپنے نفوس کو پہچانا تو تمہاری تقصیرات اُسکے فضل مغفرت سے بڑھکر طاعات ہو جاوینگی۔ شیخ نوری نے کہا کہ خلق کو بذات خود اپنی ذات کی طرف بلایا اور اپنے ناموں پاک مین سے فاطر ذکر فرمایا کہ مفطورات ومخلوقات مین کسی چیز سے تعلق پیدا نکرین اور اشارہ فرمایا کہ فاطر آسمانون وزمین کا مین ہون ان مین کی چیز چاہو تو میرے پاس ہے اور اگر تم مجھے چاہو تو اُن کی طرف التفات مت کرو اور ان سے پھر کر میری طرف آؤ۔ بعض نے اس دعوت مین جس کا ثواب مغفرت عظیمہ ہے یون کہا کہ اللہ تعالے نے کسی کو اپنی طرف نہین بلایا اور نہ انبیاء نے اُس کی طرف دعوت فرمائی اور جو کوئی بلایا گیا وہ اپنے حظ ونفع کے لیے بلایا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ مقصود شیخ کا یہ ہے کہ ابتدائی دعوت گرفتاران نفس کے حظ نفس ہی کے لیے ہوتی ہے پھر جب کسی قدر اُن کی آنکھین روشن ہوئین تو انکے افعال مین اللہ تعالے کے واسطے خلوص ہوتا ہے کہ خود اُس کی درگاہ مین یعنی اپنی فناگاہ کی تناہ مین حاضر ہوتے ہین واللہ تعالے اعلم۔ قال الشیخ وقولہ تعالے قالت لہم رسلہم ان نحن الآیہ۔ سواد شخصی وار تحیل مین برابری صنعت عظیمہ الٰہیہ کی طرف سے واقع ہوئی ہے لیکن اوسبحانہ تعالے اپنی رسالت ونبوت وولایت کے لیے بندون مین سے جسکو چاہتا مختار کرتا ہے اور یہ اختیار وہی ہے جو ازل مین واقع ہوا اور اسی کا اب ظہور ہوتا ہے اور اسوقت کسی کا یہ وجود طاعت ومعصیت موجود نہ تھا پس اس نے اپنے علم قدیم سے جسکو چاہا خلعت کرامت وولایت ہبہ فرمایا ہے وہی استعداد معرفت رکھتے ہین اور وہی عبودیت قبول کرنے کے لائق ہین اور وہی دیدار مشاہدہ کے لیے مختار ہین اول تو تعریف تواضع ہے اور دوم خلعت حقائق ہے شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اپنے خواص بندون پر اس کثرت سے احسانات فرمائے ہین وہ شمار سے باہر ہین اور وہی انکی شکرگزاری سے عاجزانہ شاکر ہوتے ہین از انجملہ چند یہ ہین کہ اول انکو توحید سے مشرف کیا پھر معرفت دی پھر ان مین رسول بھیجے پھر انکا اپنا بندہ نام رکھا پھر ہر سانس مین انکے اوپر ایک نعمت ہے پہچانین یا نہ پہچانین۔ سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تلاوت قرآن مجید واسکی سمجھ بھی بندے پر ایک بڑا احسان ہے۔ استاد رحمۃ اللہ تعالے نے علامہ تفسیر فرمائی کہ ہم تمہاری صورت کے آدمی ہین ولیکن ہم مین اس نے ایک کان دل دیا اور معرفت اور تمکو نہین دیا اور ہم کو اپنی رحمت کے واسطے خالص کیا اور تمکو قہر کے واسطے مردود کیا۔ قولہ تعالے ومالنا ان لا نتوکل علی اللہ الآیہ۔ اول آیت مین حق سبحانہ تعالے نے اپنے رسولون سے خبر دی کہ انھون نے اقرار کیا کہ ہم کو رب تبارک وتعالے کی مملکت مین تصرف کا اختیار نہین اور ہم کوئی معجزہ نہین لاسکتے ہین مگر جب ہی کہ وہی ہم مین تصرف فرماوے اور اس مین آگاہ فرمایا کہ انھون نے قوم کی ایذا وآزار کے تحمل سے بھی عاجزی کا اعتراف کیا اور اسی کی طرف رجوع لائے کہ اسی نے ہم کو معرفت نفس واُس کی ہستی کو راہ نور مین ظاہر کیا اور وہی ہادی اولیاء وناصر اصفیاء ومعین احباء ہے یہی ہمارا توکل ہے جو اُس نے پیدا کر دیا اور تمہاری ایذا سے تحمل ایک ظہور قربات ہے کیونکہ تم مظاہر قہر ہو پس ہم اسی کی طرف رجوع لاتے ہین کہ تحمل ہو پس ہمارا توکل نہ ہمارے ساتھ ہے بلکہ اُسی کے ساتھ ہے اور قولہ سبلنا مین نسبت سبل ان کی جانب ہے حالانکہ صراط العزیز الحمید وہی راہ مستقیم واحد ہے اسمین اشارت ہے کہ ہر ایک کے نفس کا مرجع بقدر وسعت وہی ہے اور قول شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف راہین بعدد انفاس خلائق ہین اور سب بند ہین صرف اسی نفس کی راہ کھل جاتی ہے جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے کو اختیار کیا۔ پس شیخ نے اسی معنے کو اشارہ قرار دیا ہے اور لکھا کہ جن لوگون نے ان راہون کو اختیار کیا تو اپنے رب تبارک وتعالے کو ورا اس راہ کے پایا قول یہ مقام مشکل ہے اور واللہ اعلم معنے یہ ہین کہ راہین پردہ عبودیت ہین اور اللہ تعالے راہ وراہی دونون سے پاک ہے ولیکن کشف حجاب بندہ کی اسی راہ پر مخصوص ہے اور تو سمجھ جانا کہ ایک رات دن کے فرائض وواجبات ادا کرنا روح کے واسطے کسقدر دور دراز سفر طے کرنا ہوتا ہے اور یہی راہ دی مسافر ہے فافہم اسی واسطے شیخ نے کہا کہ جب اس راہ پر چلے اور ہم نے صفات وذات کی معرفت پائی تو ہم اسی پر توکل کرتے ہین اور نہ اپنے نفس پر قائم ہے شیخ حسین

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک توکل کیا ہے فرمایا کہ موارد قضاء الٰہی کی تحت میں بالکل خاموش ہو حاتم اصم رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اس کلام پاک کی تفسیر یہ ہے کہ ہم اللہ تعالے عزوجل پر کیونکر بھروسا نہ کریں کہ اس نے ہم کو اسلام وہدایت عطا فرمائی شیخ ابو العباس ابن عطاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تجربہ پر بھروسا کرنا مکر وفریب ہے اور عادت کے طور پر تصدیق ایک التباس ہے مترجم کہتا ہے کہ قولہ ولنصبرن علے ما اٰذیتمونا میں اشارہ ہے کہ خالص بندگان حق عزوجل نے نفوس کفار جو قہریات کماتے ہیں اُن کے باقی رہنے پر بپناہ حضرت قہار عزوجل کے ساتھ انھوں نے توکل کر لیا تھا کاش اسی پر کفار اکتفا کرتے اور نہ چاہتے کہ مظاہر رحمت کو میٹ دیں ولیکن جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے کہ آخر کفار نے قدم بڑھایا یعنے کاش اگر مومنوں کو پیٹنا سچا ہتے تو شاید بچ جاتے ولیکن ایذاء کے بعد قتل پر آمادہ ہوئے تو خود مٹ گئے بقولہ تعالے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ

اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا تھا اپنے رسولوں سے کہ ہم ضرور تم کو نکال باہر کرینگے اپنے ملک سے یا تم پھر آؤ ہماری ملت میں

فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ

پس رسولوں کی طرف وحی فرمائی انکے رب نے کہ بقسم ہم میٹ دینگے ظالموں کو اور ضرور ہم تمکو بسا دینگے اس ملک میں بعد ظالموں کے

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ

یہ فضل اسکے لیے ہے جنے میری عزت سے خوف کیا اور وعدہ عذاب سے ڈرا اور انھوں نے فیصلہ چاہا اور خوار ہوگیا ہر ظالم

عَنِيْدٍ ۝ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا

سرکش اسکے ورے جہنم ہے اور پلایا جاتا ہے پیپ لہو یعنے کچ لہو جسکو گھونٹ گھونٹ پیتا ہے اور نہیں

يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ

ہتا کہ نگلے اور آتی ہے اسپر موت ہر ایک ٹھکانے سے اور نہیں ہے وہ مرنے والا اور اسکے ورے

عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝

عذاب بہت سخت گران ہے

اس سورہ میں حق تعالے نے اگلوں رسولوں کے ساتھ کافروں کا برتاؤ اپنے ملک سے نکالنے کا یا کافر ہولے کا مجمل بیان فرمایا جیسے مفصل دیگر آیات میں مانند قولہ لنخرجنک یاشعیب والذین آمنوا معک من قریتنا الآیۃ وقولہ اخرجوا آل لوط من قریتکم لہذا حق تعالے نے قریش کے مشرکوں سے آگاہ فرمایا وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منہا واذا لا یلبثون خلافک الا قلیلا سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا الآیہ وقال تعالے واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک الآیہ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ کو خبر غیب سے آگاہ فرما دیا تھا کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جس طرح ان کی اقوام کافرہ نے کیا وہی تیرے ساتھ مشرکین قریش کرینگے یہ سنت اگلے انبیاء کی ہے اور بقولہ تعالے تشابہت قلوبہم ۔ سے مشرکین عرب کے دلوں کی مشابہت اگلے کافروں سے ظاہر کردی تھی بالجملہ یہاں بیان فرمایا کہ جب رسولوں نے جو اپنی قوم کے لیے رحمت تھے غایت شفقت سے یہ عزم کر لیا کہ قوم کی ایذاء پر صبر کریں تو قوم بدبخت نے اسپر اکتفا نہ کیا کہ ایک تو انکو جھٹلایا اور خالص نصیحت کے عوض انکو لعن وطعن کیا اور انکی شفقت کے عوض انکو اذیت دی

Marfat.com

بلکہ زیادہ جرأت کرکے انکو سیٹ دینا چاہا۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا یعنے قوم جو ازلی بدبخت جہنمی کافر تھی انہوں نے۔ لِرُسُلِهِمْ اپنے اپنے رسول سے کہا کہ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا ہم بالضرور تم کو اپنی زمین سے نکال دینگے۔ أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا یا تم ہماری ملت میں عود کرو۔ یعنے ہماری ملت پر اب ہو جاؤ کیونکہ رسول کبھی اُن کی ملت پر نہ تھا یا شاید قبل بعثت کی عمر کے کفار اس کو اپنی ملت پر سمجھتے ہونگے اسی وجہ سے قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صابی یعنے دین سے پھر جانے والا سمجھے اور شاید کہ یہ تہدید مومنوں کو ہو اور پیشوائے مومنین کو اصل قرار دیا۔ بالجملہ قوم ملعون نے رسول کو کہا کہ یا تو ہماری ملت پر ہو جاؤ یا ہم تم کو نکال باہر کرینگے اب غور کرو کہ رسول اسی زمین کے واسطے مخصوص تھا کہ بغرض الٰہی تعالےٰ ادائے رسالت کو بعبودیت ادا کرتا تھا۔ اور وہ اس قوم کے لیے عین رحمت تھا اور کافروں کی ملت عین قہر پس کافروں نے اپنے حق میں دونوں طرح یہ چاہا کہ وے خالص قہر میں رہ جاویں اور یہی عین عذاب ہے حتے کہ اگر ایسا نہ کرتے تو دنیاوی عذاب سے بچتے اور دعویٰ یہ کیا کہ ہم باختیار خود ان دو باتوں میں سے ایک کرینگے پس قہر نازل ہوا۔ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پس وحی بھیجی رسولوں کی طرف انکے رب نے یہ کہ۔ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ہم ہلاک کرینگے ظالموں یعنی کافروں کو۔ یہ جواب کافروں کا ہے کہ تمہارا کہنا باطل تھا بلکہ ہم اپنی زمین سے تم کو نکالینگے اور یہ نکالنا ظالموں کے حق میں بہت ہی خراب ہوا اور ظالم کا ظلم اس کی جان کے اوپر ہو گیا اور حضرت قادر مختار جل سلطانہ نے کافروں کا الٹا کیا کہ۔ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِن بَعْدِهِمْ اور ہم تم کو بساوینگے کافروں کے نکال دینے کے بعد بیشک زمین اسیکی ہے بندے مخلوق اسی کے ہیں وہ جو چاہے کرے۔ وقال تعالےٰ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون. وقال تعالےٰ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون الآیہ۔ وقال تعالےٰ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی الآیہ۔ یہ سب آیات کفار قریش کو معجزات تھیں حتے کہ انہوں نے نرمانا اور رحمۃ عامہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالا اور آخر چند روز میں اللہ تعالےٰ نے قریش کو بالکل مغلوب کر دیا۔ ف دیگر انبیاء کو انکی قوم نکالنے نہ پائی اور ہلاک کی گئی اور کیا نکتہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قریش نکالنے پائے تو اس میں نکتہ یہ ہے کہ اور انبیاء فقط اسی قوم و زمین کے لیے مخصوص ہوتے تھے اور آنحضرت صلعم کی بعثت تمام جہان کے لیے عام تھی پس تمام جہان آپ کے قدم سے سایۂ رحمت میں تھا اور اگر قریش کے واسطے ازل میں رحمت مقدر نہ ہوتی تو ہلاک ہو جاتے پھر رسولوں و مومنین کے لیے اللہ تعالےٰ عزوجل نے مفروض فرما دیا ہے کہ غالب رہیں اسی واسطے حدیث میں آیا کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ غالب رہیگا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ آجاوے۔ پھر یہ نصرت دنیا میں کن بندوں کے لیے ہوتی ہے تو حق تعالےٰ نے فرمایا۔ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي یہ فضل اس شخص کے لیے ہے جو ڈرا میرے مقام سے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے مقام ہے چنانچہ فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ جس نے مقام رب سے خوف کیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ اور مراد مقام سے حد الٰہی ہے یعنی جو حد اللہ تعالےٰ نے مقرر کر دی ہے وہیں مقام کرے آگے نہ بڑھے پس جس نے خوف کیا اُس مقام کا وَخَافَ وَعِيدِ اور ڈرا اُس وعدۂ عذاب سے جو اس مقام سے تجاوز کرنے پر مقرر فرمایا ہے تو وہ دنیا و آخرت میں معزز و منصور ہے۔ مفسرین نے کہا کہ قولہ ذلک لمن خاف الآیہ کلام معترض ہے جس سے اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا کہ دنیا کی نصرت و غلبہ ان مومنوں کو ملیگا جنکے اعمال ظاہری و باطنی حدود شرع پر مستقیم ہوں پھر واقعہ انبیاء بیان فرمایا۔ وَاسْتَفْتَحُوا یعنے وحی الٰہی عزوجل بوعدۂ نصرت پہونچنے کے بعد رسولوں نے کافروں کے درمیان فیصلہ چاہا کما فی قولہ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق۔ مطلب وحی پہونچنے کے بعد کچھ دنوں تاخیر کی گئی اور کافروں نے نڈر ہو کر بے ادبیاں کیں آخر

رسول نے بخیال مومنین کے فتح کی دعا مانگی پس وعدہ پورا فرمایا۔ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ اور خوار ہو گیا ہر سرکش عناد کرنے والا یعنی حق سے ایک طرف ہو کر چلنے والا اور وہ قوم کافر تھی جنھوں نے رسولون پر تکبر کیا تھا اور خیبت ناامیدی کی خواری اور ان کافرون کے حق مین یہ خیبت نہایت سخت تھی جسکی انتہا نہین چنانچہ دنیا مین جن چیزون کی وجہ سے نفس کی خواہش مین کفر کیا اس سبب سے محروم ہو کر بری طرح ہلاک کیے گئے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ۔ مِّن وَرَآئِهِۦ جَهَنَّمُ۔ اسکے درپے جہنم ہی۔ یعنے ہلاکت دنیاوی کے بعد ہی جہنم مین پڑا اور یہ جہنم عذاب قبر سے جس مین قیامت تک رہیگا متصل ہی پس رسول خالص ناصح امین کی بات نہ مانی اور اپنے نفس کی پیروی کی جسکا یہ انجام ہوا کہ نفس نے جن خواہشون کے لیے اسکو مہربان ناصح کا دشمن بنایا تھا وہ خواہشین برباد ہوئین اور بجائے انکے ہلاکت وخواری ہمیشہ کے لیے نصیب ہوئی یعنی اچانک عذاب دنیاوی یا موت سے وہ قبر کے آتش خانہ مین پڑا اور وہین سے عذاب جہنم نظر آتا ہی جسکے خوف سے دعائین مانگیگا کہ قیامت بہت دیر مین آوے مگر بیفائدہ پھر سامنے عذاب جہنم ہی۔ وَيُسْقَىٰ مِن مَّآءٍ صَدِيدٍ اور پلایا جائیگا کچ لہو سے یہ کافرون کی کھال وغیرہ سے بہکر جمع ہو گا محمد بن کعب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زانیہ عورت ومرد کی فرج سے کچ لہو بہیگا وہی پینے کو پاویگا جب پیاس سے بیتاب ہو گا۔ يَتَجَرَّعُهُۥ اسکو گھونٹ گھونٹ لیگا۔ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُۥ اور لگتا نہین کہ حلق سے بآسانی اُتار جاوے یعنی ناچار بسبب شدت پیاس کے اتاریگا ولیکن بڑی مشکل سے۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ ماء صدید کافر کے منھ سے قریب کیا جاویگا پس اُسکی بدبو اور حرارت سے مبتلا ویگا اور زیادہ نزدیک ہو گا تو اسکا چہرہ جھلس جائیگا اور سر کی کھال گر پڑیگی اور جب پی جائیگا تو اسکی آنتین کٹکر پیخانہ کی راہ نکل جاوینگی اور پڑھی یہ آیت وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمہل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا۔ رواہ احمد والنسائی والترمذی وابن ابی الدنیا وابو یعلی وابن مردویہ والبیہقی وابو نعیم فی الحلیہ وصححہ یہ سب ان خواہشون کا نتیجہ ہوا جنکے مزہ مین اپنے خالق تبارک تعالیٰ سے کفر کیا تھا اور یہان کی زندگی وموت کو وہان پر قیاس کرنا جہالت ہے کیونکہ خالق جل شانہ نے وہان موت نہین رکھی چنانچہ فرمایا۔ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ اور آویگی اُسپر موت ہر جگہ سے۔ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ حالانکہ وہ مرنے والا نہین ہے یعنی آنتین کٹ کر گرنا اور کھال سڑ کر گر جانا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونا ان سب حالتون مین شدت کی تکلیف ہو گی ولیکن بدستور کھال وآنتین ہوتی جاوینگی اور پھر وہی عذاب ہو گا وہ ہرگز مریگا نہین بلکہ ایک سے ایک عذاب جس سے دنیا مین منکر تھا اُسپر طاری ہو گا چنانچہ فرمایا وَمِن وَرَآئِهِۦ عَذَابٌ غَلِيظٌ اور اس کے ورے عذاب سخت ہے یعنے ہر ایک عذاب منتہی نہین ہوا بلکہ دوبارہ درست ہو کر بھاری عذاب یاد دے گا اور جس جسم کے لیے دنیا مین کفر کیا تھا اُسکے عوض یہ تکلیف اُٹھاویگا اور جو جسم دنیا مین صرف اللہ تعالیٰ عزوجل کے احکام بجالانے پر پاک ہو جاتا اُس کو یہان اس آسانی سے پاک نہ کیا اور اس تکلیف کو شاق سمجھا آخر اپنے نفس کو اس عذاب مین مبتلا کیا۔ ف فی العرائس قولہ ذالک لمن خاف مقامی وخاف وعید۔ جب اہل کرامت بندون کے موافق حکم دیا تو ان پر یہ احسان رکھا پھر اُنسے شکر چاہا اسطرح کہ طاعت ومتابعت کرین اور عصیان سے باز رہین اور انکو اپنے قرب سے دور ہونے اور اپنے عظیم مقام سے خوف دلایا اسکا مقام عظیم یہ ہی جو اس نے فرمایا افمن ہو قائم علی کل نفس الآیہ یعنی ہر نفس وہر وجود کو محیط اور ہر ایک اسرار ونیات سے علیم وخبیر ہی جو کام کسی نفس سے ظاہر ہوا سب اسکے علم مین ہی اور ہر غافل کی غفلت اسکے علم مین ہی وہ متفاوت شان سے مریدین پر قائم ہی اور یہ تفاوت اہل ارادت کا تفاوت ہی ورنہ اسکا علم سب کو یکسان محیط ہی چنانچہ ابتدائی اہل ارادت پر اسکا مقام بجبر وتہدید ہی اور اہل محبت پر ہیبت و

Marfat.com

تعظیم اور اہل عرفان پر باجلال وحیا اور اہل توحید پر غلبۂ سطوات کبریا اور اہل انس وشوق وعشق پر کشف مشاہدۂ جمال وجلال ہے اور اس مقام پر مقام الٰہی سے خوف اور اسکی طرف سے لعنت وفراق کا ڈر صرف اہل انس کا منظر ہے کہ کشف مشاہدہ سے خالی ہیں اور نہایت دقیق اشارہ یہاں یہ ہے کہ مقام الٰہی القدم فی القدم اور بقار فی البقار ہے اور یہ مقام معدن الوہیت ومنبع سر ذات ہے اور اس سے خوف وہیبت واجلال ہے اور یہ مقام ربوبیت فی الربوبیۃ ہے کیونکہ حادث نزول سطوات عظمت میں متلاشی وپارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ واضح ہو کہ خالق عز وجل نے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق کے خیال میں کسی چیز کی کوئی عظمت نہیں آسکتی جو اسکو اپنے خالق عز وجل کی ادا کرنی چاہیے جب غور کرے کہ ہم کو اُس نے پیدا کیا ہے اور یہی طریقہ ادب وتعظیم عبودیت ہے پس غور کرو کہ کتنا بڑا جرم عظیم ہے کہ ادب میں قصور ہو اور کتنا بڑا گناہ ہے کہ عبادت میں قصور ہو پھر کیسا بے انتہا گناہ کہ خالق عز وجل سے انکار ہو تو جتنے افعال منکر کے ہونگے سب بدکاری جبکہ اصل انکار سے بڑھ کر کوئی بدکاری نہیں اگرچہ بعض کافر کے فعل سے دوسری مخلوق کو راحت پہونچے لہٰذا حق تعالےٰ نے

کافروں کے اعمال کا باطل ہونا بیان فرمایا

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ

مثل ان لوگوں کے جنھوں نے کفر کیا اپنے رب سے انکے اعمال جیسے راکھ کہ اسکو ہوا جھکوڑے سے اُڑا لیگئی ایسے روز

عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝

کہ ہوا جھکولے والی تھی نہیں قابو پاوینگے اپنے کمائے ہوئے میں سے کسی چیز پر یہ جو حال ہے یہی گمراہی بہت دور کی ہے

اکثر کفار مانند کفار قریش کے اپنی رائے وعام رواج سے نیک کام ادا کر کے اہل توحید سے اپنے آپ کو افضل جانتے ہیں حالانکہ جس نے خالق سے کفر کیا اُس کے اعمال اُس کے نفس کے پسندیدہ ہیں اور ثواب انھیں اعمال میں ہے جنکو خالق عز وجل نے پسند فرمایا ہے لہٰذا بطور مثل کے بیان فرمایا اور مثل عرب میں ایسی بات کو کہتے ہیں جس میں کوئی غرابت وعجب ہو فقال تعالےٰ۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ اے مثل اعمال الذین۔ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا۔ اَعْمَالُهُمْ انکے کاموں کے مثل عجیب یہ ہے كَرَمَادِ ِاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ جیسے راکھ کہ اسپر ہوا کا سخت جھونکا آیا۔ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ایسے دن میں کہ وہ دن گرم اندھڑ کا تھا پس ظاہر ہے کہ راکھ کا کہیں نشان بھی نظر نہ آویگا۔ یوں ہی کافروں نے جو کام کیے مانند صدقہ وصلہ رحم ووالدین کے خدمات وقیدیوں کا چھڑانا اور رہائی کرنا وغیرہ جو اللہ تعالےٰ کے حکم پر بجالانے میں ثواب جمیل کے کام ہیں یہ سب اللہ تعالےٰ کے کفر وشرک کے ساتھ بیکار جانے میں جیسے اندھڑ کے دن ہوا کا جھونکا راکھ اڑا دے۔ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ جو کچھ کمایا تھا اس میں سے کسی چیز پر قابو نہ پاوینگے۔ یہ نہایت درجہ کا ٹوٹا ہے کہ ان اعمال کا بھی وجود نہ ہوگا حالانکہ اگر ہوتا تو اسوقت فائدہ تھا کہ جب قادر مطلق عز وجل کی قبولیت سے ثواب ملتا اسی واسطے فرمایا۔ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ یہی گمراہی بعید ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو مخلوق میرے ساتھ غیر کو شریک کرتی ہے تو میں سب شریکوں سے پاک بے پرواہ ہوں پس جس نے میرے ساتھ شرک کر کے کوئی کام کیا وہ اس کا ثواب اس کے پاس ڈھونڈھے جسکو شریک بنایا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی ذات وصفات پر ٹھیک اسطرح ایمان لانا جسطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اور قرآن پاک میں آیا ہے توحید ہے اور دل سے اسکو یقین رکھے اور یہ ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں جمع ہے یعنی الوہیت سوائے اللہ تعالےٰ عز وجل کے کسی کو نہیں ہے اور الوہیت میں سب صفات الٰہی تعالےٰ

داخل ہین مثلاً وہی خالق رازق قادر مختار علیم وخبیر سمیع وبصیر ہے جو وہ چاہتا ہو وہی ہوتا ہے اور دنیا ہین جو اسباب ہین ان مین جب وہی تاثیر فرماتا ہو تو فعل ہوتا ہو پس اگر کسی دوسرے کو پیدا کرنے والا جانے یا اسکی طرف سے رزق ملنا گمان کرے یا مانند اسکے تو وہ مشرک ہو اور کترہ یہ ہے کہ جو اس کا جی بکے وہ کرے اگرچہ اس مین اللہ تعالے کی نافرمانی نہ ہو تو جو لوگ اللہ تعالے سے منکر ہین حالانکہ اسی نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا تھا یا اسکے ساتھ شریک بناتے ہین وہ اپنا خدا دوسرا بناکر اسکے واسطے کام کرتے ہین تو ان کا یہ کام گمراہی بعید ہوا اور جیسے انکے بنانے سے وہ خدا نہ بنا اسی طرح اسکی شرکت سے یہ کام بھی ثواب کا کام نہوا بلکہ بیکار گیا۔ واضح ہو کہ بعض علماء نے کہا کہ مشرکون کے وہ اعمال جو نیک صورت مین ہین دنیا وآخرت مین برباد ہوتے ہین اور انکا کچھ ثواب نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ہان ولیکن یہ بیان مجمل ہے اور تفصیل اسکی یہ ہو کہ کافرون ومشرکون کے اعمال کسی حال مین اعمال حسنہ نہین ہین یعنے ویسے اعمال نہین ہین جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتے ہین اور یہ تو بسبب شرک وبدنیتی کے ظاہر ہے پس انکا ثواب کچھ نہین ہوتا اب رہا یہ کہ دونون جہان مین سے کسی جہان مین کچھ فائدہ ہوتا ہے یا نہین ہوتا تو جواب یہ ہو کہ اعمال دو طرح کے ہین ایک تو وہ جنکو دے لوگ اعمال عبادت خیال کرتے ہین جیسے بتون کے سامنے سجدہ کرنا اور رات بھر ان کا نام لینا اور حضرت عیسے علیہ السلام کی تسبیح وتعریف پڑھنا باعتقاد شرک اور مانند اسکے تو یہ اعمال بالکل برباد ہین جنکا کچھ فائدہ نہین ہو بلکہ اسکی شامت وعذاب مین دنیا بھی برباد ہوتی ہو اور دوسری قسم وہ اعمال ہین جنسے دوسری مخلوقات کو کچھ فائدہ پہونچتا ہے جیسے صدقات دینا اور قرابتیون کی خبرگیری کرنا اور شفاخانہ جاری کرنا اور مانند اسکے دیگر افعال تو اس کا صحیح حکم بدلیل آیات واحادیث یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین اس کا فائدہ انکو پہونچ جاتا ہے اور فنا ہو کر آخرت مین اسکی نیت شرک کا وبال انپر باقی رہتا ہے۔ اور فتاوے مین ہے کہ اگر کسی ذمی نے اپنی قرابت پر وقف کیا تو باقی رکھا جاوے اور اگر بت کی زیارت وغیرہ کے واسطے وقف کیا تو باطل کرکے اُس کی قوم کے فقیرون پر وقف قرار دیا جاوے فافہم پھر کفار کو مقہور تحت قدرت اور فنا کے لیے مستعد یقین دلایا بقولہ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ

کیا تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالے نے پیدا کیا آسمانون کو اور زمین کو حق کے ساتھ اگر چاہے تم کو لے جاوے اور لاوے مخلوق

جَدِيدٍ ۝ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝

نئی اور نہین ہو یہ بات اللہ تعالے پر کچھ عزت والی

اَلَمْ تَرَ کیا تو نہین دیکھتا۔ یہ خطاب بعض نے کہا کہ ہر ایک کافر کو ہے بقرینہ یذہبکم اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کرکے امت کو فہمائش ہے اور بعض محققین نے کہا کہ اصل مقصود کفار کو تہدید ہے ولیکن خوش اسلوبی سے دیکھنے والے رسول یعنی محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا اور اندھے کافرون کو اس کے نتیجہ سے ڈرایا یعنے تو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم بکمال نور نبوت دیکھتا ہے کہ۔ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بیشک اللہ تعالے عز وجل نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ یعنے بے نظر بندی و باطل نہین ہے جیسا کہ نیک بندون نے کہا کہ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ بلکہ حق و صنعت کاملہ الٰہیہ ہے جس سے اہل کفر اندھے واقف نہین ہین اور وہ دنیا کی زندگی لہو ولعب پر غرہ ہو کر آغاز وانجام سے بے فکر اور خالق عز وجل سے شرک کرتے ہین حالانکہ اس کے سوائے کوئی خالق نہین بھلا کسی نے کچھ پیدا کیا ایک پتی بھی نہین پھر قدرت

بالکل خالق عزوجل ہی کو ہے اور باقی سب اُسکے حکم و قیومی پر ہین جب چاہے فنا کر دے۔ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡهِبۡكُمۡ اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دیوے اے کافرو۔ پس ڈرو اس سے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور اسی کی عبادت کرو اور دنیاوی زندگی پر غرہ مت ہو اور گناہ مت کرو کہ وہ جب چاہے تم کو مٹا دے۔ وَیَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ اور لاوے نئی مخلوق جو لیکے ساتھ شرک نہ کریں اور اسی کی عبادت کریں کیونکہ جس نے بغیر کسی نمونہ کی ابتدا مین ایسے بڑے بڑے اجسام عجیب صنعت کے ساتھ کہ وہان عقل حیران ہے کام نہین کرتی ہے پیدا کر دیے تو دوبارہ پیدا کرنا اسپر کچھ مشکل نہین اور ایسے ہی دیگر مخلوق پیدا کرنا اسپر بہت آسان ہے کما قال تعالے وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیۡزٍ اور یہ بات تو اللہ تعالے پر کچھ بھی مشکل نہین ہے پس ذرا غور کرو کہ رسول پاک دیکھتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالے کی خلقت ہے پھر تم مانو اور دنیاوی حیات کو جو جانتے ہو کہ فانی ہے ثواب طاعات مین صرف کرو کہ بعد موت کے زندگی جاودانی مین ایسے ارحم الراحمین رب تعالے کے لیے بے انتہا نعمتون مین رہو اور اگر خالق رب سبحانہ سے چند روزہ زندگانی مین کفر کیا تو جسکی قدرت مین یہ سب ہے اُس کا عذاب بہت سخت ہے اور جسکی سلطنت یہ ہے کہ تم اور تمھارے بزرگ جنکو شریک لاتے ہو سب اُسی نے پیدا کیے تو کسی کی مجال نہین کہ اُس کی رضا کے خلاف کسی سے اس کا عذاب روک لے پس دنیا مین جن سرکشون کی پیروی کرتے ہو اور انکے مطیع ہو جب وے خود ہی گرفتار ہونگے اور اپنے اوپر سے عذاب دور نہ کر سکین تو تم سے کیا دور کرینگے چنانچہ حضرت علیم خبیر سبحانہ تعالے نے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے جسکے سامنے گذشتہ و آیندہ تا ابد الآباد یکسان حاضر ہے شرکون ولنکے سردارون کا حال آیندہ بیان فرماتا ہے ف وفی العرائس قولہ الم تر ان اللہ خلق السموات والارض الآیہ۔ خلق کو بحق ارادہ قدیمہ ومشیت ازلیہ پیدا فرمایا اور یہ ارادت و علم صفت قدیمہ ہے اور وہ حق ہے پس اظہار مخلوق بحق ہے پس اظہار حق حقیقت حقوق ربوبیت ہے جس سے اہل عبودیت کو معرفت دی اور کلام پاک مین اس سب کا اشارہ فرمایا اسطرح کہ اول اس صفت کی رویت دی پھر اس سے ذات پاک کی معرفت دی بقولہ الم تر ان اللہ یعنے دیدار صفت خلق سے خالق عزوجل کو پہچانو پھر ذات سے صفات کو عظمت کے ساتھ دیکھو پھر صفت کاملہ کے انوار افعال عظیمہ مشاہدہ کرو یعنی خلق السموات [illegible]

بالحق۔ مترجم کہتا ہے کہ مخلوق الٰہی مین فکر کرنے کا حکم جو حدیث مین ہے اس کا یہی طریقہ ہے کہ مخلوق سے صفت خلق دیکھو۔ شیخ [illegible] فعل کا نور دیکھنا عقل کی آنکھون کے لیے ہے اور فعل جس صفت پاک سے ظہور ہے اسکا دیکھنا قلب کی آنکھون سے ہے پھر صفت سے نور [illegible] تک مشاہدہ ارواح کے لیے ہے اور انوار مین حقیقت نصیب اسرار ہے۔ شیخ سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تمام اشیاء کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنے علم سے زینت دی اور اپنی حکمت سے محکم فرمایا پس جو نیک بخت سعید بندہ کہ خلق سے خالق کی طرف دیکھتا ہے اسکو خلق مین عجائب ظاہر ہوتے ہین اور جب اللہ تعالے عزوجل نے اسکو منور فرمایا اور کمال توجہ دیکر بعد اُس نے خالق عزوجل پاک سبحانہ تعالے سے خلق کو دیکھا تو اسکو آثار قدرت و احکام حکمت و بدائع صنعت ظاہر ہوتے ہین بعض مشائخ نے کہا کہ سموات کو زمین سے مرتفع پیدا کیا اور زمین کی رونق و آبادی کو آسمان کی برکتون سے رکھا کہ جو آسمانون سے زمین کو پہونچتا ہے زمین اس سے لہلہاتی ہے اور یہ تنبیہ ہے کہ جسم و نفوس کو پیدا کر کے قلوب کو اسپر سردار کیا اور جسم و نفس کی نجات و راحت برکات قلب پر رکھی پس جسکا قلب پاک ہوا اور مشاہدہ و یقین کے لائق ہوا تو اسکو زوائد و فوائد جملہ اوقات مین از جانب حق جل علاٗ پہونچتے ہین اور بغیر آتش جہنم و لعنت دائمی کے وہ جسم و نفس پاک ہو کر دنیاوی لذات سے کہین زیادہ عیش و آرام آخرت مین مسرور ہوتا ہے پس جس عارف نے دنیا مین نفس کو اس کی خواہشون و لذات سے روکا اُسنے اپنی جان پر بہت شفقت کی اور یہ خالص رسول اللہ صلعم کی اتباع اور نفس کی طلفلانہ مرادی سے اختلاف کرنے مین ہے ورنہ دنیاوی بالعار و سردار خود اپنے نفس کی

Marfat.com

خواہشون کے غلام ہین اور انکی پیروی کرنے والے خوار ہیں لقولہ تعالےٰ

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

اور سامنے کھڑے ہونگے اللہ کے سامنے سب پھر کہینگے کمزور بڑائی والون کو ہم تھے تمہارے پیچھے اب کچھ

اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ

بچاؤگے تم ہم سے مار اللہ کی وہ بولے اگر راہ پر لاتا ہم کو اللہ البتہ ہم تمکو راہ پر لاتے اب برابر ہے

عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ع ۳ ۹ ۱۵

ہمارے حق مین ہم بیقراری کرین یا صبر کرین ہم کو نہین خلاصی

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ اور ظاہر ہوئے اللہ تعالےٰ کی حضوری کے لیے۔ یہ واقعہ روز قیامت کا بیان حق تعالےٰ علام الغیوب نے بندون کو ابھی سے ظاہر کر دیا اور ہم لوگون کے علم مین زمانہ ہوتا ہے اور ہم لوگ اپنے علم نظر مین ظاہر و پوشیدہ کی تفصیل کرتے ہین مگر علم الٰہی مقید بزمانہ نہین بلکہ زمانہ منجملہ مخلوقات کے ہے پس اسکے علم مین سب موجود ہے کیونکہ وہ بے ابتدا ازل کو اور بے انتہا ابد کو محیط ہے لہذا یہان برزوا بصیغۂ ماضی بیان فرمانے مین دو باتون کی آگاہی عطا فرمائی اوّل یہ کہ علم الٰہی محیط ہے جو چیز ہماری بہ نسبت ابھی ہوئی نہین وہ علم الٰہی مین ہوئی موجود ہے پس اس کا علم سب گذشتہ و آیندہ کو محیط ہے اور جس شخص نے زعم کیا کہ جو امر کہ آیندہ کل کے روز واقع ہوگا وہ اپنی خصوصیت ابھی موجود نہین تو علم قبل وجود کے ہوا اور کل کا روز آنے و ہونے پر جو خصوصیت بڑھی وہ اسی وقت کا مخصوص علم ہے پس مستقبل واقعات کا مخصوص علم اپنے وقت پر ہوگا اور اس نے استشہاد کیا لقولہ تعالےٰ لیعلم اللہ المجاہدین منکم و لیعلم الصابرین۔ واضح اس کے تو اس شخص نے وہم کیا اور علم الٰہی کے ساتھ قیاس کو دخل دیا اور منشا فقط ایک باریک فریب نفس کا ہے کہ باوجود اس اقرار کے کہ علم الٰہی منجملہ صفات قدسیہ ہے جسکے ادراک کی بندہ کو مجال نہین ہے پھر بھی اُس کے نفس نے علم الٰہی مین آثار و لوازم لگائے کہ بخصوصیت وقت معینہ کا علم قبل از وقت کیونکر ہوگا حالانکہ علم الٰہی تعالےٰ محیط ہے اور معنے احاطہ کے قبل وجود کسی چیز کے کیا ہونگے پس ایسے اوہام سے پرہیز ضروری ہے اور جو اللہ تعالےٰ عز وجل نے فرمایا اُس کے سمجھنے کی اُسی سے دعا کرنی چاہیے اور جس کلام سے استشہاد دلاتا ہے وہ اظہار مقدر ہے جیسے اس مقام پر دوسرے فائدہ کے ضمن مین بیان ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ دوم علم یہ کہ جب ہم نے علم الٰہی سبحانہ مین اس امر کا وجود جان لیا تو ہم کو قطعی معلوم ہو گیا کہ یہ قضا متغیر نہین ہے اور یہی معنے ہین جو مفسرین رحمہم اللہ کہتے ہین کہ فعل ماضی سے تعبیر کرنے مین اشعار ہے کہ یہ امر یقینی واقع ہونے والا ہے یعنی یبرزون نہین فرمایا بلکہ برزوا فرمایا تو ظاہر کیا کہ مثل ماضی کے اُس کو واقع شدہ سمجھو اور چونکہ تحقیقی وقوع علم الٰہی مین ہے لہذا اپنے نام پاک کے ساتھ اس برزوا کو مخصوص کیا اور فرمایا کہ برزوا للہ حالانکہ بروز بمعنے ظہور بعد پوشیدگی ہے اور اللہ تعالےٰ کے علم مین یہ لوگ کبھی پوشیدہ نہ تھے ولیکن ہم لوگون کی نسبت بروز فرمایا کیونکہ جو مردے خواہ قبر مین مدفون ہوئے یا جلائے گئے یا بہائے گئے ہماری نظرون سے پوشیدہ ہوئے تو ہم کو آگاہ فرمایا کہ تم خیال کرو اس کو کہ وے کفار نکلکر ظاہر ہوئے اور شیخ امام حافظ محققین نے برزوا از براز لیا جو کھلا میدان ہے یعنے وسیع کھلے میدان مین اللہ تعالےٰ کے حضور مین آئے جمیعًا سب کے سب یعنی سرغنہ بھی اور انکی پیروی کرنے والے بھی دونون فریق اپنے اپنے مدفن سے حساب کے لیے اللہ تعالےٰ کی حضوری مین آگئے اور مالدار و رئیس سردارون کی پیروی عوام بدبختون نے یہ سمجھ کر اختیار کی تھی کہ جیسے یہ لوگ

دنیا مین سرفراز کیے گئے ہین اللہ تعالے کے نزدیک بھی معزز ہین کیونکہ جہالت سے ان کو دنیا ملعون ہونے کا علم نہ تھا اور اس مین ہر قسم کے گمراہ داخل ہین حتی کہ یہودیون کے عالم اور نصرانیون کے راہب وپادری یہان تک کہ نام کے اور صورت کے مسلمان درویش جو شیاطین کی خوبصورت جھلکیون وغیرہ سے یہ سمجھے کہ تم مقرب الٰہی ہوگئے حالانکہ وے بالکل شیطان کے پنجہ مین گرفتار ہوگئے اور اس کی شناخت یہ ہے کہ احکام شریعت وصوم وصلوۃ کے اتباع کی توفیق ان کو نہو گی پس عوام نے انکی پیروی کرکے اپنا دین وایمان کھودیا۔ بالجملہ جو لوگ گمراہی مین سرغنہ ہوئے اور جو گرو دان گمراہون کے پیرو ہوئے دونون اللہ تعالے کے لیے یعنے اس کی حضوری وحساب کے لیے حاضر ہوئے۔ اور واضح ہو کہ وہ وقت اور عالم بعث وحشر بھی عجیب ظہور قدرت آلٰہیہ ہو کہ ہوسات جسمانی وکدورات سے بے علمی مثل دنیا کے نہو گی اور مفسرین علماء نے کہا کہ حالات وقت سے کافرون کو اپنے کفر وشرک پر سخت پشیمانی اور اپنی قطعی گمراہی ظاہر ہوجائیگی اور یہ بھی کہ لا محالہ ہم لوگ آج کے روز قہر الٰہی مین گرفتار ہونگے پس بدبخت اتباع اپنے اپنے متبوعین سے وسیلہ ڈھونڈھینگے۔ فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا پس کہینگے ضعفاء یعنے اتباع جو دنیا کو اصل سمجھکر اپنے سردارون کے سامنے خوار وکم ور بنے تھے لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا ان لوگون سے جنھون نے استکبار کیا تھا یعنے اپنے آپ کو کبیر سمجھتے تھے اور ضعفاء عقل ومال ومنال کو اپنا کم ور حقیر مطیع بناکر خود انپر کبر چاہتے تھے اور انکو راہ حق سے روک کر اپنا متبع بنایا تھا اور یہان تک تکبر بڑھا تھا کہ رسولون کو حقیر سمجھا اور کہا کہ ہماری راہ چلو ورنہ ہم تمکو نکالدینگے بلکہ یہانتک خبیث مغرور تھے کہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت سے استکبار کیا پس آج یہ بدبخت جو نہایت حماقت سے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھکر ان سرکشون کے مطیع بنے تھے ان سے کہینگے۔ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا ہم تو تمھارے تابع تھے تم نے جو کہا اُس کو ہم نے مانا اور جس سے منع کیا اُس سے باز رہے حتے کہ تمھاری ہی پیروی مین ہم نے رسول سے انکار کیا اور اللہ تعالے سے کفر کیا۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا پس کیا تم ہم سے روک دوگے۔ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اللہ تعالے عز وجل کے کسی عذاب سے۔ مِنْ شَيْءٍ کچھ تھوڑا یعنے ان جانورون کی اسوقت بھی لاعقل کیفیت ہوگی کہ ہوس کرینگے کہ دنیا کی کیفیت اُن کے سردارون کی ستکبر: تھی ہم ان کے تابع تھے شاید یہان بھی بچادین تو درخواست کرینگے کہ ہم نے سب طرح تمھاری پیروی وفرمانبرداری کی تھی تو آج تم کچھ ہماری مدد کروگے حتے کہ یہ آرزو کرینگے کہ اللہ تعالے کے انواع عذاب وعقوبات مین سے کسی عذاب مین سے کچھ ہی ٹل جاوے اور وہان سرکش منکر خود عذاب مین گھرا ہوا ہے نہ اس کو دنیا مین کچھ قدرت تھی تو اپنے واسطے بہتری حاصل کرتا بلکہ رسولون سے سرکشی کرنے مین سراسر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتا تھا تو آخرت مین بھی اُس کو کچھ عذاب سے نہین اس وقت ان کو جواب دیگا۔ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ اگر اللہ تعالے عز وجل ہم کو ہدایت دیتا تو۔ لَهَدَيْنٰكُمْ ہم تم کو راہ راست پر لیچلتے۔ یعنے تم نے ہماری پیروی اس راہ مین کی جسپر ہم تھے اور ہم خود گمراہ تھے ولیکن ہم نے تمھارے ساتھ قصد نہین کیا اس لیے کہ اگر اللہ تعالے ہم کو راہ راست کی ہدایت کرتا تو ہم تم کو راہ پر لیے چلتے۔ بعضے مفسرین نے کافرون کے سرغنہ وان کے اتباع کی یہ گفتگو محشر مین قرار دی ہو اور یہ قول عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہو۔ اور اظہر وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یہ گفتگو جہنم مین جانے کے بعد ہوگی جیساکہ دوسری آیات مین مصرح ہو حیث قال تعالے واذ یتحاجون فی النار فیقول الضعفاء للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا فہل انتم مغنون عنا نصیبا من النار قال الذین استکبروا انا کل فیہا ان اللہ قد حکم بین العباد۔ ومانند قولہ تعالے حتی اذا ادارکوا فیہا جمیعا قالت اخراہم لاولاہم الآیہ۔ اور جو جھگڑا باہم محشر مین کرینگے وہ یہ ہو جو اللہ تعالے نے بیان فرمایا بقولہ ولو تری اذ الظالمون موقوفون عند ربہم یرجع بعضہم الی بعض القول یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مومنین الآیات۔ اور

ظاہر کلام بھی اس پر شاہد ہے کہ ضعفاء نے عذاب طاریہ کے کسی حصہ کو دفع کرنے کے واسطے ان سے سوال کیا اور ظاہر یہ سوال بطور ملامت کے تھا کہ تم ہی لوگون کی وجہ سے ہم اس عذاب مین مبتلا ہوئے اور اب تم سے کچھ نہین نفع ملتا ہے پس وے جواب دینگے کہ ہم کو خود ہی ہدایت نہ تھی اور آخر ان کو اس طرح خاموش کرینگے کہ سَوَآءٌ عَلَيْنَا برابر ہے ہم پر اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا خواہ ہم جزع کرین یا صبر کرین۔ مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ہمارے لیے کسی طرح چھٹکارا نہین ہے۔ پھر ان لوگون کا محاصمہ شیطان سے بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ

اور کہا شیطان نے جب حکم پورا کر دیا گیا کہ بیشک اللہ تعالےٰ نے تمکو وعدہ دیا تھا سچا وعدہ اور مین نے تمکو وعدہ دیا سو مین نے تم سے جھوٹ کہا

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ

اور نہ تھا مجھے تم پر کوئی غلبہ زبردستی کا ولیکن مین نے تم کو بلایا پس تم نے مان لیا میرا کہنا پس تم مجھے کچھ ملامت نہ کرو

وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ

اور ملامت کرو اپنے جیون کو مین تمھاری فریادرسی کرنے والا نہین اور نہ تم میرے فریادرس ہونے والے ہو مین نے انکار کیا تمھارے

اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ

شرک کرنے سے میرے ساتھ اس سے پہلے بیشک ظالمون کے لیے عذاب دردناک ہے اور داخل کیے جائینگے جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

ایمان لائے اور کام کیے اچھے جنتون مین جاری ہین انکے نیچے نہرین درحالیکہ حکم ہوگا کہ ہمیشہ رہین انمین یہ انکے پروردگار کے حکم سے ہوگا

تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۝

انکا تحیہ ان جنتون مین سلام ہوگا

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ یعنی یقینی یہ واقع ہوگا کہ جب مومنون پر رحمت جنت کا اور کافرون پر عذاب جہنم کا حکم ہوگا۔ بالقول شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جب کفار دوزخ مین داخل کر دیے جاوینگے اور شیطان کو ملامت کرینگے اس سے فریاد چاہینگے تو وہ کہیگا کہ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ بیشک اللہ تعالےٰ نے تم سے وعدہ فرمایا وعدہ حق کہ حیات دنیا حقیر ہے اور بعد موت کے عذاب بدکاری اور ثواب نیکوکاری ہے اور اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کے ماننے والے فلاح جنت پاوینگے اور منکر و شرک کرنے والے جہنم مین جاوینگے جہان عذاب سخت ہے پس اس نے سچ وعدہ دیا۔ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ اور مین نے تم کو وعدہ دیا سو مین نے اسمین خلاف کیا یعنے مین نے باطل و جھوٹ وعدہ تم کو دیا تھا کہ حیات دنیاوی کے بعد کچھ حیات و حساب کتاب نہین اور دنیا حاصل ہونے کے لیے شرک و کفر کیو۔ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ یعنے مجھے تم پر غلبہ حاصل نہ تھا اور نہ مین نے تم کو کوئی حجت و برہان شرک و کفر پر دی۔ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ ولیکن صرف مین نے تم کو بلایا بطریق وسوسہ اور دنیاوی زینت کے بغیر کسی قہر و غلبہ و بغیر کسی صریح حجت و دلیل کے۔ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ پس تم نے میرا کہنا مان لیا اور اللہ تعالےٰ نے رسولون کو بھیجا اور حجت و برہان دی اور ہر طرح کی آیات تم کو دکھلائین مگر تم نے ان کا کہنا نہ مانا پس آخر تمھارا یہ انجام ہوا۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ پس تم مجھے

ملامت نہ کرو۔ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اور اپنے نفوس کو ملامت کرو۔ کیونکہ گناہ تمہارا ہے کہ تم نے حجت و برہان آلٰہی کو چھوڑا اور خالی میرے وعدۂ باطل پر راہ ضلالت اختیار کی اور دشمن کو اتنی بات پر ملامت کرنا زیبا نہیں ہے۔ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ میں تمہارا فریادرس نہیں ہوں یعنے تم جس حال میں ہو اس سے میں تم کو نہیں چھڑا سکتا ہوں۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اور نہ تم میرے فریادرس ہو۔ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ میں اس سے انکار کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالےٰ کا شریک ہوں جیسا کہ تم مجھے دنیا میں بناتے تھے۔ جیسے مشرکین جنکو شریک بناتے ہیں سب قیامت میں اُلٹے ان کے دشمن ہوں گے اور ان کے شرک سے انکار کریں گے کما قال تعالےٰ ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم ولا ینبئک مثل خبیر۔ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بیشک کافروں لَهُمْ کے لیے۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب دُکھ دینے والا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ظاہر سیاق یہ ہے کہ ابلیس کا یہ خطبہ کافروں سے ان سب کے ساتھ جہنم میں داخل ہونے کے بعد ہوگا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے ولیکن ابن ابی حاتم وابن جریر نے جو حدیث روایت کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فیصلہ وحکم ہو جانے کے بعد قبل مومنوں کے جنت میں جانے اور کافروں کے دوزخ میں جانے کے واقع ہوگا (یہ حدیث معالم میں بھی موجود ہے) وہ یہ ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالےٰ اگلوں وپچھلوں کو جمع فرما کر انمیں فیصلہ کر دیگا تو مومنین کہینگے کہ رب تبارک وتعالےٰ نے ہم میں فیصلہ فرما دیا اب کون ہماری شفاعت کرے کہینگے کہ آدم علیہ السلام کے پاس چلو پس نوح وابراہیم وموسےٰ وعیسےٰ تک ہر ایک کا اپنی عاجزی و دوسرے کے پاس بھیجنا بیان فرمایا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام ان کو بتلا دینگے کہ تم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نبی اُمی کے پاس جاؤ (وہ محبوب آلٰہی اور مقصود ایجاد ہے اللہ تعالےٰ نے اُسکے اگلے پچھلے سب گناہ دنیا ہی میں عفو فرمائے ہیں) میں تم کو اچھی راہ بتلاتا ہوں پس تمام اگلے وپچھلے مومنین سب میرے پاس آوینگے پس اللہ تعالےٰ مجھے اجازت فرما دیگا کہ میں اسکے حضور میں کھڑا ہوں پس میری مجلس سے ایسی خوشبو اڑیگی کہ کبھی کسی نے نہیں سونگھی ہے کہ مقام محمود میں حاضر ہو کر قیام کرونگا پس رب تبارک وتعالےٰ میری شفاعت قبول فرما دیگا اور میرے لیے ایک نور سے ناخن قدم تک لباس عطا فرما دیگا یہ دیکھ کر کافریں کہینگے کہ ان لوگوں نے تو ایک شخص کو پایا جو اُنکے لیے جناب باری تعالےٰ میں شافع ہوا اب ہمارے لیے کوئی سفارشی ہو جاتا پس کہینگے کہ ہمارا کون ہے ولیکن ابلیس کی طرف امید لگاویں گے (کیونکہ اسوقت التباس نہوگا اور ہر ایک اپنی حالت سے اور اپنے پیشوا سے واقف ہوگا) پس اسکے پاس جا کر کہینگے کہ تم ہمارے پیشوا ہو مومنوں نے شفیع پاکر رحمت حاصل کی تم ہمارے واسطے اٹھو کیونکہ تمہیں نے ہمکو یہ راہ بتلائی تھی پس وہ اپنے مقام سے اٹھیگا اور اسکی مجلس سے ایسی بدبو اڑیگی کہ کبھی کسی ناک میں نہیں پہونچی پھر دوزخ کی لپٹ بہت سخت ہو جائیگی تو شیطان انسے بیزاری کریگا جس طرح اللہ تعالےٰ نے فرمایا وقال الشیطان لما قضی الامر ان اللہ وعدکم الآیۃ۔ اور لکھا کہ اس حدیث کو عبد اللہ بن المبارک نے بھی رشدین بن سعد کی اسناد سے عقبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔ اور محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جب دوزخی کہینگے کہ ہم چاہے گھبرائیں اور چاہے صبر کریں ہمارا کوئی چھٹکارا نہیں ہے تو ابلیس انسے کہیگا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے تم سے سچ وعدہ فرمایا تھا آخر تک جو اس آیت میں ہے پس جب اسکی گفتگو سنکر کفار اپنے نفس سے دشمنی کرینگے کہ ہم نے اپنے جی کی خواہش سے کیوں اس دشمن کا کہا مانا پس ایسی حال میں انکو ندا دیجائیگی لمقت اللہ اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی الایمان فتکفرون۔ ف سابق میں بطور توضیح سمجھا دیا گیا ہے کہ آیات واحادیث میں جو واقعہ بیان ہوا وہ ہم کامل عقل ایمانی سے جانتے ہیں کہ ایسا واقع ہوگا لیکن چونکہ ہماری عقلیں اسوقت پنجہ حواس میں ہیں لہذا امر آخرت واسکی کیفیات پر تفصیل وترتیب کے ساتھ قادر نہیں ہیں لہذا ابھی یہ وسواس شیطانی نہ آئے

Marfat.com

پاوے کر یہ ترتیب کیونکر ہے کیونکہ کوئی تناقض نہین نہ ایسی کوئی بات جو قدرت کاملۂ آلہیہ سے بعید ہو بلکہ علیم خبیر عز وجل نے اُن واقعات سے ہم کو آگاہ فرما دیا والحمد للہ رب العالمین۔ اور یہان دقیق فوائد بیشمار ہین از انجملہ جو ہماری سمجھ سے قریب ہین توفیق آلہی بیان ہوتے ہین اوّل آنکہ آیت مین دلیل ہو کہ عرصۂ قیامت مین باوجود اشراق نور رب تبارک وتعالے کے کفار پر حجاب ہوگا اور وے واحد القہار کے سامنے حاضر ہونگے۔ اور اہل ایمان مین سے ایک سو چالیس ہزار فقط امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بلا حساب داخل جنت ہونگے اور ایک جماعت بلا حجاب ہونگے۔ دوم متکبر آلہی تکبر مین گرفتار ہوتا ہو اور عالم کو احتراز چاہیے کہ تکبر سے کوئی شمہ آنے پاوے کیونکہ اس مقام مین شیطان کا دخل خاص اس وسواس سے عظیم ہو اور حدیث مین ہو جسنے آپ کو سید کہا تھا اس سے فرمایا کہ سید وہی اللہ تعالے ہو پھر اس نے کہا کہ آپ ہم مین سے بہتر وسردار ہین آپ نے فرمایا کہو یا تھوڑا کہو اور شیطان تمکو نہ بہکاوے۔ سوم عالم کو چاہیے کہ خلق کی ہدایت مین اسوقت قدم رکھے کہ خود ہدایت آلہی سے سرفراز ہوا ور یہ اسوقت ہوگا کہ خالص طریقۂ سنت سے تجاوز نہ کرے پھر اگر اسکو یہ مرتبہ نصیب ہو تو لوگون کو فقط شریعت و وعظ قرآنی سے سمجھاوے اور اپنی طرف سے خیالات نہ لاوے جس سے انکے اعتقادات مین فتور ہو۔ چہارم عوام لوگ جو بغیر کوشش وتوجہ کے اپنی جی کے بھلے معلوم ہونے سے پیروی کرتے ہین انکو چاہیے کہ صرف اللہ تعالیٰ عز وجل کی توحید سیکھین اور حدیث سے اخلاص حاصل کرین ورنہ معذور نہونگے یعنی اپنی پرکھ سے کسی کو ولی سمجھنا ٹھیک نہین ہو بلکہ توحید سیکھین اور جو ولی ہوگا وہ اللہ تعالے عز اسمہ کی رحمت ہو اس سے خلق کو بھلائی بغیر جستجو کے پہونچیگی جسطرح مقدر ہوا اور جو شخص کہ شریعت سنت پر قائم نہو وہ اگر ہوش مین ہو تو وہ شیطان ہو۔ پنجم جو لوگ دنیا مین بزرگون کو اسطرح مانتے ہین کہ انکی محبت کا دعوے کرکے اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرتے ہین وے بزرگ قیامت کے روز خود انکے دشمن ہونگے جیسے کہ اللہ تعالے عز وجل نے آگاہ فرمایا اور بھلا اللہ تعالے عز اسمہ علیم خبیر سے بڑھکر تمہارا خیال ہوسکتا ہو جیسے کہ حضرت عیسے علیہ السلام ان لوگون کے دشمن ہونگے جنھون نے انکے ساتھ شرک کیا ہے۔ اور یہ اصلی فریب شیطان کا ہو جب تمہارے دل مین ڈالا کہ بزرگون کی محبت سے دنیا و دین کا بھلا ہو پس تمہارے نفس نے یہان تک قبول کیا کہ انکی محبت انکی راہ چھوڑکر انھین پر بھروسا کرلیا حالانکہ فقط اللہ تعالے عز وجل ہی پر بھروسا فرض تھا۔ ششم آنکہ وجود آخرت مین لوگ شیاطین سے ہمکلام ہونگے۔ جیسے ملائکہ سے اور جن چیزون یہان اعراض شمار کیا جاتا ہو وہ حقائق ہین اور فلاسفہ کا اعتراض کہ عرض کا جوہر ہونا اور انقلاب ماہیت لازم آتا ہو بالکل دفع ہو بدلیل آنکہ علم بالماہیۃ مین قیام جوہر فی الذہن لازم پس جو جواب وہان ہو وہی یہان ہو اور حل سوا اسکے نہین کہ جوہر وجود خارجی مین قائم بذات ہو اور وجود ذہنی مین جائز ہو کہ قائم بذہن ہو تو بدیہ اولے عالم صورت مین جو عرض ہو غیر مشعور وہ عالم آخرت مین جوہر ہو اور اسی اصل پر بہت سے اوہام محدون کے دفع ہوجاتے ہین مثلاً موافق اعمال کے عرصۂ محشر مین کوئی گھٹنے تک کوئی کمر تک کوئی گلے تک پسینے مین ڈوبا ہوگا تو حق تعالیٰ عز وجل کی تاثیر سے پانی مین وہان یہ خاصیت ہوگی کیونکہ عالم دوسرا ہو علاوہ اسکے خود دنیا مین بحر شور اور بحر شیرین آپسمین خلط نہین ہوتے حالانکہ دونون ملے ہوئے ہین اور بحکم قولہ تعالے وبینہما برزخ لا یبغیان۔ دونون مین حکم آلہی کا ایک پردہ ہو کہ ایک دوسرے پر تجاوز نہین کرتے مین ہفتم شیطان کو بذات خود کوئی اختیار نہین جیسے زید وعمرو کو کسی آدمی بکر و خالد کے قتل کر ڈالنے کا اختیار نہین کیونکہ موت مقدر اور قضائے آلہی نافذ ہو اور خالق اعمال وافعال کا بھی وہی خالق جل سلطانہ اعیان وجواہر کا ہو اور قاتل نفس نے قتل کو پایا اور یہی فعل قبیح اسنے کیا ولیکن جبر نہین ہو کیونکہ آدمی اپنے اور پتھر مین فرق ظاہر مشاہدہ کرتا ہو اسیطرح شیطان تحت قدرت آلہیہ مقہور ہو خود اسکو سلطنت وغلبۂ قہری حاصل نہین مگر جبھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نفس کی گمراہی یا کسب معصیت مقدر ہوا اور فرق یہ ہو کہ شیطان کی خلقت ہوا سے بھی زیادہ عجیب ہو اور جیسے ہوا ہر خالی مکان

Marfat.com

میں سمائی رہتی ہے اس سے زیادہ شیطان ہر قلب میں جو یاد الٰہی و ایمان سے خالی ہوتا پا رہتا ہے اور برخلاف ہوا کے وہ ایک قسم کی خلقت و شکل ہے اور جو ملحد کہ اسکے وجود سے انکار کرے اور یہ ہٹ کرے کہ اسکو محسوس دکھلایا جاوے تو اسکو اپنے قلب کا حس پیدا کرنا چاہیے اور فوراً اس کو محسوس ہوگا کہ اکثر اوقات اندرونی جوش سے وہ ایسا عمال کرنے پر آمادہ ہوگا بلکہ کر گذریگا کہ دوسرے وقت براہ عقل انکو محض ناکارہ قبیح و معیوب جانیگا حالانکہ ان افعال میں نفس کو کچھ لذت نہ تھی پھر اگر وہ ان آنکھوں سے محسوس دیکھنا چاہتا ہے تو گویا یہ کہتا ہے کہ مجھے مرکر عذاب قبر دکھلا دو یا قیامت برپا کرکے جنت و دوزخ دکھلا دو یا آسمان پر چڑھا کر مجھے دروازہ کھلوا دو تو ایسی صورت میں ایسے احمق کی عقل پر نفرین کرو اور اسکے ایمان کی کم امید ہے اور عالم صنعت الٰہیہ میں عجائب آثار و غرائب اسرار بستے ہیں جو تھوڑے قلب کے حفاظت سے اللہ تعالیٰ منکشف فرماتا ہے اور قلب کی حفاظت اسی قدر کہ سوائے توحید کے اس میں باطل کا دخل نہو اور شاہراہ نور طریق سنت کی پیروی کرے اسی واسطے تو دیکھتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے معجزات سے لوگوں کو اس امر پر تفہیم کیا پھر خود انکو دیدہ بینا و قلب عاقل ملگیا ورنہ بہت مشکل ہے کہ اندھے مادر زاد کو رنگ برنگ پھولوں اور غرائب اشیاء دلائل سے کیونکر کوئی تسلیم کرا سکتا ہے اور عنین محض کو کیونکر کوئی تماس اعضاء سے عجیب لذت حاصل ہونا بدلائل تسلیم کرائے۔ ف۔ قولہ ما انتم بمصرخی سوائے شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے باقیوں نے بفتح یا مع التشدید پڑھا اور شیخ حمزہ نے بکسر یا مع التشدید پڑھا۔ کشاف و بیضاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ متروکہ ہے اور جماعۃ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کشاف و بیضاوی کا یہ قول مردود قرار دیا اور کہا کہ اگر یہ مراد ہے کہ نحویوں میں یہ قاعدہ متروک ہے تو ہوا کرے ورنہ قراءۃ متواترہ ثابت ہے اور شیخ فراء رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ شاید قاری کا وہم ہوا ہو کیونکہ قاریوں میں سے بعض کو وہم ہوا ہے تو ائمہ علماء نے فراء رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بھی وہم قرار دیا اور شیخ ابو حیان النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ متواترہ قراءۃ ہے جسکو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے تنزیل رسول رب العالمین سے متواتر نقل کیا پھر یہ کیا اوہام ہیں کہ اپنے گڑھے ہوئے قواعد پر اسکو خطاء قرار دیا جاوے حالانکہ جماعت ائمہ لغات نے اس لغت کو نقل کیا اور لیکن یہ کہا کہ اسکا استعمال کم ہے اور اس سے کچھ قباحت نہیں اور قطرب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بنو یربوع کی لغت ہے اور صریح بیان کیا کہ شیخ ابو عمرو بن العلاء سے جب پوچھا گیا تو انھوں نے زبان عرب میں اسکو صحیح و ٹھیک بیان کیا اور شیخ قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جو ائمہ کوفہ سے ہیں اس کو لغت عرب سے صحیح و صواب بیان کیا۔ ف۔ حدیث میں جو ابلیس کا اپنے اتباع کے لیے سفارش کرنا مذکور ہے وہ بقصد واقعی نہیں بلکہ خوشی و تضحیک کے لیے ہے جیسے ذاتی عداوت کے دشمن سے التجا کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے اور اہل جہنم اول ہر طرح کی حرکات جو راہ صواب کی ہوتی کرینگے اور آخر اپنے پیشوا ابلیس کو ملامت کرکے اسی سے خواستگار ہونگے۔ اور اس سے بھی مایوس ہوکر اپنی ذات پر ویل و ثبور کہکر زار زار چلائینگے۔ ف۔ فی العرائس قولہ فلا تلوموني ولوموا انفسکم۔ حق تعالیٰ نے کمال شرک ابلیس سے آگاہ فرمایا کہ مواخذہ کے مقام میں وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کو بھولا کہ سوائے اس کی قدرت کے کسی کی قدرت نہیں ہے جبھی اس نے کہا کہ فلا تلوموني ولوموا انفسکم کیونکہ اپنے نفس سے نظر ساقط کرکے درمیان میں غیر کو دیکھنا شرک ہے اور اگر کوئی بندہ مقام تحقیق توحید میں ہوتا ہے تو وہ کسی کو ملامت نہیں کرتا اور نہ اپنے نفس کو اور نہ درمیان میں سوائے حق تعالیٰ عزوجل کے کسی کو دیکھتا ہے تو نہیں دیکھتا کہ شیخ محقق واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے اپنے نفس کو ملامت کی اس نے شرک کیا اور مقام ملامت مقام مریدین ہے کہ اپنے نفوس کو خواہش نفسانی کی طرف کرنے سے اس کو ملامت کرتے ہیں کہ وہ اپنے خالق عزوجل کی طاعت کی طرف رجوع نہیں لاتا ہے اور یہ ملامت براہ ایمان ہے اور ارادت بجانب حق اسکو مقتضی ہے تا کہ نفس کو بجانب مجاہدہ و ریاضت رغبت ہو اور رب تبارک و تعالیٰ کی عبادت میں جو اس سے تقصیر ہوگئی ہے اسپر اسکو ذلت حاصل ہو اور یہ ملامت براہ توحید و معرفت نہیں ہے کیونکہ جس نے

Marfat.com

قدم کو حدوث سے فرد واحد پہچانا وہ کسی دوسرے کو درمیان مین نہین لاتا ہے کیونکہ مقام تفرید و توحید مین وسائط ساقط ہو جاتے ہین اور رسوم مندرس ہو جاتے ہین اور اسباب کی راہین مٹ جاتی ہین شیخ محمد بن حامد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نفس خود ملامت کا محل ہے پس جس نے نفس کو ہمیشہ ملامت کی اور کسی حال مین اُس سے راضی ہوا تو اُس نے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالا پھر حق تعالے نے کافرون کی محرومی و خواری اور انپر شیطان کی سرداری و عذاب دائمی مین گرفتاری بیان فرما کر اہل توحید و ایمان کی منزلت و نعمت اور قرب جنت کو بیان فرمایا بقولہ تعالے۔ وَ اُدْخِلَ اور داخل کیے جاوینگے یعنے تعظیم و اکرام کے ساتھ۔ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے یعنے اللہ تعالے عز و جل کی توحید کی اور شرک سے بالکل توبہ کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و ارشاد کو یقین جانکر قبول کیا۔ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک کام کیے اور نیک کام وہی ہین جو قرآن مجید کے اُتارنے سے اللہ تعالے عز و جل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اولاً تعلیم فرمائے اور آپ نے اولاً اصحاب رضی اللہ عنہم کو کامل مکمل کر دیا اور صحابہ ایسے لوگ تھے جنھون نے تمام عالم مین پھیلایا پس جو طریقہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے اسپر چلے یعنی نیک کام کیے اور اپنے نفس و خواہش و اپنی ناقص رائے کو دخل نہین دیا۔ بالجملہ جو لوگ کہ اللہ تعالے عز اسمہ کی توحید پر موافق تعلیم رسول اللہ صلعم کے ایمان لائے اور سنت رسول اللہ صلعم کی پیروی کی خصوص ان اعمال کے بجا لانے مین جنکے نہ کرنے سے دوزخ مین جاویگا یعنی فرائض و واجبات مین اور انکے ترک مین جنکے کرنے سے دوزخ مین جاویگا یعنی حرام و مکروہ تحریمی تو ایسے لوگون کے پیشوا حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم ہونگے انکو داخل کیا جائیگا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا جنتون مین جنکے نیچے جاری ہین نہرین ہمیشہ رہین انمین۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ انکے پروردگار کی اجازت سے یعنے داخل کرنا اللہ تعالے کے فرمان و رحمت و اکرام سے ہوگا درحالیکہ فرمان الٰہی اسطرح ہوگا کہ ہمیشہ انمین رہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ نہ کبھی انکے کپڑے پرانے ہونگے اور نہ کبھی انکا شباب زائل ہوگا اور آیات مین صریح ہے کہ نہ انکو کبھی غم ہو اور جو کچھ خواہش کرینگے انکے واسطے وہان موجود ہوگا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جسم و روح و عقل کی طہارت و پاکیزگی انمین موجود ہے تو ظاہر ہے کہ وہ دنیاوی نجاسات خواہشون کی خواہش نہ کرینگے سواے لذیذ و پاکیزہ چیزون کے کیونکہ شراب وہان طہور ہے اور ازواج وہان حورین اور پاک بیبیان وہ کہ حورین جنکی خدمتگار ہون اور میوہ جات و غذائین وہ کہ جو دنیا مین کبھی خواب مین نظر نہ آئین۔ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ان کا تحیہ جنت مین سلام ہوگا یہ دو طرح سے کہ اول داخل ہونے مین حق تعالے الملک السلام کی طرف سے انکو سلام پہونچیگا بقولہ تعالے سلام قولا من رب رحیم۔ اور دوم یہ کہ احباب بلکہ با ادب دوست وہان رب تبارک و تعالے کی طرف سے ملائکہ ہمیشہ سلام کو آوینگے۔ واضح ہو کہ جسطرح دوزخیون کے لیے ہر دم عذاب پر عذاب بڑھایا جاویگا اور صفت قہر الٰہی کا جس کی انتہا نہین ہے ظہور ہوگا اسی طرح مومنون کے لیے صفت رحمت غیر متناہی کا ہر دم بڑھتا ہوا ظہور ہوگا والحمد للہ رب العلمین۔ ف فی العرائس قولہ تعالے تحیتہم فیہا سلام۔ السلام اللہ تعالے کے الطف اسماء پاک مین سے ہے کیونکہ وہ محل تنزیہ ہے پس عارفین اہل جنت اسکو اسی نام پاک سے یاد کرینگے کیونکہ وے لوگ اسکو پاوینگے کہ اپنے حجاب سے انکو سلامتی عطا فرمائی ہے پس جب آپس مین ایک دوسرے کو سلام کرینگے تو اسی نام پاک کی رعایت سے یعنی یہ مشاہدہ سلام ذوالجلال والاکرام ہے گویا دے دیدار مشاہدہ مین مسرور ہونگے پس ہر ایک اُسکے جمال و جلال کا اشارہ فرماوینگے اور جب اُس اسم پاک سے تحیت کرینگے تو اللہ تعالے انکو احسن تحیت سے بخطاب و کلام سرفراز فرماویگا اور قولہ تعالے سلام قولا من رب رحیم سے پہلے بداہۃً عیاناً انپر سلام فرماویگا اور یہ تجدید اس عہد اول کی ہوگی جب اسکو ارواح نے دیکھا اور اسکا کلام پاک سُنا تھا سبحان اللہ یہ سلام کس درجہ کا پاکیزہ ہے بعض مشائخ نے کہا کہ اہل جنت کے مراتب ہونگے پس اعلے دو ہین کہ سلام انکو انکے رب عز و جل سے ہوگا اور بعض کے واسطے

ملائکہ لاویںگے بقولہ تعالےٰ والملائکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اور قولہ تعالےٰ یلقون فیہا تحیۃ وسلاما۔ وقولہ تعالےٰ دعواہم فیہا سبحانک اللہم وتحیتہم فیہا سلام وآخر دعواہم ان الحمد للہ رب العالمین۔ پھر حق تعالےٰ نے ایمان واسکے اعمال کا ثمرہ نیک اور کفر واسکے اعمال کا بطلان متعلق بقولہ تعالےٰ مثل الذین کفروا اعمالہم کرماد ن اشتدت بہ الریح الآیہ بیان فرمایا بقولہ۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ

تونے نہ دیکھا کہ کیسے بیان فرمائی اللہ تعالےٰ نے مثل کہ ایک کلمہ جیسے درخت پاکیزہ کہ اسکی جڑ ثابت ہو اور

فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

اسکی شاخیں آسمان میں ہیں دیتا ہو اپنا پھل ہر حین میں اپنے رب کے حکم سے اور بیان فرماتا ہو اللہ تعالےٰ مثلیں

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِۨ اجْتُثَّتْ

لوگوں کے لیے شاید وہ نصیحت حاصل کریں اور مثل اس کلمہ کی جو خبیث ہے جیسے درخت خبیث کہ اس کا جثہ

مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝

اکھڑا ہوا پڑا ہو۔ زمین کے اوپر نہیں ہو اسکے لیے قرار

اَلَمْ تَرَ تونے نہ دیکھا اے آدمی اپنے دل کی آنکھوں سے کہ تجھے یقین حاصل ہوتا اور محتمل ہے کہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہو اور مقصود یہ کہ تو دیکھ یا تو خوب سمجھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایمان وکفر کی کیسی مثال عجیب فرمائی ہو اور الم تر۔ سے عرب کی زبان میں بلطافت کا اشارہ ہوتا ہے جیسے قولہ تعالےٰ الم تر الیٰ ربک کیف مد الظل۔ یعنے بلطافت اپنے رب کی صنعت کی دیکھ کہ ظل کو کس طرح ممدود فرمایا ہو ویسے ہی اس مقام پر مثل کی لطافت دیکھنے وغور کرنے کی تنبیہ فرمائی اور مثل ایسے ہی قول میں مستعمل ہوتا ہو جسمیں کوئی لطافت ہو چنانچہ فرمایا۔ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کیسی لطیف بیان فرمائی اللہ تعالےٰ نے مثل۔ كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ کلمہ پاکیزہ مانند ہے درخت پاکیزہ کے یعنے جس کا پھل پاکیزہ ولذیذ ہے۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ جڑ اس کی جمی ہوئی ہے زمین میں۔ اکھڑنے اور دور ہونے کے لائق نہیں ہے۔ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ یا تو یہ محاورہ مجازی حسن کلام میں سے ہے جیسے اردو زبان میں ترجمہ شاہد ہے اور مفہوم اس کا بلندی میں ابھرا ہونا۔ اور یا فی جہۃ السماء یعنی آسمان کی طرف اس کی شاخیں بلند ہیں کیونکہ عربی زبان میں شجر اسی قسم نباتات کو کہتے ہیں جو ساق دار قائم ہو ورنہ حشیش بولتے ہیں اور یا سماء از سمو بمعنے علو ہو یعنے شاخیں اس کی بلندی میں ہیں اور گھاس کی بیلیں اگرچہ اونچان کی طرف ہوتی ہیں لیکن شجر نہیں ہو اور وجہ اول الطف اور دوم اقویٰ اور سوم توجیہ ہے۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ دیتا ہو یا لاتا ہو اپنا پھل ہر حین میں یعنی وقت میں یا موسم میں بِاِذْنِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم یا ارادہ ومشیت سے۔ یہ تو زبان کی تفسیر تھی اب معنوی تفسیر یہ ہو کہ علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ کلمہ طیبہ یہ شہادت لا الٰہ الا اللہ ہو یعنی دلی یقین اسکے معانی کا یعنے بندہ یقینی دل سے گواہی دے کہ کوئی معبود آلٰہ نہیں مگر اللہ عزوجل۔ اور شجرہ طیبہ بندہ مومن ہو کہ اس کلمہ طیبہ ایمانی سے اسکی جڑ مضبوط قائم ہو اور زمین اسکا دل ہو اور فرعہا فی السماء فرماتا ہو کہ اس کلمہ کی شاخیں اعمال حسنہ ہیں پس مومن کے اعمال کو آسمان پر لیجاتے ہیں۔ اقول یعنی بدلیل قولہ تعالےٰ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اور بدلیل احادیث صحیحہ۔ شیخ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایسا ہی ضحاک وسعید بن جبیر وعکرمہ ومجاہد وبہتوں کا قول ہو کہ مومن کے قول وفعل طیب وصالح کو برابر ہر وقت دنیا میں صبح وشام آسمان کو لیجاتے

ہین ما قول مکرر حدیث صحیح گزر چکی کہ فرشتہ ستر ہزار نماز عصر کو اترتے ہین اور نماز فجر کے بعد جب آسمان کو اعمال لیجانا چاہتے ہین اسی وقت دوسرے ستر ہزار اُترتے ہین اور دونون نماز فجر مین مجتمع ہین پھر اول گروہ جاتے ہین اور دوم نماز عصر تک رہتے ہین پھر عصر کے وقت دوسرے ستر ہزار سواے کل والون کے آتے ہین یعنی ہر روز جدید آتے ہین۔ اور مترجم کہتا ہو کہ ظاہر مین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے شجرہ طیبہ کے معنے بندۂ مومن فرمائے حالانکہ مراد یہ ہے کہ شجرہ طیبہ کی مثال بندۂ مومن ہو چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سدی نے بواسطہ مُرّہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کیا کہ شجرہ طیبہ وہ نخلہ یعنی درخت خرما ہو اور یہی قول شعبہ نے بواسطہ معاویہ بن قرہ کے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حضرت انس نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کدر چھوہارون کی گود لائی گئی تو آپ نے پڑھا قولہ تعالے مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اور فرمایا کہ وہ درخت خرما ہو اور یہی صریح قول مسروق و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و ضحاک و قتادہ وغیرہم کا ہو اور بخاری رحمہ اللہ تعالے نے نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بتلاؤ کہ وہ کون درخت ہو جو مشابہ یا مانند مرد مومن کے ہو جسکے پتے کسی موسم جاڑے و گرمی مین گرائے نہین جاتے اور ہر حین مین اپنا پھل دیتا ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے دل مین آیا کہ وہ درخت خرما ہو مگر مین نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ کچھ بولتے نہین ہین تو مجھے اپنا بولنا خلاف ادب معلوم ہوا پس جب لوگون نے کچھ عرض نہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ درخت خرما ہو۔ پس جب ہم وہان سے اٹھے تو مین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے بابا میرے دل مین آیا تھا کہ وہ درخت خرما ہو فرمایا کہ پھر تجھے بولنے سے کس نے روکا تھا مین نے کہا کہ مین نے آپ لوگون کو خاموش دیکھکر بولنا خلاف ادب سمجھا فرمایا کہ اگر تو کہدیتا تو مجھے دنیا و ما فیہا سے بہتر تھا۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے اسی حدیث کو مجاہد عن ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مختصر روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ درختون مین سے درخت ہو جسکی مثال مرد مسلمان سے ہے۔ میرے جی مین آیا کہ کہدون وہ نخلہ ہے پھر مین نے اپنی طرف دیکھا تو جماعت مین سے بہت صغیر پایا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نخلہ ہے۔ رواہ الشیخان ایضاً اور مالک رحمہ اللہ تعالے نے بھی اسکو عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اصحاب سے فرمایا کہ درختون مین سے درخت ہے کہ اُس کے پتے مطروح نہین کیے جاتے اسکی مثال مرد مومن سے ہو لوگون کے خیال جنگلی درختون مین پڑ گئے اور میرے دل مین آیا کہ وہ نخلہ ہو۔ رواہ الشیخان ایضاً سبحان اللہ کہ ان بزرگون کے خیالات ہر چیز سے امر آخرت باقی کا انتفاع حاصل کر لینے مین ایسے سدید تھا و مترجم کہتا ہو کہ ظاہر امراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ نہین تھی کہ قرآن مجید مین شجرہ طیبہ سے مخصوص درخت خرما مراد ہو بلکہ یہ درخت بھی اس شان و مثال مین مومن کے مشابہ ہو کہ اسکے فروع ضائع نہین کیے جاتے ہین۔ اور اسکی دلیل وہ ہو جو ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد سے قتادہ رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو لوگ صاحبان ثروت ہین وہی سب ثواب لے گئے تو فرمایا کہ بھلا مجھے بتلا دے کہ اگر کوئی شخص تمام دنیا کی متاع لیکر تلے اوپر لگا دے تو کیا آسمان تک پہونچ جاویگی پس مین تجھے ایسا نیک کام بتلائے دیتا ہون کہ اسکی اصل یعنے جڑ تو زمین مین ہو اور شاخین آسمان مین ہین اُسنے عرض کیا کہ ان یا رسول اللہ تو فرمایا کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اور دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ الحمد للہ پڑھا کر پس اسکی اصل زمین مین اور فرع آسمان مین ہو۔ اقول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحاح مین اول چونتیس مرتبہ اور باقی دونون تینتیس مرتبہ ہین اور بعض روایت مین سب تینتیس مرتبہ ہین اور آخر مین جامع کلمہ توحید و تحمید و تمجید ہو۔ اور اسکے انوار و برکات عجیب مجرب ہین۔ ولیکن لازم ہو کہ ایمان والا اسکے معانی کو اصل یقین کے ساتھ دل سے پڑھے حتی کہ کلمہ اول کے وقت دل سے وہ توحید کہ سب عالم سوائے اللہ تعالے کی نظر سے غائب ہو جاوے

اور دوم کے وقت اسکی عجائب شان پاک وقدرت پر نظر ہو اور سوم پر اپنے دیدہ تمام مخلوق پرحسن احسان وہدایت ایمان و انواع انعام پر نظر ہو واللہ تعالے ہو الموفق۔ یہ کلام درمیان میں آگیا، غرضکہ اس روایت سے ان اعمال صالحہ سے مشابہ درخت کو تمثیل کے لیے متعین فرمایا اور درخت خرما ہر موسم میں پھل نہیں دیتا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قولہ کشجرۃ طیبۃ وہ ایک درخت جنت میں ہے بلکہ سب درخت جنت کے اسی شان پر ہیں ولیکن یہ فہم فقط اہل ایمان کے لیے ہے اور ضرور ہے کہ عوام کے لیے زمین کے درختوں میں سے تفہیم کیجاوے۔ قال الامام الحافظ رحمۃ اللہ علیہ وقولہ توتی اکلہا کل حین باذن ربہا یعنی ہر صبح وشام کے جملہ اوقات میں پھل دیتا ہے اور بعض نے کہا کہ حین سے مراد ایک مہینہ ہے یعنے ہر مہینہ اور بعض نے دو ماہ اور بعض نے چھ ماہ یا سات ماہ اور بعض نے ہر سال کہا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ ہر موسم معہود ہو سکتا ہے اور بعض نے توجیہ کی کہ خرما چونکہ سال میں ایک مرتبہ پھلتا ہے لہذا ہر سال مراد ہے اور شیخ امام حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سیاق کلام سے ظاہر یہ ہے کہ مومن کی مثال ایسے درخت سے ہے جو برابر پھولتا پھلتا ہو اس سے ہر وقت رات و دن اور ہر موسم جاڑے گرمی برسات میں پھل ملتا ہو جیسے مومن کے اعمال نیک برابر رات و دن و ہر موسم میں پاکیزہ حاصل ہوتے اور آسمان کو جاتے ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ کی مراد شاید یہ ہے کہ کلمہ طیبہ یا جسکے قلب میں کلمہ طیبہ راسخ ہے یعنی نفاق نہیں ہے اس کلمہ کے حق پر جو فروع ہیں وہ آسمان کو جاتے ہیں اور اگر اسکی مثال کسی درخت سے دیجاوے تو ایسے درخت سے ہوگی جو مضبوط قائم اور ہری بھری شاخیں بلند اور ہر دم میوہ دیتا ہے۔ مسئلہ: ایک نے قسم کھائی کہ تا حین تجھ سے کلام نہ کرونگا یا ایک نے عورت سے تا حین ایلاء کیا یا تا حین طلاق دی تو کیا حکم ہے اور یہ مسئلہ فتاوے ہندیہ کی کتاب الطلاق سے تلاش کرو۔ اور مقصود یہاں اہل لغت کا بیان ہے نحاس رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حین کا لفظ تمام اہل لغت کے نزدیک سوائے شاذ اقوال کے بمعنے وقت آتا ہے اور قلیل وکثیر زمانہ پر واقع ہوتا ہے اور بعض مواضع میں حین سے اکثر مراد ہوتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ ہل اتی علے الانسان حین من الدہر۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حین وقت خواہ دراز ہو یا کم ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ حین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں چھ مہینے ہیں الا آنکہ اسکی کچھ نیت ہو۔ سراج میں لایا کہ انسان کی مثال نخلہ سے اسوجہ سے ہے کہ نخلہ کا اگر سر کاٹ دو تو خشک ہو جاتا ہے اور دیگر اشجار ادھر ادھر سے پھوٹتے ہیں اور دیگر یہ کہ نخلہ نر ادہ لگانے سے پھلتا ہے اور کہا گیا کہ فضلہ خمیر آدم سے مخلوق ہوا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ایمان کی مثال درخت سے اسوجہ دی گئی کہ درخت اسی وقت ہوتا ہے کہ ریشہ مضبوط اور جڑ قائم اور فرع بلند ہو یونہی ایمان تین چیزوں سے تمام ہوتا ہے تصدیق بالقلب اور قول بزبان اور عمل بجوارح۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ توجیہ ضعیف ہے اور اصلی مقصود بیان کا یہ ہے کہ اگر ایک درخت ایسا ہو کہ جڑ اسکی مضبوط اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوں اور پاکیزہ لذیذ حلال میوہ ہر وقت دیتا ہے اور نظیر اسکے وجود کی نخلہ ہے تو وہ مشابہ ہے مرد مومن کے ایمان کلمہ طیبہ سے جسکی بدولت مومن کے اعمال نہایت پاکیزہ خوشگوار آسمان کو جاتے ہیں۔

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ اور تمثیلیں بیان فرماتا ہے اللہ تعالے لوگوں کے لیے ایسے حسن کلام سے کہ ہر درجہ کا آدمی بخوبی سمجھتا ہے اگر غور کرے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وے لوگ نصیحت پکڑیں۔ اپنے آغاز سے ہوشیار اور دنیاوی زندگی کو آخرت کے لیے غنیمت جانیں اور آخرت پر یقین کرکے گمراہی کی تاریکیوں اور نجاسات سے نکلکر پاکیزگی وطہارت میں ہمیشہ کے لیے راحت میں رہیں۔ پھر اللہ تعالے نے اہل سعادت کا حال بیان کرنے کے بعد اہل شقاوت کا حال بیان کر دیا اور اسلوب بیان کے بدل دینے میں یعنی یوں نہ فرمایا کہ کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ خبیثۃ اشعار ہے کہ اسکے بیان میں اظہار خوبی کا اہتمام نہیں ہے بلکہ بطور غیر مقصود انکا حال ظاہر فرمایا بقولہ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ اور کلمہ خبیثہ جو سوائے کلمہ توحید کے ہے یعنے دل میں توحید کی اصل کے سوائے جو کچھ اعتقاد ہو وہ کلمہ خبیثہ ہے اور جیسے کلمہ طیبہ کا اعتقاد عیب و پاکیزہ ہوتا ہے اسی واسطے حدیث میں ظاہری احتلام وجماع سے جس نے اپنے کو نجس کیا تھا اسکو متنبہ کیا اور کہا کہ مومن نجس نہیں ہوتا ہے اسیطرح اسکے مقابل میں کلمہ خبیثہ کا

Marfat.com

اعتقاد رکھتے والاخبیث ونجس ہے اسی واسطے قولہ تعالی ان المشرکین نجس الآیہ میں صریح فرمایا ہے اور منافقین بھی اسی میں داخل ہیں کیونکہ ان میں کلمہ طیبہ نہیں بلکہ وہ اسکو اکھاڑے ہوئے دور کرتے ہیں اور جس نے بادشاہ عدل کو اپنے ملک میں نہ آنے دیا وہ ہنوز اندھا ہے اور اسمین ظلم بھرا ہوا ہے مگر اس سے وہ زیادہ بدتر ہے جس نے بادشاہ عدل کی خوبیان دیکھین اور اسکو نکالنے اور دور کرنے کے واسطے ساعی اور نجاست کو اپنے یہان مضبوط کرنے والا ہے پس اس سے دوسرے بھی محروم ہوتے ہیں اسی واسطے منافق کو زیادہ عذاب ہے پس حاصل یہ کہ سوائے کلمہ طیبہ والون کے باقی جو لوگ ہین سب کلمہ خبیثہ والے ہین ان کے مثل کَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ جیسے درخت خبیث یعنی شریان جسکو حنظل کہتے ہین اور وہ بغیر تنہ کے اور بغیر مضبوط جڑ کے ہوتا ہے اور اسکا پھل بدمزگی میں مشہور ہے اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ کی تفسیر میں ہے کہ امام حافظ ابوبکر البزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ شجرہ خبیثہ شریان ہے اور دوسری اسناد سے اسکو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے اسکو اپنی اسناد سے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور راوی نے کہا کہ مین نے اسکو ابوالعالیہ سے جو کبار تابعین میں سے ہین ذکر کیا تو انھون نے کہا کہ ہان یون ہی سنتے آئے ہین اور اسکو ابن جریر و ابو یعلی نے بھی روایت کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ ظاہر یہان بھی عرب کے واسطے ایسے درخت کی نظیر بدرخت حنظل ہے اور مراد یہ ہے کہ کلمہ خبیثہ جسمین متمکن ہے یعنی کافر تو یمکن بغیر زمین ہے کہ انکے قلوب بحکم قولہ تعالی افئدتہم ہواء الآیہ یعنی انکے قلوب خالی ہین اور یہین سے ظاہر ہوا کہ حکمت آیہ عجیب ہے اور مثال عجیب ہے کہ کافرون مشرکون میں کلمہ خبیثہ ہے مگر اسکی یہ حالت ہے کہ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ اسکا جثہ اکھڑا ہوا ہے زمین کے اوپر سے یعنی زمین میں اسکو ثبات نہیں ہے مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ اسکے لیے قرار نہیں ہے پس ایسے ہی کافر اور اسکے کلمہ کا حال ہے کہ اسکے واسطے کوئی جمعہ نہیں اور نہ ثبات ہے اور نہ اس سے کوئی نیکی حاصل ہوتی ہے اور نہ اسکا کوئی قول و عمل چڑھایا جاتا ہے اور یہین فرع کا کچھ حال اسوجہ سے نہین فرمایا کہ کلمہ خبیثہ کی اصل ہی نہین ہے تو فرع کیونکر ہو اور یہان سے معلوم ہوا کہ عوام الناس جو اکثر گمان کرتے ہین کہ بعض کافر بہت سی عبادات و طاعات بجالاتے ہین تو یہ محض نادانی ہے اور حق یہ ہے کہ یہ فروع و اعمال سب بغیر اصل ہین اور ظاہر ہے کہ جب اصل باطل ہے تو جسقدر فروع ہون سب باطل ہین اور یہین سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان باہم فروع پر مخالفت نہ کرین بلکہ سب متفق ہو کر اصل ایمان کو دل میں قائم کرین اور شرک و فساد کی بنیاد کچھ باقی نہ رہے پھر اعمال مین اپنی اپنی قسمت سے ملینگے اور ادنے عمل انکا نافع ہوگا اور جب تک کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا اعتقاد دل میں راسخ نہین ہے اسوقت تک اعمال برباد ہین اور واضح رہے کہ اپنے نفس کے کہنے پر یہ غرہ نہو کہ ہمارے دل میں یہ اعتقاد راسخ ہے اسلیے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ من فاتتہ صلوۃ العصر فکانما وتر اہلہ ومالہ یعنی جسکی عصر کی نماز قضا ہو گئی گویا اسکے گھر بار آل و اولاد اور مال چھوٹ گیا۔ اور ظاہر ہے کہ سب نہین بلکہ ایک فرزند کے چھوٹنے سے آدمی کو جسقدر گریہ وزاری و بیقراری ہوتی ہے قیاس کرے کہ نماز عصر چھوٹنے سے اسکے ہزار دان حصہ ہوئی پس خوف کرو کہ آج ایمان ہاتھ سے گم نہو ورنہ کل کے روز قبر مین ہیبتناک سامنا ہے نعوذ باللہ من عذاب القبر وعذاب النار۔ اور جس نے لا الہ الا اللہ کے معنے سمجھ لیے اُسنے تمام ایمان و علم دین حاصل کر لیا اسی واسطے حدیث صحیح مین ہے کہ من قال لا الہ الا اللہ صادقا من قلبہ دخل الجنۃ رواہ البخاری وغیرہ یعنی جس نے لا الہ الا اللہ سچائی کے ساتھ اپنے دل سے کہا وہ جنت مین داخل ہوا یہی اصل ہے کہ اسکے ساتھ شرک جمع نہین ہوتا ہے خالق و مالک و رازق و قادر مختار وہی اللہ جل جلالہ ہے وہی جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے کسی اور کی شرکت بالکل نہین ہے اور حواس کے موافق تدبیر کرنا و ہر طرح کی کوشش اسی کے پیدا کیے ہوئے حواس و جسم کو کام مین لگانا ہوتا ہے ولیکن اُسی پر توکل و بھروسا ہے اور جس نے دنیا میں تھوڑی سعی کی اور کم کیا یا اور تمام وقت آخرت کے کام مین صرف کیا وہ کل کے روز اچھا رہا اور موت جانے کا گھر وہی ہے۔ خلاصہ بیان تفسیر کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ جسکے دل میں راسخ اور سچا اعتقاد لا الہ الا اللہ کا دل مین ہے اس کے سب قول و عمل جو اعتقاد میں مقبول اور آسمان کو فرشتے لیجاتے ہین ہر دم رحمت جزیل و ثواب جمیل ملتا ہے گویا ایک پاکیزہ درخت ایسا ہے

Marfat.com

کہ اس کی جڑ خوب مضبوط قائم ہو جیسے درخت خرما ہوتا ہو اور اس کی شاخیں آسمان کو پھیلی ہوئی ہیں ہر دم اور ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پھل دیتا ہو لہذا مومن نے جب ایمان و یقین کے ساتھ زبان سے افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ کا وظیفہ کیا یا تسبیح و تہلیل و تحمید کا کلمہ پڑھا یا درود شریف پڑھا یا وعظ کہا یا قرآن مجید پڑھایا یا مانند اسکے حتےٰ کہ دو مسلمانوں کے درمیان رنجش دور کرنے کو گفتگو کی یا وضو کیا یا نماز ادا کی یا نفل ادا کیے یا مسجد کی طرف چلا یا حج ادا کیا یا جہاد کیا حتےٰ کہ اہل و عیال و اپنے لیے کمائی کی تو یہ سب اسکے فروع ہیں جنکے پھل بقبولیت و توفیق پروردگار اسکو حاصل ہیں اور رہا وہ کہ جو مومن نہیں ہو تو اسکا اعتقاد شرک یا کفر یا نفاق جو کچھ ہو وہ خبیث ہو اور مثال اسکی خبیث درخت کے ساتھ ہو کہ نہ اسکی جڑ مستحکم ہو کیونکہ جڑ تو وہ مستحکم ہو جو آیات بینات و حجت آلٰہیہ ہو اور کافر اگر اپنے دل میں ایک اعتقاد کو جازم کر لے تو اس سے کچھ قائم نہیں ہو پس جب جڑ ہی ندارد وہ محض واہی تباہی خیالات کو اعتقاد بنایا ہو تو اسکی شاخیں کہاں سے آویں گی اور میوہ اسکا مثل درخت حنظل کے باطل ہو گا۔ واضح ہو کہ بعض مفسرین نے شجرہ خبیثہ کی تفسیر میں پیاز اور بعض نے کشوثا اور بعض نے کماۃ ذکر کیا و لیکن زبان عرب میں ان چیزوں کو شجر نہیں بولتے ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ ایک بوٹی ہو جو بغیر جڑ کے بڑے درختوں پر پھیلتی ہو اور درخت کو خشک کر دیتی ہو اور مترجم کہتا ہو کہ وہ تو بالکل شجر کی اطلاق سے خارج ہو اور ظاہر ان بزرگوں نے اجتثت من فوق الارض ما لہا من قرار کی ظاہری تطبیق سے ایسا کہا ہو حالانکہ مراد اس کی جڑ کے ندارد یا اکھڑے ہوئے ہونے سے یہ نہیں ہو کہ جڑ اسکی بالکل نہو معنی یہ ہیں کہ کلمہ خبیثہ اگرچہ کافر کے دل میں خوب جما ہوا ہوتا ہو لیکن بے اصل ہو اس کی جڑ باطل ہو تو اسکے موافق جو اعمال و اقوال وہ کرتا اور کہتا ہو سب فروع و شاخیں بھی بیکار ضائع ہیں جیسے درخت خبیث کا حال ہو اور صحیح تفسیر اسکی حنظل ہو پھر واضح ہو کہ کلمہ طیبہ کی مثال درخت خرما سے ایک تفہیم کی راہ سے ہو اور یہ مراد نہیں ہو کہ مومن کی تشبیہ خرما کے درخت سے ہر طرح سے ہو اور دوسری طرح سے منافق کی تشبیہ درخت صنوبر سے حدیث صحیح میں یوں ہو کہ بندہ مومن ہمیشہ مصائب و بلیات کے جھونکے کھاتا ہو جیسے دھان کا درخت کہ ہوا جھکوڑے سے لوٹ پڑتا ہو پھر کھڑا ہو جاتا ہو اسی طرح بندہ مومن بھی برابر مصائب سے مبتلا ہو کر گناہوں سے پاک کیا جاتا ہو یہانتک کہ موت کے وقت پاکیزہ صاف اس دنیا سے جاتا ہو اور رہا منافق تو اسکی مثال درخت صنوبر ہو کہ بلیات کے جھونکے ہواؤں کے اسکو کچھ صدمہ نہیں پہونچاتے ہیں یہانتک کہ جب اللہ تعالیٰ ایکبار اس کو گرفتار کرتا ہو تو جڑ سے مثل درخت خرما کے اکھاڑ دیتا ہو۔ کما فی الصحاح۔ اور اسی بیان سے مفہوم ہو کہ پیاز ہو یا حنظل اسکو درخت خبیث بنظر تمثیل فرمایا ہو اور خالق عزوجل اپنی مخلوقات کا علیم ہو اور یہ مراد نہیں ہو کہ حکم اس درخت کا نجس ہو حتےٰ کہ پیاز حرام و حنظل حرام ہو جاوے فافہم۔ ہاں یہاں یہ اشارہ ہو کہ جسقدر آدمی سے مخلوقات کو پاکیزہ نفع پہونچے وہ اچھا ہو اور حدیث صحیح میں ثابت ہو کہ لوگوں میں سے بہتر وہ ہو جو لوگوں کو نفع پہونچاوے فافہم۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ الآیہ اس کلام پاک کے اشارات لطیفہ میں سے بیان کلمہ قدیمہ ازلیہ ہو جس سے اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنی معرفت کے لیے مختار فرمایا تھا اور وہ کلمہ سب پاکیزہ سے پاکیزہ ہو اور یہ کلمہ قدیمہ درخت صفات ہو کہ اصل ثابت بقدم ہو اور فرع آسمان بقا میں ہو اور یہ درخت ایسے تغیرات و تبدلات سے جو حوادث میں قہریات سے ہوتے ہیں محفوظ ہو اول بلکہ وہی اصل ہو وہاں تغیر و تبدل کے کچھ معنے ہی نہیں ہیں تو محفوظ غیر محفوظ کا بھی کوئی موقع نہیں ہو جبکہ اسکے سوائے کچھ ممکن نہیں ہو و لیکن اوہام باطلہ کے رفع کرنے اور ظنون کاذبہ کے دور کرنے کے طور پر مانند قولہ تعالیٰ لا تبدیل لکلمات اللہ اسکو بیان کر دیا اور واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے مراتب عالیہ پاکیزہ کو بپاکیزگی و ثمرات پاکیزہ کا نتیجہ دہندہ بیان فرمایا اور ظاہر کفر و نفاق و شرک کے خوار ہونے اور محض بے نتیجہ و باطل ہونے کو ظاہر فرمایا جس سے خوب یقین ہو گیا کہ کفر و اسکے اعتقاد و اقوال و اعمال سب نابود اور باطل ہیں کیونکہ محض بے اصل ہیں اور بغیر جڑ کے درخت شاخ یا پھل کچھ نہیں دیتا ہو پس بحکم قولہ مثل الذین کفروا اعمالہم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف الآیہ یقین ہو گیا کہ اہل الکفر روز قیامت میں بالکل خوار ہونگے اور شیطان انکا پیشوا ہو گا۔ اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے اشارہ میں ایمان سے بالاتر مقام وحدت پاک کو

Marfat.com

سمجھا یا کہ اسمیں اشارہ ایسا ہی کہ جو شخص قلبی صفات سے ہدایت یافتہ مومن ہوا اور فائز بدرجۂ عرفان ہوا اور کسی طرح خیالات و تصورات و اوہام کو دخل نہ دے وہ قلب کے بلکہ روح کے ادراک سے صرف یہ سمجھے وہ بھی مثالی طور پر سمجھے کہ اصل قدیم پاک جو لا الٰہ الا اللہ درخت ہوا اور صفات گویا شاخیں ہیں مگر سبحان اللہ کہ یہاں درخت بیچارہ کیا چیز ہو جب کہ انسان نیست و نابود ہو ولیکن یہ یقین رکھو کہ فوراً درخت وغیرہ خیالات سے نظر پھیر دو اور صرف اتنا سمجھو کہ صفات پاک آئینہ ہر تغیر و تبدل سے پاک ایک ذات قدیم کی صفات ہیں مانند توحید و تفرید و لقا وغیرہ کے کہ اسنے عارفین محبین صدیقین و عاشقین کو ثمرات تجلیات ہر ایک مقام و وقت کے مخصوص بصفت پاک حاصل ہوتے ہیں شیخ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کلمۂ طیبہ قول لا الٰہ الا اللہ ہو جبکہ مقام حقیقت میں عین الیقین کے مرتبہ پر ہوا اور شجرۂ طیبہ وہ ہو جو اہل توحید کے اسرار کو طمع سے پاک کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا دیتا ہو اور اسکے سوا ہر چیز سے منقطع کرتا ہو مترجم کہتا ہو کہ میں یہاں حضرت مولانا السید امام الاولیاء کا کلام نقل کرتا ہوں جو نقل حدیث صحیح کہ یا غلام احفظ اللہ یحفظک۔ اور تسمہ جوتی کا مانگے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ کے ترجمہ ذکر کیا بقولہ رحمۃ اللہ کل آفۃ دخلت علی اہل البدایات لوقوع نظرہم الی الخلق یعنی ابتدائی لوگوں پر ہر ایک آفت جو وارد ہوتی ہو وہ اسی وجہ سے ہوتی ہو کہ انکی نظر مخلوق پر پڑتی ہو الے آخر ما قال رضی اللہ عنہ۔ شیخ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ خزائن آلٰہی آسمان غیب میں مخفی ہیں یعنی ہم لوگوں پر حجاب ہو ورنہ خزائن غیب انکی ظاہر و روشن ہیں اور زمین میں اسکے خزائن قلوب اولیا ہیں اور اس اشارہ کو اسی آیت سے نکالا ہو اور کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ ایک ہوائے نسیم صبا بھیجتا ہو جو اسکے قلب کو کفر و شرک و نفاق سے پاک کر دیتی ہو اقول الاصل فیہ قولہ علیہ السلام ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الحدیث۔ اور کہا کہ پھر ایک ابر رحمت پیدا فرماتا ہو جسکی بارش سے درختان تر و تازہ بار آور پیدا ہوتے ہیں جنکا ثمر اسکی محبت و رضا و شکر و صفا و اخلاص و طاعات ہیں۔ قولہ تعالیٰ ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ الآیۃ اسکے اشارات حکمت میں سے ہو کہ قہر قدیم نے جب زبان نفس امارہ سے جو درخت خبیث ہو کلام کیا تو زبان نفس امارہ کی گفتگو ہوا جسمیں نفسانیہ میں جن سے وساوس شیطانیہ کا ثمر پیدا ہوتا ہو اور یہی کلمات تمام اُن مختلف خواہشوں کی جڑ ہیں جنکا انجام تاریکی سخت و دوری از رحمت اور فتنۂ شہوات و اوہام و خیالات میں تباہی و سرگردانی ہوتا ہو اس درخت کو دست قہریات نے قعر طبیعت میں جمایا ہو اور آب ضلالات سے اسکو پانی دیا گیا ہو اور اسکی جڑیں اصول نفاق ہیں اور پیڑ یہی اس کی اصل بالکفر اور شاخیں خواہشہائے مختلفہ اور اسکے پتے بیہودہ باطل اوہام و ظنون ہیں اور اسکے پھل شک و شرک و کسل و بخل و اترانا و نشاط دنیا و تخیلات و حیلہ بازی و کذب و فریب و بہتان و غیبت و چغلی و حرص و حسد و شہوت و بغض و غضب و جملہ بد خصلتیں جو نفس و شیطان کی جانب منسوب ہیں پھر ہر وقت و ہر دم اس سے یہی پھل حاصل ہوتے ہیں اب دیکھنا چاہیے کہ محب صادق و بندہ موافق برابر قصد کرتا ہو کہ انکو جڑ سے قطع کر دے اور توحید کی اڑہ سے اور معرفت و محبت کی کلہاڑی سے انکو جڑ سے کھود ڈالے پس اگر یہ بندہ مؤید بتائید ربانی و کرم بالطاف دلیہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسپر یہ کام آسان فرما دیتا ہو وہ اسکو جڑ سے کاٹ دیتا ہو اور کوئی ضرر نہیں پہونچتا ہو اسلیے کہ یہ سب عارضی بغرض امتحان قلب ہیں اور یہ قلب محل و مظہر نور تجلی حق عزوجل ہو پس قلع و قطع آسان ہو جاتا ہے کیونکہ یہ درخت خبیثہ جما ہوا ثابت نہیں ہوتا ہو بلکہ بحکم قولہ اجتثت من فوق الارض ہو بخلاف درخت ایمان کے کہ بحکم اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء وہ ثابت ہو۔ اقول یہ تحقیق صریح معقول لطیف ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد بن علی الترمذی نے کہا کہ شجرۂ خبیثہ زبان ہو جبتک آدمی اسکو نہ روکے اس سے کلمات خبیثہ پیدا ہونگے۔ اقول زبان بھی شجرۂ خبیثۂ نفس کی پیروی میں ثمرات بیہودہ کلمات دیتی ہو ورنہ ذکر الٰہی احسن ہو فافہم بعض نے کہا کہ شجرۂ خبیثہ نفاق ہو اور اسکو کہیں قرار نہیں یہانتک کہ منافق کو نار میں لیجاتا ہو۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ غیبت و بہتان ہو دونوں سے کذب و فجور کا دروازہ کھل جاتا ہو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شجرۂ خبیثہ شہوات ہیں و زمین اسکی نفوس ہیں اور پانی اسکا امید ہو اور پتے اسکے کسل ہو اور پھل اسکے معاصی ہیں اور انجام اسکا آگ ہو۔ ف شجر خبیثہ کی صفت بقولہ اجتثت من فوق الارض مالہا من قرار بیان فرمائی حالانکہ درخت اسی کو کہتے ہیں جسکی جڑ زمین میں قائم اور اسپر بڑی

اور پھر شاخین و پتے ہون جواب دیا گیا کہ شجرہ طیبہ کے مقابلہ مین اس گھاس کو درخت فرمایا ورنہ صفت مذکورہ کے موافق یہ نجم ہو جو بغیر ساق ہوتی ہو اور حضرت ابن عباس و ایک جماعت علماء تابعین سے مروی ہو کہ کلمہ خبیثہ وہ شرک ہو اور درخت خبیث کافر ہو یعنی شرک کی کوئی اصل نہین جسکو کافر اپنا مستند کرسکے ورنہ کوئی دلیل و برہان ہو اور اس جڑ سے جو اعمال پیدا ہوتے ہین سب خراب ہین کیونکہ ہر عمل کے لیے نیت لازم ہو لہذا آیات و احادیث مین صحیح ہوا کہ شرک کے ساتھ کوئی عمل مقبول نہین ہوتا پھر اللہ تعالے نے کلمہ طیبہ والون پر اپنا انعام و فضل و احسان ظاہر فرمایا بقولہ تعالے

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

ثابت رکھتا ہو اللہ تعالے ان بندون کو جو ایمان لائے ہین قول ثابت کے ساتھ دنیا کی زندگی مین اور آخرت مین اور گمراہ کرتا ہو اللہ

الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۧ

ظالمون کو اور کرتا ہو اللہ تو جو کچھ وہ چاہتا ہے

ع ۱۶

تثبیت ـ ثابت و قائم کر دینا اسطرح کہ کچھ لغزش و تردد نہو ـ قول ثابت وہی کلمہ طیبہ کہ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء ہو فی الحیوۃ الدنیا یعنی زندگی دنیاوی ـ فی الآخرۃ بعض نے کہا کہ قیامت اور بعض نے کہا کہ قبر اور یہی اصح و ارجح ہو ـ قولہ تعالے ـ يُثَبِّتُ اللّٰهُ اللہ تعالے جو قادر مختار فاعل حقیقی ہو ثابت و برقرار رکھتا ہو ـ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اُن بندون کو جو ایمان لائے یعنے کلمہ طیبہ انکے دل مین جم گیا ـ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ متعلق آمنوا یعنے قول ثابت پر ایمان لائے اور وہ کلمہ طیبہ ہو پس جو لوگ کہ کلمہ طیبہ ثابتہ پر ایمان لائے ہین انکا رب رحیم انکو ثابت قدم رکھتا ہو اور محتمل ہو کہ یثبت کے متعلق ہو یعنے تثبیت بقول ثابت فرماتا ہو یعنی ایمان والے انعام و فضل الٰہی ثابت قدم رہتے ہین ـ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زندگانی دنیاوی مین جب فتنہ و مصائب سے امتحانات پیش آتے ہین جیسے اصحاب اُخدود کو کافرون نے آگ مین ڈالا اور جیسے حضرت سیدنا بلال مولا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا و تکلیف سخت دی گئی مگر ایمان پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالے جل شانہ کا شکر ہو کہ وہی ثابت قدم فرماتا ہو دنیاوی امتحانات و سختیون مین وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت مین بھی ـ بعض نے کہا کہ قیامت کے حساب و سوال جواب مین ولیکن یہ قول ضعیف ہو اس لیئے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ قیامت مین جس شخص سے حساب مین مواخذہ کیا جائیگا وہ ہلاک ہو جائیگا اللھم انی اعوذ بک من سوء الحساب ـ اور بعض نے کہا کہ یعنے قبر کے سوال منکر نکیر مین ـ اور یہی اصح ہو اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ قولہ فی الآخرۃ کہا کہ فی القبر ـ اور ابن مردویہ نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قبر مین ہو ـ اور امام بزار رحمہ اللہ تعالے نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ امت اپنی قبرون مین امتحان کیجاویگی تو میرا کیا حال ہوگا کہ مین بہت کمزور عورت ہون تو آپ نے پڑھا قولہ تعالے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ ـ اور ابو داؤد نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہان ٹھہر جاتے اور کہتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اسکے لیے تثبیت مانگو کہ اُس سے اس وقت سوال کیا جائیگا ـ غرضکہ در بارہ سوال قبر و ثواب و عذاب قبر کے بہت سی احادیث وارد ہوئی ہین حتےکہ جو کوئی ثواب و عذاب قبر پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہو اور واضح ہو کہ منکر و نکیر درحقیقت ملائکہ ہین لیکن انکی صورتین بہت ہیبتناک ہوتی ہین اور یہ فقط امتحان تثبیت ہو کیونکہ جو چیز دل مین جمی ہوئی ہو وہ کسی حال مین خارج نہین ہوتی ہو اور اسی ہیبتناک منظر کی وجہ سے حضرت ام المومنین نے کہا کہ مین ایک کمزور عورت ہون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تسکین دی کہ جو کوئی دنیا مین ایمان پر ثابت ہوتا ہو اُسکو اللہ تعالے دنیا کی سخت آزمائش اور قبر کے ہیبتناک منظر مین ثابت قدم رکھتا ہو اس مین طاقتور و کمزور اور مرد و عورت کا کچھ کام نہین ہو ـ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

Marfat.com

کہ جب مومن سے قبر مین سوال کیا جاتا ہو تو وہ شہادت دیتا ہو کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پس یہی فرمایا یثبت اللہ الذین آمنوا الآیہ - امام مسلم وبقیہ جماعت
ائمہ نے بھی اسکو روایت کیا ہو اور اسی کو امام احمد نے بسط کے ساتھ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرد انصاری کے جنازہ کے ساتھ
ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت مین چلے جب قبر تک پہونچے تو ہنوز لحد تیار نہوئی تھی پس آپ بیٹھ گئے اور ہم سب آپ کے گرد خاموش بیٹھ گئے
اور آپ کے ہاتھ مین ایک چھڑی تھی اس سے زمین مین کریدتے تھے پس آپ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگو دو مرتبہ
فرمایا یا تین مرتبہ پھر کہا کہ بندہ مومن جب دنیا سے انقطاع و آخرت کے سامنے جانے کو ہوتا ہو تو آسمان سے کچھ فرشتے اُترتے ہین جنکے چہرہ مثل سورج
کے روشن ہوتے ہین انکے ساتھ جنت کے لباس سے کفن اور خوشبو سے حنوط ہوتی ہو پس اُترکر اُسکی نظر کے دور سے پر بیٹھتے ہین پھر ملک الموت آکر اُسکے
سرہانے بیٹھتا ہو اور کہتا ہو کہ اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی مغفرت و رضوان کی طرف چل پس جیسے سقار کے دہانہ سے قطرۂ آب روان ہوکر نکل آتا
ہو وہ روح رواں ہوکر باہر آجاتی ہو پس ملک الموت اسکو لے لیتا ہو مگر وے پلک مارنے تک اسکو ملک الموت کے پاس نہین چھوڑتے بلکہ لے کر اسی
کفن و حنوط سے آراستہ معطر کرکے لے چلتے ہین اُس سے نہایت اعلیٰ خوشبو نکلتی ہو جو روے زمین پر ہو سکتی ہو پس اسکو آسمان کی طرف چڑھا لیجاتے
ہین راہ مین جس گروہ ملائکہ پر گزر ہوتا ہو وہ کہتے ہین کہ یہ کیسی خوشبودار روح ہو کہتے ہین کہ یہ فلان بن فلان ہو اسکے دنیاوی نامون مین سے سب سے اچھا نام
لیتے ہین یہانتک کہ آسمان دنیا تک پہونچتے ہین اور دروازہ کھلواتے ہین پس دروازہ کھولدیا جاتا ہو اور مبارکباد کے بعد اس آسمان کے مقربین مشایعت
کرتے ہین یہان تک کہ دوسرے آسمان تک پہونچتے ہین اسی طرح ساتوین آسمان پر اللہ تعالےٰ جل شانہ کا حکم ہوتا ہو کہ میرے بندہ کا نوشتہ علیین مین
لکھو اور اسکو زمین پر واپس کراؤ کیونکہ مین نے انکو اُسی سے پیدا کیا اور اسی مین اعادہ کرونگا اور اسی سے دوبارہ نکالونگا - فرمایا کہ پھر اسکی روح اس کے
جسم مین دوہرائی جاتی ہو تب اسکے پاس دو فرشتے آتے ہین اور اسکو بٹھلا کر اس سے کہتے ہین کہ کون تیرا پروردگار ہو وہ کہتا ہو کہ میرا رب اللہ ہو پھر اس سے
کہتے ہین کہ تیرا کیا دین ہو کہتا ہو کہ میرا دین اسلام ہو کہتے ہین کہ یہ کون شخص ہو جو تم مین مبعوث کیا گیا وہ کہتا ہو کہ وہ رسول اللہ ہو کہتے ہین کہ تیرا علم کیا ہے وہ
کہتا ہو کہ مین نے کتاب الٰہی پڑھی پس اسپر ایمان لایا اور تصدیق کی پس آسمان سے ایک پکارنے والا ندا دیتا ہو کہ میرے بندے نے سچ کہا پس اسکے لیے
جنت سے فرش بچھادو اور جنت سے لباس دو اور جنت کی طرف دروازہ کھولدو - فرمایا کہ پس جنت کی راحت و خوشبو اسکو آتی رہتی ہو اور اسکی منتہاے نظر تک
اسکے لیے قبر مین فراخی دیجاتی ہو اور اسکے پاس ایک شخص خوبصورت خوش پوشاک خوشبو معطر آتا ہو اور کہتا ہو کہ بشارت تجھے ایسی خبر سے جو تجھے مسرور
کرے یہ وہی تیرا دن ہو جسکا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا اس سے پوچھیگا کہ تو کون ہو کہ تیرے چہرہ سے خوشی کی بشارت آتی ہو وہ کہیگا کہ مین آپ کا عمل صالح ہون
تب کہتا ہو کہ اے رب قیامت قائم فرمادے کہ مین اپنے اہل و عیال کی طرف واپس جاؤن - اور فرمایا کہ بندہ کافر جب دنیا سے منقطع اور آخرت کی طرف جانے کو
ہوتا ہو تو آسمان سے ہیبتناک ملائکہ اُترتے ہین جنکے چہرہ سیاہ ہوتے ہین اور انکے ساتھ موٹے کمل ہوتے ہین اسکی منتہاے نظر پر بیٹھتے ہین پھر ملک الموت آکر اُسکے
سرہانے بیٹھتا ہو اور کہتا ہو کہ اے نفس خبیثہ نکل بجانب خشم و غضب الٰہی کے پس نفس مذکور ڈر کر بدن مین چھپتی ہو پس ملک الموت اسکو کھینچتا ہو ایسی سختی سے
جیسے بھیگی اُون مین سے گرم سیخچہ کھینچا جاوے پس اسکو ماخوذ کرلیتا ہو پھر وہ ملائکہ ایک دم اسکے پاس نہین چھوڑتے بلکہ لیکر اُسی ٹاٹ کمل مین کرکے گرفتار کرتے
ہین اور اس سے نہایت سخت مردار بدبو جو روے زمین پر پائی جائے نکلتی ہو پس اسکو اوپر لیجاتے ہین اور ملائکہ کے گروہ مین سے جس گروہ پر گزرتے ہین وہ کہتے ہین کہ یہ کون
روح خبیثہ ہو کہتے ہین کہ فلان بن فلان دنیا مین جن نامون سے بلایا جاتا انہین سے سب سے قبیح نام لیتے ہین یہانتک کہ اسکو آسمان دنیا تک لیجاتے ہین اور دروازہ
کھلواتے ہین مگر کھولا نہین جاتا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط پس اللہ تعالیٰ عز وجل
فرماتا ہو کہ لکھو اسکا نوشتہ سجین مین سب سے نیچے طبقہ زمین مین پس اس کی روح بری طرح سے طرح پھینکدی جاتی ہو پھر پڑھی یہ آیت ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء

Marfat.com

فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق۔ پھر اسکی روح اسکے جسم مین اعادہ کیجاتی ہی اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہین اور اسکو بٹھلاتے ہین اور پوچھتے ہین کہ تیرا رب کون ہی وہ کہتا ہی ہاہ ہاہ مجھے نہین معلوم پھر کہتے ہین کہ تیرا کیا دین ہی کہتا ہی کہ ہاہ ہاہ مجھے نہین معلوم پوچھتے ہین کہ یہ شخص کون ہی جو تم مین مبعوث ہوا کہتا ہی کہ ہاہ ہاہ مجھے ادراک نہین ہی پس آسمان سے پکارنیوالا پکارتا ہی کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا پس اسکے لیے آگ سے فرش کر دو اور دوزخ کی طرف دروازہ کھولدو پس اسکو دوزخ کی حرارت و سموم آتی ہی اور اسکی قبر مین اسپر تنگی کیجاتی ہی یہانتک کہ اسکی پسلیان ایک دوسری طرف سے نکل آتی ہین اور اسکے پاس ایک بدصورت آدمی آتا ہی جس سے بدبو نکلتی ہی وہ کہتا ہی کہ بشارت ہی تجھکو ایسی چیز سے جو تجھکو غمگین کرے یہ تیرا وہ دن ہی جس سے تجھکو ڈرایا جاتا تھا۔ اس سے کہیگا کہ کون ہی کہ تیری صورت سے میری حق مین نشان بدی ظاہر ہوتی ہی۔ کہیگا کہ مین تیرا خبیث کلمہ و عمل ہون تب دعا مانگنے لگیگا کہ اے رب میرے قیامت نہ قائم کیجیو۔ وقد رواہ اصحاب الصحاح والسنن اور امام احمد رحمہ اللہ تعہ کی ایک روایت مین بعض علوم زیادہ ہین از انجملہ یہ کہ مومن کی روح نکلنے پر تمام فرشتہ درمیان آسمان و زمین کے اور تمام فرشتہ آسمان کے اسپر صلوۃ پڑھتے ہین اور تمام دروازے آسمان کے کھلتے ہین اور ہر دروازہ والا دعا مانگتا ہی کہ اسکا گذر اس دروازہ سے ہو۔ از انجملہ یہ کہ کافر پر بعد سوال منکر و نکیر کے ایک فرشتہ اس صفت کے ساتھ کہ نہ دیکھتا ہی اور نہ سنتا ہی اور اسکے ہاتھ مین ایک گرز ہی اسپر مسلط کیا جاتا ہی گرز آتشی ایسا ہی کہ اگر پہاڑ پر مارے تو راکھ ہو جاوے پس وہ اس کافر کو ایک ضرب مارتا ہی کہ وہ راکھ ہو جاتا ہی پھر اللہ تعہ عز و جل اسکو جیسا تھا ویسا کر دیتا ہی کہ وہ دوسری ضرب پاتا ہی اور وہ اس ضرب سے ناگوار چیخ سے چلاتا ہی جسکو سوائے جن و انس کے ہر چیز سنتی ہی۔ اقول جن و انس کا نہ سننا محل امتحان الٰہی ہی اور شاید کہ ضرب کا عذاب مخصوص ان کافر موذی ظالم بدکار ہو اور عموماً کفار اسی فرش دوزخی و حرارت و سموم مین مبتلا کیے جاتے ہون اور شاید کہ سب اسی عذاب مین مبتلا ہون اور فرشتہ اندھا گونگا بہرا جو عذاب کرنے کو مسلط ہوتا ہی وہ اسکی خلقت مین عیب نہین ہی بلکہ وہ ایک پاکیزہ مخلوق ہی مگر جس وقت تک اللہ تعہ کو منظور ہی اسکو قوت بینائی و شنوائی و گویائی بالکل عطا ہی نہین ہوئی تا کہ اس تکلیف دینے والے منظر کو نہ دیکھے۔ اور اکثر دیکھا گیا کہ بعض جدید قبور کے پاس سے جانور وحشت کرتے اور بھڑکتے ہین اور ممکن ہی کہ شاید کہ بعد چند روز کے وہ آواز منقطع ہو جاتی ہو۔ واضح ہو کہ بعض ایسے لوگون نے جنکے قلوب پر شیطان حاوی ہو کر انکو شک و نفاق مین ڈالتا تھا امام مالک رحمہ اللہ تعہ سے پوچھا کہ قبر کا عذاب کیونکر ہوگا تو دیر تک سر جھکائے رہے پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ عذاب ہونا یقینی معلوم ہی اور اسکی کیفیت اللہ تعہ کے علم مین ہی اور اسپر ایمان لانا واجب ہی پھر حکم دیا کہ وہ نکالدیا گیا۔ مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعہ کی عجائب قدرت و غرائب صنعت اس آسمان و زمین کے درمیان بے انتہا ہی اور اگر ایمان بالغیب نہوتا تو بطریق کشف عیان کہا جاتا لیکن اللہ تعہ جسکو چاہتا ہی راہ نور کی ہدایت فرماتا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین لوگ پیدا ہونے والے نظر آتے ہین کہ سوائے زندگانی دنیا او محسوسات حواس کے سب چیزون سے انکار کرتے ہین اور یہ لوگ کافر ہین اور جو انکا مشابہ ہو وہ کافر ہی اگرچہ صورت و نام مسلمانون کا رکھیں اور بہت سے عوام غریب جنکو رذیل قوم کہکر تحقیر کرتے ہین وے ان امور پر سچا اعتقاد رکھتے ہین اللہ تعہ انہین برکت دے اور انہین مومنون کے ساتھ مترجم کا حشر فرما دے اور بدنگراہون و بیہودون کے فتنہ و جملہ فتن سے سوائے اولاد و مال کے مجھکو و مومنون کو بچا وے ان ربی علی کل شئی قدیر۔ پھر مین بقیہ فوائد حدیث شریف کی طرف رجوع کرتا ہون کہ امام احمد رحمہ اللہ تعہ کی بعض روایات مین ہی کہ ایسا قبور مین امتحان کیجاویگی اور مومن کے صحیح جواب کے بعد فرشتہ کہیگا کہ یہ دیکھ اپنا ٹھکانا جہنم کا جسکو اللہ تعہ نے اپنے فضل سے تیرے لیے اس نعمت جنت سے بدل دیا اور مومن دونون کو دیکھکر کہیگا کہ مجھے مہلت دو کہ مین اپنے لوگون کو بشارت دیدون کہا جائیگا کہ آرام کیجیو۔ اور منافق و کافر کے ناپاک جواب کے بعد کہا جائیگا کہ تیرا برا ہو ہمیشہ نادان رہے یہ دیکھ تیرا ٹھکانا جنت کا تھا اسکے عوض تونے یہ ٹھکانا جہنم کا اختیار کیا۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ہر آدمی اپنی قبر مین اس حال پر مبعوث ہوگا جسپر مرا ہی مومن اپنے ایمان پر اور منافق اپنے نفاق پر۔ قال الامام الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعہ اسنادہ صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی جسکے آخر مین ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ

Marfat.com

یا رسول اللہ جبکہ ایسے سر پر فرشتہ ہیبتناک ایک گرز آہنی لیکر کھڑا ہوگا تو کوئی حواس قائم نہیں رکھ سکتا بلکہ ہول سما جاویگا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یثبت
اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد میں کچھ مضائقہ نہیں ہو وفیہ عباد بن راشد التمیمی وقد روی
لہ البخاری مقرونا لکن ضعفہ بعضھم۔ مترجم کہتا ہو کہ حاصل یہ کہ اس ہولناک مقام پر صادق الیقین صحیح الایمان اپنے نور پر ہوگا اور دنیاوی حواس جسمانی
تغیرات کا اثر نہوگا تو وہ بنور الٰہی اپنے سچے حال پر ثابت ہوگا اور یہ فضل الٰہی ہو اللھم ثبتنا وانت ارحم الراحمین اور دیگر روایات امام احمد ومسلم وغیرہ میں ہو کہ
روح مومن کو بشارات وخوشخبریاں دیتے ہوئے آسمان کو لیجاتے ہیں اور حکم الٰہی عزوجل ہوتا ہو کہ اسکو لیجاؤ آخر مدت تک کے لیے اور کافر کی روح بدبودار کو
غضبناک خبریں دیتے ہیں اور حکم ہوتا ہو کہ آخر مدت کے لیے لیجاؤ۔ اور ابن حبان کی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہو کہ مومن کو
جب آسمان سے مومنوں کے پاس لاتے ہیں تو وے بہت خوش ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ فلاں کیا ہوا کہتا ہو وہ مرگیا کہتے ہیں کہ وہ اپنی ماں جہنم کی گود میں گیا
اور کافر کو بدبوداری کے ساتھ زمین کے دروازہ پر ڈالتے ہیں اور خازنان زمین کہتے ہیں کہ ہم نے ایسی بدبودار چیز نہیں دیکھی پس اسکو سب سے نیچے زمین میں ڈالتے ہیں
اور واضح ہو کہ قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے عبد اللہ بن عمرو سے ایک اثر روایت کیا جسمیں ہو کہ مومنوں کی ارواح کو جابیہ میں جمع کرتے ہیں اور کافروں کی ارواح
برہوت میں جو ایک شورہ ریگستان حضرموت میں ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ اسرار ایسے کہ فہم کی رسائی وہاں تک ہوتی ہو اور اصلی معانی پر یہ حق ہیں۔ اور ابن جریر نے
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی جسمیں ہو کہ مومن کے داہنے بائیں سب طرف سے صلوٰۃ وصوم وزکوٰۃ ونیکیاں وعبادات اچھی صورتوں میں گھیرتی
ہیں اور اسکو نظر آتا ہو کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہو پس منکر ونکیر سوال چاہتے ہیں وہ کہتا ہو کہ اچھا ذرا ٹھہر جاؤ میں نماز پڑھ لوں کہتے ہیں کہ اچھا پڑھنا ذرا
ہم سے بتلادو کہ یہ کون شخص تم میں مبعوث ہوا تھا کہتا ہو کہ کیا تم محمد کو پوچھتے ہو کہتے ہیں کہ ہاں تو کہتا ہو کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب یقینی گواہی
دیتا ہو اور اسکے لیے دروازہ جنت کا کھولدیا جاتا ہو جسکو دیکھکر نہایت خوش وسرور ہوتا ہو پھر اسکے نسمہ کو پاکیزہ نسمہ میں کرتے ہیں اور وہ سبز پرندہ ہو
کہ جنت کے درختوں میں معلق ہوتا ہو اور اسکا جسم جہاں کی خاک سے بنا تھا عود کر دیا جاتا ہو اور یہی ہو قول اللہ عزوجل یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ
وقد رواہ ابن حبان فی صحیحہ اور بزار رحمہ اللہ تعہ کی حدیث میں ہو کہ مومن بروقت موت کے ایسی چیزیں معائنہ کرتا ہو کہ وہ چاہتا ہو کہ کسی طرح نکلے یعنی اسکی
روح پس اللہ تعالے اسکی ملاقات کو محبوب رکھتا ہو اور اسمیں مذکور ہو کہ ارواح مومنین اس سے اپنے جان پہچان والوں کو پوچھتے ہیں اگر کہتا ہو کہ فلاں کو میں نے
زمین پر چھوڑا تو انکو اچھا معلوم ہوتا ہو اور اگر کہتا ہو کہ فلاں مرگیا تو کہتے ہیں کہ اسکو ہمارے یہاں نہیں لائے۔ اور کافر بروقت موت معائنہ عذاب وغضب سے
یعنی وہ جہنم کو گیا
چاہتا ہو کہ اسکی روح نہ نکلے اور اللہ تعہ اسکے لقا کو مکروہ جانتا ہو اور جہنم کا دروازہ اسکے لیے کھولا جاتا ہو اور اسکو ضرب ماری جاتی ہو جس سے چیختا ہو
کہ سواے جن وانس کے سب اسکو سنتے ہیں پھر اسکو کہا جاتا ہو کہ منہوش کی طرح سو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منہوش اسکو کہتے ہیں جس کو
پرندوں وسانپ وبچھو وغیرہ نے کاٹا اور اسکی قبر میں تنگی کردیجاتی ہو۔ اور امام احمد رضی اللہ عنہ نے اسما بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع
روایت کی اسمیں مذکور ہو کہ مومن کو سب طرف سے اسکے نیک اعمال گھیرے ہوئے ہوتے ہیں کہ فرشتہ کو راہ نہیں دیتے اور کہا کہ کافر کے درمیان کچھ روک نہیں ہوتی
اور کہا کہ فرشتہ عذاب جسکی خلقت میں بینائی وشنوائی نہیں ہو مارتا ہو جسقدر اللہ تعالے چاہے یہ فرشتہ دیکھتا سنتا نہیں کہ اسپر ترس کھاوے کذا فی التفسیر
الحافظ رحمہ اللہ تعالے اور اس روایت میں لفظ دابہ واقع ہوا ہو حیث قال ویسلط علیہ دابۃ فی قبرہ معہا سوط ثمرتہ جمرۃ مثل عرف البعیر تضربہ ما
شاء اللہ صماء لا تسمع صوتہ فترحمہ یعنی ایک جانور اسپر مسلط کیا جاتا ہے جسکے ساتھ کوڑا ہوتا ہو اسکا سرا انگارا ہوتا ہو مثل کھرے اونٹ کے یعنی گز کی
شکل کا آتشی ہوتا ہو اسکو مارتا ہو جسقدر اللہ تعہ چاہے بالکل بہرا ہوتا ہو کہ اسکی چیخ نہیں سنتا کہ اسپر ترس کرے۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ از قسم ملائکہ ہو اور
اول سورہ بقرہ میں گذرا کہ ملائکہ نام جن مخلوقات کا ہو ان میں اقسام ہیں اور ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ یہ ضرب وچیخ کا عذاب مختلف

Marfat.com

طور پر اقسام کفار کے ساتھ واقع ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بعض اس مقصد سے متعلق ایسی احادیث ایراد فرمائیں جو مجھے بہت خوش آئیں اور بنظر افادہ عام کہ جنین جو آخرت میں نجات کے امیدوار اور عذاب قبر و آخرت سے خوفناک ہیں تبرکاً ان کو ترجمہ کرتا ہوں مع اسانید کے تاکہ بعض اہل غفلت کو مجال تکلم بے معنی نہو فقال الحافظ وقال ابو عبد اللہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول حدثنا ابی حدثنا عبد اللہ بن نافع عن ابن ابی فدیک عن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ عن سعید بن المسیب عن عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی قال خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث یعنی ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس باہر تشریف لائے اور ہم مدینہ کی مسجد میں جمع تھے پس فرمایا کہ میں نے رات بھلی بات دیکھی میں نے دیکھا کہ میری اُمت میں سے ایک مرد پر عذاب قبر پھیلایا گیا پس آگیا اسکے پاس اُسکا وضو اور اس حالت سخت سے اسکو چھڑا لیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جسکو شیاطین نے گھیر لیا تھا پس اسکا ذکر الٰہی آگیا اور اسکو شیاطین میں سے جدا کر لیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جسکو ملائکہ عذاب نے گھیر لیا تھا پس اسکی نماز نے آکر اسکو ملائکہ عذاب کے ہاتھوں سے چھڑا لیا اور میں نے اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا کہ پیاس سے زبان نکالے تھا جب کسی حوض پر آتا اُس سے روکا جاتا پس اسکا روزہ آیا اور اسکو پانی پلایا اور سیراب کر دیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا اور انبیا حلقہ حلقہ بیٹھے ہوئے تھے جب وہ کسی حلقہ کے نزدیک ہوتا تو اسکو ہانک دیتے پس جنابت سے اسکا غسل کرنا آیا اور اُسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو میرے پہلو میں بٹھلا دیا اور میں نے اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا اسکے سامنے اندھیرا اسکے پیچھے اندھیرا اُسکے دائیں اندھیرا بائیں اندھیرا اوپر اندھیرا نیچے اندھیرا وہ اسمیں متحیر تھا پس اسکا حج و عمرہ آیا اور دونوں نے اسکو اندھیرے سے نکالکر نور میں داخل کر دیا اور ایک مرد اپنی اُمت کا دیکھا کہ مومنوں سے باتیں کرتا ہے اس سے نہیں بولتے تھے پس اسکا صلہ رحم آیا اور کہا کہ اے گروہ مومنو اس سے باتیں کرو پس انھوں نے اس سے باتیں شروع کر دیں اور میں نے اپنی اُمت کا ایک کو دیکھا جو اپنے چہرہ پر سے اپنے ہاتھوں کو آڑ کر کے آگ کی لپٹ اور چنگاریاں روکتا تھا پس اسکا صدقہ آگیا اور اسکے چہرہ کا پردہ اور سر پر سایہ ہوگیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جسکو زبانیہ نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا پس اسکا یہ کام کہ نیک باتوں کا حکم کرتا اور برائیوں سے منع کرتا تھا آئے اور دونوں نے اسکو زبانیہ کے ہاتھوں سے چھڑا کر اسکو ملائکہ رحمت کے ساتھ داخل کر دیا اور میں نے اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جو گھٹنوں کے بل پڑا ہے اسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ ہے پس اسکا نیک خلق آیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر حضور الٰہی جل شانہ میں پیش کر دیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جسکا صحیفہ اسکے بائیں طرف سے ہاتھ میں آنے کو تھا پس اسکا خوف اللہ تعالیٰ سے آگیا اور اسکے دائیں طرف کر دیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد میں نے جہنم کے کنارہ کھڑا دیکھا پس اسکا وجل الٰہی یعنے امید کے ساتھ خوف الٰہی آیا اور اسکو اس موضع سے نکال لیا اور وہ روانہ ہوگیا اور میں نے ایک مرد اپنی اُمت کا دیکھا جو جہنم میں گرا اسکے آنسو آئے جو وہ بخوف الٰہی دنیا میں رویا تھا پس اسکو آگ سے نکال لیا اور میں نے اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا پل صراط پر کہ کبھی گھٹنوں چلتا ہے اور کبھی چوتڑوں کھسکتا ہے پس آیا اسکا درود جو اُس نے مجھ پر بھیجا تھا پس اسکو کھڑا کر دیا اور وہ صراط پر روانہ ہوگیا اور میں نے ایک مرد اپنی اُمت کا دیکھا کہ وہ جنت کے دروازہ تک پہونچا کہ دروازہ بند کر دیا گیا پس آگئی اسکی گواہی جو اُس نے یقین کے ساتھ ادا کی تھی کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پس اسکے لیے جنت کے دروازے کھول دیے اور اسکو جنت میں داخل کر دیا یہانتک ترجمہ ختم ہوا اور امام قرطبی نے اسکو کتاب تذکرہ میں ذکر کر کے کہا کہ یہ حدیث بہت بزرگ ہے اسمیں کچھ خاصہ اعمال ذکر فرمائے ہیں جو خاص ہولناک حالات سے نجات دیتے ہیں پھر امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ امام حافظ ابو یعلیٰ موصلی نے اس باب میں ایک حدیث غریب منکر روایت کی فقال حدثنا ابو عبد الرحمٰن احمد بن ابراہیم الکبری ثنا محمد بن بکر البرسانی ابو عثمان حدثنا ابو عاصم الحبطی وکان من خیار اہل البصرۃ وکان من اصحاب حزم و سلام بن ابی مطیع حدثنا بکر بن حبیش عن ضرار بن عمرو عن یزید الرقاشی عن انس بن مالک رضی عن تمیم الداری رضی عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ عز وجل الحدیث بطولہ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ملک الموت سے کہ تو میرے دوست کے پاس جا کر اُسکو میرے پاس لا کیونکہ میں نے اسکو تکلیف و بیماریوں و راحت و آرام میں ڈالکر آزمایا پس اسکو پایا کہ جس سے محبت کرتا ہے

اسکو میرے پاس لاؤ کہ میں اسکو آرام دونگا پس ملک الموت چلتا ہے اسکے ساتھ پانچ سو فرشتے ہوتے ہیں جو کفن اور خوشبو جنت کے لیے ہوتے ہیں اور اُن کے ساتھ
ضبائر الریحان ہوتے ہیں اور ریحانہ جڑ سے ایک ہوتی ہے اور سرے پر بیس رنگ اور ہر رنگ سے نئی طرح کی خوشبو نکلتی ہے اور انکے ساتھ حریر سفید جسمین
مشک اذفر ہوتا ہے پس ملک الموت اسکے سرھانے بیٹھ جاتا ہے اور ملائکہ گھیر لیتے ہیں اور ہر فرشتہ کے پاس جو کچھ ہوتا ہے اسکے ایک ایک عضو پر رکھتے ہیں
اور یہ حریر سفید و مشک اذفر اسکی ٹھوڑی کے نیچے بچھاتے ہیں اور اسکے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولدیا جاتا ہے پس اسوقت اسکا نفس تعلل میں ہوتا ہے
جنت کی طرف نگاہ ڈالتا ہے کبھی اپنی ازواج کو دیکھتا ہے اور کبھی اسکے لباس کو اور کبھی پھلوں کو جیسے بچہ کو جب روتا ہے تو اسکے لوگ بہلاتے ہیں اور بیان
فرمایا کہ اسکے ازواج ایسے وقت میں خوشی سے پھولے نہیں سماتے ہیں آراستہ و پیراستہ ہا اور روح اسوقت ظہور کرتی ہے راوی حدیث برسانی رحمہ اللہ تعہ
نے کہا کہ یعنی چاہتی ہے کہ جسم کے لوتھڑے سے اپنی محبوب چیز کی طرف نکل جاوے اور ملک الموت کہتا ہے کہ باہر آ اے نفس پاکیزہ بجانب سدر مخضود و طلح
منضود و ظل ممدود و ماء مسکوب۔ اور فرمایا کہ ملک الموت اسکے ساتھ اس سے زیادہ پیار و شفقت کرتا ہے جو ماں اپنے بچہ سے کرتی ہے وہ جانتا ہے کہ یہ روح اسکے
پروردگار کو محبوب ہے پس وہ اپنی مہربانی سے اسکے ساتھ محبت چاہتا ہے کہ پروردگار کی رضا اسی میں ہے پس اسکی روح جسم میں سے آسان صاف نکل
آتی ہے جیسے خمیر آٹے میں سے بال نکل آتا ہے اور حق عز و جل نے فرمایا ہے کہ فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنۃ النعیم۔ کہا کہ ارواح از جانب ملک الموت
وریحان وقت ملاقات اور جنت نعیم مقابلہ پس جب ملک الموت نے روح کو قبض کیا تو روح اپنے جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تعہ تجھکو میری طرف سے جزائے خیر دے کہ
تو میرے ساتھ اللہ تعہ کی طاعت میں جلدی کرتا تھا اور گناہ کرنے میں سست تھا پس تو نے بھی نجات پائی اور مجھے بھی چھڑایا اور جسم بھی روح سے ایسا ہی کہتا ہے اور کہا
کہ اسپر وہ پارہ زمین روتا ہے جسپر وہ طاعت کرتا تھا اور آسمان کا ہر دروازہ جس سے اسکے اعمال چڑھائے جاتے تھے اور جس سے اسکا رزق اترتا تھا یہ چالیس روز تک
روتے ہیں پس جب ملک الموت نے اسکی روح قبض کی تو پانچسو ملائکہ کھڑے ہوتے ہیں اسکے جسم کے پاس پس آدمی میں سے کوئی اسکو کروٹ نہیں لوٹاتا مگر ملائکہ فرشتے
انسے پہلے اسکو کروٹ دلاتے ہیں اور اسکو نہلاتے اور کفن پہناتے ہیں آدمیوں کے کفن سے پہلے اور خوشبو لگاتے ہیں آدمیوں کی خوشبو سے پہلے اور اسکے دروازے سے قبر تک
ملائکہ کی دو صفیں کھڑی ہوتی ہیں کہ استغفار سے اسکا استقبال کرتے ہیں پس یہ حال دیکھکر ابلیس ایسا سخت چلتا ہے کہ اسکے صدمہ سے خود اسکی ہڈیاں ٹوٹ جاتی
ہیں اور اپنے گروہ سے کہتا ہے کہ خرابی تمپر کہ یہ بندہ کیسے تم سے چھوٹ گیا کہتے ہیں کہ یہ بندہ معصوم تھا یعنی اللہ تعہ نے اسکو نگاہ رکھا تھا پس جب ملک الموت اسکی روح
لیکر چڑھتا ہے تو ستر ہزار فرشتہ کے ساتھ جبرئیل اسکا استقبال کرتے ہیں ہر ایک اسکے لیے اسکے رب کی طرف سے دوسرے کی بشارت کے علاوہ بشارت لاتا ہے
پس جب ملک الموت نے اسکی روح کو عرش تک پہونچایا تو روح اپنے رب کے لیے سجدہ کرتی ہے اللہ تعہ ملک الموت سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کی روح لیجا کر
سدر مخضود و طلح منضود و ظل ممدود و ماء مسکوب میں رکھو پس جب وہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے تو نماز آکر اسکے داہنی ہوتی ہے اور روزہ آکر اسکے بائیں ہوتا ہے اور قرآن
آکر اسکے سرھانے ہوتا ہے اور نماز کے لیے اسکا جانا آکر اسکے پیروں کے پاس ہوتا ہے اور صبر آکر اسکی جانب قبر میں ہوتا ہے پھر اللہ تعہ ایک عنق عذاب کو اٹھاتا ہے وہ اسکے
داہنی جانب سے آتا ہے پس نماز کہتی ہے کہ دور رہ کہ واللہ وہ برابر اپنی عمر میں دین پر رہا اور ابھی اس نے راحت پائی ہے جب قبر میں رکھا گیا ہے پھر اسکی بائیں طرف سے
تو روزہ اسکو ایسا ہی جواب دیتا ہے پھر سرہانے کی طرف سے قرآن و ذکر اور قدموں کی طرف سے نماز کی طرف جانا ایسا ہی جواب دیتا ہے پس کسی طرف سے
عذاب نہیں آتا مگر آنکہ پاتا ہے کہ ولی اللہ نے اسکی راہ لیلی پس عذاب دور ہوجاتا ہے پھر صبر ان اعمال سے کہتا ہے کہ میں یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہارے
پاس کیا ہے اگر تم عاجز ہوتے تو میں اسکا ساتھی اور عذاب کا مقابل ہوجاتا اور جب تم نے دور کردیا تو اب پل صراط اور میزان پر اسکا یار ہونگا ابھی ذخیرہ
ہوں اور کہا کہ دو فرشتہ بھی مبعوث ہونگے دونوں کی نظر مثل برق خاطف کے اور آوازیں مثل رعد کے اور دانت مثل صیاصی اور سانس مثل
لپٹ آگ کے لمبی لمبے بالوں میں قدم رکھتے ہونگے اور دونوں مونڈھوں کے بیچ میں اتنا اتنا فاصلہ ہوگا یعنی کئی روز راہ کے برابر دوری) اور دونوں سے

[illegible]

Marfat.com

رافت ورحمت نکال لی گئی انکو منکر ونکیر کہا جاتا ہے ہر ایک کے ہاتھ مین گرز ہوگا اگر اسکو اٹھانے کو یہ دونون قبیلہ ربیعہ ومضر کے لاکھون جمع ہون تو اسکو
تھوڑا نہ سمجھین۔ دونون اس سے کہینگے کہ بیٹھ پس وہ برابر چارزانو بیٹھ جائیگا اور اسکے کفن اسکی کمر پر پڑینگے اس سے کہینگے کہ کون تیرا رب اور کیا تیرا دین
اور کون تیرا نبی ہے اسدم صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ایسی حالت مین کسکو بات بولنے کی مجال ہوگی اور آپ فرشتون کی یہ صفت بیان کرتے
ہین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ۔ پس کہیگا کہ میرا رب اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے اور میرا
دین اسلام ہے وہی جو ملائکہ نے پایا ہے اور میرا نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہین پس اس سے کہینگے کہ تو نے سچ فرمایا پس قبر کو دبکا دینگے
پس اسکے سامنے چالیس گز وسیع کر دینگے اور ایسے ہی داہنے وبائین وسرہانے وپائنتی سے چالیس چالیس گز وسعت دینگے پس دوسو گز وسعت ہوگی
پھر اس سے کہینگے کہ اوپر دیکھ تو ایک دروازہ جنت کی طرف کھلا ہوا ہوگا پس کہینگے کہ اے ولی اللہ یہ تیرا مقام ہے کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی پس رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس پاک ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اس حالت مین وہ ایک فرحت اپنے قلب مین پاویگا کہ وہ کبھی اس سے
دور نہوگی پھر اس سے کہینگے کہ اپنے نیچے دیکھ تو ایک دروازہ کھلا ہوا دوزخ کی طرف ہوگا کہینگے کہ ولی اللہ تو نے اس سے نجات پائی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اس سے بھی ایک فرحت اسکے قلب کو پہونچیگی جو کبھی دور نہوگی۔ راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اسکے لیے ستر دروازے کھولدیے
جاوینگے کہ جنت سے اسکی خوشبو وٹھنڈک آتی رہیگی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اٹھاوے اور شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ اسی اسناد سے جو اوپر مذکور
ہوئی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے کہ تو میرے دشمن پاس جا کر اسکو میرے پاس لا کہ مین نے اسکو رزق وسیع دیا
اور اپنی نعمت اس پر آسان کر دی پس اس نے سوائے مجھ سے نافرمانی کے سب طرح انکار کیا تو اسکو میرے پاس لا کہ مین اس سے انتقام لون پس ملک الموت اسکے
پاس ایک مکروہ صورت مین جو کسی آدمی نے دیکھی ہو جاویگا اسکے بارہ آنکھین اور اسکے ساتھ آتشی سفود بہت خاردار اور پانچ سو ملائکہ ہونگے لیے ہوئے
نحاس اور آتشی انگارے اور کوڑے آتشی کہ کوڑون کی طرح نرم اور آگ جوشندہ پس ملک الموت اسکو اس سفود سے اس زور سے ماریگا کہ سب کانٹے جڑ
سمیت اسکی رگ وپے وناخنون وبالون کی جڑون مین دھس جاوینگے پھر اسکو زور سے مروڑ دیگا پس اسکی روح اسکے قدم کے ناخنون سے نکلیگی پھر اسکو
دونون گھٹنون مین لگا دیگا پھر اس حال مین دشمن خدا سخت بیہوشی سے بیہوش ہوگا پس ملک الموت اس سے یہ عذاب اٹھائیگا اور ساتھ ہی ملائکہ اسکے
چہرہ اور چوتڑون پر کوڑے مارینگے پھر ملک الموت اسکو کھینچیگا نہایت شدید سے پس اسکی ایڑی سے روح نکالیگا پھر اسکو لگا دیگا اسکے دونون گھٹنون مین پھر اسکی
کمر مین اور دشمن خدا ایسی حالت مین شدید بیہوشی سے بیہوش ہو جائیگا پس ملک الموت اس سے یہ عذاب اٹھالیگا اور ملائکہ ان کوڑون سے اسکے چہرہ اپنے سامنے
و پشت پر مارینگے راوی نے کہا کہ فرمایا کہ پھر یون ہی سینہ تک پھر حلق تک واقع ہوگا پھر ملائکہ یہ تانبا وانگارے اسکی ٹھوڑی کے نیچے بچھا دینگے اور ملک الموت
فرماویگا کہ نکل اے روح لعین ملعونہ بجانب سموم وحمیم وظل من یحموم لا بارد ولا کریم پھر جب ملک الموت نے روح کو قبض کر لیا اور روح جسم سے کہیگی خدا تجھ کو
بُری سزا دیوے کہ تو میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مین تیز اور اللہ تعالیٰ کی طاعت مین سست تھا تو بھی ڈوبا اور مجھے بھی برباد کیا اور اسکا جسم بھی روح سے
یون ہی کہیگا اور زمین کے وہ ٹکڑے جن پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا تھا اسکو لعنت کرینگے اور ابلیس کے لشکر ابلیس کی طرف بشارت دینے جاوینگے کہ آدم کی اولاد مین سے
ہم نے ایک کو جہنم مین گرایا پھر جب وہ اپنی مدفن مین رکھا جاتا ہے تو اسکی قبر پر تنگ کر دیجاتی ہے یہانتک کہ اسکی پسلیان داہنی بائین سے اور بائین داہنی سے
نکل کرتی ہین اور اللہ تعالیٰ اسکی طرف عذاب بھیجتا ہے سیاہ سانپ مثل اونٹ درازکے کہ اسکے دونون کان اور قدم کے انگوٹھے پکڑتے ہین اور کاٹتے ہین یہان تک کہ کمر تک
ہو پہنچتے ہین یہان دونون ملجاتے ہین اور اللہ تعالیٰ دو فرشتے مبعوث فرماتا ہے انکی نظر مثل برق خاطف کے اور آوازین مثل رعد غران کے اور دانت
مثل صیاصی کے اور سانس مثل لپیٹ آگ کے ہوگی دونون اپنے بالون کو روندتے چلینگے ہر ایک کے دونون کندھے کے درمیان اتنی اتنی دوری ہوگی

سلہ سفود بیخ سفد نوب کا آنکڑا اخبار مین جسمین لگا کر تنور مین گوشت بھونتے ہین ۱۲ م سلہ نحاس سوزا خالص جبیر کو نچوڑنا جیسے پیشاب نکالے گر ردکو قدہ کے خیال سے نچوڑتے ہین ۱۲ م سلہ سموم ہوائے گرم جسکو لوہ کہتے ہین حمیم کھولتا ہوا پانی ظل یحموم کرخت دھوپ ۱۲

انسے رافت ورحمت نکال لیگئی ہوگی انکو منکر کہتے ہین ہر ایک کے ہاتھ مین گرز آتشی ہوگا اگر ربیعہ ومضر اسپر مجتمع ہون تو اسکو ہلکا نہ جانینگے پس اُس سے کہینگے کہ ٹھ بیٹھ پس چارزانو بیٹھ جائیگا اور اُسکے کفن اسکی کمر تک سرک گر ینگے پس اس سے کہینگے کہ کون تیرا رب اور کیا تیرا دین اور کون تیرا نبی ہی یہ کہیگا کہ مین تو نہین جانتا کہینگے بدبخت ایسا ہی بے ایمان جاہل رہ پس اسکو ایک ضرب مارینگے کہ چنگاریان اسکی قبر مین اڑینگی پھر ویسا ہی ہوجائیگا اس سے کہینگے کہ اوپر دیکھ تو دروازہ جنت کی طرف کھلا ہوا ہوگا کہینگے کہ اگر تو اللہ تعالے کا مطیع ہوتا تو یہ تیرا ٹھکانا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ اس حالت مین اسکے دل پر ایک حسرت طاری ہوگی کہ کبھی یہ غم اُس سے دور نہو گا اور پھر اس سے کہینگے کہ نیچے دیکھ تو ایک دروازہ جہنم کی طرف کھلا ہوا ہوگا کہینگے کہ او دشمن خدا تیرا ٹھکانا یہ ہے جبکہ تو نے اللہ تعالے کی نافرمانی کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ اس حالت پر اسکے دل مین ایک حسرت وغم چھا جائیگا کہ کبھی دور نہوگا۔ راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جہنم کی طرف ننانوے دروازے کھولدیے جاوینگے کہ اسکی حرارت ولو ن اسپر آتی رہیگی یہانتک کہ اللہ تعالے اس کو مبعوث فرماوے۔ شیخ امام حافظ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہذا حدیث غریب جدا دسیاق عجیب ویزید الرقاشی روایۃ عن انس لہ غرائب المنکرات وہو ضعیف الروایۃ عند الائمۃ واللہ اعلم۔ اور کہا کہ حافظ ابوبکر بن مردویہ نے بھی کئی طرق سے الطریق ضحاک عن ابن عباس مرفوعاً تحت قولہ ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیہم الآیہ۔ ایک مطول حدیث غریب روایت کی ہی۔ اور قوی روایت صحاح وسنن مین موجود ہی اور ابوداؤد نے بھی حضرت عثمان رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تھے تو فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اللہ تعالے سے اسکے لیے ثابت قدم رہنے کی درخواست کرو کہ اس سے ابھی سوال کیا جائیگا۔ قال الحافظ تفرد بہ ابوداؤد قول ارادبذلک التفرد بالاسناد لا التفرد بالحدیث فانہ صحیح عند غیرہ من الائمۃ الحاصل اس مقام کی تفسیر یہی ہی جو آیات واحادیث سے ثابت ہوئی کہ نیک بندون کو اللہ تعالے دنیا مین ثابت قدم فرماتا ہی جنے کہ ہر طرح کی محنت ومشقت اور تکلیف وراحت مین با ایمان توحید پر ثابت قدم رکھتا ہی اور برابر وے بندے طاعت پر جمے رہتے ہین اور جب مرتے ہین تو سوال قبر منکر ونکیر کی حالت مین بھی انکو ثابت قدم فرماتا ہی کیونکہ جس حال پر رہے تھے اس سے تغیر نہین ہوتا اسی واسطے کافر ومنافق وہان مومن کے حال پر نہین ہو سکتا چنانچہ فرمایا۔ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ قولہ۔ اور گمراہ کرتا ہی اللہ تعالے ظالمون کو یعنے جنھون نے شرک وشک کر کے اپنی جانون پر ظلم کیا یعنی کافر مشرک ومنافق پس یہ لوگ اپنی حجت سے جو کلمہ توحید وقول ثابت ہی بھٹکے ہوتے ہین اسکو زبان سے نہین ادا کر سکتے جیسے دنیا مین اس سے منھ موڑے تھے اور بعض نے کہا کہ ظالم سے ہر وہ شخص مراد ہی جس نے اپنے نفس پر ظلم کیا خواہ اعتقاد باطل ہو یا کبیرہ گناہ ہون اور مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ معتزلہ کا قول ہو ورنہ اہل سنت اسکے قائل نہین ہین۔ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۔ اور اللہ تعالے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر مخلوق کا دانا ہی وہ جو چاہتا ہی کرتا ہی اسپر کچھ اعتراض نہین ہو سکتا کہ مومنون کو کیون ثابت قدم رکھا اور ظالمون کو کیون بھٹکایا اس سے کچھ سوال ممکن نہین ہی کیونکہ وہی خالق ہی اور وہی خوب جانتا ہی۔ اسی واسطے بجائے ضمیر کے اسم پاک اللہ فرمایا کہ ہیبت سے جگر ازجا دین ف قال فی العرائس پھر اللہ تعالے نے اہل توحید پر اپنا احسان بیان فرمایا کہ ان کی توحید کو ثابت واُنکی معرفت کو محقق فرماتا ہی دنیا مین اور آخرت مین بقولہ یثبت اللہ الذین آمنوا الآیہ۔ اور ازل مین اپنی توحید سے اہل معرفت کو ہدایت عطا فرمائی تھی پس چونکہ اسمین تغیر بالکل نہین ہی دنیا مین اور جانب ابدین انکو ہر حال مین ثابت فرمایا اور بشریت کے عوارض سے وشہوات کے غلبہ سے انکو کچھ ضرر نہین ہوا کیونکہ قول حق قائم بذات وصفات ہی اور اسمین تغیر محال تو یہ لوگ سایہ عنایت مین مصون رہینگے خواہ مقام دنیا ہو یا آخرت ہو کسی زمان ومکان وامتحان سے اسمین تغیر نہوگا۔ واضح ہو کہ مومن عارف کے لیے تثبیت یہ ہی کہ اسکو اپنی مراد کے راستہ پر مستقیم فرماتا ہی اسطرح کہ سبحات جمال وجلال اسکے دل پر ہجوم کرتے ہین جس سے کشف مزید ہوتا ہی اور اسمین لطیف اشارہ ہی کہ ظہور ربوبیت عارف پر

Marfat.com

ہر وقت ہر اطور سے ہوتا ہے حتے کہ جب اس نے زعم کیا کہ میں عارف ہوں تو اسکو بحر نکرت میں ڈالدیتا ہے اور وہ متحیر ہو کر اس درجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ
عنقریب بحر قہر میں ڈوب جاوے تو شفقت خاصہ اسکو بصد رحمت ایک جمال کی تجلی سے طبعی کدورت و بشری نجاست سے موقع امتحان سے
نکال لیتی ہے اور یہی حال ہر موقف امتحان کا ہے خواہ قبر ہو یا قیامت ہو یہانتک کہ جب متصف بصفات حق ہو جاتا ہے تو ضرر امتحان سے نجات
پاتا ہے اور یہ خالص بندوں کو دنیا ہی میں حاصل ہو جاتا ہے شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بقدر مواجید معرفت کے خوف ہوتا ہے اور کسی سے
خوف نہ دور کیا جاتا ہے اور نہ وہ خوف سے چھوٹتا ہے مگر وہی کہ بقولہ تعالے لا یخاف عقباہا اپنے زعم میں امن کے ساتھ ہو بیٹھتا ہے اور یہ بھی کہا کہ ایمان
دو ہیں ایک تو ایمان درحقیقت ہے اور وہ روح کی روشنی ہے اور دوم ایمان محبت بسایہ روح ہے اور یہیں سے تجھے معلوم ہوگا کہ ائمہ علماء دین سے
جس شخص نے انا مومن انشاء اللہ کہنا جائز قرار دیا ہے وہ اسی وجہ سے ہے نہ بوجہ شک کے مترجم کہتا ہے کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر زید سے پوچھا جاوے
کہ تو مومن ہے اور اس نے کہا کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ تعالے تو علماء حنفیہ رحمہم اللہ عنہ نے کہا کہ یہ مومن نہیں ہے کیونکہ اس نے انشاء اللہ ملا دیا
اور اس کے ملانے سے تحقیق نہیں ہوتی چنانچہ اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے انشاء اللہ تعالے تو طلاق نہ ہوگی یا قسم کھائی بانشاء اللہ
تعالے تو قسم نہ ہوگی اسی طرح ایمان بھی لہذا اور علماء شافعیہ نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ جواب صحیح ہے۔ یہ اختلاف مشہور ہے اور دونوں طرف کے
محققین نے فرمایا کہ یہ ناحق کی طول گفتگو ہے حقیقت میں کچھ اختلاف نہیں ہے اسواسطے کہ اگر واقعی اس نے شک کے طور پر کہا تو وہ منافق ہے ایمان
نہیں ہے اور اگر اس نے یہ مراد لی کہ مجھے جہانتک اپنا اعتقاد معلوم ہے میں مومن ہوں ولیکن ایمان ایک نور ہے کہ سینہ میں داخل ہوتا ہے کما فی قولہ علیہ السلام
الایمان اذا دخل الفسح للصدر او کما قال والحدیث قد مر تحت قولہ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام الآیہ اور آدمی کبھی اسکو نہیں پہچانتا جیسے قولہ تعالے
قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنی اعراب نے نہ پہچانا ولیکن اللہ تعالے عالم الغیب نے انکو بتلا دیا پس اس شخص نے ادب کے ساتھ
کہا کہ انشاء اللہ تعالے مجھے امید ہے کہ حقیقی نور بھی مجھ میں ہے یا خاتمہ میرا ایمان پر ہے تو یہ امر صحیح ہے اور علماء حنفیہ بلکہ کوئی شخص اس سے منکر نہیں ہے اب مترجم کہتا ہے
کہ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے تحقیق بیان کر دی کہ ایمان دو ہیں ایک تو محبت کا ایمان بسایہ روح اور اسکو ہر شخص پہچانتا ہے اور ہر شخص جو ایمان
لایا ہو بغیر انشاء اللہ تعالے کے کہے کہ میں مومن ہوں حتے کہ اگر اس میں بھی شک ہو تو وہ درحقیقت منافق ہے اور شاید اسی قدر بلعم باعورا کو ملا تھا کہ آخر وہ
کرامات سے کفر پر مرا اور دوم ایمان حقیقی نور روح ہے اور وہ حضرت خلاق علیم ذوالجلال والاکرام کے علم غیب میں ہے وہی جانتا ہے کہ کس کے پردہ دل میں ایمان
داخل ہے تو انشاء اللہ تعالے اسکے علم پاک پر تسلیم و تفویض و آرزو ہے اور اسکی رحمت پر آسرا ہے یہ شک نہیں ہے نہ نفاق بھی نہیں ہے فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب
اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالے سے تعلیقاً جو روایت ہے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی ذات پر نفاق کا
خوف کرتے تھے۔ تو اسکے یہی معنے ہیں کہ انکو خوف تھا کہ ایسا نہو کہ حقیقی ایمان ہمین نہو اللہ اللہ مترجم کو اپنی ذات پر صد ہزار بار یہ خوف ہے الٰہی مجھکو اپنے
فضل سے ایمان پر وفات دیجیو آمین یا ارحم الراحمین۔ پھر واسطی رح نے کہا کہ بندہ کا ذکر اس میں نہ دیجاوے کہ وہ پاک ارحم الراحمین اپنے وعدہ میں
خلاف نہیں فرماتا ہے پھر اللہ تعالے نے ظالمون کو بیان کیا کہ اپنی مشیت و ارادہ ازلی سے انکو گمراہ فرماتا ہے بقولہ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء اہل عنایت
کو معرفت کے لیے مقرب کیا اور اہل ضلالت کو لعنت سے دور کر دیا جو چاہا حکم فرمایا کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں اور وہ حکیم و علیم قادر قیوم خالق ہونا ہے
اسکا حکم بدل نہیں سکتا اور تمام خلق اسکے قبضہ قدرت کے نیچے مقہور و مجبور ہے کسی کو اپنی ذات کے ایک ذرہ پر بھی اختیار نہیں ہے۔ دیکھو اسیر پیش آتا ہے جسکو
بڑا جانتے ہیں تو اختیار اسی کو ہے جسنے مخلوق کو اور اسکے افعال کو پیدا فرمایا ہے جیسا اپنے ارادہ و مشیت پر ایجاد کیا اور کسی کو اسکے توڑنے کی مجال نہوئی پس جملہ افعال
درحقیقت اسی کے افعال ہیں اور اسکے فعل کی کوئی علت نہیں اور نہ اسکی صنعت کے لیے کوئی غایت حالانکہ تمام مخلوقات ایک صنعت محکم ہے جسکے عجائبات

Marfat.com

عین حکمت ہین شیخ شبلی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جن بندون کو اللہ تعالے عزوجل تثبیت کی کرامت عطا فرماتا ہی انکو کمال معرفت و کشف و صدق مقال و توکل و اخلاص و یقین دیتا ہی اور مقامات ولایت مین سے جو بے انتہا ہین بقدر وسعت اُسپر کشف فرماتا ہی حضرت صادق رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ انکو حیات دنیاوی مین ایمان پر ثابت قدم فرمایا انکو آخرت مین منکر و نکیر کے جواب پر ثابت قدم فرمایا مترجم کہتا ہی کہ حکمت یہی ہی کہ جس حالت پر دنیا سے اپنے انتقال کیا اسمین کسی ہیبتناک منظر وغیرہ سے تغیر نہین ہوسکتا اور نہ کسی خیال کی وجہ سے وہ اچھی حالت پر عود کر سکتا ہی اسی وجہ سے حدیث مین ہی کہ ہر ایک اس حالت پر مبعوث ہوگا جس پر وہ دنیا سے انتقال کر گیا ہی۔ چونکہ یہ علوم آلہیہ اُخرویہ عقل بشری سے بالاتر ہین وارسال رسل سے حق تعالے عزوجل نے اعلام فرمایا لہذا کافرون کی مذمت فرمائی بقولہ تعالے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۙ جَهَنَّمَ

تونے نہ دیکھا ان لوگون کو جنھون نے بدل ڈالا اللہ کی نعمت کو کفر سے اور جو بُکا اپنی قوم کو دار البوار جہنم مین

يَصْلَوْنَهَا ۗ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ

جہان وہ جاوینگے اور برا ٹھکانا ہی اور بنائے انھون نے اللہ کے شریک تاکہ بہکاوین اسکی راہ سے توکہدے کہ کچھ نفع اُٹھالو انجام کو

مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۝ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

تمھین جہنم جانا ہے کہدے میرے بندون سے جو ایمان لائے ٹھیک سدھارے رہین نماز کو اور خرچ کرو اسمین سے جو ہمنے تمکو روزی کیا چھپے

وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝

اور کھلے پہلے اس سے کہ آوے وہ دن کہ نہ بیع ہو اسمین اور نہ دوستی

اَلَمْ تَرَ یعنے الم تعلم کیا تو نے نہین دیکھا یعنی کیا تو نے نہ جانا جیسے قولہ الم تر کیف فعل۔ اور الم تر الی الذین خرجوا۔ یعنے یہ دیکھنا دل کا ہی جو جاننا ہوتا ہی اور بوار بمعنے ہلاک۔ از بار یبور بورا جیسے قولہ تعالے قوما بورا یعنے ہالکین کذا قال البخاری رحمہ اللہ اور احلوا ماخوذ از حلول پس احلال وار دکرنا اور جہنم دار البوار کی تفسیر ہی اور یصلونہا از صلے یصلے اور سابق مین توضیح ہو چکی مصیر محل صیرورت یعنی مرجع و موئل جہان انجام مین جانا ہو۔ لیضلوا مین متواترہ دو قرات ہین ایک بضم الیاء اور یہی ہمارے یہان معروف ہی پس اضلال لوگون کو کیا یا یہ کہ اپنی جانون کو گمراہی مین ڈالا اور دوسری بفتح الیاء تو ضلال خود ان کی جانون کا ہی اور لام عاقبت کا ہی یعنے انجام اسکا یہ ہوا۔ واضح ہو کہ یہ آیت کریمہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یا ہر ایسے شخص کو جو لائق خطاب کے ہی اور نفع اسکا تعجب دلانا اور استفہام اقراری ہی پس معنے قولہ تعالے اَلَمْ تَرَ کیا تو نے جانا یعنے تعجب سے دیکھ۔ اِلَى الَّذِيْنَ۔ ان لوگون کو جنھون نے۔ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ۔ بدل ڈالا اللہ تعالے کی نعمت یعنی رسول کے ساتھ قرآن پاک کی ہدایت کو كُفْرًا کفر سے پس نعمت کا کفران کیا اور نہ مانا بلکہ بجائے اعزاز کے ساتھ لینے اور شکر کرنے کے قرآن سے انکار کیا اور رسول کے ساتھ لڑے تاکہ قتل کرین بخاری رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم کفار اہل مکہ یہ لوگ مکہ والون مین سے کافر لوگ ہین ایسا ہی نسائی رحمہ اللہ تعالے نے بھی روایت کیا۔ اور عوفی رحمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ لوگ جبلہ بن ایہم غسانی و اُسکے اتباع عرب ہین کہ بھاگ کر روم مین چلے گئے اور نصرانی ہوگئے بعض نے اسپر اعتراض کیا کہ جبلہ مرتد اور اسکی قوم تو خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مین مسلمان پھر مرتد ہوکر روم مین لگئے تھے اور مترجم کہتا ہی کہ قرآن پاک نازل ہونے کے وقت اسکا کفر کافی ہی کہ علم آلہی مین وہ بھی ایسے لوگون مین تھا البتہ اس سے زیادہ لائق توجہ کفار قریش ہین اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مشہور صحیح روایت وہی قول اول ہی جو بخاری رحمہ اللہ تعالے نے روایت کیا اگرچہ آیت کے معنے

Marfat.com

عام ہین اور سب کفار کو شامل ہین جنھون نے قرآن و رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور نعمت کے بدلے عذاب و کفر اختیار کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ معنے قرآن درحقیقت تمام وقت و زمانہ کے واسطے عام ہیں الا البعض مستثنیات خاص ولیکن جو وقت نزول ہوا اگر اسوقت مصداق موجود تھا تو اسکو بیان کردیا جاتا ہو اور اکثر آیات ایسی بھی ہین کہ وقت نزول کے تاویل موجود نہ تھی اور آئندہ اسکی تاویل ظاہر ہوئی یا ہوگی اور علمائے ربانی ہر زمانہ مین قرآن پاک کے معانی عجیبہ اعجاز کے ساتھ اس زمانہ کے واقعات پر منطبق پاتے ہین حالانکہ وقت نزول کے انکا وجود بلکہ شاید گمان بھی عموماً نہو گا پس معلوم ہوا کہ بحسب المعنی تو جبلہ بن ایہم وغیرہ جملہ کفار ہمین شامل ہین اور باعتبار موقع نزول کے اول اس مذمت کے لائق کفار مکہ ہین۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اول قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مانند حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہو۔ وہی قول جمہور مفسرین علمائے سلف کا ہو۔ اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ تعالےٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جنھون نے نعمت کو کفر سے بدلکر اپنی قوم کو دار البوار مین اتارا وہ کفار قریش بروز بدر ہین اور دوسری روایت مین فرمایا کہ قریش کے منافق ہین۔ مراد منافق سے یہان مجادل یعنی قتال کرنے والے ہین خواہ بروز بدر لڑے یا بروز اُحد لڑے ہون اور تیسری روایت مین ہو کہ آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا کوئی نہین ہو جو مجھ سے قرآن کا علم دریافت کرے اور مین تو قسم ہو اللہ تعالےٰ کی کہ اگر کسی کو جان جاؤن کہ وہ مجھ سے زیادہ اسکو جانتا ہو اور وہ دریائی سمندرون کے پار والے ملک مین ہو تو مین اسکے پاس حاضر ہون پس عبداللہ بن الکواء نے کھڑے ہو کر قولہ تعالےٰ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا الآیہ کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ مشرکین قریش ہین کہ انکے پاس اللہ تعالےٰ کی نعمت ایمان آیا تھا اسکو انھون نے کفر سے بدل لیا اور اپنی قوم کو ہلاک و بربادی کے گھر یعنے جہنم مین ڈالا۔ سدی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ مسلم مستوفی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا الآیہ قریش سے سب سے بڑھکر نافرمان دو گروہ بنو المغیرہ و بنو امیہ ہین پس بنو مغیرہ نے تو بدر کے روز اپنی قوم کو دار البوار جہنم مین اتارا اور بنو امیہ نے اُحد کے روز داخل کیا اور بدر کے روز ابو جہل تھا اور اُحد کے روز ابو سفیان تھا اور ابن ابی حاتم نے بسند جید عن ابی اسحٰق عن عمرو بن مُرّہ روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قولہ واحلوا قومہم دار البوار الآیہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ قریش کے دو زیادہ فاجر گروہ ہین بنو مغیرہ و بنو امیہ پس بنو مغیرہ تو بدر کے روز ہلاک کیے گئے اور رہے بنو امیہ تو انکو ایک ہی وقت تک زندگانی دی گئی ہو و قد روی نحوہ من غیر وجہ عنہ رضی اللہ عنہ۔ اور ایک روایت مین ہو کہ یہ قریش کے فاجر ہین کہ مین بدر کے روز انکے ہلاک کرنے کو کافی ہو گیا۔ اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے سفیان الثوری کی اسناد سے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ذکر کی کہ یہ قریش کے دو افجر گروہ ہین ایک بنو مغیرہ اور دوم بنو اُمیہ پس بنو مغیرہ کو تو مین بدر کے روز کافی ہوا اور رہے بنو اُمیہ وہ چندروز زندگانی دیے گئے۔ قال المترجم وفی اسنادہ علی بن زید یعنے ابن جدعان وہو ضعیف فقال الامام وکذا رواہ حمزۃ الزیات عن عمرو بن مرۃ قال قال ابن عباس لعمر بن الخطاب یا امیر المؤمنین ہذہ الآیہ الم تر الی آخرہ یعنے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس آیت کی تفسیر ارشاد فرمایئے تو فرمایا کہ یہ قریش کے دو افجر گروہ ہین ایک میرے ماموں اور دوسرے تیرے چچا پس میرے ماموں کو اللہ تعالےٰ نے بدر کے روز جڑ سے کاٹ دیا اور رہے تیرے چچا انکو اللہ تعالےٰ نے انکی زندگی تک مہلت دی ہو۔ ف اس روایت کے فوائد مین سے ایک یہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضہ دونون سے بالکل موافق روایت ہو اور دوم یہ کہ دونون نے فرمایا کہ بدر کے روز ہم انکے نابود کرنے کو کافی ہوئے حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قتال معروف ہو اور سوم مترجم کہتا ہو کہ یہ حدیث صحیح یاد کرو کہ اشتد غضب اللہ علی من قتل نبیا او قتلہ نبی یعنی اللہ تعالےٰ کا سخت غضب اسپر ہوتا ہو جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو یا نبی نے اسکو قتل کیا ہو اور تو جانتا ہو کہ اُمیہ بن خلف فاجر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے حربہ سے خفیف چرکہ دیا تھا کہ اس کی اذیت صحاح مین بسند روایت ہو اور یہ مردود اول کا قتل کرنا کسی پر معروف نہین گرشاذ پس یہان اسرار ہین کہ خود نظر سے سمجھنا چاہیے۔ پھر مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ مراد الذین بدلوا نعمۃ اللہ و احلوا قومہم دار البوار سے مراد قریش کے دونون فاجر گروہ ہین اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا

Marfat.com

کہ مجاہد وسعید وابن جبیر وقتادہ وضحاک وابن زید وغیرہم نے کہا کہ یہ لوگ کفار قریش ہیں جو بدر کے روز قتل ہوئے۔ اور ایسا ہی امام مالک نے بروایت نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی اور یہ اسناد جید ہے۔ پھر واضح ہو کہ نزول آیت کے وقت اسکے مصداق یہ دونوں گروہ قریش کے تھے اور معنے آیت میں تمام کفار قیامت تک کے شامل ہیں جنھوں نے قرآن مجید سے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا۔ وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ۔ اور ڈالا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر۔ جَهَنَّمَ جہنم میں یعنی لوگ بسبب انکی ریاست کے انکے ساتھ ہو کر اور جہنم میں گئے۔ واضح ہو کہ بنو مغیرہ و بنو امیہ کے سرداروں نے اپنی ایسی قوم کو ہلاکت میں ڈالا جو اُن کے رشتہ دار نسبی تھے اور پیروی بھی کرتے تھے اور قیامت تک جو کفار اپنی قوم کو ہلاک کرینگے ضرور نہیں کہ ان کی نسبی قوم ہو بلکہ پیروی کرنے والی قوم ہیں جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل بادشاہ روم کو لکھا تھا کہ۔ فعلیک اثم الاریسیین تجھ پر اریسین کا بھی گناہ ہوگا اور اگر کہا جاوے کہ کلام بصیغہ ماضی ہے جو گذشتہ پر دلالت کرتا ہے تو تم قیامت تک والوں کو کیونکر شامل کرتے ہو تو جواب یہ ہے کہ علم الٰہی عز وجل محیط ہے وہاں مستقبل و ماضی سب برابر ہیں اور ممکن ہے کہ باعتبار قطعی وقوع کے بصیغہ ماضی تعبیر ہو حالانکہ جہنم میں داخل کرنا بطریق مجاز اور فی الحال عذاب برزخ میں ہیں مگر انکو جہنم میں داخل قرار دیا بطور مجاز کے بدلیل قولہ تعالے۔ يَصْلَوْنَهَا۔ اس میں داخل ہونگے یعنی ایسے کافروں و منکروں کا جہنم میں داخل ہونا قطعی حکم ہے۔ وَبِئْسَ الْقَرَارُ۔ اور بہت برا ٹھکانا ہے جہنم۔ تنبیہ۔ آیت کریمہ کے اشارات میں سے ایک یہ کہ رسولوں کا بھیجنا اللہ تعالے کی طرف سے بڑی نعمت ہے کیونکہ عقل بشری عالم آخرت کی راہ جاننے پر مستقل نہیں ہے حالانکہ کسی کو اس سے چارہ نہیں اور اپنے خالق عز وجل کی طاعت جسطرح کہ اسکی رضا حاصل ہو ہر مخلوق کو فرض محکم ہے پس رسول و وحی نہایت بڑی اعلے نعمت ہے اور دوم یہ کہ جاہل لوگ جسکی پیروی کرتے ہیں جہاں وہ جاوے یہ بھی جاوینگے پس جو لوگ کہ راہ حق میں کسی عالم ربانی حقانی کی پیروی کریں انکو بشارت ہے کہ وے بھی جنت میں جاوینگے اور اگر اپنی چال چلن اور خوشنودی کے موافق ایسے شخص کو عالم بزرگ سردار خیال کر لیا جو حقیقت میں خلاف راہ حق تعالے کے مسائل و اعتقاد بتلاتا ہے تو یہ لوگ معذور نہ ہونگے بلکہ اسکے ساتھ جہنم و عذاب میں گرفتار ہونگے لہذا واجب ہے کہ لوگ جہاں تک کوشش ممکن ہے اسی بات پر منحصر کریں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جس حال و اعتقاد پر تھے اسی پر اکتفا کریں مثلاً وہ لوگ اول میں تو قبور کی زیارت سے منع کر دیے گئے تھے پھر انکو اجازت دی کہ زیارت کرو کہ اس سے آخرت و انجام یاد آتا ہے و میت کو دعا سے فائدہ ہوتا ہے پس اس سے زیادہ یہ امر کہ قبر سے مدد مانگنا و چادر چڑھانا اور مانند اسکے جو امور ہیں انمیں عالمانہ بحث کہ جائز ہے یا نہیں جائز ہے کچھ نہ کریں کیونکہ حضرت سرور عالم سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم نے امت مرحومہ کے منافع حتےٰ کہ پیخانہ پیشاب کے طریقہ سب تعلیم فرما دیے اپنی امت کا ازحد بھاری خیال رکھتے تھے تو اگر اسمیں کچھ نفع مضمر ہوتا تو آپ تعلیم فرما دیتے لہذا تم وسواس چھوڑو اور شرع شریف و سنت پاک پر ثابت قدم رہو اور اولیاء اللہ کے طریقہ پر چلو اور انکی جانب تعظیم و تکریم کا خیال رکھو۔ خلاصہ یہ کہ جب اس زمانہ میں نہایت ہی کثرت سے طرح طرح کے اقوال و اختلاف پیدا ہو گئے ہیں تو جاہل آدمی کے لیے نجات کا یہ طریقہ بہت آسان ہے کہ وہ تمام مختلف مسائل میں کسی بڑے بھلے سے بحث نہ کرے بلکہ صاف سیدھا راستہ وہ اختیار کرے جسپر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم گئے ہیں تاکہ بے کھٹکے نجات پاوے۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے نے کافروں کا بد انجام جہنم بیان فرما کر انکے خیالی مسائل جن سے گمراہ ہوئے تھے ظاہر فرمائے بقولہ۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔ اور بنائے انھوں نے اللہ تعالے کے لیے ہمسر یعنی اللہ تعالے کی ربوبیت میں اپنے بزرگوں کے نام کے بت رکھے اور اعتقاد کیا کہ جس بزرگ کے نام کا یہ نشان ہے اسکی قربانی کرنے کیلئے یا چڑھاوا چڑھانے سے وہ ہم سے خوش ہونگے اور ہماری مراد بر لاوینگے چنانچہ یہ سب انکے اعتقاد جو انکے اگلے لوگوں کے ساتھ تھے سابق بعض آیات میں مصرح بیان فرمائے ہیں اور یہ مت سمجھو کہ وے لوگ لات و منات و عزیٰ و ود و سواع وغیرہ کو اللہ تعالے کا ہمسر کہتے تھے نہیں نہیں بلکہ کہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ تعالے کے بندے مخلوق ہیں مگر ایسے مقرب ہیں کہ ہمارے لیے اللہ تعالے

Marfat.com

سے سفارش و دعا کرکے ہماری مراد بر لاوینگے پس جب انکے لیے یہ قدرت سمجھی تو شرک ہوگیا اور جو شان خالص اللہ تعالے ہی کے لیے ہو وہ دوسرون مین اعتقاد کرنے سے شرک ہوگیا لہذا جو کوئی اپنی جہالت سے اللہ تعالے کی صفات پاک مین سے کوئی صفت کسی دوسرے مین سمجھے وہ مشرک ہوا اور اُس نے ہمسر بنایا جیسے یہان کافران قریش کی نسبت فرمایا کہ انھون نے اللہ تعالے کے لیے شریک و ہمسر بنائے تھے۔ لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۔ اس انجام کے لیے کہ بھٹکین اُس کی راہ سے یعنی ایسے اعتقاد کا اُنکے حق مین یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالے کی راہ سے گمراہ ہوئے۔ اور بنا بر قراۃ لیضلوا بضم الیاء یہ معنے کہ گمراہ کرین لوگون کو اللہ تعالے کی راہ سے یعنی جاہلون کو پیروی کرنے والون کو یہ مسئلہ بتلایا کہ یہ بزرگ لوگ اللہ تعالے کے مقرب ہین ان سے تقرب ڈھونڈھو تو تمھاری نجات ہوا ور جو کوئی اُنسے پھر اوہ بزرگون کا منکر اور اُسکا کہین ٹھکانا نہین ہے حتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی اور قتال کرنے مین سرگرم ہوئے اور بدر کے روز ہلاک ہوئے اور اپنی قوم بدبخت کو بھی جہنم مین ڈالا اور قرآن پاک جو اللہ تعالے کی توحید سکھلاتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو شرک کو مٹاتے تھے کفر کیا اور ہر چند آپ نے سمجھایا کہ اللہ تعہ کے ساتھ شرک نہ کرو کچھ نہ مانا اور بہتیرے ہین سے ہلاکت سے بچے اور کچھ مدت تک زندہ رہے پس اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تہدید فرماوے۔ قُلْ ۔ تو کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ تَمَتَّعُوا ۔ چند روز تک دنیا مین تمتع اُٹھاؤ۔ اسکو بصیغہ امر بیان فرمایا گیا اسی طور سے حکم آلہی سبحانہ تعالے مقدر ہوا ہے کہ نعمت آلہی سے کفر کرین اور جو کچھ جی چاہے وہ اعتقاد کرین و اپنی خواہشون کو پورا کرین۔ فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ۔ پس آخر تمھارا مرجع دوزخ ہے کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ دوزخ گھری ہوئی ہے خواہش کی مرغوب چیزون سے پس جو کوئی نفس کی پیروی کر جاوے وہ پار ہو کر جہنم مین جاویگا پس جبکہ انکا مرجع و انجام جہنم تھا تو لامحالہ اسکے سامان و اسباب ضرور ہونگے پس بیان فرما دیا کہ اپنی رائے و فاسد عقیدے سے شرک کرو اور خواہشون پر زندگی بسر کرو۔ یہین نہایت خوفناک تہدید ہے اور یہین سے اکابر اولیاء نے کہا ہے کہ نفس کی خواہشون سے پرہیز کرو کیونکہ یہ شہوات و خواہشین جہنم کے گرد ہین جو کوئی انکو طے کر جاوے وہ لامحالہ جہنم مین گریگا پھر حق تعالے عزوجل نے ان بندون کو نصیحت فرمائی جو اپنے نفس کی خواہشون کو چھوڑ کر نصیحت قبول کرتے ہین اور اپنی رائے کو چھوڑ کر فرمان آلہی و حکم حضرت رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہین لقولہ تعالے۔ قُلْ لِعِبَادِيَ ۔ تو کہدے میرے بندون سے۔ اگر کہا جاوے کہ سب ہی اللہ تعالے کے بندے ہین تو جواب یہ ہے کہ اگر تمھاری یہ غرض ہے کہ سب ہی اسکی مخلوق ہین تو کچھ شک نہین ہے کہ سوائے اُسکے کوئی خالق ہو نہین سکتا اور سب ہی اسکی مخلوقات ہین ولیکن اللہ تعالے نے اپنی مشیت کاملہ سے مخلوقات مین تفصیل کر دی اسطرح پر کہ جو کوئی اپنی خواہش کی پیروی کرے اُس نے اُسکو اپنا معبود بنایا کما قال تعالے افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ بھلا تو نے اسکو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ حدیث مین ہے تعس عبد الدینار و عبد الدرہم ہلاک ہوا اشرفی کا بندہ اور روپیہ کا بندہ۔ اور اسی طرح کفار فاجر کو شیطان کے ساتھ مردود کر دیا اور کمال تکرم سے مومنون کو اپنا بندہ قرار دیا لقولہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی جو میرے بندے ہین انپر تجھے کچھ قابو نہوگا۔ اور اسی معنی مین اس مقام پر فرمایا کہ تو میرے بندون سے فرما دے اور انکی صفت بیان فرمائی۔ الَّذِينَ آمَنُوا ۔ وہ لوگ جو ایمان لائے ہین پس اس کرامت سے سرفرازی فقط ان بندون کو ہے جو یقین جانتے اور خالص اعتقاد رکھتے ہین کہ اللہ تعالے وہی وحدہ لاشریک ہے جو پاک صفات اسکی ہین انمین کسی کی کچھ بھی شرکت نہین ہے اگر کہا جاوے کہ یہ مقام بہت مشکل ہے کہ جاہل وہی مان لیگا جسکو ایسے شخص نے بتلایا جسکو وہ عالم جانتا ہے تو مترجم کہتا ہے کہ پہلے معلوم کرو کہ بالاجماع تقلید اعتقاد و ایمان مین جائز نہین ہے بلکہ ایمان تو جبھی ہوگا کہ خود اپنے رب تبارک و تعالے پر ایمان لاوے پس جب وہ مثلاً جان گیا کہ خالق فقط اللہ تعالے ہے اور جب وہی چاہتا ہے تو ایک مال ار کے ہاتھ مین یہ فعل پیدا کرتا ہے کہ فقیر کو کچھ دیوے یعنی افعال کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اب اگر کسی شخص کی نسبت اس کو عالم ہونے کا گمان ہے اُس نے بتلایا کہ شیخ سدو کا بکرا کرنا اور بیٹا ہونے کی منت مانگنا جائز ہے تو اُسکو صریح معلوم ہوگا کہ یہ تو اللہ تعہ کی اک صفت کے جو مجھے اعتقاد ہے

بالکل مخالف ہوگیا تو یہ شرک ہے لہذا ممکن نہین ہے کہ شرک واضح وہ پہچانے پس قولہ تعالے اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا یعنی اہل کتاب یہود ونصاری
نے اپنے عالمون اور درویشون کو اپنے رب بنالیے ہین۔ اس سے وہ محفوظ رہیگا کیونکہ یہ اسکا اعتقاد نہ رہا کہ جو کوئی عالم جو کچھ کہے وہی میرا اعتقاد و
عمل ہے پس کافرون سے اسمین صاف فرق ہوگیا جنکی یہ حالت تھی کہ جعلوا للّٰہ اندادا کیونکہ اسنے شرک نہ کیا پس مومن ہوا اور یہ کرامت پائی کہ میرے
بندون سے جو مومن ہین فرمادے کہ۔ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ٹھیک ٹھیک ادا رین نماز کو بیشک نماز ایک بڑا رکن عبودیت ہے اور شیخ معین الدین چشتی
قدس سرہ نے بعض اکابر سے نقل فرمایا کہ وہ بہت نحیف وزار ہورہے تھے اور نہایت خوف سے تیس برس سے روتے تھے حضرت شیخ نے پوچھا تو بیان فرمایا
کہ مین اسی خوف سے روتا ہون کہ کسی وقت کی نماز مجھ سے ٹھیک ادا ہوئی کہ نہین۔ اور حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہ نے لکھا کہ جس نے نماز کو کھویا وہ دوسری
عبادات کو اور زیادہ ضائع کریگا۔ اور مشکوۃ مین ہے کہ صحابہ رضی اللّٰہ عنہم کسی عبادت کے ترک کرنے کو کفر نہین جانتے تھے سوائے نماز کے پس جو کوئی
اسکو عمداً ترک کرے اسپر خوف کفر کا ہے اور ٹھیک قائم کرنا یہ ہے کہ اسکے ارکان سب اچھی طرح اللّٰہ تعالے کی حضوری مین ادا کرے۔ اور روایت صحیح ہے کہ
سب سے پہلے نماز کی پرسش ہوگی اور نماز ستون دین ہے اور فرق اسلام وکفر کے درمیان نماز ہے اور اکابر اولیاء رحمہم اللّٰہ تعالے نے تصریح کی کہ تقرب الٰہی اسی
نماز مین ہے اور فضائل اسکے بیشمار ہین اور اللّٰہ تعالے نے تحیات نماز کے ساتھ زکوۃ کو جو خرچ طیبات مالی ہے مقرون فرمایا چنانچہ یہان فرمایا۔ وَيُنْفِقُوْا
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ۔ اور خرچ کرین اس چیز سے جو ہم نے انکو روزی کیا۔ ظاہر آیت عام ہے تمام صدقات کو خواہ واجب ہون جیسے زکوۃ یا نفل ہون۔ اور یہی
قول اولے ہے اور بعض نے کہا کہ مراد زکوۃ ہے کیونکہ مروی ہے کہ زکوۃ نے اپنے پہلے صدقات کو منسوخ کردیا ولیکن یہ حجت موجہ نہین اس سے
یہ معلوم ہوا کہ دیگر صدقات جو زکوۃ سے پہلے واجب تھے مثلاً حکم تھا کہ روزانہ خرچ سے زائد صدقہ کردین تو انکا وجوب نہین رہا مگر بطور نفل
انمین خرچ کرنے سے ثواب جمیل باقی ہے اور یہان کلام وجوب مین نہین ہے بلکہ خرچ مین ہے۔ ہان یہان یہ سوال ہوتا ہے کہ قولہ ینفقوا بصیغہ خبر بمعنے امر ہے
اور امر وجوب کے لیے ہے پس صرف زکوۃ مفروضہ پر ہوگا اور اگر عموم لیا جاوے تو بطریق عموم مجاز یہ معنی لینا چاہیے کہ خرچ کرو مال کو رزوق مین سے
ہر ایک کو اسکے طریقہ پر یعنی زکوۃ وغیرہ بطور وجوب کے اور نوافل صدقات و بطریق نفل کے سِرًّا وَّعَلَانِيَةً۔ پوشیدہ وظاہر پس بعض نے کہا کہ
پوشیدہ صدقہ نفل ہے اور علانیہ صدقہ فرض ہے اور اولے یہ ہے کہ ہر ایک پوشیدہ وظاہر ہوتا ہے ولیکن علماء حنفیہ کے نزدیک زکوۃ علانیہ بہتر ہے تاکہ
لوگون کو نصیحت ہو اور واضح ہو کہ خفیہ دینے کا جواز صرف زکوۃ نقدین میں ہے اور عشر کو سلطان کو ادا کرنا چاہیے ولیکن اصح یہ ہے کہ زکوۃ السوائم بھی خفیہ دینے
سے عند اللّٰہ ادا ہوجائیگی اور علماء رحمہم اللّٰہ تعالے نے کہا کہ جو شخص اپنی ذات پر ریا کا خوف کرے وہ پوشیدہ ادا کرے اور جو کوئی یقین پر مضبوط اور مستقیم ہو اسکو
علانیہ دینا بہتر ہے کہ ایک صدقہ کا اور دوسرا لوگون کی ہدایت کا دو ثواب حاصل ہون اور بعضے علماء نے کہا کہ خفیہ مین بھی دوسرا ثواب یہ ہے کہ
فقیر علانیہ زیر دست نہین ہوا اور حدیث صحیح مین ایسے صدقہ دینے کی کہ بائین ہاتھ کو داہنے ہاتھ کی خبر نہو بہت فضیلت وارد ہے لہذا محققین نے کہا کہ
ہر ایک مذموم ریا وغیرہ کا لحاظ کرکے نیت کو خالص کرنے کے بعد خفیہ وعلانیہ برابر ہین اور یہ امر محق ہو کہ اخلاص کے ساتھ خفیہ یا علانیہ خرچ کرو۔ مِّنْ
قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ۔ پہلے اس سے کہ وہ دن آوے۔ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ۔ اسمین نہ بیع ہے اور نہ خلت ہے۔ علماء نے کہا کہ مراد اس سے
روز قیامت ہے کہ وہان بیع نہ ہوگی۔ ابو عبیدہ رحمہ اللّٰہ تعالے نے کہا یعنے فدیہ نہوگا اور اسکو بیع اس وجہ سے کہا کہ آدمی کا نفس جو گرفتار
عذاب تھا اُس کو فدیہ دیکر عذاب سے رہا کرے پس دنیا مین یہ نافع ہوگا جبکہ ایمان ہوا اور آخرت مین کچھ فدیہ قبول نہوگا حالانکہ وہان فدیہ ہی
اس کے پاس نہوگا اور خلال مصدر بمعنے مخاللت ہے یعنے باہم دلی دوستی۔ واحدی رحمہ اللّٰہ تعالے نے کہا کہ یہ تمام اہل اللغۃ کا قول ہے ابو علی
فارسی رحمہ نے کہا کہ خلال جمع خلت مانند قلال وقلہ وبرام وبرمہ حاصل آنکہ قیامت کے دن نہ بیع کا وجود ہوگا کہ گنہگار قصوروار کچھ فدیہ دیکر اپنے

الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

پھلون مین سے　تمھارے رزق کے لیے　اور تابعدار کردیا تمھارے لیے کشتی کو کہ رواں ہو　سمندر مین　اسکے حکم سے　اور تابعدار کردیا

الْاَنْهٰرَ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ

تمھارے لیے دریاؤن کو　اور ملیع کردیا تمھارے لیے سورج کو　اور چاند کو　ایکہ عادت پر چلتے ہین　اور مسخر کردیا تمھارے لیے رات　اور　دن کو

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۗ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۗ اِنَّ الْاِنْسَانَ

اور دیا تم کو　ہر ایک اس چیز سے　جو تم نے مانگی　اور اگر تم شمار کرو　اللہ تعالے کی نعمتین　تو انکو گھیر نہ سکوگے　بیشک آدمی تو بڑا

لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۚ　ع ۵ / ۱۷

ظالم　ناشکرا ہے

اللہ تعالے بندون پر اپنی نعمتین اظہار فرماتا ہے اور چونکہ بحکم حدیث صحیح کے آدمی اسکی طرف جھکتا ہے جو اسکے ساتھ احسان کرے تو اس راہ سے انکو اپنی جانب بلاتا ہے اگرچہ اولیاء اللہ کہتے ہین کہ معرفت کے بعد آدمی بہت شرمندہ ہوجاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالے کی نعمتون کی وجہ سے اللہ تعالے سے محبت کی پھر اسکو پایا حالانکہ یہ حیاء و شرم کی بات ہے بلکہ اللہ تعالے الحق عز وجل کے واسطے ہر ایک چیز سے التفات کرنا چاہیے تھا اسی واسطے حدیث مین ہے کہ جس نے اللہ تعالے ہی کے لیے دوسرے سے محبت کی اور اللہ تعالے ہی کے واسطے دوسرے سے عداوت کی اور اسی کے لیے دیا اور اسی کے واسطے نہ دیا تو اس نے اپنا ایمان پورا کرلیا۔ پس نعمت بتلاکر نعمت دینے والے کی طرف بلایا ایسے جاہلون کے لیے یہ طریقہ مقرر کیا گیا جو انھین محسوسات و فانی چیزون پر گرتے ہین اور جب ان چیزون سے بہت محبت کرتے ہین تو جب سمجھ جاوین کہ انکا دینے والا کون ہے تو ضرور اس سے محبت کرنے لگینگے اور جب اس کی طرف دل لگاوین تو آخر اسکو پہچان جاوینگے اور اسوقت انکو معلوم ہوگا کہ ہم کس جہالت مین پڑے تھے لہذا فرمایا۔ اَللّٰہُ وہ پاک ہے کہ تم سب اسکی مخلوق ہو وہی ہم سب کا خالق مالک ہے تم سب فانی ہو وہی باقی دائمی ہے جس نے اس کی رضا کے ساتھ زندگی پائی وہ بھی ہمیشہ باقی ہے اور ابتداء یا انتہاء یا زندگی یا موت یا راحت یا عذاب جو کچھ بات تم خیال کرو سب اسی کی پیدا کی ہوئی چیز ہے مین اسکی ذات کوئی خیالی بات کوئی نقص عیب ہو سب سے وہ پاک ہے ابتدا انتہا کوئی اس کی ذات سے متعلق نہین کیونکہ عقل انسانی مخلوق ہے اور جو کچھ اسمین خیال پیدا ہو وہ ادنے مخلوق پس حضرت خالق عز وجل کی شان مین ابتدا یا انتہا یا جو اوہام تمھاری عقل و قیاس مین پیدا ہون وہ یقینی مخلوقات ہین جن سے خالق عز وجل پاک ہے پس لازم و فرض ہے کہ تم اسکی معرفت اسی کی وحی فرمانے سے پاؤ اور خالق عز وجل سے منکر ہونا گناہ عظیم ہے جسکی سزا بہت سخت ہے پس اس نے دوسرا افضل عظیم فرمایا کہ رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماکر وحی نازل فرمائی اور اپنی معرفت بتلائی کہ اَللّٰہُ الَّذِیْ اللہ وہ پاک ہے جس نے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ پیدا کیا آسمانون و زمین کو۔ آسمان تمھارے دیار کی چھت بنائی اور چھت سے ارزاق و آثار بقدرت عجیبہ ظاہر فرمائے۔ اور زمین تمھارے لیے فرش کردی اور اس مین سے طرح طرح کے عجائب تمھارے لیے پیدا کیے وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اتارا آسمان سے پانی۔ واضح کہ عجائب قدرت مین سے ایک یہ ہے کہ اسی سقف محفوظ آسمان سے پانی اتارا۔ یہان دو مقام ہین اول یہ کہ جو لوگ علم طبعیات سے بحث کرتے ہین وے پانی کی پیدائش اسطرح بیان کرتے ہین کہ ہر جسم تر سے ابخرات ہمیشہ اڑا کرتے اور جاڑون مین بسبب سردی کے دھوئین کی طرح محسوس ہوتے ہین اور اوپر چڑھکر جمع ہوکر بسبب زیادہ سردی کے اولا یا مینہ ہوجاتے ہین اور بعضے مقامات پر بادل زمین کے قریب اڑکر مکانون مین کپڑے وغیرہ بھگو دیتے ہین پس ان لوگون کو سمجھانا چاہیے کہ کلام حق مین جو وارد ہے کہ آسمان سے پانی اتارا اسکے کیا معنے ہین واضح ہو کہ اللہ تعالے نے دوسرے مقام پر فرمایا لقولہ عز وجل

نفس کو عذاب سے رہا کرے اور نہ وہان جسمانی خواہشون سے جو دلی دوستی باہم ہوتی ہے اسکا وجود ہوگا کہ ایک دوست سے دوسرے دوست کو امید ہو۔ وقال تعالیٰ لا خلة ولا شفاعة۔ مترجم کہتا ہے کہ کلام کی بلاغت مطالعہ کرو کہ مقصود یہ ہے کہ ایمان والے نماز قائم کرین اور صدقات خالص نیت سے ادا کرین قبل اسکے کہ ان اعمال کا وقت باقی نہ رہے اور وہ وقت ابھی موجود ہے یہانتک کہ وہ دن آجاوے کہ جسمین بیع وخلال کچھ نہین ہے لیکن غور کرو تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وقت تو آدمی کے مرتے ہی جاتا رہتا ہے قیامت کا انتظار ضرور نہین ہے لہذا حدیث صحیح مین ہے کہ جو مرا اس کی قیامت قائم ہوگئی پس اسمین اشارت ہے کہ قبل قیامت کے آدمی کو اسکے لوگون کی ملاقات ودعا سے بھی انتفاع پہونچتا رہتا ہے اور آخری حد قیامت ہے اور نصیحت ہوگئی کہ اسلام سے گناہ سابق سب معاف ہوجاتے ہین اور دوزخ مین ہمیشہ مردود نہ رہیگا لیکن اعمال کے قصور پر مواخذہ ہوگا اور جب اسلام کے ساتھ مواخذہ موجود ہے تو کافر لوگ ہوش مین آوین کہ جہان بیع وخلت کچھ نہین ہے وہان انکا ٹھکانا سوائے جہنم کے کہین نہوگا اب معلوم ہوگیا کہ قولہ کی صفت مین قولہ لا بیع فیہ ولا خلال۔ اصل مین بعض عارفانہ مدارک کی تعلیم اور عموماً کفار کو نصیحت ہے کہ وہان فدیہ نہین اور خلت نہ دارد ہے پھر قولہ من قبل الخ کا تعلق بعض نے کہا کہ انفاق مال کے ساتھ ہے بقرینہ بیع کے یعنی مال اس زندگی مین خرچ کرو اور نفس کو عذاب سے بچاؤ کہ قیامت مین نہ مال نہ بیع نہ فدیہ۔ اور بعض نے کہا کہ اقامت نماز وانفاق دونون کے ساتھ اولیٰ ہے اور مقصود یہ ہے کہ بیع کے شغل اور دوستی کے رسوم مین اوقات وعہود ضائع مت کرو بلکہ نماز وطاعات کو مقدم رکھو اور بیع وغیرہ فانیات ہین کہ وہان انکا وجود نہین ہے اگر کہا جاوے کہ مومنون مین وہان باہم دوستی ہونا بہت کثرت سے نصوص صریحہ نے ثابت فرمایا ہے اور یہان وہم ہوتا ہے کہ نہوگی تو جواب یہ ہے کہ صاف تقریر کردی گئی کہ یہ بیع وخلت بمقتضائے قوائے جسمانی ہے اور اصل اسکی شہوت نفس ہے اور جو شخص دنیا مین تبہ کار فاسق رہا وہ اسی حال پر موت کے بعد رہیگا گویا پتھر کہ اسمین تغیر نہین ہے اسیوجہ سے سوال منکر ونکیر کی حالت مین اگرچہ اسکو بے ایمانی ظاہر ہوجاوے کچھ تبدیل نہین کرسکتا ہے اور چونکہ اصل اسکی ایک فانی چیز کے ساتھ ہے تو مرتے ہی فنا ہوگئی جیسے عشق شہوت کا حال ہے کہ بڑھاپے مین یا یکایک معشوق کے بدصورت ہوجانے سے زائل ہوجاتا ہے تو اس دوستی کا کچھ بھی اثر وہان نہوگا بخلاف مومنین کے کہ وہان محل خلت الحب فی اللہ واللہ تھی اور نورانی قلوب سلیم باقی ہین تو انکی خلت بھی باقی ہے مگر یہ ایسے لوگ ہین کہ انھون نے فدیہ بیع کی مجال نہین دیکھی بلکہ موافق حکم کے کمال محبت سے نماز قائم کی اور انفاق کیا اور پھر بھی شرمندہ رہے کہ کچھ نہین کیا بلکہ جو کچھ ہوا وہ رب ذوالجلال کے فضل رحمت سے ہوا اسی واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين یعنی باہم گاڑھے دوست اس روز ایک دوسرے کے ساتھ دشمن ہونگے سوائے متقین کے کیونکہ خلت اتقیاء امر باقی کے ساتھ دائمی ہے اور خلت کفار وفساق ایک امر فانی سے متعلق فانی ہے اور اسی سے تجھکو ثابت ہوگا کہ آخری کلام کا مفاد اہل ایمان کے لیے نصیحت وارشاد دونون ہے اور کافرون کے لیے تہدید وتنبیہ کا ظہور ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ المتر الی الذین بدلوا نعمة الله الآیہ اسمین اشارت ہے کہ نعمت الٰہیہ عقل وعلم واستعداد ان سب کو تھی انھون نے تبدیل کیا چنانچہ عقل کے بجائے غباوت اور بجائے علم کے جہل اور بجائے استعداد حصول نور ایمان کے تاریکی اندھادھند شرک وکفر کو رکھا اور جانورون مین محل عقل وعلم خلقی نہونے سے یہ لوگ اپنے نفس و شیطان کی پیروی مین جانورون سے بلکہ خوک وسگ سے بھی بدتر حالت مین ہوئے حتیٰ کہ جمادات کے درجہ سے ساقط ہوکر پتھرون ولکڑون ودرختون کے بندے بنگئے چونکہ انمین فاسد استعداد شرک وکفر سے موت سے زیادہ بدتر حالت بھی تو پتھرون وغیرہ مین استعداد ہی سے بقدر بالا تر دیکھتے تھے کہ انکے سامنے سر جھکانے اور بندگی کرنے مین انکو کچھ بھی تکلف نتھا۔ شیخ ابوعثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاہل وہ ہے جسنے نعمت آلہی سے طرح طرح کے گناہون کا کام لیا پھر اللہ تعالیٰ نے کافرون کو تنبیہ فرمایا کہ تم مین تمام مخلوقات سے زیادہ اعلیٰ استعداد ظہور قدرت ہے جس سے پایہ عالی معرفت تمہارا حصہ تھا غور کرو اور ڈھونڈھو فقال اللہ تعالیٰ عزوجل

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ

اللہ وہ ہے جسنے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو اور اُتارا آسمان سے پانی سو اُگایا اس سے

الم تر ان اللہ یزجی سحابا ثم یولف بینہ ثم یجعلہ رکاما فتری الودق یخرج من خلٰلہ وینزل من السماء من جبال فیھا من برد فیصیب بہ من یشاء ویصرفہ عن من یشاء
یکاد سنا برقہ یذھب بالابصار یقلب اللہ اللیل والنھار ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار یعنے اللہ تعالےٰ سحاب کو اٹھا کر اس مین میل کرکے تہ بر تہ کردیتا ہی
اسکے درمیان مین سے ودق نکلتی ہی الی آخرہ پس بعض مفسرین متکلمین نے کہا کہ ممکن ہی کہ سحاب کا ظہور ان ابخرات سے ہو جو اجسام تر سے پیدا ہوتے مین
اور اس کی بحث پوری بیان کردی اور مترجم کہتا ہی کہ کلام الٰہی عزوجل کی تفسیر مین رعایت خیالات عوام کے جسطرح لائق ہی اسی طرح یہان آہستہ
تقریر سے عالم خلق و امر یعنے عجائب صنعت الٰہیہ سے یہی بحث چاہیے ہی کیونکہ عوام کی نظر عالم اسباب پر زیادہ ہوتی ہی پس مین کہتا ہون کہ یہ آیت کریمہ
کامل معجزہ و صدق نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی کیونکہ جن لوگون نے اپنی تمام عمر کو اسباب مین غور و فکر کرنے اور تمام حواس و عقلی قوت کو
اسمین صرف کرنے مین ضائع کیا انکو اسپر بڑا فخر تھا کہ تمام روے زمین کے لوگ جاہل اور ہم طبعیات کے عالم حکیم مین اور تمام دنیا سے زیادہ عرب کو جاہل
جانتے تھے جنہین لکھنا پڑھنا کو یا انجوبہ چیز تھی پھر دیکھو کہ کسطرح پوری تحقیقات کو آیت بلکہ آدھی آیت مین ختم فرما دیا کہ بڑا حکیم فلسفی منھ دیکھتا ہی پھر فلسفی پر
وارد ہوتا تھا کہ ہوا ہمیشہ عادت کے موافق ایک رخ پر جاتی ہی تو اجتماع ابخرات ضرور نہایت مناسب اسی پر ہونا چاہیے اور سردی و گرمی کے تغیر کے سبب
سے مینھ ہو جانے مین بھی تغیر چاہیے حالانکہ اس کا سبب اپنے سبب کے خلاف ہی اور بڑا سخت اعتراض یہ ہی کہ اجتماع ابخرات سے جو پانی برستا ہے اپنی اپنی
خاصیت مین ایک نوع پر ہی پس برسات کے دو موسم لازم تھا ایک بعد جاڑے کے اور ایک بعد گرمی کے بلکہ کوئی وجہ نہ تھی کہ اجتماع ابخرات سے مینھ بالتدبیر
ایک موسم کے پیدا ہوتا اور محض بلا دلیل ہی کہ ایام برسات سے پہلے جو حالت اجتماع کی موجود ہوتی ہی اس کو ماہ بارش مثلاً ساون سے کوئی نسبت
نہین ہی کہ ایک بے شعور چیز جسکو فلسفی کہتا ہی اس موسم مین اس شعور پر ہو جاوے کہ وہ ماہ بارش ہی یا کسی حال مین قحط پر ہو جاوے کہ ایک قطرہ
نہین برستا اور نیز کوئی وجہ نہین ہی کہ یہی ابخرات کا پانی خلاف موسم بلکہ موسم سے دو ہفتہ پہلے کچھ بھی مفید نہین ہوتا بخلاف موسم کے یکبارگی قوائے نامیہ
نباتات جوش کے ساتھ اُبلتے ہین اور وہ پانی انکے لیے حیات ہو جاتا ہی غرضکہ دلیل اس مقام پر قطعی ہونی چاہیے اور فلسفی جو دلائل لاتا ہے وہ
گمان مین اور جو وجوہ پیش کیے گئے انمین مختلف آثار سیارات کا اجتماع اور مختلف اسباب ارضی یا کرہ ارض و آفتاب کے دورین مقابلہ سے موسمی اثر کا
اختلاف وغیرہ سب تخمینہ ہی کوئی دلیل میسر نہین آئی اور اگر آخری سوال اس ترتیب مین واقع ہو کہ یہ کیون ہوتا ہی اور اگر اس وجہ سے ہوتا اس وجہ کا وجود
کیون آخر سلسلہ پر فلسفی کو اقرار سکوت کرنا ہوگا اور یہین سے ظاہر ہوا کہ حق عزوجل نے صحیح فرمایا ہی کہ آدمیون مین سے بہت زیادہ حصہ وہ مین جو گمان و
تخمینہ کی پیروی کرتے مین۔ اب تحقیق حق یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے عالم اسباب مین پیدا کرنا ہر جاندار و بیجان حتیٰ کہ افعال کا فقط اپنی قدرت مین رکھا ہی
اور کثر ایسا ہوتا ہی کہ جو اسباب مقرر فرمائے مین ان سے تجاوز کیا جاوے بلکہ ہر ایک چاند و سورج اس قدرت کاملہ کی قوت سے برابر اپنی رفتار پر مین پس
جس نے یہ کہا کہ اسباب درمیانی بذات خود موثر مین وہ گمراہ نادان ہی اور جس نے یہ زعم کیا کہ اسباب سے کوئی اثر نہین اور نہ انکا علم کچھ مفید ہی
واسطے کسی چیز کے جاننے کے تو یہ بھی سفاہت ہی حتیٰ کہ ہر ایک طاعت و عبادت و ترقی اسلام کے وسائل بہ اخذ کامل محمود مین اور اس سے تقدیر سے
منافات نہین ہی اور نہ کلام اولیاء سے جو کہتے مین کہ اسباب پر نظر کرنا شرک ہی کیونکہ انکی مراد یہ ہی کہ اسباب کو موثر خیال کرنا شرک ہی اور یہ صحیح ہی کیونکہ اصلی
قدرت اسباب مین نہین ہے ۔ ولیکن جب کبھی چاند کے گرد ہالہ دیکھا گمان کیا جاوے کہ ہوا مین برودت ہی اور پانی برسنے کی علامت ہی تو بارہا یہ امر
صحیح ہوگا لیکن ضروری ہی کہ اسکو ظن و قیاس و تخمینہ وغیرہ کہا جاوے جب یہ معلوم ہوا تو مین کہتا ہون کہ ابخرات و ہوا وغیرہ ظاہری سلسلہ مین اور ان اسباب کا
پیدا ہونا پھر انسے سحاب و بجلی و بارش کا ہونا اور تمام اسباب کا ایک خاص فصل چار ماہ کے لیے مہیا ہو کر رات دن برستا اور اس پانی مین ایک خاص قوت کہ جس مین
سے قوائے نامیہ کو زندگی ہی اور زمین کے لیے بعد تھوڑے دنون تک تپ لینے کے اس سے جوش جدید اور نمو ہونا یہ سب امور اس قدرت حقیقی کا ظہور مین اور جب

Marfat.com

کبھی اسکی مشیت اُسکے خلاف ہوتی ہے کچھ نہین ہو سکتا اب غور سے دیکھو کہ اللہ تعالے نے قولہ الم تر ان اللہ یزجی سحابا الآیہ مین اسباب کو ذکر فرمایا اور نسبت پیدا کرنے کی اپنے ہی ساتھ مخصوص فرمائی اور قولہ انزل من السماء ماء مین بھی اپنی ہی طرف نسبت فرمانا اسی مانند وجہ سے ہے جو اوپر مذکور ہوئی مین اسی واسطے حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالے نے آسمان سے پانی برسایا تو دو فریق ہوئے ایک گروہ بندون کا کہنے لگا کہ فلان ستارہ اور تحویل سے ہم پر پانی برسا تو یہ اللہ تعالے سے کافر اور ستارہ کا مومن ہے اور دوسرا گروہ بولا کہ ہم نے اللہ تعالے کے فضل سے پانی پایا تو یہ اللہ تعالے کا مومن اور ستارون سے منکر ہے یعنے اللہ تعالے نے اسباب پیدا فرمائے ہین اور ان اسباب کا جاننا مذموم نہین ہے بلکہ بقول امام غزالی علیہ الرحمہ کے مرد عاقل کو انکے جاننے سے اللہ تعالے کی معرفت مین اچھا قدم راسخ حاصل ہوتا ہے ولیکن جو کوئی انھین اسباب تک جا کر ٹھہر گیا وہ نادان خام رہا کہ اصل سے اسکو ہنوز وقوف نہین ہے اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ راہ مستقیم اس درمیان مین قدیم عقل کے ساتھ ہے اور دونون طرف افراط و تفریط ہے۔ اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ قولہ تعالے انزل من السماء اُتارا اسماء سے مینھ۔ سماء کے اگر معنے سحاب لو تو صحیح ہے اور مراد یہ کہ سحاب سے اس لیے مینھ برسایا کیونکہ تجھے معلوم ہو گیا کہ اس کی قدرت ہر دم ہر لحظہ ایسی محیط ہے کہ جیسے قوت باصرہ آنکھ کی ہر نظر کے لیے اصل ہے پس اصلی پیدائش ابتداء سے سحاب تک اسی نے فرمائی پھر سحاب سے تمہارا مقصود پیدا کر دیا اور اگر سماء یعنے آسمان لیا جاوے تو بھی صحیح ہے کہ آسمان سے مینھ اتارا کیونکہ ہم بیان کر چکے کہ اصلی علت اس کی قدرت ہے جس سے مینھ کا پانی اور پانیون سے جدا بلکہ موسمی مینھ دائمی مینھ سے جدا ہوتا ہے اور یہ قوت اسی کی طرف سے پیدا ہوتی ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ یدبر الامر من السماء الی الارض۔ تدبیر فرماتا ہے امر کی آسمان سے طرف زمین کے یعنے یہ حکم معلوم کہ اسکو تکوین کا امر آسمان سے ہے اور یہین گفتگو کو مجال ختم ہو جاتی ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج دو کیون نہوئے یا چاند دو کیون نہوئے یا ہر زمین پر ہر طرح کا میوہ کیون نہوا یا قطعات یکسان کیون نہوئے غرضکہ جہان عالم اسباب کے درجہ بدرجہ ترقی ہو کر گزرتے گزرتے انتہا اسکی ذات و صفات کی طرف آ جاتی ہے وہان اختتام ہو جاتا ہے ورنہ دنیا مین کوئی فرد نہین جو کسی مذہب و اعتقاد پر ان سوالات کا جواب دیوے پس باعتبار اصلی علت تکوین کے جو کہ امر الٰہی ہے جس سے اس مینھ مین قوت خاصہ آتی ہے وہ آسمان سے بجانب زمین ہے پس آسمان سے اس نے پانی اُتارا۔ فاخرج بہ پس نکالا اُوگایا اس پانی کے ساتھ من الثمرات پھلون مین سے۔ اگر من بیانیہ ہے تو معنے یہ کہ طرح طرح کے پھل و اقسام اقسام کے میوے و ترکاریان پیدا کین۔ اگر کہا جاوے کہ بحکم وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ ہم نے پانی سے ہر ایک چیز کو زندہ بنایا ہے اب ہی چیزین اس سے پیدا ہوئی ہین تو ثمرات کی خصوصیت کیا ہے تو جواب یہ کہ یہان آدمیون پر احسان مقصود ہے بقولہ تعالے رزقا لکم۔ یعنے تمہارے رزق کے لیے۔ اور لام یہان خصوصیت کا نہین بلکہ نفع کے معنے مین یعنے تمہاری منفعت کے لیے ثمرات کے انواع و اقسام پیدا کیے۔ اس سے بہت سے مسائل و فوائد حاصل ہوتے ہین اول یہ کہ کاشتکاری کے فنون و آلات و زمین کے لیے ترددات ضمنا مباح ہین کیونکہ بغیر انکے پیداوار نہین ہوتی ہے اور جو چیز کہ بغیر دوسرے کے حاصل نہو وہ بھی ضمن مین ثابت ہو جاتی ہے حتے کہ اگر اصل واجب ہو تو واجب اور مباح ہو تو مباح ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ ثمرات سے انتفاع حاصل کرنا مباح ہے وقد قال نعم کلوا من الطیبات واعملوا صالحا اور کلوا من طیبات ما رزقنکم۔ اور اعمال صالحہ کے افراد تو بے شمار ہین ولیکن انواع اسکے چار ہین ایک جمہوری سلطنت کا عدل و انصاف و کافرون ظالمون کا دفع کرنا و اسکے اسباب حتے کہ تمام مسلمانون مین سے ہر فرد پر اسمین کوشش کرنا اعمال صالحہ مین سے ہے دوم ہر شہر و محلہ اور ہر قوم و جوار کے حقوق اور اسمین مشترک عمل و تعلیم و رعایات حقوق و اصلاحات ہین اور سوم تدبیر منزل حتے کہ اپنے اہل و عیال و خدام کے ساتھ نیک برتاؤ چنانچہ فرمایا خیارکم خیارکم لاہلہ بہت نیک تم مین سے وہ ہین جو اپنے لوگون کے لیے بہتر ہون۔ اور چہارم تدبیر شخصی اور یہ سب پر مقدم ہے یعنے اپنی ذات کو علم و عدل سے اور فرائض و واجبات حقوق الٰہیہ سے اور تمام حقوق اہل و عیال و محلہ و قوم و سلطان و تمام مسلمانون اور حقوق تمام مخلوقات حتے کہ جو لوگ مسلمان ہون انکی ایسی کہ عدل و علم سکھین و عذاب سے بچین جیسے کوئی اپنی اولاد کو

۱۵ [illegible]

نہین چاہتا کہ جہنم مین جلے اور حتی کہ جانورون سے کہ کوئی ایذا نہ پاوین پس سب اعمال صالحہ وحقوق مین اور یہ شکریہ مین ثمرات کے اباحت و انتفاع کا ۔ وَ
سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ ۔ اور مطیع ارادہ کر دیا تمھارے لیے کشتی کو تاکہ رواں ہو سمندر مین یعنی جن اسباب سے تمھاری خواہش
جہاز چلنے مین پوری ہوتی وہ اسباب تم کو دیے اور جہاز ایسی شکل سے کر دیا کہ جسطرح تم چاہو تمھاری خواہش کے موافق رواں ہو اس سے یہان
واناج وغیرہ کی تجارت اور جہاز چلانا اور اس کی ترکیبین وغیرہ مباح اور موجب ثواب عظیم ہوئین کیونکہ بندگان خدا کے آرام و آسایش کے
لیے جو مباح ذریعہ ہو حتی کہ اسی ذیل مین توپ و بندوق وغیرہ اسباب حرب و حفاظت بھی ہین انمین ثواب و صلاح ہے اور علم طب وغیرہ اسی
مین شامل ہے بلکہ بعض صورتون مین عالمون کے لیے سوائے فرض و واجب کے یہ کام دیگر عبادات سے افضل ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جب بحیطہ قدرت
الٰہیہ ہر شخص و ہر چیز کے ساتھ ہے تو یہان کشتی جاری ہونا ہماری تسخیر مین کر دیا جواب یہ کہ ہماری تسخیر مین اسی طرح کر دیا کہ آخری احاطہ کہ جس سے
وجود فعل ہوتا ہے اپنی ہی قدرت مین رکھا بقولہ تعالے ۔ بِأَمْرِهِ اپنے حکم سے یعنی جریان کشتی اپنے حکم پر بھی اور معلوم ہو چکا کہ یہ امر وہی آسمانی ہے
جس سے وجود فعل ہوتا ہے ۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ اور مسخر کر دیے تمھارے لیے دریا۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس سے مراد یہ کہ ہر طرح کے
فوائد حاصل کرنے کے لیے۔ اقول یہ اسوقت ہے کہ بحر اور انہار باہم ایک دوسرے پر بولے جاتے ہین تو اول خصوصیت کشتی کی پھر عموماً ہر فائدہ کے
لیے تسخیر بیان فرمائی اور ظاہر انہار دریا ہین کہ انسے جہاز یا کشتی دخانی وغیرہ اور نہرین کاٹنا اور پانی سینچنا وغیرہ فوائد حاصل ہوتے ہین ۔ وَسَخَّرَ
لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ اور مسخر کر دیا تمھارے لیے سورج اور چاند کو در حالیکہ دونون ایک طریقہ پر برابر چلتے ہین اور ہزارون فوائد
جو دونون سے حاصل ہوتے ہین وہ غور سے معلوم ہوتے جاتے ہین از انجملہ پھلون کا پختہ ہونا و غلون کے اثر سے ہے اور موسم کا ظہور فقط سورج سے اور حساب کا تعلق قمر
سے ہے۔ قال المترجم اس زمانہ مین لوگ اعتراض کرتے ہین کہ اس زمانہ مین تحقیق کیا گیا کہ آسمان تو دوربین سے نظر ہی نہین آتا اس کا تو وجود ہی نہین
ہے اور سورج اپنے مقام پر ساکن ہے اور زمین آفتاب کے گرد متحرک ہے پس اسکا اپنے محور پر دورہ تو رات و دن ہے اور اس مین زیادتی و کمی آفتاب کے
محاذات بیضاوی دوری کی وجہ سے ہے اور انکا اپنے بیضاوی محور پر دورہ وہی شمسی مہینہ و خاتمہ سال ہے اور جسقدر لوگ اسوقت انگریزی یا نیچیر
تعلیم یافتہ ہین سب اسی کے معتقد اور قرآن مجید کے خلاف حق سمجھے ہین حالانکہ معقولات کا تو اسی قدر تھا کہ عام لوگ جسطرح چاہین یقین کرین
کہ یہ سب تعلیمین جس نے دین اور جس نے پیدا کین اسپر ایمان فرض ہے اور اس سے کفر ایک سخت بدتر گناہ ہے اور مقصود یہان تحقیق فلسفی نہیں تاہم مین
ان لوگون کی نادانی پر افسوس کرتا ہون اور ثابت کرتا ہون کہ حق وہی ہے جس سے یہ لوگ انکار کرتے ہین چونکہ سوال مین آسمان کا ذکر آگیا اور یہان
اسکے ثابت کرنے کی ضرورت نہین ہے لہذا مین اس طول الدلیل کو ترک کرتا ہون صرف معدود کیے دیتا ہون کہ تمھاری یہ دلیل کہ دوربین سے نظر نہین آتا
اسوجہ سے نہین ہے اسوقت یقین کے قابل ہو کہ قوائے روحانی و قوت باصرہ وغیرہ کل چیزین دوربین سے حتی کہ ہوا بھی نظر آتی ہو لہذا انکو نظر نہ آنے سے کیونکر یہ
یقین ہو جاوے کہ نہین ہے اور جیسے ہمالیہ کی چوٹی کا برف نظر نہ آنے سے یہ لازم نہین کہ اسکا وجود ہی نہین ہے اور دوم یہ کہ عکس نیلگون دریا وغیرہ ہر جگہ پانی
مین نظر آتا ہے یہ آسمان نہین تو کس چیز کا عکس ہے ثابت کرو پھر ہم دلیل سے آسمان کا وجود ثابت کرینگے۔ البتہ جواب یہان اس امر کا دیا جاتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ زمین گرد
آفتاب کے متحرک ہے مین کہتا ہون کہ اس صورت مین آفتاب گویا مرکز ہے اس دائرہ کا جسپر زمین اسکے گرد متحرک ہے اور آفتاب زمین کی نسبت بہت بڑا ہے حتی کہ وہ
شکل تو زمین ایک مشتری ہے اور نصف قطر اس دائرہ کا وہ ہوگا جسقدر آفتاب سے زمین دور ہے اور وہ نو کروڑ و پچاس لاکھ میل ہے جیسا کچھ لکھا گیا اور پورا قطر دائرہ کا
دو چند ہوا یعنے انیس کروڑ اور قطر اور دائرہ مین تقریباً سات و بائیس کی نسبت ہے تو محیط اس سے سہ چند زائد ہے یعنے ستاون کروڑ میل اور زمین کا محیط ظاہر ہے کہ بہت
کم ہو صرف چار ہزار میل کے قریب ہے اور تم صرف تین سو ساٹھ دن مین دورہ پورا بتلاتے ہو حالانکہ اسقدر دنون مین صرف چودہ لاکھ سے کچھ زائد میل طے ہوتے مین جو

ایک کرور بھی ہو اس سے صاف ظاہر ہو اکہ یہ محض غلط اور مجھے سخت تعجب ہو کہ ایسے بدیہی غلط امر پر اسقدر اصرار کس عقل کا مقتضا ہو اور کس تحقیق کی وجہ سے یہ دعویٰ ہو فاعتبروا یا اولی الابصار اب مین کہتا ہون کہ اے لوگو ذرا غور سے سمجھ سے باتین کرو کیا تمھاری دنیا تمکو اسی طور سے حاصل ہو سکتی ہو کہ تم حق و تحقیق باتون سے منکر ہو جاؤ نہین نہین گناہ ایک چیز ہو اور انکار و کفر نہایت بدتر ہو پس حق یہی ہو کہ آفتاب متحرک ہو اپنے محور پر اور زمین ساکن ہو اور اسمین کچھ شک نہین ہو اور دلائل عقلیہ سے ثابت ہو کہ آفتاب کا تحرک اپنے آسمان کے تحرک کے ساتھ ہو اور ہم کسی مقام پر انشاء اللہ تعالیٰ عقلاً وجود آسمان کے دلائل ذکر کرینگے۔ یہان اللہ تعالیٰ نے اسی قدر حکم دیا کہ اس نے تمھارے نفع کے لیے آفتاب و چاند کو اپنے حکم سے ایک معمولی رفتار پر کر دیا ہو کہ اس سے تجاوز نہین کرتے ہین۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔ اور تمھارے لیے رات اور دن کو مسخر کر دیا یعنے اس نے اپنے حکم سے رات و دن کو ایک ایسی پیدایش پر قائم فرمایا کہ تمکو اس سے نہایت عظیم نفع اپنی جسمانی حیات مین حاصل ہو۔ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ۔ اور دیا تم کو ہر اس چیز سے جو تم نے اس سے مانگی۔ اور علماء نے کہا یعنے جو نہین مانگی وہ دین اور جو مانگین وہ عطا کین۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ اور اگر تم شمار کرو نعمتین اللہ کی تو ہرگز انکو نہ گھیر سکوگے۔ کیونکہ ہر ایک انسان کے اوپر کمال نعمت اول اسکی پیدایش ہو کہ محض عدم سے اس کو اپنے فضل سے پیدا کیا اور ابتداے خلقت رحم مادر ہو دہان رزق و قیام دیا پھر تاریکی اور بند ہوا کی قبر سے جسمین پیش و گرمی تھی وضع حمل کے ساتھ نکالا اور اعضاء مستقیم و حواس و قوے معتدل و عیوب سے پاک بنائے اور ہر ایک مسام و رگ و پٹھے و جوڑ جوڑ مین ہزارون حکمتین اور منافع ہین جنکا شمار عوام کی سمجھ سے باہر ہو اور ما بعد کے حفظ و رعایت و رزق و علم و عنایت جہانتک آدمی غور کرے کبھی شمار مین نہین لاسکتا ہو اور انھین انعامات کے اندر جو باریک حکمتین و عجائب قدرت و غرائب اسرار الٰہی ہین ہر ایک کو قطعی وہ یقین دیتے ہین جو اعتقاد و صفات آلیہ فعالہ تقدست کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تمام انبیاء و مومنین صالحین تا زمانہ حضرت خاتم المرسلین و آپ کی تصریحات سے تا قیامت مسلمین جانتے اور اپنے رب خالق عزوجل کو پہچانتے ہین۔ (م) حاصل آیت یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتون کو جو تیسیر فرمائی ہین مجمل شمار کرنا چاہو تو کسی وجہ اور کسی حال سے شمار نہ کر سکوگے پھر تفصیل کا کیا ذکر ہو بلکہ اگر کوئی شخص اپنے ایک عضو یا ایک حواس کی پیدایش مین جو منافع ہین شمار کرے اور تمام عمر بلکہ بالفرض تمام زمانہ شمار کرے تو ہرگز اسپر قدرت نہ پاویگا پھر تمام نعمتون کا کیا ذکر ہو اور جب یہ بات ہو تو ہر نعمت کا شکر حقیقت ادا کرنے کی کون راہ ہو ہان اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ رب العالمین سے شکر قبول فرمایا اور جیسے حدیث مین ہو کہ الحمد للہ حمدا یوافی نعمہ ویکافی مزیدہ چنانچہ فقہاء نے کہا کہ یہ تمام نعمتون کا شکر ہو لیکن یہ قبولیت بھی نعمت عظیم ہو اسکا شکر کس زبان سے ادا ہو لہذا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہو کہ شکر اسی اللہ تعالیٰ کا جس نے شکر کی توفیق دی اور اس توفیق کی نعمت کا شکر مزید ہوا اور ہر مزید نعمت کے لیے شکر ہو پس ہر نعمت و شکر اسی کا انعام ہو سلیمان التیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بندون پر اپنی شان کے لائق انعام کیا اور ان کی ہستی کے اندازہ پر ایسے شکر قبول فرمایا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے جانا کہ نعمت خالی اسکے کھانے پینے وغیرہ مین ہے وہ نہایت قلیل علم ہوا اور اسکا عذاب اسکے روبرو ہی ابو ایوب قرشی نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے التجا کی کہ اے رب اپنی ادنیٰ نعمت مجھے بتلا دے فرمایا کہ ذرا اور سانس روک لے فرمایا کہ یہ ادنیٰ نعمت ہو (ل) روایت ہو کہ قیامت کو آدمی کے تین نامۂ اعمال ہونگے ایک مین اعمال صالحہ دوم مین گناہ اور سوم مین اللہ تعالیٰ کی نعمتین پس فرماویگا کہ اس ادنیٰ نعمت کو حساب کر دیں اس نعمت سے فرماویگا کہ اپنی قیمت اسکے اعمال صالحہ سے لے پس وہ شخص بیچے اندازہ پر اپنا پورا نامۂ اعمال صالحہ برابر کریگا وہ بھی ناقص رہیگا تو ہٹ کر وہ بندہ روتا ہوا عرض کریگا کہ قسم ہو تیری عزت کی کہ یہ نعمت کہتی ہو کہ مین نے اپنا ثمن نہین پایا اور اب گناہ ہین اور باقی نعمتین سب ہین پھر جب اللہ تعالیٰ اسپر رحم فرماویگا تو حکم ہوگا کہ اے بندہ مین نے تجھے تیری نیکیان کئی گونہ کر دین اور تیرے گناہون سے درگذر فرمائی اور اپنی نعمتین تجھے بخشدین۔ اور اثر مین آیا ہو کہ داؤد علی نبینا و علیہ السلام نے کہا کہ اے رب میرے کیونکر مین تیرا

بلہ چنانچہ ہر نعمت [illegible] مفصل دلائل ذکر [illegible] جب تک [illegible] ہے

شکر ادا کرون کہ میرا شکر کرنا بھی تو تیری ایک عظیم نعمت مجھپر ہے پس ارشاد ہوا کہ اب اے داؤد تو شاکر ہوا جب تو نے اداے شکر سے اپنے کو عاجز و قصور وار
جانا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے ۔ إِنَّ الْإِنسَانَ ۔ بیشک آدمی ۔ لَظَلُومٌ ۔ بڑا ظالم ۔ كَفَّارٌ ۔ بڑا ناشکر ہے ۔ ظالم تو اس لیے کہ اول
تو نعمت دینے والے کو پہچانتا نہین اور دوسرے غافل اور تیسرے منعم حقیقی کو چھوڑ کر غیر کی طرف سے نعمت خیال کرتا ہے بلکہ اسی کا شکر گزار بنتا
ہے اور چاہیے تھا کہ خالص اللہ تعالے کی طرف سے نعمت دیکھتا اور چونکہ اللہ تعالے نے درمیانی کسی آدمی کے واسطے سے نعمت کی تو آدمی کا بھی
شکریہ ادا کرتا کیونکہ حدیث مین ہے کہ لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس ۔ جو آدمیون کا شکر گزار نہو وہ اللہ تعالے کا شکر گزار نہوگا ۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ یہان آدمی سے خصوص کافر مراد ہے اور بعض نے کہا کہ خاص کر ابو جہل مراد ہے اور صحیح یہ ہے کہ کل آدمی مراد ہین جو اسطرح اپنی جانون پر وبال
لاوین اور ظلم کرین ۔ کفار اس لیے کہ ہر نعمت کا شکر در کنار اس سے انکار بلکہ دشمنی کرتے ہین چنانچہ نہایت بڑی اور کمال درجہ کی نعمت حضرت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ہین دیکھو کسطرح اس نعمت کی قدر کرتے ہو ۔ اور کفران نعمت ہی کو کفر کہا جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے کہ اللھم اغفر لی ظلمی وکفری ۔ کسی مجھے
میرا ظلم کرنا اپنی جان پر اور کفر کرنا بخشدے ۔ کسی نے کہا کہ یا حضرت یہ ظلم تو ظلم ہے پھر یہ کفر کیا ہے فرمایا کہ ان الانسان لظلوم کفار یعنی اللہ تعالے نے انسان کو بڑا
ظالم و بڑا کافر فرمایا ہے لہذا مین ظلم وکفر دونون سے مغفرت چاہتا ہون رمل ۔ اللھم اغفر لی ۔ ف فی العرائس قولہ تعالے الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا ۔
نعمۃ الٰہی یہان عقل وعلم واستعداد وجمال صورت اور ہیئت ہے پس کافرون نے عقل کو عبادت سے اور علم کو جہالت سے اور ایمان قبول کرنے کی استعداد
کو شرک اور نفس شیطان کی طرف سے شک قبول کرنے سے اور جمال صورت کو گناہون کی بدصورتی سے بدل ڈالا ۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل الحق کے
نزدیک فطری صورت انسان کی آدمی کی ہوتی ہے اور بوجہ معاصی کے قبیح ہو جاتی ہے چنانچہ حرامخوار و سود خوار وشہوت پرست بے ایمان کی
صورت سؤر کے مانند اور شریر موذی مین سے بعض کی بندر کی اور بعض کی بھیڑیے کی اور اسی طریقہ سے بدلتی ہے اور حدیث مین مسخ کو اسی پر محمول
کیا گیا و احیاء العلوم مین زیادہ تفصیل ہے ۔ شیخ نے کہا کہ کاش اس نعمت کے ساتھ عنایت ازلیہ بھی مساعد ہوتی وہ تبدیل سے حافظ ہوتی ہے اگرچہ
ہزار بار کفر ومعاصی کے سمندرون مین ڈوب جاوے ۔ شیخ ابو عثمان رہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی مخلوق مین سب سے زیادہ جاہل وہ ہے جس نے
نعمتہاے الٰہیہ کو اسکی نافرمانیون مین صرف کیا اور کبھی اسکی طاعت سے کام نہ لیا اور اسکا شکریہ ادا نہ کیا کیونکہ انکا شکر یہی ہے کہ نعمتون کو طاعات الٰہی
مین صرف کرے ۔ قولہ اللہ الذی خلق السموات والارض ۔ ارواح کے آسمانون وقلوب کی زمینون کو پیدا کر کے آسمانون کو انوار جبروت سے اور زمین کو انوار ملکوت
سے آراستہ کیا ۔ ان آسمانون کی بلندی انوار ذات سے ہے اور ان زمینون کا پھیلاؤ انوار صفات سے ہے ۔ قال المترجم اللہ تعالے نے آدمیون کے مختلف دلون کو باوجود
ایک ہی جسم سے متعلق ہوتے ہین مختلف قطعات زمین تشبیہ دی ہے ایک ہی تختہ ہے مگر کوئی زمین کا قطعہ شور ہے کوئی شیرین ہے کوئی اور طرح کا ہے کسی مین
مسموم ہوتا ہے کہ دوسرے مین نہین ہوتا غرضکہ زمین کی تشبیہ دلون سے قرآن وحدیث مین صاف ظاہر ہے خصوص قولہ تعالے والبلد الطیب یخرج نباتہ
الآیہ ۔ قولہ وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم ۔ اللہ تعالے نے اپنی قیومیت کی آسمانون سے ارواح کی آسمانون پر انوار تجلی کی امطار نازل
فرمائے اور آسمانہاے ارواح سے زمین قلوب پر معرفت وتوحید کی بارش فرمائی پس اس زمین عجیب سے وہ درخت پھلدار اگے جنکا میوہ محبت وشوق
والفت وعشق وادب ہے تا کہ بشر کو جسکا نام نفس مطمئنہ وعقل وسر باطن ہے غذا دیجاوے قولہ وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ ۔ ارواح کے لیے مسخر کر دیا
کہ قلوب کی کشتی مین سوار ہو کر بحر معرفت مین ازلیت وابدیت کی سیر کرے اور نسیم شمال جسکا نام وجد ہے اس سے موافق ہو کہ بحر ذات وصفات سے اسرار و
انوار حاصل کرے پس حق عزوجل تائید فرماتا ہے کہ اسی سے اسکی طرف وصول ہو قولہ وسخر لکم الانہار ۔ عقول کے واسطے مسخر کر دیا کہ افکار واذکار کے انہار مین ملک
ماہیۃ الکائنات کی سیاحی سے انوار واسرار حاصل کرے اور حق تعالے نے سرزمین قلوب مین چشمہاے معرفت ومحبت جاری فرمائے ہین اور حکمت وشوق وصدق واخلاص کی

Marfat.com

تازگی سے عجائب شگفتگی ہے قولہ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین۔ نور ایمان و نور معرفت و نور یقین و نور توحید اور نور محبت و شوق اور نور ہدایت و توفیق ایسے
آفتاب و ماہتاب ہیں جنکا شکر واجب اور انکی اصل وہ شروق مشاہدہ ذات و صفات ہے جو مشارق ارواح و عقول و قلوب سے نکلنے میں کبھی انکو غروب
نہیں ہے جنکی روشنی میں معارف و اسرار نظر آتے ہیں قولہ وسخر لکم اللیل والنہار نفس کا اندھیرا محل امتحان ہے اور قلب کی روشنی مقام عرفان ہے اور شب قہر موجب
تحیرت ہے اور روز لطف ظہور معرفت ہے شب عتاب پردہ حجاب ہے اور کشف نقاب سرور آب ہے پس ارواح و قلوب و عقول و نفوس و اشباح جو رہنے والے
ہیں انکو اسرار فہم و علم و حلم و فطانت و حقیقت و معرفت و محبت و صدق و اخلاص و توکل و رضا سے تربیت فرمایا کہ کبھی اطمینان شب وصل و خلوت
میں کشف جلال صفات سے اور کبھی تجلیات ذات کی چکاچوند میں غرض کہ کمال کرم و کمال حکمت سے تاکہ اپنی نعمت تمام فرماوے اور ولایت و
کرامت کا درجہ بے نہایت و غایت عطا فرماوے اسی واسطے فرمایا قولہ واتاکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا پس کشف ازل میں جو کچھ
تم نے جلال باکمال و کشف وصال سے مانگا وہ دیا حالانکہ اسکی کوئی نہایت نہیں ہے تو عدد و زمان و مکان سے اسکا حساب ہو سکیا امکان ہے پھر وہ شخص
نہایت نافرمان و خارج از دائرہ انسان ہے جو بجائے نعمت کے کفران کرے لہذا فرمایا قولہ ان الانسان لظلوم کفار جہل توحید میں اسکو بحر دائم میں غرق کیا
جب نکلا تو خودی کا مدعی ہے بڑا ظالم جاہل ناشکر ہے کہ قدم سے حدوث کو نسبت دیتا ہے مگر قدم کو نہ پایا تو ظالم نے جہل سے یہ مکر بنایا ورنہ کیا امکان اور کیا اسکی
ہستی و نشان۔ پھر اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا کہ محل عبودیت میں دعوے ربوبیت کرتا ہے۔ پھر سراب حیرت میں العطش سے اسکا وصف کیا کہ ادراک کنہ متعالی
میں ہل من مزید کا دم مارتا ہے جو پایا وہ بھول گیا اور جہل طاری ہوا کہ مخلوقیت کہاں اور مطالعہ ازلیت کہاں وہ پاک منزہ ہے مگر وہ جاہل کبھی کمال
استغراق سے کبھی دعوی انانیت و خودی پیدا کر کے ظالم بنتا ہے اور کبھی اپنی ہستی بھول کر جہات سواے پاک عزوجل کے ہمہ ادراک سے متعالی ہے اسکے تنزیہ کے
انکار سے کافر بنتا ہے پس اہل الحق کا کفران انتہاے شوق سے ربوبیت کے ادراک میں العطش کی پکار ہے اور اصل کل الاصل کے خوض میں علو ہمت ہے تو نہیں
دیکھتا کہ استغراق حضرت موسے علیہ السلام اس طلب کا کیونکر باعث ہوا کہ کل کو بکل اور آخر کو باول و اول کو باخر و ذات کو بذات اور صفات کو بصفات
طلب کیا اور یہ انسان کیونکر انسان ہے کہ وہ اٹھایا جو حد شان سے اٹھایا نہ گیا کیا تو نہیں پڑھتا ہے کہ حق عزوجل نے فرمایا۔ انا عرضنا الامانۃ علی السموات
والارض والجبال الآیہ پس درحقیقت تحمل عظیم بذات ہے نہ بذات خودی پس یہ ظلم و جہل ہے کہ اس نے جرات کر کے خود اٹھایا جس سے آسمان و زمین نے
عجز سے سر جھکایا اسی سبب سے سب اسکے سامنے پست ہیں ؎ پرتو رخے ترا در ظلوم دید آفتاب ؛ می دود چون سایہ سرگردم بر لب بام ہنوز جب ہی
اسکے حق میں ظلوم و جہول فرمایا اور سب ہی اسکے لیے مسخر و مجہول فرمایا واللہ المستعان۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسخر فرمایا تیرے لیے آسمانوں کو
کہ پانی برساتے ہیں اور قطعات زمین کو کہ میوے اور اناج اگاتے ہیں اور سمندر کہ اسمیں تاجر لوگ کشتیاں چلاتے ہیں اور تیرے لیے سورج و چاند کو مسخر کردیا
کہ ہر روز و موقع موقع سے تیرے گرد پھرتے ہیں تیرے لیے میوے و اناج کی فصول پختہ کرتے ہیں اسی نے مومن کے دل کو اپنی محبت و معرفت کے لیے مسخر کیا
اور بندوں سے اپنا حصہ انھیں قلوب کو مقرر کیا یہی موضع نظر و محل امانت ہے یہی مرکز اسرار و مصدر معرفت ہے شیخ یحیی بن معاذ رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ
اللہ تعالیٰ نے تجھے بے مانگے سب سے بڑی چیز جو اسکے خزانہ عام و خاص میں ہے دیدی وہ توحید ہے تو پھر جو اس سے کم درجہ ہے وہ کب تجھ سے دریغ فرماویگا
یعنی ثواب جنت و محل عافیت تو پھر تجھے لازم ہے کہ جب درخواست کرے تو اس سے اسی کو مانگے جب رغبت کرے تو اسی میں قربان ہو جب رجوع
کرے تو اسی کی طرف پھرے کیونکہ سب مخلوقات تو اسی کی ہے پس جو کوئی اسکے سواے دوسری چیز میں مشغول ہوا تو راہ حقیقت اسپر مسدود ہے اور
جو اسمیں مشغول ہوکر اسکے سواے سب سے باز رہا تو سب کچھ اسی کی طرف پھیر لیجاتا ہے اور بندہ اسی کی طرف ہے تو جہاں وہ چاہے وہاں سب اسی کا ہے یہ
ایک مقام عارفین کے مقامات میں سے ہے بعض مشائخ نے کہا کہ ایک ہی نعمت کا احاطہ محال ہے تو پے درپے نعمتوں کا شمار کرنا بھلا کیا مجال ہے بعض نے

کہا کہ بڑی نعمت انسان کی درستی خلقت والہام معرفت وذکر ہے اسکے شکر پر کوئی قائم نہیں ہوسکتا۔ بعض نے کہا کہ آدمی خود بڑا ظالم اسوجہ سے
ہے کہ گمان کرتا ہے کہ میرا شکر اسکی نعمتوں کا مقابل ہے اور بڑا ناشکر یون ہے کہ ابتدا وانتہا کا فضل اپنے اوپر نہیں دیکھتا ہے۔ سہل رحمۃ اللہ تعالے
نے کہا کہ سب سے بڑی نعمت ایک ہے پھر شمار کون کرسکے کہ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو تیرے سردار پیغمبر کیا۔ ابن عطار رحمۃ اللہ تعالے نے کہا
کہ ان نعمتوں میں بڑی نعمت یہ ہے کہ نعمتوں کو دیکھے اور جانے کہ مجھ سے اسکے ادائے شکر میں بالکل قصور ہے اور کبھی کہا کہ نعمت تو ازلی ہے پس شکر بھی ازلی
ہونا چاہیے حالانکہ تو خود حادث ہے پھر شکر بالکل ندارد اور سراسر تقصیر ہے پس اسی تقصیر کو یقین کرنا کچھ شکر ہوجاوے۔ واضح ہو کہ تیرے پاس نفس و
روح وقلب ہے پس شکر نفس تو طاعت ہے اور شکر روح اسکا خوف اور شکر قلب الیقین ہے پھر نعمت روح حکمت ہے اور نعمت محبت کی ذکر ہے اور معرفت کی
نعمت ہے اور نفس تو دریاے طاعت میں پر نعمت ہے اور قلب ومعرفت دریاے قرب ومنزلت میں عیش کرتے ہیں اور کبھی ابن عطار رحمہ اللہ تعالے نے
کہا کہ تیرے لیے شب وروز کو مسخر کیا تو ان دونوں کو تیرے لیے عبادت کا ظرف بنا دیا اور شمس وقمر کو مسخر کیا کہ تجھے اوقات عبادات بتلانے میں تیرے
قلب کو اپنی معرفت ومحبت کے واسطے مسخر کیا پس یہی محل نظر الحق عز وجل ہے۔ شیخ حسین رحمہ نے کہا کہ نعمہاے آلہیہ کا احصا کون کرے جو احصار میں
نہ آوے وہ بے انتہا ہے تو اسکا شکر یہ بھلا محدود وقت کے اندر معدود شکر سے کون کرسکتا ہے جبکہ بے انتہا کے ساتھ محدود چیز کی کوئی نسبت بھی نہیں
ہوسکتی ہے کیونکہ جو سب سے بڑی گنتی تم خیال کرو اتنا حصہ بھی نہیں کیونکہ وہ تو محدود ہے پھر اللہ تعالے عالم الغیب نے جو تم نے شکر چاہا ہے یہ مراد ہے کہ جہالت
چھوڑ کر غور کر کے یقینی اقرار کرو کہ آلہی ہم بالکل قصور وار ہیں۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ قلوب کے آسمانوں کو چراغ عقل سے روشنائی دی اور
آفتاب توحید کا مطلع بنایا جس سے بندہ نے عرفان پایا اور زمین قلوب میں خوف وامید کو جاری فرمایا دونوں کے بیچ میں برزخ کا پردہ ڈالا کہ کوئی دوسرے
کو مٹا نہیں سکتا حالانکہ دونوں باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں پھر مجھے کشتی توفیق وعصمت میں بٹھایا اور حفظ ورعایت سے سرفراز کیا اسیطرح راتیں تیرے دین
کی طلب کے لیے ہیں اور محبین کے انس وخلوت کے لیے اور توبہ کرنے والوں کے مطلب میں اور دن تو عارفین کے لیے خلوت میں کہ انکو نور یقین سے کوئی ظلمت
مانع نہیں ہے واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ فرمایا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو کچھ دعا
نہ مانگی کیونکہ محل امتحان تھا مقام خلت میں عدم ایقان کا مظان تھا اور اس مقام پر دعا مانگی کیونکہ محل احسان تھا اور اس دعا پر کسقدر نعمتیں قریش
و عرب کو عطا فرمائیں اور دعا میں سب سے بڑی نعمت یہ تھی کہ جو میری اولاد ہو اسکو بت پرستی سے بچائیو جو نہ بچا وہ ناخلف ہے اور آلہی ان میں ایک
خاتم المرسلین پیغمبر پیدا کر لیوے یہ بڑی عظیم نعمت ہے شکر کرو ان نعمتوں کا قال تعالے

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۝

اور جب کہا ابراہیم نے اے رب کر دے اس بکہ کو محل امن لعدود کو مجھے اور میرے بیٹون کو اس سے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۚ وَمَنْ عَصَانِي

اے رب ان بتوں نے گمراہ کیا بہت لوگوں کو سو جو میرے تابع ہو وہ مجھ سے ہے اور جنے میری نافرمانی کی

فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ

تو بیشک غفور رحیم ہے اے رب میں نے بسائی اپنی بعض اولاد ایسے وادی میں جو کھیتی کے قابل نہیں ہے تیرے

بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَ

حرمت والے گھر پاس جو بزرگ کیا گیا ہے اے رب تاکہ یہ لوگ قائم کریں نماز سو کر دے دل بعض لوگوں کے کہ جھکیں انکی طرف اور

Marfat.com

ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَ

انکو رزق دے پھلوں سے امید ہے کہ یہ لوگ شکر کریں اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاویں اور جو کھولیں اور

مَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى

اور اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے زمین میں اور نہ آسمان میں سب شکر اللہ تعالیٰ کو جسنے بخشا ہے مجھے

الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ

بڑھاپے میں اسمٰعیل و اسحٰق کو بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے اے میرے رب مجھے کر دے نماز ٹھیک ادا کرنے والا اور میری

ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ ع ۱۸

اولاد میں سے کر دے اے رب اور دعا قبول کر لے ہماری اے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن قائم ہو حساب

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عرب کے مشرکوں پر علم غیب سے ظاہر کر دیا کہ تم لوگ خانہ کعبہ کے اہل نہیں رہے کیونکہ جب وہ وضع کیا گیا تو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کے واسطے تھا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بنایا تو اس نے ہر ایسے شخص سے جو شرک کرے بیزاری کی اور اسکو اپنا نہیں کیا پس فرمایا وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اور بیان کر جب کہا ابراہیم نے یعنے ابراہیم نے دعا کی اور یہ دعا اسوقت کی جب خانہ کعبہ کو اپنے فرزند اسمٰعیل کی شرکت سے دوبارہ بنایا تھا دھا لیا طوفان نوح کے وقت سے اسکی عمارت نہ تھی لیکن خانہ کعبہ کا وجود تو بہت اول سے بلکہ اول بیت ہے بقولہ تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکہ مبارکا الآیہ و اسکی تفسیر میں بیان ہو چکا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بحکم الٰہی اپنے فرزند اسمٰعیل کو مع انکی ماں کے یہاں لائے اور چھوڑ گئے ہیں اسوقت نشان تھا اور عمارت نہ تھی اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اسوقت بھی یہ دعا کی تھی کہ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا اے رب تو کر دے اس شہر کو مقام امن یا محفوظ مقام کہ اسپر کسی ستمگر کو یہ قدرت نہیں کہ اسکو ڈھا وے اور قیامت تک ایسا ہی رہیگا پھر یہی دعا بعد بنانے کے بھی اس مقام پر فرمائی پس جو کوئی خانہ کعبہ میں داخل ہو جاوے وہ بھی بوجہ حرمت خانہ کعبہ کے مامون ہے لیکن قدرتی حفظ اس بلد مکرم کو ہے کہ ابرہہ وغیرہ کو ہلاک کر دیا جس نے ڈھانا چاہا اور جو شخص وہاں پناہ پکڑے اسکے لیے حکمی حفاظت ہے جسکے کہ جو کوئی اس حکم کو نہ مانے وہ عذاب شدید کا مستحق ہوا اور اس دعا میں اشارہ کیا کہ اس بیت کے رب کی عبادت کریں اور بتوں کی عبادت نہ کریں لہٰذا کہا وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اور دور رکھیو مجھکو اور میرے بیٹوں کو اس سے کہ ہم لوگ بتوں کو پوجیں پس پہلے تو حفاظت شہر کی دعا کی تو معلوم ہوا کہ وہ ہر حال میں خراب و ویران ہونے یا ویران کیے جانے سے محفوظ رہیگا پھر چاہیے کہ اپنی اولاد کو دعا میں شامل کرے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شامل کیا اور معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام اپنی مخلوق پر قاہر قادر ہے پس دعا کی کہ اپنے لطف سے مجھے اور بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے دور رکھیو مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ دعا قبول ہوئی کہ بعد اسکے انکی اولاد میں سے کسی نے بت نہیں پوجا بعض نے کہا کہ بیٹے وے مراد ہیں جو خاص انکی پشت سے آٹھ تھے اور ظاہر یہ ہے کہ صرف اسمٰعیل و اسحٰق تھے اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ تمام بیٹے پوتوں پر پوتوں کے لیے دعا کی لیکن مقصود وے ہیں جو انکی ملت توحید پر مومن ہوئے کیونکہ انھیں کو اپنا فرمایا ہے اور باقی اگرچہ اولاد نسل میں ہیں مگر فرزند دعوت نہیں ہیں لہٰذا اگر قریش نے بت پوجے تو انکے فرزند نسل میں سے بعض نے بت پوجے جنکو انھوں نے اپنا نہیں کہا پھر قریش کی اولاد میں سے جو مسلمان موحد ہوئے وہ انکے فرزند دعوت ہوئے پس خلاصہ یہ ہے کہ بیٹوں سے مراد وہ بیٹے جو انکے ہیں ورنہ کافر بت پرست تو جہنم کا بیٹا ہو جاتا ہے جیسے نوح علیہ السلام کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰنوح انہ لیس من اہلک اے نوح وہ ہرگز تیرا بیٹا نہیں ہے حالانکہ نسل کی راہ سے ضرور انکا بیٹا تھا اور انکی جورو فاجرہ بدکارہ نہ تھی اور نظیر اسکی یہ ہے کہ تمام آدمی اللہ تعالیٰ کے مخلوق بندے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انمیں سے اپنی عبادت و توحید

Marfat.com

کرنے والون کو اپنا بندہ کہا بقولہ تعالیٰ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی شیطان کو کہا کہ جو میرے بندے ہین انپر تجھے کچھ قابو نہین ہی پس ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی کہ انکے بیٹے جو نسل و دین دونون طرح انکے بیٹے رہے انکو اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے بچایا جیسے خود انکو بچایا اور خود پیغمبر تھے معصوم مگر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے آگے خوف سے دعا کی کہ مجھے بھی بت پرستی سے بچائیو۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ اے رب ان بتون نے گمراہ کیا بہتون کو آدمیون سے۔ بت پتھر کے بیجان ہین مگر اللہ تعالیٰ کی شان ہی کہ بہت آدمی جاندار ہوش و حواس والے ایسے احمق کر دیے گئے کہ اپنے آپ کو ان بتون کا بندہ بناتے ہین جب انکے معبود کی یہ حالت ہی کہ بیجان محض جو چاہے توڑ کے پھینکدے یا بے حرمتی کرے تو قیاس کرو کہ ایسے معبود کے بندے کس درجہ بدتر درجہ پر ہونگے جب پتھر سے کوئلہ بنایا جاوے تو یہ لوگ شاید کوئلہ کے بھی بیل ہونگے ہون پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ مین تضرع کیا کہ ایسے فتنہ سے بچائیو چونکہ بت ان لوگون کی گمراہی کا ظاہری سبب و فتنہ تھے تو کہا کہ انھین نے گمراہ کیا جیسے قولہ تعالیٰ غرتہم الحیوۃ الدنیا یعنے زندگانی دنیاوی نے انکو فریب دیا۔ و قولہ غرتہم الامانی یعنے بنائی امیدون نے انکو دھوکا دیا۔ اسی قسم سے مجازاً بیان فرمایا کیونکہ حقیقی معنے تو کوئی نہین سمجھ سکتا پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی کہ بہت سے بت پرست ہونگے تو کہا فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ سو جس نے میری پیروی کی یعنی مسلمان موحد ہوا تو وہ مجھ سے ہی یعنے میرے دین والون سے ہی یا وہ حقیقت مین میرا بیٹا و نسل ہی کیونکہ جو کافر ہوا و مرتد و زندیق ہوا تو اسکا عدم وجود برابر ہی البتہ دنیا مین نسل ہی مگر اس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ اصل زندگی آخرت کی ہی اور روایت ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے فرزندون کی سپید روحین دیکھکر ہنستے اور سیاہ روحین کافرون کی دیکھکر روتے ہین یعنے اسی وجہ سے کہ انسے کچھ فائدہ نہین وہ ہمیشہ جہنم کے ہین اور حضرت خلیل علیہ السلام نے کہا۔ وَمَنْ عَصَانِيْ اور جس نے میری نافرمانی کی یعنے دین توحید سے پھر گیا۔ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو مجھ سے نہ رہا اور تو بے شک بڑا بخشنے والا مہربان ہی چاہے اسکو بخشدے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کا اختیار ہے چاہے کافرون کو بخشدے لیکن اس نے فرما دیا ہی کہ مین مشرک و کافر و منافق کو نہ بخشونگا تو ہم جانتے ہین کہ وہ نہین بخشیگا مگر اسکی قدرت و اسکا اختیار ویسا ہی ہی۔ حضرت خلیل علیہ السلام بڑے رحم دل تھے کافرون کی نسبت کچھ نہین کہا صرف اللہ تعالیٰ کی تعریف کر دی کہ تو بڑا غفور رحیم ہی بیشک آدمی کے بدن پر بال در دین لاکھون ہین جب کوئی بال توڑو تو دکھ ہوتا ہی چاہے وہ کیسا ہی بال ہو اسی واسطے یہ مسئلہ ہی کہ جو کوئی شخص کسی کافر سے اسکے کفر پر خوش ہو تو یہ بھی کافر ہی۔ پھر حضرت خلیل علیہ السلام نے کہا۔ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ اے ہمارے رب یعنے تو ہم سب کا رب ہی بیشک مین نے بسایا ہی اپنی بعضی اولاد کو یعنے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو اسکی مان ہاجرہ کے ساتھ۔ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ ایسے وادی مین جو زراعت والا نہین ہی یعنے مکہ مین جہان زمین قابل زراعت کے نہین ہی۔ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ تیرے بزرگ بیت کے پاس جو بزرگی کے واسطے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی طرف منسوب کر کے بیت اللہ کہلاتا ہی پس مراد یہ کہ مین نے انکو یہان زراعت وغیرہ کے لیے نہین بسایا ہی بلکہ۔ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اے رب ہمارے مین نے انکو اسواسطے بسایا ہی کہ تیری نماز کو ٹھیک ادا کرین۔ خانہ کعبہ کو بیت عتیق اسواسطے کہتے ہین کہ سب سے پرانا گھر عبادتخانہ ہی یا طوفان سے آزاد رہا و بیت محرم اسلیے کہ سرکشون پر حرام ہی یا کہ حدیث مین آیا کہ وہان ظلم و تعدی حرام ہی کہ کا جانور نہ چھیڑا جاوے کانٹا نہ کاٹا جاوے درخت نہ نوچا جاوے۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ سو تو کر دے دل تھوڑے آدمیون کے جو انکی طرف جھکین۔ ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر وغیرہ نے کہا کہ اگر تھوڑے آدمیون کو نہ کہتے تو فارس و روم و یہود و نصاریٰ و تمام مشرق و مغرب کے لوگ انکی طرف جھکتے لیکن تھوڑے کہے تو مسلمان ہی مین خاص کر دیے گئے۔ (ابن کثیر) قال السیوطی رواہ البیہقی بسند حسن یعنے تھوڑون سے مسلمان مراد ہین۔ مسئلہ جو کوئی خالص نیت سے حج کو جاوے وہ سچا مسلمان ہی۔ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ اور رزق دے انکو اقسام پھلون سے۔ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔

امید ہے کہ وے تیری نعمتون کا شکر کرین۔ قال تعالے یجبی الیہ ثمرات کل شیء اس مقام پر لائے جاتے مین پھل ہر قسم کے یعنی بطور پیداوار کے و بطور تجارت کے اور محمد بن مسلم رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے شام کے گانون سے ایک گانون منتقل کرکے طائف کر دیا۔ ف واقدی و ابن عساکر نے عامر بن سعدی سے اس نے اپنے باپ سے روایت فرمائی کہ ابراہیم علیہ السلام کی بی بی سارہ سے مدت تک کوئی اولاد نہوئی تو یہ دیکھکر انھون نے ہاجرا اپنی قبطیہ باندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی اس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تب تو سارہ رضی اللہ عنہا کے دل مین رشک پیدا ہوا ایک روز غصہ مین قسم کھائی کہ تیرے اطراف جسم سے تین عضو سے خون بہاؤنگی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی قسم پوری کرو عرض کیا کہ کیسے پوری کرون فرمایا کہ اسکے دونون کانون مین سوراخ کر دو اور ختنہ کر دو یہی کیا پھر ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کانون مین بالی ڈالین جس سے زیادہ خوبصورتی ہوگئی تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اور بھی غصہ آیا پس اللہ تعہ نے سارہ رض کی خاطر گوارا کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہاجرہ و اسکے بیٹے کو عرب کے فاران وادی مین بساوے جب لائے تو مکہ کو بالکل وادی بے آب وگیاہ دیکھکر ثابت قدمی سے یہان چھوڑ چلے مگر ہر روز شام سے براق پر سوار ہوکر دیکھ جاتے تھے کیونکہ دل مین جوش محبت پنہان تھا۔ دل المترجم کہتا ہے کہ یہ روایت محل تامل ہے ظاہرا یہودیون سے لی گئی ہے کیونکہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام وہی ہین جنکو سوائے حق تعالے کے کسی سے خلت نتھی اور شاید مراد محبت طبعی ہو جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض ازواج و اولاد سے تھی ولیکن صحاح کی حدیث مین ہے کہ جب ہاجرہ کو مع اسمٰعیل کے کہ اسوقت دودھ پیتے تھے اس جنگل مین چھوڑ چلے تو حضرت ہاجرہ نے کہا کہ تم مجھے چھوڑکر کہان جاتے ہو کیا تم اپنی رائے سے مجھے چھوڑتے ہو تو مین قبول نہین کرتی اور اگر اللہ تعہ کے حکم سے چھوڑتے ہو یعنے اس نے تمکو حکم دیا ہے کہ مجھے یہان ریگستان مین چھوڑ جاؤ تو مجھے قبول ہے آنحضرت علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعہ کے حکم سے ہے تو کہا کہ جاؤ مین نے اللہ تعہ پر بھروسا کیا وہ مجھے ضائع نہین فرماویگا پھر جبتک مشک مین پانی رہا تو پیا اور جب بالکل نہ رہا اور پیاس سے بیتابی ہوئی اور اسمٰعیل علیہ السلام نے سختی مین گردن ڈالنی شروع کی تو ہاجرہ اٹھکر مضطرب وار کوہ صفا پر چڑھین وہان سے کوئی نظر نہ آیا اترکر وادی مین روان ہوئین اور بار بار بچہ کو دیکھتی تھین کہ کس حال مین ہے روان ہوکر کوہ مروہ پر چڑھین کوئی نہ دیکھا اسی طرح سات بار مضطرب دوڑین کہ رحمت الٰہیہ نے جوش کیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جہان پاؤن رگڑتے تھے اس سے چشمہ جاری ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پر سے نکال دیا حضرت ہاجرہ نے اسکو حوض کرکے پانی کو روانی سے روکا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ام رحم کرے اگر چھوڑتی تو چشمہ روان ہوجاتا صحیح (اقول یہی چشمہ زمزم ہے جو شیرینی و لطافت مین ایسے ریگستان مین عجائبات سے ہے اور واضح ہو کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس انکا آنا اسطرح ہوا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وطن چھوڑنے کا حکم ہوا تو چلتے چلتے مصر پہونچے وہان مشہور ہوا کہ ایک مسافر کے پاس بڑی خوبصورت عورت ہے وہان کا ظالم بادشاہ کافر آمادہ ہوا اور انکے پاس آدمی بھیجا انھون نے کہا کہ اے سارہ اگر مین کہتا ہون کہ مین اسکا شوہر ہون تو یہ لوگ مجھے مار ڈالینگے اور میرے تیرے سوا اس ملک مین کوئی مسلمان نہین پس کہا کہ یہ میری بہن ہے یعنے ایمان والے یا ہم دینی بھائی بہن ہین پس بادشاہ ظالم نے سارہ کو زبردستی پکڑوایا آنحضرت علیہ السلام اپنے رب کی حضور مین نماز مین کھڑے ہوئے وہان اس ظالم نے جب حضرت پاک بی بی سارہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو یکایک جیسے سختی سے کسی نے اسکا گلا گھونٹ دیا اور ہاتھ پاؤن شل ہوگئے اس نے گھبراکر اشارہ کیا کہ میرے لیے دعا کرو اور جاؤ پس اچھا ہوگیا مگر دوبارہ اس نے ہاتھ بڑھانا چاہا تو اول مرتبہ سے بھی زیادہ بدحال ہوگیا اور جان کندنی کی سختی کا مزہ چکھنے کو تھا کہ اس نے مصمم عہد کیا پس حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا سے اچھا ہوا تو اس نے اپنے لوگون سے کہا کہ یہ عورت آدمی نہین بلکہ جنیہ ہے اسکو ہاجرہ بھی دیدو اور زاد راہ دیدو اور حکم دو کہ اپنے بھائی سمیت اس ملک سے چلی جاوے پس آنحضرت علیہ السلام پاس پہنچین اور بیان کیا کہ اللہ تعہ نے کافر کا مکر رد کر دیا اور یہ ہاجرہ مجھے ملی (صحیح بخاری) روایت ہے کہ ہاجرہ کو بھی اسطرح اس نے ظلم سے گرفتار کیا تھا لیکن ہمیشہ انکے سامنے وہ نامرد ہوتا تھا اسی وجہ سے انسے بھی متوحش ہوکر حوالہ

کردیا تھا مگر اس روایت کی تحقیق ہونا چاہیے۔ اگر یہ وہم ہو کہ ہاجرہ اس صورت میں غصب کی ہوئی تھیں تو سارہ کو بھی ملک حاصل نہ ہوگی تو جواب یہ ہے کہ جب ایک شخص کا دست قہر مسلط ہو جاوے اور حال معلوم نہ ہو بلکہ احکام جاری ہوں تو حکم ثابت ہوتا ہے جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ قبل زمانہ اسلام کے اسی طرح عرب میں پکڑے گئے اور کئی بار فروخت ہوئے اسلئے آنحضرت علیہ السلام نے انکو بطور بیع خرید کر آزاد کیا اور یہ بیان فقہ میں مفصل مذکور ہے ف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کافر ذریات کے لیے کہا کہ فانک غفور رحیم۔ حالانکہ کافر کے واسطے مغفرت نہیں ہے تو جواب کا اشارہ ایک تو اول ہوا اور دوم یہ کہ قبل علم کے تھا ولیکن شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ اس میں صرف اسقدر ہے کہ انکا حال باری تعالیٰ کی مشیت پر چھوڑا ہے یہ نہیں کہا کہ تو بخشدے مانند قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ یعنے تجھکو سب قدرت ہے قال الحافظ قال عبد اللہ بن وہب حدثنا عمرو بن الحرث ان بکر بن سوادۃ حدثہ عن عبد الرحمن بن جبیر عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تلا قول ابراہیم الحدیث یعنے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رب انہن اضللن کثیرا من الناس الآیۃ تک اور قول حضرت عیسے علیہ السلام کا ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ تک پھر روئے اور فرمایا اللہم امتی اللہم امتی پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو بھیجا کہ محمد سے پوچھ کہ کیوں روتا ہے حالانکہ رب تبارک وتعالیٰ داناتر ہے پس جبرئیل نے آکر آنحضرت علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے کہا کہ میں نے یہ عرض کیا ہے پس جبرئیل سے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جا کر محمد سے بشارت دیدے کہ ہم عنقریب تجھکو تیری امت کے معاملہ میں خوش کرینگے اور کچھ ملال نہ دینگے ہکذا ذکرہ الحافظ اور بعض روایات میں اسقدر زیادہ ہے کہ اسکے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں اپنے رب کے فضل پر بھروسا کر کے راضی نہونگا جب تک میری امت کا کوئی آدمی دوزخ میں جاوے یعنے سب کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے نجات دے تب راضی ہونگا مترجم کہتا ہے کہ الٰہی ہم سب کو امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر موت دیجیو اور تو ہر بات پر قادر ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ۔ اے رب ہمارے تو جانتا ہے جو ہم دل میں رکھیں اور جو ہم زبان سے ظاہر کریں یعنے مقصود دنیا دین کا تو جانتا ہے چاہے سب انکی زبان سے ادا ہو سکے یا نہو سکے حدیث میں ہے کہ اعمال تو نیتوں پر ہیں معلوم ہوا کہ دل میں جو مقصود اور جیسی کیفیت دعا میں ہو اسکا اعتبار ہے ظاہری الفاظ کا اعتبار نہیں ہے ولیکن جان بوجھ کر ظاہر میں بیہودہ لفظ نہ کہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق فرمائی بقولہ۔ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ۔ اور کچھ بھی نہیں پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ پر نہ زمین میں اور نہ آسمان میں یعنے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں کہیں ہو سب اسپر ظاہر ہے۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سب نیت کی التجا کی کہ انمیں ایک پیغمبر پیدا فرما سو چونکہ وہ پیغمبر عظیم الشان رفیع المکان خاتم المرسلین حبیب رب العالمین تھا تو حضرت ابراہیم ع نے اللہ تعالیٰ سے حیا کر کے صریح یہ نہ کہا کہ وہ سرور عالم میری ذریت میں سے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فخر حضرت ابراہیم علیہا الصلوٰۃ والسلام کے واسطے مقدر فرمایا تھا چنانچہ بعض مقام پر کسی قدر اسکو ظاہر بھی فرمایا ہے پس اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمائی کہ وہ سب التجا کو جانتا ہے کچھ بھی اسپر پوشیدہ نہیں ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بڑی نعمت کے لیے پہلی نعمتوں کا شکریہ مقدم کیا اور کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ میں سب تعریف وشکر کرتا ہوں اپنے اللہ تعالیٰ کا جس نے مجھے بڑھاپے میں بخشا اسمٰعیل اور اسحق کو بعض علماء کو جنمیں کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں یہ وہم ہوا کہ پہلی دعا کے شمول میں پڑھا جاتی تھی کیونکہ ننانوے برس کے سن میں اسمٰعیل پیدا ہوئے وہ ہنوز دودھ پیتے تھے کہ انکی ماں سمیت بحکم الٰہی یہاں لاکر چھوڑا اور دعا کی انکی پیدائش سے تیرہ برس بعد اسحاق پیدا ہوئے ہیں تو اسحاق اسوقت موجود نہ تھے اور جواب یہ ہے کہ یہ دعا اسوقت ہے کہ اسمٰعیل کے ساتھ خانہ کعبہ بنایا تھا اگرچہ چھوڑتے وقت بھی ایسی ہی دعا کی تھی اور یہ تحقیق شیخ ابن کثیرؒ نے سورہ بقرہ میں لکھی ہے پس یہ شکر اپنے وقت پر اول دعا کے ساتھ

Marfat.com

شامل ہو۔ اِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَآءِ بیشک میرا رب خوب دعا کو سننے والا ہے یعنے بندون کی دعائین خوب سنتا و خوب قبول فرماتا ہے
پس اور زیادہ دعا بڑھائی اور کہا۔ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ اے رب کر دے مجھکو مقیم الصلوة یعنے نماز کو ٹھیک ارکان و آداب سے
محافظت اوقات کے ساتھ ادا کرنے والا پس نماز اعلےٰ عمل ہے جسکی دعا ایسے متبرک مقام مین مانگی باوجودیکہ خود خلیل اللہ تھے پس وہ بڑی چیز ہے
کہ دعا مانگی اپنے لیے اور کہا۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۔ اور بعض میری ذریات کو پس اگر بعض سے اہل اسلام مراد ہین تو بعض مقیم نماز اور بعض تارک نماز
ہونگے یہ تو ظاہر ہے اور اگر جملہ ذریات نسبی مراد ہین تو معنے یہ کہ بعض بالکل نماز والے نہونگے اور بعض ہونگے اگرچہ نماز کو بالکل عمدہ نہ پڑھین پس انہین
عمدہ پڑھنے والے بھی ہونگے پھر تضرع و ابتہال کیا کہ۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۔ اے رب ہمارے اور میری دعا قبول کر لے پھر عام دعا فرمائی اگرچہ
اللہ تعالے کی مغفرت سے دور نہین مگر بعض انہین سے حسب مشیت سابقہ قابل قبول نہ تھی اور شاید کہ بعض مشرکون کی مغفرت انھون نے اجتہاد
سے سمجھی ہو جیسا کہ بعض کا زعم ہے حالانکہ یہ ٹھیک نہین ہے مگر یہ کہ انپر کوئی حکم اتارا نہ گیا ہو یا مراد نہو چنانچہ کہا۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ اے رب ہمارے
مجھے بخشدے اور میرے والدین کو بعض نے کہا کہ جب تک آنحضرت علیہ السلام کو یہ معلوم نہوا تھا کہ انکے والدین موافق علم الٰہی کے دشمنان حق
مین سے کافر ہین اسی زمانہ مین دعا کی تھی اور بعض نے کہا کہ والدہ مسلمان تھین اور بعض نے والدین سے آدمؑ و حوا مراد لیے ہین اور بعض محققین نے
فرمایا کہ یہ مراد ہے کہ انکو ایسا کر دے کہ تیری مغفرت کے لائق ہون اور یہ اسطرح ہے کہ وے مسلمان ہوجاوین اور واضح ہو کہ اللہ تعالے نے
دوسرے مقام پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لیے دعاے مغفرت کرنا ذکر فرمایا ہے لیکن وہ قبل اسکے تھا کہ انکے باپ کا ازلی کافر
ہونا معلوم ہو کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا وما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا عن موعدة وعدها ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرأ منہ ۔ یعنے نہ تھا استغفار کرنا ابراہیم کا
اپنے باپ کے لیے مگر ایک وعدے سے جو وعدہ دیا تھا اسکو پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھلا کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو باپ سے بالکل بیزاری کی پس
یہ صریح ہے کہ جب کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے واسطے مغفرت مانگی ہو خواہ باپ کی زندگی مین خواہ مرنے کے بعد وہ اسی وجہ سے تھا کہ اللہ تعالے
نے انکو یہ ظاہر نہین ہونے دیا کہ وہ ازلی کافر ہے اور نیز ایک وعدہ کا پورا کرنا تھا جو باپ سے کر دیا تھا یعنے ایک مقام پر قرآن پاک مین مذکور ہے کہ ابراہیم
نے اپنے باپ کو بت پرستی چھوڑنے اور توحید کرنے کی نصیحت کی تو آزر نے اُنسے کہا کہ مجھے چھوڑ دے بہت مدت تک یا بالکل مجھ سے قطع تعلق کر مگر
ابراہیم علیہ السلام نے حقوق پدری کے ادا کرنے کے لیے پھر شفقت سے کہا کہ میرا رب مجھپر بڑا مہربان ہے مین تیرے لیے استغفار کرونگا اور شاید یہ
اسوقت ہوا ہو کہ جب نمرود کی آگ سے صحیح سالم رہے اور اُنے انکو نکلوایا تو انھون نے اپنے باپ سے اپنا ساتھ دینے کو کہا ہو مگر اس نے نہ مانا اور
ایسے کہا کہ واہجرنی ملیا جیسا کہ قرآن پاک مین فرمایا ہے پھر اس وعدے کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام پردیس مین ملک شام مین یا جہان رہے
اسکے لیے استغفار کیا۔ اور تمام لوگون وباپ مان وغیرہ کی محبت ترک کرنے سے اللہ تعالے نے انکو خلیل اللہ کا مرتبہ دیا پس جب اللہ تعالے نے انکو
آگاہ فرمایا کہ تیرا باپ عدو اللہ مرا ہے تو پھر اس سے بیزار ہو کر استغفار نہین کیا اور یہ تقریر جو مترجم نے بیان کی بالکل واضح و صاف ہے اور عوام اہل تفسیر کے
تکلفات کی کچھ ضرورت نہین ہے پھر یہان ایک وہم بعضے لوگون کو ادر واقع ہوا وہ یہ ہے کہ حدیث مین آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت مین اپنے
باپ آزر کو دیکھینگے کہ منہ کالا اور تمام صورت بدشکل جیسے کافرون کی ہوگی انکی بھی ہے پس وہ کہیگا کہ اے ابراہیم آج مین فرمانبرداری سے کچھ بھی منحرف نہین
ہون تو آنحضرت اپنے رب کی حضور مین دعا کرینگے کہ اے رب تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے روز حساب کے شرم و خواری نہ دیگا اور یہ بڑی خواری ہے کہ
میرا باپ اس مجمع عظیم کے روبرو ایسا خوار ہے حکم ہوگا کہ اے ابراہیم ادھر نیچے کو دیکھ پس حضرت اُدھر کو دیکھینگے تو انکے ورے ایک سیاہی نجاست مین لتھڑی ہوئی
نظر آویگی اس سے پناہ مانگینگے کہ الٰہی اسکو مجھ سے دور کر دے پس ملائکہ عذاب اسکو ٹانگین پکڑ کے جہنم مین پھینکدینگے وہان نظر آویگا کہ وہی آزر تھا اس سے

ظاہر ہو اکہ وے قیامت مین بھی استغفار کرینگے مترجم کہتا ہو کہ یہ بالکل وہم ہو اس سے کچھ ظاہر نہین ہوتا سوائے اتنی بات کے کہ جب حساب ختم اور لوگ اپنے اپنے ٹھکانے لگائے جاوینگے اور مومنون پر اللہ تعالے کی تمام رحمت کا وقت ہوگا ہر ایک شفاعت کریگا اور رب تبارک وتعالے اُن کی دعائین وسفارشین قبول فرماویگا تو آذر اسوقت اس امید سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتجی ہوگا اور کمال رحمت کے وقت آنحضرت علیہ السلام صرف یہ موقع یا دینگے کہ وعدہ آلہیہ سبحانہ وتعالے کو عرض کرین اور اس سے ایک عرض نکالین یعنے تو نے عدم خزی کا وعدہ دیا اور یہ بھی ایک خزی ہو تاکہ شاید مشیت آلہی مین جو ہر طرح قادر مختار ہو جل شانہ وعز برہانہ کوئی بات ہو اور کوئی استغفار نہین کرینگے پس اللہ تعالے آزر کی صورت جسپر وہ شامت اعمال سے مسخ ہوگیا تھا یعنے نجس ساہی لتھڑمی ہوئی ظاہر کردیگا جو جنت کے لائق نہین اور نہ اس سے ایسا اعلے درجہ کا پیغمبر خلیل اللہ اپنا تعلق رکھنا شایان سمجھ سکتا ہو چنانچہ اس سے پناہ مانگینگے اور قبول ہوکر پناہ دیدیجاویگی کہ اسکو اٹھا کہ جہنم مین پھینک دینگے اس سے یہ فائدہ سمجھ مین آگیا کہ آدمی کی صورت گناہون اور کفر وبد اعتقادات سے خراب جانورون کی ہوجاتی ہو اور یہ بات صریح دلائل سے بھی ثابت کیجاتی ہو. حاصل مقام یہ ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسوقت تک یہ علم نہ تھا کہ انکا باپ حالت کفر وگمراہی پر ولن مین مرگیا ہو پس دعا مین کہا کہ اے رب بخشدے مجھے اور میرے والدین کو وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنون کو. يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ جس دن قائم ہووے حساب مومنین سے شاید آنحضرت علیہ السلام کی مراد اپنی ذریات مین سے مومن ہون یا تمام مومنین خواہ ذریت ہون یا نہون اور اسمین بڑی بشارت ہو اللہ تعالے اپنے فضل سے ایمان عطا فرماوے اور ایمان پر خاتمہ بخیر کردے تو اسمین شک نہین کہ اللہ تعالے نے اپنے خلیل علے نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی دعا قبول فرمائی ہو آلہی مترجم وتمام مسلمانون کا خاتمہ ایمان پر بخیر کردے آمین یا ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ تعالے واذ قال ابراہیم رب اجعل ہذا البلد آمنا حقیقت تفسیر تو ظاہر ہو یعنے جو مذکور ہوئی اور اشارت سے یہ بھی واضح ہوا کہ بلد قلب اور وہ بلد بدن ہو عقل بلد قلب اور روح بلد عقل اور سر بلد روح ہو اور معرفت ومحبت بلد سر ہو اور وہان مشاہدہ معروف بلد معرفت ومحبت ہو اور رہنے والے یہان کے انوار افعال وتجلیات صفات مین ازلی وابدی ہین نفس بلد شہوات اور رہنے والے لشکر قہریات پس یہان کے بلاد مین جنود قہر سے جنکا مسکن نفس امارہ ہو پناہ مانگے کہ اپنے لطف کے ساتھ روح وقلب کو اپنے قہر سے نفس واسکی ہواجس وشہوات سے پناہ دیدے چنانچہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا اعوذ بک منک یعنے تجھ سے تیرے ہی ساتھ پناہ چاہتا ہون قولہ واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام بتون سے پناہ تو ظاہر ہو اور جیسے بت ظاہری معبود بنائے جاتے ہین ویسے ہواجس نفس کے بت باطنی ہین وقال تعالے افرایت من اتخذ آلہہ ہواہ. یعنے اسکو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہو پس ضرور ایسے بتون سے پناہ مانگنا چاہیے کیونکہ جس نے ظاہری بت چھوڑے مگر ہوائے نفس کو بت بنالیا تو وہ بھی مشرک ہو ایسے ہی سوائے اللہ تعالے کے غیر پر نظر رکھنا یہ بھی شرک خفی ہو اور مراتب معرفت مین جو کوئی چیز کسی کو معرفت حق سے مانع ہو وہ اسکا بت ہو اور عارف تو جو چیز اپنے رب کی طرف سے ایسی مشاہدہ کرے جسمین حق عز وجل کا مشاہدہ نہو وہ اسکے واسطے بت ہو. قولہ رب انہن اضللن کثیرا من الناس اس سے یہ بھی ظاہر ہو کہ کثرت سے لوگ شرک خفی کی باتون سے گمراہ ہوئے ہین اقول سابق مین تفسیر قولہ وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون مین گذرا ہو کہ حدیث مین آیا کہ شرک میری اُمت مین کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال کی نظر نہ آنے سے زیادہ مخفی ہو آلہی مترجم کا شرک خفی وجلی اسکی تمام عمر دنیا کا بخشدے آلہی وہ اندھا ہو اسکو آنکھین دیدے اور ثابت قدم ہدایت پر رکھ یہان تک کہ ایمان پر اسکا خاتمہ بخیر کردے آمین یا مجیب الداعین شیخ نے کہا یعنے سوائے اللہ تعالے کے غیر پر نظر اور ان شہوات کی پیروی نے بہتون کو قہریات مین ڈالا غفلت وہلاکت مین مرگئے پھر آنحضرت نے اپنے نفس کو بطور اظہار نعمت کے امامت سے سرفراز بیان کیا یعنی قولہ فمن تبعنی فانہ منی اتباع چاہیے طریقہ مجاہدہ وریاضت ومحبت وخلت مین پس تیرے حضور مین اپنی جان قربان کرے وہ مجھ سے ہو یعنے میری

Marfat.com

طینت سے اسکا قلب میرے قلب سے اور اسکی روح میری روح سے اور اسکا سر میرے سر سے ہے اسکا مشرب محبت و معرفت و خلت مین وہی گھاٹ ہے جو میرا مشرب ہے
قولہ ومن عصانی فانک غفور رحیم تیرے عصیان سے جو حجاب مین پڑے وہ مجھ سے نہین ہین ولیکن تو غفور رحیم ہے کہ انکے عصیان کو معاف کر دے کہ وے تیرے طالب ہین
اور مکر و دوری مین ٹھوکرین کھاتے چلتے ہین پس کلام مین اشارت ہے کہ گنہگارون کا گناہ اور ناشکری اُسکے بحر رحمت مین غرق ہے اسکو کچھ پروا نہین کہ چاہے انکو اپنی جناب
مین داخل کرے اور بغیر اہل طاعت کے لیے رضوان من اللہ اکبر جسکی تفسیر نہین ہو سکتی ہے باقی ہے۔ یہان ایک نکتہ ہے کہ حضرت نے مقام تضرع و عاجزی مین
فرمایا کہ جو میری نافرمانی کرے۔ اور یہ نہ کہا کہ جو تیری نافرمانی کرے۔ ایک تو اپنی طرف انکی نافرمانی کا نسبت کرنا مقتضائے خلت ہے اور دوم یہ کہ مقام خلت
سے محبت اس مودت کے شوق سے عشق پیدا ہوتا ہے اور عشق مقام عین الجمع و جمع الجمع ہے پس جسنے میری نافرمانی کی تیری کی اور جس نے میری طاعت کی
اُس نے تیری اطاعت کی۔ علاوہ ازین اول من تبعنی کہا اسکی موافقت نے من عصانی فرمایا گویا اشارہ ہے کہ طاعت و عصیان کا مرجع درحقیقت خود
مخلوق ہے اور وہ بیشک سب سے پاک منزہ ہے پس وے میرے جنس سے اور مین انکے جنس سے ہون ان کے افعال و صفات میرے لائق ہین بلکہ جو شخص کسی درجہ
عرفان پر سرفراز ہوا ہو وہ سمجھے کہ مخلوق کا اپنے خالق کی نافرمانی کرنا بالکل ناممکن ہے انکے جمیع افعال و حرکات ہین سب تحت قدرت قاہر جل و علا مقہور
ہین وہی بارادت و مشیت قدیم و ازلی ہے وہ فی الحقیقت عین الطاعت ہے اگرچہ بسبب تکلیف الشرع انکی صورت اتباع ملت حنیفیہ حضرت خلیلؑ ہو شیخ عبد العزیز
مکی نے کہا کہ ابرہیمؑ نے دعا مین اپنے رب عز و جل کی تعظیم کو ادب سے ملحوظ رکھا پس نہ کہا کہ تیرا عصیان کیا کیونکہ کسی کو مجال نہین کہ اُسکا عصیان کر سکے اور کوئی ایسا
نہین ہے کہ جو عبادت اسکی بارگاہ قدیم کے لائق ہے ادا کر سکے کیونکہ قدیم کے لائق قدم ہے اور حادث خود حادث تو اسکے افعال بدرجہ حادث ہین پس درحقیقت تمام
مخلوق اسکی طاعت و عصیان سب سے عاجز ہے اللہ اللہ کیا مین اس طاعت و عصیان کا ذکر کرتا ہون جن سے بارگاہ عظمت و کبریائے قدم پاک ہے اب
تو جو طاعت و معصیت ہے سب تیرے سوائے تیرے کرم و معظم بندے کی طرف رجوع ہے سبحان اللہ و بحمدہ و ہو الغنی عن العالمین۔ قلب مامون ہو فراق و
حجاب سے یہ خواہش ابن عطا رح ہے اور جعفر بن محمد نے کہا کہ قلوب عارفین مامون اسرار الدین ہین۔ ساری رح نے کہا کہ اصنام ہوا ہین جعفر رح
نے کہا کہ خلت و نبوت کو دیکھنا یا ولایت وغیرہ پر نظر یہی عبادت اصنام ہے جنید رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ سوائے اپنی محتاجی کے دوسرا
قرار دینا بت پرستی ہے قال المترجم جو کوئی اپنے اوپر غرہ ہو کہ لائق بارگاہ نبوت خاتم المرسلین ہے وہ منافق ہے اور جو عاجزی سے وہین جاوے اور اپنے کو
لائق نہ دیکھے اللہ تعالیٰ رحمت فرماوے اسی واسطے شیخ جنید رح نے کہا جو کہا سمجھو بعض نے اس سے منع نکالا کہ سوائے حق تعالیٰ کے حق عز و جل کی طرف
دوسری چیز سے تقرب چاہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت خلیلؑ نے کمال ادب سے اہل عصیان پر کوئی حکم نہ لگایا جیسے اہل طاعت پر یہی کہا کہ مجھ سے ہین
اور مین تیری بارگاہ مین جس قابل ہون تو جانے ایسے ہی اہل عصیان تو نافرمان ہوئے مگر تیری شان غفور رحیم ہے تو جانے اور تیرے بندے مجھے کچھ قابو
نہین ہے حضرت علی بن موسی الرضا عن ابیہ عن الامام جعفر صادقؓ نے کہا کہ خلت مین بت خطرات ہین یعنے حضرت یوسفؑ کے قصہ سے آگاہ ہو اور بھی
فرمایا کہ ابراہیم تو بڑھاپے مین بت پرستی سے بفضل الٰہی خلیل ہونے کے بعد محفوظ تھے جبکہ بچپن مین انکو توڑ ڈالا تھا مگر جانتے تھے کہ ہوائے نفس آدمی کا بت
ہے اس سے پناہ مانگی اور فرمایا کہ حضرت خلیلؑ نے تو نافرمانی والون کی نسبت اشارہ سے کہا کہ انک غفور رحیم اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ و علی ابیہ
خلیلؑ کے لطف و کرم و سوال صریح کو دیکھو جب اپنی قوم قریش کی حرکات ناملائم روز احد کے بعد فرمایا اللہم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون۔ یعنے اے رب میری
قوم کو بخشدے کہ وے جانتے نہین ہین مترجم کہتا ہے کہ ظاہر ابخشدینا اس خطا کا مراد ہے جو آنحضرت صلعم کے دندان مبارک شہید ہونے مین واقع ہوئی فافہم
بما فیہ من الاشارۃ و تامل۔ قولہ ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم اللہ تعالیٰ جلشانہ نے اپنے خلیل کو بڑی بڑی بلاؤن مین مبتلا
کر کے امتحان فرمایا تاکہ تمام دنیا کی مخلوقات سے بلکہ اپنے نفس سے جدا ہو کر خالص ہون اور کوئی چیز محدثات مین سے اسکے واسطے حجاب نہ رہے اور بڑھاپے

Marfat.com

مین ایک لڑکا دیا بہت پیارا ہنوز اُسنے دودھ نہ چھوڑا تھا کہ حکم دیا کہ اسکو لیجا کر وادی حرم مین بغیر آب ودانہ کے چھوڑ آوے تاکہ خلیل ؑ کا توکل و اعتماد اپنے رب تبارک وتعالیٰ پر صاف ہو جاوے پس اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو رب کے نام پاک سے دعا مین پکارا کہ تربیت کامل کا ظہور ہوا اور باقی ہے کہ کمال لطف سے اہل وعیال کی تربیت بدرجہ کمال پہونچائی جاوے اور وادی غیر ذی زرع سے کلی اعتماد اللہ تعالیٰ پر تھا کہ نباتات دنیاوی کسی پر اعتماد نہ کیا اور بیت محرم جہان بارگاہ کبریائی کی حضوری کے سوائے سب حرام ہے کسی سے انس نہ ہو انہین اور یہان کی تربیت یہ ہے کہ حقیقت توکل و رضا و تسلیم کے ساتھ تربیت ہو یون ہی سوائے عزوجل کے کسی بندے کو اللہ اکرم رحیم پر اعتماد ہونا چاہیے وکمال تربیت وصول بدرجہ مناجات رب تبارک وتعالیٰ ہے لقولہ ربنا لیقیموا الصلوٰۃ اور بعد استقامت کے اللہ ہادی مہدی ہین کہ لوگ انسے بہیج لادین. قولہ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم ارادت ومحبت واقعہ ارشان سنت کرین قولہ وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون ثمرات ظاہری اعضاء وجوارح کے جو دنیا سے حاصل ہین کام آوین معروف ہین وہی توجہ دیتے ہین ثمرات اصل کا کہ طاعات و مقامات ودرجات ہین اور وہان شہود انوار صفات وتوحید ہے اور نیز ثمرات ہین وہ اولاد ہین جو انبیا و اولیاء وصدیقین وشہدا ہون اور اس دعا مین اشارت بحضرت خاتم المرسلین ؐ فرمائی وقد قال ربنا وابعث فیھم رسولا الآیہ اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ثمرہ دعاء پدر بزرگوار خلیل اللہ قرار دیا پس کون پھل بہتر ہوگا اصفی الاصفیاء واتقی الاتقیاء وافضل الانبیاء وسید المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ الصدیقین والشہداء والصالحین اجمعین سے اور یہ سراز پیدا ہنر دونون آفتاب رسالت والحمد للہ رب العالمین اور قولہ لعلھم یشکرون سے اشارہ ہے کہ نعمت الٰہیہ سے شاکرون کا شکر جوش کرتا ہے بنظر رضامندی الٰہی وتائید اہل احتیاج. ابن عطاء رح نے کہا کہ ایسے وادی مین بسایا جہان اپنا یا انکا تعلق سوائے حق عزوجل کے کسی کے ساتھ باقی نہ تھا بعض نے کہا کہ ایسے وادی مین بسایا جہان عالم اسباب ورسومات سے نکلکر بارگاہ حضوری کا سامنا ہے بعض نے کہا کہ بیت المحرم کے پاس جہان عالم اسباب کی کوئی چیز انکو تیری حضوری سے مانع نہین ہے بعض نے کہا کہ ایسے مقام پر بسانے سے انکو تعلیم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرین اور اسباب پر نظر چھوڑ دین. امام جعفر رح نے کہا کہ قلوب العباد اپنے رب کے حکم مین ہین بعض کو اپنی طرف رجوع کیا اور وہ طرف سے پاک ہے تو بیت الحرام کیطرف ان رہنے والون کیطرف رجوع کرینگے یعنے مومنین ابن عطاء رح نے کہا کہ جس نے خلق سے بالکلیہ انقطاع کیا تو اللہ تعالیٰ اسکی طرف خلق کے مُنھ موڑ دیتا ہے اور سب سینہ اسکی محبت سے بھرتے ہین اور قلوب اسکی الفت سے تازہ ہوتے ہین چنانچہ دعاء خلیل ؑ فاجعل افئدۃ من الناس الآیہ مین دیکھو بعض نے کہا رزق ثمرات سے عمدہ رزق یہ ہے کہ مخالفت چھوڑ کر موافقت اختیار کرین. واسطی رح نے کہا کہ ثمرات قلوب مین حکمت ہے جس سے احسان الٰہی نظر آوے تو شکر لازمی سے عاجز ہونا چاہیے پس شکر گزاری کی ابتدا اسی واسطے فرمائی کہ ہر ایک کو یہ دانائی حاصل نہین ہوتی کہ شکر الٰہی ادا ہونے سے عاجزی کا اقرار کرنا لازم ہے اقول قولہ تعالیٰ ان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا. کے ساتھ ان آیات کا تعلق بھی ظاہر ہوگیا اور شیخ واسطی رح نے یہ بھی فرمایا کہ ثمر حکمت سے امراض قلوب زائل ہو جاتے ہین جیسے ثمر اشجار سے امراض بدنی زائل ہوتے ہین. پھر دعاء مذکور مین اظہار مافی الضمیر تھا حالانکہ ایسے عالم الغیب کے حضور مین جو ذرہ ذرہ جانتا دیکھتا ہے پس حضور الٰہی مین اسکا اقرار کیا کہ یہ تیری رضا کے موافق عرض ہے ورنہ تو سب جانتا ہے لقولہ ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن وما یخفی علی اللہ من شیء فی الارض ولا فی السماء. اسمین شامل ہے تضرع باطنی اور اظہار ظاہری موافقت شریعت کے اور اسرار باطنی واظہار عبادات اور اسرار علم مجہول و اظہار صورت علم معروف اور اسرار شوق واظہار اشک وصدود ذوق اور اسرار غیب الغیب واظہار الہام وغیرہ اور اسرار حقیقت ووقوع بحکمت الٰہیہ بروجہ خوب وپسندیدہ واظہار بعض مکروہات نفس جسمین شائبہ شکوی ومنازعت القدر ہے حضرت خواص رح نے کہا کہ اخفاء محبت واظہار شکر یہ اور اسی کے قریب شیخ حسین ؒ کا قول ہے اور ابن عطاء رح نے اخفاء احوال واظہار آداب کو بھی شامل کیا اقول انعامات غیر متناہیہ پر ناشکری وانکار الوہیت حق تعالیٰ وانکار ماسوائے دنیا کے کثرت وغیرہ کا باوجود عظائم دلائل بینات کے حالانکہ وہ تو قادر علیم ہے ولقد قال تعالیٰ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ

اور ہرگز مت خیال کر اللہ کو غافل ان کاموں سے جو ظالم کرتے ہیں انکو تو وہ تاخیر دیتا ہے ایسے دن کے لیے جسمیں پتھرا وینگی آنکھیں

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ

اوپر کو ٹکٹکی باندھے سر اونچے پڑے ہوئے انکی طرف انکی پلک پھر نہ لوٹیگی اور انکے دل اڑے ہوئے خالی ہونگے اور ڈر سنادے لوگوں کو جس دن

يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ

آویگا انپر عذاب سو کہینگے وہ لوگ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا کہ اے ہمارے رب ہمکو بہت نزدیک مدت کی تاخیر دیدے کہ ہم تیری دعوت قبول کرلیں اور تیرے

الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ

رسولوں کی اتباع کرلیں بھلا کیا نہ تھے تم کہ قسم کھاتے تھے اس سے پہلے کہ تم کو کبھی نہیں کچھ زوال ہوگا حالانکہ تم رہے تھے گھروں میں ایسے لوگوں کے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ

جنہوں نے ظلم کیا اور تمپر کھل گیا تھا کہ ہم نے انکے ساتھ کیا کردیا اور تمھارے لیے مثالیں بنا دیں اور بیشک انہوں نے اپنا مکر کیا

وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝

اور اللہ کے یہاں تھا انکا مکر اور انکا مکر ایسا تھا جس سے پہاڑ اپنی جگہ سے دور ہوجاویں

یہ خطاب اپنے پیارے رسول صلعم کو کیا اور وہ تو ازل سے اسرار وعلوم کے واسطے سب خلق سے زیادہ برگزیدہ تھا مگر حسن خطاب یہ ہے کہ جنکے حق میں سعادت ازلی جاری ہوئی ہے سنکر ہوشیار ہوجاویں اور ہیبت کلام حق تعالیٰ سے انکے رونگٹے کھڑے ہوں اور قریب ہے کہ دل پھٹ جاویں پس فرمایا کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اور کبھی مت خیال کیجیو کہ ظالم وکافر بندے جو کچھ کرتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ غافل ہے۔ اور وجہ گمان کی ایک امتحانی پردہ ہے کہ آدمی کو دنیا واسکی نعمتوں کے سوائے آخرت کی کوئی چیز ظاہر نہیں فرمائی جسکے سامنے اس تمام دنیا کو آدمی نجس وخوار دیکھتا بلکہ کمال قدرت یہ کہ نیکوں وخالص بندوں کے ساتھ بھی اسکی ضرورت لاحق فرمائی پس جب یہ دنیائے حقیر ان کافروں کو اسطرح وسعت سے دیدی تو منافق وبے ایمان لوگ تو سمجھنے لگے کہ یہ لوگ جنکو کافر کہا جاتا ہے بُرے ہوتے تو یہ نعمتیں کیوں پاتے بلکہ تمام طریقہ وثروت وحکومت کی عقلیں انہیں ہیں پس خود بھی کافر ہوئے اور جنکو نور کا حصہ ملا ہے وے تمام دنیا اور اسکے حاصل کرنیکی عقل جو درحقیقت حواس بہائم ہیں سب کو خوار سمجھتے ہیں مگر انپر شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ پھر کیا اللہ تعالیٰ انکے ساتھ برتاؤ فرماتا ہے جیسے آدمی کسی دوسرے کی بدگوئی وبدکاری سے واقف نہو اسی واسطے تاکید سے فرمادیا کہ اسی نے اپنی خوشی واختیار سے سب مخلوق کو پیدا کیا پس ایمان والو تم شکر کرو ہمکا کہ تمکو وہ نور ایمان دیا جس سے تمکو اپنا ملک نظر آتا ہے اور ان کافروں نے یہی دار فانی وخوار اختیار کیا تو انکو یہ نجس مردار لینے دو اور ہرگز خیال نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ انسے غافل ہے جو انکو مہلت دی اور چھوڑ رکھا ہے۔ وَاِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ اور انکو تو اسنے ایک دن آنے والے کے لیے تاخیر دی ہے جس میں آنکھیں پتھرا وینگی ٹکٹکی باندھے۔ یعنے قبروں سے اٹھکر عذاب کی شدت وہولناک معاملت دیکھکر آنکھیں اسی طرف ٹکٹکی لگاکر ایسے ہوجاوینگی جیسے پتھرا گئی ہیں کھلی کی کھلی رہ جاوینگی مُهْطِعِيْنَ پکارنے والے کی طرف جاری کرتے ہوئے نظر اٹھائے ہوئے کقولہ تعالیٰ مهطعين الى الداع اور کہا گیا کہ اسرافیل صور قیامت پھونکینگے اور جبرئیل پکارینگے اسوقت دہشت وحیرت وخوف سے کافروں کی آنکھیں پتھرا وینگی جلدی سے نظر اٹھائے دوڑے جاوینگے۔ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ۔ اپنے سر اٹھائے ہوئے اور بعض نے کہا کہ ذلت وخواری کی صورت بنائے ہوئے مگر پہلی تفسیر حضرت ابن عباسؓ ومجاہدؒ وغیرہم نے بیان کی ہے لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ انکی طرف انکی نظر پھر نہ لوٹیگی یعنے شدت خوف ودہشت سے

Marfat.com

ایسی ٹکٹکی ہوگی کہ پلک نہ جھپکیگی برابر نظر اسی طرف لگی رہیگی. الٰہی ہم تیری پاک درگاہ میں کفر و ظلم سے پناہ مانگتے ہیں اور عذاب قبر و قیامت سے نجات مانگتے ہیں
ہمکو کافرون و ظالمون میں شامل نہ فرمائیو آمین. کافرون پر یہ بڑا سخت وقت ہوگا اسی واسطے فرمایا تعالیٰ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ اور انکے دل اُڑے ہوئے خالی
ہونگے یعنے گویا انکے سینون میں دل ہی نہین ہے بلکہ کلیجے منھ کو آجاوینگے جیسا کہ فرمایا القلوب لدی الحناجر کاظمین. انکے دل گھٹے ہوئے منھ کو آجاوینگے پس خالی
ہونے کے معنے حضرت قتادہ و دیگر علماء نے یہی بیان کیے کہ اپنے ٹھکانے نہونگے تو دلون کی جگہیں خالی ہونگی بعض نے کہا کہ ہوا یعنی برباد ہونگے کیونکہ ہر چیز
سوائے نام اللہ تعالیٰ کے اس دن برباد ہوگی اور کافرون کے دلون میں نام اللہ نہین ہے وہ سب برباد ہونگے پس معلوم ہوا کہ کافر مخلوق نے اس دنیائے فانیہ کو لیا
تو آخرت کے دن عذاب و خرابی کے لیے یہی مخلوق ہے جسکو آج ہر چند سمجھایا اور کہا کہ اگلون پچھلون کا آغاز و انجام دیکھکر سمجھو اس دنیا کی ناپائداری دیکھو اور
خالق عز و جل کی قدرت ظاہرہ جسپر ہزارہا دلائل ہیں دیکھکر یقین مانو مگر نہین مانتے ہیں. آنحضرت صلعم کو حکم دیا. وَأَنذِرِ النَّاسَ. اور ڈر سناوے لوگون کو
یعنے کافرون کو کہ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ جس دن انپر عذاب آویگا اور وہ دن قیامت ہے حالانکہ عذاب انپر انکی روح نکلنے کے وقت سے شروع ہوجاویگا
فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا تب کہینگے کافر لوگ جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا کیونکہ کافرون کی بدکاری و ظلم کا وبال درحقیقت انھین پر ہے رَبَّنَا أَخِّرْنَا. اے رب
ہمارے ہمکو مہلت دیدے. إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ تھوڑی دیر کے لیے کیونکہ اسدن تو رب کو پہچان جاوینگے اور جو رسولون نے کہا تھا سب معائنہ ہوجاویگا تو
رب کا اقرار کرکے تھوڑی سی دیر کی مہلت مانگینگے کہ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ تیری دعوت قبول کرین یعنی رسولون کی زبانی جو تونے ہمکو اپنی طاعت کے واسطے
بلایا تو ہم بہت جلدی قبول کرین. وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اور ہم رسولون کی پیروی کرلین جیسے قولہ تعالیٰ حتی اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون الآیہ یعنی جب انمین
کسی کی موت پہونچی تو بولا کہ اے رب ہمارے ہمکو پھیر دے آخر آیت تک مسئلہ معلوم ہوا کہ بعد موت کے بھی علم ہوتا ہے یہی شیخ اکبر ابن العربیؒ و اکثر علماء کا بلکہ جمہور کا
قول ہے سوائے شیخ علاء الدولہ سمنانی کے اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ دی جس حال پر مرا اسی قدر یہین ثابت رہا مگر یہ مراد ہے کہ اسکے اندر یہ علم قائم ہوگا جیسے
لوح پر نقوش مرتسم ہوتے ہیں تو نہین ہوسکتا کیونکہ قبر مین کافر باوجود سب دیکھنے و جاننے کے وہی جائزہ دیگا جسپر وہ مرا ہوا اور اگر یہ مراد ہے کہ اسکے معائنہ سے سب
حق بات ظاہر ہوجاویگی تو ٹھیک ہے مگر اسکو کچھ نفع نہوگا اس سے معلوم ہوگیا کہ یہان ایمان لانا البتہ نفع دیتا ہے کہ گویا وہ نور اسکی روح کے ساتھ نقش و زیور ہے
اور موت کے وقت معائنہ سے دیکھنا اسکو کچھ فائدہ نہ دیگا پس ایمان وہی ہے جو غیب پر ہو لقولہ تعالیٰ یومنون بالغیب. اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے
خالی جان لیا مگر روح و قلب مین اسکو قبول نہ کیا و داخل نہوا تو کچھ فائدہ نہین جیسے بہت سے کافر یہودی وغیرہ آنحضرت صلعم کو سچا پیغمبر جانتے تھے لقولہ یعرفونہ
کما یعرفون ابناءھم مگر دنیاوی ہوس وغیرہ سے قبول نہ کرتے تھے انکو فائدہ نہوا اور قولہ لما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنے ہنوز تمھارے دل مین ایمان داخل نہیں
ہوا ہے صریح ہے کہ دنیا مین خالص رسول اللہ صلعم کی ہدایت پر اللہ تعالیٰ کا ایمان لاوے اور دل سے تصدیق و قبول کرے تو نفع ہو ورنہ آخرت مین تو خود ظاہر
ہوجاوے گا اسوقت اسکو کچھ نفع نہین ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ مین بیان فرمایا. أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن
زَوَالٍ اور کیا تم نہین قسم کھاتے رہے اس سے پہلے کہ تمکو زوال نہین ہے یعنی اس حالت سے پہلے تم بڑے عین الیقین سے قسم کھاتے تھے کہ جو حال تمھارا موجود ہے
اس سے تمکو زوال نہین ہے نہ کوئی آخرت ہے اور نہ کچھ ثواب و عذاب ہے پس وہی یقین جو حقیقت حال سے برعکس تم مین تھا قائم رہیگا دوبارہ لوٹنا یا نہین ہے
ہے اور حضرت مجاہدؒ نے کہا کہ زوال نہین یعنے اس دنیا سے انتقال آخرت کو نہین ہے کیونکہ آخرت پر یقین ہی نہ تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واقسموا باللہ جہد
ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت الآیہ یعنی قسم کھائی ان کافرون نے بڑی شد و مد کی قسمون سے کہ جو مرے اسکو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ نہین کرتا ہے آخر آیت تک –
پھر اللہ تعالیٰ نے ان جاہلون کی جہالت بیان فرمائی. وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ اور بسے تم بستیون مین ان لوگون کی جنھون نے
اپنی جانون پر ظلم کیا یعنی یہ بستیان جنمین تم رہتے ہو آخر انمین کون لوگ تھے اور کہان گئے اور اس دار فانی کو چھوڑ گئے تم انکی جگہ آگئے ہو تمھارا بھی یہی انجام ہے مگر

Marfat.com

بحت جہالت سے تم جانتے ہو کہ وے سب خاک ہو گئے اور تمکو نہیں معلوم کہ انکا انجام کیا ہوا ہے۔ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ اور تمکو کھل گیا کہ ہمنے انکے ساتھ کیسے برتاؤ کیا یعنے بالیقین تم سب کو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ عاد وثمود کی بستیاں ہیں جنکو اللہ تعہ نے بسبب نافرمانی پیغمبروں کے ہلاک کر ڈالا کہ انکا وجود ونسل منقطع ہو سوائے مطیعین کے وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ۔ اور تمھارے لیے ضرب المثل کر دیا یعنی پھر بھی تمکو ہوش نہیں اور کچھ عبرت ونظر وعلم نہیں حاصل کرتے ہو۔ ف آیت میں دلیل ہے کہ جو خبر متواتر پہونچے اور صدق کی دلیل اسکے ساتھ ہو تو اس سے ظہور ہو جاتا ہے پس آنحضرت صلعم کے معجزات وقرآن کی بلاغت معجز کا تمام عرب کا تسلیم کرنا اور یہودیوں ونصرانیوں کا آنحضرت صلعم کی بشارت توریت وانجیل میں موجود ہونے کا اقرار سب متواتر ہے اور تمام کافروں پر یہی حجت قطعی ہے یاد رکھنا چاہیے۔ الحاصل کفار قریش وتمام کافروں کو قیامت تک متنبہ کیا کہ اگلی قومیں کسطرح ہلاک ہوئیں تم عبرت پکڑو اور اپنے بد افعال وشرک اور دنیاوی چیزوں پرست غفلت کرو کہ انھوں نے بھی یہی کیا تھا۔ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ اور بیشک ان لوگوں نے مکر کیا تھا یعنے انھوں نے امر حق کے رد کرنے اور شرک وکفر کے غالب کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا بلکہ ظاہر وباطن اسپر اڑے رہے بعض نے کہا کہ یہ کفار قریش کا بیان ہے کہ انھوں نے مکر کیا لیکن حکم عام ہونا چاہیے پس ارشاد ہے کہ ہر زمانہ میں جو گروہ عظیم انسانوں کا مشرک وکافر ہوتا ہے وہ اپنا اعتماد ایسے امور پر کرتا ہے جو ظاہر میں لوگوں کو مانند مکر کے پھنساتے ہیں اور جسکو ذرا بھی نور عقل ہے جب وہ دیکھتا ہے تو اسکو محض اوہام وخیالات سمجھتا ہے اور برخلاف اسکے اہل الکفر کا وطیرہ ہے کہ اوہام وظنون پر اپنی بنیاد رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ مضبوط ہے اور باقی امور جو اہل الحق کہتے ہیں وہ سب اوہام ہیں مگر جب مرگ نے انکو ذبح کیا تو سارا مکر برباد ہوا اور انکو نظر آیا کہ تقدیر الٰہی انکے ساتھ اسطرح جاری ہوئی تھی کہ ایسے طریقہ سے انکو یہ غضبناک نتیجہ نظر آیا گویا کسی نے مکر سے انکو اس ورطہ میں ڈالدیا لہذا فرمایا۔ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ اور انکا مکر اللہ تعالے کے یہاں ہے یعنی کوئی فعل انسے سرزد نہیں ہوتا سوائے اسکے جو اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے پس علم الٰہی اس کو محیط ہے تو نتیجہ وہی ہوگا جو اللہ تعہ چاہے۔ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ اگرچہ تھا انکا مکر کہ زائل ہو جاتے اس سے پہاڑ۔ یعنے ان کا مکر جو بالکل شرک تھا کہ مثلاً اللہ تعہ کے واسطے جورو بیٹا بتلاتے تھے یہ ایسا سخت کلمہ تھا کہ اس سے پہاڑ پھٹ جاویں کقولہ تعالے تخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمن ولدا۔ یعنے اللہ تعہ کے لیے بیٹا کہنے سے قریب ہے کہ پہاڑ گر پڑیں اسلیے کہ تمام مخلوقات آسمان وزمین اپنے رب تبارک وتعالی کی عظمت وکبریائی پر شاہد ہے اور آدمی اگر اپنے ماں باپ کے حق میں ایسی گالی سُنے جو آدمی بعضے کرتے بھی ہیں تو غیظ کے سبب سے اسکا دل پھٹ جاتا ہے کہاں کہ حضرت سبحانہ تعہ ذوالعظمۃ والکبریاء کی شان میں ایسی بات کہ بالکل اسکی شان سے لگاؤ نہیں رکھتی ہے اور نہایت قبیح ہے کون سن سکتا ہے یہ تفسیر علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور ایسا ہی ضحاک وقتادہ نے تفسیر بیان کی ہے اور حسن بصری رح نے کہا کہ ان کان بمعنی ما کان ہے یعنی انکا مکر کچھ نہ تھا کہ اس سے جبال کو زوال ہو۔ اسکی توجیہ ابن جریر رح نے یہ بیان کی کہ محاورہ میں بولا کرتے ہیں کہ اتنا کیوں سر اٹھاتے ہو کیا پہاڑ ہٹا سکوگے جیسے آیت سورہ بنی اسرائیل میں نظیر آئی ہے اور ابن جریج رح نے مجاہد رح سے یہ معنے روایت کیے کہ اگر انکے مکر ہوتے تو پہاڑ زائل ہو جاتے یعنے خود ان کافروں کو کچھ قدرت نہ تھی وہ سب قہر الٰہی کے تحت قدرت میں مقہور تھے انکے ساتھ وہ معاملہ ہوا کہ اپنے نزدیک انھوں نے کچھ کیا اور سمجھا تھا اور نتیجہ کچھ ہوا جیسے مکر کا نتیجہ نکلتا ہے۔ اور حضرت علی وعمر وابن مسعود وابی بن کعب رض نے وان کاد مکرہم پڑھا یعنی انکا مکر ایسا تھا کہ قریب تھا کہ اس سے پہاڑ گر جاویں۔ اور اس مقام پر بعض کفار کا قصہ مروی ہے کہ اسنے جہالت سے یا بطریق مکر کے یہ فریب کیا کہ آسمان کے حالات دریافت کرے اور لوگوں سے کہے کہ وہاں کچھ نہیں ہے تاکہ ہر ایک اس مکر سے کافر ہو جاوے اور فرعون کا یہ قصہ تو ظاہر ہے کہ ہامان سے کہا کہ ایسا بلند مینار بناوے کہ اسباب سموات پر مطلع ہو کر موسیٰ کے رب کو دیکھوں اور دوسرا قصہ نمرود وغیرہ کا کہ بذریعہ نسر طائر کے اُڑا اور آخر مایوس ہو کر گرا بعض لوگوں نے اس قصہ کو بعید اسوجہ سے جانا کہ اسمیں جان کا خطرہ ہے اور تکذیب پیغمبر کے لیے اسقدر خطرہ برداشت کرنا مشکل تھا اور میں کہتا ہوں کہ روایات تمام واقعات وتفصیل کے ساتھ نہیں ہیں اور جو شخص عقل سلیم رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اکثر اوقات بات صحیح ہوتی ہے مگر آدمی اسکو معقول نہیں کر سکتا تو اسکو بعید معلوم ہوتی ہے

پس مین کہتا ہون کہ بخت نصر یا نمرود کے ایام مین دنیاوی آبادی و انکی لذات مین خوض و ملک و لشکر کی کثرت و تجارت و زراعت و صنعت و حرفت اور فنون ریاضی و طبعی وغیرہ کا بہت زور تھا اسی زمانہ مین حضرت خلیل ہوا یا بخت نصر کے پیچھے دن پیغمبر کے بھی کہہ سکتے ہین کہ توحید حق کا اعلام دیا گیا مگر جب دنیا کی ثروت و حکومت و خیالات کی یہ حالت تھی تو پیغمبر صلعم کا بیان بالکل مضحکہ کر ڈالا گیا اور ہرگز اسپر یقین نہوا لیکن ریاضی کی تحقیقات کے لیے رصدگاہ بلند اور آسمان کیطرف چڑھنے کے لیے جیسے اس زمانہ مین اہل فرنگ غبارون پر خطرات برداشت کرتے ہین قصد کیا اور آسمانی تحقیقات کی غرض سے بادشاہی دعوی یہ ہوا کہ اگر واقعی آبادی ہو تو کیا صورت و کیا ذریعہ ہے اور فرعون کے منارہ سے بھی جہان وہ قصد تھا کہ خالق موسی کو دیکھون کیونکہ معجزات پیغمبری نشان احمقون کو بیشک متحیر کر دیا تھا پس حضرت باری تعالی کی شان مین محسوس کا گمان کیا اور بھی وہان رصدگاہ عظیم کا قصد تھا حالانکہ اس لیے کمال ٹھوس موٹے دماغ سے حضرت موسیٰ کے بیان سے رب تبارک و تعالی کو بالکل نہ پہچانا بلکہ جیسے آجکل مشاہدہ ہے صرف حسی باتون پر مدار رکھا یونہی نمرود و بخت نصر کا حال تھا چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ وقد روی شعبۃ رح عن ابی اسحٰق عن عبد الرحمن بن رباب عن علی کرم اللہ وجہہ یعنی اس اسناد سے حضرت علی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے حضرت ابراہیم ع سے رب تبارک و تعالی کی جناب مین حجت کی تھی اُسنے دو بچہ نسر طائر کے پالے جب بڑے ہو گئے تو ایک تابوت مین انکو مضبوط باندھا اور بھوکا رکھا پھر ایک نیزہ دراز پر گوشت رکھکر تابوت سے باندھا اور وہ مع ایک شخص کے تابوت مین بیٹھا تھا پس گوشت کیطرف طائر اڑے اور بلند ہوئے یہانتک کہ پہاڑون سے اونچے ہوئے حتی کہ اسکے ساتھی نے کہا کہ تمام زمین ایک مکھی نظر آتی ہے پھر نیزہ کا سر نیچا کر دیا تو طائر اسطرف جھکے حتی کہ زمین پر اُتر آیا اور حضرت علی رض نے فرمایا کہ قولہ تعالی وان کان مکرہم لتزول منہ الجبال ایسے معاملہ مین ہے اور یونہی سفیان الثوری و اسرائیل نے بذریعہ ابو اسحٰق کے آنحضرت کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا اور عکرمہ سے بھی مذکور ہے کہ سیاق درباره نمرود مردود ہے کہ اس حیلہ و مکر سے اسنے اسباب السموات پر اطلاع چاہی تھی اور مجاہد رح سے ایسا ہی قصہ بخت نصر کے بارہ مین مروی ہے واضح ہو کہ تخت کھلا ہوا اسوجہ سے نہ تھا کہ زمہریر کی سردی سے بچاؤ لازم تھا اور اہل یورپ تو بذریعہ گیاس کرتے ہین اُنسے ایسی تابوت مین کسی دوا سے بچاؤ نکالا ہوگا خصوص جبکہ مصر وغیرہ کے ملک مین ہزارہا برس پیشتر کی لاشین اسوقت تک ایسا عمدہ مصالحہ دی ہوئی ملین جو اس زمانہ مین کسی کو معلوم نہین ہے اور تاویل و تفسیر آیت اس قصہ پر موقوف نہین ہے بلکہ یہ قصہ اگر اسناد صحیح ہو تو اس کی دلیل ہے کہ باوجودیکہ دنیاوی امور و ثروت و حکومت مین اسقدر ہوشیاری تھی پھر عقلی امور مین اور معرفت حق تعالی مین ایسے سخت جاہل تھے کہ بذریعہ غبارہ وغیرہ کے سماوی قبضہ و فتوحات اور رب تبارک و تعالی کی ملاقات چاہتے تھے اور یہ کمال جہل و حماقت ہے شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ مختار قراءۃ بکسر اللام یعنی لتزول کا لام مکسورہ ہے اور ان بیان شدہ سے مخففہ ہے لے وانہ کان امر الام کا زیادہ کرنا ہے فرق ان نافیہ وان مخففہ ہے اور پہاڑ ٹل جانا یا انکے مکر کی بڑائی اور برائی یعنی شدت قبح باطنی و ظاہری کی تمثیل ہے پھر اگر بیان قبح قریش ہو تو زجاج رح نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ انکے اگرچہ مکائد شدید و قبیح ہون کچھ چیز نہین کہ اللہ تعالی اپنے رسول کو فتح دیگا اور بعض نے کہا کہ آیات الٰہیہ و شرائع دین کو رسوخ مین پہاڑ سے مشابہ فرمایا کہ جو انکے مکرون سے زائل نہونگے پس ان نافیہ ہے اور آیت مابعد اس سے مناسب ہے ف فی العرائس قولہ ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون واضح ہوا کہ ظلم قبیح کفر و شرک ہے اور وہ تفسیر ظاہر ہے اور بعضے لوگ ایمان و مغفرت کے لائق بھی باعتبار کمال تقوی نہونے کے ظالم ہوتے ہین چنانچہ قولہ فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ الآیہ کی تفسیر مین صحیح ہوا کہ کل منہم علی خیر یعنی یہ سب بہتری پر ہین پس ظلم کا یہان وہ مرتبہ نہین ہے جو کفر و شرک کا ظلم ہوتا ہے بلکہ جیسے انسان کو حمل امانت پر ظالم و جاہل فرمایا ہے پس ایسے ظالم کے حق مین اللہ تعالی کیطرف سے تاکید ہے کہ ادب و حسن مراقبہ و تعظیم مین کوشش رکھے اور درجہ عنایت مین مستغرق نہو جیسا کہ بعض مجذوبون کو واقع ہوا اور شخوص ابصار انکے حق مین یہ ہے کہ ظہور اکبر کے و سطوات عظمت مین ایسے مستغرق ہونگے کہ انکی نظرین بالکل خودی سے فانی ہو جاوینگی کسی طرف التفات کی قدرت نہوگی اور ہواء القلوب انکا خالی ہونا جمیع تصورات و ادراکات سے بلکہ عقول و ارواح سے بھی کہ عزت و جلال قدم سے انکو کچھ ادراک نہوگا کہا گیا کہ شہود بندہ محل حضور ہے اور شہود الحق عز و جل حافظ عظمت ہے

Marfat.com

کمال ہو۔ احمد بن خضر ویہ رح نے کہا کہ اگر مجھے شفاعت دیجاوے تو پہلے اپنے ظالم سے شروع کرون جس سے مجھے اللہ تعالےٰ کی پرستش نصیب ہوئی یعنے قولہ ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون۔ میمون بن مہران رح نے کہا کہ یہ آیت کافی وعید ہو ظالم کو اور تسکین ہو مظلوم کو۔ ابن عطا رح نے کہا کہ اہل الحق کے قلوب سوائے حق عزوجل کے کسی سے آرام نہیں پاتے ہیں اسی کی مشیت پر قائم ہیں۔ قولہ وسکنتم فی مساکن الذین ظلموا انفسہم۔ ظالمون کے وطن میں سکونت یہ ہو کہ جسم پر نفس امارہ وشہوات کا قابو زیادہ ہو جو ظہور قہریات کے مظاہر ہیں اور آدمی جب تک خلوص ارادت سے دعوی والون کے پڑوس سے باہر نہو تو اسکا نفس باطل دعوے اور ظلم کا عادی ہو جاتا ہو۔ شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ جو شخص بلا ضرورت فاسقون اور گناہ کرنے والون کے ساتھ میل کرے اور انکی مصاحبت وپڑوس اختیار کرے تو یقین جانے کہ اسکے دل میں فسق ومعصیت پوشیدہ ہو جسکو ظہور کرنے کی خواہش ہو اور حیلہ ڈھونڈھتی ہو کیونکہ اللہ تعم نے ظالمون کے پڑوس میں رہنے والون کی مذمت فرمائی اور وہان مقام کرنے والے کو معذور نہیں رکھا بقولہ تعم الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا۔ کہا جاتا ہو کہ فاسقون وفاجرون کے ساتھ رہنے والے انکے شریک ہیں جو وہ پاوین وہی یہ پاوین اور حق شرع ادا کرنا انہین آسان نہین ہو بہ نسبت انسے دوری اختیار کرنے کے واللہ تعم اعلم قال اللہ تعالےٰ

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ○ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ
پس تو مت خیال کیجیو اللہ کو خلاف کرنے والا اپنے وعدہ کا اپنے رسولون سے اللہ بیشک سب قدرت والا اور بدلا لینے والا ہو جس دن بدلی جاویگی زمین اسکی جگہ

غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ ○ وَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ
دوسری اور سب آسمان اور سب لوگ نکل آوینگے واسطے اللہ واحد القہار کے اور تو دیکھیگا نافرمانون کو آج کے دن بندھے ہونگے

فِی الْاَصْفَادِ ○ سَرَابِیْلُہُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰی وُجُوْہَہُمُ النَّارُ ○ لِیَجْزِیَ اللّٰہُ کُلَّ نَفْسٍ مَّا
قیدیون میں انکے پائجامہ ہونگے قطران کے اور ڈھانکے ہوگی انکے چہرون کو آگ تاکہ بدلا دیوے اللہ ہر نفس کو جو کچھ

کَسَبَتْ ط اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○ ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِہٖ وَلِیَعْلَمُوْا اَنَّمَا
اسنے کمایا ہے بیشک اللہ تعم جلد حساب کرنے والا ہو یہ پہنچا دینا ہو لوگون کو اور تاکہ انکو ڈرسنایا جاوے اور تاکہ جان لیوین کہ

ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ ع ۱۹
وہ تو اکیلا ہی اللہ ہو اور تاکہ نصیحت مانین سمجھ والے

منجملہ انذار کے یہ آیات بھی ہین اور قدرت حق عزوجل ہو کہ آنحضرت صلعم کے ضعیف جنکے قبضہ مین اسقدر ملک وسلطنت تھی کہ آجتک کسی کو نصیب نہین ہوئی ہو اور اصحاب جنکے پیچھے دولت دنیا وخزانہاے قیصر وکسری ہاتھ باندھے تھے مگر وے لوگ دنیا سے بیزار اور ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور راتون کو جاگنے والے نمک وروٹی پر کفایت کرنے والے تھے انکو یہ آیات نافع ہوئی تھین کہ بیہوش ہوجاتے تھے اور انکے سوائے کافر مشرک منافق محض دنیا کے کتے انکو کچھ نفع نہین ہوتا ہو اور سچ ہو کہ ہمکو اللہ تعم نے قرآن مین صحیح آیات سے یہ خبر دیدی ہو اور کافرون کو کچھ نفع نہین ہوتا بلکہ گمان کرتے تھے کہ صحابہ بالفعل اسقدر ضعیف وکمزور ہین کہان سے ملک کسری وقیصر فتح کرینگے وقال تعم۔ فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ سو تو کبھی نہ گمان کیجیو اللہ تعم کو خلاف کرنے والا اپنے وعدہ مین اپنے رسولون سے۔ اسمین تمام امت کو طمانینت ہو کہ اللہ تعم اپنے رسول کو غلبہ دیتا ہو ولیکن اسکی حکمت ایسی خوبصورت پیرایہ مین ہو کہ مومنون کو اپنے فضل وہدایت سے مستقیم رکھتا ہو ورنہ کافر لوگ تو ہرگز نہین سمجھتے اور گویا خوشی سے کفر مین گرفتار وگمراہ ہین حالانکہ پھر تو کچھ شک نہین رہا کہ اللہ تعم نے سلطنت کسری وقیصر کو انہین فقیرون پر فتح کردیا۔ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ بیشک اللہ تعم غالب ہو سب کچھ اسکے قبضہ مین مقہور ہو۔ ذُو انْتِقَامٍ بدلا لینے والا ہو یعنے نیک بندون کے لیے ظالمون سے

Marfat.com

بڑا لادوا تاہے۔ قتادہ رحمہ نے کہا کہ قسم ہے اسی کی کہ بیشک اپنے حکم میں بالکل غالب ہے اسکا بڑا دیا انتظام اور غالب ہے کہ کفار کے حق میں ایسا ہے جیسے کوئی کہ زمین ہلاک ہوجاوے
اسکا کہ بہت زبردست قوی ہے۔ یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ بیان کرتے ہے جس دن بدلی جاویگی یہ زمین یعنی جو تم مشاہدہ کرتے ہو غَیۡرَ الۡاَرۡضِ دوسری زمین سے یعنی کافر جو اپنے
آپ کو اور سبکو مثل گھاس کے خود رو اور خواہ نخواہ اور بے انجام جانتا ہے وہ بالکل بیوقوف ہے اسکے آگے وقائع ہولناک و عجائب قدرت کے آثار ہیں۔ واضح ہو کہ
دہریہ و نیچری وغیرہ جو ایسا خیال کرتے ہیں انسے پوچھو کہ پھر تم لوگوں کے واسطے زمین و اسکی چیزیں نہیں بلکہ تم زمین کے لیے ہو کہ گھاس کیطرح پیدا ہو کر اسکو درست کرو
عمارتیں مکین بناؤ پھر مرجاؤ دوسرے آویں اور مزدوری کریں تمہاری عقل خوار ہے جب پانی زیادہ برسے تو تمہارا گھروندا بگڑ جاوے۔ زمین و آسمان باقی و دائمی
کیسے ہوویں ہی رہینگے مگر تم محض بیقدر خودرو گھاس ہو۔ زمین وغیرہ میں عقل نہیں مگر افضل ہے تو تمہاری عقل محض ہیچ ہے بلکہ توت شجر کا درخت کئی سو برس باقی رہا مگر تم
اس قابل بھی نہ تھے تو تم سے وہ بیشک اچھا ہے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں ان احمقوں کی جہالت سے۔ صحیح یہی ہے کہ انسان افضل اور اسکے واسطے آغاز و انجام ہے اور اپنی
عقل سے استدلال کرتا ہے کہ نظام عالم ایک خالق عزوجل کی مخلوقات ہے اور وہ اسکو بہتر طرح بدلکر پیدا کر سکتا ہے پس ذرا بھی شبہہ نہیں جو اُسنے فرمایا کہ یاد کرو وہ دن کہ
زمین بدلیجاویگی سوا اس زمین کے اب جاننا چاہیئے کہ تبدیل کبھی ذات میں ہوتی ہے اور کبھی صفات میں ہوتی ہے اور زمین کی تبدیل جیسا کہ نصوص سے ظاہر ہوتا ہے
دونوں طرح بدلیجاویگی۔ وَالسَّمٰوٰتُ اور آسمان بھی اسی طرح بدلے جاوینگے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ جو کچھ اوپر مذکور ہوا وہ اُس دن ہوجاویگا جس دن یہ تبدیل
واقع ہوگی اور صحیحین میں سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حشر کیے جاوینگے لوگ قیامت کے روز زمین صاف پر جیسے میدہ کی روٹی جس میں کسی
شخص کا نشان نہوگا یعنی تودہ وغیرہ کچھ نہوگا اور حضرت ام المومنین صدیقہؓ نے پوچھا کہ اُس دن آدمی کہاں ہونگے فرمایا کہ صراط پر ہونگے۔ رواہ مسلم والترمذی وابن ماجہ
وقال الترمذی حسن صحیح واحمد اور دوسری روایت میں قولہ والارض جمیعا قبضتہ والسموات مطویات بیمینہ الآیہ کی تفسیر میں پوچھا کہ لوگ کہاں ہونگے فرمایا کہ جہنم پر
پل سے گذرتے ہونگے اور صحیح مسلم میں ثوبانؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت کے پاس کھڑا تھا کہ ایک یہودی عالم آیا اور کہا السلام علیک یا محمد تو میں نے اُس کو
ایسا دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے تو مجھ سے بولا کہ تو نے مجھے کیوں دھکیلا میں نے کہا کہ تو نام لیتا ہے رسول اللہ نہیں کہتا بولا کہ جو نام انکا انکے گھر والوں نے رکھا ہے
وہی نام لیتا ہوں آنحضرت نے فرمایا کہ میرا نام محمد ہے جو میرے گھر والوں نے رکھا ہے پھر یہودی نے کہا کہ میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں آپ نے فرمایا کہ بھلا تجھے نافع ہوگا
جو میں بیان کرونگا بولا کہ میں اپنے کانوں سے سنونگا پس آنحضرت نے ایک تیلی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی زمین کو چھیڑا پھر فرمایا کہ پوچھ پس اُسنے کہا کہ جس دن
زمین و آسمان تبدیل ہونگے لوگ کہاں ہونگے آپ نے فرمایا کہ تاریکی میں جہنم کے پل سے ادھر ہونگے بولا کہ پھر اول کسکو اجازت ہوگی فرمایا کہ مہاجرین میں سے فقرا کو
بولا کہ پہلا تحفہ انکا کیا ہوگا جب جنت میں پہونچینگے فرمایا کہ مچھلی کے جگر کا زائدہ پھر بولا کہ اسکے بعد ہی کیا ملیگا فرمایا کہ ثور جنت جو اسکے اطراف سے چرتا ہے ضیافت ہوگا
پوچھا کہ کیا پینے کو ملیگا فرمایا کہ چشمہ سلسبیل کا پانی کہنے لگا کہ آپ نے سچ فرمایا پھر بولا کہ ایک دوسری بات امتحان کرنے آیا ہوں جسکو سوائے نبی یا ایک یا دو آدمیوں کے
کوئی نہیں جانتا فرمایا کہ تجھے کچھ نفع ہوگا میرے بیان سے بولا کہ اپنے کانوں سنونگا پوچھا کہ میں فرزند کو پوچھنے آیا ہوں فرمایا کہ مرد کا پانی سپید ہے اور عورت کا زرد ہے
جب دونوں مجتمع ہوئے پھر عورت کی منی پر مرد کی منی چڑھ آئی تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر لڑکا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی اسپر چڑھ آئی تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر لڑکی ہوتی ہے یہودی بولا
کہ بیشک آپ نے سچ فرمایا اور بیشک آپ نبی ہیں پھر رخصت ہوگیا پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسنے جو کچھ مجھ سے پوچھا مجھے اسکا علم نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیدیا۔ رواہ الامام
مسلم فی صحیحہ اور ابن جریر کی روایت میں ہے کہ لوگ اس دن اللہ تعالیٰ کے مہمان ہونگے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں جو کچھ ہے وہ لوگوں کو عاجز نہیں کریگی۔ رواہ ابن ابی حاتم اور
شعبہ نے عمرو بن میمون سے روایت کی کہ زمین کیسے لے زمین ہوگی جیسے سفید چاندی خالص نہ اسمیں کوئی خون بہایا گیا اور نہ اسپر کوئی گناہ کیا گیا نظر اسکے پار ہوگی
اور آواز پکارنے والے کی سنائی دیگی لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن یہ حضرت جیسے پیدا کیے گئے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ کہا کہ کھڑے ہونگے یہانتک کہ پسینہ انکو گھیر لیگا۔ عمرو
بن میمون نے اور زر بن حبیش نے اسکو عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے رواہ ابن جریر اور زیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے صحابہ کو تبدیل الارض میں

Marfat.com

فرمایا کہ صاف سفید مثل چاندی کے ہوگی پھر مدینہ کے گرد یہودی عالمون کو بلانے بھیجا اور بعضے اصحاب سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کیون مین نے بلوایا ہے اسلیے بلوایا کہ
وے لوگ توریت سے بیان کرین جب آگئے تو انسے فرمایا کہ تبدیل الارض بیان کرو انھون نے کہا کہ زمین سفید مثل میدے کی روٹی کے ہوگی رواہ ابن جریر ایسی ہی
تفسیر حضرت علی و ابن عباس و انس بن مالک و مجاہد سے مروی ہے کہ زمین اُس دن چاندی کی ہوگی اور حضرت علی رضہ سے مروی ہے کہ آسمان سونے کے ہونگے اور واضح
ہو کہ حضرت ابن مسعودؓ و دیگر صحابہ و تابعین سے زمین کا میدے کی روٹی ہونا اور آسمانون کا باغ ہونا بھی مروی ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ زمین تانبے کی اور حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضہ سے مروی ہے کہ زمین و سمندر سب آگ کے ہونگے اور صحیحین مین ابو سعیدؓ کی حدیث مرفوع ہے کہ زمین اُس دن ایک روٹی ہوگی کہ حضرت جبار
جل جلالہ اپنے دست قدرت سے اسکو الٹ پلٹ دیگا نزل اہل جنت کے لیے یعنی ہنوز وہ لوگ جنت مین نہین پہونچے ہونگے امام قرطبی وغیرہ نے اس کی تحقیق
کردی ہے اور صحیح یہ ہے کہ زمین کی تبدیل صفاتی و ذاتی دونون طرح کئی بار واقع ہوگی پس نفخ صور و قیام محشر مین زمین صاف سفید ہوگی کہ نہ اُسپر علامت اور
نہ خون و گناہ کا اثر ہوگا پھر جب خلائق مع جہنم کے پل پر ہونگے تو کفار کے لیے آتشی و تانبے وغیرہ کی ہوگی اور تاریکی ہوگی اور اس بار مومنون کے لیے مثل روٹی کے
پھر جنت مین درکہ بیضا رشک خالص ہوگی اور حق یہ ہے کہ یہ سب امور جس طرح اللہ تعالیٰ چاہے واقع ہونگے انمین کوئی تفصیل اسوقت ممکن نہین ہے کیونکہ محشر کے اوقات
و حالات مختلف ہین اور امر آخرت کی کیفیات بالکل مخفی ہین پس اہل ایمان و عقل ان سب امور کو صحیح و قدرت حق تعالیٰ مین ادنی امور دیکھتے ہین اور خوب ظاہر ہے کہ
جو لوگ اس خاکی زمین کو خراب اونچا نیچا دیکھتے ہین باوجود یکہ چورس مربع یا مدور جیسا بنانے اور کوشش کرکے ہلاک ہوتے ہین قادر قیوم جل شانہ کی قدرت مین
آسان تھا اگر نمونہ اسکی خواری کا ہے اور ہموار خوبصورت جو قیاس مین نہ آوے جہان باقی ہے حالانکہ ایک پھول ایسے نمونہ پر دیا کہ ہم اسکے مثل کسی طرح نہین بنا سکتے
ہین پس اللہ تعالیٰ جل شانہ کی صفات پاک ہین اور کلام سچا ہے اور رسول برحق ہے وہی صحیح ہے جو اُسنے فرمایا و مراد لیا ہے پس ایمان لائے ہم کہ بدل جاویگی زمین سوائے
اس زمین کے اور بدلے جاوینگے آسمان ۔ وَبَرَزُوْا ۔ اور ظاہر ہونگے تمام لوگ اپنی قبرون سے یا مراد فقط ظالم لوگ ہون اگرچہ سب ظاہر ہونگے کیونکہ سیاق ظالمون کا
ہے یعنی قبرون سے نکلینگے تاکہ اپنے اعمال و کردار کے بدلے اٹھاوین ۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ واسطے حکم اللہ واحد قہار کے ۔ وہ قاہر ہے سب اسکی قدرت مین مقہور
ہین انکو ایک زجر سے آواز دیجاویگی کہ سب کے سب اس زمین تبدیل شدہ پر قائم ہونگے ۔ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ ۔ اور تو دیکھیگا نافرمانون کو یعنی اللہ تعالیٰ کو
نہ ماننے والے کافرون مشرکون وغیرہ کو اس دن ۔ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۔ زنجیرون سے ملا کر جکڑے ہوئے اصفاد زنجیرین بقول سعید بن جبیر یا بندان بقول
ابن عباس یا بیڑیان و طوق بقول قتادہ ۔ اور باہم مجرمون کا مقرون ہونا اپنے اپنے خراب عقائد و اعمال کی شرکت سے ہے مانند قولہ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۔ یا
اپنے اپنے شیطان کے ساتھ جو دنیا مین باطنی زندگی پر ہین وہان یوم ظہور مین ظاہری زندگی پر کھلے کھلے ہونگے مانند قولہ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۔ اور ظاہر یہ ہے
کہ آدمیون مین سے ہر قسم کے گمراہ لوگ مع اپنے ظاہری پیشوا آدمی کے اور مع باطنی پیشوا شیطانون کے یکجا جکڑے ہونگے اور سب شیاطین کا پیشوا شیطان ابلیس بھی
سب کے آگے ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم پھر انکی ہیئات قبیح بیان فرمائی مع لباس کے ۔ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ ۔ قمیصین یا پائجامہ انکے قطران سے ہونگے یعنی انکے جسمون پر
قطران بدبودار ملا ہوا اُس عالم مین سربال ہوگا اور قطران ایک چیز مٹی کے تیل کے مانند زمین سے ابلتی ہے اسکا چشمہ ہوتا ہے سیاہ رنگ بہت بدبودار قتادہؒ نے کہا
کہ اسمین آگ بہت لگتی ہے اور ابن عباس کہتے تھے کہ قطران گلا ہوا تانبا جسکی حرارت انتہا کو پہونچ گئی اور ایسا ہی مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ سے
مروی ہے اور معنے اسکے یہ ہین کہ قطر بمعنے تانبا اور آن بمعنی شدید الحرارۃ پس قطران پگھلایا ہوا تانبا جسکی حرارت حد کو پہونچی ہے اور حدیث مین ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے
کہ حضرت نے فرمایا چار باتین میری امت مین امور جاہلیت سے ہونگی انکو نہین چھوڑینگی ایک تو حسب پر فخر کرنا اور دوم نسب مین طعن کرنا اور سوم نجوم پر پانی مانگنا یعنی
فلان ستارہ سے پانی برسیگا اور چہارم میت پر بین کرکے پیٹنا اور مردے پر پیٹنے والی رونے والی عورت نے اگر موت سے پہلے توبہ نہین کی تو قیامت کے روز کھڑی
کیجائیگی اس حال سے کہ اسپر قطران کی سربال ہوگی اور جرب کی کرتی ہوگی رواہ مسلم و احمد ۔ وَتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۔ اور چھائی ہوگی انکے چہرون پر آگ

جیسے دوسری آیت میں فرمایا وتلفح وجوھھم النار اور آگ کا گھیرنا اگرچہ عام بدن کو ہوگا مگر چہرہ اشرف جز ہے تھا اور قبیح صورت کے لیے کافی تو اسکو بیان فرمایا
اور سنن کی روایت میں پٹہنے والی عورت کے حق میں ہے کہ اگر بے توبہ مرگئی تو دوزخ وجنت کے درمیان راہ پر کھڑی کیجاویگی اسپر قطران کی سربال ہوگی اور اسکے
چہرہ کو آگ چھائی ہوگی۔ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ یہ فعل ان لوگوں کے ساتھ اسلیے ہونگے کہ اللہ تعہ بدلا دیوے۔ كُلَّ نَفْسٍ ہر نفس کو مرد ہو یا عورت ہو مَّا كَسَبَتْ
وہ جو اسنے کمایا یعنے اسکی کمائی کے موافق اسکو جزا دیوے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعہ ہر نفس کی بدکاری وگناہ سے پاک بے پرواہ ہے جیسے ہر ایک کی طاعت سے مستغنی ہے
ہر نفس جو کرتا ہے اسکا نفع وضرر اسی پر عائد ہے گویا کہ اس جہان کے اعمال وافعال دوسرے جہان میں اپنی اپنی جزا کے ساتھ ہونگے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ
بیشک اللہ تعہ سریع الحساب ہے اسپر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے کہ دریافت کرنے میں دیر ہو اور تمام خلق اسکے نزدیک بمنزلہ ایک ذرہ کے ہے یا لم ولیکن بندوں پر
حجت کے لیے ایام دنیا کے آدھے دن کی مقدار پر حساب فرماویگا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کما ذکر ذلک السیوطی اور اہل ایمان جنکو اللہ تعہ بخشیگا انکو نامہ اعمال
دکھلائے جاوینگے اور پوچھا نہ جاویگا بلکہ اللہ تعہ تجاوز فرماویگا اور جس سے پرسش ہوگی وہ ضرور مواخذہ میں آجاویگا اللہ تعہ اہل اسلام سے تجاوز فرماوے
برحمتہ ومغفرتہ آمین هٰذَا یہ قرآن بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ پہونچا دیا گیا ہے لوگوں کو یعنے اللہ تعہ کا حکم لوگوں کو پہونچایا گیا کہ اپنی نیکی بدی پہچان کر سعادت کے مراتب
حاصل کریں اور شروع سورہ میں بھی فرمایا تھا کہ کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور بس ختم بھی کر دیا کہ ان دلائل توحید سے آغاز وانجام
وکام معلوم ہوگیا ہر ایک اپنے لیے راہ راست ڈھونڈھے اور فرمایا لانذرکم بہ ومن بلغ یعنی اے عرب تمکو میں انذار کروں اور جسکو پہونچے پس جن لوگوں کو قرآن
پہونچا سب پر اتباع فرض ہوگئی اور انحضرت صلعم نے سوائے عرب کے باقیوں کو بذریعہ صحابہ بنکے پہونچایا پس صحابہ آپ کے قائم مقام ورسول کے رسول ہیں لہذا
جو انپر طعن کرے وہ رسول پر طعن کرکے کافر ہوگا۔ پھر یہ قرآن کس طور سے پہچانا جاوے کہ اللہ تعہ کا کلام ہے تو میں کہتا ہوں کہ اللہ تعہ نے دو باتوں پر صریح کر دیا کہ
ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا اول تو محمد رسول اللہ پیغمبر صادق مصدوق تھے کہ قریش وتمام عرب آپ کی سچائی پر متفق تھے تو صریح ہے کہ کوئی آپ میں جھوٹ نہ بولے پھر
اللہ تعہ پر جھوٹ باندھے پھر کیونکر جھوٹا شخص اتنے معجزات دکھلا سکتا ہے دوم یہ کہ جو بات لاکھوں آدمی ہر زمانہ میں بیان کریں وہ خبر بالکل سچ ہوتی ہے اور قرآن سب
جہان کے نزدیک متواتر چلا آتا ہے لاکھوں آدمیوں نے ہر زمانہ میں اسکو حفظ کیا اور پڑھا پڑھایا ہے اب میں کہتا ہوں کہ اس قرآن میں جابجا تمام عرب کو کہا گیا کہ تم اسکے
چھوٹے سورہ کے مثل لاؤ اگر تم اسکو آدمی کا کلام سمجھتے ہو ولیکن انسے ہرگز ممکن نہوا اور تلوار سے جان دینا وارنا قبول کیا اگر لا سکتے تو کیوں ایسا کرتے اور بجائے اسکے
معجزہ بے مثل تسلیم کیا اور جیسے جادو کو عجیب سمجھتے ہیں اسکو جادو قرار دیا اور جب تمام عرب اول سے آخر تک اسکے اعجاز بلیغ ہونے کا اقرار کر چکے تو سوائے عرب کے کون
زباندان عربی کا ہے جو مقابلہ کا دعوی کرے اور جو دعوی کرے وہ محض جھوٹا اور بالکل بیوقوف ہے تب ثابت ہوگیا کہ یہ قرآن بیشک آدمی کا کلام نہیں ہے پس اللہ تعہ کا
پیغام بندوں کے لیے ہے تاکہ اسپر ایمان لاویں۔ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ اور تاکہ اس سے انکو ڈرسنایا جاوے پس بدکاری وگمراہی میں نڈر ہیں اور اپنے رب سبحانہ وتعہ سے
شرک نہ کریں اور ایسے فعل نکلاویں جو دوسرے جہان میں انکے ساتھ آگ وعذاب ہوں کیونکہ جو کچھ اپنے ساتھ اپنے ظاہر وباطن پر لباس چڑھاوینگے وہی دوسرے جہان میں
اسپر ظاہر ہوگا۔ وَلِيَعْلَمُوْٓا اور تاکہ یقین جان لیں قرآن کی صریح صاف صاف سچی دلیلوں سے کہ۔ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وہ تو اکیلا اللہ ہے کسی صفت میں اسکا
کوئی شریک نہیں ہے۔ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور تاکہ نصیحت پاویں عقل والے لوگ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس نے قرآن سے نصیحت نہ پائی وہ احمق بے عقل ہے
کیونکہ قرآن مجید میں مخلوقات کی وجود وصفات سے اور آدمی کی خود ذات وصفات وحالات سے ایسے صریح دلائل بتلائے ہیں کہ بعد انکے ہرگز وہم ووسواس کو
مجال شبہہ نہیں رہتی سوائے اس شخص پر جسکو بالکل عقل نہیں ہے ف فی العرائس قولہ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد القہار تغیر اس کی
سابق میں مفصل مذکور ہوئی اور اشارت میں سے ہے کہ اللہ تعہ واحد قہار کے واسطے بروز وظہور اسوقت ظاہر ہو جاتا ہے جب آدمی کی وہ زمین قلب بدلے جسپر ظلم و
فسق وفجور وحرام کاری وحرامخوری وکبر ورعونت ونامردی وغیرہ اخلاق ذمیمہ وافعال قبیحہ بھرے ہوئے تھے پس جب اسنے اس زمین کو بدیوں سے پاک کر دیا اور

Marfat.com

وہ بدلی کہ آسمین سے صفات بشری و خطرات ردیہ نفسانی زائل ہوئے اور روحانیہ خصائل واسطے نور شہود جمال احدیت کے پیدا ہوئے تو آسمان اسطرح بھی
مبدل ہوتے ہین بدین معنے کہ انکو ذاتی استعداد وحدانیت سے خارج کرتی ہے کہ انوار عظمت کو برداشت کرین پس صفات لطائف آلہیہ کا ظہور ہوتا ہے بالجملہ ارواح
و قلوب بدلکر محل ضیق سے نکلکر محل بسط مین آتے ہین اور خوف سے امید مین اور رسوم عبودیت سے مشاہدہ ربوبیت مین ظاہر ہوتے ہین پس بروز ظہور ان قلوب و ارواح کا
اماکن غیب سے بیہوش و حیران بسبب غلبہ شوق و عشق کے جمال اتم و حق پر ہوتا ہے اگر تو انکو دیکھے تو رداء کبریا و ازار عظمت سے متعلق اپنے پاک رب جلشانہ سے
اپنے فراق سے فریاد کرتے ہین اور ظاہر ارض و سماء تاریکی خلعت و ظلمت سے بدلکر استیلاء انوار قدم کی تحت قہر مین منور ہونگے اور بحکم کل شئی ہالک الا وجہہ تمام
وجود ذلیل قدم مین داخل ہوگا اور سچ پوچھو تو وہ تھے کب جو اب ہالک ہوں وہ تو وجود حق کے پہلو مین لاشئی و لا وجود سے کمتر تھے۔ واسطی رح نے کہا کہ جب ابدان
پر انوار حق تعہ کا ظہور ہوگا تو ارض و سماء ثابت نہین رہ سکتے ہین قولہ ہذا بلاغ للناس ولینذروا بہ الی قولہ اولوا الالباب۔ یہ آیت اصل مین مقام عبرت عارفین ہے
کیونکہ اہل عقل و آدمی وہی ہین پس معرفت سے انکا شوق بجانب جمال اور انکا خوف از فراق بڑھیگا خوب جانو کہ اسکی معرفت سے تا دوام لاعلمی ہے لیکن عوام لوگ
تو ظلمات مین بیراہ ہین اور وے لوگ ہین کہ نور مین رہ رو ہین مگر معرفت حق سبحانہ تعہ مین تو درحقیقت ظلمون مین یا رسوم مین ہین جب بفضل و رحمت ارحم الراحمین اسکو
معائنہ کرینگے تو اسکو پہچانینگے اور اپنی جہالت بھی جانینگے اور جو کچھ انکی معرفت و عبادت مین سراسر قصور ہوا ہے جب بحر توحید و دیدار پاک مین غرق ہونگے تو سمجھینگے
کہ انما ہو الہ واحد اور یہ شان تو اہل عرفان کی ہے پس کافرون و بے ایمانون کا حجاب خیال کرو کہ فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ پھر یہ معرفت و ادراک نہین
ہے جو اہل عقل و علماء حقیقت و صاحبان معرفت ہین وہی عاشقان مشاہدہ ہین جنھون نے بحکم قولہ یجاہدون فی سبیل اللہ باموالہم و انفسہم اپنی جان و
مال کو اسپر قربان کرتے ہین اور شرمندہ ہین اور اس مین انذار ہے کہ اہل سعادت ہمیشہ بد صحبت و بدیون سے اور مخالف و مخالفون سے پرہیز کرین اور بہت دور
رہین کہ جب قلب اسکا عادی ہوا تو اندھا ہو جاتا ہے اور صحیح حدیث سے صحبت نیک و بد کا اثر ثابت ہے واللہ تعالے اعلم۔ واضح ہو کہ ایک آیت اس
پارہ سے سورہ حجر کی تکمیل کے لیے پارہ ۱۴ مین ہے

تمّ الثالث عشر ویتلوہ الرابع عشر من سورۃ الحجر۔

Marfat.com

دوسرے ان سختیون اور مصیبتون پر یہ توحید جاننا کہ سب بحکم آلہی ہین اور اسپر راضی ہونا۔ اور مین نے جو کہا کہ یہ جاننا کہ سب بحکم آلہی ہین یہ بالکل صحیح ہے
اگرچہ اس زمانہ کے بہت لوگ جو اپنے آپ کو بڑا ذی علم و مہذب جانتے ہین اس سے بالکل منکر ہین اور سوائے نادانی کی باتون کے عقلی دلیل کوئی نہین
رکھتے ہین تو مین کہتا ہون کہ یہان یہ سوال ہے کہ زید پر عمرو نے جو سختی کی کیا اللہ تعالےٰ جو دونون کا خالق ہے وہ اس سے آگاہ ہے یا نہین ہے۔ اگر
تم کہو کہ وہ کیا جانے تو نعوذ باللہ تم نے خالق کو جاہل بنایا اور یہ بالکل غلط ہے جو خالق و معبود ہے اُسکا علم و اسکی قدرت سب مخلوق کو گھیرے ہوئے
ہے اور جس نے اپنا خالق و اپنا معبود ایسا جاہل بنایا وہ خود سخت جاہل ہے بھلا اُسکے عبادت کرنے اور دعا مانگنے کی اسکو کیا خبر ہوگی۔ غرضکہ یہ
سوائے دیوانہ جاہل احمق کے کوئی نہ کہیگا۔ تو صحیح یہ ہوا کہ خالق عز وجل جانتا ہے اب بتلاؤ کہ اُسکا ارادہ کیا ہے آیا یہ کہ ایسا ہو یا نہو پس اگر یہ ارادہ ہو کہ ایسا
نہونے پاوے تو عمرو کی کیا مجال ہے کہ اُسکو سختی پہونچاوے اور اگر اسکی کسی حکمت سے یہ ہے کہ ایسا ہو تو عمرو سے ضرور ہوگا اب رہا یہ کہ وہ راضی ہے یا نہین
تو وہ راضی نہین ہے چنانچہ ہم راضی نہین ہین کہ اپنے بچہ کو مارین مگر مارنے کا ارادہ اُس کی بُری حرکت پر ضرور ہے اور اللہ تعالےٰ کے معاملہ مین ہر حکمت
دریافت نہین ہوسکتی کہ یہ کیون ہوا اس لیے کہ اسکی حکمت سے تمام جہان بے انتہا ہر ہر ذرہ اپنے اپنے موقع پر بے انتہا منافع کے ساتھ قائم ہے تو انتہا
بے انتہا سمجھ ہماری نہین ہے کہ اُسکی حکمت کا ایک ذرہ بھی ہم احاطہ کرلین وہ خالق ہے ہم اور ہماری سمجھ اُس کی حکمت کی بنائی ہوئی ہین تو اسکا خیال
بھی حماقت کا داغ ہے پس اب صحیح معلوم ہوگیا کہ یہ سختی بارادہ حق عز وجل تھی۔ اب عالم دیندار یہ یقین کرکے راضی ہوگا کہ اس سختی کو بسر و چشم قبول
کرون کہ وہ میرے خالق عز وجل کے ارادہ سے ہے۔ پس دو باتین ہوگئین ایک سختی اُٹھانا حالانکہ دوسرے لوگ راحت مین ہین۔ دوم اسپر
رضامندی۔ پس دونون کے عوض بڑا ثواب ہے اور رضامندی پر نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا ثواب ہے۔ اب جانو کہ اللہ تعالےٰ نے یہان صرف
دنیاوی بدن کی سختی کے عوض اُن کو دنیاوی نعمت یہ عطا فرمائی کہ بادشاہ مصر کے وزیر اعظم خود مختار ہوئے اور نعمت اس وجہ سے تھی کہ اسمین بھی
ثواب عظیم تھا ایک تو عدل قائم کرنے کا اور دوم ایمان کے ساتھ دولت تبلیغ رسالت کا۔ حدیث مین ہے کہ اگر ایک آدمی تیرے ہاتھ پر ایمان سے
مشرف ہو تو تجھے سُرخ اونٹون سے بہتر نعمت ہے۔ جیسے بولتے ہین کہ اکسیر سے بڑھکر یا دنیا و مافیہا سے بڑھکر ہے۔ یہان تو بادشاہ ایمان سے مشرف
ہوا مگر باوجود بادشاہت کے اُس کا یہ مرتبہ نہ تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو اس نعمت مین حاصل ہوا یہ محض فضل آلہی ہے کہ پوری
نعمت کے سب رکن اپنے اپنے موقع پر پورے ہون لہذا فرمایا۔ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَن نَّشَاءُ حصہ دیتے ہین ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے
ہین۔ اللہ تعالےٰ خالق عز وجل خود مختار ہے جس مخلوق کو چاہے جو کچھ عطا فرماوے اور چونکہ علیم و حکیم ہے لہذا ہم سب بندے یقین کرتے ہین
کہ عین حکمت کے ساتھ ہے۔ اس نعمت کو رحمت قرار دیا کیونکہ عدل ایک ساعت کا ثواب ایک حج مبرور کے برابر مذکور ہے اور ایک شخص کا ایمان
لانا سُرخ اونٹون سے بہتر ہے۔ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ اور ہم ضائع نہین فرماتے نیکی کرنے والون کا ثواب۔ رازی رح نے کہا کہ ثواب
ضائع کرنا یا تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ آدمی کو اتنی مزدوری دینے کی طاقت نہین ہے یا کسی وجہ سے عاجز ہے یا بخل کی وجہ سے نہین دینا چاہتا
یا بادشاہ کو خبر ہی نہین کہ فلان کارپرداز نے کیا کام کیا تو بیچارے کی مزدوری ضائع ہوجاتی ہے اور اللہ تعالےٰ کی جناب پاک مین یہ سب ممتنع ہے
نہ وہ عاجز ہے نہ وہ بخیل ہے نہ وہ نادان ہے ایک چیونٹی کی جنبش ایک پہاڑ کی کھوہ مین اندھیری رات مین اُسکے علم کے سامنے حاضر ہے اور مترجم نے قولہ وما
تسقط من ورقۃ الا یعلمہا الآیۃ کی تحت مین تفصیل کی ہے حالانکہ ہر تفصیل و توضیح و عبارت و اشارت حضرت باری تعالیٰ شانہ کی صفات پاک مین عاجز
ہین وہ خالق یہ مخلوق وہ قدیم یہ حادث لہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون۔ پھر حق تعالیٰ نے تعمیم فرمائی دوسری بات پر جو اوپر مذکور
ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہر محنت کے وقت راضی رہے تو فرمایا۔ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔ اور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هٰذا كِتٰبُنا يَنطِقُ عَلَيكُم بِالحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ۱۳

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

Marfat.com